U11467. P - 23-1-10

Title - FATAWI HINDIYA TARJUMA FATAWI ALAMGEERIYA.

Creator - Mutarjuma Seyyed Ameer Aly Marhoom.

Publisher - Matba Nawal Kishore (Lucknow).

Date - 1932.

Pages - 544.

Subjects -

جلد چہارم

فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ

فتاوائے ہندیہ

ترجمہ

فتاوائے عالمگیریہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۳۲ء

مطبع
نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

اذا اراد الله بعبد خيرا فقهه في الدين

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاواے جلیل القدر عدیم المثیل منبع مسائل احکام شرع اقتدار وقائع ایام مدار معتقدین
اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاویٰ در فقہ حنفیہ

یعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

جلد چہارم

مترجمہ جناب عالم متبحر فاضل بے عدیل مولانا احتشام الدین مراد آبادی و دیگر فاضل ثانی عالم علوم نقلی و عقلی مولوی امیر علی صاحب
ایسے استاد عالم متبحر کے جو بصرف زر کثیر مطبع اودھ اخبار زیر شفقت ریاست مہربان عالی وقار ترجمہ ہوا ہے

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشرکۃ

اسمین چھ باب ہین

باب اوّل شرکت کے اقسام و ارکان و شرائط و احکام و متعلقات کے بیان مین اور اس مین چند فصلین ہین ۔

فصل اوّل انواع شرکت کے بیان مین

شرکت کی دو قسمین ہین اول شرکت ملک اور وہ یہ ہے کہ دو شخص مثلاً ایک چیز کے مالک ہو جاوین بدون اسکے کہ دونون مین عقد شرکت[1] واقع ہوا ہو کذا فی التہذیب۔ دوم شرکت عقد اور وہ اس طرح ہے کہ مثلاً دو آدمیون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ اس امر مین شرکت کی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کی کذا فی الکافی مین ہے پھر شرکت ملک کی دو قسمین ہین اول آنکہ شرکت جبر ہو دوم آنکہ شرکت اختیار ہو پس شرکت جبر یہ ہے کہ دو شخصون کے دو مال بغیر اختیار مالکون کے اسطرح خلط ہو جاوین کہ حقیقۃً دونون مین تمیز ممکن نہو باین طور کہ ہر دو مال کی جنس واحد ہو پس اختلاط سے تمیز نہو سکے یا تمیز ممکن تو ہو مگر بڑی کلفت و مشقت سے جیسے گیہون اور جو مختلط ہو جاوین یا دونون کسی ایک مال کے حصہ رسد وارث ہون اور شرکت اختیار یہ ہے کہ دونون کو ایک مال ہبہ کیا جاوے یا دونون ایک ہی مال کے باستیلاء مالک ہون یا اپنے اختیار سے ہر دو اپنا اپنا مال باہم خلط کر دین کذا فی الذخیرہ یا بطریق خرید کے یا بوجہ صدقہ کے دونون ایک مال کے مالک ہون کذا فی فتاوی قاضیخان یا دونون کیواسطے ایک مال کی وصیت کیجاوے پس دونون اس وصیت کو قبول کر لین یہ اختیار شرح مختار مین ہے اور شرکت اختیار کا رکن ہر دو حصہ کا مجتمع ہوتا ہے اور حکم شرکت اختیار یہ ہے کہ مال مشترک مین جو زیادتی ہو وہ بھی شرکت پر باندازہ ملک ہوگی یعنی جتنی جسکی ملک ہے زیادتی مین بھی اس حساب سے ہر ایک کی شرکت ہوگی اور یہ ہے کہ دونون مین سے کسی کو روا نہین ہے کہ دوسرے کے حصہ مین تصرف کرے الا اسکے حکم سے اور دونون مین سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ مین مثل اجنبی کے ہے اور ہر ایک کے لیے اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا تمام صورتون مین جائز ہے اور کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا بغیر اجازت شریک کے جائز ہے باستثناء صورت خلط و اختلاط[عہ] کے یہ کافی مین ہے اور شرکت عقود کی تین قسمین ہین ایک شرکت بالمال دوم شرکت بوجوہ و سوم شرکت باعمال اور انمین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین شرکت مفاوضہ و شرکت عنان یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور شرکت عقد کا رکن ایجاب و قبول ہے اور یہ اسطرح ہے کہ ایک کہے کہ مین نے تجھے مشارک کیا چنین و چنان مین اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا کذا فی الکافی اور اسپر گواہ کر لینا مستحب[2] ہے

[1] یعنی دونون کی ملک ایک شیء واحد مین بدون انکے عقد شرکت قرار دینے کے حاصل ہوگئی مثلاً زید مرا اور اسکی میراث ایک مکان ہے جو اسکے دو بیٹون کے درمیان مشترک میراث ہو گیا ہے ۱۲ منہ [2] یعنی کچھ بھلائی سے خالی نہین ہے ۱۲ منہ [عہ] جو شرکت بوجہ خلط و اختلاط کے ہوگی ۱۲ منہ

یہ نہر الفائق میں ہے۔ اور ان شرکتوں کے جواز کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر عقد شرکت قرار دیا گیا ہے وہ قابل وکالت ہو کذا فی المحیط اور یہ شرط کہ نفع کی مقدار معلوم ہو پس اگر مجہول ہوگی تو شرکت فاسد ہوگی اور یہ شرط ہے کہ جزو نفع ایک ایسا جزو شائع[1] قرار دیا جائے جو تمام میں شائع ہو ایسا نہ ہو کہ معین ہو چنانچہ اگر یا نسو درم یا بیس یا ستر وغیرہ کے معین کر دیا تو شرکت فاسد ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور شرکت عقد کا حکم یہ ہے کہ معقود علیہ اور جو اس معقود علیہ کے ذریعہ[2] سے مستفاد ہوگا وہ سب دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے واضح ہو کہ شرکت بالمال اسطرح ہے کہ دو آدمی کسیقدر راس المال کو ملا کر دونوں یوں کہیں کہ ہم دونوں نے اسمیں باہم شرکت کر لی اس شرط پر کہ ہم دونوں اسمیں ایک ساتھ یا جدا جدا خرید و فروخت کریں یا یہ شرط نہ بیان کریں مطلق چھوڑ دیں کہ ہمنے باہم اسمیں شرکت کر لی بشرط آنکہ[3] جو کچھ اللہ تعالی ہمکو اسمیں نفع روزی کرے وہ ہم دونوں کے درمیان ایسی ایسی شرط پر مشترک ہوگا یا دونوں میں سے ایک اسطرح کہے اور دوسرا کہے کہ ہاں کذا فی البدائع

فصل دوم ان الفاظ کے بیان میں جن سے شرکت صحیح ہے اور جن سے نہیں صحیح ہوتی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے بغیر مال کے اس شرط سے شرکت کی کہ جو کچھ ہم دونوں آجکے روز خریدیں وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگا خواہ کسی صنف یا عمل کی خصوصیت بیان کر دی یا مطلق چھوڑ دیا تو یہ جائز ہے اور اسیطرح اگر بجاے آجکے روز کے اس مہینے میں کہا تو بھی روا ہے اور اسیطرح اگر شرکت کیواسطے کوئی وقت نہ بیان کیا بایں طور کہ ہم دونوں نے شرکت کی اس شرط سے کہ جو کچھ ہم دونوں خریدیں وہ ہمارے درمیان میں مشترک ہوگا تو بھی جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شرکت کیواسطے کوئی وقت مقرر کیا تو بنا بر مذکورہ بالا جائز ہے ولیکن جاننا چاہیے کہ بشر نے امام ابو یوسف رحؒ کیواسطے سے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ یہ جائز ہے مگر طحاوی نے اس روایت کو ضعیف کہا اور سوا طحاوی کے دیگر مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر دونوں نے لفظ شرکت کا نہ کہا ولیکن ایسا لفظ کہا جس سے استعمال میں شرکت سمجھی جاتی ہے مثلاً ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میں نے آج خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہے اور دوسرے نے اسکی موافقت کی مثلاً کہا کہ اچھا تو آیا شرکت ہوگی یا نہوگی سو امام محمدؒ نے اسکو اصل میں ذکر نہیں فرمایا اور ابو سلیمان نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ جائز ہے اور اسقدر سے شرکت ثابت ہو جائیگی آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونوں لفظ خرید کو جانبین سے ذکر کرتے تو روا تھا اور شرکت ثابت ہوتی باعتبار ذکر حکم شرکت کے اگرچہ لفظ شرکت نہیں کہا پس یہاں بھی ثابت ہوگی اور یہی صحیح ہے اور یہ شرکت فقط خرید میں جائز ہوگی پس دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہے اسکے حصہ میں سے کچھ فروخت کرے الا اسکی اجازت سے فروخت کر سکیگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کوئی چیز میں نے خریدی پس وہ میرے تیرے درمیان ہے یا کہا وہ ہمارے درمیان ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہاں اچھا پس اگر اسکی مراد یہ ہے کہ ہم دونوں ہر دو شریک تجارت ہو ویں تو یہ شرکت ہوگی حتی کہ بدون بیان جنس خرید کردہ شدہ یا نوع یا مقدار ثمن کے صحیح ہوگی جیسے صریح لفظ خرید و فروخت کہنے میں ہوتا ہے اور اگر یہ مراد لی ہے کہ خرید کردہ شدہ بعینہ خاصۃ دونوں میں مشترک ہو اور اس چیز میں دونوں بانند دو شریک تجارت کے نہو ویں بلکہ خریدی ہوئی چیز بعینہ دونوں میں مشترک ہو وے چنانچہ دونوں نے میراث پائی یا دونوں کو ہبہ کی گئی تو اس صورت میں وکالت ثابت ہوگی نہ شرکت پس اگر وکالت صحیح ہونیکی شرط پائی گئی تو وکالت صحیح ہوگی ورنہ نہیں اور وکالت دو وجہ سے ہوتی ہے ایک وکالت خاصہ

---

[1] مثلاً آٹھواں حصہ یا دسواں حصہ یا نواں حصہ وغیرہ ۱۲ منہ [2] درم اور دینار وغیرہ ۱۲ [3] یہ شرط اوپر کی مطلق و مشروط دونوں کے ساتھ ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

دوم عام پس وکالت خاص صحیح ہونیکی شرط یہ ہی کہ خرید کردہ شدہ چیز کی جنس بیان ہو اور اسکی نوع اور مقدار ثمن بیان ہو اور وکالت عامہ صحیح ہونیکی شرط یہ ہی کہ موکل تمام رائے وکیل کے سپرد کردیوے یا وقت یا مقدار ثمن یا جنس مبیع بیان کردیوے کذا فی البدائع اور منتقی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر دو شخصوں نے کہا کہ جو کچھ ہم دونوں نے خریدی وہ ہم دونوں کے درمیان نصفا نصف ہی تو یہ جائز ہی۔ اور نیز منتقی میں امام اعظم رح سے بروایت حسن بن زیاد مذکور ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو چیز میں نے اصناف تجارت سے خریدی اور میرے اور تیرے درمیان ہی پس اسکو دوسرے نے قبول کیا تو یہ جائز ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ آج کے روز خریدی تو بھی یہی حکم ہی کہ جائز ہی اور جو چیز اُسنے اُس روز خریدی وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی قال المترجم لفظ بینی و بینک عند الاطلاق یعنی المشترک نصفا نصف ہوتا ہی اور مترجم نے میری تیری درمیان ہے اسی معنی میں لیا ہی پس محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہا اور کوئی وقت بیان نہ کیا تو بھی روا ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ میں نے جسقدر آٹا خریدا وہ میرے اور تیرے درمیان ہے تو بھی روا ہی اور ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہی اسکے حصہ کو فروخت کرے بدون اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونوں نے خرید میں شرکت کی ہی نہ فروخت کرنے میں ہان اگر دوسرے سے اجازت لیکر فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط میں ہی اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے غلام خریدا تو وہ میرے تیرے درمیان ہی تو یہ فاسد ہی الا آنکہ نوع بیان کردے مثلاً کہے کہ غلام خراسانی یا ہروی وغیرہ کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر کہا کہ میں نے جو کوئی چیز خریدی وہ میرے تیرے درمیان ہے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہیں جائز ہی اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی کذا فی البدائع اور منتقی میں امام ابو یوسف رح سے بروایت بشیر بن الولید مذکور ہی کہ ایک نے کہا کہ میں نے آج کے روز جو کوئی چیز خریدی وہ میرے تیرے درمیان ہی تو یہ جائز ہی اور اسیطرح اگر ایک سال کا وقت بیان کیا تو بھی جائز ہی اور اگر وقت بیان نہ کیا لیکن خریدی چیز کی مقدار بیان کی مثلاً کہا کہ گیہون سو من تک جسقدر خریدے وہ میرے تیرے درمیان میں تو یہ جائز ہی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر کہا کہ جو چیز میں نے تیری جہت پر خریدی وہ میرے تیرے درمیان ہی حالانکہ جسطرف وہ گیا ہی اسیطرف نکلکر چلا پایا کہا کہ جو چیز میں نے بصرہ میں خریدی تو یہ باطل ہی جبتک ثمن یا مبیع یا ایام بیان نہ کرے جائز نہوگی یہ محیط میں ہی ایک نے دوسرے کو حکم کیا کہ فلان غلام معین میرے اپنے درمیان مشترک خریدے پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر خریدنے کے وقت گواہ کرلیے کہ میں نے اسکو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو غلام مذکور دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی اور مجرد میں ہی کہ امام اعظم رح نے فرمایا کہ جب اُسنے اسکو خریدنے کا حکم کیا تھا اسوقت اُسنے اگر سکوت کیا ہان نہ کہا اور نہ نہیں کہا یہانتک کہ خریدنے کے وقت گواہ کرلیے کہ میں نے اسکو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو اسیکا ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اسکو فلان یعنی حکم دہندہ کیواسطے خریدا پھر اسکو خرید کیا تو وہ حکم دہندہ کا ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر اسنے خریدنے کے وقت سکوت کیا پھر بعد خریدنے کے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اسکو فلان کیواسطے خریدا ہی تو فلان حکم دہندہ کیواسطے ہوگا بشرطیکہ غلام مذکور اسوقت صحیح سالم ہو اور اگر غلام میں کوئی عیب پیدا ہوجائے یا مرجانیکے بعد اُسنے ایسا کہا تو اسکا قول مقبول ہوگا الا اس صورت میں کہ حکم دہندہ اسکی تصدیق کرے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خرید کر پس عمرو نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے چلا پھر بکر نے اُس سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر

قوله بینی و بینک یعنی میرے اور تیرے درمیان پس نصفا نصف ۱۲ منہ

قال المترجم یہ قیسمستا ید موافق قول طحاوی وقضیہ روایت فوقیت ہی ورنہ تامل ہی ۱۲ منہ

پس اسنے کہا کہ اچھا پھر اسکو خرید کیا تو وہ زید وبکر کے درمیان مشترک ہوگا کذا فی الخلاصہ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بکر کی وکالت اسنے بغیر حضوری زید کے قبول کی ہو اور اگر زید کی حضوری مین قبول کی تو یہ غلام بکر و عمرو کے درمیان نصفا نصف ہوگا کذا فی المحیط اور اگر اس درمیان مین عمرو کو شعیب ملا اور اسنے بھی یہی کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پھر عمرو نے اسکو خریدا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عمرو نے بغیر حضوری زید وبکر کے شعیب سے کہا کہ اچھا تو غلام مذکور زید وبکر کے درمیان مشترک ہوگا اور عمرو وشعیب کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر دونوں کی حضوری مین اچھا کہا تو غلام مذکور عمرو وشعیب کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ ہشام رح نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو کو حکم دیا کہ ایک کپڑا جسکا وصف بیان کر دیا ہے بعوض درم کو میرے اور اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ مین ہی درم نقد دونگا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور یہ کپڑا دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اور شرط مذکور باطل ہے یعنی ثمن عمرو ہی ادا کریگا اور نیز منتقی مین ابراہیم کی روایت سے امام محمد رح سے مذکور ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان کی باندی میرے واپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ مین ہی اسکو فروخت کرونگا تو فرمایا کہ شرط فاسد ہے اور شرکت جائز ہے اور فرمایا کہ شرکت مین ہر شرط فاسد کا یہی حکم ہے یعنی شرکت جائز ہوگی اور شرط باطل وبیکار ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ بدین شرط کہ ہم اسکو فروخت کرین تو یہ جائز ہے اور باندی مذکورہ دونوں مین مشترک ہوگی یعنی دونوں اپنی تجارت مین اسکو فروخت کرینگے یہ محیط مین لکھی ہے۔ اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم دونوں مین سے جسنے اس غلام کو خریدا تو دوسرا اسمین اسکا شریک ہوا یا دوسرا اسکا اسمین شریک ہے تو یہ جائز ہے پس دونوں مین سے جو اسکو خریدیگا نصف اپنے واسطے اور نصف دوسرے کیواسطے خریدنے والا ہوگا پس جب اسپر قبضہ کریگا تو وہ مثل دونوں کے قبضہ کے ہوگا حتی کہ اگر اتفاق سے وہ غلام مر گیا تو دونوں کا مال گیا۔ اور اگر دونوں نے اسکو ساتھ ہی خریدا یا ایک نے اسمین سے نصف پہلے خریدا پھر دوسرے نے باقی نصف خریدا تو بھی دونوں مین مشترک ہوگا اور اگر اس صورت مین دونوں مین سے ایک نے اگرچہ بغیر حکم دوسرے کے پورا ثمن ادا کر دیا تو نصف ثمن دوسرے سے واپس لیگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے اسکی بیع مین وکالت حاصل کی پھر ایک نے اسکو کسیکے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ اسکا فقط نصف ہے تو وہ حصہ شریک کا بعوض نصف ثمن کے فروخت کرنیوالا ہوگا اور اگر فروخت کیا یہ غلام الا نصفہ یعنی باستثنار نصف غلام کے تو جو کچھ ثمن حاصل ہوا ہے وہ پورا ثمن اور نصف غلام نزدیک امام اعظم رح کے دونوں مین مساوی مشترک ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک یہ بیع خاصۃً حصہ بائع کی طرف راجع ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ ہشام نے فرمایا کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک نے دوسرے ایک شخص سے جسکی ملک مین کچھ نہین ہے یون کہا کہ آ اور میرے پاس ہزار درم ہین پس انکو میری اور اپنی شرکت مساوی مین لے تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور نفع اور نقصان دونون پر ہوگا یہ محیط مین ہے ایک نے ایک غلام خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر دوسرے نے اس غلام مین شرکت کی درخواست کی پس مشتری نے اسکو اس غلام مین شریک کر لیا تو شریک کو نصف غلام بعوض نصف ثمن مذکور کے یعنی جتنے کو خریدا ہے ملیگا اس بنا پر کہ مطلق شرکت مساوات کو چاہتی ہے الا آنکہ اسکے برخلاف بیان کر کے ظاہر کر دے تو البتہ شرکت موافق بیان ہوگی یہ فتح القدیر مین ہے اور اسیطرح اگر ایک شخص نے دو شخصون کو شریک لیا تو وہ چیز ان تینون مین مساوی تین تہائی مشترک ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ زید نے ایک غلام خرید کر کے اسپر قبضہ کر لیا پھر عمرو نے اس سے کہا کہ مجھے اسمین اپنا شریک کرے پس اسنے شریک کر لیا پھر خالد اسکو ملا اور اسنے بھی یہی درخواست کی

ف یعنی اس صورت مین نصف ثمن دونوں ... ۱۲

ور زید نے منظور کیا پس اگر خالد کو عمرو کی مشارکت کا علم ہو تو خالد کیواسطے چہارم غلام ہوگا اور چہارم زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور اگر یہ علم نہو تو عمرو کیواسطے نصف اور خالد کیواسطے نصف ہوگا اور زید درمیان سے خارج ہو جائیگا کذا فی المحیط اور اسیطرح اگر ایک غلام خریدا پس عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین شریک کرے پس مشتری نے اسکو شریک کیا پھر نصف غلام مذکور کسی دوسرے نے استحقاق ثابت کر کے لیا تو عمرو کو نصف باقی ملیگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر زید نے نصف غلام خرید کر کے قبضہ حاصل کیا پھر عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین شریک کرے حالانکہ عمرو جانتا ہے کہ اسنے کل غلام خریدا ہے پس زید نے اسکو شریک کر لیا تو عمرو کو پورا نصف جسکو زید نے خریدا ہے ملیگا اور اگر عمرو جانتا ہو کہ زید نے نصف ہی خریدا ہے تو اسکو نصف کا نصف ملیگا یہ محیط مین ہے قال المترجم یہ مسئلہ فتاوی سے معلوم ہوتا ہے اور اگر وجہ منظور رہی تو آگے کے مسئلہ پر غور کرنا چاہیے حیث قال اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی پس دوسرے نے کہا کہ مجھے اسمین شریک کرے پس اسکو شریک کر لیا تو یہ بمنزلہ بیع کے ہے پس اگر مشتری نے اس چیز پر قبضہ کر لینے سے پہلے ایسا کیا تو شرکت صحیح نہوگی اور اگر بعد قبضہ کے شریک کیا اور شریک کو سپرد نکیا یہانتک کہ مشتری کے قبضہ مین تلف ہو گئی تو شریک پر ثمن لازم نہ آویگا۔ اور جاننا چاہیے کہ خواستگار شرکت کی درخواست کے بعد جب مشتری نے کہا کہ اچھا میں نے تجھے اسمین شریک کیا تو ضرور ہے کہ پھر خواستگار شرکت قبول کرے سواسطے کہ میں نے تجھے شریک کیا یہ لفظ ایجاب بیع ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر مشتری نے نصف پر قبضہ کیا اور نصف پر قبضہ نہین کیا ہے پھر کسی دوسرے کو اسمین نصف کا شریک کیا اور یہ شرکت شائع مقبوضہ و غیر مقبوضہ دونوں مین واقع ہوئی تو مقبوضہ مین صحیح ہے اور شریک کو اختیار ہوگا چاہے لیوے چاہے نلیوے کیونکہ اسکے حق مین صفقہ[سله] متفرق ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی کے گھر مین گیہون ہوں اور وہ مدعی ہو کہ یہ سب میرے ہین پھر دوسرے کو اُسکے نصف کا شریک کر لیا اور شریک نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ اُسمین سے نصف جل گئے تو شریک کو اختیار ہے چاہے باقی نصف کو لے یا شرکت کو ترک کرے اور اگر بیع کر دیے ہوں تو ایسی صورت مین بیع مین یہی حکم ہے۔ اور کوئی شخص اُسمین سے نصف گیہون کا مستحق ثابت ہوا تو بیع و شرکت دونوں مین مختلف حکم ہوگا چنانچہ اگر بیع واقع ہوئی ہو تو بیع مذکور باقی نصف پر رہیگی اور شریک کر لینے کی صورت مین باقی نصف مین دونوں شریک رہینگے مگر شریک ہونیوالے کو اختیار حاصل ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر زید و عمرو نے ایک غلام مساوی نصف نصف خریدا پھر دونوں نے خالد کو اسمین شریک کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دونوں نے آگے پیچھے اسکو علیحدہ علیحدہ شریک کیا تو خالد کو اُسمین سے نصف اور ان دونوں کو چہارم چہارم ملیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دونوں نے اسکو ساتھ ہی شریک کیا بایطور کہ اکٹھا دونوں نے اُس سے کہا کہ ہم دونوں نے تجھکو اس غلام مین شریک کیا تو استحساناً خالد کو اسمین سے ایک تہائی ملیگا کذا فی المحیط اور اگر دونوں مشتریوں مین سے ایک نے اسکو اپنے حصہ اور دوسرے کے حصہ مین شریک کیا پھر دوسرے نے اسکی اجازت دیدی تو خالد کو نصف ملیگا اور دونوں مشتریوں کو باقی نصف یعنی چہارم چہارم ملیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دوسرے شریک نے اجازت نہ دی تو خالد کو شریک کرنیوالے کے حصہ کا نصف یعنی چہارم غلام ملیگا کذا فی المحیط اور اگر ایک مشتری نے دوسرے مشتری کی اجازت سے خالد کو شریک کیا ہو تو غلام مذکور ان سب کے درمیان تین تہائی ہوگا کذا فی المبسوط اور اگر خالد نے درخواست کی کہ تم مجھے اس غلام مین اپنے ساتھ اور اپنے شریک کے ساتھ شریک کر لے پس اُسنے ایسا کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر شریک نے اجازت دیدی تو خالد کو تہائی غلام ملیگا اور اگر اجازت نہ دی تو اسکو چہارم حصہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دونوں مشتریوں مین سے ایک نے

[سله] یعنی عقد ایک تھا دو ہو گئے ۱۲

خالد سے کہا کہ میں نے تجھے اس غلام کے نصف میں شریک کیا تو ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اس صورت میں شریک کرنیوالا اسکو اپنے پورے حصہ کا شریک کر دینے والا ہوگا بمنزلہ اس قول کے کہ میں نے تجھے اسکے نصف کا شریک کیا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مشتری ایک ہی ہوتا اور وہ کسی شخص سے کہتا کہ میں نے تجھے اسکے نصف میں شریک کیا تو شریک ہونیوالے کو نصف غلام ملتا جیسے اس قول میں کہ میں نے تجھے اسکے نصف کا شریک کر لیا بخلاف اسکے اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے حصہ میں شریک کیا تو ان لفظوں سے یہ ممکن نہیں کہ اپنے پورے حصہ کا دیدینے اور مالک کر دینے والا اقرار دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے بجائے اپنے حصہ کا کہنے کے اپنے حصہ میں کہا ہے اور اگر وہ یوں کہتا کہ میں نے تجھے اپنے حصہ کا اپنے ساتھ شریک کر لیا تو باطل ہوتا پس اسواسطے شریک ہونیوالے کو ہر شریک کرنیوالے کے حصہ کا نصف ملیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر زید نے ایک غلام ہزار درہم کو خرید کر کے اسپر قبضہ کر لیا پھر عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کر لیا اگر عمرو نے کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ زید نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کیا پھر دونوں نے کہا کہ ہمنے قبول کیا تو یہ غلام عمرو و خالد کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مشتری سے ایک نے کہا کہ تو مجھے اس میں شریک کرے پس اسنے شریک کیا اگر خواستگار نے یہ نہ کہا کہ میں نے قبول کیا یہانتک کہ مشتری نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کر لیا پھر دونوں نے قبول کیا تو اول خواستگار کیواسطے کچھ نہوگا اور دوسرے شخص کیواسطے جسکو ثانیا شریک کیا ہے نصف غلام ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے ایک سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کیا پھر دوسرے سے اسیطرح کہا پھر تیسرے سے یوں ہی کہا اور تینوں میں کسی نے قبول نہیں کیا ہے پس اگر ایک نے قبول کیا تو غلام مشتری اور اس قبول کرنیوالے کے درمیان ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تم سبکو اس میں شریک کیا پھر ان میں سے ایک نے قبول کیا تو اسکو چہارم ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس دس دینار ہیں پس تجھے تو سودا کر کہ میں تیرے ساتھ کوئی سلعہ[1] مشترک خرید دوں اور کوئی مقدار معین نہ کی پس دوسرے نے اسکو پانچ دینار دئے اور اسنے پندرہ دینار کو کوئی سلعہ خرید کیا تو یہ ان تینوں میں تہائی مشترک ہوگا گویا اسنے کہا کہ پندرہ دینار کا ایک سلعہ شرکت میں خرید دونگا اور اسطرح لینے کی صورت میں تہائی ہوتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں ہوگا۔ اور لفظ شرکت محتمل شرکت املاک ہے پھر فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ مانگنے والے نے جنس سلعہ مثل گیہوں وغیرہ کے معین کر دی ہو اور اگر معین نہ کی ہو تو پورا سلعہ مشتری کا ہوگا اور مشتری پر پانچ دینار اس شخص کے جسنے دئے ہیں واپس کرنے واجب ہونگے اس وجہ سے کہ توکیل صحیح نہیں ہوئی اسواسطے کہ جنس مجہول ہے یہ قنیہ میں ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ غلام خرید کر اور مجھے اس میں شریک کر پس اسنے کہا کہ اچھا پھر اسکو خرید کیا تو وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور یہ استحسان ہے یہ محیط میں ہے قال المترجم اور قیاس یہ ہے کہ مشتری کا ہو کیونکہ شریک کر لینا بعد خریدنے کے ہوگا و وجہ الاستحسان العرف و ہو الظاہر ایک شخص نے ایک گاے بعوض دس دینار کے خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک شخص سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں بعوض قدر دو دینار کے شریک کیا اور اسنے قبول کیا تو اسکو پانچواں حصہ گاے کا ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے پچاس دینار کو ایک فالیز فروخت کی پھر بائع نے اس سے کہا کہ میں اس میں تیرا شریک ہونگا پس مشتری نے کہا کہ ہاں پھر اتنی ہی بات پر دونوں خاموش ہو رہے پھر بائع اس میں سے خربوزے لایا کرتا تھا اور مشتری انکو بازار میں بیچا کرتا تھا یہانتک کہ تمام خربوزے ہو چکے تو بائع کی محنت رائگان ہے وہ مشتری کا شریک نہو جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک نے گیہوں خریدے اور انکی پسوائی ایک درم دیا پھر اسکی پکوائی ایک درم دیا پھر انمیں ایک شخص کو شریک کر لیا تو شریک ہونیوالا گیہونکا نصف ثمن اور مشتری کا نصف خرچہ دیگا اور اسیطرح اگر روٹی کی ادھی

[1] سلعہ یعنی جو اسباب عرف میں سودا سلف بولتے ہیں ۱۲ سلعہ بیع اول سے ثمن ہوا ہو ۱۲

اُسکی کتائی اور کپڑے بنائی مین خرچ کیا یا تل لیے اور اُنکے پیرو انہین خرچ کیا تو ایسی صورتین یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے بذات خود پیسا و پکایا اور کاتا اور بنا ہو اور اُسکی کچھ اُجرت نہ دی ہو اور باقی مسئلہ بحالہا واقع ہوا تو شریک ہونیوالے پر نصف ثمن کے سوائے اسکے کام کے مقابلہ مین اور کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو مین نے آجکے روز خرید اوہ میرے اور تیرے درمیان ہے پس اُسنے کہا کہ ہان اچھا پھر اُس سے کسی دوسرے شخص نے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر یہ غلام خریدا تو اسمین سے نصف اُس دوسرے کا ہوگا جسنے خریدنے کا حکم دیا ہے اور باقی نصف مشتری اور اول شخص کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر اُسنے دوسرے سے کہا کہ جو آج مین نے خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہوگا اور اُسنے قبول کیا پھر اُسنے غلام مذکور خریدا تو اسمین سے نصف حکم دہندہ اول کا ہوگا اور باقی نصف مین مشتری اور دیگر نصفا نصف کے شریک ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے **فصل سوم** جو چیز راس المال ہوسکتی ہے اور جو نہین ہوسکتی ہے اسکے بیان مین۔ واضح ہو کہ جب شرکت بالمال ہو تو خواہ شرکت بطریق مفاوضہ ہو یا بطریق عنان ہو تو جبھی جائز ہوگی کہ جب راس المال ایسے ثمن نہین سے ہو جو مبادلہ کے عقد و ثمن متعین نہین ہوتے ہین جیسے درم و دینار وغیرہ اور اگر ایسے ہون جو متعین ہوتے ہین جیسے عروض و حیوان وغیرہ تو اُنسے شرکت نہین صحیح ہے خواہ دونوں کا راس المال یہی ہو یا فقط ایک کا ہو یہ محیط مین ہے۔ اور شرکت کے عقد کے وقت یا خرید کیوقت انکا حاضر و سامنے موجود ہونا شرط ہے یہ خزانۃ المفتیین و فتاوی قاضیخان مین ہے۔ پس اگر ہزار درم ایک شخص کو دیے اور کہا کہ انکے مثل یعنی برابر تو اپنے نکال کر ان سے خرید و فروخت کر پس اُسنے نکالے تو شرکت صحیح ہوگی یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اور اگر مال غائب ہو یا قرضہ ہو تو ہر دو حال مین ایسے مال سے شرکت صحیح نہین ہے۔ یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور وقت عقد کے مقدار راس المال سے آگاہی ہونا ہمارے نزدیک شرط نہین ہے۔ یہ بدائع مین ہے اور ہر دو مال کا سپرد کرنا شرط نہین ہے اور نیز دونوں کا خلط کرنا بھی شرط نہین ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے اور اگر دونون مین سے ایک کے پاس ہزار درم اور دوسرے کے پاس سو دینار ہون یا ایک کے دودھیا اور دوسرے کے سیاہ درم ہون پس دونون نے شرکت کر لی تو یہ شرکت جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور سونے و چاندی کے پتر یعنی بغیر سکہ زدہ ظاہر الروایہ کے موافق مثل عروض کے ہین یعنی شرکت مالی کا راس المال نہین ہوسکتے ہین کذا فی فتاوی قاضیخان اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہانکے لوگ آپسمین ان پترون سے معاملہ کرتے ہون تو جائز ہے ورنہ نہین یہ تبیین مین ہے اور اگر سونے و چاندی کی ڈھالی ہوئی چیز مثل زیور وغیرہ کے ہو یعنی بغیر سکہ زدہ ہو تو وہ جملہ روایات کے موافق بمنزلہ عروض کے ہے۔ یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور جو پیسے ہین اگر ایسے پیسے ہین جنکا چلن جاتا رہا ہے تو انسے شرکت و مضاربت نہین جائز ہے اسواسطے کہ یہ عروض ہین اور اگر چلن باقی ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف سے مشہور روایت کے موافق اسمین بھی یہی حکم ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ایسے پیسون سے شرکت جائز ہے کذا فی البدائع اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیۃ المضمرات اور مبسوط مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چلن والے پیسون سے عقد شرکت سب اماموں کے قول کے موافق جائز ہے یہ کافی مین ہے قال المترجم ہمارے دیار مین اسی پر فتوی دیا جاوے فلیتامل ح اور رہی شرکت کیلی و وزنی چیزونسے سو جب ایک جنس کی ہون تو خلط کرنے سے پہلے اور جب دو جنس مختلف کی ہون تو قبل خلط کے اور بعد خلط کے بالاتفاق نہین جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر شرکت کر لی تو فاسد ہوگی اور ہر ایک کو اپنی اپنی متاع ملیگی اور اُسیکا نفع اُسی کو اور اُسیکا نقصان اُسی پر ہوگا یہ کافی مین ہے اور اگر ایک ہی جنس کی ہون اور دونون نے خلط کر کے شرکت کی تو شرکت عقد فاسد ہے اور شرکت ملک ثابت ہے اور جو کچھ دونوں کو نفع ہو وہ دونوں کا ہوگا اور جو گھٹی ہو

وہ دونون پر ہوگی کذا فی محیط السرخسی و رہی ظاہر الروایۃ ہی یہ کافی مین ہی پھر جنس مختلف ہونیکی صورتمین جب دونون نے اس مخلوط کو فروخت کردیا تو اُسکا ثمن ان دونون کے درمیان بقدر قیمت متاع ہرایک کے جو خلط کرنیکے روز بلحاظ متاع مخلوط کے تھی مشترک ہوگا کذا فی المبسوط اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ بیع کرنیکے روز متاع مخلوط کے لحاظ سے مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دونونکی متاع مین سے ایک کی متاع ایسی ہو کہ خلط سے اُسمین بہتری آجاتی ہی یعنی بلحاظ مخلوط اُسکی قیمت لگا ئینمین بڑھتی ہی اور بغیر خلط کے اتنی نہین پہنچتی ہی تو ثمن بانٹنے کے روز اسکی متاع غیر مخلوطہ کے اندازے جو قیمت ہوتی ہو اُسکے حساب سے شریک کیا جائیگا یہ محیط و فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر دونون نے کوئی متاع ایک من گیہون و ایک من جو کے عوض خریدی پس ایک نے گیہون ناپ دیے اور دوسرے نے اپنے جو ناپ دیے پھر دونون نے اس متاع کو درمون کے عوض فروخت کیا تو اس ثمن کو جس روز تقسیم کرتے ہین اُس روز جو قیمت ایک من گیہون و ایک من جو کی ہو اُس حساب سے شریک کیے جاوینگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جس شخص نے منافع شریکا کیا ہی اُسکے واسطے ہرایک کے راس المال کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو وقت شرکت کے تھی اور مشتری کی ملک واقع ہونیکے واسطے دونون کے راس المال کی وقت شرکت والی قیمت معتبر ہوگی اور دونونکے حصہ مین یا ایک کے حصہ مین نفع ظاہر ہونے کیواسطے وقت تقسیم والی قیمت معتبر ہوگی اسواسطے کہ جبتک راس المال ظاہر ہوگا تب تک نفع نہین ظاہر ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور عروض مین ہر ایسے مال مین جو تعیین سے متعین ہوجاتا ہی عقد شرکت جائز ہونیکا حیلہ یہ ہی کہ ہرایک اپنا نصف مال دوسرے کے نصف مال کے عوض فروخت کرڈالے حتی کہ ہرایک کے مال مین ہرایک کا نصف ہوگا پس دونون مین شرکت ملک حاصل ہوجائیگی پھر اسکے بعد دونون عقد شرکت قرار دین پس بلا خلاف عقد شرکت جائز ہوجائیگا کذا فی البدائع اور اگر دونونکے عروض مین تفاوت ہو مثلاً ایک کے عروض کی قیمت سو درم اور دوسرے کے عروض کی چار سو درم ہون تو چاہیے کہ کم قیمت والا اپنے عروض کے چار پانچوین حصہ بعوض دوسرے کے عروض کے پانچوین حصہ کے فروخت کرلے پس پوری متاع پانچ حصہ ہوکر دونون مین مشترک ہوگی کہ کم والیکا ایک پانچوان حصہ اور دوسرے کے چار پانچوین حصہ ہونگے یہ کافی مین ہی۔ اور اسیطرح اگر ایک کے پاس عروض اور دوسرے کے پاس درم ہون تو چاہیے کہ عروض والا اپنے نصف عروض کو دوسرے کے نصف درمونکے عوض فروخت کرے اور باہمی قبضہ کرنیکے بعد پھر عقد شرکت قرار دین چاہین شرکت مفاوضہ و چاہین شرکت عنان یہ محیط مین ہی۔ اور منتقی مین ہشام کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے اسمین شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان قرار دی تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور منتقی مین مذکور ہی کہ دو شخصون مین سے ہرایک کے پاس اناج ہی ایک جنس کا یا گیہون ہین پس دونون نے خلط کرکے شرکت قرار دی حالانکہ ایک کے گیہون کھرے اور دوسرے کے کھوٹے ہین تو شرکت جائز ہی اور ثمن دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ ہرگاہ اُنھون نے خلط کردیا بدین قرار داد کہ یہ ہم دونون مین مشترک ہی تو اس شرط کے لحاظ سے مشابہ بیع کے ہوگیا اور دوسرے مقام پر اسی کتاب مین صریح بیان کیا کہ ثمن دونونکے درمیان فروخت کرنیکے روز کی قیمت کھرے و کھوٹے کے حساب سے تقسیم ہوگا

یہ محیط سرخسی مین ہی اور قول ثانی جو اس کتاب منتقی مین صحیح مذکور ہی بنظر اصول الیق ہی یہ نہر الفائق مین ہی

دوسرا باب مفاوضہ کے بیان مین اور اسمین آٹھ فصلین ہین فصل اول مفاوضہ کی تفسیر و شرائط کے بیان مین

پس شرکت مفاوضہ یہ ہی کہ دو شخص باہم شرکت کرین کہ دونون اپنے مال مین و تصرف مین و دین مین مساوی ہون اور جیسے ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہی ویسے ہی ہر ایک دوسرے کیطرف سے ہر عہدہ کا جو اسکو خریدی چیز مین لازم آیا ہی کفیل ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی پس مفاوضہ دو آزادون بالغونکے درمیان کہ دونون مسلمان ہون یا دونون ذمی ہون جائز ہوگا کذا فی الہدایہ اور ذمیون مین ہم ملت ہونا ضرور نہین ہی خواہ دونون ہم ملت ہون یا ایک کتابی مثلاً نصرانی یا یہودی ہو اور دوسرا مجوسی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی اور آزاد و مملوک کے درمیان و طفل و بالغ کے درمیان نہین جائز ہی کذا فی النافع اور حر و مکاتب کے درمیان نہین جائز ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور نیز مجنون و عاقل کے درمیان نہین جائز ہی یہ عینی شرح کنز مین ہی۔ اور درمیان دو غلامون یا دو لڑکون یا دو مکاتبون کسی کے درمیان نہین صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر آزاد مسلمان نے کسی مرتد مرد یا مرتدہ عورت سے یا کسی ذمی سے مفاوضہ کیا تو مفاوضہ نہین صحیح ہی پھر اگر مرتد کے دار الحرب مین جاملنے کا حکم دیے جانے سے پہلے مرتد مسلمان ہو گیا تو مفاوضہ صحیح ہو جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور شرکت مفاوضہ کی صورت جیسے مبسوط صدر الاسلام مین مذکور ہی یہ ہی کہ دو شخص شرکت کرین اور کہین کہ ہم نے باہم شرکت مفاوضہ ہر قلیل و کثیر مین اس شرط پر کی کہ ہم یکجا اور متفرق خرید و فروخت نقد یا اُدھار کرین اور ہر ایک ہم مین سے اپنی رائے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی ہمکو نفع روزی کرے وہ درمیان ہمارے مشترک ہوگا اور گھٹی مال پر ہوگی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اُسکے واسطے چند شرائط ہین چنانچہ محیط مین ہی از انجملہ یہ ہی کہ مفاوضہ پر تنصیص ہو یعنی مفاوضہ کھلا ظاہر ہو خواہ لفظاً یا معنیً چنانچہ مضمرات مین ہی کہ اگر مفاوضہ کے معنی جاننے والے نے عقد مفاوضہ بغیر بیان لفظ مفاوضہ قرار دیا اسطرح کہ معنی مفاوضت کے پورے پورے آگئے تو عقد مفاوضہ صحیح ہوگا۔ اور یہ شرط ہی کہ ان دونون مین سے ہر ایک کفالت کی اہلیت رکھتا ہو بایں طور کہ دونون آزاد عاقل بالغ دین مین متفق ہون یہ ذخیرہ مین ہی اور یہ شرط ہی کہ شریک عامہ عموم تجارت مین ہو یہ محیط مین ہی اور یہ شرط ہی کہ اگر راس المال جنس واحد و نوع واحد سے ہو تو مقدار کی راہ سے مساوی ہو اور اگر دو جنس مختلف سے مثل درہم و دینار کے یا جنس واحد ہو مگر نوع مین مختلف ہو جیسے دراہم شکستہ و دراہم صحاح تو مساوات مقدار کے ساتھ قیمت مین برابر ہونا بھی شرط ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور یہ شرط ہی کہ دونون مین سے کسی کے واسطے سوائے راس المال کے جسپر عقد قرار دیا ہی کچھ اور ایسا مال جسپر عقد مفاوضہ جائز ہو سکتا ہی ابتداءً یا انتہاءً نہ ہووے کذا فی المحیط پس اگر ہر دو مال وقت شرکت کے مساوی ہون حتی کہ مفاوضہ صحیح ہوا پھر دونون مین سے ایک مال مین قبل اسکے کہ دونون خرید کرین زیادتی ہو گئی مثلاً قبل خرید کے ہر دو نقد مین سے ایک کی قیمت نرخ بدلنے سے بڑھ گئی تو مفاوضہ ٹوٹ گیا اور شرکت عنان ہو گئی اور اسیطرح اگر ایک سے خرید کی اور ہنوز دوسرے سے خرید نہین کی ہی کہ اسمین زیادتی ہو گئی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونون مالونسے خرید ہو جانیکے بعد زیادتی ہوئی تو مفاوضہ اپنے حال پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور

اگر ہر دو شریک مین سے ایک کی ملک مین ایسا مال زیادہ ہی جسپر عقد مفاوضہ نہین صحیح ہی جیسے عروض و عقار و مکانات تو مفاوضہ جائز ہی اور اسیطرح اگر کسی کی ملک مین مال غائب زائد ہو تو بھی مفاوضہ مین فساد نہین ہوگا یہ بدائع مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک کی ودیعت نقد کسی کے پاس رکھی ہو تو مفاوضہ صحیح نہ ہوگا اور اگر ایک کا قرضہ نقد کسی پر ہو تو جب تک اسکو وصول نہ کر لے تب تک مفاوضہ صحیح رہیگا پھر جب قبضہ کر لیا تو مفاوضہ فاسد ہو کر شرکت عنان ہو جائیگی۔ اور اسیطرح تصرف مین بھی مساوات شرط ہی پس اگر دونون مین سے ایک شریک ایسے تصرف کا مالک ہی جسکا دوسرا مالک نہین ہی تو مساوات جاتی رہیگی یہ فتح القدیر مین ہی

فصل دوم

احکام مفاوضہ کے بیان مین ہر دو متفاوضین یعنی دو شریک مفاوضہ مین سے ہر ایک جو چیز خریدیگا وہ شرکت پر ہوگی سوا اپنے اہل و عیال کے طعام و لباس کے یا اپنے لباس کے یا روٹی کے ساتھ کھانیکی چیز سالن وغیرہ کے اور یہ استحسان ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اسیطرح متعہ و نفقہ کا بھی یہی حکم ہی۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اسیطرح رہنے کے واسطے اجارہ پر لینا اور حاجت ذاتی مثل حج وغیرہ کے لیے سواری کرایہ لینا بھی ایسا ہی ہی یہ تبیین مین ہی پس اہل و عیال کے واسطے اناج و کپڑا وغیرہ مذکورہ بالا چیزین خریدنے و لینے سے مخصوص مشتری کی ہونگی اور باوجود اسکے بھی اسکا شریک اسکی طرف سے کفیل ہوگا حتی کہ جو کچھ اسنے اناج و کپڑا وغیرہ اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے واسطے خریدا ہی اسکے بائع کو اختیار ہوگا کہ اسکے شریک دیگر سے ثمن کا مطالبہ کرے پھر اگر شریک نے اسکی طرف سے بائع کو ثمن دیدیا تو جو کچھ ادا کیا ہی وہ مشتری سے واپس لیگا یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر مشتری نے ادا کیا تو اسکا شریک اس سے اسکا نصف ثمن واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور مفاوض کو یہ اختیار نہین ہی کہ بغیر اجازت شریک کے وطی یا خدمت کیواسطے کوئی باندی خریدے اور اگر خریدی تو اسکو اختیار نہوگا کہ اس سے وطی کرے اور اسکے شریک کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ باندی دونونکی شرکت مین آئی ہی پس کسی ایک کی نہوگی بلکہ دونون مین مشترک ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر شریک کی اجازت سے کوئی باندی واسطے وطی کے خریدی تو یہ خاصۃً اسیکی ہوگی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کیواسطے دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور صاحبین کے نزدیک شریک اس سے اسکا نصف ثمن واپس لیگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ نہین لیگا یہ جامع صغیر مین بیان کر دیا ہے کذا فی محیط السرخسی اور اگر مفاوض نے اپنے شریک کی اجازت سے وطی کیواسطے کوئی باندی خریدی اور اس سے استیلاد کیا پھر کسی نے اپنا اس باندی پر استحقاق ثابت کیا تو وطی کرنیوالے پر اسکا عقر واجب ہوگا اور مستحق مذکور اس عقر کیواسطے دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے کسی نے کچھ میراث پائی یا سلطان کی طرف سے کسی نے کچھ جائزہ پایا یا ہبہ پایا یا کسی نے صدقہ دیا تو یہ خاص اسیکا ہوگا اور دوسرا اسمین اسکا شریک نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر کسی نے ہدیہ دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک کی ملک کسی چیز مین ایسے سبب سے ثابت ہوئی جو شرکت سے پہلے واقع ہو چکا ہی تو دوسرا اسمین شریک نہوگا مثلاً کوئی غلام بائع کیواسطے خیار شرط کر کے خریدا ہی پھر مشتری نے کسی

شخص کے ساتھ شرکت مفاوضہ[1] کرلی پھر بایع نے اپنا خیار ساقط کردیا تو اُسکے شریک کے واسطے اس غلام مین شرکت ثابت نہ ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور جو مال ودیعت کہ ان دونون مین سے ایک کے پاس رکھا ہو وہ دونونکے پاس ودیعت قرار پائیگا چنانچہ اگر ودیعت رکھنے والے نے بدون بیان کے انتقال کیا تو دونون کے ذمہ لازم ہوگا پس اگر زندہ شریک نے بیان کیا کہ جس شریک نے رکھی تھی اُسکے پاس قبل موت کے ضائع ہوگئی تھی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی ہان اگر ودیعت رکھنے والا ابھی زندہ ہووے تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر مستودع نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنیسے پہلے مین اسکو کھا گیا ہون تو اُس کی ضمان خاص اسی پر لازم ہوگی لیکن اگر اُسنے اپنے قول پر گواہ قائم کردیے تو ضمان[2] دونو پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک کے پاس مال مضاربت ہو جس سے اُسنے نفع کمایا ہو یا مال ودیعت ہو کہ خلاف[3] اُسکے مال مذکور کو اپنے کام مین لاکر نفع اُٹھایا ہے تو منافع ان دونونکا ہوگا کذا فی المبسوط قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ واللہ اعلم

تیسری فصل

ان امور کے بیان مین جو دونون مین سے ہر ایک متفاوض پر بحکم کفالت از جانب دیگر لازم آتے ہین - اگر ہر دو متفاوض مین سے ایک نے ایسے شخص کیواسطے جسکی گواہی اُسکے حق مین جائز ہو سکتی ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو اس مال کیواسطے دوسرا شریک بھی ماخوذ ہوگا اور حق والیکو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے یا دونون سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات مین ہے - اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے ایسے شخص کیواسطے جسکی گواہی اسکے حق مین روا نہین ہے کچھ مال کا اقرار کیا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے یا مان یا اُنکے مانند کسیکے واسطے اپنا دین قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار اسکے شریک کے حق مین روا نہوگا حتی کہ اُسکا شریک اس مال کیواسطے ماخوذ نہین ہو سکتا ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی اظہر ہے کذا فی المحیط اور اسیطرح اگر اپنی جورو کیواسطے جو اسکی طرف سے طلاق بائنہ کی عدت مین ہے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر ایک شریک نے نکاح فاسد کرکے عورت سے دخول کیا اور اُسکے واسطے مہر کا اقرار کیا تو اُسکے شریک پر لازم نہوگا اور اگر کسی وجہ سے قرضہ کا اقرار کیا تو دونون کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر ایک شریک نے اپنی جورو کی مان کیواسطے یا اپنی جورو کے ایسے فرزند کیواسطے جو اسکے سوائے دوسرے کے نطفہ سے ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو دونون شریکو نپر لازم ہوگا بوجہ اسکے کہ اقرار کا اعتبار عم گواہی کے ساتھ ہے - اور اگر شرکت مفاوضہ مین ایک شریک کوئی عورت ہے پس اُسنے اپنے شوہر کیواسطے قرضہ کا اقرار کیا تو چونکہ اس عورت کی گواہی اپنے شوہر کے حق مین نہین جائز ہے اسکا اقرار قرضہ بھی اسکے شریک مفاوض پر روا نہوگا - اور ایسی عورت مفاوضہ کا اقرار اپنے شوہر کے والدین اور اپنے شوہر کے ایسے فرزند کیواسطے جو اس عورت کے سوائے اُسکی دوسری جورو کے پیٹ سے ہے اس عورت پر اور اُسکے شریک پر دونو نپر جائز ہے چنانچہ ان لوگونکی گواہی اس عورت کے حق مین جائز ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر کسی شریک نے اپنی ام ولد کو آزاد کیا پھر اُسکے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا تو دونون شریکو نپر لازم ہوگا اگرچہ ام ولد مذکور

[1] شرکت کے بیان مین اسکی توضیح مفصل مذکور ہوئی اُس مقام پر دیکھو ۱۲ منہ [2] یعنے مال شریک میت پر زندہ پر ۱۲ [3] یعنے مقتضاے امانت کے برخلاف ہے کہ تجارت کرکے نفع کمایا ۱۲ منہ [4] یعنی جسکی گواہی اسکے حق مین روا نہین ہے اسکے واسطے اقرار کا نفاذ اُسی پر ہوگا شریک پر نہوگا اور جسکی گواہی اسکے حق مین روا ہے اسکے واسطے اقرار دونون پر ہوگا ۱۲ منہ

اس اقرار کنندہ کی عدت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہی اور جو قرضہ کہ انمین سے ایک شریک پر بوجہ تجارت کے مثل بیع خرید اور اجارہ وغیرہ اسکے مانند مثل غصب و استہلاک[1] و کفالت بالمال بحکم مکفول عنہ و اعادہ و رہن کے لازم آیا تو دوسرا اسکا ضامن ہوگا اور اگر مفاوض نے بغیر حکم مکفول عنہ کے اُسکی طرف سے کفالت کرلی تو شریک اُسکے واسطے سب اماموں کے نزدیک ماخوذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہی اور یہی حکم بیوع فاسدہ میں ہی یہ محیط میں ہی۔ اور حق والیکو اختیار ہی کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے اور چاہے دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہی ولیکن یہ واضح رہے کہ یہاں ضمان خاصۃً اُسی پر ہوگا جو اس تاوان کے فعل کا کرنیوالا ہی حتی کہ اگر دوسرے نے مال شرکت میں سے ادا کیا تو دوسرے سے نصف واپس لیگا یہ مبسوط میں ہی بخلاف خرید فاسدہ کے کہ خرید فاسد کی صورتمین تاوان فقط مشتری ہی پر نہ پڑیگا بلکہ دونوں پر ہوگا۔ اور اگر انمین سے ایک نے کفالت بالنفس کرلی تو بالاجماع انمین اسکا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک مفاوض نے کسی شخص کی طرف سے مہر یا ارش جنایت کی کفالت کرلی تو یہ بمنزلہ قرضہ کی کفالت کرنیکے ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے خریدی ہوئی باندی سے وطی کی پھر کسی نے اس باندیکا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو اختیار ہوگا کہ عقر کیواسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ذمہ ایسا تاوان لاحق ہوا جو مشابہ ضمان تجارت نہیں ہی تو اسکے واسطے اُسکا شریک ماخوذ نہ کیا جائیگا جیسے جنایتوں کے جرمانہ اور نفقہ اور بدل خلع اور قصاص سے صلح کا معاوضہ وغیرہ اور علی ہذا اگر جنایت کنندہ شریک کے فعل سے دوسرے شریک نے انکار کیا تو ولی جنایت کو اختیار نہوگا کہ شریک منکر سے قسم لیوے بخلاف اسکے اگر مدعی نے دونوں میں سے ایک پر بیع غلام کا دعوی کیا اور دوسرے نے اُس سے انکار کیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ مدعا علیہ سے قطعی قسم لے اور دوسرے شریک سے اسکے علم پر قسم لے اسواسطے کہ یہاں دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہی کہ اگر مدعی کے دعوی کا اقرار کرے تو دونوں پر لازم آتا ہی بخلاف جنایت مذکورہ کے کہ اگر ایک اقرار کرے تو دوسرے پر لازم نہ آویگی یہ فتح القدیر میں ہی اور اسیطرح ہر عمل جو اعمال تجارت سے ہو اگر اسکا کسی مدعی نے انمین سے ایک شریک پر دعوی کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے اسپر قسم کی تو مدعی کو پہونچتا ہی کہ دوسرے سے بھی قسم لے کذا فی المحیط پس اگر کسی نے اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا ان دونوں پر دعوی کیا تو مدعی کو پہونچتا ہی کہ دونوں میں سے ہر ایک سے قطعی قسم لے پھر دونوں میں سے جو شخص قسم سے انکار کریگا تو دعوی مدعی دونوں پر لازم ہوگا۔ اور اگر یہ دعوی اُسنے انمین سے ایک پر کیا حالانکہ وہ غائب ہی تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اسکے علم پر قسم لے پس اگر اُسنے قسم کھالی پھر غائب مذکور آگیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ اُس سے قطعی قسم لے جیسے دونوں کے حاضر ہونیکی صورتمین ہوتا ہی کہ مدعی علیہ سے قطعی قسم لے سکتا ہی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی شخص پر اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی نے اُس سے اس امر پر قسم لے لی پھر دوسرے مفاوض نے چاہا کہ اُس سے اسی امر پر قسم لے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر کسی نے ایک مفاوض پر بوجہ کفالت کے مال کا دعوی کیا اور اُس سے اسپر قسم لی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مدعی کو پہونچتا ہی کہ اسکے شریک سے بھی اسپر قسم لے یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی

یا کسی کے ہاتھ قرض کوئی چیز فروخت کی یا اسکے واسطے کسی نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کرلی یا اس سے کسی نے غصب کیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اُس سے مطالبہ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک متفاوض[1] نے ایک غلام اجارہ پر دیا تو دوسرے شریک متفاوض کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اُجرت کا مطالبہ کرے اور مستاجر اس سے غلام سپرد کرنیکا مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر مفاوض نے اپنا میراث پایا ہوا غلام یا خاصۃً اپنی کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو اجرت کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مستاجر کو اُس سے غلام مذکور سپرد کرنیکا مطالبہ پہونچتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسیطرح اگر مفاوض نے اپنی ذاتی مخصوص کوئی چیز فروخت کی تو شریک کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مشتری اُس سے مبیع سپرد کرنیکا مطالبہ کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض علیحدہ ہوگئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام[2] کو شرکت میں مکاتب کیا تھا تو حق شریک میں اُسکے قول کی تصدیق نہوگی ولیکن اپنے حق میں تصدیق کیا جائے گا اور شریک کے حق میں ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا فی الحال اُسنے عقد کتابت قرار دیدیا ہے پس اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس عقد کتابت کو رد کردے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض میں سے ایک نے اپنے آپ کو کسی شخص کو کوئی چیز حفاظت کرنے یا کپڑے سینے یا اور کسی کام کیواسطے اجارہ پر دیا تو جو اُجرت ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اسیطرح جس مزدوری سے ایک نے کچھ کمایا تو اُجرت دونوں میں مشترک ہوگی سوائے اسکے کہ اگر ایک نے اپنے آپکو کسی کی خدمت میں اجرت پر دیا تو اُجرت خاصۃً اُسی کی ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک مفاوض نے کوئی مزدور یا جانور اُجرت پر لیا تو اُجرت پر دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُجرت کے واسطے دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے ولیکن اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کیواسطے اجارہ پر لیا ہے تو شریک جو کچھ ادا کریگا اسکو حصہ رسد دوسرے سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے **فصل چہارم** جس سے مفاوضت باطل ہوتی ہے اور جس سے نہیں باطل ہوتی ہے اُسکے[3] بیان میں۔ اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک کو ایسا مال جسپر عقد شرکت مفاوضہ جائز ہے بسبب میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کے حاصل ہوا اور اُسکے قبضہ میں آگیا تو شرکت مفاوضہ باطل ہوکر شرکت عنان ہوجائیگی کذا فی السراجیہ اور اگر وہ عروض کا وارث ہوا یا دیون کا وارث ہوا تو شرکت مفاوضہ باطل نہوگی جبتک کہ دیون پر قبضہ نہ پاوے کذا فی محیط السرخسی قال المترجم اور عروض میں بعد قبضہ پانے کے بھی باطل نہوگی اور ہدایہ میں ہے کہ عقار کا بھی یہی حکم ہے یعنے انکی میراث پانے سے مفاوضت باطل نہیں ہوتی ہے خواہ قبضہ پاوے یا نہ پاوے اور اگر دونوں نے دونوں مالوں میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی تو قیاساً شرکت مفاوضہ باطل ہوگی مگر استحساناً نہیں باطل ہوگی۔ اور اگر بروز شرکت دونوں کا مال مساوی ہو حتی کہ مفاوضت صحیح ہوگئی پھر قبل اسکے کہ دونوں کچھ خریدیں ایک مال میں زیادتی ہوگئی بایں طور کہ جن دو نقد ون میں

---

[1] شرکت مفاوضہ میں جو شریک ہو اُس شخص کو کہتے ہیں [2] یعنی فی الحال دونوں میں مشترک مملوک ہے [3] مترجم کہتا ہے کہ اُن کتابوں میں جو بوقت ترجمہ موجود ہیں اس طرح ہے کہ ولو استفاد احد المتفاوضین مالا یجوز علیہ عقد الشرکۃ بارث الخ اور یہ کاتبون کی غلطی ہے اور صحیح وہی ہے جو میں نے ترجمہ میں لکھا فتامل ۱۲

عقد مفاوضہ قرار دیا ہی ایک کے نقد مین قبل خرید کے ازراہ قیمت یعنی نرخ بازار کے زیادتی ہوگئی تو مفاوضت ٹوٹ جاویگی قال المترجم مثلاً ہزار درم ایک کے اور سو دینار دوسرے کے وقت عقد کے مساوی تھے پھر سو دینار کے بارہ سو درم ہو گئے بسبب زیادتی بھاؤ اشرفی کے قبل اسکے کہ اُس سے خرید واقع ہووے تو مفاوضت ٹوٹ جائیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسیطرح اگر ہر دو مال مین سے ایک سے کوئی چیز خریدی پھر دوسرے مین زیادتی ہوگئی تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی اور اگر ایک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی پھر خریدی ہوئی چیز ازراہ قیمت کے بڑھ گئی تو قیاساً مفاوضت باطل ہو جائیگی مگر استحساناً باطل نہ ہوگی یہ مضمرات مین ہی - اور اگر ہر دو مال سے خرید واقع ہونیکے بعد ایک مین زیادتی ہوگئی تو مفاوضت اپنے حال پر رہیگی - اور اسیطرح اگر دونون مین سے ایک مال سے خرید واقع ہوئی اور جس سے خرید واقع ہوئی ہو اُسمین بعد وقوع خرید کے زیادتی ہوگئی تو مفاوضت نہ ٹوٹیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ہر دو متفاوضین مین سے کسی ایک نے ایک اجنبی ثالث سے کہا کہ مجھے ایک درم ہبہ کر دے اُسنے ہبہ کرکے سپرد کر دیا تو مفاوضت باطل ہو جائیگی اگرچہ اُسکا شریک غائب ہوئے پس اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے اپنے شریک مفاوض کے غائب ہونیکی صورتمین مفاوضت کا توڑنا چاہا تو اُسکا یہی حیلہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر دونومین سے ایک نے اپنا ذاتی مخصوص غلام اجارہ پر دیا یا فروخت کر دیا تو جبتک اُجرت وصول نہ پاوے یا ثمن پر قبضہ نپاوے تب تک مفاوضت باطل نہوگی یہ محیط مین ہی اور جب ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے انکار کیا تو مفاوضت فسخ ہو جائیگی اور وجہ یہی کہ یہی حکم تمام شرکتو نمین ہوکے یہ ظہیریہ مین ہی - اور جس سے شرکت عنان فاسد ہوتی ہی اُسی سے شرکت مفاوضہ بھی فاسد ہو جاتی ہی یہ بدائع مین ہی **فصل پنجم** ہر دو متفاوضین مین سے ایک کے مال مفاوضہ مین تصرف کرنیکے بیان مین امام محمد رح نے فرمایا کہ متفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ کیلی[1] یا وزنی چیز بعوض اس جنس کے جو اُسکے قبضہ مین ہی خرید کرے پس اگر اُسنے اس جنس کے عوض خریدی تو جائز ہی یعنی شرکت پر ہوگی - اور اگر ایسی جنس کے عوض خریدی جو اُسکے قبضہ مین نہین ہی مثلاً درمون یا دینارونکے عوض خریدی حالانکہ مال شرکت مین سے اُسکے پاس درم یا دینار نہین ہین تو خریدی ہوئی چیز خاصۃً اُسی مشتری کی ہوگی اور شرکت پر اُسکی خرید جائز نہوگی اور متفاوضین مین سے ہر ایک کو روا ہی کہ دونونکے شرکتی تجارت کے غلام کو مکاتب کرے اور نیز اختیار ہی کہ غلام کو تجارت کی یا اُسکی کمائی کی اجازت دے یہ محیط مین ہی - اور تجارتی باندی کا بیاہ کر دے اور غلام کا نکاح نہین کر سکتا ہی اور نہ غلام کو کسیقدر مال پر آزاد کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے اپنے دونونکی تجارت کے ایک غلام کو تجارت کی ایک باندی سے بیاہ دیا تو قیاساً جائز ہی اور استحساناً نہین جائز ہی اور یہی ہمارے علماء کا قول ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور متفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ نقد و اُدھار جسطرح چاہے فروخت کرے یہ خلاصہ مین ہی - اور متفاوضین مین سے ہر ایک

---

[1] کیلی وہ جنس جسکی خرید فروخت شرعاً بذریعہ پیمانہ کے ہی اگرچہ لوگون نے اپنے طور پر اُسکی فروخت بطور وزن کے کرلی ہو مثلاً غلہ کہ یہ کیلی ہی اور ہمارے دیار مین وزن کے ساتھ فروخت ہوتا ہی پس اسکا کچھ اعتبار نہین اور وہ بدستور کیلی ہی شمار ہوگا اور وزنی وہ جنس جسکا حکم شرعاً خرید فروخت مین باعتبار وزن کے ہے جیسے سونا و چاندی ۱۲ منہ

کو اختیار ہے کہ قلیل یا کثیر ثمن کے عوض فروخت کرے الا اسقدر کمی سے نہیں فروخت کر سکتا ہے کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ فاحش نہیں اُٹھاتے ہیں یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر متفاوض نے شرکت مفاوضہ کی چیز ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دی جسکی گواہی اُسکے حق میں غیر مقبول ہوتی ہے تو بالاجماع یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اُدھار اناج خریدا تو اُسکا ثمن ان دونوں پر ہوگا بخلاف شرکت عنان کے کہ اگر اُسکے ایک شریک نے ایسا کیا تو یہ حکم نہیں ہے۔ اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اناج کی بیع سلم قبول کی تو یہ دوسرے شریک پر بھی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک نے اناج لینے کی بیع سلم میں درم دیے تو یہ دونوں پر جائز ہوگا۔ اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے عینہ کر لیا تو بھی دونوں پر روا ہوگا اور عینہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی مال عین اسکی قیمت سے زیادہ داموں کو اُدھار بدیں غرض خریدا کہ اُسکو نقد اُسکی قیمت کے برابر داموں کے فروخت کر کے درست نقد مال حاصل کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مفاوضت کا مال بعوض قرضہ مفاوضت کے یا اپنے ذاتی قرضہ میں بدون اجازت اپنے شریک کے رہن کر دے اسواسطے کہ رہن حکماً ادائے قرضہ ہے اور ادائے قرضہ مفاوضت کا یا اپنے ذاتی قرضہ مثل مہر وغیرہ ادا کرنیکا دونوں میں سے ہر ایک بدون اجازت اپنے شریک کے اختیار رکھتا ہے کذا فی محیط السرخسی پس اگر اُسکے شریک نے مرتہن سے مال مرہون واپس کر لینا چاہا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر قرضہ مذکورہ دونوں کی شرکت میں سے ہو تو راہن پر ضمان نہوگی اور اگر خاصۃً راہن کا قرضہ ہو تو شریک اُسکے نصف کو راہن سے واپس لیگا اور اگر مال مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو مقدار زیادہ میں اُسپر ضمان نہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اسیطرح اگر مفاوض نے قرضہ مفاوضت میں اپنی خاص ذاتی متاع کو رہن کیا تو تبرع کرنے والا نہوگا بلکہ اپنے شریک سے نصف قرضہ واپس لے سکتا ہے اگرچہ مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قرضہ تجارت کے عوض دونوں میں سے کسی نے رہن لیا تو جائز ہے کذا فی محیط السرخسی خواہ بیع کرنیوالا وہی ہو جسنے رہن کیا ہے یا دوسرا ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ رہن دینے یا رہن لینے کا اقرار کرے یعنی اُسکا اقرار صحیح اور دونوں پر نافذ ہوگا اور اگر ایسا اقرار اپنے شریک کے مرنے کے بعد یا شرکت مفاوضت سے دونوں کے الگ ہو جانیکے بعد کیا تو اسکا اقرار شریک کے حق میں جائز نہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور ہر مفاوض کو روا ہے کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اختیار ہے کہ حوالہ قبول کرے یہ بدائع میں ہے اور یہ اختیار ہے کہ مال مفاوضت میں سے ہدیہ بھیجے اور اسمیں سے دعوت تیار کرے اور اسکی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے کہ کسقدر تک ہدیہ و دعوت میں صرف کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عرف تجار پر رجوع ہوگا اور وہ اسقدر ہے کہ جسکو تاجر لوگ عرف میں اسراف نہیں قرار دیتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور دوسرے کو روا ہے کہ مفاوض سے ہدیہ قبول کرے اور اُسکا کھانا کھاوے اور اُس سے مستعار لے اگرچہ اُسکی دانست میں اُسنے بغیر اجازت شریک کے ایسا کیا ہو اور جسنے کھا لیا یا جسکو اُسنے صدقہ دیا ہے اُسپر تاوان لازم نہوگا اور یہ استحسان ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مگر واضح رہے کہ مفاوض کو ہدیہ دینے میں بھی کھانے کی چیزوں کا ہدیہ مثل گوشت و روٹی و فواکہ کا اختیار ہے اور سونے و چاندی کے ہدیہ دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور

ا؎ یعنی روا ہے اور صحیح ہے ۱۲ ؎ اسلئے اس لفظ کا استعمال میوہ جات میں ہوتا ہے جیسے بادام کشمش پستہ و چھوہارے وغیرہ ۱۲

اگر مفاوض نے کسی کو کپڑا دیا یا جانور ہبہ کیا یا سونا و چاندی و متاع و اناج ہبہ کیا تو اسکے شریک کے حصہ مین روا نہوگا اور شریک کے حصہ مین جب ہی روا ہوگا کہ جب ہدیہ مثل فواکہ و گوشت و روٹی کے مانند چیزون سے ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور ہر ایک مفاوض کو اختیار ہے کہ مال کے ساتھ بدون اجازت اپنے شریک کے سفر کرے اور یہی صحیح مذہب امام اعظم و امام محمد رحمہ کا ہے یہ ذخیرہ مین ہے پھر جب امام کے قول پر مسافرت مفاوض بطریق مذکور جائز ہے اگر اُسکے شریک نے اسکو اسکی اجازت دیدی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ منجملہ راس المال کے اپنے کرایہ دکھانیمین صرف کرے اسکو حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمہ سے روایت کیا ہے پھر اگر اُسنے نفع کمایا تو یہ خرچہ اس نفع مین سے محسوب ہوگا ورنہ راس المال مین سے محسوب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور مفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال کو مضاربت پر دے کذا فی البدائع اور یہ اصل کی روایت ہے اور یہی اصح ہے یہ نہر الفائق و ہدایہ مین ہے اور اسیطرح اسکو روا ہے کہ دوسرے سے مال کو مضاربت پر لے اور اسمین جو نفع ہوگا وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور نیز ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال کو بضاعت پر دے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر کچھ مال بضاعت پر دیا پھر ہر دو متفاوضین الگ ہوگئے پھر لینے والے نے بضاعت سے کوئی چیز خریدی پس اگر بضاعت لینے والے کو دونوں کا الگ ہوجانا معلوم ہے تو جو چیز اُسنے خریدی ہے وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی جسنے بضاعت دی ہے اور اگر اسکو دونوں کے جدا ہونیکا حال نہین معلوم ہے پس اگر ثمن اس بضاعت قبول کرنیوالے کو دیدیا ہے تو اُسکی خرید اس حکم دینے والے اور اُسکے شریک دونوں پر روا ہوگی اور اگر ثمن اُسکو نہین دیا گیا ہے تو خاصۃً حکم دینے والے کے واسطے خریدنے والا ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر وہ شریک مرگیا جسنے بضاعت کیواسطے نہین کہا ہے پھر بضاعت پر کام کردینا قبول کرنیوالے نے متاع خریدی تو وہ خاصۃً زندہ شریک کو لازم ہوگی پھر اگر مستبضع نے یعنے جسنے بضاعت پر کام کرنا قبول کیا ہے دئے ہوئے مال سے ثمن ادا کردیا ہو تو مفاوض میت کے وارثونکو اختیار ہے چاہین مستبضع سے ثمن کی ضمان لین اور چاہین مبضع یعنی بضاعت کا حکم دینے والے سے تاوان لین پس اگر انھون نے مستبضع سے تاوان لینا اختیار کیا تو وہ مبضع سے واپس لیگا اور چاہین بائع سے اپنا ثمن بطریق ضمان وصول کرلین پس اگر انھون نے بائع سے ضمان لیا تو وہ مستبضع سے رجوع کریگا پھر مستبضع اپنے مبضع سے رجوع کریگا۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے ہزار درم جو اسکے اور اسکے شریک عنان کے ہین برضامندی شریک عنان کے کسی کو بضاعت پر دیے تاکہ مستبضع ان دونون کیواسطے کوئی متاع خریدے پھر ان تینون مین سے ایک مرگیا پس اگر مبضع مرگیا پھر مستبضع نے متاع خریدی تو وہ متاع اس مشتری کی ہوگی اور وہ مال کا ضامن ہوگا جسمین سے نصف مال شریک عنان کا ہوگا اور نصف دوسرے مفاوض زندہ و وارثان مفاوض میت کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور اگر شریک عنان مرگیا پھر مستبضع نے کوئی متاع خریدی تو خریدی ہوئی چیز پوری انھین دونون متفاوضین کی ہوگی پھر شریک عنان میت کے وارثونکو اختیار ہوگا کہ چاہین اپنے حصہ کیواسطے ان متفاوضین سے رجوع کرین دونون مین سے جس سے چاہین اور چاہین مستبضع سے رجوع کرین پھر مستبضع ان دونون مین سے جس سے چاہیگا لے لیگا۔ اور اگر وہ مفاوض مرگیا جسنے بضاعت نہین قرار دی ہے پھر مستبضع نے متاع خریدی تو اسمین سے نصف شریک عنان کی ہوگی اور نصف دوسرے مفاوض زندہ کی جسنے حکم کیا ہے اور مفاوض زندہ مفاوض میت کے وارثونکو انکے حصہ کی ضمان دیگا اور وارثونکو اختیار ہے کہ چاہین مستبضع سے اپنے حصہ کی ضمان لین پھر مستبضع اُسکو حکم دہندہ سے واپس لیگا

یہ محیط سرخسی مین ہی اور متفاوضین مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ قرض دے یہ ظاہر الروایۃ ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی
و لیکن اگر اُسکا شریک اسکو بتصریح اجازت قرض دینے کی دیدے تو دیسکتا ہی و لیکن اگر اسقدر کہا کہ اپنی راے سے عمل کر تو
اُس مین قرض دینے کا اختیار حاصل نہوگا یہ سراج وہاج مین ہی اور اگر اُسنے بغیر اجازت شریک کے قرض دیا تو اُسکے نصف کا
ضامن ہوگا اور مفاوضت باطل نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جس قرض دینے مین لوگونکو خطر نہین ہی ایسا
قرض دینے کا اختیار ہونا[1] چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور متفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال شرکت مین سے بعض مال سے
کسی دوسرے کے ساتھ شرکت عنان کرلے کذا فی المبسوط خواہ عقد مفاوضت مین دونون نے شرط کی ہو کہ ہر ایک اپنی راے سے
کام کرے یا ایسی شرط نہ کی ہو کذا فی الذخیرہ۔ پس اگر کسی سے شرکت عنان کرلی تو یہ شرکت اُسپر اور اُسکے شریک مفاوض دونون
پر جائز ہوگی خواہ شریک کی اجازت سے اُسنے شرکت کی ہو یا بغیر اجازت کذا فی المحیط اور اگر اُس سے شرکت مفاوضہ کرلی
اپنے شریک کی اجازت سے تو دونون پر جائز ہوگی جیسے دونون کسی ثالث سے شرکت مفاوضہ کرلین تو روا ہی اور اگر بدون
اجازت شریک کے کی ہو تو مفاوضہ نہوگی مگر شرکت عنان ہوگی اور جس سے شرکت کی ہی چاہے وہ اُنکا باپ یا بیٹا ہو یا کوئی
اجنبی ہو کچھ فرق نہین ہی یہ مبسوط مین ہی اور منتقی مین امام ابو یوسف[ؒ] سے روایت ہی کہ اگر متفاوضین مین سے ایک نے کسی سے بدون
کی تجارت مین شرکت عنان کرلی تو جائز ہی اور یہ شرکت جو رقیق خریدیگا اُسمین سے نصف اس مشتری کے ہونگے اور باقی نصف ان
دونون متفاوضین کے درمیان نصفا نصف ہونگے اور اگر متفاوضین مین سے جسنے شرکت عنان نہین کی ہی اُسنے کوئی غلام خریدا
تو اسمین سے بھی نصف اُسکے شریک کا ہوگا اور باقی نصف ان دونون متفاوضین کے درمیان نصفا نصف ہوگا
یہ محیط مین ہی اور ہر مفاوض کو اختیار ہی کہ وکیل مقرر کرے کہ اسکو مال شرکت سے مال دیکر حکم کرے کہ اُسکو ہماری شرکت کی
چیزون مین سے کسی مین خرچ کرے پھر اگر دوسرے شریک نے اسکو وکالت سے خارج کیا تو خارج ہوجائیگا اگر خرید یا فروخت یا اجارہ
کا وکیل ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر اُسنے اُسکو اسواسطے وکیل کیا کہ جو ہمنے قرضہ اُدھار فروخت کیا ہی وہ دام تقاضا کرکے
وصول کرلاوے تو دوسرے شریک کے خارج کرنیسے خارج نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور مفاوض کو اختیار ہی کہ عاریت دیدے
اور یہ استحسان ہی حتی کہ اگر مفاوض نے مال مفاوضت سے کوئی جانور سواری عاریت دیا اور وہ مستعیر کے پاس تلف
ہوگیا تو استحساناً اپنے شریک کے واسطے ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک مفاوض نے اپنے دونون کی شرکت کا
جانور سواری مستعار دیا اور مستعیر اُسپر سوار ہوکر روانہ ہوا پس جانور مذکور تھک کر مرگیا پھر دونون نے اس مقام مین
اختلاف کیا جہان[2] وہ سوار ہوکر گیا ہی پس دونون مین سے جس کسی نے اس مقام تک کے لیے اسکے عاریت دینے کی
تصدیق کی تو مستعیر اسکے تاوان سے بری ہوجائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور جو امر کہ ہر دو شریک عنان مین سے
ہر ایک کرسکتا ہی وہی ہر دو مفاوض مین سے ہر ایک کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی **فصل ششم** متفاوضین مین سے
ایک نے جو عقد کیا اور جو اُسکے عقد سے واجب ہوا اُسمین دوسرے کے تصرف کے بیان مین۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے

---

[1] یعنے قرض مخصوص لیقرض خطرناک ہی ۱۲ [2] یعنے ایک نے کہا مستعیر نے خلاف کیا یہانتک کے واسطے عاریت
نہین لیا تھا اور دوسرے نے کہا کہ نہین یہین تک کے واسطے لیا تھا ۱۲

دوسرے کی فروخت کی ہوئی بیع کے بیع کا اقالہ کردیا تو وہ اقالہ دوسرے پر بھی جائز ہوگا اور اسیطرح اگر ایک نے دوسری کی بیع سلم قرار دی ہوئی کا اقالہ کردیا تو یہ اقالہ دونوں پر جائز ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے اپنی مشترک تجارت کی باندی کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کی تو قبل تمام ثمن وصول پانے کے دونون مین سے کسی کو جائز نہوگا کہ اسکو مشتری سے ثمن سے کم دامونکو خریدے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کوئی چیز اُدھار فروخت کی پھر مرگیا تو دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے اسکے واسطے مخاصمہ کرے پھر اگر مشتری نے اسکو نصف ثمن دیدیا تو اُس سے بری ہوجائیگا یعنی کل کے واسطے ۱۲ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر ثمن مشتری کو ہبہ کردیا یا مشتری کو بری کردیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دوسرے نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا بری کردیا تو اُسکے حصہ مین جائز ہوگا اور اُسکے شریک کے حصہ مین جسنے بیع قرار دی تھی بالاجماع جائز نہ ہوگا کذا فی المحیط اور اگر متفاوضین سے ایک نے ایسے قرضہ مین جو دونون کیواسطے کسی پر واجب ہوا ہی تاخیر دیدی تو بالاجماع دونون حصونمین تاخیر جائز ہوگی کذا فی الظہیریہ خواہ یہ قرضہ اسی متفاوض کے فعل سے واجب ہوا جسنے تاخیر دیدی ہی یا دوسرے کے فعل سے یا دونون کے فعل سے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دونون متفاوضین پر مال میعادی اُدھار ہو یعنی قرضہ ہو جسکے ادا کرنیکی مدت مقرر ہو پھر دونون مین سے ایک نے اس میعاد کو ساقط کردیا یعنے مدت باطل کردی تو باطل ہوجائیگی اور مال فی الحال دونونپر واجب الادا ہوجائیگا اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا تو میت پر بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ فی الحال واجب الادا ہوجائے گا اور دوسرے کا اپنی میعاد پر رہیگا اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص کا متفاوضین پر مال ہو پس اُسنے ایک کو اسکے حصہ سے بری کردیا تو دونون متفاوضین پورے مال سے بری ہوجائینگے یہ محیط مین ہی اور جس عقد کا متولی ایک ہی ہوا ہی اُسکے حقوق دونونکی طرف راجع ہونگے حتی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو جیسے بائع سے مبیع سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی دوسرے شریک سے بھی تسلیم مبیع کا مطالبہ ہوگا اور اگر دوسرے شریک نے جو بائع نہین ہوا ہی مشتری سے ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری پر اسکو ثمن دینے کیواسطے اسی طرح جبر کیا جائیگا جیسے بائع کو دینے کیواسطے جبر کیا جاتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر دونونمین سے ایک نے کوئی چیز خریدی تو جیسے مشتری سے ثمن کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی اُسکے شریک سے مطالبہ ہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ مبیع پر قبضہ کرے جیسے مشتری کو اختیار ہی۔ اور اگر مشتری نے اس مبیع مین کوئی عیب پایا تو اُسکے شریک کو واپس کردینے کا اختیار ہی جیسے مشتری کو اختیار ہی یہ بدائع مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنی تجارت کی کوئی چیز خریدی اور دوسرے نے اسمین عیب پایا تو دوسرے کو اسکے واپس کردینے کا اختیار ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کسی نے استحقاق ثابت کرکے لے لی تو دونون یعنی مشتری و دوسرے شریک دونونکو اختیار ہی کہ بائع پر ثمن کیواسطے رجوع کرین یہ سراج وہاج مین ہی اور جبکہ ان دونون مین سے ایک نے انکی شرکتی تجارتی چیز کوئی خریدی اور اسمین عیب پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ بسبب عیب کے دونون مین سے جسکو چاہے واپس کردے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے عیب سے انکار کیا پس اگر بائع ہی تو اُسے

[illegible]

قطعی قسم لے سکتا ہی اور اگر دوسرا شریک ہی تو اُس سے علم پر قسم لے سکتا ہی اور اگر دونون مین سے کسی نے عیب کا اقرار کرلیا تو
اُسکا اقرار اُسپر اور اُسکے شریک پر دونوںپر نافذ ہوگا۔ اور اگر متفاوضین مین سے ہر ایک نے نصف نصف غلام[1] اپنے
شرکتی تجارت کا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے مبیع مین عیب پایا تو مشتری کو اختیار ہی کہ ہر ایک سے قسم لے اس طرح کہ
جس نصف کو اُسنے فروخت کیا ہی اُسکی قطعی قسم اور جسکو اُسکے شریک نے فروخت کیا ہی اُسکی علمی قسم ایک ہی قسم مین جمع
کرکے اُس سے قسم لے اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ہر ایک سے جو نصف اُسنے فروخت کیا ہی اُسکی
قطعی قسم لے اور ہر ایک کے ذمہ سے باقی نصف کی علمی قسم ساقط ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے
کوئی متاع شرکت مفاوضت مین سے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر دونون شرکت سے جدا ہوگئے مگر مشتری کو معلوم نہوا کہ
دونون جدا ہوگئے ہین تو مشتری کو روا ہوگا کہ ثمن دونون مین سے جسکو چاہے دیدے یہ محیط مین ہی اور اگر مشتری کو دونون
کے الگ ہوجانیکا حال معلوم تھا تو فقط اُسی کو دیگا جسنے اُسکے ساتھ بیع قرار دی ہی اور اگر اُسکے شریک کو دیگا تو بیع
کرنے والے کے حصہ سے بری نہوگا اور اسیطرح اگر مبیع مین عیب پایا تو اُسی سے مخاصمہ کرسکتا ہی جسنے اسکے ہاتھ فروخت کی ہی
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مشتری نے قبل دونوںکی جدائی کے بائع کے شریک کو مبیع بسبب عیب کے واپس کردی اور
مشتری کیواسطے ثمن کا حکم یا بسبب واپسی متعذر ہونے کے نقصان عیب کے پانیکا حکم ہوگیا پھر دونوں الگ ہوگئے
تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غلام خریدا اور قبل اسکے کہ
متفاوضین الگ ہون مشتری نے سب ثمن ادا کردیا پھر غلام مذکور استحقاق ثابت کرکے لیلیا گیا تو مشتری کو روا ہی
کہ ثمن کیواسطے دونوںمین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر دو متفاوضین جدا ہوگئے تو قرضخواہون کو
اختیار ہی کہ اپنے تمام قرضہ کیواسطے دونون مین سے جسکو چاہین ماخوذ کرین اور دونون مین سے کوئی شریک دوسرے سے
کچھ واپس نہین لے سکتا ہی جبتک کہ اُسنے نصف سے زائد ادا نہ کیا ہو پس اگر زائد ادا کیا تو اُس زائد کو واپس لے سکتا ہی یہ
جامع صغیر مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خواہ معین ہو
یا غیر معین ہو اسقدر ثمن مسمی کے عوض خریدے پھر دوسرے شریک نے وکیل کو ممانعت کردی تو ممانعت جائز ہوگی پھر اگر
اسکے بعد وکیل نے یہ باندی خریدی تو اپنی ذات کیواسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دوسرے نے اسکو منع نہ کیا یہانتک کہ
وکیل نے خریدی تو دونون کیواسطے خریدنے والا ہوگا اور ثمن کو دونون مین سے جس سے چاہے واپس لے گا یہ محیط مین ہے۔
ساتوین **فصل** متفاوضین کے اختلاف کرنیکے بیان مین۔ اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ مین نے اس سے شرکت متفاوضہ کی تھی
اور عمرو نے انکار کیا اور مال اُسی منکر کے پاس ہی تو قسم کے ساتھ قول اُسی عمرو کا قبول ہوگا اور زید پر لازم ہی کہ گواہ پیش کرے
یہ فتح القدیر مین ہی پھر اگر مدعی اپنے گواہ لایا جو اسکے دعوے پر گواہی دیتے ہین تو اسمین چند صورتین ہین اول آنکہ گواہون صورت اول
نے بیان کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مفاوض[2] ہی اور مال جو عمرو کے پاس ہی ان دونوںکے درمیان کا ہے یعنے نصفا نصف

[1] یعنے ایک غلام مین سے نصف ایک نے اور باقی نصف دوسرے نے ۱۲ منہ [2] یعنے اُسکو اختیار ہوگا کہ اس بارہ مین اُس سے مطالبہ کرے ۱۲ منہ [3] مفاوض جسکے ساتھ شرکت مفاوضہ ہو اسی کتاب الشرکۃ مین گذر چکا ۱۲ منہ

دوم آنکہ گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور مال جو اسکے پاس ہے وہ ان دونونکی شرکت کا ہے اور ان دونون صورتونمین مدعی کے گواہ مقبول ہونگے اور حکم دیا جائیگا کہ مال دونونکے درمیان نصفا نصف ہے سوم آنکہ گواہون نے گواہی دی کہ یہ اُسکا مفاوض ہے اور مال اُسکے قبضہ مین ہے - اور اس صورت مین دونون کے درمیان مال نصفا نصف ہونیکا حکم دیا جائیگا خواہ گواہون نے مجلس دعوے مین ایسی گواہی ادا کی ہو یا مجلس دعوے سے دونونکے متفرق ہونیکے بعد ادا کی ہو - اور چہارم یہ اُنھون نے یہ گواہی دی کہ یہ اُسکا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور اس صورت کی نسبت شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مال دونون کے درمیان نصفا نصف ہونیکا حکم دیا جائیگا اور امام محمد رح نے بھی کتاب مین بعد اس مسئلہ کے اُسی طرف اشارہ کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ان لوگون نے اگر مجلس دعوی مین ایسی گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور مال دونونکے درمیان مساوی ہونیکا حکم نہ دیا جاویگا جبتک گواہ یون گواہی نہ دین کہ یہ مال دونون کے درمیان نصفا نصف ہے یا گواہی دین کہ یہ دونونکی شرکت کا ہے یا منکر اس امر کا اقرار کرے کہ امروز مال میرے پاس ہے یا گواہ لوگ اس منکر کے ایسے اقرار کی گواہی دین یہ محیط مین ہے - پھر جب قاضی نے دونونکے درمیان مال نصفا نصف ہونیکا حکم دیا پھر جسکے پاس مال ہے اسنے اپنی مقبوضہ چیزونمین سے کسی چیز کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ کے از جانب[1] غیر مدعی ہے تو اس مسئلہ مین بھی چند صورتین ہین اول آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ اُسکا مفاوض ہے اور یہ مال دونونکے درمیان نصفا نصف ہے یا یون گواہی دی تھی کہ یہ اُسکا مفاوض ہے اور یہ مال دونونکی شرکت کا ہے تو ایسی دونون صورتونمین مدعی قابض کا دعوی مذکور مسموع نہوگا اور گواہ[2] قبول نہونگے - دوم آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہون نے یون گواہی دی تھی کہ یہ اُسکا مفاوض ہے اور مال اس مدعا علیہ کے پاس ہے یا یون گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہین کہا تو ان دونون صورتونمین مدعی قابض کا دعوی مذکور مسموع ہوگا اور گواہ قبول ہونگے یہ امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح اسمین خلاف کرتے ہین اور اگر قابض مال نے مقبوضہ چیزونمین سے کسی چیز کا از جانب مدعی مفاوضت اپنی ملک مین آنیکا اقرار کیا تو سب صورتونمین اُسکا دعوی مسموع اور گواہ مقبول نہونگے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک بشرکت مفاوضت ہے اور عمرو نے (خواہ بطور ہبہ یا صدقہ وغیرہ کے ۱۲) اُسکا اقرار کر لیا اور عمرو پر اُسکے مقبوضہ مال کی نسبت شرکت کا حکم دیدیا گیا پھر مدعا علیہ نے اپنے مقبوضہ مال مین سے کسی چیز کی نسبت اپنی ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ ہونیکے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر مال دو شخصونکے قبضہ مین ہو اور دونون مفاوضت کا اقرار کرتے ہون پھر دونون مین سے ایک نے اس مال سے کسی چیز کا اپنی مخصوص ملک کا بوجہ اپنے باپ کی میراث پانیکے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اور اگر دونون متفاوضین مین سے ایک مر گیا اور مال باقی کے قبضہ مین ہے پھر وارثان میت نے مفاوضت کا دعوی کیا اور زندہ نے انکار کیا پھر انھون نے گواہ قائم کیے جنھون نے یہ گواہی دی کہ انکا باپ اس مدعا علیہ کے ساتھ شریک مفاوضت تھا تو مدعا علیہ کے مقبوضہ مال سے انکے واسطے کچھ حکم نہ دیا جائیگا الا اس صورت مین کہ یہ لوگ گواہ پیش کرین جو یہ گواہی دین کہ یہ مال مفاوضت انکے مورث میت کی زندگی مین اُسکے پاس تھا یا یون کہین کہ یہ

[1] یعنی ہبہ و صدقہ مدعی کی طرف سے نہین بلکہ غیر کی طرف سے ہے ۱۲ [2] قولہ گواہ یعنے اس دعوے پر اگر گواہ لاوے تو بھی قبول نہونگے ۱۲

مال اُس شرکت کا ہی جو دونونکے درمیان تھی تو ایسی صورتمین انکے واسطے نصف مال مذکور کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مدعا علیہ مذکور پر ایسا حکم ہو جانیکے بعد اُسنے گواہ پیش کیے کہ یہ اسکے باپ کی میراث سے اسکو ملا ہی تو اس مین دو صورتین ہین اول آنکہ اگر گواہان وارثان میت نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال ان دونون کی شرکت کا ہی تو گواہ مدعا علیہ مقبول نہونگے دوم اگر اُنھون نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال اس مدعا علیہ کے پاس وقت شرکت کے تھا تو امام ابویوسف رح کے نزدیک مثل اول کے اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مال مذکور وارثون کے قبضہ مین ہو اور اُنھون نے شرکت سے انکار کیا پس مفاوض زندہ نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مفاوضت تھی اور وارثون نے گواہ دیے کہ انکا باپ مرا اور یہ مال انکے واسطے سوم اس شرکت کے جوانکے باپ و مدعی کے درمیان تھی اور چھوڑ گیا ہی تو وارثونکے گواہ مقبول نہونگے اور شمس الائمہ نے تصحیح کی ہی کہ یہ بالاجماع سب اماموںکا قول ہی اور اگر وارثان میت نے کہا کہ ہمارا دادا مرا تھا اور یہ مال ہمارے باپ کیواسطے میراث چھوڑ گیا تھا اور اسپر گواہ قائم کیے تو امام ابویوسف رح کے نزدیک مقبول نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ فتح القدیر مین ہی - اگر امتعہ و اسباب دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ہون پس اُسنے مفاوضت سے انکار کیا تو اسکے انکار سے شرکت مفاوضت ٹوٹ گئی اور دونون جدا ہوگئے پھر جب مفاوضت پر گواہ قائم ہونگے تو یہ انکار کرنیوالا اس تمام مال کے نصف کا جو اُسکے قبضہ مین ہی ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ امین تھا پس انکار کرنیسے ضامن ہو جائیگا اور اسیطرح اگر قابض مر گیا اور اُسکے بعد اسکے وارث نے اسطرح انکار کیا تو وہ بھی اس صورتمین ضامن ہوگا - اور اگر دونون متفاوضین مر اور ہر ایک نے اپنا اپنا وصی کر دیا ہی تو ہر ایک کے وصی کو اختیار ہوگا کہ جس خرید و فروخت کا انجام دینے والا خود اُسکا موصی ہوا ہی اُسکے مطالبہ کو پورا کرے پھر جب اُسنے سب وصول کر لیا تو اسپر ضمان نہین ہی اور وارثونپر بھی کچھ ضمان نہین ہی[1] مگر یہ اسوقت ہی کہ یہ سب مفاوضت کا اقرار کرتے ہون جیسے خود موصی کی صورت مین ہی کہ اگر اُسنے بذات خود سب وصول کیا اور وہ مفاوضت کا اقرار کرتا ہی تو اپنے شریک کے حصہ کی بابت امین ہوگا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی - دو متفاوضین مین سے ایک نے دعوی کیا کہ دوسرا جو میرے ساتھ شریک ہی وہ ایک تہائی کا شریک ہی اور مدعا علیہ دعوی کرتا ہی کہ یہ میرے ساتھ ایک تہائی کا شریک ہی یعنی ہر ایک اپنے واسطے دو تہائی کا دعوی کرتا ہی اور حال یہ ہی کہ دونون مفاوضت کا اقرار کرتے ہین تو تمام مال خواہ عقار ہو یا اور ہو سب بحکم مفاوضت ان دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا سواے پہننے کے کپڑون و اسباب خانہ داری و روزینہ کھانے پینے کی چیزون و ایسی باندی کے جس سے وطی کیا کرتا ہی یہ چیزین خاصۃً اُسکی ہونگی جسکے قبضہ مین ہین یہ استحسان ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ شرکت سے جدائی کے بعد قبل تقسیم مال کے اسطرح اختلاف واقع ہوا ہو اور اگر دونون متفرق نہوئے ولیکن دونون مین سے ایک مر گیا پھر زندہ اور وارثون نے مقدار شرکت مین اختلاف کیا تو بھی اس صورتمین ویسا ہی حکم ہی جیسا دونونکے الگ ہونیکے بعد مقدار شرکت مین اختلاف کرنیکی صورتمین مذکور ہوا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر زید نے بکر پر دعوی کیا کہ مین اسکا شریک بشرکت مفاوضت ہون اور جو مال اسکے قبضہ مین ہی وہ تین تہائی ہی اسطرح کہ اسمین سے دو تہائی میرا ہی اور ایک تہائی اُسکا ہی اور مدعا علیہ نے

[1] فائدہ یہ ہی کہ اگر بعد وصول کے یہ مال تلف ہوا تو امانت مین گیا یہ نہین ہی کہ ضمان واجب ہو جاوے کیونکہ جبر انکار کے ضمان نہوگی ۱۲ منہ

مفاوضت

مفاوضت سے منکر ہی پھر مدعی نے ایسے گواہ قائم کیے جنھون نے ایسی ہی گواہی دی جیسے ہمنے مدعی کا دعویٰ بیان کیا ہی تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہ ہو گی اور استحساناً مفاوضت[1] پر قبول ہو گی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مدعی نے مفاوضت کا دعوی کیا اور دعوی مین شرکت نصفا نصف بیان کی اور جو گواہ پیش کیے اُنھون نے تین[2] تہائی کی شرکت بیان کی تو ایسی گواہی نامقبول ہو گی۔ مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور بس پھر اُسکے گواہون نے تین تہائی کی شرکت کی گواہی دی پھر مدعی نے کہا کہ شرکت یون ہی تھی تو گواہی استحساناً قبول ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوضین نے شرکت سے الگ ہونے کے بعد دونون مین سے ایک نے گواہ قائم کیے کہ کل مال اُسکے شریک کے قبضہ مین تھا اور فلان شہر کے قاضی نے اُسکے شریک پر اسکا حکم دیدیا ہی اور ان گواہون نے مال بیان کر دیا اور گواہی دی کہ قاضی مذکور نے اس مال کا دونون کے درمیان نصفا نصف ہونیکا حکم دیا ہی پھر دوسرے نے اُسی کے مثل بعینہ اسی قاضی کے حکم کے یا دوسرے[3] قاضی کے گواہ قائم کیے پس اگر ایک ہی قاضی کا دونون نے حوالہ دیا اور ہر دو احکام قضا کی تاریخ معلوم ہو گئی تو اخیر حکم کو لیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہوئی یا حکم قضا دو قاضیون کا ہی تو ہر ایک پر وہ حکم قضا لازم ہو گا جو اسپر نافذ کیا گیا ہی اسواسطے کہ ظاہر مین دونون مین سے ہر ایک صحیح ہی پس ہر ایک مدعی دوسرے سے جو اسپر ہی حساب کر کے محسوب کر دے اور جو کچھ بڑھے وہ باہم ایک دوسرے سے لے لے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوض مر گئے پھر جمیع وارثون نے جو کچھ دونون نے چھوڑا تھا باہم تقسیم کر لیا پھر ان لوگون نے مال کثیر پایا پھر ہر دو فریق مین سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے حصہ تقسیم مین کا ہی تو بدون گواہون کے ان کے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور دوسرے فریق پر قسم عائد ہو گی پھر اگر اُنھون نے قسم کھالی تو مال مذکور دونون مین نصفا نصف کیا جائیگا اور اگر مال مذکور انھین مدعیون کے قبضہ مین ہو پس اگر اُنھون نے فریق ثانی سے بعد تقسیم کے برارت کے اقرار کے گواہ کر لیے ہون تو انکے دعوی کی تصدیق کیجائیگی اور اگر انھون نے برارت کے گواہ نہ کر لیے ہون تو فریق دیگر سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ مال اس فریق کے حصۂ تقسیم مین نہین داخل ہوا ہی پس اگر اُنھون نے یہ قسم کھالی تو یہ مال ان دونون مین نصفا نصف کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مال مذکور ایک فریق کے قبضہ مین ہو پس اُنھون نے کہا کہ یہ مال ہمارے باپ کا مفاوضت سے پہلے کا ہی اور فریق دیگر نے تکذیب کی تو مال مذکور دونون فریق مین نصفا نصف ہو گا اگرچہ مال شرکت سے اپنا حق تمام وصول پانے کے اقرار برارت کے گواہ کر لیے ہون اور اگر اُنھون نے شرکت وغیرہ سے برارت کا اقرار کیا اور اُنھون نے اُسکے گواہ کر لیے ہون تو وہ خاصۃً انھین کا ہو گا۔ اور اگر مال مذکور ہر دو فریق کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ مین ہو تو وہ ان دونون کے درمیان نصفا نصف ہو گا الا آنکہ کسی فریق کیواسطے گواہ قائم ہون یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر گواہون نے دس برس سے مفاوضت کے اقرار کرنیکی گواہی دی اور قاضی نے یہ گواہی قبول کر لی تو مفاوضت دس برس سے اور اُسکے پہلے سے ثابت ہو گی حتی کہ جو کچھ اُسکے قبضہ مین ہی دس برس سے یا پہلے سے سبکی نسبت دونون مین نصفا نصف ہونیکا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر گواہون نے دس برس کی ابتدا سے مفاوضت شروع و قرار پانے کی

---

[1] یعنی حکم دیا جائیگا کہ مفاوضت ثابت اور مال نصفا نصف ہی نہ تین تہائی ۱۲ منہ [2] خواہ یہ کہا کہ مدعی کی دو تہائی اور مدعا علیہ کی تہائی ہی یا برعکس ۱۲ [3] یعنی دعویٰ موافق اپنے اور حوالہ قاضی کا بعینہ اسی قاضی کا جسکا اول نے دیا ہی یا کسی دوسرے قاضی کا ۱۲ منہ

گواہی دی تو فقط دس برس سے مفاوضت کا حکم دیا جائیگا اور اُس سے پہلے سے مفاوضت کا حکم نہ دیا جائیگا پس جس مال کی نسبت بیقین معلوم ہو کہ یہ ان دونوں میں سے ایسکا قبل مفاوضت کا ہے وہ اُسی کے ساتھ مختص ہوگا اور جس مال کی نسبت دونوں احتمال ہوں کہ قبل کا ہے یا مفاوضت کا ہے وہ مفاوضت[1] میں قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے دو شخصوں کو حکم دیا کہ تم دونوں ہم دونوں کیواسطے ایک غلام خریدو اور جنس غلام و اسکا ثمن بیان کر دیا پھر دونوں نے ایسا غلام خریدا اور حال یہ ہے کہ دونوں متفاوض شرکت سے جدا ہو گئے ہیں پس حکم دہندہ نے کہا کہ بعد جدا ہونیکے اُنھوں نے خریدا ہے پس یہ خاصۃً میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ دونوں نے اسکو قبل ہمارے جدا ہونیکے خریدا ہے پس ہم دونوں میں مشترک ہے تو قسم سے حکم دہندہ کا قول قبول ہوگا اور گواہ دوسرے کے قبول ہونگے یعنی اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ دوسرے کے قبول ہونگے اور واضح رہے کہ اگر ہر دو وکیل نے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر شریک نے جو جدا ہو گئے ہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وکیلوں نے اسکو کب خریدا ہے تو وہ حکم دہندہ کیواسطے مخصوص ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ نے کہا کہ دونوں نے اسکو قبل جدا ہونیکے خریدا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد خریدا ہے تو قول دوسرے کا اور گواہ حکم دہندہ کے قبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اپنی شرکت کا غلام آزاد کر دیا تو جیسے غیر مفاوض کا قول ہے ویسے مفاوض کا قول ہوگا اور اگر متفاوضین جدا ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں مکاتب کیا تھا تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی ولیکن اُسکا اقرار اسکے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہے اور اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسیوقت اس کتابت کو رد کر دے ولیکن اُس سے پہلے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اور یہ اختیار اُسکو اسوجہ سے ہے کہ اُسکی ذات سے ضرر دفع ہو اور اسیطرح اگر ایک نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں آزاد کر دیا ہے یعنی اس صورت میں بھی اسکا اقرار فقط اپنے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہوگا اور اس صورت میں دوسرے کو قسم لینے میں مشغول نہ ہونا[2] چاہیے بخلاف صورت کتابت کے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر متفاوضین جدا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے سے ہر شرکت سے براءت کے گواہ کر دیے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں آزاد کیا تھا پس نصف قیمت جو مجھپر آئی وہ میں نے تجھ سے براءت کرالی پس دوسرے نے اسکے قول اعتاق میں تصدیق کی ولیکن یہ کہا کہ میں نے اسیوقت غلام سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو قول اسیکا مقبول ہوگا جس نے آزاد نہیں کیا ہے مگر اس سے قسم لیجائیگی اور اسکو اختیار رہوگا کہ غلام سے نصف قیمت تاوان لے مگر شریک سے نہیں لے سکتا ہے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور اگر شریک دیگر نے کہا کہ میں نے تجھ سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو آزاد کنندہ[3] اس ضمان سے بسبب براءت واقع ہونیکے بری ہوگیا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے کچھ اختیار نہیں کیا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ غلام سے ضمان لے مگر شریک سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اقرار کنندہ نے گواہ قائم کیے کہ اسنے اسوقت اس شریک سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو گواہی حق ثابت مثل معائنہ کے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس میں اعتراض ہے اور چاہیے تھا کہ باہمی رضامندی و صلح پر مجبور کیے جاویں ولیکن اسمیں کچھ حکم بھی نہ دیا جاوے ۱۲ منہ [2] اسواسطے کہ بیکار ہے ۱۲ [3] یعنے آزاد کنندہ ۱۲

ثابت قرار دیا جائیگا پس شریک مذکور تاوان سے بری ہوگا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر شریک نے کہا کہ اس نے
جدا ہونیکے بعد ہی آزاد کیا ہی حالت شرکت مین نہین آزاد کیا ہی تو اسمین بھی قول اُسیکا قبول ہی پھر اگر آزاد کنندہ نے
گواہ قائم کئے کہ اُسنے حالت شرکت مین آزاد کیا تھا اور اس شریک نے آزاد کنندہ سے نصف قیمت تاوان لینی اختیار
کی تھی اور شریک نے گواہ دیے کہ اسنے بعد جدا ہونے کے آزاد کیا اور شریک نے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تھی
تو گواہ آزاد کنندہ کے مقبول ہونگے اور آزاد کنندہ اور غلام دونون نصف قیمت غلام سے بری ہونگے یہ مبسوط مین ہی اور
اگر ان دونون متفاوضون مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین ہزار درہم پر مکاتب کردیا
تھا اور یہ مال کتابت اس سے وصول پایا اور غلام مرگیا پس یہ برارت مین داخل ہوگیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ تو نے
اسکو بعد جدا ہونیکے مکاتب کیا ہی تو قول اسیکا قبول ہوگا جسنے مکاتب نہین کیا تھا اور اگر غلام مذکور مرگیا اور مال
چھوڑ گیا پس اُسنے کہا کہ مین نے اسکو بعد جدا ہونیکے مکاتب کیا ہی اور مین ہی اُسکا وارث ہون اور دوسرے نے کہا کہ
تو نے حالت مفاوضت مین مکاتب کیا پس ہم دونون اُسکے وارث ہین اور حال یہ ہی کہ مکاتب مذکور نے کچھ ادا نہین
کیا تھا تو بھی قول[1] اسیکا قبول ہوگا جس نے مکاتب نہین کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے مال مفاوضت
مین سے کچھ مال کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مستودع[2] نے دعوی کیا کہ مین نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہی تو قسم سے اُسی کا
قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی پھر اگر اُس شخص نے جسپر ایسا دعوی کیا ہی اس امر سے انکار کیا تو وہ ودیعت کے امانت دار
کے کہنے سے ایک دوسرے شریک کیواسطے اسکے حصہ کا ضامن نہوگا ولیکن اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے وصول
نہین پایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اسیطرح اگر دونون مین سے ایک مرگیا پھر مستودع نے میت کو دیدینے کا دعوی کیا تو بھی
یہی حکم ہی مگر یہان وارثان میت سے انکے علم پر قسم لیجائیگی کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ ہمارے مورث نے یہ مال ودیعت
وصول پایا ہی۔ اور اگر مستودع نے وارثان میت کو دینے کا دعوی کیا اور اُنھون نے قسم کھالی کہ ہم نے نہین وصول پایا ہی
تو مستودع مذکور حصہ شریک زندہ[3] کا ضامن ہوگا جو شریک زندہ وارثان میت کے درمیان مساوی مشترک ہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہی اور اگر مستودع نے کہا کہ جو مال مجھے اُسنے ودیعت دیا تھا وہ مین نے اس شریک کے مرنیکے بعد جسنے مجھے
ودیعت نہین دیا تھا واپس کردیا ہی اور اسپر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہوگیا ولیکن زندہ شریک کے ذمہ مال مذکور لازم
ہونیکے واسطے اسکی تصدیق نکیجائیگی اگر شریک زندہ قسم کھالیوے کہ مین نے اس مال کو وصول نہین پایا ہی یہ مبسوط مین ہی
اور اگر مودع مرگیا پھر جسکے پاس ودیعت تھی اُسنے کہا کہ مین نے اسمین سے نصف مال شریک زندہ کو اور نصف مال وارثان
میت کو واپس دیا اور اسپر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہوگیا پس اگر ہر دو فریق مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے نصف وصول
پایا ہی تو دوسرا فریق اسمین شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دونون شریک زندہ ہون پس مستودع نے کہا کہ مین نے مال
ودیعت دونون کو واپس دیا ہی پس ایک نے اُسکا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مستودع بری ہوگا اور اسپر قسم

[1] قولہ قول اُسی کا الخ اور یہ حکم اس بنا پر ہی کہ مکاتب نے کچھ مال نہین ادا کیا تھا اور اگر ادا کرچکا ہو تو جس نے مکاتب کیا اُسیکا قول قبول ہوگا فافہم ۱۲ منہ [2] مستودع جسکے پاس ودیعت ہی ۱۲ منہ [3] یعنی نصف ودیعت کا ۱۲

بھی عائد نہوگی اور اگر دونون شریک جدا ہو گئے ہون پھر مستودع نے کہا کہ مین نے اسکو واپس دیا جسنے میرے پاس ودیعت رکھا تھا تو وہ بری ہی اور اگر کہا کہ مین نے دوسرے کو واپس دیا ہی اور اُسنے تکذیب کی تو وہ نصف اس مال کا جو ودیعت دیا ہی ضامن ہوگا پھر جو کچھ مودع نے وصول پایا ہی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اگر شریک مذکور نے مستودع کی تصدیق کی تو مودع کو اختیار ہے چاہے اپنے شریک سے ضمان لے اور چاہے مستودع سے ضمان لے یہ مبسوط مین ہی

فصل ہشتم متفاوضین پر ضمان واجب ہونیکے بیان مین ۔ اگر متفاوضین مین سے ایک نے کوئی جانور سواری کسی مقام معلوم تک آجانے کیواسطے مستعار لیا پھر اُسکا شریک اُسپر سوار ہوگیا اور جانور مذکور تھک کر مر گیا تو دونون اُسکے ضامن ہونگے یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر ایک نے کوئی جانور اپنا مخصوص طعام لانیکے واسطے مستعار لیا پھر اُسپر اُسکے شریک نے اپنا اُسیقدر طعام یا اُس سے ہلکا بوجھ لادا تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی ۔ پھر واضح ہو کہ سوار ہونے کے مسئلہ مذکورۂ بالا مین جب دونون پر ضمان واجب ہوگی (اگر مر جاوے ۱۲) اور سوار ہونیوالے نے مال شرکت مین سے یہ ضمان ادا کی پس آیا اُسکا شریک اُسکا نصف اُس سے واپس لے سکتا ہی یا نہین تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ وہ دونون کے کام کیواسطے سوار ہو کر گیا تھا اور اس صورت مین وہ واپس نہین لے سکتا ہی دوم آنکہ سوار ہونیوالا صرف اپنے ذاتی کام کیواسطے سوار ہو کر گیا تھا تو جو شریک سوار نہین ہوا تھا وہ اُس سے نصف مال ضمان واپس لے سکتا ہی اور جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے مال ضمان وصول کرلے یہ محیط مین ہی ۔ اور اسیطرح اگر متفاوضین مین سے ایک نے کوئی جانور[له] کپڑون کی گٹھری بار کرنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسکے شریک نے اتنے بوجھ کی دوسری گٹھری اُسپر لادی اور مستعار لینے والے نے کچھ نہین لادا تو بھی وہ ضامن نہوگا اور اگر شریک نے اُسپر پوستین و چادرین وغیرہ اور جنس کے کپڑے لادے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ جنس مختلف ہوگئی اور اسوجہ سے جانور کے حق مین ضرر متفاوت ہوگیا ہی پس اس صورت مین اگر مستعار لینے والا اسطرح مختلف الجنس و متفاوت الضرر بار کرتا تو ضامن ہوتا پس ایسا ہی اُسکا شریک بھی ضامن ہوگا پھر اس تاوان کو دیکھا جائیگا کہ اگر مال مذکور دونون کی تجارت کا ہو تو لزوم تاوان دونون پر ہوگا اور اگر مال مذکور لادنے والے کے پاس بضاعت ہو تو ضمان اگرچہ دونون پر لازم ہوگی اسوجہ سے کہ لادنیوالا غاصب ہی اور دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہی لیکن جس شریک نے مال نہین لادا ہی وہ دوسرے سے اُسکا نصف واپس لیگا اگر یہ مال تاوان مال شرکت سے ادا کیا ہوگا یہ مبسوط مین ہی ۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے دس گون گیہون لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر دوسرے نے اُسپر دس گون جو لادے اور یہ مال ان دونونکی شرکت کا ہی تو ضامن نہ ہوگا ۔ اور اسیطرح اگر دونونکے درمیان شرکت عنان ہووے اور دونون مین سے ایک نے مستعار لیا تھا تو اسمین بھی جواب اسیطرح ہوگا جیسے شرکت مفاوضت مین مذکور ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی ۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بخارا سے آگے نہ جانا پھر شریک مذکور آگے نکل گیا اور مال تلف ہوگیا تو وہ ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہی ۔ اور اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک مر گیا حالانکہ جو مال اُسکے پاس تھا اُسکا حال نہین بیان کیا ہی تو وہ اپنے شریک کیواسطے اُسکے حصہ کا ضامن نہ ہو جائیگا یہ فتح القدیر مین ہے ۔

له مترجم جانور جسپر سامان وغیرہ لادا جاتا ہے جسکو ہمارے عرف مین لادو کہتے ہین خواہ بیل ہو یا اونٹ یا گھوڑا ۱۲ منہ

تیسرا باب شرکت عنان کے بیان مین - اسمین دو فصلین ہین **فصل اول** عنان کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان مین - شرکت عنان یہ ہی کہ دو آدمی ایک نوع تجارت مثل گیہون یا اناج مین شرکت کرین یا عموم تجارات مین شرکت کرین مگر خاصۃً کفالت کو ذکر نہ کرین اور نہ مفاوضت کو ذکر کرین کہ جو متضمن معنی وکالت ہی تاکہ یہ شرکت تمام ایسے لوگونکے درمیان جائز ہو جو تجارت کی اہلیت رکھتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی اور جائز ہی ایسی شرکت درمیان مردون و عورتون و بالغ و طفل ماذون و آزاد و غلام ماذون و مسلمان و کافر کے کذا فی فتاوی قاضیخان فی التجرید اور یہ مکاتب کے تہذیب مین ہی - اور اگر کفالت کو ذکر کیا اور باقی شروط مفاوضت کے پورے پورے پائے جاتے ہین تو مفاوضت منعقد ہوگی اور اگر پورے نہ پائے جاتے ہون تو چاہیے کہ شرکت عنان منعقد ہووے یہ فتح القدیر مین ہی - اور شرکت عنان جائز ہونے کے شروط یہ ہین کہ مال عین ہو حاضر ہو یا مجلس عقد سے غائب ہو مگر مشار الیہ ہو اور اس حال مین مساوات ہونا شرط نہین ہی اور نیز باوجود راس المال مساوی ہونیکے نفع مین ایک کیواسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادتی شرط کرنی جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہے - امام محمدؒ نے اسکی تحریر کی کیفیت یون بیان فرمائی ہی ہذا ما اشترک علیہ فلان و فلان یعنے وہ چیز ہی کہ اشتراک کیا اسمین فلان و فلان نے کہ دونون نے اشتراک کیا تقوی اللہ تعالی و اداء امانت پر پھر ہر ایک کے راس المال کی مقدار بیان کردے) اور تحریر کرے کہ یہ سب مال ان دونون کے قبضہ مین ہی کہ اسکے دونون خرید و فروخت کرینگے ہر دو اکٹھا اور نیز علیحدہ علیحدہ اور ہر ایک دونون مین سے اپنی راے سے کام کرے گا اور نقداً و ادھار جیسا چاہیگا فروخت کریگا پھر تحریر کرے کہ پس جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ ان دونونکے درمیان بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونون مین مشترک ہوگا اور جو کچھ گھٹی یا تلف ہو وہ بھی دونون پر اسی حساب سے ہوگی اور اگر دونون نے نفع و نقصان مین تفاوت شرط کیا ہو تو اسیطرح لکھین جسطرح شرط کیا ہو اور آخر مین تحریر کردے کہ دونون نے اس قرار داد پر بروز فلان ماہ فلان سنہ فلان اشتراک کیا یہ فتح القدیر مین ہی - اور حکم عنان یہ ہی کہ دونون مین سے ہر ایک اپنے شریک کیطرف سے عقد تجارات مین وکیل ہو جاتا ہی لیکن جو کچھ اسکے شریک کے عقد سے واجب ہوا ہی اسکے استیفا کیواسطے اپنے شریک کی طرف سے وکیل نہین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی اور شرکت عنان مین ہر ایک دوسرے کیطرف سے کفیل نہین ہوتا ہی جب کہ کفالت کو بیان نکیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی **فصل دوم** نفع و نقصان مال و گھٹی کی شرط کے بیان مین - اگر دونون کی جانب سے مال شرکت عنان مین ہو اور کام کرنا ایک کے ذمہ ہو پس اگر دونون نے نفع اپنے اپنے راس المال کی مقدار پر شرط کی تو جائز ہی اور اسکا نفع اسیکا اور نقصان اسی پر ہوگا - اور اگر دونون نے کام کرنیوالے کیواسطے اسکے راس المال کی مقدار سے زائد نفع شرط کیا تو شرط کے موافق جائز ہے اور کام کرنیوالے کے پاس دینے والے کا مال بطور مضاربت ہوگا اور اگر دینے والے کے واسطے اسکے راس المال سے زیادہ نفع شرط کیا تو شرط نہین صحیح ہی اور کام کرنیوالے کے پاس دینے والیکا مال بضاعت ہوگا اور ہر ایک کیواسطے اسکے مال کا نفع ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر دونونپر کام کرنیکی شرط کی گئی تو شرکت صحیح ہوگی - اور اگر ایک کا راس المال قلیل اور دوسرے کا کثیر ہو اور نفع کی شرط یہ کی کہ دونون مین مساوی ہو یا ایک کے واسطے کم اور دوسرے کے واسطے زیادہ حصہ ہو تو نفع دونون مین موافق شرط کے ہوگا اور گھٹی ہمیشہ ہر ایک پر دونونمین بقدر دونونکے راس المال

ئے ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر باوجود شرط عمل دونوں کے ایک نے کام کیا اور دوسرے نے بلا عذر یا بعذر کام نہ کیا تو مثل معاً دونوں کے کام کرنے کے ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر پورا نفع دونوں نے ایک ہی کے واسطے شرط کیا تو یہ نہیں جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ دو شخصوں نے شرکت کی پس ایک ہزار درم اور دوسرا دو ہزار درم لایا اور یہ شرط قرار دی کہ نفع و گھٹی دونوں میں نصفا نصف ہو تو عقد جائز ہے اور شرط مذکور گھٹی کے حق میں باطل ہے پس اگر دونوں نے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو دونوں میں موافق شرط کے نصفا نصف ہوگا اور اگر گھٹی اُٹھائی تو گھٹی دونوں میں سے ہر ایک پر بقدر راس المال کے ہوگی یعنی دو حصہ دو ہزار والے پر اور ایک حصہ ایک ہزار والے پر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور شرکت عنان میں جائز ہے کہ ہر ایک اپنے کل مال میں یا تھوڑے مال پر قرار دے اور تھوڑے پر نہ قرار دے یہ عطابیہ میں ہے۔ اور اگر مال شرکت یا دونوں میں سے ایک مال قبل اسکے کہ دونوں اس سے خرید کریں تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائیگی یہ ہدایہ میں ہے اور ہر دو مال میں سے جو مال قبل خرید واقع ہونیکے تلف ہوا وہ اپنے مالک کا مال گیا خواہ مالک کے ہاتھ میں تلف ہوا ہو یا دوسرے کے قبضہ میں ضائع ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک ہزار درم لایا اور عقد شرکت عنان قرار دیکر دونوں مالوں کو خلط کر دیا پھر اس مال مخلوط میں سے قبل خرید کے تلف ہوا تو جسقدر تلف ہوا ہے دونوں کا مال گیا اور جو باقی رہا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا لیکن اگر تلف شدہ میں سے یا باقی میں سے کچھ پہچانا جاوے کہ وہ ان دونوں میں سے خاص اسکا ہو تو تلف شدہ میں سے پہچانا ہوا اسی کا مال گیا اور باقی میں پہچانا ہوا اُسیکا ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے مال سے خریدا اور دوسرے کا مال تلف ہو گیا تو جو کچھ خریدا ہے وہ دونوں میں دونوں کی باہمی شرط کے موافق مشترک ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اگرچہ دونوں نے وقت عقد کے وکالت کی کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہے تصریح نہ کی ہو یہ مضمرات میں ہے پھر جس نے خریدا ہے وہ دوسرے سے اس خریدی چیز کی ثمن سے جسقدر حصہ اُس پر پڑتا ہو اُسکے واپس لیگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے پھر واضح ہو کہ اس خریدی ہوئی چیز میں جو دونوں کی شرکت بیان کی گئی یہ امام محمدؒ کے نزدیک شرکت عقد ہوگی پس دونوں میں سے ہر ایک کو اُس میں تصرف کرنیکا اختیار ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ اسوقت ہے کہ ایک شریک کے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور اگر قبل خرید واقع ہونے کے ایک کا مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خرید کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونوں نے عقد شرکت میں وکالت کی تصریح کر دی ہو تو خریدی چیز دونوں میں بحکم وکالت مفردہ مشترک ہوگی اور خریدنیوالا دوسرے سے اُسکا حصہ ثمن واپس لیگا اور اگر فقط عقد شرکت ہی بیان کیا ہو اور عقد شرکت میں وکالت کی تصریح نہ کی ہو تو خریدی چیز فقط مشتری کی ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ نوادر میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ہزار درم اس شرط پر دئیے کہ اُنسے کار تجارت کرے بدین شرط کہ نفع کام کرنیوالے کا اور گھٹی بھی اُسی پر ہوگی پھر یہ درم قبل خرید واقع ہونیکے تلف ہو گئے تو عمرو اُسکا ضامن ہوگا اور اگر زید نے اُس سے کہا کہ اُنسے کام کر بدین شرط کہ نفع ہم دونوں میں اور گھٹی ہم دونوں پر ہوگی پھر قبل اسکے کہ وہ ان درموں سے کام کرے یہ درم تلف ہو گئے تو امام محمدؒ کے نزدیک عمرو نصف مال مذکور کا ضامن ہوگا اور

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اُسپر ضمان نہ ہوگی اور اگر عمرو نے اُس سے کچھ خریدا مگر ہنوز ادا نہ کیا تھا کہ یہ مال تلف ہوگیا تو زید پر نصف مال کی ضمان اور عمرو پر نصف مال دیگر کی ضمان ہوگی یہ محیط میں ہی- اور اگر دونوں میں سے ایک کا راس المال درم اور دوسرے کا راس المال دینار ہوں اور ان دیناروں کی قیمت ان درموں کے برابر ہو پھر درموں والے نے درموں کے عوض ایک غلام خریدا اور دیناروں والے نے دیناروں کے عوض کوئی باندی خریدی اور ہر دو مال ادا کر دیے گئے اور یہ خرید دو صفقوں میں واقع ہوئی پھر غلام و باندی ان دونوں کے قبضہ میں تلف ہوگئے تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک دیگر سے اپنا نصف راس المال واپس لیگا- اور اگر دونوں نے دونوں مبیع کو ایک ہی صفقہ میں خریدا اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو دونوں میں سے کوئی اپنے شریک دیگر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی یہ ظہیریہ میں ہی- اور اگر دونوں نے درموں کے عوض ایک متاع خریدی پھر اُسکے بعد دیناروں سے ایک متاع خریدی پھر دونوں نے ایک میں نفع کمایا اور دوسرے میں گھٹی کھائی تو خریدی چیز میں خرید کرنے کے روز جسقدر دونوں میں سے ہر ایک کی ملک تھی اسیقدر اُسکا نفع یا گھٹی ہر ایک کے حق میں ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی و مبسوط میں ہی- اور اگر دونوں نے عروض یا کیلی چیز سے شرکت کی پھر اُس سے کوئی چیز خریدی تو خریدی چیز میں سے ہر ایک کیواسطے بقدر قیمت اسکی متاع کے ہوگی پھر اگر دونوں نے خریدی چیز کو فروخت کرکے ثمن باہم تقسیم کر لینا چاہا پس اگر شرکت ایسی چیز سے واقع ہوئی جو مثلی نہیں ہی تو اسکی وہ قیمت معتبر ہوگی جو خرید کے روز تھی اور اگر اُس کے واسطے مثل ہو یعنی کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہو تو اصل میں مذکور ہی کہ اسکی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تقسیم کا قصد کرنیکے روز اُسکی قیمت ہی اور املا میں مذکور ہی کہ خرید کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور قدوری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ میں ہی اور دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو اگرچہ ان کے قبضہ میں نہیں ہی اختیار ہی چاہے نقد بیچے یا اُدھار بیچے اور اسیطرح امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسکو اختیار ہی کہ چاہے ایسی چیز کے عوض فروخت کرے جو تعین کیا ہوا اور جس سے عوض فروخت کرے یہ سراج وہاج میں ہی- اور ہر شریک عنان کو اختیار ہی کہ اُترائی کرادے یا اُترائی قبول کرے اور چاہے اجارہ پر دے یہ تہذیب میں ہی- اور نہیں اختیار ہی کہ دوسرے اجنبی سے شرکت کرے بشرطیکہ عنان میں صریح یہ شرط نہیں کرلی تھی کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی- اور اگر دونوں میں سے ایک نے کسی سے شرکت عنان کرلی تو جو شریک سوم نے خریدا اُسمیں سے نصف مشتری کا ہوگا اور باقی نصف ہر دو شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا اور جو اُسکے اس شریک نے خریدا جس نے تیسرے سے شرکت عنان نہیں کی تھی وہ فقط اسکے اور اسکے شریک کے درمیان مشترک مساوی ہوگا اور شریک ثالث کو اُسمیں سے کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہی اور امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ ہر دو شریک عنان میں سے اگر ایک نے کسی ثالث کے ساتھ اپنے شریک کی حضوری میں شرکت مفاوضہ کرلی تو مفاوضت صحیح ہوگی اور اول کے ساتھ اُسکی شرکت باطل ہو جائیگی اور اگر بغیر حضوری شریک یعنی شریک کی غیبت میں ثالث سے مفاوضت کرلی تو مفاوضت صحیح نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے- اور

سله یعنے بائع کے واسطے ۱۲ منہ سلکه یعنے ایک ساتھ نہ جدا جدا ۱۲ سلکه مثل انڈے واخروٹ وغیرہ ۱۲ منہ
سلکه یعنے تقسیم ثمن میں ہر ایک اپنے مال شرکت کی قیمت کے حساب سے شریک کرکے حصہ بانٹ دیا جائیگا پس قیمت اُسکی چیز کی جس روز کی شمار معتبر ہوگی ۱۲

دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ شرکت کے غلام کو مکاتب کرے اور یہ بلا خلاف ہی کذا فی المحیط اور نہ غلام شرکت کو
مال پر آزاد کر سکتا ہی خواہ عقد شرکت میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ قرار پائی ہو اور نیز یہ اختیار (بالاتفاق ہی ۱۲)
نہیں ہی کہ تجارتی شرکت کے غلام کا نکاح کرے اور یہ بالاجماع ہی اور اسیطرح تجارتی باندی کا بھی نکاح نہیں کر سکتا ہی یہ
امام اعظمؒ و امام محمد رح کا قول ہی یہ بدائع میں ہی اور اگر دونوں میں سے ایک نے ایک تجارتی شرکتی باندی کی نسبت جو اسکے قبضہ میں ہی
اقرار کیا کہ یہ فلان کی ملک ہی تو اُسکا اقرار اُسکے شریک کے حصہ میں درست نہ ہوگا اگرچہ دوسرے کی طرف سے اُسکو اجازت ہو کہ
اپنی رائے سے عمل کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور دونوں میں سے کوئی شخص شرکت کی کوئی چیز بعوض اس قرضہ کے جو اُسپر
آتا ہی رہن نہیں کر سکتا ہی الا شریک کی اجازت سے یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہی
تجارتی شرکت کی کوئی چیز رہن کی تو جائز نہیں ہی اور مال مرہون کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان لیکن اگر موجب
قرضہ کا عاقد یہی ہو یا شریک نے اسکو ایسا کرنیکی اجازت دیدی ہو تو یہ حکم نہیں ہی یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اسیطرح اگر
قرضہ شرکت کے عوض قرضدار سے رہن لیا تو حصہ شریک کے حق میں نہیں جائز ہی الا اس صورت میں کہ موجب قرضہ اُسی کے
عقد سے ہو یا متولی عقد نے اسکو اجازت دیدی ہو پھر اگر مال مرہون اُسکے پاس تلف ہوگیا اور اُسکی قیمت و قرضہ
دونوں مساوی ہیں تو حصہ مرتہن یعنی نصف قرضہ ساقط ہوگیا اور دوسرے شریک کو اختیار ہی چاہے قرضدار سے اپنا حصہ یعنی
نصف قرضہ لے پس قرضدار مذکور مرتہن سے رہن کی نصف قیمت لے لیگا اور چاہے شریک سے جو اُسنے وصول پایا ہی
اُسمیں سے اپنا حصہ لے لے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر شریک عنان نے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر وہ بذات خود
متولی عقد ہوا ہو یعنے جس عقد کی وجہ سے قرضہ واجب ہوا کہ جسکے عوض رہن دیا یا لیا ہی تو اقرار جائز ہوگا اور اگر خود متولی
عقد نہیں ہوا تھا تو اقرار جائز نہوگا یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر ہر دو میں سے ایک شریک عنان نے بعد تناقض
شرکت کے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر اسکے شریک نے تکذیب کی تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر
ہر دو شریک میں سے ایک نے تجارت کیواسطے مال قرض لیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ فتاوی قاضیخان و بدائع
و محیط سرخسی میں ہی۔ اور شرح قدوری میں لکھا ہی کہ اگر ہر ایک نے اپنے شریک سے کہدیا کہ تو اسمیں اپنی رائے سے کام کر
تو دونوں میں سے ہر ایک کو روا ہوگا کہ رہن دینا و لینا اور دوسرے کے مال سے اپنا مال بطریق شرکت ملا دینا وغیرہ
جو امور کہ تجارت میں واقع ہوتے ہیں عمل میں لاوے اور رہا ہبہ و قرض دینا اور جو امور کہ اتلاف[له] مال و بلا عوض
دوسرے کی ملک میں دیدینا ہوتے ہیں سو ایسے امور نہیں کر سکتا ہی الا اس صورت میں کہ شریک نے صریح اسکو اجازت
دی اور صاف کہدیا ہو اور نیز اسی مقام پر فرمایا کہ اگر شریک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر تو اُسکو
یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال شرکت کو اپنے خاصۃً ذاتی مال میں مخلوط کرے یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور شریک عنان اور
بضاعت لینے والے اور جسکے پاس ودیعت ہو اور مضارب ان سب کو اختیار ہی کہ مال کے ساتھ سفر کریں اور یہی امام اعظمؒ
و امام محمد رح کا صحیح مذہب ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر دو شخصوں نے شرکت بطریق خلط مال کے کی ہو یعنی دونوں مال کو
خلط کر دیا ہو تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بدون اجازت شریک کے سفر کرے پس اگر اُسنے اس مال کو لیکر

[له] [illegible] ۱۲

سفر کیا اور وہ تلف ہوگیا پس اگر اسقدر ہو کہ اُسکے واسطے باربرداری وخرچہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اسکے واسطے باربرداری وخرچہ نہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے مال کے ساتھ سفر کیا اور حال یہ ہو کہ اسکے شریک نے مال لیکر سفر کرنیکی اجازت دی ہی یا کہدیا ہو کہ اپنی رائے سے کام کرے یا بحالت شرکت مطلقہ ہونیکے موافق قول امام اعظم وامام محمدؒ کے بنا بر روایت صحیح کے تو اسکو اختیار ہوگا کہ جا بال مین سے راس المال سے اپنے کھانے وکرایہ وضروری خرچہ مین صرف کرے اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے یہی روایت کی ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ استحسان ہی یہ بدائع مین ہی۔ پھر اگر اُسنے نفع اُٹھایا تو نفقہ مذکور نفع مین سے محسوب ہوگا اور اگر نفع نہ پایا تو نفقہ راس المال مین سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اتنی دور گیا کہ وہان سے اپنے گھر آکر شب گذاری کر سکتا تھا تو اُسکا نفقہ مال شرکت سے محسوب نہوگا یہ تہذیب مین ہی

فصل سوم

شریک عنان کا مال شرکت مین اور دوسرے شریک کے عقد مین اور جو شریک کے عقد سے واجب ہوا اُسمین تصرف کرنیکے اور متصلات کے بیان مین دونون شریک عنان مین سے ہر ایک کو روا ہی کہ کسی کو خرید یا فروخت یا اجارہ لینے کے واسطے وکیل کرے اور دوسرے کو اختیار ہی کہ اِس وکیل کو وکالت سے خارج کر دے اور اگر ایک نے کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جنکے ہاتھ اُسنے ادھار فروخت کیا ہی اُنسے دام تقاضا کرکے وصول کرلاوے تو دوسرے کو ایسے وکیل کے خارج کرنیکا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور دونون مین سے عاقد کو یہ اختیار ہی کہ جو مبیع اُس نے خریدی اُسپر قبضہ کرلے یا جو بیچی ہی اُسکے دام وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کرے یہ بدائع مین ہی اور ماسوائے اسکے جو تصرفات ہین انمین ہر شریک عنان مثل ایک شریک مفاوضت کے ہی کہ جو تصرفات ہر دو شریک مفاوضت مین سے ایک کر سکتا ہی وہی ہر شریک عنان کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی مگر واضح رہے کہ جو تصرف دونون مین سے ہر ایک کر سکتا تھا جب اُس تصرف سے اُسکے شریک نے اسکو منع کر دیا پھر اُسنے کیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسیواسطے اگر شریک نے اسکو دمیاط سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا اور یہ کہدیا کہ دمیاط تک جا پھر اُسنے مال لیکر دمیاط سے تجاوز کیا اور مال تلف ہوگیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسیطرح اگر شریک کو اُدھار بیچنے کی اجازت دینے کے بعد پھر اسکو اُدھار بیچنے سے منع کر دیا تو بھی حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے اس بیع کا اقالہ کر لیا تو اقالہ کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کوئی متاع فروخت کی پھر بسبب عیب کے اسکو واپس کی اور اُسنے بغیر حکم قاضی کے قبول کر لی تو دونون پر واپسی جائز ہوگی اور اسیطرح اگر بسبب عیب کے اُسنے ثمن مین سے کچھ گھٹا یا یا ثمن دینے مین تاخیر و مہلت دیدی تو بھی دونون پر جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے بغیر علت یا بغیر ایسے امر کے جس سے خوف کرتا ہو ثمن مین سے گھٹا دیا تو اُسکے حصہ مین جائز اور شریک کے حصہ مین جائز نہ ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اسیطرح اگر مشتری کو ثمن ہبہ کر دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر کسی متاع مین عیب کا اقرار کر لیا تو اُسپر دوسرے شریک دونون پر جائز ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر علی العموم شرکت عنان کے دو شریک ہون پس ایک نے دوسرے کو دس من گیہون کی تجارتی شرکت کی بیع سلم مین روپیہ دیے

تو صحیح نہیں ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے بعوض ثمن حال[1] کے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے ثمن کے واسطے تاجیل دیدی یعنی مہلت دیدی کہ فلاں وقت معلوم پر ادا کرے تو مہلت دینا دونوں حصوں میں سے کسی میں جائز نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہدیا ہو کہ جو تیری رائے میں آوے اُسپر کام کر اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تاجیل و مہلت دینے والے کے حصہ میں جائز ہوگا دوسرے کے حصہ میں جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس شخص نے جو متولی عقد بیع ہوا ہی مشتری کو مہلت دیدی تو بالاجماع دونوں کے حصوں میں جائز ہوگی یہ مضمرات میں ہی۔ اور اگر دونوں نے مجتمع ہو کر کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کیا پھر دونوں میں سے ایک نے مشتری کو تاخیر دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی تاخیر جائز نہوگی نہ اُسکے حصہ میں اور نہ اُسکے شریک کے حصہ میں اور صاحبین رح کے نزدیک اسکے حصہ میں جائز اور شریک کے حصہ میں ناجائز ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک ہی نے عقد قرار دیا پھر اسی عاقد نے تاخیر دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا تاخیر دینا دونوں حصوں میں جائز ہوگا یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور مضمرات میں لکھا ہی کہ اُسکا تاخیر دینا بالاجماع جائز ہوگا انتہی جس صورت میں تاخیر صحیح ہوتی ہی وہاں تاخیر دینے والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے دونوں کی تجارت میں قرضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو پورا قرضہ اقرار کرنے والے پر لازم ہوگا بشرطیکہ اُسنے بذات خود متولی عقد ہونیکا اقرار کیا ہو مثلاً یوں کہا کہ میں نے فلاں شخص سے ایک غلام اتنے درمونکو خریدا ہی یہ محیط میں ہی اور اگر اُسنے اسطرح اقرار کیا کہ ہم دونوں نے ایسا کیا تو اُسکے ذمہ نصف قرضہ لازم ہوگا اور اگر اُسنے یوں اقرار کیا کہ میرے شریک نے موجب قرضہ کو منعقد کیا ہی مثلاً یوں کہا کہ میرے شریک نے فلاں سے ہزار درم کو غلام خریدا ہی تو تمام نسخہاے کتاب الاقرار میں مذکور ہی کہ اسپر کچھ لازم نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارا قرضہ ایک مہینہ کی میعاد پر اُدھار ہے تو اُسکا اقرار اُسکے حصہ میں بالاجماع جائز ہی اور اسی طرح اگر ایک نے قرضدار کو بری کردیا تو اُسکے حصہ میں بری کرنا بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور اگر دونوں کی تجارت کی مشترکہ باندی کی نسبت جو انمیں سے ایک کے قبضہ میں ہے قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہی تو اُسکے شریک کے حصہ میں اُسکا اقرار جائز نہوگا اور اُسکے حصہ میں جائز ہوگا یہ بدایع میں ہی۔ اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے ہم دونوں کی تجارت کیواسطے فلاں سے ہزار درم قرض لیے ہیں تو یہ مال خاصۃً اُسی کے ذمہ لازم ہوگا کذا فی المحیط ولیکن اگر اُسنے گواہ قائم کیے اور ثابت ہوا تو قرض دینے والا اس اقرار کنندہ سے لیگا پھر اقرار کنندہ اپنے شریک سے بقدر حصہ لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے پر قرضہ لینے کا اختیار دیدیا تو خاصۃً اُسی پر لازم ہوگا حتی کہ قرض دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے لے لے اور اُسکو اپنے شریک سے واپس لینے کا اختیار نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات و محیط و فتاوی قاضیخان میں ہی اور جس عقد کا متولی دونوں میں سے ایک ہوا ہی اُسکے حقوق اُسی عاقد کی طرف راجع ہونگے حتی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ ثمن میں سے کچھ وصول کرلے

[1] لہ یعنی جو دونوں کا قول ہے اور امام کا قول واحد ہی بخلاف اس صورت کے ۱۲ منہ

اور اسیطرح ہر قرضہ جو کسی شخص پر اُن دونوں میں سے ایک کے عقد کرنے سے لازم آیا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ اسکو وصول کرے اور قرضدار کو بھی روا ہی کہ شریک دیگر کو دینے سے انکار کرے جیسے وکیل بیع سے خریدنے والے کا حکم ہی کہ ایسے خریدنیوالیکو اختیار ہوتا ہی کہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر اس مدیون نے شریک کو یہ قرضہ دیدیا حالانکہ دونوں میں سے ایک دوسرے کا وکیل یا جسکو دیا ہی وہ دوسرے کی طرف سے وکیل نہیں ہی تو قرضدار مذکور جسکو دیا ہی اُسکے حصے سے بری ہو جائیگا اور جسنے اُسکے ساتھ اُدھار عقد کیا تھا اُسکے حصے سے بری نہوگا اور یہ حکم استحسان ہی یہ بدائع میں ہی اور اگر دونوں میں سے ایک نے شرکتی تجارت کی کوئی چیز خریدی پھر اسمیں عیب پایا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ اسکو بسبب عیب کے بائع کو واپس کردے یہ مبسوط میں ہی۔ اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے تجارت کی کوئی چیز کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کردی تو مشتری کو اختیار نہوگا کہ دوسرے شریک کو واپس دے یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ جو اُدھار معاملہ ایک نے کیا یا فروخت کیا ہی اُسمیں دوسرا مخاصمہ[1] کرے بلکہ خصومت کرنیوالا وہی ہوگا جسنے معاملہ کیا ہی اور نیز اگر نالش کیجاوے تو اُسی پر ہوگی جسنے معاملہ کیا ہی اور جسنے معاملہ نہیں کیا ہی اُسپر اُسمیں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی ہی اور اس معاملہ میں اُسپر گواہ بھی نہ سُنے جائینگے اور نہ اُس سے قسم لیجائیگی بلکہ وہ اور اجنبی اُسمیں یکساں ہیں یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے کوئی چیز اجارہ پر لی تو اجارہ پر دینے والیکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے شریک سے اُجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہی پھر اگر مستاجر نے مال شرکت سے اجرت ادا کی تو اُسکا شریک اُس سے اُسکا نصف[2] واپس لیگا بشرطیکہ اُسنے اپنی ذاتی حاجت کیواسطے اجارہ پر لی ہو اور اگر دونوں میں شرکت خاص کسی چیز میں شرکت ملک ہو تو دوسرا شریک اُس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی یہ مبسوط میں ہی اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت میں سے کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہوگا کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہی۔ دو شخصوں نے کسی تجارت میں شرکت عنان قرار دی بدین شرط کہ ہم دونوں نقد و اُدھار خرید و فروخت کریں پھر دونوں میں سے ایک نے سوا اُس چیز تجارت کے دوسری خریدی تو وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی اور اگر اس نوع تجارت کی چیز ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کی بیع یا خرید خواہ نقد ہو یا اُدھار اُسکے شریک پر نافذ ہوگی ولیکن اگر دونوں میں سے کسی نے کیلی یا وزنی یا نقد کے عوض اُدھار خریدی و حال یہ ہی کہ اس جنس کا مال شرکت اُسکے پاس موجود ہی تو اُسکی خریداری شرکت پر جائز ہوگی اور اگر موجود نہیں ہی تو اُسکی خرید اُسکی ذات کیواسطے ہوگی۔ اور اگر اُسکے پاس نقد میں درہم موجود ہیں اور اُسنے دینار دیکے اُدھار خریدی تو قیاساً وہ اپنی ذات کیواسطے خریدنے والا ہوگا مگر استحساناً شرکت پر خرید جائز ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اپنے آپکو ایسے کام میں اجارہ پر دیا جو دونوں کی تجارت میں سے ہی تو اجرت دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر ایسے کام میں دیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہی یا اپنا ذاتی غلام اجارہ پر دیا تو اُجرت خاصۃً اُسیکی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر دونوں میں سے ایک نے مضاربت پر مال لیا تو نفع خاص اُسیکا ہوگا چنانچہ کتاب میں اسیطرح علی الاطلاق مذکور ہی مگر اسمیں تفصیل ہی کہ اگر اُسنے مال مضاربت ایسے تصرف کیواسطے لیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہی تو نفع خاصۃً اُسیکا ہوگا

[1] باہم خصومت و جھگڑا کرنا ۱۲
[2] اگر شرکت مساوی ہو ۱۲

اور اگر مال مضاربت کو ایسے تصرف کیواسطے لیا جو دونون کی تجارت مین سے ہے آیا شریک کے غائب ہونے کی حالت
مین مطلقًا لیا تو نفع دونونکے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی
دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے ان رقیقون مین شریک کیا جنکو مین اس سال خریدونگا پھر اُسنے اپنے کفارۂ ظہار یا اسکے مانند
کیواسطے کوئی بردہ خریدنا چاہا اور وقت خرید کے گواہ کرلیے کہ مین اسکو اپنی ہی ذات کیواسطے خریدتا ہون تو جائز ہوگا اور شریک
کیواسطے اُسکا نصف ہوگا الا اس صورت مین کہ شریک نے اسکے واسطے ایسی اجازت دیدی ہو۔ اور اسیطرح اگر دوسرے سے طعام
کی بابت کہا کہ جو مین خریدون اسمین مین نے تجھے شریک کیا پھر اپنی ذات کیواسطے اناج خریدا تو اسمین بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے
اور جو گھٹی دونون مین سے کسی کو دونون کی شرکت کے علاوہ مین لاحق ہو وہ خاصۃً اُسی پر ہوگی و علی ہذا اگر دونون
مین سے ایک نے دوسرے پر سوا معاملہ شرکتی کے اور معاملہ مین گواہی دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور منتقی مین ہے
کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دو شخص بشرکت عنان شریک ہون کہ انکا راس المال مساوی ہو اور دونون مین سے
ہر ایک اپنی رائے پر دوسرے کی اجازت سے عمل کرتا ہو اور تنہا اُسکی خرید و فروخت اُسپر اور اسکے شریک پر جائز ہو پس ایسے
دونون شریکون مین سے ایک نے اپنا حصہ متاع فروخت کیا اور اسپر گواہ کر لیے تو بیع مذکور اسکے اور اسکے شریک کے
حصہ سے ہوگی اور اسیطرح اگر اپنے شریک کا حصہ بیچا اور اسپر گواہ کیے تو بھی دونونکے حصہ سے بیع ہوگی یہ محیط مین ہے
اور جو مال شرکت دونون مین سے ایک کے ہاتھ سے ضائع ہوگیا تو اسپر اسکے شریک کے حصہ کی ضمان نہوگی اور جو مال اُسکے
قبضہ مین تلف ہوا ہو اسمین قسم سے اسیکا قول قبول ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے کسی کی
کوئی چیز غصب کر لی یا اُسکا مال تلف کر دیا تو اُسکے تاوان مین اُسکا شریک ماخوذ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز بطریق
بیع فاسد خریدی اور وہ اُسکے قبضہ مین تلف ہوگئی تو قیمت کا ضامن ہوگا مگر اپنے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے واپس لے لیگا
یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک مر گیا اور مال اُسی کے قبضہ مین تھا اور اُسنے بیان یا اظہار نہین کیا
تو ضامن ہوگیا کہ اُسکے ترکہ سے وصول کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک شریک عنان نے کسی سے کوئی
جانور اپنا ذاتی اناج لادنے کے واسطے مستعار لیا تھا کہ اُسکے شریک نے اس جانور پر اپنا اناج مثل اسکے یا اُس سے ہلکا
اناج لادا اور وہ مر گیا تو شریک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے تجارتی شرکت
کا اناج لادنے کے واسطے کسی سے جانور مستعار لیا پھر اس جانور پر اُسکے شریک نے باہمی تجارت کا اناج مثل اسکے جتنے
کو مستعیر نے کہا ہے یا اس سے ہلکا لادا اور جانور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ مستعار لینے کی صورت مین جب
عاریت کی منفعت مخصوص دونون مین سے ایک ہی کی طرف راجع ہو تو عاریت مخصوص اسی سے قرار دیجائیگی جسنے
مستعار لیا ہے اور جب عاریت کی منفعت دونون کی طرف راجع ہو تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا معیر نے دونونکو عاریت
دی ہے یہ محیط مین ہے دو شریک عنان نے چند طرح کی متاع دونون نے خریدین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرے
ساتھ شرکت مین کام نہین کرونگا اور غائب ہوگیا یعنی چلا گیا پھر دوسرے نے اس متاع کی تجارت کی تو جو کچھ
جمع ہوا وہ سب اسی تجارت کنندہ کا ہوگا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان

[illegible] عاریت لینے والا ۱۲

چوتھا باب. شرکت وجوہ و شرکت اعمال کے بیان مین ۔ شرکت وجوہ اسکو کہتے ہین کہ دو شخص باہم شرکت کرلین
حالانکہ دونون کے پاس مال نہین ہو ولیکن لوگون مین انکی وجاہت ہو پس دونون یون کہین کہ ہم دونون نے
شرکت کی بدین شرط کہ ہم دونون اُدھار خریدین اور نقد فروخت کرین اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ عزوجل ہمکو آپس مین
نفع روزی کرے وہ ہم دونون مین اسی شرط سے ہوگا یہ بدائع و مضمرات مین ہو اور یہ شرکت مذکورہ مفاوضت ہوگی
باین طور کہ دونون کفالت کی اہلیت رکھتے ہون اور جو چیز خریدی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور دونون
مین سے ہر ایک پر اُسکا نصف ثمن واجب ہوگا اور نفع مین دونون مساوی مشترک ہونگے خواہ دونون مفاوضت کا
لفظ ذکر کرین یا دونون اسکے مقتضیات ذکر کرین پس دونون صورتون مین وکالت و کفالت متحقق ہو جائیگی اور
اگر انمین سے کوئی چیز نہ پائی گئی تو شرکت عنان ہوگی یہ فتح القدیر مین ہو ۔ اور اگر علی الاطلاق رکھی گئی یعنی مطلق شرکت
تو بھی عنان ہوگی یہ ظہیریہ مین ہو ۔ اور ایسے دونون شریکون سے شرکت عنان باوجود اشتراط تفاضل کے ملک خریدکردہ
مین جائز ہوگی اور چاہیے کہ ایسی شرکت مین دونون نفع کو بقدر خریدکردہ چیز کی ملک مشروط کی شرط کردین یعنی جسقدر خریدکردہ
مین ہر ایک کی ملک شرط ہو اس حساب سے نفع مشروط ہو حتی کہ اگر خریدکردہ چیز مین ملک کی بیشی کے ساتھ مشروط کی اور نفع
مین مساوات شرط کی یا اسکے برعکس کیا تو یہ شرط باطل ہوگی اور نفع دونون مین اسی مقدار پر مشروط ہوگا جو انھون نے
خریدکردہ کی ملک مین شرط لگائی ہو یہ محیط مین ہو ۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصون نے اپنے مالون و وجوہ سے
شرکت عنان قرار دی پھر دونون مین سے ایک نے کوئی متاع خریدی پس جس شریک نے نہین خریدی ہو اُسنے کہا کہ یہ متاع
ہم دونون کی شرکت کی ہو اور مشتری نے کہا کہ یہ میری ہی ہو اور میں نے اسکو اپنے مال سے اپنی ذات کیواسطے خریدا ہو پس اگر
بعد شرکت واقع ہونیکے مشتری اپنی ذات کیواسطے خریدنے کا دعوی کرتا ہو تو وہ دونون کے درمیان شرکت پر ہوگی
بشرطیکہ متاع مذکورہ دونون کی تجارت کی جنس سے ہو و اگر وہ قبل شرکت کے اپنے واسطے خریدنے کا مدعی ہو اور دوسرا
کہتا ہو کہ نہین بلکہ تو نے بعد عقد شرکت واقع ہونیکے خریدی ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر تاریخ شرکت اور تاریخ خرید معلوم ہو اور
تاریخ خرید قبل تاریخ شرکت کے ہو تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ ہمارے دونونکی شرکت کی نہین
ہو اور اگر تاریخ شرکت مقدم ہو تو وہ شرکت پر ہوگی ۔ اور اگر تاریخ خرید معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ
پہلے کی خرید ہو اور تاریخ شرکت معلوم نہ ہوئی تو وہ مخصوص مشتری کی ہوگی اور اگر تاریخ شرکت معلوم ہوئی کہ اس
جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے واقع ہوئی اور تاریخ خرید بالکل معلوم نہ ہوئی تو وہ شرکت پر ہوگی و اگر شرکت و خرید
دونون مین سے کسیکی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ ہمارے دونونکی شرکت
کی نہین ہو اسواسطے کہ جب دونون کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا یہ دونون معا واقع ہوئی ہین
اور اگر دونون معا واقع ہوتین تو خریدی چیز شرکت پر نہوتی پس ایسا ہی یہان ہوگا یہ محیط مین ہو ۔ اور اگر دونون
مین سے ایک نے کہا کہ مین نے ایک متاع خریدی پس تجھپر نصف ثمن واجب ہوا اور اُسکے شریک نے تکذیب کی پس اگر متاع خریدکردہ
قائم ہو تو قول مدعی کا مقبول ہوگا اور اگر موجود نہ رہی ہو تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اسیطرح اگر اُسکے

شریک نے اقرار کیا کہ اس نے خریدی مگر قبضہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی مگر اُسکے شریک سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اسنے خریدی اور قبضہ کیا تو اُسکا قول قبول ہوگا مگر تلف ہوجانے پر اُس سے قسم لیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی منتقی مین لکھا ہی کہ اگر دو شخصون نے چاہا کہ شرکت مفاوضہ قرار دین اور حال یہ ہی کہ دونون مین سے ایک کے پاس مکان وخادم یا عروض ہی اور دوسرے کے پاس کچھ نہین ہی پس دونون نے شرکت مفاوضہ اسطرح قرار دی کہ مفاوضت پر دونون اپنے وجوہ سے کام کرتے تھے اور جو عروض کہ دونون مین سے ایک کیواسطے ہین اسکا اپنی شرکت مین کچھ بیان نہین کیا تو شرکت جائز ہوگی اور شرکت مفاوضہ[له] ہوگی اور عروض مذکورہ مخصوص اپنے مالک کے ہونگے اور یہ شرکت وجوہ ہی اور اسیطرح اگر دونون مین سے ایک کیواسطے سونے کے پترے سکہ کے ہون اور باقی مسئلہ بحالہا ہووے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور رہی شرکت اعمال تو جیسے دو درزی ہون یا دو سونار ہون یا ایک درزی اور دوسرا سونار ہو یا موچی ہو کہ دونون بغیر مال کے شرکت کرین اس شرط پر کہ دونون شریک لوگون سے کام لیوینگے پھر کمائی دونون مین مشترک ہوگی تو یہ جائز ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ کام قبول کرنے مین ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہوگا اور قبول اعمال کی توکیل جائز ہی خواہ وکیل اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہو یا نہ دے سکتا ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ پھر یہ شرکت کبھی مفاوضت ہوتی اور کبھی عنان ہوتی ہی چنانچہ اگر شرکت مین لفظ مفاوضت کا یا معنی مفاوضت کے بیان کیے باین طور کہ دو سوناروں نے شرکت اس شرط سے کی کہ دونون اعمال کو قبول کرین اور دونون کے دونون ان اعمال مین یکسان ضامن ہون اور نفع اور گھٹی مین دونون مساوی ہون اور بسبب شرکت کے جو کچھ دونون مین سے کسی پر لاحق ہو اُسکا دوسرا کفیل ہو تو یہ مفاوضت ہی اور اگر کام اور اجرت مین باہم کمی بیشی شرط کی بایں طور کہ دونون نے کہا کہ اس ایک پر دو تہائی کام اور اس دوسرے پر ایک تہائی کام ہی اور اجرت اور گھٹی بھی دونون پر اسی حساب سے ہی تو یہ شرکت عنان ہی اور اسی طرح اگر صریح لفظ عنان ذکر کردیا تو بھی شرکت عنان ہی اور اسی طرح اگر شرکت کو مطلق رکھا تو بھی شرکت عنان ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ اگر دونون نے مفاوضت نہ کی ولیکن مطلق شرکت قرار دی تو بعض احکام کے حق مین شرکت عنان رکھی جائیگی چنانچہ اگر دونون مین سے ایک نے صابون یا اشنان وغیرہ کہ جو تلف ہوچکے ہین اُنکے ثمن کا اپنے اوپر اقرار کیا یا کسی اوزار کام نقلہ کے یا کسی مزدور کی مزدوری کا یا کرایہ مکان کا جسکی مدت گذر چکی ہی اقرار کیا تو وہ اپنے شریک کے حق مین تصدیق نہ کیا جائیگا الا بگواہی اور بدون گواہی کے خاصتہً اُسی پر لازم ہوگا اور بعضے احکام مین مفاوضت اعتبار کیجائیگی چنانچہ اگر کسی شخص نے ان مین سے ایک کو یا دونون کو کوئی کام دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور ان دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کام کی اُجرت کا مطالبہ کرے اور اُسنے دونون مین سے جسکو دیدی اُجرت سے بری ہوجائیگا اور دونون مین سے جسپر کام کی ضمان واجب ہوئی اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے شریک سے اُسکا مطالبہ کرے پس یہ شرکت ان احکام کے حق مین استحساناً مفاوضہ اعتبار کی گئی اگرچہ سواے اسوجہ کے اور صورت مین ظاہر الروایۃ کے موافق مفاوضہ نہین اعتبار کی گئی ہی ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک کے ہاتھ سے کام مین چیز کو نقصان پہونچا تو اُسکا تاوان دونون پر واجب ہوگا

[له] یعنی شرکت بغیر مال کے ہو ۱۲ سه یعنی مفاوضت و عنان ہو ۱۲

بدین طریق کہ صاحب عمل کو اختیار ہو کہ اس تمام ضمان کے واسطے دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط مین ہی اور ہرگاہ یہ شرکت عنان ہو تو اُس ضمان کے واسطے وہی ماخوذ ہوگا کہ جس نے سبب ضمان کیا ہی نہ اُسکا شریک بوجہ مقتضیہ[1] وکالت کے اور عدم کفالت کے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی دونون مین نصفا نصف ہوگی خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان ہو اور اگر حال اقتبل اعمال مین باہم نفع مین کمی بیشی شرط کر لی تو جائز ہی اگرچہ دونون مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ کام کرنے والا ہو یہ سراج وہاج مین ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ اگر دونون مین سے ایک شریک بیمار ہو گیا یا سفر کو گیا یا بیکار اوقات گذاری اور دوسرے نے کام کیا تو اُجرت دونون مین مساوی ہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کو کام لینے والے سے مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور وہ جسکو دیگا بری ہو جائیگا اگرچہ دونون کی شرکت بمفاوضہ نہ ہووے اور یہ استحسان ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اسی طرح جو کام سفر کرنے والے نے کیا اسکی اُجرت کا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ دونون مین سے ہر ایک نے جو کام قبول کیا ہی اسکا کرنا دونون پر واجب ہی پس جب تنہا ایک نے یہ کام کر دیا تو دوسرے کے واسطے مددگار رہا یہ سراج وہاج مین ہی۔ باپ اور بیٹا ایک ہی صنعت کا کام انجام دیا کرتے ہین اور دونون مین سے کسی کا مال نہین ہی تو پوری کمائی باپ کی ہوگی جبکہ بیٹا اُسکے عیال مین سے ہو اسواسطے کہ بیٹا اُسکا معین ہوا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر بیٹے نے درخت جمایا تو وہ باپ کا ہوتا ہی اور اسی طرح جورو و مرد مین ہی کہ اگر دونون کے پاس مال نہ تھا پھر دونون کی کوشش و کام سے بہت مال جمع ہو گیا تو یہ شوہر کا ہوگا اور جورو اُسکی معینہ ہوگی لیکن اگر عورت کا کام و کمائی علیحدہ ہو تو وہ اُسی کا ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور جورو نے جسقدر شوہر کی روئی کاتی اور شوہر نے کہ وہ اُسکا کپڑا بنا ہو وہ بالاجماع شوہر کا ہوگا یہ فتاوی عمادیہ مین ہی۔ اور اگر دونون نے کام برابر شرط کیا اور مال تین تہائی تو استحساناً جائز ہی یہ عینی شرح کنز مین ہی اور یہی تبیین و ہدایہ و کافی مین ہی اور یہی صحیح ہی یہ سراج وہاج مین ہی اور اگر دونون نے باہم ایک کے واسطے زیادہ نفع کی شرط کی حالانکہ کام اُسکے ذمہ کم ہی تو اصح یہ ہی کہ جائز ہی یہ نہر الفائق و ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر دونون نے شرکت کی اور کمائی باہم اپنے درمیان تین تہائی شرط کر لی اور کام کو بیان نہ کیا تو یہ جائز ہی اور کمائی کی کمی بیشی کی تصریح کر دینا ہی کام کی کمی بیشی کے واسطے بیان ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور رہی وضیعت[2] سو دونون کے درمیان ضمان ہی کے قدر ہوگی یہ بدائع مین ہی اور اگر دونون نے یہ شرط کر لی ہو کہ جو کچھ دونون قبول کرین اس اُسکا دو تہائی کام دونون مین سے خاص ایک پر اور ایک تہائی اُس دوسرے پر ہوگا اور وضیعت دونون پر نصفا نصف ہوگی تو شرکت عمل دونون کی شرط کے موافق ہوگی مگر شرط وضیعت باطل ہی اور وضیعت اُسی حساب سے ہوگی جسقدر دونون نے قبول کام مین شرط کی ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ ایک نے اپنا کپڑا ایک درزی کو دیا کہ اُسکو خود سی دے اور اُس درزی کا درزی گری مین ایک شریک مفاوض ہی تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہی کہ جب تک دونون مین مفاوضت باقی ہی دونون مین سے جس سے چاہے کام کا مطالبہ کرے اور جب دونون جدا ہو گئے یا وہ مر گیا جسنے کپڑا لیا تھا تو دوسرا کام کیواسطے ماخوذ نہوگا کذا فی المبسوط بخلاف اسکے اگر کپڑے کے مالک نے اُسپر یہ شرط نہ کی ہو کہ خود سی دے اور پھر دونون جدا ہو گئے تو دوسرا شریک اُسکے سینے کیواسطے ماخوذ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور نوادر مین امام ابو یوسفؒ سے مذکور ہی کہ اگر دونون مین ضیع

[1] قال المترجم توضیح مقام آنکہ زید و عمرو مین سے زید کو خالد نے کام دیا اور شرکت عنان ہو اور عمرو نے کام کیا اور نقصان کر دیا تو ضامن عمرو ہوگا بسبب اسکے کہ وکالت طرفین سے ہی اور دوسرے سے مطالبہ نہوگا جبکہ وجہ کہ کفالت کسی طرف سے بھی نہین ہی ۱۲ منہ

ایک پر ایک شخص نے ایک کپڑے کا جو دونون کے پاس ہے دعوے کیا پس ایک نے دونون مین سے اقرار کیا اور
دوسرے نے انکار کیا تو اُسکا اقرار اُسکے شریک پر بھی جائز ہوگا اور کپڑا دیکر اُجرت لے لیگا یہ استحسان ہے کذا فی محیط السرخسی
اور اسی طرح اگر کپڑے مین شگاف ہو کہ جسکی نسبت دونون مین سے ایک نے اقرار کیا کہ یہ ہماری کندہ کرنے کیوجہ سے ہے اور
دوسرے نے سرے سے طالب کے واسطے کپڑا ہی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ کپڑا ہمارا ہے تو اقرار کرنیوالے کے اقرار کی
تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ اگر وہ طالب مذکور کے لیے اقرار کرتا کہ یہ کپڑا اُسکا ہے تو تصدیق کیجاتی۔ اور اگر اقرار کرنے والے
نے بعد انکار اول کے جو ذکر کیا گیا ہے کسی دوسرے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ کپڑا اُسکا ہے تو دوسرے کے واسطے اُسکا
اقرار طالب اوّل کیواسطے کپڑے کا اقرار ہوگا اور کپڑے کے حق مین دوسرے کے واسطے اُسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی
مگر اپنی ذات پر تاوان کے حق مین اُسکی تصدیق کیجائیگی یعنی دوسرے مدعی کے واسطے ضامن ہوگا و لیکن اسمین سے کچھ اپنے
شریک سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے کسی تلف شدہ کپڑے کی نسبت کسی شخص کیواسطے اقرار کیا کہ اُسکا
کپڑا تھا کہ ہم دونون کے فعل سے تلف ہوا ہے اور دوسرا اُس سے منکر ہے تو ضمان خاصۃً اسی مقر پر واجب ہوگی اور اسی طرح
اگر دونون مین سے ایک نے ثمن صابون یا اشنان تلف شدہ کے قرضہ ہونے کا یا مزدور کی اُجرت یا اجارہ مکان کی اُجرت
جنکی مدت گذر چکی ہے قرضہ ہونے کا اقرار کیا تو بدون گواہون کے اُسکے اقرار کی تصدیق اُسکے شریک کے حق مین کیجائیگی اور
یہ ضمان خاصۃً اسی پر واجب ہوگی اور اگر اجارہ گذرا نہ ہوا اور مبیع تلف نہوگئی ہو تو یہ دونون پر لازم ہوگا اور اُسکا اقرار اُس کے
شریک پر بھی نافذ ہوگا الا اس صورت مین کہ شریک مذکور یہ دعوی کرے کہ یہ چیزین بغیر خرید کے ہماری ہین تو قول اُسی کا
قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ دو سپیکون نے حاجیون کی کتابین نقل کرانے مین اس شرط سے شرکت کی جو کچھ اللہ تعالی
ہمکو اسمین روزی کرے وہ ہم دونون مین مساوی مشترک ہے تو ایسی شرکت جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر دو معلمون نے
لڑکون کو حفظ کرانے یا تحریر سکھلانے یا قرآن پڑھانے مین شرکت کی تو صدر شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے
کذا فی الخلاصہ اور اسی طرح اگر فقہ سکھلانے مین شرکت کی تو بھی جائز ہے یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر دونون نے ایسے کام
مین شرکت کی جو حرام ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے اور دلالون کی شرکت کار دلالی مین اور جو لوگ
مجلس و تعزیتون مین زمزمہ سے پڑھا کرتے ہین انکی شرکت نہین جائز ہے یہ قنیہ مین ہے اسواسطے کہ یہ فعل ناجائز ہے ابن سماعہ
نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر تین شخصون نے جو ناپنے کا کام کرتے ہین باہم اس شرط پر شرکت کی کہ لوگون سے اناج
ناپنے کا کام قبول کرین اور ناپین پس جو کچھ انکو حاصل ہو وہ انمین مساوی مشترک ہے پھر انھون نے اُجرت معلومہ پر اناج
ناپنے کے واسطے قبول کیا پھر انمین سے ایک مریض ہو کر بیکار ہو گیا اور باقی دونون نے کام کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ
اُجرت مذکورہ ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جسوقت انمین سے ایک بیمار ہوا ہے باقی دونون
نے اسکا کام کر دینے کو گوارا نہ کیا پس اسکی حضوری مین دونون نے شرکت توڑ دی یا دونون نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ
ہمنے شرکت توڑ دی پھر دونون نے پورا اناج ناپ دیا تو دونون کو اُجرت مسمّی سے دو تہائی ملیگی اور باقی تہائی کے واسطے
انکو کچھ اُجرت نہ ملیگی اور وہ اُسکے ناپنے مین متطوع یعنی مفت احسان کرنے والے ہونگے اور جو کچھ اُجرت دونون نے

پانی ہی اسمین تیسرا شریک نہوگا۔ اور اسی طرح اگر تین شخصون نے جو باہم شرکت پر نہین ہین کسی شخص سے ایک کام بعوض کچھ اُجرت معلومہ کے قبول کیا پھر ان مین سے ایک نے تنہا یہ کام پورا کردیا تو اسکو تہائی اُجرت ملے گی اور دو تہائی باقی مین وہ متطوع ہوا اس جہت سے کہ کام لینے والے کو یہ اختیار نہین ہے کہ ان مین سے ایک ہی سے پورے کام کا مواخذہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ تین نفرون نے جنہون نے باہم شرکت تقبل نہین قرار دی ہے کسی سے کچھ کام لیا پھر انہین سے ایک ہی نے اگر یہ پورا کام انجام دیدیا تو اُسکو تہائی اُجرت ملے گی اور باقی دونون کے واسطے کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ خیاط اور اُسکے شاگرد دونون نے سلائی مین اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کردے اور شاگرد سیا کرے اور اُجرت دونون مین نصفا نصف ہو یا دو جولاہون نے اس شرط سے کہ ایک تانا بانا درست کردیا کرے اور دوسرا بُن دیا کرے تو چاہیئے کہ یہ شرکت صحیح ہو جیسے درزی و رنگریز کی شرکت صحیح ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر کسی کاریگر نے اپنی دوکان پر ایک شخص کو بٹھلایا کہ آدھے پر اسکو کام دیتا ہے تو استحسانًا جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ اگر شاگرد نے کام لیا تو جائز ہے اور اگر صاحب دکان نے کام لیا تو جائز ہے حتی کہ اگر دکان والے نے یون کہا کہ قبول مین ہی کیا کرونگا اور تو قبول مت کر اور مین تجھے کام دیا کرون گا کہ آدھے پر کام کردیا تو یہ نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔

پانچوان باب۔ شرکت فاسدہ کے بیان مین۔ شرکت فاسدہ وہ ہے کہ جس مین شرائط صحت مین سے کوئی شرط نہ پائی جاوے یہ بدائع مین ہے۔ جلانے کی لکڑیان لانے اور شکار کر لانے اور پانی لانے مین شرکت کرنا نہین جائز ہے کذا فی الکافی اور اسی طرح خشک گھانس لانے مین اور گداگری کرنے مین بھی شرکت نہین جائز ہے اور جو کچھ دونون مین سے ایک نے شکار کیا یا لکڑیان جمع کرکے لایا یا گداگری سے پایا وہ اُسی کا ہوگا دوسرے کی اُس مین کچھ شرکت نہ ہوگی اور اسی طرح ہر ایسی چیزین جو شرعًا مباح ہے مثل ہری گھانس لانے یا پہاڑون سے انجیر و اخروٹ و پستہ وغیرہ پھل لانے مین بھی شرکت نہین روا ہے اور اسی طرح مباح زمین سے مٹی لانے اور اُسکے فروخت کرنے یا گچ یا نمک یا برف یا سرمہ یا جاہلیت کے دفینہ[۱] وغیرہ مین شرکت نہین جائز ہے جب کہ یہ چیزین بطور مباح ہون اور اسی طرح اگر دو شخصون نے شرکت کی کہ غیر مملوک مٹی سے عمارت بناوین یا پختہ اینٹین پکاوین تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر مٹی یا چونا وغیرہ کسی کی مملوک ہو اور دو آدمیون نے شرکت کی اس قرارداد پر کہ دونون خرید کر پکا کر اسکو فروخت کرین تو جائز ہے اور یہ شرکت وجوہ ہے یہ خلاصہ مین ہے اور مباحات مین سے جو جسکے ہاتھ آگئی ہے وہ اسی کی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دونون نے ساتھ ہی اسکو لیا تو دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے لی اور دوسرے نے کچھ کام نہ کیا تو سب کام کرنیوالے کی ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر دوسرے نے اسکو کسی چیز کے لینے مین مدد دی تو مددگار کو اسکا اجر المثل ملے گا مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس چیز کے نصف ثمن سے تجاوز نہ کریگا اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے پورا اجر المثل ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر جال وغیرہ مانند پھیلانے اور قائم کرنے مین مدد کی مگر جال مین ایسا کوئی جانور

[۱] ظاہر مراد یہ ہے کہ اگر ہم مین سے کسی کو دفینہ جاہلیت ملے تو وہ ہم دونون کے درمیان مشترک ہے ۱۲ منہ

جانور نہ ملا جسکی کچھ قیمت ہو تو مددگار کو بلا خلاف اجر المثل ملیگا چاہے جسقدر ہو یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر دونون نے اپنے لیے ہوئے کو خلط کر دیا تو جس قرارداد پر دونون متفق ہوئے اسی پر یہ مخلوط ہوگا اور اگر دونون کسی پر متفق نہین ہوئے تو ایک نصف تک مین ہر ایک کا قول اپنے ساتھی کے دعوی پر قسم کھانے کے ساتھ قبول ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر دونون نے لیے اسکو خلط کر کے دونون نے اسکو فروخت کر دیا پس اگر یہ چیز ناپی یا تولی جاتی ہو تو جسقدر ہر ایک کا حصہ کیل یا وزن سے تھا اسی حساب سے ثمن دونون مین تقسیم کیا جائیگا اور اگر یہ چیز قیمتی ہو یعنے ہر ایک کی قیمت علحدہ ہوا کرتی ہی اور مثلی نہین ہی تو جسقدر ہر ایک کے حصہ کی قیمت تھی اسی حساب سے ثمن تقسیم ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور اگر پیمانہ یا وزن یا قیمت معلوم نہ ہوئی تو اس چیز کے نصف تک مین ہر ایک کا قول جسقدر وہ دعوی کرتا ہی مع قسم کے اپنے ساتھی کے دعوی کا قبول ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور نصف سے زائد مین دعوی شریک پر قسم کے ساتھ بھی اُسکا قول قبول نہوگا الا آنکہ اپنے دعوی پر گواہ لاوے یہ نہر الفائق مین ہی۔ اور اگر دونون[1] نے شکار کرنے مین باہم شرکت کی اور دونون کا ایک کتا ہی کہ اسکو دونون نے چھوڑا یا جال ہی جسکو دونون نے اُسکو پھیلایا تو اسکا شکار دونون مین مشترک ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کتا فقط ایک ہی کا ہو اور وہ اُسکے قبضہ مین ہو پھر اُسکو دونون نے رہا کیا تو جو شکار اس کتے نے پکڑا وہ کتے کے مالک کا ہوگا لیکن اگر کتے کے مالک نے اپنے کتے کی منفعت دوسرے کیواسطے کر دی ہو یعنی عاریت دیا ہو پس کتے نے شکار کیا تو پورا شکار اُسکا ہوگا جسکو عاریت دیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دونون مین سے ہر ایک کا ایک ایک کتا ہو اور ہر ایک نے اپنا کتا چھوڑا اور دونون کتون نے ایک شکار پکڑا تو یہ شکار دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اگر ہر ایک کے کتے نے علحدہ علحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جسکے کتے نے جو شکار پکڑا ہی وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر ایک کے کتے نے ایک شکار پکڑا اور اسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کے کتے نے آکر اس کتے کی مدد کی تو شکار اسکا ہوگا جسکے کتے نے اول گھائل کر دیا ہی اور اگر اول کتے نے گھائل نہ کیا ہو یہان تک کہ دوسرا کتا پہونچا اور دونون نے شکار کو گھائل کیا تو دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون نے شرکت کی اور ایک کے پاس بیل یا خچر ہی اور دوسرے کے پاس پکھال ہی بدین قرارداد کہ اس پکھال مین بھر کر اس بیل پر لاد کر پانی لادین اور جو کمائی ہو وہ دونون مین مشترک ہو تو شرکت صحیح ہوگی اور کمائی کل اسی کی ہوگی جو پانی لایا ہی اور اسپر واجب ہوگا کہ ایسے پکھال کی جو اجرت ہوتی ہو وہ پکھال والے کو دے بشرطیکہ پانی لانے والا وہ ہو جو بیل کا مالک ہی اور اگر پکھال والا پانی لایا اور یہ کام کیا ہی تو اسپر واجب ہوگا کہ بیل والے کو بیل کا اجر المثل دیدے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر ایک کے پاس خچر اور دوسرے کے پاس اونٹ ہی اور دونون نے باہم شرکت کی بدین شرط کہ دونون کو اجارہ پر دین اور جو کچھ اجرت آوے وہ دونون مین مشترک ہو تو نہین صحیح ہی اور اگر دونون کو اجارہ پر دیدیا تو یہ مال اجارہ دونون مین خچر کے اجر المثل و اونٹ کے اجر المثل کے حساب سے دونون پر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اسیطرح اگر فقط خچر کو اجرت پر دیا تو پوری اجرت خچر والے کی ہوگی

[1] قال المترجم یہ بظاہر شرکت ہی ورنہ در حقیقت جو شرکت کہ صید کرنے مین تا جائز بتلائی ہی وہ نہین ہی کیونکہ دونون نے یہ کام کیا اور وہان ہر ایک تنہا کرے جس مین دوسرا شریک ہو فافہم ۱۲ منہ ۵۳ اصل مین تفصیل مذکور ہی مگر مترجم نے بیان کو فقط کر دیا بسبب احتیاج مثال و فہم عوام کے ۱۲ منہ

اونٹ والے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر دوسرے نے اجارہ دہندہ کی لادنے اور منتقل کرنے مین مدد کی تو جسنے مدد کی ہی اسکو اُسکا اجر المثل ملیگا مگر نصف مقدار اجرت سے جو قرار پائی ہی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زیادہ نہ دیا جائیگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اجر المثل چاہے جس مقدار تک پہونچے دیا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر دونون نے جانور کے ساتھ اپنا کام کرنا مثل اسکو ہانکنے و لادنے وغیرہ کے شرط کیا تو تمام اُجرت مذکورہ دونون کے جانورون کے اجر المثل اور خود دونون کے اجر المثل پر تقسیم کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ قال المترجم مین ایک مثال ذکر کرتا ہون اس جنس کے مسائل کی تقسیم قیاس کرلی جاوے زید کا خچر بکر کا اونٹ دونون نے شرکت فاسدہ بشرائط مذکورہ بالا کے (۱۰۳) روپیہ کو اجارہ پر دیا اور کام اپنے اپنے ذمہ شرط کیا پس زید نے لادا بکر نے ہانکا اور کام پورا کیا اور اجرت مذکورہ حاصل کی تو نصفا نصف موافق شرکت کے نہ ہوگی اسواسطے کہ شرکت فاسدہ ہی پس خچر کے اجر المثل و اونٹ کے اجر المثل و زید کے کام کے اجر المثل و بکر کے کام کے اجر المثل پر تقسیم ہوگی پس فرض کرو کہ ایسے خچر کی مزدوری اتنی دور تک دو من بار پہونچانیکی (۸) روپیہ ہی اور اونٹ کی بدین نظر (۱۲) روپیہ ہی اور زید نے جیسا کام کیا ہی اُسکی مزدوری (۶) روپیہ ہوا کرتی ہی اور بکر نے جیسا کام کیا ہی اُسکی مزدوری (۱۰) روپیہ ہوتی ہی پس زید کے جانور کا اور اُسکا اجر المثل ملاکر (۱۴) روپیہ اور بکر کے جانور کے اور اُسکے اجر المثل کا مجموعہ (۲۲) ہوئے کہ تمام مجموعہ (۳۶) ہوا پس اگر اُجرت کل (۳۶) ہوتی تو زید کو (۱۴) اور بکر کو (۲۲) ملتے چونکہ اجرت کل (۱۰۳) روپیہ ہی لہذا زید کے (۴۰) ہوئے اور بکر کے (۶۳) ہوئے فافہم۔ اور اگر دونون نے کچھ بار معلوم کا باجرت معلومہ کسی مقام پر پہونچانا قبول کیا اور خچر و اونٹ کو اجارہ پر نہین دیا پھر دونون نے اُسی خچر و اونٹ پر لادکر پہونچایا جن کی طرف عقد شرکت کو مضاف کیا ہی تو اُجرت دونون مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ وجوب اُجرت کا سبب اس مقام پر بار مذکور پہونچانے کا قبول کرنا ہی اور اس مین دونون برابر ہین چنانچہ اگر بار پہونچانا قبول کرکے اپنی اپنی گردنون پر لادکر پہونچاتے تو اُجرت دونون مین نصفا نصف ہوتی اور مضمون پر بمقدار اجر المثل نہ ہوتی پس ایسا ہی اس مقام پر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون مین سے ایک کے پاس جانور بار برداری اور دوسرے کے پاس اُسکا پالان اور گون ہی اور دونون نے اس شرط سے شرکت قرار دی کہ دونون اس جانور کو اجارہ پر دین بدین شرط کہ مزدوری دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہی یہ مبسوط مین ہی پھر اگر جانور مذکور کو کسی مقام تک اناج پہونچانے کے واسطے اجارہ دیا پھر انھین ادوات کے ذریعہ دونون نے اناج مذکور وہان پہونچایا تو پوری اُجرت مالک جانور کی ہوگی اور جانور کے اجر المثل و پالان و گون کے اجر المثل پر تقسیم نہ ہوگی۔ اور اگر دونون نے اس شرط سے شرکت کی کہ دونون اناج پہونچانیکی مزدوری قبول کرین بدین شرط کہ یہ اپنے ادوات سے کام کرے اور وہ اپنے ادوات سے کام کرے تو اس مین جو اُجرت دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اُسکے جانور اور دوسرے کی اکاف و گون کے واسطے کچھ اجرت نہ ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنا جانور ایک شخص کو دیا تاکہ وہ اجارہ پر دیا کرے بدین شرط کہ اُجرت دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہی پس اگر اس شرکت پر اُسنے جانور کو کرایہ پر دیا تو پوری اُجرت مالک جانور کی ہوگی اور دوسرے کے واسطے اُسکا اجر المثل ہوگا۔ اور اگر کسی کو اپنا جانور دیا کہ اسپر کپڑا یا اناج لادکر فروخت کیا کرے بدین شرط کہ منافع دونون مین

نصفا نصف ہوگا تو شرکت فاسد ہوگی بمنزلہ شرکت عروض[1] کے اور جب شرکت فاسد ہوئی تو نفع تمام اُسی کا ہوگا جسکا اناج وکپڑا ہی اور جانور والے کو اُسکا اجر المثل ملیگا اور مکان وکشتی اس معاملہ شرکت میں مثل جانور کے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اسی طرح اگر دوسرے کو جال دیا کہ اُس سے مچھلیان شکار کرے بدین شرط کہ مچھلیان دونون مین نصفا نصف ہونگی تو تمام مچھلیان شکار کرنے والے کی ہونگی اور جال والے کو اُسکا اجر المثل ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دو کندی کرنے والون مین سے ایک کے پاس ادوات کندی گری ہون اور دوسرے کے پاس مکان ہی پس دونون نے شرکت کی کہ دونون اس ایک کے ادوات سے دوسرے کے مکان مین کار کندی گری انجام دین بدین شرط کہ کمائی دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اسی طرح ہر حرفہ مین یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک کی طرف سے کام اور دوسرے کی طرف سے کندی گری کے ادوات ہونے پر شرکت کی تو شرکت فاسد ہی اور جو کمایا ہی وہ کام کرنے والے کا ہوگا اور اُسپر ان ادوات کا اجر المثل واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور یتیمہ مین مذکور ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ تین یا پانچ حمال[2] ہین اُنھون نے شرکت کی بدین شرط کہ بعض ان مین سے گون بھرین اور بعضے گیہون اُسکے مالک کے گھر پہونچا دین اور بعضے گون کا منھ پکڑ کر بیٹھ پر لادین اس شرط سے کہ جو کچھ اُس سے حاصل ہو وہ ان سب کے درمیان مساوی مشترک ہو تو فرمایا کہ یہ شرکت نہین صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ امام محمد بن الحسن ؒ نے فرمایا کہ اگر کرم پیلہ کے انڈے اور شہتوت کے پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو بدین شرط کہ بچے دونون کے درمیان نصفا نصف ہون یا کمی بیشی کے ساتھ ہون تو یہ نہین جائز ہی اور نیز اگر کام بھی دونون کے ذمہ شرط ہو تو بھی نہین جائز ہی۔ اور جب جائز ہی کہ انڈے دونون کی طرف سے ہون اور کام اور پرداخت بھی دونون کے ذمہ ہو پھر اگر اس شخص نے جس نے پتے دیے ہین کام نہ کیا تو کچھ مضر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوے مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کرم پیلہ کے انڈے دوسرے کو دیے کہ وہ انکی پرداخت کرتا رہے اور شہتوت کے پتے کھلاتا رہے بدین شرط کہ جو حاصل ہو وہ دونون مین مشترک ہوگا پس اس شخص نے برابر پرداخت کی یہان تک کہ انڈے پک کر بچے نکلے تو سب کرم پیلہ اُسی کے ہونگے جسکے انڈے ہین اور جسنے پرداخت کی ہی اُسکے واسطے دوسرے پر کام کا اجر المثل اور شہتوت کے پتون کی قیمت جو اُسنے کھلائے ہین واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر انڈے اور پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو تو کرم پیلہ اُسی کے ہونگے جسکے انڈے تھے اور دوسرے کو اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا یہ سراجیہ مین ہی اور اسی طرح اگر کام دونون کی طرف سے ہو تب بھی شرکت روا نہ ہوگی اور یہ تب ہی جائز ہی کہ جب انڈے دونون کے اور کام دونون پر ہووے پھر اگر پتے دینے والے نے کام نہ کیا تو کچھ مضر نہین ہی چنانچہ شیخ خجندی نے صریح بیان کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور علی ہذا اگر اپنی گائے کسی آدمی کو دی کہ اُسکو اپنے پاس سے چارہ دیا کرے بدین شرط کہ جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا تو شرکت روا نہین ہی اور جو کچھ پیدا ہوا وہ گائے کے مالک کا ہوگا اور اس شخص کو اسکے چارہ کا مثل اور اُسکی پرداخت کا اجر المثل ملیگا اور علی ہذا اگر مرغی یعنی ماکیان کسی شخص کو دی کہ دانہ دیا کرے

[1] عروض اسباب و سامان ۱۲ منہ
[2] حمال اٹھانا حمال اٹھانے والا جس کو بوجھ ڈھونے کے لیے مزدوری پر لیا جاوے ۱۲

اور شرط کرلی کہ انڈے دونوں میں نصفا نصف ہونگے یعنی کہا کہ تو یہ مرغی لیجا اور اسکو اپنے پاس سے دانہ دیا کر بدین شرط کہ اُسکے انڈے دونوں کے درمیان نصفا نصف ہونگے تو بھی یہی حکم ہے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ نصف گائے یا نصف مرغی یا نصف کرم پیلہ کے انڈے اس شخص کے ہاتھ بعوض ثمن معلوم کے فروخت کرے حتی کہ گائے یا مرغی یا پیلہ کے انڈے دونوں میں مشترک ہوجاویں پھر جو کچھ حاصل ہوگا وہ دونوں میں شرکت پر ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور ہر شرکت جو فاسد ہو تو اس میں نفع بحساب مقدار راس المال کے ہوگا چنانچہ اگر ہزار ایک کے اور دو ہزار دوسرے کے ہوں تو نفع دونوں کے درمیان تین تہائی ہوگا اور اگر دونوں نے باہم نصفا نصف منافع شرط کیا ہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے مثل اسکے ہو جو دوسرے کے واسطے ہے پھر باہم تین تہائی نفع شرط کیا تو نفع کی کمی بیشی کی شرط باطل ہوگی بلکہ نفع دونوں کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اسواسطے کہ نفع کا وجود تابع مال کے ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور واضح ہو کہ بعضی فاسد شرطوں سے شرکت باطل ہوجاتی ہے اور بعض سے نہیں باطل ہوتی ہے چنانچہ اگر کمی بیشی تاوان کی باہم شرط کی تو شرکت باطل نہوگی اور اگر ایک کے واسطے دس درم نفع زائد شرط کیا تو شرکت باطل ہوگی اگرچہ درواقع یہ دونوں شرطیں فاسد ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور ہر دو شریک میں سے ایک کے مرنے سے شرکت باطل ہوجاتی ہے خواہ دوسرے شریک کو اسکا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اور موت کا لفظ یہاں اس موت کو بھی شامل ہے جو حکم میں مثل موت کے ہے جیسے مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا اور اُسکے چلے جانے کا حکم دیدیا گیا تو یہ حکم موت میں ہے اور اگر اُسکے چلے جانے کا ہنوز حکم نہیں دیا گیا ہے تو بالاجماع ابھی شرکت منقطع ہوجانے میں توقف ہوگا چنانچہ اگر قبل حکم ہونے کے ہی وہ واپس آیا تو شرکت باقی رہیگی اور اگر مرگیا یا قتل کیا گیا تو منقطع ہوجائیگی یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر وہ دارالحرب میں نہیں گیا تو شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوگی چنانچہ اگر قاضی نے باطل ہوجانیکا حکم نہ دیا یہانتک کہ وہ دوبارہ مسلمان ہوگیا تو شرکت مفاوضہ عود کریگی اور اگر وہ مرگیا تو شرکت مفاوضہ اسکے مرتد ہونیکے وقت سے باطل قرار دیجائیگی پھر جب شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوئی تو پھر آیا عنان ہو کر باقی رہیگی یا نہیں سو اس میں اختلاف ہے امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہیں اور صاحبین رح کے نزدیک عنان ہو کر باقی رہیگی چنانچہ اُسکو ولوالجی نے ذکر فرمایا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی مرا نہیں بلکہ دونوں میں سے ایک نے شرکت کو فسخ کردیا مگر دوسرے شریک کو اسکے فسخ کا علم نہوا تو شرکت فسخ نہوجائیگی اور اگر اسکو علم ہوگیا تو دو صورتیں ہیں کہ اگر شرکت کا راس المال نقد درم و دینار ہوں تو شرکت فسخ ہوجائیگی اور اگر اسباب عروض ہو تو طحاوی نے ذکر کیا کہ وقت فسخ سے فسخ نہوگی کذا فی الخلاصہ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فسخ ہوجائیگی اگرچہ راس المال اسباب عروض ہو اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک شریک نے شرکت ہونے سے انکار کیا حالانکہ مال شرکت اسباب عروض ہے تو یہ انکار شرکت کا فسخ ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر شریک تین شخص ہوں جن میں سے ایک مرگیا حتی کہ اُسکے حق میں شرکت فسخ ہوگئی تو باقیوں کے حق میں فسخ نہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ میں تیرے ساتھ شرکت پر کام نہ کرونگا تو یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ کہا کہ میں نے تجھ سے شرکت فسخ کردی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر تین شخص باہم شریک متفاوض ہوں جن میں سے ایک غائب ہوگیا اور باقی دوسروں نے یہ چاہا کہ باہم شرکت کو توڑ دیں تو بدون موجودگی غائب مذکور کے انکو ایسا اختیار نہیں ہے اور بعض بدون بعض کے نہیں توڑ سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے

چھٹا باب متفرقات کے بیان میں ہے- دو شریکوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اُسکی اجازت کے ادا کرے یہ اختیار شرح مختار میں ہے- اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ میری طرف سے زکوٰۃ مال ادا کردے پھر دونوں نے ایک ہی وقت میں اپنی و اپنے شریک کی زکوٰۃ ادا کی تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ اسکو دوسرے کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام اعظم رح کا قول ہے کذا فی الکافی اور اگر دونوں نے آگے پیچھے ادا کی تو پچھلا ادا کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اُسکو اپنے شریک کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام رضی اللہ عنہ کا قول ہے کذا فی النہر الفائق اور اس میں اشارہ ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک اُسکے خلاف ہے اور اسی اختلاف پر وکیل با دائے زکوٰۃ وکفارات کا حکم ہے یعنی کسی کو اپنی زکوٰۃ یا کفارات ادا کرنے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے ساتھ وقت میں یا اس سے پہلے خود ادا کردی پھر وکیل نے ادا کی تو امام اعظم رح کے نزدیک وکیل ضامن ہوگا خواہ جانتا تھا کہ موکل نے ادا کردی ہے یا نجانتا تھا بخلاف قول صاحبین رح کے یہ تبیین میں ہے- مگر جو شخص کہ احصار حج سے قربانی کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا اور اُسنے احصار دور ہو جانے اور موکل کے حج کر لینے کے بعد ذبح کیا تو وکیل مذکور بالاجماع ضامن ہوگا خواہ اُسکو یہ حال معلوم ہو گیا تھا یا نہیں ہوا تھا یہ سراج وہاج میں ہے- اور ہر قرضہ کہ دو شخصوں کا ایک شخص پر حقیقی او حکمی بسبب[له] واحد سے واجب ہو وہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا چنانچہ اگر ایک نے اس میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول شدہ میں اُسکا مشارک ہو جاوے یہ محیط میں ہے- اور جب کوئی قرضہ جو دو شخصوں کا مشترک کسی شخص پر ہے خواہ کسی ایسے غلام کے دام ہیں جو دونوں میں مشترک تھا اور اُسکو دونوں نے فروخت کیا ہو یا دونوں نے اُسکو نقد اپنے مشترک ہزار درم قرض دیے ہیں یا اس شخص نے ان دونوں کا مشترک تھان کپڑے کا تلف کردیا جسکا تاوان واجب ہے یا کسی میت کا قرضہ اس شخص پر تھا جسکو ان دونوں نے میراث پایا ہے پھر ان میں سے ایک نے اس قرضہ سے اپنا حصہ یا تھوڑا قرضہ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اسکے ساتھ وصول شدہ میں شریک ہو کر بعینہٖ وصول کردہ کا اس سے نصف بٹالے خواہ جو وصول کیا ہے یہ مال قرض کے مثل ہو یا اس سے کھرا ہو یا کھوٹا ہو یہ سراج وہاج میں ہے- اور اگر وصول کرنیوالے نے چاہا کہ شریک بجز وصول کردہ کے سوائے دوسرے مال سے دیدے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے الا اُسوقت کہ شریک مذکور دوسرے مال سے لینے پر راضی ہو جاوے- اور اسی طرح اگر شریک مذکور نے چاہا کہ وصول کرنے والے سے اپنا حصہ دوسرے مال سے سوائے مقبوضہ کے لے لوں تو اسکو بھی یہ اختیار نہوگا الا برضامندی وصول کنندہ کذا فی الذخیرہ- و لیکن جسنے وصول نہیں کیا ہے اُسکو یہ اختیار ہے کہ چاہے اسقدر مال کو جسکو وصول کرنیوالے شریک نے وصول کیا ہے اسی کو مسلم کردے اور اپنے حصہ کے واسطے قرضدار کا دامن گیر ہو کر اُس سے وصول کرلے پھر جب اُسنے قرضدار کا دامنگیر ہونا اختیار کیا تو جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اُسکا نصف اُس سے نہیں لے سکتا ہے جبتک کہ قرضدار پر جو باقی ہے وہ باقی ہو کر ڈوب نہ گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قرضدار پر قرضہ ڈوب گیا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اُس سے نصف وصول شدہ لے لے و لیکن یہ اختیار نہوگا کہ جو اُسنے وصول کیا تھا بعینہٖ اُسی کا نصف لے بلکہ وصول کرنیوالے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے بقدر اُسکے حصہ کے اُسکو دوسرے مال سے دے یہ محیط میں ہے اور اگر جو کچھ شریک نے

[له] قوله سبب واحد اصلاح سببیت ضعیف ہو یعنی جدا جدا سبب واحد ہو

وصول کیا ہے وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو اسپر حصہ شریک کی ضمان واجب نہوگی ہاں یہ ہوگا کہ اُسنے اپنا حصہ قرض بھر پایا ہے جو کچھ قرضدار پر رہا ہے وہ اسکے شریک کا حصہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے وصول کیا اور مؤکل کے پاس تلف ہوا تو مؤکل کا حصہ گیا اور اگر وہ قائم رہا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس میں شرکت کرکے اپنا حصہ بٹا لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وصول کرنے والے نے جو کچھ وصول کیا ہے وہ اپنے قبضہ سے بانیطور خارج کیا کہ کسی کو ہبہ کر دیا یا اپنے قرضخواہ کو ادا کرے قرضہ میں دیدیا یا اور کسی وجہ سے اسکو تلف کر دیا تو اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا تھا اُسکے نصف کی اُس سے ضمان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مال اب جسکے پاس بعینہ موجود ہے اُسکے قبضہ سے لے لے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جسقدر ایک شریک نے اپنے شریک وصول کرنیوالے سے وصول کیے ہوئے میں سے لیا اُسی قدر قرضدار پر اس وصول کنندہ کا قرضہ رہیگا اور جو کچھ قرضدار پر باقی ہے وہ دونوں میں اُسی قدر کے حساب سے مشترک ہوگا چنانچہ اگر قرضدار پر دونوں کے ہزار درم مساوی ہوں پس ایک نے پانسو درم اُس سے وصول کیے پھر شریک دیگر نے اس وصول کرنے والے سے اُس میں سے دو سو پچاس درم اسکا نصف لے لیا تو وصول کرنے والے کا قرضدار پر باقی کا نصف ہوگا یعنی دو سو پچاس درم اور باقی قرضہ میں جیسے شرکت پہلے تھی اب بھی باقی رہیگی یہ بدائع میں ہے۔ اور ہر قرضہ کہ دو آدمیوں کے واسطے ایک شخص پر دو سببوں سے جو حقیقۃً و حکماً مختلف ہیں یا حکماً مختلف ہیں حقیقت میں مختلف نہیں ہیں واجب ہوا تو وہ دونوں میں مشترک نہوگا حتی کہ اگر دونوں میں سے ایک نے قرضدار سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں شرکت کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو آدمیوں نے اپنا ایک غلام جو دونوں میں مساوی مشترک ہے بعوض ثمن معلوم کے ایک شخص کے ہاتھ دونوں نے فروخت کیا پھر دونوں میں سے ایک نے مشتری سے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس وصول شدہ میں شرکت سے بٹا لینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے حصہ کا ثمن علیحدہ بیان کیا پھر ایک نے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو ظاہر الروایت کے موافق دوسرے کو اُسمیں بٹا لینے کا اختیار نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید کا غلام اور بکر کی باندی ہو دونوں نے ان دونوں کو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا تو جو کچھ وصول کریں اُس میں دونوں شریک ہونگے کذا فی السراجیہ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مملوک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو پھر ایک نے کچھ وصول کیا تو دوسرا اسمیں مشارک نہیں ہو سکتا ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو حکم کیا کہ دونوں میرے واسطے ایک باندی خریدیں پس دونوں نے اُسکے واسطے باندی خریدی اور اُسکا ثمن ایسے مال سے جو دونوں میں مشترک ہے ادا کیا یا اپنے علیحدہ مال سے ادا کیا تو جو کچھ مؤکل سے وصول کریں اُس میں کوئی دوسرے کا شریک نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید کا بکر پر ہزار درم قرضہ ہے پھر بکر کی طرف سے عمرو و خالد نے کفالت کی اور مال ادا کر دیا پھر ہر دو کفیل میں سے ایک نے بکر سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اسمیں مشارکت کا اختیار ہوگا بشرطیکہ دونوں نے اپنے مال مشترک سے ادا کیا ہو یہ خزانۃ المفتین و ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ہر دو کفیل میں سے ایک نے اپنے حصہ کے عوض مکفول عنہ سے ایک کپڑا خریدا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اس سے کپڑوں کے داموں کا آدھا تاوان لے مگر کپڑے میں شرکت کرنیکی

اسکو کوئی راہ نہین ہے ہان اگر دونون نے باہمی رضامندی سے کپڑے مین شرکت کرنے پر اتفاق کر لیا تو یہ جائز ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر اس نے اپنے حصہ کے عوض کوئی کپڑا نہ خریدا لیکن مکفول عنہ سے اپنے حصہ کے عوض ایک کپڑے پر صلح کر لی اور اُسپر قبضہ کر لیا شریک دیگر نے جو اُسنے وصول کیا ہے اسکا مطالبہ کیا تو وصول کرنے والے کو اختیار ہے چاہے اسکو نصف کپڑا دیدے اور چاہے اسکے نصف حق کے مثل دیدے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ مین جو کچھ قرضدار سے وصول کرون اس مین دوسرے کو شرکت کا اختیار نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ قرضدار اسکو بقدر اُسکے حصہ کے مال ہبہ کر کے دیدے پھر یہ شخص اس قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے پس جو کچھ اُسنے بطریق ہبہ وصول کیا ہے اس مین دوسرے شریک کو مشارکت کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور دوسرا طریق حیلہ کا اس طرح مذکور ہے کہ دو شخصون کا ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہے اور ایک قرض خواہ نے چاہا کہ اپنا حصہ اس طرح وصول کرے کہ اُس مین دوسرے کو شرکت کا اختیار حاصل نہ ہو تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ قرضدار اسکو پانچ سو درم ہبہ کر کے دیدے پھر وہ قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے اور شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ قرضدار کے ہاتھ ایک مٹھی کشمش مثلاً بعوض اسقدر ثمن[2] کے کہ جتنا اُسکا اُسپر قرضہ ہے فروخت کرے اور کشمش اسکے قبضہ مین دیدے پھر جو کچھ اسکا حصہ اُسپر قرضہ ہے اُس سے قرضدار کو بری کر دے پھر قرضدار مذکور سے اس کشمش کے دام کا مطالبہ کرے نہ قرضہ کا کذا فی المحیط قال المترجم حیلہ اوّل اولے واسلم ہے کیونکہ بیع کی صورت مین اگر مشتری کو بائع نے اپنے حصہ قرضہ سے بری نہ کیا تو دونا قرضدار ہو گیا بخلاف ہبہ کے کہ اُس سے رجوع کر سکتا ہے ولیکن اگر بیع بشرط الخیار للمشتری ہو تو نظر بحق قرضخواہ تامل ہے ولیکن نظر بمدین ہر دو یکسان ہین فافہم۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دیا یا اپنا حصہ اسکو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور اپنے شریک کیواسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونون مین سے ایک نے قرضدار کو سو درم ہبہ کر دیے حالانکہ اُسپر دونون کا مساوی مشترک قرضہ ہزار درم ہے پھر قرضہ مین سے کچھ وصول ہوا تو اُس مین سے دونون بقدر اپنے اپنے قرضہ کے بانٹ لینگے یعنی وصول شدہ مقدار کے نو حصہ کر کے چار حصے بری کرنے والے کو اور پانچ حصے دوسرے کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اسی طرح اگر کچھ قرضہ وصول کر لینے کے بعد اور آپس مین تقسیم کر لینے کے قبل ایک نے اسطرح یعنی سو درم سے مثلاً اسکو بری کر دیا تو بھی وصول شدہ کو بطور مذکورہ بالا تقسیم کرینگے اور اگر تقسیم کر لینے کے بعد دونون مین سے ایک نے قرضدار کو بری کیا ہو تو تقسیم مذکور پوری ہو گئی ہے وہ باقی رہیگی نہین ٹوٹے گی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنے حصہ کے بابت قرضدار کو تاخیر دیدی تو اس مین اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک اسکا تاخیر دینا نہین روا ہے اور اس مین اختلاف نہین ہے کہ اسکا تاخیر دینا اُسکے شریک کے حصہ مین روا نہین ہے یہ بدائع مین ہے قال المترجم پس صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسنے اپنے حصہ مین تاخیر دی تو روا ہے اور اسی پر متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس شریک نے جس نے نہین تاخیر دی ہے کچھ وصول کیا تو تاخیر دینے والے کو اُس مین

[1] قال المترجم ولیکن دوسرے کا شریک کرنا ایسا ہے گویا کہ اوّل مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُس مین سے نصف فروخت کیا پس احکام مذکورۂ ابواب سابق اس مین جاری ہونگے فافہم ۱۲ منہ [2] وہ دام جو بعوض کسی شے مبیعہ کے ہو ۱۲ منہ

شرکت وبٹائی کرے گا اسوقت تک اختیار ہوگا کہ جبتک اسکی میعاد آوے پھر جب اسکے قرضہ کی بھی میعاد آئی تو شریک مذکور سے بٹائی کرے گا اگر وصول شدہ اسکے پاس بعینہٖ قائم ہو اور اگر اس نے تلف کر دیا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے اس سے تاوان لے لیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر دوسرے نے کچھ وصول نہ کیا یہان تک کہ تاخیر دینے والے کی مہلت بھی گذر گئی اور میعاد آگئی تو جو حال قبل مہلت دینے کے تھا وہی اب پھر ہو جائیگا چنانچہ اگر دونون مین سے کسی نے کچھ اُس سے وصول کیا تو دوسرا اسمین شرکت کر لیگا یہ بدائع مین ہے۔ اگر قرضدار نے اس شریک کو جسنے اپنے حصہ مین تاخیر دیدی ہے سو درم بطور تعجیل وپیشگی کر دیے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس مین سے نصف اُس سے لے لے یعنی پچاس درم پھر جب دوسرے شریک نے پچاس درم لے لیے تو اسکو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُس سے لے لیا گیا ہے اُسکا مثل قرضدار سے بوجہ قرارداد تعجیل سو درم کے پھر لے لے یعنی پچاس درم اُسکے حصہ سے جسنے تاخیر نہین دی ہے لے تاکہ سو درم پیشگی ہو جاوین اس جہت سے کہ جس نے تاخیر نہین دی ہے جب اُسنے تاخیر دینے والے سے لیا تو اسکے حصہ مین سے اسکے مثل تاخیر دینے والے کے واسطے ہو گیا کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر قرضدار نے تاخیر دینے والے واسطے اُسکے پورے حق کی تعجیل کر دی پھر جسنے تاخیر نہین دی اُسنے اُس مین سے نصف لے لیا تو تاخیر دینے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ جس قدر اس سے لیا گیا ہے اسقدر اپنے شریک کے حصہ سے قرضدار سے لے لے پس ایسا ہی یہان بھی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر جب اُسکو وصول کیا تو وہ اور اُس کا شریک دونون اُسکو دس حصہ کر کے اسطرح تقسیم کرینگے کہ نو حصے اُسکا شریک لیگا اور ایک حصہ یہ لیگا یہ ظہیریہ مین ہے دو شخصون کا ایک شخص پر میعادی قرضہ ہے پھر قرضدار نے دونون مین سے ایک کا حصہ قبل میعاد آنے کے ادا کر دیا پس دونون شریکون نے اسکو بانٹ لیا تو جو باقی رہا وہ دونون کے واسطے میعاد پر ملیگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر دو مردون کا قرضہ ایک عورت پر ہے پھر دونون مین سے ایک نے اپنے حصہ کو مہر قرار دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اُسکا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر شریک مذکور نے عورت مذکورہ سے پانچ سو درم پر مطلقاً نکاح کیا یعنی یہ قید نہ لگائی کہ ان پانچ سو درم پر جو میرے حصہ کے تجھ پر قرضہ ہین تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ نکاح کرنے والے سے اُسکا نصف یعنی دو سو پچاس درم لے لے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے اپنے حصہ کے بدلے قرضدار سے کوئی چیز اجارہ پر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور یہ بالاجماع ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک قرضخواہ مین سے ایک پر قرضدار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونون کا اُسپر قرضہ واجب ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے اور اُس شریک کا قرضہ اُس قرضہ سے جو قرضدار کا اس شریک پر پہلا واجب ہے قصاص[له] ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار نہوگا کہ جس شریک کا حصہ قصاص ہو گیا ہے اُس سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور اگر شریک پر قرضدار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونون کا اُسپر قرضہ واجب ہونے کے بعد واقع ہوا ہے اور پھر بطور مذکور قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اپنے شریک مذکور سے رجوع کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے اقرار کیا کہ اس قرضدار کا مجھ پر میرے حصہ قرضہ کے برابر قرضہ اسوقت کا ہے کہ جب ہم دونون کا قرضہ اسپر واجب نہوا تھا تو قرضدار مذکور

[له] عوض معاوض جسکو ہمارے عرف مین ادلا بدلا بولتے ہین ۱۲

اُسکے حصہ سے بری ہو جائیگا اور اسکا شریک بھی اسکی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک شریک نے قرضدار پر ایسی کوئی جنایت کی جسکا ارش یعنی جرمانہ یا نجسو درم ہے اور شریک کا حصہ قرضہ بھی پانچسو درم ہے پس قصاص میں ساقط ہوا تو بھی اُسکے شریک کو اُس سے کچھ رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے بشر نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر ہر دو شریک قرضخواہ میں سے ایک نے قرضدار کو عمداً موضحہ زخم پہونچایا پھر اس سے اپنے حصہ قرضہ پر صلح کر لی تو اُسپر اپنے شریک کے واسطے کچھ نہیں لازم ہوگا اسواسطے کہ شریک مذکور کو کوئی ایسی چیز وصول نہیں ہوئی جس میں مشارکت ممکن ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور قدوری میں مذکور ہے کہ اگر ایک شریک نے قرضدار کا ایسا مال تلف کیا جسکی قیمت اسکے حصہ قرضہ کے مثل تھی پس باہم قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ رسدی کے لے اور منتقی میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر ایک شریک قرضخواہ نے قرضدار کی کوئی متاع تلف کر دی یا اسکے غلام کو قتل کیا یا اسکے جانور کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر جو کچھ اسپر تاوان واجب ہوا وہ اُسکے حصہ قرضہ میں قصاص ہو گیا تو اسکے شریک کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس شریک سے اپنے حصہ رسدی کو لے کذا فی المحیط و قال المترجم وہذا ہو الاظہر واللہ اعلم اور اگر شریک مذکور نے لیکر پھر جلا دی یا اُس سے غصب کر لی تو ایسی صورت میں بالاجماع دوسرے شریک کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح اگر بطریق خرید فاسد کے اس سے خرید کر قبضہ کے بعد اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا یا اُسکے پاس مر گیا یا دونوں میں سے ایک نے قرضدار سے اپنے حصہ کے عوض کچھ رہن لیا جو اُسکے پاس تلف ہو گیا تو ایسی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس شریک کو وصول ہوا ہے اُسمیں سے اپنے حصۂ رسدی کی اس سے ضمان لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ضمان غصب میں غاصب کے پاس یا خرید فاسد میں مشتری کے پاس یا رہن کی صورت میں مرتہن کے پاس یعنی شریک قرضخواہ کے پاس غلام کی ایک آنکھ کسی آسمانی آفت سے جاتی رہی تو وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے مذکور ہے کہ اگر دونوں قرضخواہ شریکوں میں سے ایک نے قرضدار کا غلام عمداً قتل کیا اور اُسپر قصاص واجب ہوا پس قرضدار نے اس قاتل سے پانچسو درم یعنے اتنی مقدار پر جس قدر اسکا حصہ قرضہ ہے صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور قرضدار مذکور اس قاتل کے حصۂ قرضہ سے بری ہو جائیگا پس شریک دیگر کو جو قاتل نہیں ہے اختیار ہوگا کہ قاتل سے شرکت کر کے اُس سے اس مدار کا نصف یعنے دو سو پچاس درم لے لے یہ بدائع میں ہے۔ منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے قرضدار کے لیے اُسکے قرضدار کی طرف سے کفالت کر لی تو اُس کا حصۂ قرضہ اس کفالت میں قصاص ہو جائیگا اور اُسکے شریک دیگر کو بھی اُس سے شرکت کرنے کا اور ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا پھر اگر اس کفیل نے اپنے مکفول عنہ سے مال کفالت جو اسکی طرف سے اسکے حکم سے ادا کیا ہے وصول پایا تو بھی

سلہ اپنے حصہ کے رسدی بدا لیں ۱۲ سلہ سر پر ایسا زخم جس سے ہڈی کھل جاوے سو موضحہ ہے اور بعض نے کہا کہ چہرہ و سر دونوں کو شامل ہے ۱۲ واللہ اعلم ۱۲ منہ سلہ یعنی متاع لیکر یا غلام غصب کر لیا یا جانور علیٰ ہذا ۱۲ منہ سلہ آسمانی آفت یعنی جس میں اسکا یا اس چیز کا کچھ دخل نہیں ہے مثلاً آسمان سے اولا گرا اور آنکھ پھوٹ گئی یا بیمار ہوا اور آنکھ جاتی رہی ۱۲ منہ

اُسکے شریک کو اُسکی طرف رجوع کرکے اس مین مشارکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قرضدار نے
ایک شریک کو اُسکے حصہ کے عوض کوئی کفیل دیدیا یا کسی پر اُترائی کرادی تو جو کچھ اس شریک کو کفیل سے یا اُترائی
قبول کرنے والے سے وصول ہوگا اُس مین دوسرے شریک کو اُسکے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی
دو شخصون کے ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہین پھر دونون مین سے ایک نے قرضدار سے ان پورے ہزار درمون سے
سو درم پر صلح کرلی اور اُنکو وصول کرکے قبضہ کرلیا پھر شریک دیگر نے جو کچھ اُسنے کیا ہی سب کی اجازت دیدی تو یہ جائز ہی اور
اسکو سو درم کا نصف ملیگا اور اگر وصول کنندہ نے کہا کہ یہ درم تلف ہوگئے تو وہ امانت دار تھا کہ اسپر ضمان واجب نہوگی
اور قرضدار بھی بری ہوگیا اور اگر شریک دیگر نے فقط صلح کی اجازت دیدی اور یہ نہ کہا کہ جو کچھ اُسنے کیا سب کی مین نے
اجازت دیدی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قرضدار سے پچاس درم وصول کرے پھر قرضدار مذکور اس وصول کرنیوالے
سے پچاس درم واپس لیگا اور یہ اسوجہ سے ہی کہ صلح کی اجازت دینا قبضہ کرنے کی اجازت نہین ہی۔ اور اگر دو شخصون کا
تیسرے شخص کے قبضہ مین غلام یا مکان ہی پس دونون مین سے ایک نے اُس سے اس مال سے سو درم پر صلح کرلی تو
امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر تیسرا شخص جسکے قبضہ مین غلام ہی وہ اقرار کرتا ہو کہ غلام ان دونون کی ملک ہی تو دوسرا
شریک اس صلح کرنیوالے کے ساتھ سو درم مین شرکت نہ کریگا اور اگر وہ اس سے منکر ہو تو شرکت کرسکتا ہی اور امام محمد رح نے
فرمایا کہ دونون صورتین یکسان ہین کہ دونون صورتون مین صلح کرنے والے کے ساتھ اس بدل صلح مین مشارکت نہین کرسکتا
ہی الا اس صورت مین کہ غلام مذکور تلف ہوگیا ہو یہ ظہیریہ مین ہی منتقے مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ دو شخصون نے
ایک شخص سے ایک باندی خریدی اسطرح کہ ایک نے نصف باندی ہزار درم کو اور دوسرے نے نصف باقی باندی ہزار
درم کو خریدی پھر دونون نے اُس مین عیب پاکر دونون نے اسکو واپس کیا پھر ایک نے اپنا ثمن جو اپنے حصہ کی بابت دیا تھا
وصول کرلیا تو اس مین اسکا دوسرا ساتھی حصہ بٹائی نہین کرسکتا ہی خواہ ابتدا مین دونون نے ثمن کو ملا کر دیا ہو یا
علیحدہ علیحدہ ہر ایک نے دیا ہو اور اسی طرح اگر باندی مذکورہ کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لی تو بھی
اس صورت مین یہی حکم ہی کہ ایک نے جو اپنا حصہ وصول کیا ہی اُس مین دوسرا شرکت نہین کرسکتا ہی اور اگر وہ باندی آزاد
نکلی اور حال یہ ہی کہ ابتدا مین دونون نے ثمن ملا کر دیدیا تھا تو اس صورت مین جو کچھ وصول کرنے والے نے وصول کیا ہی اُس
مین دوسرا شریک شرکت کرسکتا ہی اور نیز منتقے مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو و بکر ان دونون کا
مجھ پر قرضہ ہزار درم ایک باندی کا ثمن ہی جو مین نے ان دونون سے خریدی تھی پس ان مین سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور
دوسرے نے کہا کہ تو نے یہ جھوٹ کہا بلکہ تو نے جن پانچسو درم کا اقرار کیا ہی یہ پانچسو درم میرے تجھ پر گیہون کے دام مین جو تو نے
مجھ سے خریدے تھے پھر قرضدار نے اسکو پانچ سو درم ادا کیے تو دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ جو اُس نے وصول کیا ہی اُس مین
شرکت کرے اور قرضدار کا یہ قول کہ یہ مال دونون مین مشترک ہی تصدیق نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ دو شریکون کا تیسرے

؎۱ اصل مین ثمن البر ہی پس شاید بر بمعنے گندم ہو جیسا کہ ترجمہ کیا گیا یا بزار معجمہ ہو تو بز ہوگا جو بمعنے ثوب ہے ثمن البز بمعنے
قیمت ثوب ہوگا ۱۲ منہ ؎۲ کہ اس مین وصول پانے والے کا ضرر ہے ۱۲

ہزار درم قرضہ ہی ان دونون مین سے ایک نے دوسرے شریک کے واسطے قرضدار کی طرف سے ضمانت کرلی تو ضمانت باطل ہی اور اگر اُسنے اسی ضمانت پر دوسرے شریک کو ادا کردیا تو اُسکو رجوع کرکے واپس لے لیگا اور اگر اُسنے اپنے شریک کے واسطے کچھ ضمانت نہ کی ولیکن بغیر کفالت کے شریک کا حصہ شریک کو ادا کردیا تو ادائی صحیح ہی اور جب ہر ایک شریک سے دوسرے کو ادا کرنا صحیح ہوا تو جو کچھ شریک دیگر نے ادا کرنے والے سے وصول پایا ہی اس مین ادا کرنیوالا شرکت نہین کرسکتا ہی پھر اگر وہ قرضہ جو قرضدار پر تھا ڈوب گیا تو جو کچھ شریک نے اپنے شریک کی ادائی سے وصول کیا ہی اُسکی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر قرضدار یا اجنبی نے ایک شریک کا حصہ اسکو ادا کیا اور دوسرے شریک نے اسمین بٹائی نہ کی بلکہ اسی کے پاس مسلم رکھا پھر جو کچھ قرضدار پر رہا تھا وہ ڈوب گیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ دوسرے نے جو وصول پایا ہی اُسکی طرف رجوع کرکے اسکے وصول کردہ مین سے حصہ بٹالے یہ ذخیرہ مین ہی علی بن الجعد نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہی کہ اگر قرضدار مر گیا اور دونون قرضخواہ دونون شریکون مین سے ایک اسکا وارث ہی اور میت مذکور نے اسقدر مال نہین چھوڑا جس سے ادائے قرضہ کامل ہوسکے تو دونون اس مقدار متروکہ مین حصہ رسد شریک ہوجاوینگے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر تین شخصون کا مشترک قرضہ ایک شخص پر ہو پھر انمین سے دو قرضخواہ غائب ہوگئے اور تیسرا قرضخواہ حاضر آیا اور اُسنے قرضدار سے اپنا حصہ طلب کیا تو قرضدار اسکو دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ صغری مین ہی اگر دو آدمیون مین ایک اونٹ مشترک تھا جسپر انمین سے ایک شریک دیہات سے کوئی چیز باجازت اپنے شریک کے لاد کر شہر کو چلا اور راہ مین یہ اونٹ گر پڑا پس شریک نے اسکو ذبح کرڈالا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس اونٹ کی زندگی کی اُمید تھی تو ضامن ہوگا اور اگر اُمید زندگی نہ تھی تو ضامن نہوگا اور اگر شریک مذکور کے سوائے کسی اور نے ذبح کرڈالا تو بہرحال ضامن ہوگا خواہ اسکی زندگی کی اُمید ہو یا نہو اور یہی اصح ہی کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر گائے یا بکری کے چرواہے نے گائے یا بکری کو ذبح کرڈالا پس اگر اسکی زندگی کی اُمید نہ تھی تو استحسانا ضامن نہ ہوگا اور اگر اُمید زندگی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر سوائے چرواہے کے کسی اجنبی نے ذبح کی تو بہرحال ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک مکان دو شخصون مین مشترک ہی جسمین سے ایک کہین چلا گیا اور غائب ہوگیا تو دوسرے کو روا ہوگا کہ اُسکے حصہ مین بھی سکونت رکھے پس پورے دار مین سکونت رکھ سکتا ہی اور اسی طرح اگر خادم یعنی غلام یا باندی دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک غائب ہوگیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ خادم سے حصہ شریک کی بھی خدمت لے کذا فی خزانۃ المفتین اور اسپر حصہ شریک کی بابت کوئی اُجرت واجب نہوگی اگرچہ [1]مسئلہ مکان مین یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو۔ اور اگر اراضی دونون مین مشترک ہو تو مفتیٰ بہ قول کے موافق اُسکو پوری اراضی مین زراعت کا اختیار ہی بشرطیکہ اس زمین کے حق مین زراعت نافع ہو پھر جب اُسکا شریک آجائیگا تو وہ بھی اتنی مدت تک اُس مین تنہا زراعت کریگا اور اگر زراعت سے اسمین نقصان پہونچتا ہو یا خالی چھوڑ دینا اُسکو نفع دیتا ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ تمام زمین مین (یعنی اگر چاہے) زراعت کرے یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور جانور مشترک کی صورت مین بغیر اجازت شریک کے اسپر سوار نہوگا اسواسطے کہ سواری کا ضرر بسبب اختلاف سوار کے مختلف ہوتا ہی یہان سوائے

[1] قولہ مسئلہ مکان یعنی بجائے غلام کے ایسا مکان ہو جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا تو بھی شریک پر کچھ واجب نہوگا ۱۲ منہ

سواری کے اور کام مثل ہل جوتنے یا پانی دینے وغیرہ کے کام مین بلا اجازت استعمال کرسکتا ہی کیونکہ اسمین[1] تفاوت نہین ہی چنانچہ عقد الفرائد مین مذکور ہی- اور اگر ایک باندی دو شریکون مین مشترک ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایک روز ایک کی خدمت کرے اور دوسرے روز دوسرے کی اور اگر دونون مین سے ایک کو اپنے شریک کی طرف سے یہ خوف ہوا کہ شاید یہ اسکو اپنے تصرف مین لاوے اور اُسنے درخواست کی کہ کسی ثقہ آدمی کے پاس رکھی جاوے تو یہ درخواست قبول نہ کیجائیگی یہ نہر الفائق مین ہی- اور اگر چہار دیواری کے اندر باغ انگور و اراضی دو آدمیون مین مشترک ہو جسمین سے ایک غائب ہی یا اراضی ایک بالغ و طفل یتیم کے درمیان مشترک ہو تو وہ قاضی کے حضور مین مرافعہ کرے- اور اگر حاضر نے قاضی سے مرافعہ نہ کیا اور غائب کے حصۂ زمین مین بھی زراعت کرلی تو پیداوار اُسکے واسطے حلال ہوگی اور رہا باغ انگور پس جو حاضر ہی اسکی پرداخت کرے پھر جب پھل تیار ہون تو اُنکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے اپنا حصہ لے لے اور غائب کا حصہ ثمن رکھ چھوڑے لیکن جب غائب حاضر آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ ثمن لے لے اور چاہے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی فتاوی مین مذکور ہی کہ اناج یا درم دو آدمیون مین مشترک تھے جس مین سے ایک غائب ہوگیا اور جو حاضر ہی اُس کو احتیاج پیش آئی پس اُسنے اسمین سے اپنا حصہ لے لیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہو اور فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی- اور کیلی و وزنی چیزون مین سے شریک کو اختیار ہی کہ دوسرے شریک کی غیبت مین اپنا حصہ اسمین سے نکال لے اور اسپر کچھ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ باقی سالم رہا اور اگر باقی تلف ہوگیا تو اسکی بربادی دونون[2] پر پڑے گی یہ نہر الفائق مین ہی- ایک مکان دو شخصون کے درمیان مقبوض اس طرح ہی کہ ہر ایک کا حصہ جُدا کیا ہوا تقسیم کیا ہوا ہی اور انمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی تو دونون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے شریک کے حصہ مین سکونت رکھے اور نہ اُسکو اجارہ پر بدون حکم قاضی دے سکتا ہی ہان قاضی اگر دیکھے کہ درصورتیکہ اس مین کوئی نہ رہیگا یہ خراب ہوجائیگا تو اُسکو اجارہ پر دیدے اور اسکی اُجرت اسکے مالک غائب کے واسطے رکھ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین مین ہی ایک مکان دو بھائیون اور اُنکی دو بہنون کے درمیان مشترک ہی اور بھائیون کی جورو ہین اور بہنون کے شوہر موجود ہین تو بھائیون کو اختیار ہی کہ اگر بہنون کے شوہر انکی جورون کے ایسے قرابتی رشتہ دار ہون جنکے ساتھ انکی جوروؤن کا نکاح ناجائز ہی تو اُنکو اندر آنے سے منع کرین- اور اگر ایک مکان دو شخصون مین مشترک ہی جسمین وہ دونون رہتے ہین تو دونون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو اُسکی چھت پر چڑھنے سے منع کرے اسواسطے کہ یہ تصرف اُسکا ایسی چیز مین ہی جسمین اُسکا حق ہی یہ قنیہ مین ہی- ایک کوچہ غیر نافذہ دس آدمیون مین مشترک ہی جس مین سے ہر ایک کا اس کوچہ مین مکان ہی مگر اُنمین سے ایک کا مکان دوسرے کوچہ مین ہی جس کا راستہ اس کوچہ مین نہین ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس کوچہ مین اپنے مکان کا دروازہ پھوڑے چنانچہ شیخ ابو القاسم و شیخ ابو جعفر و فقیہ ابو اللیث رح نے اسی پر فتوی دیا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی- ایک طاحونہ[3] دو آدمیون مین مشترک ہی ایک نے اسکی عمارت مین خرچ کیا تو وہ منفعت بطور

---

[1] قال المترجم ہمارے دیار مین ہل چلانے مین بھی تفاوت ہی پس جائز ہونا چاہیئے واللہ اعلم ۱۲ منہ [2] یعنی شریک حاضر بھی اس مین سے نصف کا ضامن ہوگا ۱۲ منہ [3] بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی اور بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی گھر اور یہی اکثر مراد ہی ۱۲ منہ

احسان خرچ کرنے والا نہوگا[1] بخلاف اسکے اگر غلام مشترک کو ایک شریک نے نفقہ دیا یا باغ انگور مشترک کا خراج ایک ہی نے
ادا کیا تو مفت احسان کرنے والا ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک مکان دو شخصون مین مشترک ہے جس مین سے ایک غائب
ہے اور دوسرے نے اسکو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ وصول کیا تو جو غائب ہے وہ حاضر ہوکر مختار ہے کہ اس مین اسکے ساتھ حصہ
بٹائی کرے یہ قنیہ مین ہے۔ شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ ایک زمین چند لوگون کے درمیان مشترک غیر مقسوم ہے پس بعض نے
اس اراضی مین تھوڑی زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کی اور اسکو اپنے پانی سے سینچا جو ان سب مین مشترک ہے
اور چند سال تک بدون اجازت اپنے شریکون کے زمین کا اشتراک کیا تو فرمایا کہ اگر مہایات کے بعد اسکو اپنے
حصہ مین اسی قدر حاصل ہوئی ہے اور قبل اسکے یہ سب شریک باری باری کی مہایات کرتے ہون تو اسپر کچھ ضمان نہوگی اور
مشترک مین اسکے شریکون کو استحقاق شرکت بھی حاصل نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جو راہن پر واجب ہوا اگر اسکو مرتہن
نے بدون اجازت راہن کے ادا کر دیا تو متطوع ہوگا یعنی مفت احسان کرنے والا ہوگا اور اسی طرح جو مرتہن پر
واجب ہوا اگر راہن نے اسکو اسطرح ادا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون مین سے کسی نے جو دوسرے پر واجب ہوا
ہے دوسرے کی اجازت سے یا قاضی کے حکم سے ادا کیا تو اس سے واپس لے سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام اعظمؒ
سے روایت ہے کہ اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تو راہن سے یہ خرچہ واپس لیگا اور اگر راہن
حاضر ہوا تو واپس نہین لے سکتا ہے مگر فتوی اسپر ہے کہ اگر راہن حاضر ہوا اور اسنے خرچ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے
مرتہن کو خرچ کرنے کا حکم دیا پس اسنے خرچ کیا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے اور شرکت کے مسائل اسی قیاس پر
ہونے چاہیئے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام محمدؒ نے جامع مین بیان فرمایا کہ ایک شخص پر دوسرے کے
ہزار درم ہین اسنے تیسرے و چوتھے دو شخصون کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرضخواہ کو ہزار درم اسکا قرضہ جو مجھپر ہے ادا
کر دو پس دونون نے ادا کیے پھر انمین سے ایک نے حکم دہندہ سے پانچسو درم وصول کیے پس اگر دونون نے اسکو اپنے
مشترک مال سے ادا کیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول کرنے والے سے شرکت کرکے حصہ بانٹ لے اور اگر دونون
نے مشترک مال سے ادا نہ کیا ہو باین طور کہ ہر ایک نے جو کچھ دیا ہے وہ حقیقت مین الگ اپنا ذاتی مال لایا تھا مگر ادا
اسطور سے کیا کہ دونون نے ساتھ ہی ادا کر دیا تو ایسی صورت مین جو ایک نے وصول پایا ہے اسمین دوسرا شرکت نہین کر سکتا ہے
کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر دونون نے ایک ہی صفقہ مین ایک نے اپنا غلام دوسرے نے اپنی باندی کسی کے ہاتھ
فروخت کیے یا دونون نے اجارہ پر دیے تو بھی جو کچھ وصول ایک کریگا اسمین دوسرا شرکت کر سکتا ہے یہ کافی مین ہے اور نیز
جامع مین مذکور ہے کہ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام بعوض دو ہزار درم کے مکاتب کیا ہے کہ
ایک سال مین یہ مال کتابت ادا کرے اور غلام کی قیمت ہزار درم ہے پھر دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع
کیا تو مولی کو اختیار ہے چاہے ہر دو گواہ سے غلام کی قیمت ہزار درم فی الحال لے لے اور چاہے مکاتب سے بدل کتابت
لینا اختیار کرے کہ وہ ایک سال کی مدت پر دو ہزار درم اس سے لیگا پھر اگر اسنے گواہون سے ہزار درم فی الحال
لے لیے تو ہر دو گواہ مذکور بجائے مولی کے بدل کتابت کی مالک مین قائم ہونگے یعنی دو ہزار درم بدل کتابت دونون

[1] یعنی شریک سے حصہ اسکا واپس لیگا ۱۲ منہ — غلام یا باندی [illegible] ۱۲ منہ

گواہون کی ملک بجاے مولی کے ہوجائینگے پھر دونون نے مکاتب سے دو ہزار درم وصول کیے تو اسمین سے ایک ہزار درم انکو حلال ہین اور باقی ہزار درم صدقہ کردین اور مکاتب آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولا اُسکے مولی کے واسطے ہوگی پھر اگر مکاتب نے ہزار درم ان دونون گواہون مین سے ایک کو ادا کیے تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ اُس نے وصول کیا ہی اسمین دوسرے گواہ کو شرکت کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا خواہ جو مال قیمت گواہون نے مولی کو ادا کیا ہی وہ اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو یا غیر مشترک سے دیا ہو اور یہی حکم بیع کا بھی ہی چنانچہ اگر دو گواہون نے زید پر یہ گواہی دی کہ اُسنے غلام اس بکر کے ہاتھ دو ہزار درم کو بوعدہ ایک سال کے فروخت کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم ہی اور بکر اُسکا مدعی ہی اور زید منکر ہی پس گواہون کی گواہی پر حکم دیدیا گیا پھر دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو مولی یعنے زید کو اختیار ہی چاہے مشتری سے ایک سال کی مدت پر دو ہزار درم اُسکا ثمن لینا اختیار کرے اور چاہے گواہون سے اُسکی قیمت ایک ہزار درم فی الحال لے پس اگر زید نے گواہون سے ضمان لینا اختیار کیا تو دونون گواہ بجاے زید کے ملک ثمن مین نہ ملک غلام مین قائم ہونگے پس ان دو ہزار درم ثمن مین سے انکو ایک ہزار درم حلال ہونگے اور باقی ہزار درم صدقہ کردین پھر اگر انمین سے ایک گواہ نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُسکے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر مکاتب مذکور ادا ے کتابت سے عاجز ہوگیا اور کتابت فسخ ہوگئی یا بیع فسخ ہوگئی تو جو کچھ مولا ے غلام نے گواہون سے بطور ضمان وصول کیا ہی وہ انکو واپس دیگا اور جو کچھ اُنھون نے مکاتب سے وصول کیا ہی اسکو مولی ان سے واپس لیگا یا مشتری اُنسے جو ثمن اُنھون نے وصول کیا ہی واپس لیگا یہ کافی مین ہی۔ دو شخصون مین ایک باندی مشترک تھی جسکو کسی غاصب نے غصب کرکے زید کے ہاتھ فروخت کردیا اور زید نے اسکو ام ولد بنایا یعنی اُس سے بچہ پیدا ہوا پھر نالش ہونے پر قاضی نے دونون مالکون کیواسطے باندی و اُسکے عقر و بچہ کی قیمت کا معًا حکم دیدیا تو دونون مالکون مین سے ایک جو کچھ وصول کریگا اُس مین دوسرے کو شرکت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے الگ الگ حکم حاصل ہوا تو قیمت باندی و عقر مین دونون ایک دوسرے کی شرکت کرسکتے ہین اور بچہ کی قیمت مین نہین کرسکتے ہین چنانچہ اگر دونون مین سے ایک نے بچہ کی قیمت مین سے اپنا حصہ وصول کیا تو دوسرا اسمین شرکت و بٹائی نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان لینی پسند کی تو ایک کے کچھ وصول کیے ہوئے مین دوسرا شرکت نہین کرسکتا ہی اور اگر ایک کے واسطے بچہ کی نصف قیمت کا حکم دیا گیا پھر یہ بچہ مرگیا پھر دوسرا شریک حاضر ہوا تو اسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے پاس باندی مرگئی تو مولی کو اختیار ہی چاہے بائع سے باندی کی قیمت تاوان لے اور چاہے مشتری سے لے اور ہر دو صورت مین اُسکو اختیار ہوگا کہ مشتری سے عقر کی اور بچہ کی قیمت کی ضمان لے۔ اور اسی طرح اگر دونون نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اسمین کچھ عمارت بنائی پھر کسی نے اُس مکان کو اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لیا پھر دونون کے واسطے بائع پر عمارت مذکورہ کی قیمت کا حکم دیا گیا تو جو کچھ ایک وصول کریگا اُس مین دوسرا شرکت کرسکتا ہی اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ حکم دیا گیا تو ایک کے ساتھ دوسرا اسمین شرکت نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور

امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام جسکی قیمت ہزار درم ہی غصب کر لیا پھر اسکی قیمت دو ہزار درم ہو گئی پھر ایک اور شخص نے آکر ان دونون سے یہ غلام غصب کر لیا پھر دوسرے غاصب کے پاس مر گیا پھر اس غلام کا مولی حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے ہر دو غاصب اول سے اُسکی قیمت ایک ہزار درم تاوان لے اور چاہے دوسرے غاصب سے دو ہزار درم تاوان لے پھر اگر اُسنے اولین سے تاوان لینا اختیار کیا تو دونون دوسرے غاصب سے دو ہزار درم لے لینگے مگر اُسمین سے ایک ہزار درم انکو حلال ہین اور باقی ایک ہزار درم صدقہ کر دین اور اگر ان دونون مین سے ایک نے دوسرے[1] غاصب سے ہزار درم وصول کیے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اسمین اُسکے ساتھ شرکت کرے اور نیز جامع مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام غصب کیا پھر اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری کے پاس یہ غلام مر گیا تو موے کو اختیار ہوگا چاہے دونون غاصبون سے اُسکی ضمان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے۔ پھر اگر اُس نے دونون غاصبون سے ضمان لی تو انکی بیع تمام ہو گئی اور جو ثمن مشتری سے ملیگا وہ ان دونون کا ہوگا پھر اگر دونون مین سے ایک نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُسمین مشارکت کا اختیار ہوگا۔ اور اگر موے نے ہر دو غاصب مین سے ایک کو پاکر اُس سے نصف قیمت تاوان لے لی تو اُسکے حصہ کی بیع تمام ہو جائیگی اور اُسکے واسطے نصف ثمن واجب ہوگا پھر اُس غاصب نے جس نے نصف قیمت تاوان ادا کی ہی مشتری سے کچھ ثمن وصول نہ کیا یہانتک کہ مالک نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتی کہ اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو گئی پھر ان دونون غاصبون مین سے ایک نے مشتری سے اپنا حصۂ ثمن وصول کیا تو دوسرے کو اُسمین مشارکت کا اختیار ہوگا۔ اور اگر اُس غاصب نے جس سے مولاے غلام نے پہلے نصف قیمت تاوان لے لی ہی مشتری سے اپنا حصۂ ثمن وصول کیا پھر مالک غلام نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتی کہ اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو گئی پھر دوسرے نے یہ چاہا کہ اول نے جو کچھ وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے تو اسکو یہ اختیار نہوگا پھر جب دوسرے کو اول کے مقبوضہ مین شرکت کا اختیار نہ ہوا تو دوسرے کو یہ اختیار ہوگا کہ مشتری کا دامنگیر ہوکر اپنا حصہ ثمن وصول کرے پھر جب دونون نے بطریق مذکورہ بالا اپنا اپنا حصہ ثمن مشتری سے وصول کیا پھر اول نے جو وصول کیا ہی اسکو رصاص یا ستوق پایا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اپنے حصہ ثمن کے واسطے مشتری کا دامنگیر ہو اور چاہے دوسرے نے جو وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے پھر باقی کے واسطے دونون مشتری مذکور کے دامنگیر ہونگے اور اگر اول نے جو وصول کیا ہی اُسکو نبہرہ یا زیوف پایا اور مشتری کو واپس دیا تو اسکو اختیار نہ ہوگا کہ جو دوسرے نے وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے بلکہ مشتری سے لیگا۔ اور اگر دوسرے نے جو وصول کیا ہی اُسکو رصاص یا ستوقہ یا زیوف پاکر مشتری کو واپس دیا تو اسکو اول کے مقبوضہ مین شرکت کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا[2] سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پس ایک نے اُسکو قاضی کے پاس پیش کیا اور

[1] یعنی دوسری دفعہ غصب کرنیوالے سے ۱۲ منہ [2] قال بناء برانیکہ قتل مکاتب مین جو خطا سے ہوا اُسکی قیمت واجب ہوتی ہی اور اگر نسخہ موجودہ کے موافق ہو تو یہ تقدیر ماننی ہوگی کہ مقتول بھی غلام یا مکاتب تھا اور باوجود اسکے بھی توجیہ ناتمام ہی پس صحیح وہی ہی جو مترجم نے بیان کیا اور نسخہ موجودہ غلط ہی اور اگر قیمت کا لفظ بسا محہ ہی کہ بفرض مملوک تو دیت آزاد ہونی چاہیئے واللہ تعالے اعلم ۱۲

گواہ قائم کیئے اور قاضی نے مکاتب قاتل پر پورے خون کا تاوان یعنی قیمت کا حکم دیدیا کہ اس قاتل کی قیمت اس مقتول کے دونون ولی لے لین تو جو ولی غائب ہی وہ حاضر کے مقبوضہ مین شرکت کریگا اور اگر قاضی نے حاضر کیواسطے نصف قیمت کا حکم دیا اور اُسنے قاتل سے نصف قیمت وصول کرلی تو اسمین دوسرا شریک نہوگا اور اگر مقتول دو ہون تو ہر دو ولی مین سے جو کچھ ایک نے وصول کیا اسمین دوسرا شریک نہوگا خواہ حکم قضا دونون کے واسطے ساتھ ہی واقع ہوا ہو یا جدا جدا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر قتل کرنیوالا مدبر ہو تو دونون ولی اُسکی قیمت مین سے ایک کے وصول کردہ مین شریک ہونگے خواہ حکم قضا دونون کے واسطے معًا واقع ہوا ہو یا آگے پیچھے اور اگر قتل کرنے والا غلام ہو اور مقتول کے دو ولی ہون اور مولاے غلام نے یہ اختیار کیا کہ ایک کو نصف غلام دیدے یا ہر دو ولی مین سے ایک کو اُسکا حصہ قیمت فدیۂ غلام مین دیا تو یہی دوسرے کے حق مین بھی اختیار کرنا ہو جائیگا اور ہر دو اس ایک کے مقبوضہ مین شریک ہونگے اور اگر اُسنے دو آدمیون کو قتل کیا پس مولی نے ایک کے ولی کو نصف غلام دیا یا اُسکے نصف کا فدیہ دیا تو دوسرا اسمین شریک نہ ہوگا۔ اور اگر اُسنے عمداً ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پس ولی نے ان دونون مین سے ایک کے ساتھ ہزار درم پر صلح کرلی تو اسمین دوسرا شریک نہ ہوگا اسواسطے کہ اصل مین دونون کا حق قصاص ہی اور اس قصاص کی تحویل ہزار درم کی طرف بسبب صلح کے ہوگئی اور یہ مختلف ہی حتی کہ اگر دونون کا اتفاق ہو کہ دونون مولاے قاتل سے صلح کرین تو مقبوضہ صلح مین دونون شریک ہو سکتے ہین یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک غلام مشترک دو آدمیون کے درمیان ہو اور اسکو دونون مین سے ایک نے دوسرے سے غصب کرلیا اور کسی مشتری کے ہاتھ اُسکو ہزار درم کو فروخت کردیا تو اُسکے حصہ کی بیع جائز ہوگی اور اگر ہنوز اُسنے ثمن وصول نہ کیا تھا یہان تک کہ دوسرے شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دیدی تو بائع کو روا ہوگا کہ مشتری سے تمام ثمن وصول کرے پھر اگر مشتری سے تھوڑا ثمن وصول کیا تو دونون مین مشترک ہوگا حتے کہ اگر تلف ہوگیا تو دونون کا مال گیا بخلاف اسکے اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے قرضہ مشترک مین سے اپنا حصہ وصول کیا تو اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ کرنا صحیح ہوگا حتی کہ اگر دوسرے کی اُس مین شرکت کرنے سے پہلے وہ قابض کے پاس تلف ہوا تو قابض کا مال گیا یہ محیط مین منتقی سے منقول ہی اور اگر زید و عمرو کے مشترک غلام مین سے دونون مین سے ایک کا مثلاً زید کا حصہ خالد نے غصب کرلیا اور دوسرے شریک کے ساتھ دونون نے اسکو ایک ہی صفقہ مین فروخت کیا پھر زید نے بیع کی اجازت دیدی تو دونون مین سے جو کچھ ایک وصول کرے اسمین دوسرا اُسکے ساتھ شریک ہو سکتا ہی اور اگر عمرو کے اپنا حصہ وصول کرلینے کے بعد زید نے اجازت دی تو عمرو کے مقبوضہ مین شرکت نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین ہی اور اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک غلام کو اس شرط پر فروخت کیا کہ دونون کو تین روز تک اختیار ہی پھر دونون مین سے ایک نے بیع کی اجازت دیدی پھر دوسرے نے اجازت دیدی پھر دونون مین سے ایک نے ثمن مین سے کچھ وصول کیا تو دوسرا اسمین اُسکا شریک ہوگا اور اگر جس نے پہلے اجازت دی ہی اپنا حصہ وصول کرلیا پھر دوسرے نے بیع کی اجازت دی تو اول کے مقبوضہ مین شرکت نہین کرسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ نوازل مین مذکور ہی کہ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا ایک نے دوسرے کو مال دیا کہ اس سے کام کرے بدین شرط کہ نفع دونون کے درمیان مساوی ہوگا اور کہا کہ مین اُسپر راضی نہین ہون کہ تو میرے

سوائے دوسرے کی شرکت مین کام کرے پھر اگر تو نے میرے سوائے دوسرے کی شرکت مین کام کیا تو مین بھی اسمین سے
حصہ چاہتا ہون پس دونون اس امر پر رضامند ہو گئے پھر جسکو مال دیا ہی اُسنے کسی دوسرے کو مضاربت پر دیا اور اس
مضارب نے نفع کمایا تو شیخ نے فرمایا کہ رب المال کو یعنی جسنے اولاً مال دیا ہی اسکو سوائے اپنے مال کے اور مال سے جو دوم نے
اپنے مضارب کو دیا ہو کچھ نفع نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر وارثون مین سے ایک نے ترکہ مشترکہ مین تصرف کیا اور
نفع کمایا تو تمام نفع اسی تصرف کرنیوالیکا ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی اور اگر دو شریک مفاوضت مین سے ایک نے ایک شخص کو
ہزار درم کے عوض ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور اسکو ثمن نہین دیا ہی پھر دونون نے عقد مفاوضت کو توڑ دیا اور
ہر ایک نے انمین سے اور ایک ایک آدمی سے مفاوضت کر لی پھر وکیل مذکور نے ایک غلام خریدا درحالیکہ وکیل مذکور کو
دونونکی مفاوضت کا حال معلوم ہی یا نہین معلوم ہی تو یہ خرید خاصۃً اُسکے موکل کیواسطے ہوگی اور پہلے شریک کیواسطے
اُسمین سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ شریک اول کی توکیل اس وکیل پر بسبب مفاوضت کے ضمناً ثابت ہوئی تھی پس
جب متضمن یعنی مفاوضت باطل ہوئی تو جو اُس سے ضمناً ثابت ہوئی تھی یعنی توکیل وہ بھی بلا شرط آگاہی باطل
ہو گئی اسلیے کہ یہ عزل حکمی ہے اور موکل کا اب جو شریک ہی یعنی مفاوض دوم اُسکے واسطے بھی اسمین سے کچھ نہوگا اسواسطے کہ
موکل مذکور کیواسطے اس خریدی چیز یعنی غلام مین جو ملک ثابت ہوئی ہی وہ مفاوضت سے پہلے ایک سبب یعنی توکیل سے
ثابت ہوئی ہی چنانچہ اگر یہ توکیل نہوتی تو موکل مذکور کی ملک اس غلام مین ثابت نہوتی اور یہ قاعدہ ہی کہ ہر دو شریک
مین سے جب ایک کیواسطے کسی چیز کی ملک ایسے سبب سے ثابت ہو جو شرکت سے پہلے واقع ہوا ہی تو دوسرا شریک اسمین اُسکا
شریک نہوگا جیسے اگر کوئی غلام بائع کیواسطے خیار کی شرط دیکر خریدا پھر مشتری نے کسی سے مفاوضت کر لی پھر بائع نے
اپنا خیار ساقط کر دیا تو شریک کیواسطے اس غلام مین شرکت ثابت نہوگی ولیکن وکیل کو اختیار ہوگا چاہے مال ثمن کیواسطے
اپنے موکل کی طرف رجوع کرے [اور بیع لازم ہو گئی ۱۲] اور چاہے اُسکے شریک سے رجوع کرے پھر شریک اُسکے موکل مذکور سے لے لیگا یہ کافی
مین ہی اور اس مسئلہ مین اگر موکل نے وکیل کو ایک کر گیہون دئے اور کہا کہ اسکے عوض میرے واسطے ایک غلام خریدے اور باقی مسئلہ
موافق مذکورہ بالا ہی پھر وکیل نے اُس کر کے مثل کے عوض خریدا تو قیاساً وکیل مذکور خلاف کرنیوالا ہوا اور استحساناً مخالف
نہوگا پھر اگر وکیل نے دونون کے مفاوضت توڑ لینے سے آگاہ ہو کر خریدا ہی تو یہ اور اول دونون یکسان ہین اور اگر نہ جانتا تھا
تو غلام مذکور اُسکے موکل اور موکل کے شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور نوازل مین ہی کہ شیخ ابو القاسم
سے دریافت کیا گیا کہ دو آدمیون نے باہم شرکت کی پس ایک نے کام کیا اور دوسرا غائب ہو گیا پھر وہ حاضر آیا تو حاضر نے اسکا
حصہ اسکو دیا پھر حاضر غائب ہو گیا اور غائب نے جو حاضر ہی کام کیا اور نفع کمایا اور غائب ہو جانیوالے کو نفع مین سے اسکا
حصہ دینے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دونونکی شرکت بطور صحیح واقع ہوئی اور باہم دونون نے کام کرنیکی شرط کر لی
تھی کہ اکٹھا یا متفرق کام کرین تو جو نفع ان دونونکی تجارت سے حاصل ہو خواہ دونونکے اکٹھا کام کرنیسے یا متفرق کام

سلہ پس اگر اول کا دوم نے دیا ہی تو جملہ مشروط ملیگا اور اگر اپنا ذاتی مال دیا ہی تو اول کو اسکے نفع مین سے کچھ نہ ملیگا
اور جو شرط کی ہے وہ اس شق کے ساتھ لغو ہی ۱۲ منہ سلہ یہ نہ فرمایا کہ وہ نفع اسکو حلال ہی یا نہین اور چاہیے کہ حلال نہو
اسلیے واسطے کہ تصرف ملک غیر بطور غصب ہی اور اصح یہ ہے کہ حلال ہوگا واللہ اعلم ۱۲ منہ

کرنے سے وہ سب دونون مین موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگا اور نیز شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصون نے باہم شرکت کی اس شرط پر کہ دونون خریدین اور دونون فروخت کرین اور نفع دونون مین نصفا نصف ہوگا اور ہر ایک کیواسطے ایسے درم ہین جو اس تجارت سے علاوہ ہین پھر ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ ہم مال تقسیم کرینگے اور شرکت توڑینگے اسواسطے کہ مجھے اسمین کچھ منفعت نہین ہی پھر اُسنے متاع کا بٹوارہ کر لیا پھر دونون مین سے ایک نے اپنا حصہ پورا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور کچھ درم وصول کرکے اور کام شروع کر دیا اور دونون نے باہم یہ نہ کہا کہ ہم دونون الگ ہوگئے تو شیخ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ کہ ہم شرکت کو قطع کرینگے اس تحصیلی بیع کے ساتھ قطع شرکت ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دو شخصون نے کپڑے کے سوت مین اس طرح شرکت کی کہ ایک کا تانا اور دوسرے کا بانا ہو پس دونون نے کپڑا اپنا تو یہ کپڑا دونون مین بحساب قیمت تانے وبانے کے مشترک ہوگا یہ محیط مین ہی اور شیخ خجندی نے فرمایا کہ باپ کو اور وصی کو روا ہی کہ طفل[۱] صغیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شرکت مین لاوین اور اگر صغیر کا راس المال بہ نسبت اسکے راس المال کے زائد ہو اور نفع مین مساوات وغیرہ شرط کی پس اگر گواہ کر لیے تو نفع دونون مین موافق شرط کے ہوگا اور اگر گواہ نہ کر لیے ہون تو نفع مشروط فیما بینہ وبین اللہ تعالی باپ یا وصی کو حلال ہوگا ولیکن قاضی اسکے قول کی تصدیق نہ کریگا بلکہ نفع کو بمقدار راس المال قرار دیگا یہ سراج وہاج مین ہی ملتقی مین امام ابویوسف رح سے روایت ہی کہ اگر متفاوض نے کسی کو ہبہ[۲] کیا تو جائز نہین ہی اور اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے نصف مال ہبہ واپس لے لے پھر جب لے لیا تو یہ دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگا اور جو باقی رہگیا ہے اُس کا ہبہ بھی ٹوٹ جائیگا اور دونو کی طرف نصفا نصف واپس آویگا اور بھی منتقی مین مذکور ہی کہ اگر دو شریک عنان مین سے ایک خرید وفروخت کیا کرتا تھا پس اُسنے کچھ قرضہ کر لیا پھر دوسرے نے شرکت کو توڑکر نصف متاع وصول کر لینی چاہی اور کہا کہ جب تجھسے قرضہ لیا جاوے تب تو مجھسے واپس لینا تو اسکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی ایک نے باغ انگور کے پھل خریدے پھر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اس مین تہائی کا شریک کیا پس اگر پھلون کے اوراک سے پہلے ایسا کیا تو یہ فاسد ہی[۳] یہ قنیہ مین ہی اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو مجھے ہزار درم قرضہ دے کہ مین اُس سے تجارت کرونگا اور نفع میرے تیرے درمیان مشترک ہوگا پس عمرو نے اسکو ہزار درم قرضہ دیے اور زید نے تجارت کرکے نفع کمایا تو تمام نفع زید کا ہوگا اور عمرو کے واسطے اسمین کچھ شرکت نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے سو دینار قرض لیے پھر قبضہ کرکے عمرو کو دیے پھر عمرو نے سو دینار اور نکالے اور دونون مالون کو خلط کر دیا پھر زید سے کہا کہ یہ مال لیجا اور اُس سے شرکت پر تجارت کر پس زید نے ایسا ہی کیا اور نفع اُٹھایا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ محتمل و ناقص ہی شرط زائد ہونا ضرور ہی تا کہ شرکت صحیح ہووے۔ اور نیز شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کے پاس گیہون ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ گیہون تو اپنے گیہون مین ملا دے پھر انکو کھیتے مین بو دے پس عمرو نے ایسا کیا اور دفن کر دیا پھر اُسمین سے دو تہائی چوری گئے پھر زید آیا اور عمرو نے اسکو بقیہ گیہون دیدیے پھر اسکے بعد عمرو نے دعوی کیا کہ اس گیہون مین سے مجھے میرا حصہ دیدے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ دعوی کر سکتا

---

[۱] صورت مسئلہ یہ ہی کہ ایک صغیر کی والدہ نے انتقال کیا مثلاً اور اُسکو ورثہ مین مال ملا اور اسکے باپ کی اور اولاد موجود دوسری جورو سے ہی انکو کوئی اس مال کا سوا اسکے مستحق نہوگا اس باپ کو اختیار ہی کہ اسکا مال اپنے مال سے ملاکر تجارت کرے یا باپ مر گیا اور کوئی وصی مقرر کر گیا اس وصی کو اختیار ہی کہ اسکا مال اپنے مال سے ملاکر تجارت کرے فافہم ۱۲

[۲] قال المترجم یعنے اسقدر مال جو متعارف نہین ہی یا نقد ہبہ کیا فتامل ۱۲ منہ

ہو اسواسطے کہ جب زید کے حکم سے اُسنے خلط کیے پھر وہ چوری گئے تو جسقدر چوری گئے ہین وہ دونون کے حصون سے شرکت پر گئے یہ تاتارخانیہ
مین ہے۔ اگر دو شخصون کے درمیان ایک من گیہون مشترک ہون اور ایک من جو مشترک ہون اور دونون مین سے کسی نے دوسرے کو
اُسکے بیع کی اجازت نہ دی پھر دونون مین سے ایک نے ایک جانور مستعار لیا تاکہ اُسپر گیہون لادلیجاوے پھر بغیر اُسکے حکم کے دوسرے
نے اُسپر جو لادے تو یہ لادنے والا اس جانور کا اور اپنے شریک کے حصہ شعیر کا ضامن ہوگا اور یہ ویسا نہین ہے جیسے شریک عنان
یا شریک مفاوض مین مذکور ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے اور فتاوی مذکور ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ دو شریکون مین سے ایک
مجنون ہوگیا اور دوسرے نے مال سے تجارت کرکے نفع اُٹھایا یا گھٹی پائی تو فرمایا کہ شرکت دونون مین قائم ہے یہانتک کہ جنون کا
مطبق ہونا اُسپر ثابت ہووے پھر جب یہ حکم اُسپر دیا گیا تو دونون مین سے شرکت فسخ ہوجائیگی پھر جب اسکے بعد اُسنے مال سے کام کیا تو پورا نفع
کام کرنیوالے کا اور سب گھٹی اسی پر ہوگی اور یہ مثل مال مجنون کے غصب کرلینے کے ہے پس شریک مذکور کو اپنے حصہ مال کا نفع حلال ہوگا اور
مال مجنون کے حصہ کا نفع اسکو حلال نہوگا پس اُسکو صدقہ کردے یہ محیط مین ہے اور شریک کے قبضہ مین جو اُسکے شریک کا مال ہوا اُسپر اُسکا
قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا پس اگر اُسنے دعوی کیا کہ مین نے شریک کو دیا ہے اور شریک نے انکار کیا تو قسم لیجائیگی اور رب المال و مضارب
دونون کا بھی یہی حال ہے یہ بزازیہ مین ہے۔ اور اگر شریک قابض نے اپنے شریک کی موت کے بعد دعوی کیا کہ مین نے اُسکو دیدیا
تو بحر الرائق مین فرمایا کہ ولوالجیہ کی کتاب الوکالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ دو صورتین واقع ہوئین اوّل یہ کہ
شریک نے دوسرے کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا تھا اگر شریک نے ادھار فروخت کیا تو مین نے اُسکے جواب مین کہا کہ بائع کے حصہ
کی بیع نافذ ہوگی اور حصہ شریک کی بیع متوقف ہے پس اگر اُسنے بھی اجازت دی تو نفع دونون مین تقسیم ہوگا[1]۔ دوم یہ کہ شریک نے دوسرے
شریک کو مال باہر لیجانے سے منع کیا تھا پھر وہ لے گیا اور نفع کمالایا تو مین نے جواب دیا کہ وہ حصہ شریک کا بسبب
باہر نکال لیجانے کے غاصب ہوا پس چاہیئے کہ نفع مذکور دونون مین موافق شرط کے مشترک نہو انتہی اور اسکا مقتضا
فساد شرکت ہے اور اسکو بھی قبضہ شریک کی امانت ہونے پر تفریع کیا ہے یہ فتاوی قاری الہدایہ مین ہے۔ اور شیخ
سے سوال کیا گیا کہ اپنے شریک سے یا مضارب سے جو اُسنے فروخت کیا اور صرف کیا ہے اُسکا حساب مانگا پس اُسنے کہا
مجھے نہین معلوم ہے پس آیا محاسبہ مذکور اُسپر لازم کیا جائیگا تو فرمایا کہ مقدار نفع و نقصان مین قسم کے ساتھ شریک یا مضارب کا قول
قبول ہوگا اور اُسپر یہ لازم نہ کیا جائیگا کہ تمام مفصل (یعنی تفصیل) ذکر کرے اور ضائع ہونے اور شریک کو واپس دینے مین بھی اُس کا
قول قبول ہوگا یہ نہر الفائق مین ہے۔ شریک نے کہا کہ مین نے دس نفع کمائے پھر کہا کہ نہین بلکہ تین نفع کمائے تو دوسرے
کو اختیار ہوگا کہ اُس سے قسم لے کہ دس (دینار یا درہم مثلاً) نفع نہین کمائے ہین یہ قنیہ مین ہے۔ اور ناطفی نے ذکر فرمایا کہ جملہ امانات تجہیل (یعنی بدون بیان) کے
ساتھ بدون بیان چھوڑ کر مرجانے سے منقلب ہوکر مضمونات ہوجاتے ہین سوائے تین صورتون کے اوّل یہ کہ متولی مسجد نے
اگر حاصلات جو مسجد کیواسطے ہے وصول کی اور بدون بیان کے مرگیا تو ضامن نہ ہوگا + دوم یہ کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے
نکلا اور لشکریون نے غنیمت حاصل کی اور سلطان نے کچھ غنیمت بعضے لشکریون کے پاس ودیعت رکھی پھر سلطان مرگیا اور یہ

[1] برابر رہنا اور مقدار اطباق مین اختلاف ہے ۱۲ منہ [2] قال المترجم باہر لیجانے کی صورت مین کل نفع اس شریک کا
ہوگیا ہو بوجہ غصب کے ہے نہ بتقضائے فساد شرکت کما یتوہم اور اس صورت مین اسکا قبضہ حصہ شریک پر قبضہ ضمانت ہے نہ امانت پس تفریع اوّل صورت
کی بابت ظاہر اور دوم مراد ہوگی واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھی ہی تو ضامن نہ ہوگا۔ سوم اگر قاضی نے اگر مال یتیم حفاظت کے واسطے لیکر کسی کے
پاس ودیعت رکھا پھر مرگیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسپر ضمان نہین ہی۔ اور اگر دو متفاوضین مین سے
ایک کے پاس مال شرکت ہو اور وہ مرگیا اور اس مال کا حال جو اُسکے پاس تھا بیان نہ کیا تو بعضے فقہا نے ذکر کیا ہی
کہ وہ ضامن نہوگا اور اصل کی کتاب الشرکۃ کا حوالہ دیا ہی حالانکہ یہ غلط ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا
ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان فی الوقف اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ جو فتح القدیر و دیگر فتاوی مین مذکور ہی وہ ضعیف
ہی اور صحیح یہی ہی کہ شریک اس تجہیل کے ساتھ مرنے سے ضامن ہوگا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ ہو یہ بحر الرائق مین مذکور
ہی۔ اگر شریک مرگیا اور مال شرکت لوگون پر قرضہ ہی اور اسکو بیان نہ کیا بلکہ مجہول چھوڑ کر مرگیا تو ضامن ہوگا جیسے مال
عین کو مجہول چھوڑ کر مرجانے مین ضامن ہوتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر شریک مفاوض نے ایک شخص سے ایک مال عین بعوض ہزار درم
کے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع مذکور مشتری کے دوسرے شریک سے ملا جسنے بائع سے بھی مال مذکور بعوض ڈیڑھ
ہزار درم کے خریدا تو خرید یہی دوسری ہوگی اور اوّل خرید ٹوٹ جائیگی اور ہر دو متفاوض بمنزلہ شخص احد کے ہین یہ محیط مین ہی
دو شخصون نے ایک غلام بعوض ہزار درم کے خریدا اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کرلی تو
جب تک دونون مین سے کوئی نصف سے زائد ادا نہ کرے تب تک دوسرے سے رجوع نہین کرسکتا ہی دو شخصون نے
ایک شخص کی طرف سے مال کی کفالت اس شرط سے کی کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے کیطرف سے کفیل ہی یعنی
دونون مین سے ہر ایک نے اصیل کی طرف سے پورے مال کی کفالت کرلی پھر اپنے ساتھی کفیل کیطرف سے بھی کفالت
کرلی پس دونون مین سے جو کچھ دوسرا ادا کریگا اُسکا نصف دوسرے کفیل سے واپس لے سکتا ہی اور ادا کرنے والے کو
یہ بھی اختیار ہی کہ چاہے اصیل سے جو کچھ ادا کیا ہی سب واپس لے اور اگر رب المال نے یعنی طالب مال نے دونون
مین سے ایک کو بری کردیا تو دوسرا پورے مال کے واسطے ماخوذ ہوسکتا ہی بسبب آنکہ اصیل کیطرف سے بھی اُسنے کفالت
کی ہی دو مکاتب ہین کہ دونون ایک ہی کتابت مین مکاتب ہوئے ہین اِن دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کیطرف سے
پورے مال کی کفالت کرلی تو جو کچھ دونون مین سے ایک ادا کرے اسکا نصف دوسرے سے واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر
دونون نے کچھ ادا نہ کیا ہو یہانتک کہ مولی نے دونون مین سے ایک کو آزاد کردیا تو عتق جائز ہی اور نصف مال کتابت
سے دونون بری ہوجائینگے اور حصہ باقی کیواسطے مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے مواخذہ کرے
اس لیے کہ آزاد شدہ سے بحکم کفالت کے اور دوسرے سے بحکم اصالت کے مواخذہ کرسکتا ہی پس اگر مولی نے آزاد شدہ
سے لے لیا تو وہ دوسرے سے واپس لیگا اور اگر دوسرے سے لیا تو وہ آزاد شدہ سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ جامع صغیر مین
ہی۔ اگر جانور مشترک علیل ہوگیا اور دونون شریک مین سے ایک غائب ہی اور بیطارون نے کہا کہ اسکو داغ دینا ضرور
ہی پس حاضر نے اسکو داغ دلایا پھر وہ مرگیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اِن دونون کی مشترک متاع کسی جانور پر لدی ہوئی ہو
پس راستہ مین یہ جانور گرگیا پس ایک نے دوسرے کی غیبت مین ایک جانور اس غرض سے کرایہ کرلیا کہ متاع تلف نہوجاوے
یا ناقص نہوجاوے تو جائز ہی اور جو کچھ کرایہ ہو دے اُسکا حصہ شریک سے بھی لے لیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر دو شریکون مین

سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدون پس شریک خاموش ہو رہا پھر اُسنے وہ باندی خریدی تو اُسی کے واسطے خاص نہوگی جبتک کہ شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ اچھا یہ خلاصہ مین ہے ۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر دو شخصون نے شرکت کر لی کام کرنے مین اس شرط پر کہ ان مین سے ایک کے واسطے دس درم ماہواری ہونگے جو مال شرکت سے نہین ہین تو شرط باطل اور شرکت جائز ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر شرکت مفاوضہ مین ایک شریک پر کام کرنا شرط کیا گیا ہو تو شرکت باطل ہے یہ تہذیب مین ہے - اور دونون شریک عنان مین سے اگر ایک نے کسی شخص پر اپنی دونون کی شرکت کی کسی چیز کا دعوی کیا اور مدعا علیہ قسم کھا گیا تو دوسرے شریک کو مدعا علیہ سے دوبارہ قسم لینے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے ۔ عیون مین لکھا ہے کہ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مفاوض نے کسی سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع اُسکے دوسرے شریک سے ملا اور غلام اس سے ڈیڑھ ہزار درم پر اجارہ پر لیا تو اجارہ جائز ہے اور پہلی خرید ٹوٹ جائیگی خواہ غلام کو شناخت کیا ہو یا نہین یہ تاتارخانیہ مین ہے

کتاب الوقف

اس مین چودہ باب ہین

باب اوّل - وقف کی تعریف و رکن و سبب و حکم و شرائط کے بیان مین اور جن الفاظ سے وقف پیدا ہو جاتا ہے اور جنسے پورا نہین ہوتا ہے اُنکے بیان مین - امام اعظمؒ کے نزدیک وقف شرع مین حبس کرنا مال عین کا ملک وقف کنندہ پر اور تصدق کرنا اسکی منفعت کا فقیرون پر یا و کسی وجہ خیر پر اور یہ بمنزلہ عواری کے ہے کذا فی الکافی پس یہ لازم نہوگا کہ اس سے رجوع نہ کر سکے بلکہ وقف کنندہ کو اختیار رہیگا کہ وقف سے رجوع کرے اور اس مال کو فروخت کر دے یہ مضمرات مین ہے اور کسی طریقہ سے سواے دو طریقون کے وقف لازم نہین ہو جاتا ہے - اور وہ طریقے یہ ہین اول آنکہ کوئی قاضی اسکے لازم ہو جانے کا حکم دیدے اور دوم آنکہ خارج بمخرج وصیت ہو پس یون کہے کہ مین نے اپنے اس دار کی آمدنی کی وصیت کر دی تو ایسی صورت مین وقف لازم ہوگا یہ نہایہ مین ہے - اور صاحبینؒ کے نزدیک شرع مین وقف یہ ہے کہ مال عین کا حبس کر دینا ملک اللہ تعالی پر ایسی وجہ سے کہ اس مال عین کی منفعت بندونکی طرف عود کرتی رہے پس صاحبینؒ کے موافق وقف لازم ہوتا ہے اور مال وقف فروخت و ہبہ نہین کیا جا سکتا اور نہ وہ میراث ہو سکتا ہے یہ ہدایہ مین ہے - اور عیون و یتیمہ مین مذکور ہے کہ فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم مین ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کرنیوالے کی ملک مال وقف سے قاضی کے حکم سے زائل ہو جاتی ہے پس لازم کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ وقف کرنیوالا متولی کو مال وقف سپرد کر دے پھر یہ حجت کرے کہ وقف لازم نہین ہوا ہے وقف سے رجوع کرے پس قاضی اُسکے لازم ہونیکا حکم دیدے پس یہ وقف بالاتفاق لازم ہو جائیگا - اگر وقف کنندہ اور متولی نے کسی کو حکم مقرر کیا اور حکم نے وقف کے لازم ہونیکا حکم دیدیا تو صحیح یہ ہے کہ حکم کے حکم سے اختلاف مذکور مرتفع نہ ہوگا یہ کافی مین ہے - اور اگر وقف کرنیوالے کو اپنے وقف کے باطل کیے جانیکا خوف ہوا اور اُسکو قاضی سے حکم لزوم حاصل کرنا میسر نہوا تو وقف نامہ مین تحریر کر دے کہ اگر اس وقف کو کوئی قاضی یا کوئی والی باطل کر دے تو یہ آراضی تمام اصل آراضی مذکورہ مع تمام اُسکے حقوق کے جو مین نے بطریق وقف وصیت کی ہے کہ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن فقیرون پر تقسیم کیا جاوے جبکہ مستدعی بخراب ہو پس ایسی صورت مین

وارث کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا اور وقف کا ابطال کرنا کچھ مفید نہوگا اور وصیت تعلیق[سلہ] بالشرط کو تحمل ہی یہ خلاصہ مین ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ہمارے زمانہ مین رسم جاری ہوئی ہی کہ لوگ وقفنامہ مین فروخت کرنیوالے کا اقرار اسطرح تحریر کرتے ہین کہ قاضیون مین سے ایک قاضی نے اس وقف کے لازم ہونیکا حکم دیدیا ہی تو یہ کچھ نہین ہی اور بعضے متاخرین مشائخ نے کہا کہ جب آخر وقفنامہ مین یون تحریر کیا کہ اس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونیکا قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی نے حکم دیدیا ہی اور قاضی کا نام نہین لیا تو جائز ہی اور مؤلف رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ صحیح وہی ہی جو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور صحیح یہ ہی کہ وقف کی تعلیق موت سے وقف کرنیوالے کی ملک اس سے زائل نہوگی مگر وہ بالاجماع لازم ہو جائیگا ولیکن امام اعظم رح کے نزدیک اس مال عین کا رقبہ وقف کرنیوالے کی ملک یا اسکے وارثون کی ملک رہیگا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے کسی کی ملک نہوگا جیسے اعتاق[سلہ] و مسجدین ہوتا ہی یہ کفایہ مین ہی۔ اور اگر وقف کو اپنی موت پر معلق کیا بایطور کہ کہا کہ جسوقت مین مرا تو ضرور مین نے اپنا یہ مکان الخ جوہ خیر پر معلق کیا پھر مرگیا تو وقف صحیح ہوا پس اگر اسکے ترکہ کی تہائی ہوا یا تہائی سے برآمد نہو تو لازم ہوگیا اور اگر تہائی سے برآمد نہو تو بقدر تہائی کے جائز ہوا اور باقی ابھی باقی رہیگا یہانتک کہ میت کا کچھ اور مال ظاہر ہو یا وارث لوگ اجازت دیدین پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر نہوا اور نہ وارثون نے اجازت دی تو اسکا غلہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک ایک تہائی واسطے وقف کے اور باقی دو تہائی وارثون کیواسطے اور اگر ایسی حالت مین اپنی موت پر معلق کرکے وقف کیا کہ جب وہ مرض الموت کا مریض تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اسنے حالت مرض الموت مین وقف تنجیزی کر دیا یعنی اسکو اپنی موت پر معلق نہ کیا بلکہ کہدیا کہ مین نے ابھی اسکو وقف کر دیا تو امام طحاوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ بمنزلہ تعلیق بموت کے ہی اور صحیح یہ ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ وقف بمنزلہ حالت صحت کے وقف تنجیزی کے ہی پس لازم نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی سے لازم ہوگا یہ تبیین مین ہی پھر واضح ہو کہ جب صاحبین رح کے نزدیک ملک زائل ہو جاتی ہی تو دونون مین یہ اختلاف ہی کہ امام ابو یوسف کے نزدیک فقط قول سے زائل ہو جاتی اور یہی امام شافعی رح و امام مالک و امام احمد رحمہم اللہ تعالی کا قول ہی اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہی اور مشائخ بلخ اسی پر ہین اور قنیہ مین لکھا ہی کہ اسی پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر اور سراج وہاج مین بھی ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جبتک وقف کرکے اسکا متولی کرکے اسکے سپرد نہ کرے تب تک ملک زائل نہین ہوتی ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ سراجیہ مین ہی اور خلاصہ مین لکھا ہے کہ امام محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے پس امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق مشاع یعنی غیر مقسوم و مفرز کا وقف صحیح ہی اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح وقف کی ولایت یعنی متولی ہونا اپنی ذات کے واسطے شرط کرنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہی اور یہی ظاہر المذہب ہی اور امام محمد رح کے نزدیک یہ صحیح ہی اور اسی طرح واقف کا شرط کرنا کہ جب چاہے دوسری اراضی سے استبدال کرے امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحسانا صحیح ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہی۔ اور جب امام اعظم رح کے قول کے موافق بعد حکم قاضی کے اور امام ابو یوسف رح کے

[سلہ] یعنے وصیت کو معلق کسی شرط پر کردے تو وصیت مین کچھ فساد نہین آیا ہے ١٢ **تنبیہ** اللزوم وقف کے یہ معنی ہین کہ ہمیشہ اسکا غلہ و آمدنی جن لوگون کے واسطے وقف کیا ہی انھین پر صرف ہوتا رہیگا کبھی مسدود نہین ہو سکتا ہی اور نہ فروخت اور نہ ہبہ اور نہ اسکی آمدنی میراث ہو سکتی ہی لیکن اختلاف ہی کہ اصل رقبہ میراث ہوگا یا نہین پس امام اعظم رح کے نزدیک ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہوگا ولیکن امام اعظم کے نزدیک اگر کسی قاضی نے حکم دیدیا کہ یہ وقف اپنے وقف کرنیوالے کی ملک سے خارج ہوا ہی تو بالاجماع وہ ملک سے بھی خارج ہو گیا ١٢ منہ [سلہ] اعتاق غلام و باندی مملوکہ کو آزاد کرنا ١٢ منہ

موافق مجرد وقف کرنے سے اور امام محمدؒ کے قول کے موافق[1] وقف کرنے اور متولی کے سپرد کرنے کے بعد یہ عین شئی وقف کرنیوالے کی ملک سے نکل گئی تو جبہ وقف کیگئی ہی اُسکی ملک مین داخل نہو جائیگی کذافی الکافی اور یہی مختار ہی یہ فتح القدیر مین ہی- اور وقف کا رکن وہی الفاظ خاصہ ہین جو وقف پر دلالت کرین یہ بحر الرائق مین ہی- اور سبب وقف خواہش تقرب بجناب باری عزوجل ہی یہ عنایہ مین ہی اور رہا حکم وقف کا سو صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہی کہ وقف کا مال عین اپنے وقف کرنے والے کی ملک سے خارج ہو کر اللہ تعالی کی ملک حقیقی مین داخل ہوتا ہی اور امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کا حکم مال عین کا محبوس ہونا اُسکے وقف کنندہ کی ملک پر اس طرح سے کہ ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل نہو سکے اور غلہ معدومہ کا صدقہ ہونا بشرطیکہ وقف صحیح ہو بایطور کہ اُسنے کہا کہ مین نے اپنی یہ اراضی صدقۂ موقوفہ موبدہ کردی یا مین نے اپنی موت کے بعد کیواسطے اُسکی وصیت کردی پس یہ وقف صحیح ہی حتی کہ اُسکی بیع کا مالک نہین ہی اور نہ اُسکی میراث ہوسکتا ہی ولیکن یہ دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوا تو جائز ہی اور وقف اُسمین بقدر تہائی کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہی اور رہے شرائط وقف پس از انجملہ وقف کنندہ کا عاقل ہونا چاہیئے یعنی یہ سمجھتا ہو کہ وقف سے ایسا ہوتا ہی اور بالغ ہونا چاہیے پس طفل و مجنون کا وقف صحیح نہین ہی یہ بدائع مین ہی اگر ایسے طفل نے جو تصرفات سے ممنوع ہی اپنی اراضی وقف کی تو فقیہ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اُسکا وقف باطل ہی الا آنکہ باجازت قاضی ہو اور فقیہ ابو القاسمؒ نے فرمایا کہ اسکا وقف ہر طرح باطل ہی اگرچہ قاضی نے اسکو اجازت دی ہو اسواسطے کہ تبرع ہی یہ محیط مین ہی- از انجملہ آزادی ہی کہ وقف کنندہ آزاد ہو مسلمان ہونا کچھ شرط نہین ہی اور اگر ذمی نے اپنے فرزند اور اُسکی نسل پر وقف کیا اور آخر مین مساکین کو داخل کیا تو جائز ہی کہ مسلمان مسکینوں و ذمی مسکینوں کو دیا جاوے اور اگر اُسنے وقف مین ذمی مسکینوں کی تخصیص کردی ہو تو جائز ہی اور نصرانی و یہودی و مجوسی سب مسکینوں پر بانٹا جائیگا الا اگر اُسنے انمین سے کسی صنف کی خصوصیت کردی ہو تو اسی صنف کے مسکینوں کو تقسیم ہوگا پھر اگر قیم نے ان مسکینوں کے سوائے دوسروں کو دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ ہمارا قول ہی کہ کفر سب ایک ملت ہی- اور اگر اُسنے اپنی اولاد و اُسکی نسل پر پھر فقیروں کیواسطے وقف کیا اس شرط سے کہ جو اُسکی اولاد سے مسلمان ہوجاوے وہ خارج از صدقہ ہی تو اُسکی شرط معتبر لازم ہوگی اور اسیطرح اگرچہ کہا کہ جو نصرانیہ سے کسی دوسری ملت کیطرف منتقل ہو جاوے تو بھی اُسکی شرط معتبر ہوگی چنانچہ امام خصافؒ نے صاف صریح اسکو بیان فرمایا ہی یہ فتح القدیر مین ہی- فتاوی ابو اللیثؒ مین مذکور ہی کہ ایک نصرانی نے اپنی زمین اپنی اولاد و اولاد اولاد کیواسطے نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ کیواسطے وقف کی اور آخر مین واسطے فقیروں کے کردی جیسے کہ رسم ہی پھر اسکی اولاد مین سے بعضے مسلمان ہوگئے تو انکو بھی[2] ملیگا یہ محیط مین ہی- از انجملہ یہ ہی کہ فی ذاتہٖ قربت ہو اور وقت تصرف کے قربت ہو پس اگر مسلمان یا ذمی نے بیعہ[3] کنیسہ پر یا حربی فقیروں پر وقف کیا تو نہین صحیح ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر ذمی نے اپنا گھر کسی بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ پر وقف کیا تو باطل ہی کذافی المحیط اور اسیطرح اگر اسکی درستی یا اُسکے چراغ کے تیل کیواسطے وقف کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کہا کہ بیت المقدس کی مرمت یا اسکی روشنی کیواسطے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ اُسکی آمدنی سے ہر سال غلام خرید کر آزاد کیے جاوین تو اُسکی شرط کے موافق جاری ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر کہا کہ اسکا غلہ فلان بیعہ پر جاری رکھا جاوے پھر اگر وہ بیعہ خراب ہوجاوے تو اُسکا غلہ فقیروں و مسکینوں کیواسطے ہووے تو اُسکی آمدنی فقیروں و مسکینوں

[1] اشعار ہی کہ وقف صحیح سے مراد لازم ہی اور واضح ہو کہ یہ سبب اس صورت مین ہی کہ کسی قاضی نے لزوم وقف یا خروج از ملک وقف کنندہ کا حکم نہ دیا ہو ۱۲ منہ [2] کیونکہ اُسنے کوئی شرط نہین لگائی ہی ۱۲ [3] کہ یہ فی ذاتہ قربت نہین ہی اگرچہ ذمی کی نیت پر ہوا کرے ۱۲ منہ [4] فی الحال قربت نہین ہے مگر جبکہ وہ حربی ہونے سے باز آوین ۱۲

جاری رکھی جائیگی اور بعیہ مذکورہ پر کچھ خرچ نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ابواب خیر پر وقف کیا تو ابواب خیر اُسکے نزدیک بیعون کی عمارت یا آتشخانہ کی تعمیر اور مسکینون پر صدقہ کرنا ہے پس ان مین سے مسکینون پر صدقہ کرنا جاری رہیگا اور باقی باطل کیے جاوینگے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ آمدنی اسکی میرے پڑوسیون کو بانٹ دیجاوے اور اُسکے پڑوسیون مین مسلمان و یہودی و نصرانی و مجوسی ہین اور آخر مین واسطے فقیرون کے کردیا ہے تو وقف جائز ہے اور اُسکی آمدنی اُسکے پڑوسی مسلمان و نصاری وغیرہ سب پر بانٹ دیجائیگی اور اگر ذمی نے کہا کہ اسکی آمدنی میتون کے کفنون یا ان کی قبرین کھودنے مین صرف کیجاوے تو یہ جائز ہے اور اسکی آمدنی انھین میون کے فقیرون کے کفنون اور انکے فقیر مردون کی قبرین کھودنے مین صرف کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی ذمی نے اپنا دار مسلمانون کے واسطے مسجد کردیا اور مثل مسلمانون کے عمارت مسجد کی اُسکی عمارت بنائی اور مسلمانون کو اُسمین نماز پڑھنے کی اجازت دی پس اُنھون نے نماز پڑھی پھر مرگیا تو یہ مکان اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا اور یہ کل ماموں کا قول ہے یہ بجاہر اخلاطی مین ہے۔ اور اگر کسی ذمی نے اپنا مکان بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ کردیا اور یہ اپنی صحت مین کیا پھر مرگیا تو یہ اُسکے وارثون کی میراث ہوجائیگا ایسا ہی خصاف نے اپنے وقف مین اور ایسا ہی امام محمد رحمہ نے زیادات مین ذکر فرمایا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی حربی امان لیکر دارالاسلام مین آیا اور یہان اسنے کچھ وقف کیا تو اسمین سے اُسی قدر جائز ہوگا جو ذمیون سے جائز ہوتا ہے یہ حاوی مین ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ وقف کرنے کے وقت وقف کرنے والے کی ملک ہو حتی کہ اگر کوئی اراضی غصب کرکے وقف کردی پھر اُسکے مالک سے اُسکو خریدا اور ثمن دیدیا یا جو دیا ہے اُسپر مالک سے صلح کرلی تو یہ اراضی وقف نہ ہوگی یہ بحر الرائق مین ہے اگر زید نے عمرو کی اراضی کسی کار خیر مین جو بیان کردیا ہے وقف کردی پھر اُس زمین کا مالک ہوگیا تو وقف جائز نہ ہوا اور اگر مالک نے اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک وقف ہوگیا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر زید نے عمرو کے واسطے ایک اراضی کی وصیت کی پس عمرو نے اُسکو فی الحال وقف کردیا پھر اُسکے بعد زید مرا تو یہ زمین وقف نہوئی یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر کوئی زمین خریدی بدین شرط کہ بائع کو بیع مین خیار ہے پھر اُسکو وقف کردیا پھر بائع نے بیع کو پورا کردیا اور اجازت دیدی تو وقف جائز نہوا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر زمین اس شرط سے کہ مجھے خیار حاصل ہے خرید کر وقف کردی پھر اپنا خیار ساقط کرکے بیع لازم کی تو وقف صحیح ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو اراضی ہبہ کی اور جسکو ہبہ کی ہے اُسنے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو وقف کیا پھر اسپر قبضہ کیا تو وقف صحیح نہین ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر کسی کو بطور ہبہ فاسد کے اراضی ہبہ کیگئی پس اُسنے قبضہ کرکے وقف کردی تو صحیح ہے اور اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر کسی نے بطور خرید فاسد کے کوئی مکان خرید کر قبضہ کرکے اسکو فقیرون و مسکینون پر وقف کیا تو جائز ہے اور جسپر وقف کیا ہے اُسپر وقف ہوجائیگا اور اُسپر اسکی قیمت بائع کے واسطے واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اراضی مذکور پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو وقف کیا تو وقف جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے بطریق بیع جائز کوئی اراضی خریدی اور اُسکو قبل قبضہ و نقد ثمن کے وقف کردیا تو وقف ابھی متوقف رہیگا پھر اگر اُسکا ثمن ادا کرکے اُسپر قبضہ کرلیا تو وقف جائز ہے اور اگر مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو یہ زمین فروخت کیجائیگی اور وقف باطل کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے

[illegible]

فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مال وقف کا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وقف باطل ہوا اور اگر مشتری کے وقف کرنے کے بعد اس اراضی یا مکان کا جسکو خرید کر وقف کیا ہی شفیع آیا اور شفعہ طلب کیا تو وقف باطل ہو جائیگا یہ نہر الفائق مین ہی۔ اور وقف کے واسطے وقت وقف کے ملک ہونا شرط کیے جانے سے مسائل ذیل بھی متفرع ہوتے ہین اگر اقطاع[۱] کو وقف کیا تو اقطاع کا وقف نہین جائز ہی الا جبکہ ارض موات ہو یا یہ قطعہ زمین امام کی ملک ہو پس امام نے اسکو کسی کو عطا کیا اور اگر ارض الحوز کو امام نے وقف کیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ امام اسکا مالک نہین ہی اور ارض الحوز اس زمین کو کہتے ہین کہ اسکا مالک اسکی زراعت کرنے اور اسکا خراج ادا کرنے سے عاجز ہوا پس اسنے امام کو دیدی تاکہ اسکے منافع اس خراج کے نقصان کو پورا کرین یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اسی طرح اگر مرتد نے اپنے ردت کے زمانہ مین اپنی مملوکہ چیز کو وقف کیا تو جائز نہین ہی بشرطیکہ وہ اس حالت ردت پر قتل کیا گیا یا مرگیا ہو اسواسطے کہ اس چیز سے اسکی ملک بزوال موقوف زائل ہو گئی تھی یہ نہر الفائق مین ہی اور اسی طرح اگر دار الحرب مین چلا گیا اور قاضی نے اسکے چلے جانے کا حکم دیدیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بحر الرائق مین لکھا ہی کہ اگرچہ مرتد مذکور مسلمان بھی ہو جاوے تو بھی وقف مذکور جائز نہ ہوگا قال المترجم والوجہ عدم الملک التام واللہ اعلم اور اگر مسلمان مرتد ہو گیا تو اسکا وقف باطل ہو جائیگا یہ امام خصاف نے ذکر کیا ہی کذا فی النہر الفائق اور یہ مال میراث ہو جائیگا خواہ وہ اپنی ردت پر قتل کیا گیا ہو یا مرگیا ہو یا اسلام مین لوٹ آیا ہو ہان اگر اسنے اسلام کی طرف عود کرنے کے بعد دوبارہ وقف کیا تو جائز ہوگا جیسے کہ خصاف نے آخر کتاب مین توضیح کر دی ہی اور مرتدہ عورت کا وقف صحیح ہی اسواسطے کہ وہ قتل نہین کی جاتی ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر وقف کیا اپنی نسل پر پھر مساکین پر پھر مرتد ہو گیا تو اسکا وقف باطل ہو گیا اسواسطے کہ جہت مساکین باطل ہو گئی اور وہ اسکی نسل پر صدقہ ہو جائیگا بغیر اسکے کہ آخر اسکا مساکین کے واسطے قرار دیا جاوے یہ حاوی مین ہی۔ قال المترجم توضیح یہ ہی کہ یہ مال اسکی اولاد پر وقف ہی پھر بعد انکے مساکین پر صدقہ ہی اسطرح وقف کیا پھر مرتد ہو گیا تو وقف باطل ہوا اسواسطے کہ یہ ایسا صدقہ رہگیا کہ جو بغیر جہت مساکین ہی کیونکہ مساکین کے واسطے جو قرار دیا ہی وہ جہت باطل ہو گئی ہی فافہم اور رہا یہ کہ جس مال کو وقف کرنا چاہتا ہی اس سے حق غیر کا تعلق نہ ہونا مثل اسکے کہ وہ رہن نہو یا اجارہ پر نہووے یہ شرط نہین ہی پس اگر ایک زمین کو دو برس کے واسطے اجارہ پر دیا پھر قبل اس مدت گذرنے کے اسکو وقف کر دیا تو اس شرط سے وقف لازم ہوگا اور عقد اجارہ باطل نہوگا پھر جب مدت اجارہ گذر گئی تو زمین مذکوران جہات مین ہو جائیگی جنکے واسطے وقف کیا ہی اور اسیطرح اگر اپنی اراضی کو رہن کیا پھر فک رہن کرانے سے پہلے اسکو وقف کر دیا تو وقف لازم ہوگا اور اسکی وجہ سے رہن سے خارج نہ ہوگی اور اگر چند سال تک وہ مرتہن کے پاس رہی پھر راہن نے فک رہن کرایا تو وہ جہات وقف کی جانب راجع ہو جائیگی اور اگر فک رہن کرانے سے پہلے مرگیا اور اسقدر مال چھوڑا جس سے فک رہن ہو سکے تو فک رہن کرائی جائیگی اور وقف لازم ہوگا اور اگر اسقدر مال نہ چھوڑا تو زمین مذکور فروخت کیجائیگی اور وقف باطل کیا جائیگا اور اجارہ کی صورت مین اگر مستاجر یا موجر دونون مین سے ایک مرگیا تو اجارہ باطل ہو کر اراضی مذکور وقف ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ وقف کرنے والا بسبب سفاہت[۲] یا قرضہ کے محجور[۳] نہو چنانچہ امام خصاف نے اسی طرح مطلقاً بیان فرمایا ہی یہ نہر الفائق

[۱] یعنی امام نے کسی کو قطعہ زمین دیدی کہ اس سے اپنی بسر اوقات کرے ہمارے عرف مین جسکو جاگیر بولتے ہین ۱۲ منہ [۲] سفاہت بیعقلی و نادانی ۱۲ منہ [۳] محجور ممنوع از تصرف ۱۲ منہ

مین ہی۔ اور اگر بسفاہت کی وجہ سے مجبور رہونیکی حالتمین اپنے اوپر وقف کیا پھر ایسی جہت پر وقف کیا جو منقطع نہین ہوتی ہی تو چاہیے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہووے اور یہی محققین کے نزدیک ہی اور اگر کسی حاکم نے اُسکے صحیح نہونے کا حکم دیدیا[۱] تو کل اماموں کے نزدیک صحیح ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ ازانجملہ عدم جہالت ہی یعنی جو چیز وقف کرتا ہی وہ اُسوقت مجہول نہ ہو پس اگر اپنی اراضی وقف کی اور اسکو بیان نکیا تو وقف باطل ہی اور اگر اسنے اپنا تمام حصہ وقف کیا اور اپنے سہام بیان نہ کیے تو استحسانًا جائز ہی۔ اور اگر یہ زمین یا وہ زمین وقف کی یعنی کہا کہ میری یہ زمین یا وہ زمین وقف کی اور وجوہ خیر بیان کردین تو باطل ہی یہ بحرالرائق مین ہی۔ امام خصاف نے فرمایا کہ اسطرح وقف کہ میں نے کردیا یہ مال صدقہ موقوفہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہمیشہ کے لیے یا اپنی قرابت پر تو وقف باطل ہی اسواسطے کہ اُسنے شک پر وقف کیا ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ مین نے اُسکو اللہ تعالیٰ کیواسطے صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے لیے زید پر یا عمرو پر اور بعد اسکے مساکین پر کردیا تو یہ بھی باطل ہی یہ محیط مین ہی اگر کسی نے اپنی زمین جسمین درخت ہین وقف کی اور شجار مستثنی کرلیے تو وقف نہین جائز ہی اسواسطے کہ ہر شمار درخت مین مع مواضع درختان مستثنی ہو نیسے باقی اراضی جو وقف کرتا ہی مجہول ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ وقف منجز ہو یعنی کسی شرط پر معلق نہو پس اگر کہا کہ اگر میرا بیٹا آگیا تو میرا یہ دار واسطے مساکین کے صدقہ موقوفہ ہی پھر اُسکا بیٹا آیا تو وقف نہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور خصاف نے اپنی کتاب الوقف مین فرمایا کہ اگر یون کہا کہ اگر کل کا روز ہووے تو میری زمین صدقہ موقوفہ ہی تو یہ باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی اگر تو چاہے یا پسند کرے تو وقف باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کہا کہ اگر مین چاہون پس خود کہا کہ مین نے چاہا تو باطل ہی اور کہا کہ مینے چاہا اور اسکو صدقہ موقوفہ کردیا تو اس کلام متصل سے وقف صحیح ہوا[۲] یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی اگر فلان نے چاہا اور فلان نے کہا کہ مین نے چاہا تو باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک نے کہا کہ اگر یہ دار میری ملک ہی تو صدقہ موقوفہ ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس کلام کے وقت اسکی ملک تھا تو صدقہ وقف صحیح ہی اسواسطے کہ موجودہ شرط سے معلق کرنا تنجیز ہی ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص کا مال جاتا رہا اُسنے کہا کہ اگر مینے اسکو پایا تو اللہ تعالیٰ کیواسطے مجھپر واجب ہی کہ اپنی زمین وقف کرون[۳] یعنی تعلیق نہین ہی ۱۲ پھر اسکو پایا تو اُسپر واجب ہوا کہ اپنی زمین ایسے لوگوں پر وقف کرے جنکو زکوۃ کا مال دینا جائز ہی اور اگر ایسے لوگوں پر وقف کیا جنکو زکوۃ دینی نہین جائز ہی تو وقف صحیح ہوگا مگر نذر ادا نہوگی بلکہ اسپر نذر واجب رہیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جب فلان آیا یا جب مینے فلان سے کلام کیا تو میری یہ زمین صدقہ ہی تو اسپر لازم آویگا اور یہ بمنزلہ قسم و نذر کے ہی اور جب شرط پائی گئی تو اُسپر واجب ہوگا کہ زمین کو صدقہ کردے اور وہ وقف نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک نے کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض سے مرگیا تو مقرر مین اپنی یہ زمین وقف کرگیا تو وقف نہین صحیح ہی خواہ مرے یا اچھا ہوجاوے اور اگر کہا کہ اگر مین مرگیا اس مرض سے تو تم لوگ میری زمین کو وقف کردو تو یہ جائز ہی اور فرق دونو مین یہ ہی کہ اخیر صورت مین وقف کیواسطے وکیل کیا اور توکیل کو اپنی موت پر مشروط کیا ہی اور یہ جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ وقف کے ساتھ اشتراط اُسکی بیع کا اور اپنی حاجت مین اُسکا ثمن صرف کرنیکا[۴] ذکر نکرے اور اگر کہا تو وقف صحیح نہوگا اور یہی فتاسہ ہی چنانچہ بزازیہ مین مذکور ہی یہ نہرالفائق مین ہی۔ ازانجملہ یہ کہ وقف کے ساتھ خیار شرط نہو

[۱] لہ یعنی ۔۔۔ اور کلام متصل سے مراد یہ ہے کہ ۔۔۔ وقف صحیح ۔۔۔ ۱۱ منہ

پس اگر وقف کیا اس شرط سے کہ مجھے خیار ہی تو امام محمدؒ کے نزدیک نہیں صحیح ہی خواہ وقت معلوم ہو یا مجہول ہو اور اسی کو
ہلال رح نے اختیار کیا ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف کنندہ کیواسطے تین روز کا خیار
جائز ہی یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وقف مذکور
منقلب ہو کر جائز نہو گا چنانچہ ہلالؒ نے اپنے وقف مین ذکر کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور نوازل مین مذکور ہی کہ اس مین
اتفاق ہی کہ اگر کسی نے مسجد بنا دیا اس شرط سے کہ مجھے تین روز تک خیار ہی تو مسجد ہونا جائز ہی اور شرط باطل ہی یہ تاتارخانیہ
مین ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ تابید ہو اور یہ "اپنا مکان مثلاً" شرط بالاجماع کل کے نزدیک ہی ولیکن اُسکا بیان کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
شرط نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین ہی اور اگر کسی نے اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی وقت معلوم کو وقف کیا
اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وقف جائز ہی اور یہ وقف ہمیشہ کیواسطے ہو گا اور اگر یون کہا کہ میری یہ زمین ایک مہینہ
کیواسطے وقف ہی پھر جب مہینہ گذر جاوے تو وقف باطل ہو گا تو وقف ابھی سے ہلالؒ کے نزدیک باطل ہو گا اسواسطے
کہ وقف نہین جائز ہوتا ہی الا جبکہ ہمیشہ کیواسطے ہو پس جب ہمیشہ کیواسطے ہونا شرط ہوا تو کسی خاص وقت تک کیواسطے
روا نہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ یہ زمین بعد میری موت کے ایک سال تک صدقہ موقوفہ ہی اور اس سے زیادہ
کچھ نہ کہا تو یہ وقف ہمیشہ کیواسطے فقیرون پر جائز ہی اسواسطے کہ اسمین وصیت کے لیئے موجود ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔
اور اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری موت کے فلان پر ایک سال تک وقف ہی پھر جب سال گذر جاوے تو وقف باطل ہی تو یہ میری
موت کے بعد سال تک کیواسطے فلان کی وصیت رہیگی اسکے بعد وہ مساکین کیواسطے وصیت ہو جائیگی پس اُسکا غلہ و آمدنی
مساکین کو تقسیم ہو گی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری موت کے بعد فلان پر سال بھر وقف کی گئی ہی اور اس سے زیادہ
کچھ نہ کہا تو فلان مذکور کیواسطے سال بھر تک اُسکی آمدنی ہو گی اور بعد اسکے یہ اراضی و غلہ واسطے وارثونکے ہو گا یہ فتاوی
قاضیخان مین ہی از انجملہ یہ ہی کہ آمدنی و غلہ و حاصلات و اجرت جو کچھ ہو وہ ایسی جہت کے واسطے ہو جو کبھی منقطع نہ ہو اور یہ
امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک شرط ہی اور اگر اُسکو ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وقف صحیح نہو گا اور امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک اُسکا ذکر کرنا شرط نہین ہی بلکہ اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جاتی ہی تو بھی وقف صحیح ہوا اور بعد جہت
منقطع ہو جانے کے وہ فقیرونکے واسطے ہو جائیگی اگرچہ ان فقیرونکو بیان نہ کیا ہو اسواسطے کہ وقف کرنیوالے کا قصد یہ
ہوتا ہی کہ اسکی اُجرت فقیرون کیواسطے ہو اگرچہ انکو بیان نہ کیا پس اس شرط کا بیان ہونا ازروے دلالت ثابت ہی یہ ہدایہ
مین ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ جو چیز وقف کی ہی وہ عقار یا وار ہو پس مال منقول کا وقف صحیح نہین ہی الا کراعؒ و سلاح کا یہ نہایہ مین ہی۔

فصل جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہی اور جن سے نہین پورا ہوتا ہی اُنکے بیان مین۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ
محرمہ موبدہ میری حالت حیات مین و بعد وفات کے ہی یا کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محبوسہ موقوفہ موبدہ میری حین حیات
و بعد وفات کے ہی یا موقوفہ کا لفظ نہ کہا تو سب اماموں کے نزدیک یہ وقف فقیرون پر جائز لازم ہو جائیگا یہ محیط مین ہی
لیکن بنا بر قول امام اعظمؒ کے جبتک وہ زندہ ہی یہ اُسکی طرف سے آمدنی اراضی مذکور کا تصدق کرنیکی نذر ہو گی پس اُسپر
واجب ہو گا کہ اسکو وفا کرے اور یعنی وصیت سے اُسکو رجوع کا اختیار ہو گا اور وہ قول نہ کہ میری وفات کے بعد لیکن اگر اُسنے

رجوع نہ کیا تو یہ اُسکی تہائی ترکہ سے جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہو بعد میرے تو عامہ علماء کے نزدیک جائز ہے ولیکن امام محمدؒ کے نزدیک احتیاج سپرد کرنیکی باقی ہے اور بنابر قول امام اعظمؒ کے آمدنی اراضی کی تصدق کرنیکی نذر ہوگی اور وقف کرنیوالے کی ملک اپنے حال پر باقی رہیگی چنانچہ بعد اسکے مرنے کے اُسکی طرف سے میراث ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ یا صدقہ محبوسہ یا صدقہ حبیسہ ہے اور یہ نہ کہا کہ ہمیشہ کیواسطے تو عام علماء کے نزدیک جو وقف کو جائز رکھتے ہیں وقف ہو جائیگا اسواسطے کہ صدقہ ثابت ہوتا ہے ہمیشہ کیواسطے کہ احتمال فسخ کا نہیں رکھتا ہے اور امام خصاف و اہل بصرہ نے فرمایا کہ وقف نہوگا اسواسطے کہ وقف متعلق بتابید ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہے تو بالاجماع وقف ہو جائیگا اسواسطے کہ مساکین کا ذکر بھی تابید کا ذکر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ راہ خیر پر یا راہ ثواب پر یا راہ نیکی پر ہے یا راہ نیکی و ثواب پر ہے تو یہ وقف جائز ہوگا یہ وجیز میں ہے۔ اور اگر صدقہ کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن وقف کا لفظ ذکر کیا اور کہا کہ میری زمین وقف ہے یا میں نے اپنی زمین وقف کردی یا میری یہ زمین موقوفہ ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقیروں پر وقف ہو جائیگی اور شیخ صدر شہیدؒ و مشائخ بلخ بقول امام ابو یوسف رح فتوی دیتے ہیں اور ہم بھی بسبب عرف کے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیتے ہیں - یہ اسوقت ہے کہ اُسنے فقیروں کا لفظ بیان نہ کیا اور اگر بیان کیا اور کہا کہ یہ میری زمین فقیروں پر موقوف ہے یا وقف ہے یا میں نے وقف کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف ہوگی اور اسیطرح ہلالؒ کے نزدیک بھی اسوجہ سے کہ فقیروں کے کہنے کی تصریح کرنے سے احتمال جاتا رہا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ موقوفہ ہے اللہ تعالی کیواسطے ہمیشہ تو جائز ہے اگرچہ صدقہ کا ذکر نہ کیا اور مساکین پر صدقہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر فقط وقف کا ذکر کیا یا اسکے ساتھ حبس کا بھی ذکر کیا تو بنابر مختار کے اُس سے وقف ثابت ہو جائیگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ حرمت ارضی ہذہ (یعنی محرمتہ میں نے اپنی یہ زمین حرام کردی یا میری یہ زمین حرام کی ہوئی ہے تو فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے یہ قول مثل موقوفہ کہنے کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور فتاوی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ موقوفہ محرمہ حبیسہ ہے یا موقوفہ حبیسہ محرمہ ہے تو بیع نہیں کیجا سکتی اور نہ میراث اور نہ ہبہ ہوسکتی ہے اور یہ بنا ہی اختلاف پر ہے یعنی اس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہے اور مختار وہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے جو ذکر ہوا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین حبیسہ صدقہ ہے تو شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ چاہیے کہ بمنزلہ قول صدقہ موقوفہ کے ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہے فلاں پر یا میری اولاد پر یا میرے قرابتی فقیروں پر حالانکہ یہ لوگ گنے ہوئے ہیں یعنی اگر شمار کیے جاویں تو انکا احصار ممکن ہے یا یتیموں پر اور اُسکی مراد اُس سے حبس ابھی مذکور نہیں ہے جو در واقع وقف ہے تو یہ امام محمدؒ کے نزدیک وقف نہو جائیگی اسواسطے کہ اُسنے ایسی چیز پر وقف کیا جو منقطع اور ختم ہو جائیگی ہمیشہ تک نہ رہیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف صحیح ہو جائیگا اسواسطے کہ جس پر وقف کیا ہے اسکا ہمیشہ جاری رہنا انکے نزدیک شرط نہیں ہے

لہ یعنی میرے قرابتی یتیم پر جو احصار میں داخل ہیں ١٢ قال المترجم صدقہ معروف موقوفہ وقف کی ہوئی محبس بند کر رکھنا اور مراد یہ ہے کہ یہ زمین فروخت و ہبہ و میراث وغیرہ کسیطرح منتقل نہوگی ایسی ہی رہیگی محبوس بند کی ہوئی اور حبیسہ یعنی محبوسہ محرمہ حرام کی ہوئی یعنے میراث و ہبہ و بیع وغیرہ سے حرام کی گئی ہے ولیکن اسمیں ایک گونہ احتمال ہے چنانچہ ہماری زبان میں اگر اس طرح کہا تو صحت وقف کا فتوی نہ دیا جاوے گا واللہ اعلم ١٢ منہ

یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی یا یہ میرا دار صدقہ موقوفہ ہے فلان پر یا اولاد فلان پر تو اسکی حاصلات جبتک یہ لوگ زندہ ہیں انکو ملیگی اور انکی موت کے بعد وہ فقیروں پر صرف ہوا کریگی یہ وجیز کردری[1] میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا موقوفہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا اللہ تعالیٰ کیواسطے صدقہ موقوفہ ہے تو وقف ہو جائیگی خواہ ہمیشگی کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اسیطرح اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ بوجہ اللہ تعالیٰ یا صدقہ موقوفہ لطلب ثواب اللہ تعالیٰ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا[2] کہ میری یہ اراضی موقوفہ بوجہ خیر و ثواب ہے تو جائز ہے گویا اُسنے کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین یہ سبیل ہے پس اگر ایسے شہر میں ہو جہاں کے لوگوں میں یہ لفظ وقف کیواسطے متعارف ہے تو زمین مذکور وقف ہو جائیگی اور اگر وہانکے لوگوں میں یہ متعارف بمعنی وقف نہو تو اُس سے اسکی مراد دریافت کیجائیگی پس اگر اُسنے وقف کا ارادہ کیا ہو تو وقف ہو جائیگی اور اگر اُسنے صدقہ کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو نذر ہوگی پس یہ زمین یا اسکا ثمن صدقہ کر دیا جائیگا وقال المترجم ہمارے عرف میں وقف کے معنے میں نہیں ہے ہاں نذر ہوسکتی ہے اگر اسکی نیت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ میں نے اُسکو فقیروں کے واسطے کر دیا پس اگر اُس شہر والوں میں یہ وقف کیواسطے متعارف ہو تو وقف ہوگی اور اگر وقف کے لیے متعارف نہو تو اُس سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے وقف کی نیت کی تو وقف ہوگی اور اگر نیت صدقہ ہو یا کچھ نہو تو صدقہ کی نذر قرار دی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا ارضی ہذہ سبیل یعنی میری یہ زمین سبیل ہے تو وقف نہوگی لیکن اگر کہنے والا ایسے شہر کا ہو جہاں کے لوگ اس کلام سے وقف ابدی مع اسکے شروط کے سمجھتے ہوں تو وقف ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ سبلت[3] ہذہ الدار فی وجہ امام مسجد کذا عن جہۃ صلواتی و صیامی تو وقف ہو جائیگا اگرچہ نماز و روزہ کی سبیل واقع نہو یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ دار بعد میری موت کے سبیل بفلان مسجد ہے تو وقف صحیح ہے بشرطیکہ تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اُسنے مسجد کو معین کیا ہو ورنہ نہیں یہ قنیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ حجرہ مسجد کے تیل کیواسطے کر دیا اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ حجرہ مذکور مسجد پر وقف ہو جائیگا بشرطیکہ[4] متولی کو سپرد کیا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں کہا کہ میرے اس دار کی آمدنی سے ہر مہینہ دس درم کی روٹیاں خرید کر مساکین کو بانٹ دیا کرو تو دار مذکور وقف ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے قال المترجم ہمارے عرف میں بھی وقف ہونا چاہیے واللہ اعلم۔ اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے اس چہار دیواری دار باغ انگور کے پھلوں کو وقف کر دیا خواہ اس وقت اُسمیں پھل تھے یا نہ تھے تو باغ مذکور وقف ہو جائیگا اور اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اُسکی حاصلات وقف قرار دی تو وقف ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنی موت کے بعد وقف کیا یا وصیت کی کہ وقف کرو میری موت کے بعد تو صحیح ہے اور یہ وقف تہائی ترکہ سے ہوگا یہ تہذیب میں ہے اور وقف ہلال میں مذکور ہے کہ اگر وصیت کی کہ میری زمین تہائی بعد میری وفات کے اللہ تعالیٰ کیواسطے ہمیشہ کیلئے ہے تو یہ اسکی وصیت فقیروں پر وقف کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا

[1] یعنے فلان یا اولاد یا فقرائے قرابت یا یتیمان قرابت بر وجہ مذکور ۱۲ منہ [2] قال المترجم وہذا العلۃ علے قولہما اذ لا یتاتی ما ذکرہ علی قولہ فلیتامل ۱۲ منہ [3] سبیل کردیا میں نے یہ دار در وجہ امام مسجد فلان از جانب نمازہائے و روزہ ہائے خویش قال المترجم اگر یہی مراد ہے تو خیر ورنہ یہ مصر کا محاورہ ہوگا ہماری عربیت سے متعارف نہیں ہے وقال المترجم اور شاید توجیہ صحت وقف محض لفظ تسبیل ہے ولعلہ مکان عرف مصر نہ اسکندریہ ودواجہا فلیتامل ۱۲ منہ [4] شاید یہ شرط بنا بر اختیار مذہب امام محمد کے ہے واللہ اعلم ۱۲

کہ میرا تہائی مال وقف ہی اور اس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر مال اُسکا نقد ہو تو وقف باطل ہی اور اگر اراضی
ہو تو وقف فقیروں پر جائز ہوگا[له] اور بعض نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہی کہ بدون بیان مصرف کے یہ وقف جائز نہوگا یہ ذخیرہ
مین ہی اور فتاوی مین مذکور ہی کہ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہی تو صدقہ کر دینے کی نذر ہوگی حتی کہ اگر عین اس زمین کو صدقہ کیا
یا اُسکی قیمت صدقہ کر دی تو نذر ادا ہو گئی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کہا کہ مین نے اپنی اس زمین کو مسکینون پر صدقہ کیا تو وقف
نہوگی بلکہ یہ نذر ہی کہ اس عین اراضی یا اُسکی قیمت کا صدقہ کرنا اُسپر واجب آیا پس اگر اُسنے ایسا کر دیا تو نذر کے عہدہ سے نکل گیا
ورنہ اُسکی موت کے بعد وہ میراث ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین ہی اور قاضی اُسکو صدقہ کرنے پر مجبور نہ کریگا جیسے نذر ادا کرنے پر
مجبور نہین کرتا ہی کیونکہ یہ بمنزلہ نذر کے ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین نیکی و ثواب کی راہ مین
صدقہ ہی تو یہ وقف نہین ہی بلکہ نذر ہی کذا فی الظہیریہ ایک نے کہا کہ مین نے اپنے اس دار کا غلہ و آمدنی واسطے مسکینون کے
کر دی تو یہ آمدنی کے صدقہ کرنیکی نذر ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنا یہ دار واسطے مسکینون کے کر دیا تو یہ عین
دار مذکور کے مسکینون پر صدقہ کرنیکی نذر ہی یہ فتاوی صغری مین ہی اور اگر کہا کہ صدقہ ہی کہ فروخت نہ کیا جائیگا تو صدقہ کی نذر
ہی وقف نہین ہی اور اگر زیادہ کر کے کہا کہ اور ہبہ نہ کیا جاویگا اور نہ میراث ہو جائیگا تو مسکینون پر وقف ہو جائیگا کذا فی الظہیریہ

باب دوم جسکا وقف جائز ہی اور جسکا نہین جائز ہی اور وقف مشاع کے بیان مین۔ عقار مثل اراضی و مکانات و دوکانات کا
وقف جائز ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور اسیطرح منقولات مین سے جو اس عقار کی تبعیت مین ہون اُنکا وقف بھی بالتبع
جائز ہو جائیگا مثلاً کسی اراضی کے ساتھ کارکن غلام و بیل و آلات کاشتکاری وقف کیے تو سب وقف ہو جاوینگے یہ محیط
سرخسی مین ہی۔ اور امام خصاف نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین وقف کی اور اسکے ساتھ غلام ہین جو اس زمین مین کام کرتے ہین
تو چاہیے کہ ان غلامونکا نام بیان کرے اور انکی تعداد بیان کرے اور اسیطرح اگر اسکے ساتھ بیل ہون تو انکو بیان کرے
اور انکی تعداد بیان کرے اور چاہیے کہ صدقہ مین شرط کر دے کہ رقیقون و بیلون کا نفقہ اس زمین کی آمدنی سے ہوگا اور اگر
یہ شرط کرے تو اس زمین کی آمدنی مین انکا نفقہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اسعاف مین ہی کہ اگر انکا نفقہ اس زمین کی آمدنی
و حاصلات سے شرط کیا پھر بعضے انمین سے بیمار ہوئے تو وہ اپنے نفقہ کا اس زمین کی حاصلات سے مستحق ہوگا اور بیمار کا
نفقہ اسکی حاصلات سے انپر برابر جاری رہیگا جبتک وہ زندہ ہین اور اگر اُسنے یہ کہا کہ اس زمین مین انکے کام پر انکا
نفقہ اسکی حاصلات سے ہو تو جو رقیق انمین سے کام سے بیکار رہا اُسکو حاصلات زمین سے نفقہ نہ ملیگا بحر الرائق مین ہی اور
اگر رقیق کام سے ضعیف ہو گیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے دوسرا خریدے جو بجاے اسکے کام
کرے پھر اگر اسکے ثمن سے دوسرا غلام نہ ملا اور چاہا کہ اسکے ثمن مین حاصلات زمین سے کچھ بڑھا کر دوسرا غلام خریدے تو
کچھ مضائقہ نہین ہی اسیطرح جو جانور و آلات زراعت کہ اراضی کے ساتھ وقف کیے گئے اور انمین سے کوئی نکما ہوا تو
بجاے اُسکے دوسرا قائم کرنے کے واسطے بھی یہی حکم ہی اور جو شخص صدقہ کا متولی ہو وہ ایسا کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی
اور اگر غلامان وقف مین سے کوئی قتل کیا گیا اور اسکی دیت وصول کر لی گئی تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس دیت سے بجاے اسکے
دوسرا خریدے یہ فتح القدیر مین ہی اور اسعاف مین مذکور ہی کہ اگر انمین سے کسی نے جنایت کی اور ولی جنایت و عویدار ہوا تو اس

[له] یعنی وقف جائز ہوگا اور فقیروں پر برقرار رہا جائیگا ۱۲ منہ

غلام مجرم کو دینے یا اُسکا فدیہ دینے دونون مین سے جو بات بہتر ہو وہ متولی پر واجب ہی اور اگر اُسنے غلام کے فدیہ مین جرمانہ
جنایت سے زیادہ مال دیا تو زائد مین متطوع[1] قرار دیا جائیگا پس اپنے مال سے اسکا ضامن ہوگا اور اگر جن لوگون پر وقف ہی
انھون نے اس غلام جرم کنندہ کا فدیہ ادا کر دیا تو وہ متطوع ہونگے اور غلام مذکور جسطرح وقف مین کام کرنیکے واسطے تھا ویسا ہی
باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین ہی اور مال منقول کے وقف بالمقصود[2] مین دو صورتین ہین اگر یہ مال منقول کراع یا سلاح ہو تو
وقف جائز ہی اور اگر سوائے انکے ہو تو پھر دو صورتین ہین کہ اگر ایسی چیز ہو جسکے وقف کرنیکا تعارف جاری نہین ہی جیسے کپڑے
و حیوانات تو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر اسکا وقف متعارف ہو جیسے آرہ و بسولا جنازہ و جنازے کے کپڑے اور دیگر
چیزین جنکی حاجت پڑتی ہی مثل ظرف و دیگچہ واسطے غسل میت کے و مصاحف وغیرہ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ نہین
جائز ہی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ جائز ہی اور ائمہ مشائخ جنمین سے امام سرخسی بھی ہین اسیطرف گئے ہین کذا فی الخلاصہ
اور یہی مختار ہی اور فتوی بھی امام محمدؒ کے قول پر ہی شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہی کذا فی مختار الفتاوی اور اگر
جنازہ و ملاءت و مغتسل جسکو فارسی مین حوض مسین کہتے ہین ایک محلہ مین وقف کیا پھر اُس محلہ والے سب کے سب مر گئے تو
وقف کرنیوالے کے وارثون کو واپس دیا جائیگا بلکہ اس محلہ سے جو جگہ سب سے قریب ہو وہان منتقل کر دیا جائے گا یہ
خلاصہ مین ہی اور اگر مصحف کو اہل مسجد پر وقف کیا کہ اسکو پڑھا کرتے یا حفظ کرتے ہین تو جائز ہی اور اگر مسجد پر وقف کیا
تو بھی جائز ہی اور اسی مسجد مین پڑھا جائیگا اور بعضے مقام پر مذکور ہی کہ اسی مسجد پر مقصور[3] نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی اور
لوگون نے کتابون کے وقف مین اختلاف کیا ہی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے اسکو جائز نکالا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی اور اگر اپنے جانور سواری کی پیٹھ یعنی سواری لینا اُسکی پشت پر اور اپنے غلام کی کمائی کی آمدنی مسکینون مین
وقف کی تو ہمارے علماء کے قول مین نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک گائے وقف کی اس شرط پر کہ اسکا
دودھ و گھی و مٹھا راہی مسافرونکو دیا جاوے پس اگر ایسے مقام پر ہو جہانکے لوگون مین یہ متعارف ہی تو جائز ہوگا جیسے
سقایہ کا پانی جائز ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور بیل یا بکرہ وغیرہ نر جانور کا اسواسطے وقف کرنا کہ اُس سے مادہ
گابھن کرائی جایا کرین نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور واقعات مین مذکور ہی کہ ہلال بصری رحمہ اللہ نے اپنے وقف
مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر کسی نے فقط عمارت کو بدون اصل کے وقف کیا تو نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور اسیطرح وقف دار
بدون عقار نہین جائز ہی اور یہی مختار ہی یہ محیط مین ہی۔ اور وقف عمارت کا ایسی زمین مین جو عاریت پر ہی یا اجارہ
پر ہی نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور خصاف نے بیان فرمایا کہ بازار کی دکان کا وقف جائز ہی بشرطیکہ
زمین اجارہ پر ایسے لوگون کے قبضہ مین ہو جنھون نے ان دکانون کو بنایا ہی کہ سلطان انکے ہاتھ سے نکال نہ سکتا ہو اور
اس سے ثابت ہوا کہ جو عمارت کہ زمین محتکرہ مین ہو اُسکا وقف جائز ہی یہ نہر الفائق مین ہی۔ اگر قطعہ زمین وقف
کی ہوئی مین کسی نے عمارت بنائی اور اسکو اسی جہت پر وقف کیا جسپر یہ قطعہ زمین وقف ہی تو اُسکی تبعیت مین اُسکا وقف بھی

[1] متطوع تبرع و احسان کنندہ ۱۲ [2] یعنی عقار کے تابع کر کے نہین بلکہ مقصود اسی منقول کا وقف کرتا ہی ۱۲ [3] بلکہ دوسری مسجدین پڑھا جاوے
قال المترجم قولہ لوگون نے یعنی اہل علم نے الخ اور شاید مولف کے نزدیک یہ اختلاف بعید ہی لہذا لوگون سے اس لفظ کی تعبیر کی ۱۲ منہ

بلا خلاف جائز ہوگا اور اگر قطعہ مذکورہ کی جہت وقف کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اُسکے جواز مین اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر کوئی درخت جما پھر اُسکو وقف کردیا پس اگر اُسکو ایسی زمین مین لگایا ہے جو وقف کی ہوئی نہین ہے اور اس درخت کو مع اُسکے موضع زمین کے وقف کیا یا جتنی زمین پر اُسکا قیام ہے تو زمین کی تبعیت مین بحکم اتصال کے یہ درخت بھی وقف ہوجائیگا اور اگر فقط درخت کو بدون اصل زمین کے وقف کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر وقف کی زمین مین لگایا ہے تو اگر اُسی جہت پر وقف کیا جسپر یہ زمین وقف ہے تو جائز ہے جیسے عمارت مین جائز ہے اور اگر اس جہت کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اسمین بھی ویسا ہی اختلاف ہے جیسا عمارت مین مذکور ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور رباط کے کام کاج کیواسطے غلام و باندیونکا وقف کرنا جائز ہے اور اگر حاکم نے اسوقف کی باندیکا نکاح کردیا تو جائز ہے اور اگر اُسکا غلام بیاہ دیا تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ غلام پر مہر و نفقہ لازم ہوجائیگا اور اگر وقف کے غلام کو وقف کی باندی سے بیاہ دیا تو نہین جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور جو چیزین ایسی ہین کہ بدون انکے عین تلف کرنیکے انسے انتفاع نہین حاصل ہوسکتا ہے جیسے کھانے و پینے کی چیزین و سونا چاندی وغیرہ تو عامہ فقہا کے نزدیک نہین جائز ہے اور مراد چاندی و سونے سے درم و دینار ہین اور جو زیور نہو وے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر درم یا کیلی چیزین یا کپڑے وقف کیے تو نہین جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جہان اسکا رواج ہو وہان جواز کا فتوی دیا جائیگا تو دریافت کیا گیا کہ کیونکر تو فرمایا کہ درم فقیرونکو قرض دیے جائینگے پھر انسے وصول کرلیے جائینگے یا مضاربت پر دیے جائینگے اور انکا نفع صدقہ کیا جائیگا اور گیہون فقیرونپر قرض دیے جاوینگے کہ اُس سے زراعت کرین پھر انسے لے لیے جاوینگے اور کپڑے و لباس فقیرون کو دیے جاوینگے کہ اپنی ضرورت کے وقت انکو پہنین پھر انسے لے لیے جاوینگے یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ اور نہین صحیح ہے وقف ادویہ کا الا جب کہ اُسنے کہا کہ فقیرون و تونگرون سب پر تو جائز ہوگا اور تونگر لوگ فقیرونکی تبعیت مین داخل ہوجاوینگے یہ معراج الدرایہ مین ہے اور ناطفی نے کہا کہ اگر مسجدونکی اصلاح کیواسطے مال وقف کیا تو جائز ہے اور اگر پلون کے بنانے و راستونکی درستی اور قبرونکے کھودنے اور مسلمانون کے لیے سقایہ کا بہشتی یا مسلمان مردون کیواسطے کفن خریدنے کے لیے وقف کیا تو نہین جائز ہے اور فتوی اُسپر دیا جاوے کہ جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ **اور متصلات** اس بیان سے ان چیزونکا بیان ہے جو بدون ذکر کے داخل ہوجاتی ہین اور جو ذکر ہی سے داخل ہوتی ہین۔ امام خصاف نے اپنی کتاب الوقف مین بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنی صحت مین اپنی اراضی بعض وجوہ پر جنکو بیان کیا ہے وقف کی اور بعد ان وجوہ کے فقرا پر وقف بیان کیا تو اسوقف مین جو عمارات و درختان خرما و دیگر اشجار ہونگے سب داخل ہوجاوینگے یہ محیط مین ہے۔ اور خصاف نے بیان کیا ہے کہ درختونکے وقف کرنے مین جو پھل کہ اسوقت موجود ہین وہ داخل نہین ہوجاتے ہین اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مینے اپنی یہ زمین مع اُسکے حقوق و تمام اُس چیز کے جو اس مین یا اس سے ہے صدقہ موقوفہ کرکے وقف کی حالانکہ وقف کے روز اس اراضی کے درختون مین پھل موجود ہین تو ہلال نے فرمایا کہ استحسانا اسپر لازم ہے کہ ان پھلونکو فقیرون و مسکینون پر صدقہ کردے نہ بطور وقف کے بلکہ بطور نذر کے پھر اسکے بعد

پھل اسمین پیدا ہونگے وہ انھیں وجوہ پر صرف کیے جاوینگے جنکو اُسنے وقف مین بیان کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی بعد میری وفات کے اسوجہ پر کہ جو اللہ تعالی اسکی حاصلات و
پیدا وار فرماوے وہ واسطے عبداللہ کے ہی پھر وقف کرنے والا مرا اور حال یہ ہی کہ اس اراضی کے درختون مین پھل موجود
ہین تو فرمایا کہ یہ پھل عبداللہ کیواسطے نہ ہونگے اسواسطے کہ اُسکے لیے اب وقف واجب ہوا ہی پس ایسا ہوگیا کہ اُسنے
ایک زمین وقف کی جسکے درختونمین پھل موجود ہین پس وصیت وقف مین جو پھل موجود ہین داخل ہونگے پھر کلف
نے فرمایا کہ اس مقام پر یہ موجودہ پھل بدلیل قیاس اُسکے وارثونکے ہونگے اور استحسان یہ ہی کہ فقیرونپر صدقہ کردیئے
جاوینگے اور ہم استحسان ہی کو اختیار کرتے ہین۔ اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ اگر وقف کرنیوالیکے الفاظ اسی قدر ہون
جو بیان ہوئے ہین تو قیاس واستحسان ہر دلیل سے یہ پھل وارثونکے ہونے چاہیے ہین اس جہت سے کہ اُسنے وقف کو
اپنی وفات کے بعد پر رکھا ہی پس مین مذکور اُسکی حیات مین وقف نہین ہوئی اور جب ایسا ہی تو جو پھل پیدا ہوئے
ہین وہ میت کی ملک پر پیدا ہوئے ہین پس یہ اُسکے وارثونکی ملک ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کوئی زمین وقف کی
اور اسمین زراعت ہی تو وہ وقف مین داخل نہوگی خواہ زراعت کیواسطے قیمت ہو یا نہ ہو یہ مضمرات مین ہے اور
فقیہ ابواللیث رحمہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی خصاف نے فرمایا کہ اگر اس اراضی مین بقول یا پھل پھول
خوشبودار ہون تو وہ وقف مین داخل نہونگے اور اگر اسمین نرکل و عیصلہ و خلاف ہون تو جو ایسے ہین کہ ہرسال کاٹے جاتے
ہین وہ داخل نہ ہونگے اور جو ایسے ہین کہ ہر دو برس یا تین برس بعد کاٹے جایا کرتے ہین وہ داخل ہو جاوینگے یہ محیط
مین ہی۔ اور اسیطرح جو زمانہ آئندہ مین پیدا ہون پھلین وہ داخل وقف ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے
اور رطاب مین سے جو رطبہ اُگا ہوا ہووے وہ وقف کرنیوالیکا ہوگا اور جو اُسکے اصول جڑین ہین وہ وقف مین
داخل ہونگے اسیطرح بادنجان و قطن ہی لیکن اگر روئی کے درخت ہرسال جھاڑے جاتے ہون تو وقف مین داخل
نہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ پیاز نرگس و زعفران وقف مین داخل ہونگے اور نیشکر نہین داخل ہونگے اور گلاب یاسمین
کے درخت زمین کی وقف مین داخل ہو جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہی ولیکن گلاب و چنبیلی و برگ حنا وقف کرنیوالے کے ہونگے
یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر ایسی زمین وقف کی جسمین چکی گڑی ہی تو وہ چکی داخل وقف ہوگی خواہ پنچکی ہو یا ہاتھ کی
چکی ہو اور اسیطرح کنوین کے چرخ داخل ہونگے اور چرس داخل نہ ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور حمام کے وقف مین دیگین
داخل ہونگی اور وہ مقام بھی جہان اُسکا گوبر و راکھ ڈالی جاتی ہی اور پانی بہنے کی نالی جو زمین مملوکہ مین ہو اور راستہ
آمد و رفت کا داخل نہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیرونپر صدقہ موقوفہ ہی اور اسمین کچھ حصہ
پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحساناً اُسکا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا اسواسطے کہ زمین اسیواسطے وقف کی جاتی ہی
کہ اُس سے پیداوار و حاصلات ملے اور یہ بدون پانی و راستہ کے نہین ہوسکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور
دار کے وقف مین اگر اسطرح بیان نہ کیا کہ دار مع اپنے حقوق کے اور نہ یہ ذکر کیا کہ سب قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس دار کیواسطے اسمین
یا اس سے اُسکے حقوق سے ہی تو وہی چیزین داخل ہونگی جو دار کی بیع مین بدون بیان کے داخل ہو جاتی ہین اور

ف یعنی ہمارے ہندوستان میں [illegible] ۱۲

دوکان کے وقف میں وہ چیزیں داخل ہونگی جو انکے بیع کرنے میں داخل ہو جاتی ہیں اور دھوبیں بنانے والوں کے خم اور چمڑا کمانے والونکی دیگیں وقف میں داخل نہونگی خواہ یہ عمارت میں جمی ہوں یا نہ جمی ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔ [دوشاب ۱۲] [مٹکے ۱۲]
اور شیخ نصیرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا دار وقف کیا جسمیں حمامات ہیں یعنی ایسے کبوتر ہیں جو اڑ جاتے ہیں اور پھر چلے آتے ہیں تو فرمایا کہ دار کے وقف میں یا لکبوتر داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ فتاوی ابو اللیثؒ میں ہے کہ اگر کبوتر کے برج وقف کیے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہوا اس واسطے کہ کبوتر اگرچہ مال منقول میں سے ہیں۔ لیکن وہ اس مکان وقف کی تبعیت میں داخل ہو جائینگے جیسے اگر کوئی زمین مع ان چیزوں کے جو اسمیں بیلوں و غلاموں سے وقف کی تو بیلوں و غلاموں کا وقف جائز ہے اور اسیطرح اگر ایسا مکان وقف کیا جسمیں شہد کی مکھیوں کے چھتے ہیں تو جائز ہے اور شہد کی مکھیاں تابع مکان وشہد کے ہو جائینگی۔ اور واضح ہو کہ یہاں تابع وقف ہو جائینگی تا دلیل اسیطرح واجب ہے کہ مراد یہ ہے کہ مکان کو مع شہد کی مکھیوں کے جو اسمیں ہیں یا کبوتروں کے برج کو مع اُن کبوتروں کے جو اسمیں ہیں وقف کیا جیسے میں کی صورت میں ہے کہ زمین کو مع اسکے بیلوں و غلاموں کے وقف کیا یہ محیط میں ہے

فصل وقف مشاع کے بیان میں قال المترجم مشاع سے مراد یہ ہے کہ تمام میں وقف پھیلا ہوا ہو منقسم و متعین کسی حصہ میں نہو۔ اور واضح ہو کہ محتمل قسمت یا بلفظ قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے اُس سے وہی فائدہ ہو سکے جو قبل بانٹنے کے حاصل تھا اور غیر قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے وہ فائدہ جو قبل تقسیم کے حاصل تھا حاصل نہو سکے فافہم اب ہم بیان کتاب کو شروع کرتے ہیں۔ جو چیز کہ غیر قابل تقسیم ہے اگر اُس میں سے کوئی حصہ وقف کیا جو تقسیم کیا ہوا سب طرح علیحدہ نہیں ہے بلکہ یہ حصہ تمام میں شائع ہے تو یہ وقف بلا خلاف جائز ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر آدھا حمام وقف کیا تو وقف جائز ہے اگرچہ مشاع ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور جو چیز قابل تقسیم ہے اُس میں وقف مشاع امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی کو مشائخ بخارا نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور متاخرین مشائخ نے اسی پر فتوی دیا ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر مقسوم کو مسجد یا مقبرہ کر دینا مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا ایسی ہو جو قابل تقسیم نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی قاضی نے غیر مقسوم وقف کے صحیح ہونیکا حکم دیدیا تو اُسکا حکم نافذ ہو جائیگا اور وہ اتفاقی ہو جائیگا جیسے اور مسائل مختلفہ میں حکم ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔ پھر جو چیز قابل تقسیم ہے اسمیں مشاع وقف کے صحیح ہو جائیگا کسی قاضی نے حکم دیدیا پھر بعض شریکوں نے درخواست کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک بٹوارہ نامنظور نہوگا ہاں وہ لوگ باری باری مقرر کر لیں اور صاحبینؒ کے نزدیک بٹوارہ کر دیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کل چیز وقف ہو اور بعضوں نے یا سب نے بٹوارہ چاہا تو تقسیم نہ کی جائیگی اور نیز باری بھی نہیں کر سکتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر عقار میں دو شریک ہوں پھر ایک نے اپنا حصہ وقف کیا تو خود ہی اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور اسکی موت کے بعد اُسکے وصی کو بٹوارہ کرانے کا حق پہونچتا ہے اور اگر اُسنے اپنے عقار میں سے نصف کو وقف کر دیا تو اُس سے بٹوارہ کرانیوالا قاضی ہوگا یا یہ باقی اپنا حصہ کسی

ف قال المترجم وجہ وجوب یہ ہے کہ یہ چیزیں اُسکے تابع یعنے حقوق وغیرہ کے نہیں ہیں کہ بلا ذکر داخل ہو جاویں جیسے میں ہے جانا پس یہ مراد ہے کہ وقف منقول نہیں جائز ہے مگر بالتبع ۱۲ منہ
ف خواہ اصل کے شریک یا جبر وقف کیا گیا ہے ۱۲ منہ ف اراضی یا مکان غیر منقول ۱۲

کے ہاتھ فروخت کردے پس مشتری اُس سے بٹوارہ کرالیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر دو شخصون کے درمیان ایک اراضی مشترک ہی پس
ہر ایک نے اپنا حصہ ایک قوم پر جو معلوم ہین وقف کردیا تو یہ جائز ہی اور دونون کو اختیار ہوگا کہ باہم اُس زمین کا بٹوارہ
کرین پس ہر ایک اپنا اپنا حصہ جو وقف کیا جدا کر کے اپنے قبضہ مین رکھیگا جسکا خود متولی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر
کل کو وقف کردیا پھر اسمین سے ایک جزو[سلہ] کا کوئی شخص مستحق ثابت ہوا تو امام محمدؒ کے نزدیک باقی کا وقف باطل ہوگیا
اسواسطے کہ وقف کے وقت شیوع موجود تھا اور اگر اسمین سے کسی جزو معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا تو باقی کا وقف باطل نہوگا
یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنی تمام اراضی وقف کردی پھر اُسمین سے نصف غیر معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا اور قاضی نے
مستحق کیواسطے نصف کا حکم دیدیا اور باقی نصف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بحال خود وقف رہی تو وقف کرنیوالے کو اختیار ہوگا کہ
مستحق سے بٹوارہ کرے یہ محیط مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ بنا بر قول امام محمدؒ کے اگر ایک اراضی دو شخصون مین مشترک ہو پس دونون نے
اُسکو صدقہ موقوفہ خواہ مسکینون پر یا جن راہ خیر پر وقف جائز ہی اُنمین سے کسی راہ پر وقف کردیا اور دونون نے اُسکو قیم کے
سپرد کردیا جو اُسکے امور کی پرداخت پر قائم رہتا ہی تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک وہ شیوع جواز وقف سے مانع ہی جو
قبضہ کے وقت ہو یا وہ شیوع جو عقد کے وقت ہو اور اس صورت مین شیوع کسی وقت پر نہین پایا گیا نہ وقت وقف کے کیونکہ دونون نے
زمین کو ساتھ ہی وقف کیا ہی اور نہ وقت سپردگی قیم کے کیونکہ دونون نے اسکو ساتھ ہی سپرد کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور
اسیطرح اگر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ علیحدہ وقف کیا اور صدقہ موقوفہ مسکینون پر کردیا اور دونون نے ایک ہی قیم کو مقرر کیا
پس قیم مذکور نے دونونکے حصہ پر ایک ساتھ یا جدا جدا قبضہ کرلیا تو بھی روا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اسیطرح اگر دونون نے ساتھ ہی
دو شخصون کو متولی مقرر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الوجیز۔ اور اسیطرح اگر وقف کی جہت مختلف ہو مثلاً ایک نے اپنی اولاد پر
نسلاً بعد نسل وقف کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ کوئی نہ رہین تو مساکین پر وقف ہی اور دوسرے نے حج پر کہ اُس سے ہر سال حج کیا جائے
پھر دونون نے ساتھ ہی ایک متولی کو سپرد کی تو جائز ہی اور اسیطرح اگر وقف کرنیوالا ایک ہی ہو پس اُسنے آدھی غیر مقسوم
و معین [illegible] مسکینون پر وقف کی اور باقی نصف دوسرے امر پر وقف کی تو بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر
متولی نے دونون مین سے ایک کے حصہ پر قبضہ کیا اور دوسرے کے حصہ پر قبضہ نہ کیا تو وقف صحیح نہوگا حتی کہ جسکے حصہ پر قبضہ کیا
ہی اُسکو اُس سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا کہ واپس لیکر دیا ہی اسکو فروخت کردے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو شریکون مین سے
ہر ایک نے نصف زمین مشاع غیر مقسوم حالت مین صدقہ موقوفہ کردی اور ہر ایک نے اپنے وقف کیواسطے جدا جدا
دو متولی مقرر کیے تو جائز نہین ہی کیونکہ وقت عقد کے شیوع پایا گیا ہی اسواسطے کہ ہر ایک علیحدہ عقد کا مباشر ہوا ہی
اور وقت قبضہ کے بھی شیوع متمکن تھا اسلیے کہ ہر ایک متولی نے نصف مشاع پر قبضہ کیا اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے
متولی سے قبضہ کے وقت کہا کہ تو میرے حصہ بمع میرے شریک کے حصہ کے قبضہ کر تو وقف جائز ہوگا اور یہ سب امام محمدؒ کا
قول ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے ان سب صورتون مین وقف جائز ہی اسواسطے کہ امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک

سلہ مراد اس سے وہ جزو ہے جو غیر معین ہو ۱۲ منہ سلہ ظاہرا یہ بنا بر قول امام ابو یوسف ہوگا و احتمال ہے کہ
کہ بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ کے استحساناً ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

بغیر قبضہ کرانیکے وقف جائز ہی پس غیر مقسوم کا وقف بھی روا ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور اگر اپنے مکان یا زمین سے ہزار گز وقف کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی پس تمام دار یا زمین ناپا جائیگا پس اگر وہ ہزار گز یا کم نکلا تو سب وقف ہوگا اور اگر دو ہزار گز ہو تو اسمین سے نصف وقف ہوگا اور اگر ڈیڑھ ہزار گز نکلا تو دو تہائی حصہ وقف ہوگا اور اگر اُسمین سے بعض ٹکڑے مین درختان خرما ہون اور بعض مین نہون تو وقف کیواسطے درختان خرما سے حصہ ہوگا یہ محیط مین ہے ایک شخص نے ایک زمین سے ایک جریب مشاع وقف کی پھر تقسیم واقع ہوئی اور بٹوارہ مین وقف مین ایک جریب سے کم پڑا اسوجہ سے کہ وقف کے ٹکڑے کی زمین عمدہ تھی پس دوسرے ٹکڑے کے گزون یعنی رقبہ مین بڑھا دیا گیا ہو یا اسکے برعکس واقع ہوا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنا حصہ اس دار مین سے وقف کر دیا اور یہ تمام دار کی تہائی ہی پھر پیچھے اُسکا حصہ اس تمام دار کا آدھا یا دو تہائی نکلا تو یہ سب وقف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر زمینین و مکانات دو شخصون مین مشترک ہون پھر انمین سے ایک نے اپنا حصہ وقف کر دیا پھر چاہا کہ اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور تمام وقف کو ایک زمین یا ایک دار مین مجتمع کرے تو قیاس قول امام ابو یوسف رح و شیخ ہلال رح مین یہ جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر دو شخصون مین ایک زمین مشترک ہی پس ایک نے اسمین سے اپنا حصہ وقف کر دیا ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی پھر اگر وقف کرنے والے نے اپنے شریک سے بٹوارہ کرایا اور بٹوارہ مین کسیقدر درم معدود و معلوم داخل کیے تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر وقف کرنیوالے نے زمین کا ایک ٹکڑا مع اُن درمونکے لیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ وہ وقف مین سے کچھ بعوض درمونکے فروخت کرنیوالا ہوا اور یہ فاسد ہی اور اگر وقف کرنیوالے نے درم دیے ہین تو جائز ہی اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے حصہ وقف لیا اور اُسکے ساتھ ایک ٹکڑا اور درمونکے عوض حصہ شریک مین سے خریدا پس جائز ہوگا پھر جو حصہ واقف کا ہی وہ وقف ہوگا اور جو اُسنے درمون سے لیا ہی وہ اُسکی ملک ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر تقسیم مین کچھ درم بڑھائے گئے ہون باین طور کہ دو حصون مین سے ایک حصہ کی زمین عمدہ تھی اور دوسرا حصہ زمین اُس سے خراب تھا پس بمقابلہ عمدگی کے کچھ درم بڑھائے گئے تو دیکھا جاوے کہ اگر وقف کنندہ نے درم لیے ہین تو جائز نہین ہو اور اگر شریک نے لیے ہین تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ ایک دکان دو شریکون مین مشترک ہی جنمین سے ایک نے اپنا حصہ وقف کیا پھر وقف کرنے والے نے چاہا کہ اس حصہ کے دروازہ پر وقف کا تختہ لگاوے اور دوسرے شریک نے اسکو روکا تو وہ وقف کا تختہ نہین لگا سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ قاضی نے اسکو بغرض حفاظت وقف کے اُسکی اجازت دیدی ہو اور یہ مسئلہ امام ابو یوسف رح کے قول پر ٹھیک پڑتا ہی جسکو مشائخ بلخ نے اختیار فرمایا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک گاؤن مین سے کچھ وقف ہی اور کچھ بادشاہت کی زمین ہی اور کچھ دوسرونکی ملک ہی پھر اُنھون نے اُسمین سے تھوڑی زمین کا بٹوارہ بدین غرض چاہا کہ اسکو مبتزرہ بنا دین تو انکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر کل کی تقسیم چاہی تو جائز ہے یہ وجیز مین ہے

باب سوم مصارف کے بیان مین یعنی جہان جہان مال وقف صرف کیا جاوے اور اسمین آٹھ فصلین ہین

فصل اول

کس صورت مین وقف کا مصرف ہوگا اور کون شخص مصرف ہو سکتا ہی کہ اُسپر وقف صحیح ہووے اور کون نہین ہو سکتا ہی کہ اُسپر وقف صحیح نہ ہووے۔ حاصلات وقف مین سے پہلے وقف کی تعمیر مین صرف کیا جائیگا خواہ وقف کرنے والے

نے یہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو پھر جو امر اس عمارت سے قریب ہو اور مصلحت میں سب سے عام ہو جیسے مسجد[۱] کیواسطے اُسکا امام اور
مدرسہ[۲] کیواسطے اُسکا مدرس پس انکو بقدر انکی کفایت کے دیا جائیگا پھر چراغ و بوریے فرش وغیرہ میں صرف کیا جاوے
پھر اسیطرح آخر تک مصلحتوں میں لحاظ رکھا جائیگا اور یہ اسوقت ہی کہ وقف کا کوئی مصرف معین نہو اور اگر کسی چیز پر
معین کیا گیا ہو وہ اس وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرنیکے بعد اسی مصرف معین کی طرف خرچ کیا جائے گا یہ
حاوی قدسی میں ہی اور اگر وقف کی آمدنی[۳] اُسنے ایکسال یا دو سال تک فلان شخص کیواسطے پھر بعد اسکے فقیروں کے
واسطے کر دی ہو اور آمدنی سے اُسکی تعمیر شرط کر دی ہو تو ایسی صورتمین فلان مذکور کے حق سے وقف کی تعمیر پیچھے کر دی
جائیگی لیکن اگر تعمیر مین دیر کرنیسے وقف کو کوئی کھلا نقصان پہونچتا نظر آوے تو تعمیر مقدم رکھی جائیگی یہ حاوی میں ہی
اور جن وجوہ پر وقف ہی وقف کی سب آمدنی ان وجوہ پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیجائیگی لیکن اگر تاخیر عمارت میں کھلا ضرر
پہونچتا ہو تو پہلے تعمیر مقدم کیجائیگی اور رہا ناظر پس اگر اُسکے واسطے وقف میں سے کچھ شرط کر دیا گیا ہو تو وہ گویا مستحقوں
میں سے ایک مستحق ہی اور اگر ایسا نہو پس اگر وہ کام کرتا ہو تو اپنی اجرت کی قدر لے لیگا اور اگر کچھ کام نہ کرتا ہو تو کچھ
نپاویگا یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر وقف ایک شخص معین یا کئی شخصوں معلوم پر ہو اور آخر میں واسطے فقیروں کے ہو تو یہ
وقف کرنیوالے کے مال سے ہے کہ اپنی زندگی میں جس[۴] مال سے چاہے دیا کرے پھر جب مرا تو یہ مال انکو اس وقف کی آمدنی
سے دیا جائیگا پھر وقف کی تعمیر اُسی قدر لازم ہی کہ جس سے وقف کی ہوئی چیز ویسی ہی باقی رہے جیسے وقف کی تھی اور
اُس سے بڑھانا سو یہ واجب نہیں ہی پس بدون اُنکی رضامندی کے متولی اُس سے زیادہ عمارت میں خرچ نہ کریگا اور
اگر وقف فقیروں پر ہو تو بعض کے نزدیک متولی کسی حال میں اس سے زیادہ تعمیر نہ بڑھائیگا جس وصف پر وقف
کرنیوالے نے وقف کیا ہی اور یہی اصح ہی یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر کسی نے اپنا مکان اپنی اولاد کی سکونت کے لیے
وقف کیا تو جو اسمین رہے اسی پر اسکی تعمیر و مرمت واجب ہی پھر اگر اُسنے اس سے انکار کیا یا وہ فقیر ہی تو قاضی اُسکو
اجارہ پر دیکر اُسکی اُجرت سے مرمت و تعمیر کا حکم دیگا پھر جب اُسکی مرمت ہو جائیگی تو جسپر وقف تھا پھر اسی کو واپس
دیدیگا اور انکار کرنیوالے پر تعمیر کیواسطے جبر نہیں کیا جائیگا اور اگر اسی نے اجارہ پر دیا جسکو حق سکونت حاصل ہے تو
اُسکا اجارہ نہیں صحیح ہی یہ ہدایہ میں ہی۔ اور اگر سکونت کے حقدار نے اپنے خالص مال سے وقف میں عمارت بنائی
پس اگر اس عمارت میں سے کچھ بعینہ قائم ہو تو وہ اس بنانے والے کے وارثونکی ہوگی چنانچہ ان لوگونکو اختیار ہوگا
کہ اُسکو لے لیں بشرطیکہ اُس سے واقف کو کوئی ضرر نہ پہونچے کذا فی الحاوی اور اُسکے وارثوں سے کہا جائیگا کہ
اپنی اس عمارت کو یہاں سے دور کر لیجاؤ پس اگر وہ لے گئے تو خیر ورنہ ان پر جبر کیا جائیگا اور اگر انھوں نے عمارت کا اس شخص
کو مالک کر دیا جسپر انکے مورث کے بعد وقف ہی اور قیمت اسکے عوض لے لی تو دونوں فریق کی باہمی رضامندی سے
جائز ہی اور اگر دونوں فریق میں سے ایک نے اُس سے انکار کیا تو اُسپر اس امر کیواسطے جبر نہیں کیا جائیگا یہ محیط میں ہی
اور اگر اس عمارت میں سے بعینہ کچھ قائم نہو تو بنانے والے کے وارثونکو کچھ نہ ملیگا یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر اس شخص نے
جسکے واسطے سکونت شرط کیگئی تھی مکان موقوفہ کی دیوار میں پکی اینٹیں لگائیں یا اسپر گچ کی یا اس مکان میں شہتیر ڈالے

[۱] یعنی وقف مسجد میں سے ۱۲ [۲] یعنی وقف مدرسہ میں سے ۱۲ منہ [۳] خواہ آمدنی وقف سے یا اور مال سے ۱۲ [۴] جسپر وقف ہو ۱۲

یا دھقیان پھر وہ مر گیا اور انمین سے کوئی چیز بغیر ضرر عمارت وقف کے جدا نہین ہوسکتی ہی تو اُسکے وارثونکو اسمین سے کوئی چیز جدا کرکے لینے کا اختیار نہوگا ولیکن اب جسکو سکونت کا استحقاق بوجہ شرط وقف کے حاصل ہوا ہی اُس سے کہا جائیگا کہ وارثون کو انکی عمارت کی قیمت دیدے اور تجھکو سکونت کا استحقاق حاصل ہوگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو مکان مذکور اجارہ پر دیدیا جائیگا اور اسکا کرایہ ان وارثونکو اسوقت تک دیا جائیگا کہ جبتک انکی عمارت کی پوری قیمت انکو ملجاوے پھر جب انکو پوری قیمت پہونچ گئی تو مکان مذکور اس شخص کو دیدیا جائیگا جسکو سکونت کا استحقاق حاصل ہی اور اسی تبیین مین جسکو اب استحقاق سکونت حاصل ہی یہ اختیار نہین ہی کہ ان وارثونکے ساتھ اس امر پر راضی ہوجاوے کہ اپنی عمارت کو کھود کر توڑ لیجاؤ یہ ظہیریہ مین ہی اور عمارت وقف مین سے جو چیز منہدم[۵۱] ہوگئی اور ٹوٹ گری تو قاضی اسکو عمارت وقف مین صرف کریگا اگر وقف مین اُسکی ضرورت ہو ورنہ اُسکو رکھ چھوڑیگا تاکہ جب وقف مین اُسکی ضرورت پیش آوے تو اُسکی عمارت مین صرف کرے اور اگر بعینہ اُسکا عمارت مین صرف کرنا متعذر ہو تو اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن مرمت مین صرف کریگا اور یہ روا نہین ہی کہ مستحقان وقف مین تقسیم کردے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر رباط[۵۲] کی کوئی چھت گر پڑی یا اُسکی کوئی دیوار منہدم ہوگئی اور مستحقان وقف نے اُس سے نفع لینا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی الاجب کہ اُسکی تعمیر سے یاس ہو جاوے تو بعض نے فرمایا کہ اُنکو ایسی اجازت حاصل ہوجائیگی بشرطیکہ حاجتمند محتاج ہون اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ وقف کرنیوالیکے وارثونکو ملیگی اور یہ قیاس قول امام محمد رح ہی یہ تہذیب مین ہی۔ ایک رباط کے دروازہ پر ایک بڑی نہر کا پل ہی کہ اس رباط سے کوئی نفع حاصل نہین ہوسکتا ہی جبتک کہ اس پل پر سے اُس پار نجاوین اور اس پل کی کوئی آمدنی نہین ہی تو رباط کی آمدنی سے اس پل کی تعمیر مین خرچ کرنا روا ہی بشرطیکہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط کی ہو کہ وقف کی آمدنی ایسے امور مین صرف کیجاوے جنمین رباط کیواسطے بہتری ہو اور اگر اُسنے یہ شرط نکردی ہو بلکہ فقط رباط کی مرمت کا ذکر کیا ہو تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہ رباط کی مرمت نہین ہی حتی کہ اگر رباط کی حالت ایسی ہو کہ اگر اُسکی آمدنی سے پل کی مرمت نکیجاوے تو رباط خراب و شکستہ ہوجائیگی تو علماء نے استحسانا فرمایا کہ پل کی مرمت ایسی حالت مین رباط کی آمدنی سے جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتیون پر اگر وقف کیا تو مختصر الفتاوی مین مذکور ہی کہ یہ جائز[۵۳] ہی اور اسی پر سید امام ابو القاسم نے فتوی دیا ہی کذا فی السراجیہ اور مختار یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتیون پر وقف جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اکیلے تونگرون پر وقف نہین روا ہی اور اگر تونگرون پر جو گنتی کے ہین اور بعد انکے فقیرون پر وقف کیا تو جائز ہی اور حق تونگرون کا ہوگا پھر فقیرونکا یہ محیط سرخسی مین ہی اور مسافرون پر وقف کیا تو جائز ہی اور یہ فقیر مسافرون پر ہوگا نہ تونگر مسافرون پر یہ خلاصہ مین ہی اور اگر وقف کرنیوالے نے کہا کہ بدین شرط کہ اسکی آمدنی سے ہر سال میری طرف سے حج کیا جاوے یا عمرہ کیا جاوے یا میرا قرضہ ادا کیا جاوے تو یہ جائز ہی اور اگر کار ہاے خیر پر وقف کیا چنانچہ وقفنامہ مین بیان کیا کہ اسکی سالانہ آمدنی سے مٹکے خرید کرکے سبیلین پانی بھروادیا جایا کرے یا اُس سے

[۵۱] انہدام گر پڑنا اور مسمار ہوجانا عمارت وغیرہ کا ۱۲ منہ [۵۲] مجاہدین کیواسطے بنا دیتے ہین اور وہ حد متصل ملک کفرستان ہوتا ہی ۱۲ منہ

[۵۳] محل اشتباہ یہ ہی کہ وقف صدقہ ہی اور صدقہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر روا نہین ہی ۱۲ منہ

۱۱۳۶۷

بیوہ عورتون ویتیمون کا سامان کر دیا جاوے یا اُس سے کپڑے خرید کر فقیرونکو پہنائے جایا کرین یا ہر سال صدقہ کیا جایا کرے[١] بجائے اُن گناہون کے جنہین حد سے تجاوز کرکے نافرمانی کی ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اسکے آخر مین ایسا مصرف مقرر کردیا ہو جو ہمیشہ فقیرون کیواسطے ہو۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی برین شرط کہ ہر سال میری طرف سے ایک پورا حج پانچ ہزار درم سے کیا جاوے اور سواری کے ساتھ حاجی کا خرچہ فقط ایک ہزار درم پڑتے ہین تو تین ہزار درم حج مین صرف کیے جاوینگے اور باقی مسکینونکو دیے جاوینگے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ جہاد اور غازیونپر ہے یا مُردونکے کفنونپر یا قبرونکے کھودنے پر یا اور اُسی کے مشابہت پر تو جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور امام خصاف نے باب الوقف مین فرمایا کہ اور وہ وقف کہ جو نہین[٢] جائز ہے اسطرح کہ میری یہ اراضی اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے لوگونپر ہمیشہ کیواسطے تو وقف باطل ہے اسیطرح اگر کہا کہ بنی آدم پر یا اہل بغداد پر پھر جب وہ لوگ سب مر کھپ کر ختم ہوجاوین تو وہ مسکینونپر ہے تو وقف باطل ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ لنجون و اندھونپر تو وقف باطل ہے اور امام خصاف نے لنجون و اندھونپر وقف کا مسئلہ ایک دوسرے مقام پر ذکر کیا اور فرمایا کہ اس وقف کی آمدنی مسکینون کو ملیگی اور وہ لنجون و اندھون کیواسطے مخصوص نہوگی اور اسیطرح اگر قرآن شریف کے قاریونپر و فقیہونپر وقف کیا تو بھی باطل ہے اور ہلال رح کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ لنجون و اندھون و منقطع[٣] لوگونپر وقف صحیح ہے پس اُنمین سے محتاجون کو ملیگا تو انگرونکو نہ ملیگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مسجد کے معلم پر جو مسجد مین لڑکے پڑھایا کرتا ہے نہین جائز ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام استاد نسفی فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالبعلمان شہر فلان پر وقف کیا تو جائز ہے اگرچہ انمین سے محتاجون کی شرط نہ کردی ہو۔ اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الوقف مین بیان فرمایا کہ اس جنس کے مسائل مین حاصل قاعدہ یہ ہے کہ جب وقف کرنیوالے نے ایسا مصرف ذکر کیا جسمین ظاہر صاف معلوم ہوتا ہے کہ فقیرون و محتاجونپر وقف ہے تو وقف صحیح ہوگا خواہ یہ لوگ گنتی و شمار سے حصر مین آسکتے ہون یا حصر مین نہ آتے ہون اور جب اُسنے ایسا مصرف بیان کیا کہ اسمین تونگر و فقیر یکسان ہین پس اگر یہ لوگ حصر مین آتے ہون تو یہ اُنکے واسطے صحیح ہے باعتبار انکے اعیان کے یعنی گویا ہر فرد معین کو تملیک کردی اور اگر یہ لوگ شمار مین نہ آتے ہون تو وقف باطل ہے اور فرمایا کہ لیکن اگر اسکے لفظ سے باعتبار لوگون کے استعمال کے نہ باعتبار حقیقت لفظ کے یہ دلالت پائی جاتی ہو کہ محتاجی ہونیکے ساتھ انکو دیا جاوے جیسے یتیمونکا لفظ کہا کہ لوگونکے استعمال مین محتاج بچکس پر دلالت پائی جاتی ہے تو ایسی حالتمین دیکھا جائیگا کہ اگر یہ لوگ داخل شمار ہین تو انمین تونگر و فقیر سب یکسان ہین اور اگر داخل شمار نہ ہون تو بھی وقف صحیح ہے مگر انمین سے فقیرونکو دیا جائیگا تونگرونکو نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اصحاب حدیث پر وقف کیا تو وقف مین کوئی شافعی مذہب طالب کہ وہ حدیث کی طالبعلمی مین ہو وے[٤] داخل نہوگا اور حنفی مذہب والا اگر حدیث کی طلب و تحصیل مین ہو تو داخل ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی زمین یا مکان ہر اس شخص کیواسطے جو اس خاص مسجد کیواسطے موذن[٥] مقرر ہووے یا امام مقرر ہووے

---

[١] یعنی بنظر معرفت نہین جائز ہے ۱۲ [٢] جو کمائی سے جاتے رہتے ہین مثلاً اپاہج و کوڑھی وغیرہ ۱۲ منہ [٣] قال المترجم اشعار ہے کہ طالب علم حدیث کا اگر شافعی مذہب ہو تو داخل ہوگا ہکذا وجدت فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲ منہ

[٤] یعنی جس زمانہ مین جو موذن ہو یا جو امام ہو اور یہ مراد نہین ہے کہ جو اس مین اذان دے چاہے ایک ہی وقت مین دس ہون ۱۲ منہ

وقف کیا تو شیخ اسمٰعیل زاہد نے فرمایا کہ ایسا وقف نہین جائز ہے اور اگر موذن فقیر ہو تو بھی نہین جائز ہے اور اسمین حیلہ جواز
کا یہ ہے کہ وقفنامہ مین یون تحریر کرے وقفت[1] ہذا المنزل علی کل موذن یوذن فقیر یکون فی ہذا المسجد او المحلۃ فاذا
خرب المسجد وخلی من اہل تصرف الغلۃ بعد ذلک الی فقراء المسلمین و محاویجھم تو جائز ہوگا اور اگر کہا کہ مینے ہر موذن فقیر پر
وقف کیا تو یہ مجہول ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور زمین کا وقف کرنا ایسے شخص پر کہ وقف کرنیوالیکی قبر کے پاس قرآن پڑھا کرے
نہین صحیح ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی اراضی کو مصاحف مجید پر جو وقف کیے ہوئے ہین
اس شرط سے وقف کیا کہ ان مصاحف مین سے جو پڑھا پڑھایا جاوے اسکی درستی اس اراضی کی آمدنی سے ہوا کرے تو
فرمایا کہ وقف باطل ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر صوفی لوگون پر وقف کیا تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اور
انمین سے فقیر و غیر صرف کیا جائیگا اور یہی اصح ہے یہ قنیہ مین ہے۔ فصل دوم اپنی ذات و اپنی اولاد و انکی نسل پر وقف کرنے کے
بیان مین۔ اگر ایک نے کہا کہ میری یہ اراضی میری ذات پر وقف ہے تو قول مختار کے موافق یہ وقف جائز ہے یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مینے وقف کی اپنی ذات پر بعد اپنے فلان پر پھر بعد اسکے فقیر و غیر تو امام ابو یوسف کے نزدیک
جائز ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی وقف ہے فلان پر و بعد اسکے مجھ پر یا کہا کہ مجھ پر و فلان پر یا کہا کہ میرے غلام پر
و فلان پر تو مختار یہ ہے کہ صحیح ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی زمین اپنے فرزند پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف صحیح وقف
کی تو وقف مین اسکا وہی فرزند داخل ہوگا جو آمدنی پائے جانے کے روز موجود ہو خواہ وہ وقف کے روز موجود تھا
یا بعد اسکے پیدا ہوا ہو اور یہ شیخ ہلال رحمہ اللہ کا قول ہے اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے
یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اسیطرح اگر یون کہا کہ میرے فرزند پر اور جو میرا فرزند بعد اسکے پیدا ہو اسپر وقف ہے پھر جب یہ سب
گذر جاوین تو بعد انکے مسکینون پر وقف ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میرے
اس فرزند پر جو میرا فرزند پیدا ہو حالانکہ اسوقت اسکا کوئی فرزند موجود نہین ہے تو یہ وقف صحیح ہے پھر جب حاصلات آوینگی تو
فقیرون کو تقسیم کر دیجاوینگی پھر اگر بعد تقسیم کے اسکا فرزند پیدا ہوا تو اسکے بعد جو حاصلات آوینگی وہ اسکے فرزند کو دیجایا کرینگی
جبتک وہ زندہ رہے پھر جب اسکا کوئی فرزند باقی نہ رہیگا تو اسکی حاصلات فقیر و غیر تقسیم ہوا کرینگی یہ فتاوی
قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنی اولاد پر وقف کیا تو اسمین مذکر و مونث و خنثی سب داخل ہونگے اور اگر
پسران پر وقف کی تو اسمین خنثی داخل نہ ہونگے اور اگر دختران پر وقف کی تو بھی خنثی داخل نہونگے اسواسطے کہ ہم نہین جانتے
ہین کہ یہ خنثی درحقیقت لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور اگر لڑکون و لڑکیون پر وقف کی تو خنثی[2] داخل ہوجاوینگے یہ سراج وہاج
مین ہے پھر جہان اولاد کے واسطے استحقاق ثابت ہو وہان وہی اولاد داخل ہونگی جنکا نسب وقف کنندہ سے
معروف ہے اور جنکا نہین معروف ہے اور صرف وقف کنندہ کے قول سے معلوم ہوا ہے تو وہ استحقاق مین ان لوگون کے
ساتھ داخل نہوگا اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی میری اولاد پر وقف ہے پھر وقف کرنیوالے کی ایک

[1] مین نے یہ مکان اپنا ہر موذن پر کہ اذان دے فقیر کہ اس مسجد یا محلہ مین ہووے پھر جب مسجد خراب ہو جاوے اور اپنے نمازیون
سے خالی ہو تو اسکے بعد اسکی آمدنی مسلمانون مین سے فقیرون و محتاجون پر صرف کیا دے ۱۲ منہ [2] وہ شخص جسمین مرد و عورت ۲

باندی ایک بچہ لائی یعنے اسکے بچہ پیدا ہوا اور وقت حاصلات سے چھ مہینہ سے کم مین ہوا پس وقف کرنیوالے نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اُس سے نسب ثابت ہو جائیگا ولیکن اِس حاصلات مین سے اُسکا حصہ نہوگا اور اگر اُسکی جورو یا ام ولد کے وقت غلہ سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا تو اس صورت مین اُسکے واسطے اس آمدنی سے حصہ ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ مین پیدا ہوا تو انکے ساتھ شریک نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر آمدنی حاصل ہونے کے وقت وقف کرنیوالا مرگیا پھر اُسکی جورو [یعنے ام ولد کا بچہ ۱۲] نے اُسوقت سے کہ غلہ تیار ہوا ہے دو برس تک کے درمیان مین بچہ جنی تو یہ بچہ پہلی اولاد کے ساتھ مشارک ہوگا اور اسیطرح اگر بجائے موت کے طلاق بائن ہو گئی ہے اور عورت مطلقہ نے عدت گذر جانیکا اقرار نکیا ہو تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اسمین بھی ویسا ہی حکم ہے جیساکہ منکوحہ کی صورتمین ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر وقف سے غلہ حاصل ہونیکے بعد واقف زندہ رہا اور ایسا ہے کہ جورو کے پاس جا سکتا ہے پھر مرگیا اور غلہ کے حاصل ہونیکے وقت سے دو برس تک کے درمیان مین عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا اس غلہ مین کچھ حق نہوگا کیونکہ یہ وہم ہے کہ غلہ حاصل ہو جانیکے بعد اسکا نطفہ قرار پایا ہو لیکن اگر وجود غلہ سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا ہو تو پہلی اولاد کے ساتھ یہ بچہ بھی شریک ہوگا اور اگر غلہ حاصل ہونیکے ایک یا دو روز بعد وقف کرنیوالا مرگیا پھر اسکی جورو اُسوقت وجود غلہ سے دو برس کے درمیان مین بچہ جنی تو اس بچہ کو اس غلہ سے حصہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے پھر مشائخ نے اُسدن کی شناخت مین کہ جس روز آمدنی مین استحقاق واجب ہوتا ہے اختلاف کیا ہے پس شیخ ہلال[له] نے بیان کیا ہے کہ وہ روز ہے کہ جس روز یہ حاصلات ایسی ہو گئی کہ اُسکی کچھ قیمت ہے اور یہ شرط نہین ہے کہ خرچہ سے زیادہ کچھ قیمت ہو اور بعضون نے فرمایا کہ وہ روز ہے جس روز اسکی قیمت ہو گئی مگر اس حیثیت سے کہ خرچہ و خراج کی جو نوائب قاہرہ مثل قرضہ کے جو غلہ پر واجب ہوا ہے ان سب کو محسوب کر کے اُسکی قیمت ہو وے کذا فی محیط السرخسی اور اسی کو متاخرین مشائخ بخارا نے اختیار کیا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد کا نون اندھون پر وقف صدقہ ہے تو وقف ایسی ہی اولاد کے لیے ہوگا اور رون کے لیے نہوگا اور کانا و اندھا ہونا اُسوقت سے معتبر ہوگا جسوقت وقف کیا ہے اور حاصلات آنے کے روز کا کانا و اندھا ہونا شرط و معتبر نہین ہے اور اگر کہا کہ میری زمین میری اولاد صغار پر صدقہ موقوفہ ہے تو صدقہ خاصۃً اولاد صغار کیواسطے ہوگا اور استحقاق کیواسطے وہ معتبر ہوگا جو وقف کے وقت صغیر [نابالغ ۱۲ منہ] تھا یہ شرط نہین ہے کہ غلہ حاصل ہونیکے وقت بھی نابالغ ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین میری اس اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے جو بصرہ مین سکونت پذیر ہون تو آمدنی انھین کو ملیگی جو ساکن بصرہ ہون اور و نکو نہ ملیگی اور بصرہ کی سکونت غلہ حاصل ہونے کے روز کی معتبر ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور حاصل یہ ہے کہ استحقاق اگر ایسی صفت سے ہو جو زائل نہین ہوتی ہے یا زائل ہوتی ہے مگر بعد زوال کے عود نہین کرتی ہے تو استحقاق کے لیے وقف کے وقت اس صفت کا ہونا معتبر ہے۔ اور اگر استحقاق ایسی صفت سے ہو جو زائل ہو جاتی ہے اور پھر عود کر آتی ہے تو استحقاق غلہ کیواسطے غلہ موجود ہونیکے وقت اس صفت کا پایا جانا معتبر ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنی زمین فرزندان ترینہ پر وقف کی لو اسمین نرینہ اولاد داخل ہوگی و لڑکیان داخل نہ ہونگی اسلیے کہ اُسنے اولاد کو ایسی صفت سے بیان کیا جو زائل نہین ہوسکتی ہے یہ محیط سرخسی

له خواہ مخواہ واجب ہوا ان کا مقصود بجز ارکر کے بیچ جانے کے ہین ۱۲ منہ

مین ہی۔ اور اگر کہا کہ لڑکے میری اولاد سے یا میری اولاد کے لڑکون پر تو اسکی شرط کے موافق ہوگا اور وہی لوگ داخل ہونگے جو وقف کے روز اس صفت پر موجود تھے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جو شخص میری اولاد مین سے مسلمان ہو جاوے یا جو شخص نکاح کرے اسپر وقف ہی تو وہ شخص داخل ہوگا جو وقف کے بعد مسلمان ہو جاوے یا نکاح کرے اور وہ داخل نہونگے جو وقف کے روز مسلمان تھے یا انکا نکاح ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری فقیر اولاد پر اور اس سے زیادہ نہ کہا تو غلہ آنے کے وقت جو فقیر ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جو میری اولاد مین سے فقیر ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو تونگری کے بعد محتاج ہوا وہی داخل ہوگا اور سوائے امام محمدؒ کے اور علماء نے فرمایا کہ غلہ آنیکے وقت جو محتاج ہووے وہ داخل ہوگا خواہ وہ تونگر تھا کہ اب محتاج ہوا یا بالکل غنی تھا ہی نہین کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر کہا کہ اگر جسکو میری اولاد سے محتاجی ہووے تو غلہ آنے کے وقت جو ایسا ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اپنی اراضی اپنی عالم اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اگر عالم ہو دین وقف کی پھر انمین سے کوئی ایک صغیر پسر چھوڑ کر مر گیا جو چند سال کے بعد عالم ہوا تو اسکا حصہ پہلے سے نہین رکھ چھوڑا جائیگا اور اس صفت کے پائے جانے سے پہلے وہ کچھ مستحق نہوگا یہ قنیہ مین ہی! ور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے فرزند پر صدقہ موقوفہ ہی تو اسکی حاصلات اسکی پشت کے فرزند پر تقسیم ہوگی خواہ لڑکے ہون یا لڑکیان یا دونون ہون سب یکسان ہین اور جب ایسا وقف جائز ہوگیا تو جبتک اسکی پشت کے فرزند مین سے ایک بھی پایا جائیگا تبتک آمدنی اسی کی ہوگی اور کسی کو نہ ملیگی اور جب کوئی اسکی پشت کا نطفہ نہ رہا تو آمدنی فقیرون پر تقسیم ہوگی اور فرزند کی اولاد پر صرف نہ کیا جائیگا اور اگر وقف کے وقت اسکی پشت سے کوئی فرزند نہو بلکہ اسکے پسر کی اولاد ہو تو پسر کی اولاد کو ملیگا اور انسے نیچے جو پشت ہی انکو کچھ نہ ملیگا اور اسکے نطفہ سے فرزند نہ ہونیکے وقت پسر کی اولاد و نسل اُس کی پشت کی اولاد کے ہوگی اور اسمین دختر کی اولاد موافق ظاہر الروایۃ کے داخل نہوگی اور اسی کو ہلال رحؒ نے لیا ہی اور ظاہر الروایۃ یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ پھر اگر اسکے بعد اگر اسکے پشت کے نطفہ سے اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی تو آیندہ جو حاصلات آوے گی وہ اس کے صلبی فرزند کو دیجائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر پشت اول و دوم دونون معدوم ہون اور تیسری و چوتھی پشت پائی گئی اور انکے نیچے بھی اور پشت موجود ہین تو تیسری پشت اور اسکے نیچے کی پشتین سب اس حاصلات مین شریک ہونگی اگرچہ کثرت سے ہون یہ محیط مین ہی اور جو حکم اپنے فرزند پر وقف کرنے کی صورت مین مفصل مذکور ہوا ہی ویسا ہی اگر فلان کے فرزند پر وقف کیا تو اسی تفصیل سے حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میرے فرزند پر اور میرے فرزند کی اولاد پر ہی تو اس مین اسکی پشت کی اولاد اور اولاد کی اولاد جو وقف کے روز موجود ہین اور جو بعد کو پیدا ہووین سب داخل ہونگی اور ہر دو پشت مین اس آمدنی مین شریک ہونگی اور جو ان دونون پشتون سے نیچے ہین وہ انکے ساتھ شریک نہونگی اور اس مین دخترون کی اولاد ظاہر الروایۃ کے موافق داخل نہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرے فرزند پر و میرے فرزند کی اولاد پر اور فرزند کی اولاد کی اولاد پر وقف ہی یعنی تیسری پشت کو بھی ذکر کیا تو وقف کی آمدنی ہمیشہ اسکی اولاد پر نسلاً بعد نسل تقسیم ہوگی اور فقیرون پر صرف نہ کیجائیگی جب تک کہ ان لوگون مین سے جسپر وقف کا نام لیا ہی اور جو انسے نیچے پشت مین ہون ایک بھی باقی رہے اور اسمین اقرب و الابعد یعنی نزدیک والے اور دور والے سب برابر ہین

لیکن اگر وقف کرنے والے نے وقف مین کہدیا کہ اقرب فالاقرب یعنی نزدیک پہلی پشت والے پھر انکے بعد جو سب سے نزدیک ہین یعنی دوسری پشت والے علیٰ ہذا القیاس یا کہے کہ میرے فرزند کے فرزند پر پھر بعد انکے میرے فرزند پر یا کہے بطناً بعد بطن یعنی پشت بعد پشت کے تو ایسی صورتین جس سے وقف کرنے والے نے شروع کیا ہے اُس سے شروع کیا جائیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میری اولاد پر تو سب پشتین داخل ہو جائینگی کیونکہ اولاد کا لفظ عام ہے ولیکن کل آمدنی پہلی پشت والون کو ملیگی جبتک انمین سے کوئی باقی رہے پھر جب سب گذر گئے تو دوسری پشت والونکو ملیگی پھر جب گذر گئے تو تیسری پشت والے و چوتھی و پانچوین جتنی موجود ہون سب کو ساتھ ہی ملیگا اور تیسری سے لیکر باقی سب شریک ہونگے اور دور و نزدیک اسمین برابر ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ غلہ کے وقت اُسکا ایک فرزند موجود ہے تو نصف غلہ اُسکو ملیگا اور نصف فقیرون کو ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ایک فرزند پر ہے اور اُسکا ایک فرزند ہے تو پورا وقف اُسی کا ہوگا اور اسیطرح اگر اسکے اولاد تھی مگر سب مر گئے فقط ایک باقی رہا تو اُسی کو ملیگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی میری ہر دو اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پھر جب دونون گذر جاوین تو ان لوگون کی اولاد و اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسل صدقہ موقوفہ ہے پس ان دونون پر آمدنی صرف کیجائیگی پھر اگر انمین سے ایک مر گیا اور ایک فرزند چھوڑا تو فقط ایک فرزند وقف کنندہ کو نصف ملیگا اور نصف فقیرون پر تقسیم ہوا کریگا یہانتک کہ وہ بھی مر جاوے پھر جب وہ بھی مر گیا تو ان دونون بیٹون کی اولاد و اولاد کی اولاد پر جسقدر نسل ہو نسلاً بعد نسل ہمیشہ کیواسطے صدقہ جاری رہیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری محتاج اولاد پر اور اسکی اولاد مین سے کوئی محتاج نہین ہے سوا ایک کے تو نصف آمدنی اس محتاج کو دیجائیگی اور باقی نصف فقیرون کو صدقہ دیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے بیٹون پر ہے اور اُسکے دو بیٹے یا زیادہ ہین تو آمدنی ان سب کے واسطے ہوگی اور اگر پیدا ہونے غلہ کے وقت اُسکا ایک ہی بیٹا ہو تو نصف غلہ اُسکا اور نصف فقیرون کا ہوگا اور اگر اُسکے بیٹے و بیٹیان ہون تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ غلہ ان سب کو مساوی ملیگا اور یہی صحیح ہے جیسے اگر کہا کہ ارضی ہذا صدقۃ موقوفۃ علیٰ اخوتی حالانکہ اُسکے بھائی بہن وبہنین ہین تو سب مساوی شریک ہونگے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ فلان کے بیٹے و بیٹیان ہین تو امام ابو یوسف رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ یہ صدقہ خاصۃً اُسکی نرینہ اولاد پر ہوگا عورتون پر نہوگا اور یوسف بن خالد سمتی نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اولاد مذکر و مؤنث سب داخل ہونگی اور اگر فلان مذکور کی اولاد ایک بڑا قبیلہ ہو کہ داخل شمار نہون تو سب روایت کے موافق یہ صدقہ مذکر و مؤنث سب اولاد پر ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ یہ اراضی صدقہ وقف ہے میرے بیٹون پر حالانکہ اُسکے بیٹے نہین ہین بیٹیان ہین تو ساری حاصلات فقیرون پر صدقہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری بیٹیون پر حالانکہ بیٹیان نہین بیٹے ہین تو آمدنی فقیرون پر صدقہ ہوگی اور بیٹون کو کچھ نہ ملیگا یہ وجیز مین ہے۔ اور اگر اپنے کوئی ایک بیٹے اور اُسکی اولاد و اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کیا تو ان سب کے درمیان آمدنی تقسیم ہوگی یعنی جو اُسکے بیٹے کی اولاد ہو انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا جسمین مذکر و مؤنث سب برابر ہونگے اور دختر کی اولاد اس مین داخل ہوگی یہ خزانۃ المفتین

مین ہی اور اگر اپنی نسل یا اپنی ذریت پر وقف کیا تو اسمین بیٹون کی اولاد و بیٹیون کی اولاد خواہ نزدیک کی ہون یا دور کی ہون سب داخل ہونگی اور اگر اپنی عترت پر وقف کیا تو ابن الاعرابی و ثعلب نے فرمایا کہ عترت وہی ذریت ہین اور عتبی نے فرمایا کہ وہ عشیرہ ہین اور اگر کہا کہ میرے ان لوگون پر وقف ہی جو نسب مین میری طرف نسبت دیے جاوین تو اسمین اسکی دختر ون کی اولاد داخل نہ ہوگی یہ سراج وہاج مین ہی - ایک نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میری اولاد و میری نسل پر ہی تو وقف صحیح ہی - اور اسمین اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد مذکر ہون یا مؤنث ہون خواہ نزدیک کی قرابت سے ہون یا دور کے نسب سے ہون سب داخل ہونگی اور بیٹیون و بیٹون کی اولاد برابر داخل ہونگی خواہ آزاد ہون یا مملوک ہون اور مملوکون کا حصہ انکے مولی کا ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میری نسل پر و میری ذریت پر تو یہ جائز ہی اور اسکا حکم مثل اول کے ہی یہ حاوی مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا اور اسکے فرزند کا فرزند ہی پھر بعد وقف کے اسکا فرزند اسکی پشت سے پیدا ہوا تو سب استحقاق مین داخل ہو جاوینگے اور اگر کہا کہ میرے فرزندون پر جو پیدا ہو گئے ہین اور میری نسل پر وقف ہی تو جو اسکا فرزند بعد اسکے پیدا ہوا وہ نسل کے کہنے کی وجہ سے داخل استحقاق ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی میری ان اولاد پر جو مخلوق ہو گئی ہی اور انکی نسل پر تو اسمین اسکی وہی اولاد جو پیدا ہو گئی ہی اور انکی نسل داخل ہوگی خواہ مخلوق ہوئی ہو یا ہنوز نہ ہوئی ہو اور جو اسکے فرزند پیدا نہین ہوئے ہین وہ داخل نہ ہونگے اور نہ انکی نسل داخل ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اسیطرح اگر کہا میری ان اولاد پر جو پیدا ہو گئی ہین اور انکی اولاد پر صدقہ ہی پھر اسکے بعد اسکی پشت سے کوئی فرزند پیدا ہوا تو اسکو کچھ استحقاق نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - اور اگر کہا کہ میری اولاد پیدا شدہ اور انکی اولاد کی اولاد و انکی نسل پر صدقہ ہی تو اسکی اولاد جو پیدا ہو گئی ہی اور اولاد اولاد ہمیشہ نسلاً بعد نسل استحقاق مین داخل ہونگی اور اگر کہا کہ میری اولاد جو پیدا ہو گئی ہی اور انکی اولاد اولاد پر صدقہ ہی اور خاموش ہو رہا تو اسکے فرزند کے فرزند کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کہا کہ میری اولاد پر جو مخلوق ہو گئے ہین اور انکی نسل پر اور میری اس اولاد کی نسل پر جو آیندہ پیدا ہو تو جو اسکی پشت سے اسکی اولاد آیندہ پیدا ہووے وہ استحقاق مین شامل نہونگی ہان انکی اولاد شامل ہوگی - اور اگر کہا کہ میری اولاد پر اور انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک نسل ہی صدقہ موقوفہ ہی اور حال یہ ہی کہ قبل وقف کے اسکی بعض اولاد تھی جو مر چکی مگر اپنی اولاد چھوڑی ہی تو یہ لوگ استحقاق مین شامل ہونگے اور اگر کہا ہو کہ میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور انکی اولاد پر تو صورت مذکورہ مین یہ لوگ وقف کے استحقاق مین داخل ہونگے یہ حاوی مین ہی - اگر اپنی صحت مین کہا کہ مین نے یہ اراضی اللہ تعالی کے واسطے ہمیشہ کیلئے صدقہ موقوفہ کر دی اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر اور انکی نسل پر جبتک انکی نسل رہے تو ایسے صدقہ کی آمدنی مین اسکا ہر فرزند جو وقف کے روز موجود تھا اور ہر فرزند جو وقف کے بعد غلہ پیدا ہونے سے پہلے پایا گیا اور اولاد کی اولاد ہمیشہ سب داخل ہونگی اور جو شخص انمین سے غلہ کے وجود سے پہلے مر گیا اسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور جو غلہ موجود ہونیکے بعد مرا ہی اسکے حصہ کے اسکے وارث مستحق ہونگے کیونکہ وہ اپنے حصہ کا مستحق ہو چکا ہی اور اس صدقہ مین نیچے اور اوپر کی پشتین سب برابر ہونگی لیکن اگر اسنے اپنے وقفنامہ مین کہدیا ہو کہ پہلے یہ صدقہ انمین سے اول پشت سے شروع کیا جاوے پھر اس پشت کو جو

[illegible]

انکے نیچے متصل ہی علی ہذا الترتیب تو یون ہی کیا جائیگا پھر اگر اُسنے اسطور پر کہدیا ہو پھر اول پشت کے سب مر گئے سوائے ایک کے تو تمام آمدنی اسی اکیلے باقی کو ملیگی اور دوسری پشت والون مین کسی کو کچھ نہ ملیگا اور اگر یون کہا کہ اُسکی آمدنی پہلے اول پشت سے شروع کیجاوے پھر انکے گذر جانے کے بعد دوسری پشت والونکو دیجاوے مگر اس شرط پر کہ انمین سے مذکر کو مونث سے دوچند دیا جایا کرے پھر اس وقف کی آمدنی حاصل ہوئی اور اول پشت مین سب مذکر ہی مذکر ہین انکے ساتھ کوئی مونث نہین ہی یا سب مونث ہین کوئی مذکر نہین ہی تو سب غلہ انکے درمیان بین مساوی تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ و محیط مین ہی اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہمیشہ جب تک نسل باقی رہے صدقہ موقوفہ ہی اور یہ نہ کہا کہ بطنا بعد بطن لیکن یہ کہا کہ ہرگاہ انمین سے ایک مر گیا تو حصہ آمدنی مین سے اُسکا حصہ اسکی اولاد کا ہوگا تو انمین سے کسی کے مرنے سے پہلے وہی حکم ہی جو بیان ہوا کہ آمدنی اسکی سب اولاد و اولاد کی اولاد و نسل کے درمیان مساوی ہوگی پھر اگر اُسکی پشت کا کوئی فرزند مرا اور کوئی فرزند چھوڑا پھر آمدنی آئی تو ان سب کی تعداد پر یعنی اولاد و اولاد کی اولاد چاہے جسقدر نیچی پشت کے ہون اور اس فرزند صلبی پر جو مر گیا ہی سب کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی پھر جو حصہ اس میت کے پرتے مین پڑا ہی وہ اسکی اولاد کو دیدیا جائیگا پس اولاد میت کے واسطے دو حصہ ہوئے ایک تو انکا خود حصہ جو وقف کرنے والے کی شرط پر انکو ملا اور دوسرا انکے والد کا حصہ یہ خلاصہ مین ہی اور اگر اُسنے کہا کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور انکی نسل پر اور انکی اولاد پر جبتک تناسل رہے بدین شرط کہ پہلے یہ اول پشت سے دینا شروع کیا جاوے پھر انکے گذرنے کے بعد دوسری پشت جو انکے متصل نیچے ہی انکو دیا جاوے علی ہذا الترتیب بطنا بعد بطن ملے اور ہرگاہ کہ انمین سے کوئی مر جاوے اور فرزند چھوڑے تو میت کا حصہ اسکے فرزند کو اور اسکے فرزند و نسل کو ہمیشہ جبتک تناسل رہے ملا کرے بدین شرط کہ اعلی البطن مقدم کیا جاوے اور ہرگاہ انمین سے کوئی مرے کوئی فرزند نہ چھوڑے اور نہ فرزند کا فرزند اور نہ نسل چھوڑے تو اس صدقہ مین سے اُسکا حصہ اس صدقہ والون پر رد کیا جاوے پس غلہ چند سال تک بطن اعلی پر تقسیم کیا گیا پھر اسکے بعد انمین سے بعض کا انتقال ہوگیا اور اُسنے فرزند و فرزند کا فرزند چھوڑا تو وقف کی آمدنی وقف کرنیوالے کی اولاد پر جو وقف کے وقت موجود تھی یا اسکے بعد پیدا ہوئی سب پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر انمین سے زندون کو ملا ہی وہ انکا ہوگا اسکو لینگے اور جو کچھ مردون کو پہونچا تو موافق شرط وقف کنندہ کے اسکے فرزند کو ملیگا مگر اسکے فرزند و فرزند کے فرزند مین بطن اول مقدم کیا جائیگا موافق شرط وقف کنندہ کے اور اگر پہلی پشت سے جو شخص مرا ہی اُسنے اپنی پشت کا کوئی فرزند نہ چھوڑا بلکہ فرزند کا فرزند چھوڑا تو آمدنی مین سے میت کا حصہ اُسکے فرزند کے فرزند کو ملیگا جو وقف کنندہ کی اولاد مین تیسری پشت سے ہی اور اسیطرح اگر تیسری سے بھی نیچا ہو تو وہ بھی پاویگا اسواسطے کہ وقف کنندہ نے یونہی شرط کردی ہی اور اگر اول پشت کی تعداد دس نفر ہون پھر انمین سے دو مر گئے اور کوئی فرزند یا فرزند کا فرزند وغیرہ نہ چھوڑا پھر اسکے بعد دو نفر اور مر گئے اور ہر ایک نے فرزند اور فرزند کا فرزند چھوڑا پھر ان دونون کے بعد دو اور مرے اور کوئی فرزند نہ چھوڑا اور نہ فرزند کا فرزند چھوڑا پھر چارون باقیون نے اور اولاد ہر دو میت نے تنازع کیا تو جسوقت غلہ آوے اسوقت اسطرح تقسیم کیا جائیگا کہ سب غلہ ان چارون باقیون اور ان دونون میتون پر جو اولاد چھوڑ مرے ہین چھ حصہ پر تقسیم کیا جائے گا پھر جو چارون باقیون کے حصہ مین پڑا وہ انکو ملجائیگا اور جو ان دونون میتون کے بٹتے مین آیا جنھون نے اولاد -

چھوڑی ہو تو یہ ان دونون کی اولاد کو ملیگا اور باقی چار میت جنھون نے اولاد نہین چھوڑی ہی ساقط ہوگئے یہ محیط مین
ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی[1] اور آخر مین اُسکی آمدنی فقیرون کیواسطے کی پھر ان اولاد مین سے بعض
مرے تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ تمام آمدنی باقیون پر صرف کیجائیگی پھر جب باقی بھی مر جاوین تو آمدنی فقیرون پر صرف کیجائیگی اور
ان اولاد کی اولاد کو نہ ملیگی اور اگر اُسنے اپنی اولاد پر اسطرح وقف کیا کہ ہر ایک کا نام لے لیا کہ فلان پر و فلان پر اور آخر وقف فقیرون پر
کیا پھر انھین سے کوئی مرا تو اُسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر یون کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو اور انکی نسل پر
تو استحقاق غلہ مین عبد اللہ و زید و عمرو اور انکی اولاد و اولاد کی اولاد ہمیشہ جبتک نسل ہی شامل ہونگی اور اگر کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو
اور اُسکی نسل تو استحقاق مین عبد اللہ و زید و عمرو اور جو شخص کہ اولاد عمرو سے خاصۃً ظاہر ہون شامل ہونگے اور اگر کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو
اور ان دونون کی نسل پر تو استحقاق مین عبد اللہ و زید و عمرو اور جو اولاد زید و عمرو سے ہون شامل ہونگے۔ اور اگر کہا کہ اولاد عبد اللہ پر
اور اولاد زید پر حالانکہ زید کا کوئی فرزند نہین ہی تو پوری آمدنی اولاد عبد اللہ کیواسطے ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وارثان زید پر
وقف کیا اور زید زندہ موجود ہی تو اسکے وارثون کیواسطے کچھ نہوگا اور کل غلہ فقیرون کیواسطے ہوگا پھر جب مرے تو غلہ مذکور اسکے وارثون
کے درمیان انکی تعداد پر حصہ کر دیا جائیگا کہ عورت و مرد سب مساوی پاوینگے پھر اگر انھین سے بعضے مر گئے تو اُسکا حصہ ساقط ہوگیا اور جو
لوگ غلہ حاصل ہونیکے روز موجود ہون انھین پر تقسیم ہوگا اور اگر انھین سے ایک باقی رہگیا تو نصف اُسکا ہوگا اور باقی نصف فقیرون پر
تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد زید پر اور وہ فلان و فلان و فلان و فلان و فلان یعنی پانچ کو مثلاً گن دیا تو ان پانچ کے سوائے اور دنکو خواہ اسوقت موجود
ہون یا اسکے بعد پیدا ہون اُس غلہ سے کچھ نہ ملیگا[2] یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ پہلے
اُسمین سے میری پشت کی اولاد پر شروع کیا جاوے پس اس وقف کا غلہ ان پر جاری رکھا جاوے پھر انکے بعد کو انکی اولاد و انکی نسل پر جاری
رکھا جاوے تو غلہ اُسکی پشت کی اولاد کیواسطے ہوگا اور اُسکی اولاد کی اولاد کے واسطے تمام اُسکی شرط کے موافق رہیگا پھر مسکینون پر تقسیم ہو کریگا
اور اسیطرح اگر کہا کہ میرے اس صدقہ کا غلہ واسطے مساکین کے ہی کہ البتہ خارج نہوگا اور باوجود اسکے یہ کہا کہ اور اس شرط سے کہ اس وقف کا
غلہ میرے قرابتی پر جاری رکھا جاوے جبتک کہ انمین سے کوئی ایک بھی باقی رہے تو بھی اس وقف کا غلہ برابر اُسکے قرابتی کیواسطے رہیگا
پھر جب ایک بھی نرہے تو پھر مسکینون پر جاری ہو جائیگا **قال المترجم** میرے نزدیک یہ طریقہ وقف کا بہت مستحسن ہی یعنی تقدیم شرط
مساکین فافہم واللہ اعلم۔ اور اگر اُسنے کہا کہ اس شرط پر کہ اُسکا غلہ واسطے عبد اللہ بن جعفر اور واسطے اولاد زید کے ہی جبتک انمین سے
ایک بھی باقی رہے پھر جب سب گذر جاوین تو یہ مساکین پر ہی تو غلہ مذکور اولاد زید کی تعداد[3] اور عبد اللہ بن جعفر پر تقسیم کیا جائیگا پس
اگر اولاد زید پانچ نفر ہون تو غلہ چھ حصہ پر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری وفات کے صدقہ موقوفہ
ہی میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور انکی نسل پر پھر مر گیا تو اسکی پشت کی اولاد پر وقف مذکور جائز نہوگا اور اولاد کی اولاد پر
جائز ہوگا مگر جب تک پشت کی اولاد مین سے کوئی زندہ ہی تب تک کل غلہ اولاد کی اولاد کیواسطے نہوگا بلکہ تقسیم ہر سال اسطرح

---

[1] قال المترجم کیونکہ اُسنے اولاد پر کہا ہی اور ہر ایک پر اولاد کا اطلاق نہین ہی بلکہ ولد کا ہی اور حسن اتفاق سے ہماری زبان مین بھی اکثر جمع دو پر ہی
اور بیان عربیت مین بھی دو کا اعتبار کیا ہی لہذا ہم خوشی سے اپنی زبان کے موافق اکثر ترجمہ کرتے ہین فافہم کیونکہ اگر تہائی غلہ کا حکم دیتے کہ جمع تین ہی
تو اسکو اپنی زبان مین نصف لینا پڑتا کہ ہماری زبان مین دو کو جمع ہی فتامل و فافہم ۱۲ منہ [2] قال المترجم اور نیز جو اس مین سے مرا اسکا حصہ فقیرون پر تقسیم ہوتا
یا بیچ نہ باقیون پر فتامل ۱۲ منہ [3] مثلاً دس ہون تو ایک عبد اللہ سمیت ۱۱ حصے پر تقسیم ہوگا ۱۲ منہ

ہوگی کہ سالانہ غلہ سب کی تعداد پر حصہ لگایا جائیگا پس جو کچھ اولاد کی اولاد کے پڑتے مین پڑا وہ انکے واسطے وقف تصور ہوگا
اور جو کچھ واقف کی پشت کے فرزندون کے پڑتے مین پڑے وہ وارثون کے درمیان میراث ہوگا حتی کہ شوہر و زوجہ کی بھی
شرکت ہوگی جیسے اور وارثون کی شرکت ہوگی اور اگر اسکی پشت کے فرزندون مین سے بعض مر گئے تو غلہ مذکور اسکی پشت کے باقی فرزندون
اور اولاد کی اولاد کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پشت کے باقی فرزندونکے پڑتے مین پڑا ہی وہ سب وارثون کے درمیان حصہ رسد
تقسیم ہوگا خواہ یہ وارث زندہ ہون یا مر چکے ہون بشرطیکہ وہ وقف کرنے والے کی موت کے وقت زندہ تھے یہ خلاصہ مین ہی
اور وقف ہلال مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور وقف مین ذکر کیا کہ یہ وقف ہی میری حیات مین اور
بعد میری وفات کے تو اُسکا یہ قول کہ بعد میری وفات کے یہ کچھ موجب فساد نہ ہوگا اور یہی اصح ہی اور یہ نہوگا کہ اس قول
سے یہ وقف وارثون کے واسطے وصیت ہونا قرار دیا جاوے بلکہ اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے تابید یعنی ہمیشہ ایسا رکھنے کا قصد
کیا ہی یہ وجیز مین ہی **فصل سوم** قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان مین۔ قال المترجم چونکہ اس فصل و ما بعد
مین مسائل کی بنا بیشتر زبان عرب پر ہی لہذا اعتذار ہی کہ اسکو زبان عرب پر محمول کرین ہان جا بجا مین اپنی زبان کے موافق
تصریح و اشارہ کر دونگا واللہ الموفق والمعین۔ امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ قرابت ہر ایسے شخص پر صادق ہوگی جو
اسلام مین اسکے نسب سے اعلی انتہائی باپ کی وجہ سے اُسکی طرف نسب سے منسوب ہو خواہ پدر اعلی از جانب اُسکے باپ کے ہو
یا از جانب اسکی مان کے ہو اور محرم و غیر محرم و قریب و بعید و جمع و مفرد اس مین یکسان ہی پس اگر اپنی قرابت پر یا صاحبان
قرابت پر وقف کیا تو دونون صورتون مین امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک یہ سب جو مذکور ہوئے ہین استحقاق
وقف مین داخل ہونگے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے بلفظ المفرد وقف کیا جیسے میری قرابت پر یا میرے
صاحب قرابت پر تو استحقاق وقف مین وہی قرابت والے داخل ہونگے جو وقف کنندہ سے اقرب اور اُسکے محارم مین سے
ہون اور اگر بلفظ الجمع وقف کیا جیسے میرے صاحبان قرابت پر یا میرے اقرباؤن پر تو باوجود اقرب ہونے و محارم ہونے کے
یہ بھی معتبر ہوگا کہ جمع ہو تھے کہ لفظ مذکور دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوگا۔ اور مشائخ رح نے صاحبین رح کے اس قول کے معنے مین
کہ اسلام مین اُسکے سب سے اعلی انتہائی باپ کے الخ اختلاف کیا ہی چنانچہ بعضون نے کہا کہ اُسکے یہ معنی ہین کہ سب سے اول
اسکے اجداد مین سے جو مسلمان ہوا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکے اجداد مین سے سب سے اونچا جسنے اسلام کا زمانہ پایا خواہ مسلمان ہوگیا
یا نہ ہوا ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ جب ظاہر ہوتا ہی کہ ایک علوی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو بنا بر قول ثانی کے اولاد
عقیل بن ابی طالب و جعفر بن ابی طالب داخل وقف ہونگے اور بنا بر قول اول کے فقط اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی۔
اور اگر وقف کنندہ کے دو چچا و دو ماموں ہون اور اُسنے بلفظ جمع وقف کیا تو بر قول امام اعظم رح وقف کی آمدنی اسکے دونون
چچا کی ہوگی اسواسطے کہ امام رحمہ اللہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو
ماموں کے درمیان چار حصے ہوگی اسواسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ اقرب کا کچھ اعتبار نہین کرتے ہین اور اگر وقف کنندہ کے
ایک چچا و دو ماموں ہون تو امام کے نزدیک آمدنی مین سے نصف چچا کو اور باقی نصف ہر دو ماموں کو برابر ملیگی یہ محیط مین ہی
اور قرابت کے استحقاق مین سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق مذکر و مؤنث و مسلمان و کافر و آزاد و مملوک سب یکسان ہین لیکن جو کچھ

مملوک کے واسطے واجب ہوگا وہ اسکے اس مولی کو ملیگا جو غلہ پیدا ہونے کے روز اسکا مالک تھا اگر قبول کا اختیار اس غلام کو ہوگا مولی کو نہ ہوگا اور بعد آزاد ہوجانے کے اسکا حصہ اسی کا ہوگا یہ حاوی مین ہے - اور قریب پر وقف ہونے کی صورت مین قرابت دارون کی تعداد پر غلہ تقسیم ہوگا جسمین صغیر و کبیر و مذکر و مونث و فقیر و توانگر سب یکسان ہین کیونکہ اسم قریب سب پر یکسان صادق ہے یہ وجیز مین ہے - اور وقف کرنے والے کا باپ اور اسکی پشت کی اولاد اسمین داخل ہوگی اور دادا کے حق مین دو روایتین ہین چنانچہ ایک مین ہے کہ داخل ہوگا اور ظاہر الروایہ مین ہے کہ نہین داخل ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے ایک نے اپنے قرابات کے محتاجون پر کچھ وقف کیا پھر مر گیا پس آیا قیم کو یہ اختیار ہے کہ واقف کے پوتے کو جبکہ وہ فقیر ہو تو اسمین سے دیوے یا نہین ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر نہین دے سکتا ہے اسواسطے کہ پوتا ان دونون اماموں کے نزدیک قرابت مین سے نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اپنے صاحبان قرابت و اقربا کے الفاظ سے وقف کرنے مین جو حکم ہمنے بیان کیا ہے وہی اپنے ارحام اور صاحبان ارحام اور اپنے انساب و صاحبان انساب کے لفظ سے وقف کرنے مین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ میرے موجب قرابت پر وقف ہے تو قیاس سے یہ لفظ ایک پر واقع ہونا چاہیئے حتی کہ اگر اسکا ایک چچا و دو ماموں ہوں تو آمدنی تمام اس ایک چچا کو ملیگی اسواسطے کہ لفظ مذکور باعتبار صیغہ کے مفرد ہے اور استحسانا یہ سب مساوی ہونگے اسواسطے کہ اس سے جنس مراد لیجائیگی یہ حاوی مین ہے اور اگر اپنے قرابتیون یا اپنے اقرباؤن یا اپنے انساب یا اپنے ارحام پر اس شرط سے کہ پہلے اقرب کو پھر انکے بعد جو اقرب ہوں اسی ترتیب سے وقف کیا تو جو سب سے زیادہ قریب ہو اسی پر وقف ہوگا اگرچہ وہ ایک ہو اور اسمین لفظ جمع کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور یہ بالاتفاق ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے قرابت مین یا قرابت پر اور یہ نہ کہا کہ میری قرابت پر تو فرمایا کہ یہ دونون لفظ یکسان ہین پس اسکی قرابت پر وقف ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اقارب کے واسطے یا انساب کیواسطے یا ذوی الارحام کیواسطے اور اپنی ذات کیطرف نسبت نہ کی تو یہ وقف اسکی قرابت پر ہوگا بوجہ اسکے کہ عرف مین ایسا بولتے ہین یہ محیط مین ہے - اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو اسکے قول کے موافق ہوگا اور آمدنی ایسے ہی قرابتیون پر انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر اور باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا کہا کہ باپ و ماں کی جانب سے میری قرابت پر اور ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو آمدنی ان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اسمین ماں و باپ کی جانب کے قرابت دار اور فقط باپ کیجانب کے یا فقط ماں کی جانب کے قرابت دار دونون یکسان ہونگے کہ ماں و باپ دونون کیجانب والے قرابتیون کو ترجیح نہوگی - اور اگر کہا کہ درمیان میرے باپ کیجانب والے قرابتیون اور درمیان میری ماں کے جانب والے قرابتیون کے وقف ہے تو نصف آمدنی باپ کی جانب والون کے واسطے ہوگی اور نصف آمدنی اسکی ماں کے جانب والے قرابتیون کی ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری قرابت پر اقرب پھر اقرب کے تو وقف کی آمدنی انھین لوگون کے واسطے واجب ہوگی جو اسکے قرابتیون مین سب سے زیادہ اس سے قرابت رکھتے ہین پھر اگر سب سے قریب ایک ہی شخص ہو تو پورا غلہ اسی کا ہوگا اگرچہ دو سو درم سے زائد ہو اور اگر ایک جماعت ہو تو سب غلہ انکے درمیان مساوی تقسیم ہوگا جس مین مرد و

عورتین برابر حقدار ہونگی پھر جب یہ لوگ گذر جاوین تو پھر جو لوگ میت سے سب سے زیادہ قریب ہون اگرچہ ان گذرے ہوؤن کی نسبت ایک درجہ دور ہونگے وہ اس غلہ کے مستحق ہونگے اسیطرح ترتیب وار پہونچتے پہونچتے ایسے لوگون کو پہونچیگا جو دور کے قرابت دار تھے اگرچہ اپنے وقت مین باقیون کی بہ نسبت میت سے سب سے زیادہ قریب ہونگے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی کو ہلال رحمہ اللہ نے لیا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرابتیون مین سے وقف کرنیوالے سے قریب[۵۱] والے و بعید والے سب کیواسطے آمدنی یکسان واجب ہوگی جو انمین مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ میری قرابت[۵۲] اولیٰ پھر اولیٰ کو تو بھی ایسا ہی حکم اختلافی ہے پھر اگر بعض نے فرمایا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو اسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور غلہ باقیون کے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اُسکی آمدنی سے دیا جاوے اقرب کو پھر اقرب کو تو تمام غلہ اُسی کو ملیگا جو سب سے زیادہ وقف کنندہ سے قریب ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی اراضی اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین اسکی قرابت سے ہون تو اُسکو تکلیف دیجائیگی کہ گواہ قائم کرے اور اُسکے گواہ بدون خصم کے قبول نہونگے پس خصم یعنی مدعا علیہ وقف کرنے والا ہوگا بشرطیکہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو اُسکا وہ وصی جس کے قبضہ مین یہ زمین ہے خصم ہوگا اور اگر وصی نے کسی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اُسکی قرابت سے ہے تو اُس کا اقرار صحیح نہوگا مگر وہ مدعی کی جانب سے گواہ قائم کرنیکی صورت مین فقط خصم ہو سکتا ہے یہ حاوی مین ہے اور اگر وقف کنندہ کے دو وصی ہون یا زیادہ ہون پھر مدعی نے اُس مین سے ایک پر دعوی کیا تو جائز ہے اور ان سب وصیون کا مجتمع ہونا شرط نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور وقف کرنے والا میت کا وارث اس مقدمہ مین مدعی کا خصم نہوگا الا اس صورت مین کہ وہ متولی ہووے اور اسی طرح جن لوگون پر وقف کیا ہے وہ بھی مدعی کے خصم نہونگے یہ محیط مین ہے پس اگر مدعی نے متولی کے مقابلہ مین یہ امر ثابت کرایا کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو اسی قدر قبول نہوگا یہانتک کہ دو گواہون سے ثابت کرادے کہ اُسکا نسب معلوم یہ ہے کہ مثلاً مادر و پدر کی جانب سے یا فقط باپ کی جانب سے یا فقط ماں کی جانب سے واقف میت کا بھائی ہے اور اگر صرف بھائی ہونے کو ثابت کرایا تو قبول نہوگا اور اسیطرح اگر چچا[۵۳] ثابت کرایا تو بھی قبول نہوگا پھر اگر گواہون نے کہا کہ ہم اس کے سواے دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو قاضی اُسکو دیدیگا اور اگر گواہون نے اسطرح نہ کہا تو چندے ٹھہر کر پھر اسکو دے گا یہ وجیز مین ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دینے کیوقت اُس سے کفیل نہ لیا جائیگا جیسے میراث مین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر گواہون نے کہا کہ وقف کنندہ کے قرابتی غائب ہین تو قاضی انکے حصون کو تقسیم کرکے جُدا رکھ چھوڑیگا اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم انکی تعداد نہین جانتے ہین کہ وہ کتنے ہین تو قاضی کو چاہئیے کہ ان سے کہے کہ تم لوگ احتیاط[۵۴] کرو اور گواہی نہ دو الا اُسی کی جسکا تمکو یقین ہو پس کہو کہ ہم کوئی قرابتی نہین جانتے ہین سواے کذا و کذا[۵۵] کے یہ ذخیرہ مین ہے پس اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی شہر فلان نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی اپنے دریافت کریگا کہ وہ کیا قرابت ہے جسکا حکم دیا گیا ہے پس اگر انھون نے ایسی قرابت بیان کردی کہ اُس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے تو اُسکو دیگا ورنہ نہین۔ اور قبل اس بیان کے گواہ

[۵۱] یعنی چچا ہونے کا رشتہ خواہ دونون مین سے کوئی چچا کوئی بھتیجا ہو ۱۲ [۵۲] کہ اگر دوسرا اور وارث پیدا ہو تو مین اس مال کا کفیل ہون ۱۲ منہ [۵۳] یعنی تم احتیاط سے بیان کرو اور یہ نہ کہو اُسکے قرابتی فلان و فلان اسقدر مین بلکہ کہو کہ ہم سوا اسکے نہین جانتے ہین ۱۲ منہ [۵۴] یعنی فلان و فلان تین یا سوا چار کے مثلاً ۱۲

غائب ہوگئے یا مرگئے تو مدعی سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے ایسی قرابت بیان کردی جس سے مستحق ہوتا ہی تو دیا جائیگا ورنہ نہین اور نہ دینے کے حکم سے قاضی اول کا حکم توڑنا نہین لازم آتا ہی اسلیئے کہ اُسنے فقط یہ حکم دیا تھا کہ اُسکا قریب ہی اور ہر قریب مستحق وقف نہین ہوتا ہی ہان اگر اُسنے یہ حکم دیا ہو کہ اُسکو غلہ مین سے دیا جاوے یا یہ موقوف علیہ ہی تو یہ قاضی بھی اُسکو نافذ کریگا اور اُسکو دیگا یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر مدعی نے قرابت کی تفسیر نہ[سلہ] کی یا وہ طفل ہی تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ یہ قاضی اُسکو وقف کا غلہ دیگا اور قاضی اول کا حکم صحت پر محمول کریگا یعنے اُسنے ایسی قرابت کا حکم دیا ہی جس سے وقف کا مستحق ہوتا ہی یہ محیط مین ہی ایک شخص نے اپنی قرابت کو قاضی کے سامنے ثابت کیا اور قاضی نے اسکی قرابت ہونیکا حکم دیا پھر دوسرا آیا اور دعوی کیا کہ مین وقف کنندہ کا قریب ہون مگر اُسنے قاضی کو نہ پایا پس چاہا کہ جسکے لیے قاضی نے حکم دیدیا ہی اُس سے مخاصمہ کرے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے غلہ مین سے کچھ لیا ہی تو وہ دوسرے مدعی کا خصم ہوگا اور اگر نہین لیا ہی تو خصم نہوگا خواہ اول گواہی قاضی کے پاس لاوے جسنے اُسکے نام حکم دیا ہی یا کسی دوسرے قاضی کے پاس لاوے اور یہی استحسان ہی کہ جسکی طرف شیخ ہلال رح گئے ہین یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر اقرباؤن مین سے کسی نے اپنی قرابت وقف کنندہ سے ثابت کرائی پھر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اُسکا بیٹا ہی جسنے اپنی قرابت ثابت کرائی ہی یا اُسکا پوتا ہی تو اسی پر اکتفا کیا جائیگا اور اُسکو میت سے اپنی قرابت کی تفسیر کرنے کی حاجت نہوگی جیسے کہ اول کو اس تفسیر کی حاجت ہوتی تھی اور اسی طرح اگر گواہ کہیے کہ یہ اُس کا مادر و پدر کی طرف سے بھائی ہی تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الحاوی اور اسیطرح اگر وہ شخص جسکے واسطے اول حکم دیا گیا ہی کوئی عورت ہو اور باقی مسئلہ موافق مذکورۂ بالا واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اوّل مرد کا جسکے واسطے حکم ہوچکا ہی باپ کیطرف سے بھائی ہی پس اگر قاضی نے اول کے واسطے یہ حکم دیا ہو کہ وہ وقف کنندہ کا باپ کیطرف سے بھائی ہی تو دوسرے کیواسطے بھی قرابت کا حکم دیدیگا اور اگر اول کی نسبت وقف کنندہ کا ماں کیجانب سے بھائی ہونے کا حکم دیا ہو تو دوسرا مدعی وقف کنندہ سے اجنبی ہوگا اور اسی سے اس جنس کے مسائل کو نکال لینا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وقف کنندہ کے دو بیٹون نے ایک مدعی کی نسبت گواہی دی کہ یہ ہمارے باپ کا قرابتدار ہی اور قرابت بیان کردی تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دو مرد و مردون نے دو مردون کیواسطے قرابت کی گواہی دی اور ان دونون نے اُن دونون کیواسطے قرابت کی گواہی دی پس ہر ایک فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ حاوی مین ہی اور اگر قاضی نے پہلے دونون گواہون کی گواہی پر دونون مدعیون کیواسطے حکم دیدیا پھر دونون مدعیون نے دونون گواہون کے واسطے گواہی دی تو مدعیون کی گواہی ان گواہون کے حق مین مقبول نہوگی مگر پہلے مدعیون کے حق مین گواہان اول کی گواہی بحال خود صحیح باقی رہیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دو اہل قرابت نے ایک شخص کیواسطے قرابتی ہونیکی گواہی دی مگر گواہونکی ثقاہت ثابت نہوئی یعنے تعدیل نہ کی گئی تو ان اہل قرابت گواہونکے پاس غلہ جو وقف ہوگا اُسمین یہ شخص جسکے واسطے گواہی دی ہی شرکت کریگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اپنی زمین اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ مین

[سلہ] قال المترجم اوپر بیان کیا کہ تفسیر کی مگر ایسی تفسیر کہ جس سے مستحق نہین ہوتا ہی تو کچھ نہ دیا جائیگا اور یہان یہ مراد ہی کہ مدعی نے تفسیر ہی نہ کی اور نہ بیان کیا بس اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور یہ مراد نہین ہی کہ اسنے ایسی تفسیر نہ کی جس سے مستحق ہوتا ہی تو بھی دیا جائیگا ۱۲

وقف کنندہ کی قرابت سے ہون اور وقف کرنیوالے نے اقرار کیا اور اُسکی قرابت کو بہ نسب معلوم بیان کیا اور کہا کہ یہ انھین مین سے ہی جنپر مین نے وقف کیا ہی پس اگر وقف کنندہ کے کوئی قرابت والے معروف لوگ ہون اور یہ اُنمین سے معروف نہو تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا اور یہ اسوقت ہی کہ وقف کرنیوالے نے بعد وقف کرنے کے ایسا اقرار کیا اور اگر اُسنے وقف مین ایسا اقرار کیا باین طور کہ کہا کہ یہ انھین لوگون مین ہی جنپر مین نے وقف کیا ہی تو یہ اقرار اُسکی طرف سے قبول ہوگا اور اگر وقف کنندہ کے قرابتی معروف لوگ نہ ہون تو استحسانا اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ وقف کرنیوالے نے اسکی نسبت اقرار کیا ہی کہ میرا یہ قرابت دار ہی اور حالانکہ وقف کرنیوالے کے قرابتی لوگ معروف ہین تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر اُسکے قرابت والے معروف نہون تو استحسانا مین کہتا ہون کہ اُسکو وقف کے غلہ مین سے دیا جاوے بشرطیکہ گواہون نے اقرار میت کی مع تفسیر قرابت کے گواہی دی ہو یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا پھر ایک مرد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو آمدنیہاے گذشتہ کی بابت تصدیق نہ کیا جائیگا اور آمدنیہاے پیوستہ یعنی آیندہ مین تصدیق کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک نے اپنی قرابت پر وقف کیا پھر ایک مرد آیا اور دعوی کیا کہ مین اسکی قرابت سے ہون اور گواہ قائم کیے جنھون نے گواہی دی کہ وقف کرنیوالا اپنی زندگی مین قرابت کے ساتھ اس شخص کو بھی ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو ایسی گواہی سے کچھ مستحق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ فلان قاضی اُسکو قرابت والون کے ساتھ ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو بھی کچھ مستحق نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وقف کیا ایسون پر جو سب لوگون سے زیادہ اُسکا قریب ہو پھر بعد اسکے مساکین پر۔ اور اُسکا بیٹا یا باپ ہی تو استحقاق وقف مین شامل ہوگا اور اگر قرابتیون مین سے سب سے زیادہ قریب پر وقف کیا تو یہ دونون داخل استحقاق نہونگے۔ اور اگر اُسکا بیٹا اور والدین ہون تو غلہ بیٹے کا ہوگا اور اسی طرح اگر بجاے بیٹے کے دختر ہو تو بھی ایسا ہی ہی پھر جب بیٹا یا بیٹی مر گئی تو غلہ مساکین کا ہوگا اور والدین کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر فقط اُسکے والدین ہون تو آمدنی دونون مین نصفا نصف ہوگی پھر اگر دونون مین سے ایک مر گیا تو باقی کے واسطے نصف ہوگا اور نصف مساکین پر صدقہ ہوگا اور اسی طرح اگر اولاد میں ان اور دس ہون پھر ایک مر گیا تو اُسکا حصہ مساکین پر صدقہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کی مان اور بھائی ہون تو غلہ مان کا ہوگا نہ بھائیون کا اور اسی طرح اگر اُسکا سگا دادا یا نانا اور مان ہو تو مان ان دونون سے قریب تر ہی اور بھائیون سے بھی قریب تر ہی اور مثل مان کے باپ کا بھی حکم ہی اور اگر دادا یعنی باپ کا باپ ہو اور بھائی ہون تو حسب امام کے نزدیک دادا بجاے باپ کے ہی اُسکی راے مین غلہ دادا کا ہوگا اور دیگر علماء کے قول مین بھائیون کا ہوگا دادا کا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وقف کنندہ کے دو بھائی ہون ایک سگا ایک مان و باپ سے اور دوسرا فقط باپ کی طرف یا فقط مان کی طرف سے تو جو مان و باپ دونون کیطرف سے ہی وہ اولی و مقدم ہوگا۔ اور اسی طرح بھائیون و بہنون کی اولاد اور چچا اور پھوپھیان اور ماموں و خالائین اور اُنکی اولاد جو سگی ایک مان و باپ کی طرف سے ہون وہ اُنسے جو فقط مان کیطرف یا فقط باپ کیطرف سے ہون اولی ہونگی۔ اور اگر اُسکے تین ماموں ہون جنمین سے ایک مان و باپ دونون سے اور دوسرا باپ کیطرف اور تیسرا مان کی طرف سے اور ایک چچا باپ کیطرف سے تو پہلے وہ ماموں پاویگا جو مان و باپ دونون کی طرف سے ہی

له یعنی اسکے باپ کا سگا بھائی یعنی چچا ... باپ کی طرف سے بھائی ۱۲ ... سه یعنی اسکی مان کا سگا بھائی ایک مان و باپ سے ۱۲

اور اگر اُسکا ایک بھائی باپ کی طرف سے اور ایک بھائی ماں کی طرف سے ہو تو امام اعظمؒ کے اوّل قول کے موافق باپ کیطرف والا بھائی مقدم ہوگا اور امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی صاحبین کا قول ہے کہ دونوں یکسان برابر ہیں اور علی ہذا تمام اقارب میں جو باپ کی طرف سے ہو وہ ماں کیطرف والے سے امام اعظمؒ کے اول قول کے موافق مقدم ہوگا اور دوسرے قول کے موافق دونوں برابر ہیں اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے کا باپ ہو اور پسر کا پسر ہو تو غلہ وقف باپ کا ہوگا پوتے کا نہوگا۔ اور اگر اُسکا ایک سگا بھائی ماں و باپ کی طرف سے ہو اور پوتا یعنے بیٹے کا بیٹا ہو تو غلہ پوتے کا ہوگا اور اگر اُسکی دختر کی دختر ہو اور پسر کے پسر کا پسر ہو یعنے ایک درجہ دختر مذکور سے نیچا ہو تو وقف کا غلہ دختر کی دختر کا ہوگا۔ اور واضح ہو کہ اگر بجائے وقف کے وصیت ہو تو وصیت میں بھی ایسی تمام صورتوں میں یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک ماں و باپ سے سگی بہن ہو اور دختر کی دختر کی دختر ہو تو دختر کی دختر کی دختر مقدم ہوگی کذا فی المحیط پس حاصل یہ ہے کہ پہلے وقف کنندہ کی اولاد سے شروع کیا جائیگا اور وہ مقدم رکھے جاوینگے پھر جب وہ نہوں تو باپ کی اولاد پھر دادا کی اولاد سے ابتدا ہوگی۔ اور اگر نانا یعنے ماں کا باپ ہو اور سگے بھائی کی دختر یا فقط ماں کی جانب والے بھائی کی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک نانا مقدم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بھائی کی دختر مقدم ہوگی اور اگر بجائے بھائی کے دختر کی دختر کی دختر ہو تو یہ دختر بالاتفاق مقدم ہوگی۔ اور اگر اُسکا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے بھائی ہو اور ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی کا بیٹا ہو تو وقف کی آمدنی بھائی کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ماں کی طرف والے بھائی کا بیٹا استحقاق وقف میں باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے ایسے اقارب پر جو مقیم شہر فلاں ہیں پھر آخر میں فقیروں پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو وہ جہاں جاویں انکا حصہ انکے ساتھ جائیگا[1] اور اگر یہ لوگ داخل شمار نہوں تو جو شخص انمیں سے دوسرے شہر و مقام میں وطن منتقل کریگا وہ محروم ہو جائیگا اور اگر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو غلہ فقیروں پر صرف کیا جائیگا اور اگر پھر لوٹ کر اسی شہر میں چلا آیا تو آئندہ غلہ اُس کو ملا کریگا اور گذشتہ کا مستحق ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور حکم کیا کہ میرے اقربا کو بقدر انکی کفایت کے دیا جاوے اور حال یہ ہے کہ اُسکے اقربا کثرت سے ہیں کہ داخل شمار[2] نہیں ہیں پس اگر اُسنے اولاد کا ذکر نہ کیا تو اولاد و اقربا و انکی اولاد سب داخل ہونگی اسلیے کہ وہ بھی وقف کرنیوالے کے قریبوں میں سے ہیں اور اگر اُسنے ذکر کیا اور یوں کہا کہ پھر ان اقرباؤں کے بعد ان کی اولاد کو ملے تو یہ اولاد اپنے باپوں کی زندگی میں داخل استحقاق نہ ہونگے۔ پھر قدر کفایت کی حد یہ ہے کہ اُسکی ذات و اسکے اہل و اولاد و ایک خادم کی حاجت کے لائق دیا جاوے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک شخص اپنے وقف کرنیوالے کے قبضہ میں ہے اور وہ آمدنی و حاصلات کو اپنے اقرباؤں اور اپنے آزاد کیے ہوئے غلاموں پر صرف کرتا ہے اور بعضوں کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ دیتا ہے اور جہاں چاہتا ہے صرف کرتا ہے پھر وہ مرا اور اُسنے دوسرے کو وصی مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ وقف مذکور کا صرف کیونکر تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ جنکو وقف کنندہ دیا کرتا تھا انھیں کو وصی بھی دیا کرے اور اگر وصی پر یہ امر مشتبہ و مشکل ہو کہ وقف کنندہ اپنے اقرباؤں اور آزاد کیے ہوئے غلاموں میں سے کس کو زائد دیتا تھا تو وہ زیادتی کو فقیروں کو تقسیم کیا کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے

فصل چہارم فقراے قرابت پر وقف کرنے کے بیان میں[3]۔ اگر کسی نے کہا کہ میری

[3] قرابت کے فقیروں پر ۱۲

[1] یعنی جہاں جاویں وہاں پاوینگے ۱۲ [2] قال المترجم واضح رہے کہ داخل شمار میں اختلاف ہے کہ کسقدر ہوں بعض نے فرمایا کہ سو سے زائد ہوں بعض نے فرمایا کہ مسجد محلہ میں شمار ہوں بالجملہ مقدمہ سے طلب کرنا چاہیئے ۱۲ منہ

یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی میرے قرابتی فقیرون پر یا کہا کہ میری اولاد کے فقیرون پر اور بعد انکے مساکین پر تو یہ وقف صحیح ہی
اور وقف کا مستحق وہ ہوگا جو غلہ پائے جانے کے روز فقیر ہو اور یہ ہلال رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین کذا فی
المضمرات اور اسی پر فتوی ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی میری قرابت مین سے مسکینون یا میری قرابت
کے محتاجون پر تو بھی وہی حکم ہی جو قرابتی فقیرون پر صدقہ کرنے کی صورت مین بیان ہوا ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی
صدقہ موقوفہ ہی واسطے میرے قرابتی فقیرون کے یا میرے قرابتی فقیرون مین تو ایسا ہی جیسے کہا کہ میرے قرابتی فقیرون پر
اسواسطے کہ حروف صلات[1] ایک دوسرے کے قائمقام ہوتے ہین اور اگر کہا کہ میری قرابت کے یتیمون پر تو بھی یہی حکم ہی اور اگر
ان یتیمون مین سے غلہ حاصل ہو جانیکے بعد کوئی محتلم ہوا یعنی بالغ ہو گیا تو اسکو اس غلہ مین سے حصہ ملیگا اور آیندہ غلہ سے نہ ملیگا (یعنی مخصوص یتیمون پر ہی ۱۲)
اور اگر اسکے اور دوسرے مستحقون مین سے کسی کے درمیان خصومت واقع ہوئی پس دوسرے مستحق نے کہا کہ تو غلہ حاصل ہونے
سے پہلے بالغ ہوا ہی پس تیرے واسطے حصہ نہوگا اور اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین غلہ حاصل ہونیکے بعد محتلم ہوا ہون تو قسم سے قول اُسی کا
قبول ہوگا اور اسیطرح اگر یتیم لڑکی کو حیض آیا اور اُسمین ایسی خصومت واقع ہوئی تو قسم سے لڑکی کا قول قبول ہوگا اور اگر اہل قرابت
مین سے کوئی شخص غلہ حاصل ہونیکے بعد مرا اور صغیر اولاد چھوڑی کہ جو یتیم ہو گئی تو انکو اس غلہ سے نہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اور اپنی قرابت کے محتاجون پر وقف کیا اور آخر اس وقف کا فقیرون کے واسطے قرار دیا پھر خود مرا اور اُسکا ایک بیٹا فقیر ہی تو (آیندہ غلہ سے ملیگا ۱۲)
امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرابت کی لفظ مین داخل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی- اور اگر کہا کہ میرے
قرابتی فقیرون مین سے صلحا پر وقف ہی تو صالح ہر وہ شخص ہے کہ مستور[2] ہو یعنی کوئی برائی اُسکی ظاہر نہ ہوا اور اُسکا چال چلن (جمع صالح ۱۲)
سیدھی راہ پر ہو سلیم الناحیہ ہو کہ ادھر والے لوگون مین سلیم ہو اور کام الاذی ہو کہ اسکا کسی کو رنج پہونچانا ظاہر ہو قلیل الشر
ہو کہ شر اُسکا گھٹتا ہوا قلیل ہو اور حرمت شرع کی ہتک کرنے والا نہ ہو اور صاحب رِیبہ نہو کہ فسق ظاہر ہو اور نیز محصنات عفیفہ
پاک عورتون کا زنا کیطرف نسبت دینے والا نہ ہو اور جھوٹ بولنے مین معروف نہو پس جو ایسا شخص ہو وہ صالح ہی یعنی ایسے
لوگون کو جو اُسکی قرابت سے فقیر ہون ملیگا اور اگر اُسنے کہا کہ اہل عفاف پر یا اہل الخیر یا اہل فضل پر وقف ہی تو مثل اہل الصلاح
کہنے کے ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیرون پر وقف ہی اور اسکی قرابت مین ایسے فقیر ہین جو اس شہر کے سوائے
جسمین وقف کرنیوالا ہی دوسرے شہر مین رہتے ہین تو یہان سے ایک شہر مین نہ بھیجا جائیگا بلکہ اُس شہر مین جو اُسکے قرابتی فقیر ہین
انھین پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر قیم نے یہان سے اس شہر مین انکو بھیجدیا تو اُسپر ضمان لازم نہ ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ
وقف ہی میری قرابت کے فقیرون پر اسطرح کہ شروع اُن لوگون سے کیا جاوے جو سب سے زیادہ قریب ہین پھر انکے بعد جو
سب سے زیادہ قریب ہون علی ہذا القیاس تو جب غلہ حاصل ہو تو جو اُن مین سے وقف کرنیوالے سے سب سے زیادہ قریب ہون
اُنسے شروع کیا جائیگا پس دو سو درم دیے جاوینگے اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا پھر جو نزدیکی مین اُنکے متصل ہین اُنکو دو سو درم دیے
جاوینگے اسیطرح آخر تک تقسیم ہوگا پس اگر غلہ تین سو درم ہون تو اوّل کو دو سو درم دیے جاوینگے اور دوم کو سو درم ملینگے اور اگر کچھ

[1] حروف صلات یعنے حروف (مین) و (پر) اور واسطے وغیرہ جو فعل کو فاعل وغیرہ سے وصل کرنے مین بولے جاتے ہین وہ ایک دوسرے کی جگہ آتے ہین جیسے میری قرابت پر وقف ہی میری قرابت مین وقف ہی میری قرابت کیلیے وقف ہی علی ہذا القیاس پس معنی کا لحاظ رکھنا چاہیے ۱۲ منہ

[2] عفت مین مستور ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

غلہ ضائع ہوگیا تو اسمین سے اول کو پورا دیا جائیگا اور ضائع شدہ کی کمی دوسرے درجہ والونکے حصہ مین ہوگی یہ حاوی مین ہے پھر اگر اُسنے اُنمین سے ہر ایک کو دو سو درم دیے اور آمدنی سے کچھ باقی رہا تو استحساناً مساوی تقسیم کردیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ وقف ہے میرے فقراء قرابت پر اس شرط سے کہ پہلے تمام غلہ سب سے قریب والون کو دیدیا جایا کرے پھر جو اُنکے بعد سب سے قریب ہین علی ہذا الترتیب تو ایسی صورت مین تمام آمدنی اُنکے سب سے قریب والونکو دیدیجائیگی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیرون پر وقف ہے کہ اسمین سے سب سے قریب والون کو دیا جاوے پھر جو اُنکے بعد سب سے قریب ہون اسی ترتیب سے تو آمدنی مین سے سب سے قریب کو دو سو درم ملینگے اور پوری آمدنی نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے اور واضح ہو کہ جو شخص باب زکوٰۃ مین فقیر قرار دیا گیا ہے ویسا ہی **باب وقف** مین بھی قرار دیا گیا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الحاوی پس جس شخص کی ملک مین فقط رہنے کا ٹھکانا ہے اور کچھ نہین ہے یا جسکی ملک مین رہنے کا ٹھکانا اور ایک باندی یا غلام ہے اور کچھ نہین ہے وہ زکوٰۃ و وقف دونون مین فقیر قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اگر باوجود رہنے کے مکان و غلام کے اسکی ملک مین بقدر کفایت لباس ہے اسپر زیادتی نہو تو بھی فقیر ہے اور اسی طرح اگر باوجود مسکن و غلام و لباس قدر کفایت کے اسکی ملک مین متاع خانہ داری مین سے ایسی چیزین ہون جنکے بغیر چارہ نہین ہے تو بھی فقیر ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی قرابتی کی ملک مین دو سو درم یا بیس مثقال سونا ہو تو اسکے لیے وقف سے کچھ حصہ نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر اسکی ملک مین متاع خانہ داری یا کپڑون مین قدر کفایت سے زائد ہو اور زائد اسقدر ہو کہ کم سے کم اُسکی قیمت دو سو درم ہے تو وہ شخص تونگر ہے کہ اُسکو زکوٰۃ اور وقف لینا حلال نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اُسکی ملک مین دو مسکن اور دو خادم[1] ہون اور جو مسکن و خادم کہ اُسکی حاجت سے فاضل ہے وہ دو سو درم قیمت کے ہوتے ہین تو وہ تونگر ہے کہ اُسکو زکوٰۃ و وقف لینا حلال نہین ہے اگرچہ وہ اس معنی کر کے تونگر نہین ہے کہ اُسپر زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہو اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکی ملک مین کپڑون مین سے کچھ حاجت سے زائد ہو اور کچھ متاع بیت مین سے زائد ہو اور کچھ مسکن حاجت سے زائد ہو اور ان زیادتیون مین سے ہر ایک زیادتی دو سو درم قیمت کو نہین پہونچتی ہے مگر سب کا مجموعہ کم سے کم دو سو درم کا ہے تو وہ اس باب[2] مین تونگر ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اسکی ملک مین دو سو درم قیمت کی زمین ہے حالانکہ اسمین سے غلہ بقدر حاصل نہوتا ہو جو اُسکے واسطے کافی ہو تو بنا بر مختار کے وہ غنی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر اسکی ملک مین مال کثیر ہو مگر وہ سب غائب ہے یا اُسکا مال لوگون پر قرضہ ہو جسکے وصول کرنے پر قادر نہو تو اُسکو زکوٰۃ و وقف دونون سے دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ ابن السبیل[3] کے ہے اور اگر اُسکا مال اُس سے غائب ہو یا لوگون پر قرضہ ہو جسکو وصول کرنے پر قدرت نہین رکھتا ہے مگر وہ قرض لے سکتا ہے تو صدقہ قبول کرنے سے اُسکو قرضہ لے لینا بہتر ہے لیکن اگر اُسنے قرضہ نہ لیا اور زکوٰۃ لے لی تو مضائقہ نہین ہے اور وقف کا مال ایسے فقیر کو دیا جاوے جو کمائی کرتا ہے اور کچھ مضائقہ نہین ہے مگر اُسکو زکوٰۃ لینا مکروہ ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسکا مال کسی مفلس پر ہو تو وہ اس قرضہ کی وجہ سے غنی نہوگا بلکہ فقیر ہے اور اگر اسکا مال کسی مالدار پر ہو جو اقرار کرتا ہے تو یہ غنی ہے اور اگر وہ انکار کرتا ہو اور اُسکے گواہ موجود ہون تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر گواہ نہون تو فقیر ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے اعتقاد مین اپنے جو فقیر ہون وقف کی حالانکہ اسکے بعض اولاد ایسے ہین کہ اُنکے پاس گھوڑا ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر حفید نے اس گھوڑے کو جہاد کے واسطے رکھا ہے یا اپنی سواری

---

[1] مثلاً تین سو من سے پچاس ضائع ہوے تو اول کو دو سو اور دوم کو باقی پچاس ملینگے ۱۲ منہ [2] یا زکوٰۃ و وقف لینا اُسپر حرام ہے اگرچہ زکوٰۃ دینا اُسپر واجب نہین ۱۲ منہ

[3] یعنی مسافر مالدار جو راہ مین تنگدست ہوگیا ہے علی المختار ۱۲ منہ [4] یا وہ پوتے پروتے ناتی نواسے ۱۲ منہ

کے لیے بسبب لنجے ہونے کے رکھا ہی تو اسکو وقف مین سے دیا جائیگا اور اگر اپنی بڑائی کیواسطے باندھا ہی تو اسکو نہ دیا جائیگا بشرطیکہ یہ گھوڑا دو سو درم کا ہو اور اسپر قرضہ و مہر نہو یہ مضمرات مین ہی۔ اور ہر ایسا شخص جسکا نفقہ کسی دوسرے کے مال مین واجب ہوا اور خود اسکو بغیر حکم قاضی اور بغیر رضامندی اس دوسرے کے لے سکتا ہی اور دوسرے کی غیبت مین قاضی اسکے واسطے دوسرے کے مال سے نفقہ کا حکم دیتا ہی اور املاک کے منافع دونونکے درمیان متصل ہین حتی کہ ان دونون مین سے کسی کی گواہی دوسرے کے حق مین قبول نہو گی تو نفقہ دینے والیکی مالداری کی وجہ سے یہ بھی وقف کا مال نہ جائز ہونیکے حق مین تونگر قرار دیا جائیگا اور اسکی مثال مثل والدین و اولاد و اجداد کے ہی۔ اور ہر ایسا شخص جسکا نفقہ دوسرے کے مال مین قاضی کے فرض کرنیسے واجب ہوا اور یہ خود اسکو اسکے مال سے بدون حکم قاضی یا بدون اسکی رضامندی کے نہین لے سکتا ہی اور اس مال والے کے غائب ہونیکی صورت مین قاضی اسکے مال سے نفقہ کا حکم نہ دیگا اور املاک کے منافع جدا جدا ہین حتی کہ دونون مین سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے حق مین مقبول ہی تو وقف کا مال لینے کے حق مین یہ شخص اپنے نفقہ دینے والے کی تونگری سے تونگر شمار نہ ہوگا اور مثال اسکی جیسے بھائی و بہنین و دیگر محارم ہین اور اسی اصل پر اس جنس کے مسائل دائر ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی زمین اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کی اور حال یہ ہی کہ اسکا ایک قریبی ایک شخص غنی ہی جسکی اولاد فقیر ہین پس اگر یہ اولاد صغیر ہون یا مذکر ہون یا مؤنث ہون یا بالغ عورتین ایسی ہون جنکے شوہر نہین ہین یا بالغ مرد ایسے ہون جو اپاہج یا مجنون ہین تو انکو اسوقت سے حصہ نہ ملیگا[له] اور اگر اس تونگر مذکور کے بھائی یا بہنین فقیر ہون یا کوئی اولاد بالغ فقیر کمائی کرتی ہو تو انکو اسوقت سے حصہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر عورت فقیرہ ہو مگر اسکا شوہر تونگر ہو تو اس عورت کو وقف سے نہ دیا جائیگا اور اگر شوہر فقیر ہو تو اسکو دیا جائیگا اگرچہ اسکی عورت تونگر ہو۔ اگر وقف کرنیوالے کے قریب کا فرزند بالغ ہوا اور وہ اپاہج نہین ہی مگر وہ فقیر ہی اور اس فرزند کی اولاد نابالغ موجود ہین کہ وہ بھی فقیر ہین تو اس فرزند کی اولاد کو اسوقت سے حصہ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ قاضی انکا نفقہ انکے دادا کے مال مین فرض کریگا اور ان اولاد کا باپ یعنے انکے دادا کا پسر پس اسکو وقف مین سے حصہ ملیگا اسواسطے کہ اسکا نفقہ اسکے باپ پر نہین ہی کیونکہ وہ بالغ ہی اور اپاہج نہین ہی اور اگر قرابتیون مین سے کسیکا پسر تونگر ہو اور خود فقیر ہو تو اسکو اسوقت سے نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے قرابتی فقیرون پر وقف ہی اور ان مین ایک مرد فقیر ہی اور جب غلہ حاصل ہوا تب بھی فقیر تھا[بقاعدہ مذکورہ] مگر ہنوز اپنا حصہ لینے نہ پایا تھا کہ وہ تونگر ہوگیا تو اپنے حصہ کا مستحق ہوگا اور اگر اسکی قرابت مین سے کوئی عورت بعد حصول غلہ کے چھ مہینہ سے کم مین جنی تو اس غلہ مین سے اس بچہ کا حصہ نہوگا یہ محیط مین ہی اور آیندہ حاصلات مین سے یہ بچہ بھی مستحق ہوگا یہ فتاوی قاضیخان[۲] مین ہے[غلہ سے] ۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہر اس شخص پر ہی جو نسل فلان یا آل فلان مین سے فقیر ہو حالانکہ فلان مذکور کی نسل یا آل مین سے ایک کے سوائے کوئی فقیر نہین ہی ایک ہی فقیر ہی تو تمام غلہ اسیکا ہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ فقراے آل فلان پر ہی تو اس صورت مین اسکو نصف ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی بزیادہ من المترجم۔ ایک مالک نے یا بیٹے دو سگے بھائیون نے لیکے فقراء قرابت پر وقف کیا پھر قرابت مین سے ایک فقیر آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونون نے اپنے درمیان

[له] ایسا ہی ہو کہ انکا نفقہ اس غنی پر واجب ہو اور یہ انکی اولاد سے غنی ہو ۱۲ منہ

مشترک اراضی کو وقف کیا ہے تو اس فقیر کو ایک ہی قوت یعنی ایک وزینہ بقدر کفایت دیا جائیگا اور اگر ہر ایک نے اپنی علیحدہ اراضی وقف کی تو ہر ایک میں سے اسکو بقدر قوت دیا جائیگا اور قوت سے اس جنس کے مسائل میں مراد قدر کفایت ہے (جیسا کہ اوپر گذرا ۱۲) اگر وقف اراضی ہو تو اسکو ایک سال کا قوت بغیر اسراف و بدون تقتیر کے دیا جائیگا اور اگر وقف دوکان ہو تو مہینہ کی قدر کفایت دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی اراضی اپنے فقرائے قرابت پر وقف کی (یعنی حاجت مند ۱۲) پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ وہ فقیر ہے اور وہ وقف کنندہ کا قریبی ہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنی قرابت ہونا اور فقیر ہونا ثابت کرے اور اگرچہ یہ باعتبار اصل و ظاہر کے ثابت ہے ولیکن ظاہر حال تو دیدینے کیواسطے حجت ہے استحقاق کیواسطے حجت نہیں پس اگر اسنے اپنی قرابت کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہ اسکی قرابت کو بہ نسب معلوم بیان نہ کریں تب تک گواہی قبول نہوگی یعنی اُسکا ناتا وقف کنندہ سے کیا ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کیے تو چاہیے کہ گواہ یوں تفسیر کریں کہ یہ فقیر معدم (نادار ۱۲) ہے ہم اُسکی ملک میں کچھ مال نہیں جانتے ہیں اور ہم کسی ایسے کو نہیں جانتے ہیں جسپر اُسکا نفقہ لازم ہو پھر جب قاضی نے اُسکے معدم ہونیکا حکم دیدیا تو یہ حکم اسکے قرضہ کے حق میں عدم ہونے کا حکم نہوگا اور اگر قاضی نے مطالبہ قرضہ کے حق میں اُسکے نادار ہونے کا حکم دیا پھر وہ وقف میں سے مانگنے آیا تو اسکو دیا جائیگا ایسا ہی ہلال رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ باوجود اسکے یہ واجب ہے کہ ثابت ہووے کہ اسکا کوئی ایسا نہیں ہے جسپر اُسکا نفقہ لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ امر طلب قرضہ میں فقیر کے حکم میں داخل نہیں ہوا ہے حالانکہ استحقاق وقف کے واسطے اُسکا اثبات ضرور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسنے گواہ قائم کیے کہ یہ شخص فقیر اور اس وقف کیطرف محتاج ہے اور اُسکا کوئی ایسا نہیں ہے جسپر اُسکا نفقہ لازم ہو تو قاضی اسکو وقف میں شامل کریگا اور ہلال رح نے استحسانًا فرمایا ابھی اسکو داخل نہ کرے یہانتک کہ پوشیدہ دریافت کریگا کہ ایسا ہی ہے اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اور نیز ہلال رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے گواہ جیسے ہم نے بیان کیے ہیں قائم کیے اور قاضی نے پوشیدہ بھی دریافت کیا اور پوشیدہ خبر بھی گواہوں کی گواہی کے موافق ہوئی کہ یہ فقیر ہے اور اُسکا کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسپر اُسکا نفقہ لازم ہو تو قاضی اُسکو وقف میں شامل نہ کریگا یہانتک کہ اُس سے قسم لیگا کہ واللہ تیری ملک میں کچھ مال نہیں ہے اور تو فقیر ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی اچھا ہے اور اسی طرح بقول ہلال رحمہ اللہ اُس سے یہ بھی قسم لیگا کہ واللہ تیرا کوئی ایسا نہیں ہے جسپر تیرا نفقہ لازم ہو اور یہی اچھا ہے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر اُسنے امور مذکورہ بالا پر گواہ پیش کیے جیسے ہمنے ذکر کیا ہے اور دو عادلون نے خبر دی کہ یہ توانگر ہے تو ان دونوں عادلوں کی خبر گواہی سے اولی ہوگی اور وہ مصرف وقف نہ کیا جائیگا اور شیخ ہلال رح نے فرمایا ہے کہ اس باب میں خبر اور گواہی دونوں یکسان ہیں اسواسطے کہ گواہی مذکورہ (۱۲ اولًا بھی) در حقیقت گواہی نہیں بلکہ خبر ہے اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم ایسے کسی کو نہیں جانتے ہیں جسپر اُسکا نفقہ واجب ہو تو اسکے واسطے کافی ہے اور اسکی ضرورت نہوگی کہ دونوں قطعی طور پر کہیں کہ اسکا کوئی ایسا نہیں ہے جسپر اُسکا نفقہ واجب ہو جیسے میراث میں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور

۱؎ قال المترجم مراد مال سے یہاں وہ مال ہے جو فقیر کے مال سے خارج ہے مثل مسکن و خادم و اسپ و قدر کفایت کپڑے ضروری اسکو اسباب خانہ داری سے زائد ہو کہ دو سو درم تک پہونچے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان کی کفایت سے زائد ہو ۱۲ ۲؎ کسی پر اس کا قرضہ بھی ممکن الوصول نہیں ہے ۱۲ ۳؎ قال المترجم اس قسم میں سخت دشواری ہے اگر مراد یہی الفاظ ہیں کیونکہ اسکی ملک میں اسقدر مال ہے کہ اُس سے وہ فقیر ہونے سے خارج نہیں ہوجاتا ہے پس تاویل ضرور ہے کہ اس طور پر قسم لے جس میں مشکل نہ پیش آوے فلیتامل فیہ ۱۲ منہ ۴؎ کہ اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اسکے سوائے دوسرا وارث تو کافی ہے ولیکن وارث ہونا ثابت کرنے کے لیے قطعی گواہی ضرور ہے ۱۲ منہ ۵؎ قولہ قرضہ کے حق یعنی اس ناداری کے حکم کی وجہ سے یہ لازم نہیں ہے کہ اسکے قرضخواہ بہ سبب اس حکم کے اس سے قرضہ کا مطالبہ نہ کرسکیں ۱۲ منہ

واضح ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندون کے وقف کنندہ سے قرابت ثابت کرنے اور انکا فقیر ہونا ثابت کرنے کا حاجتمند ہوا تو ایسا کر سکتا ہی بشرطیکہ فرزندان مذکور نابالغ ہون بخلاف اسکے اگر بالغ ہون تو وہ خود اپنا فقر ثابت کرین اور باپ کا وصی بھی اس باب مین بمنزلہ باپ کے ہی اور اگر ان نابالغون کا باپ نہو اور نہ باپ کا مقرر کیا ہوا وصی ہو مگر بھائی یا مان یا چچا یا ماموں ہو تو استحساناً ان لوگونکو بھی صغیر کی قرابت و فقر ثابت کرنیکا اختیار حاصل ہی بشرطیکہ صغیر اسکی پرورش مین ہو پھر بعد اسکے اگر ان چچا یا بھائی ایسا شخص ہو کہ ان نابالغون کا حصہ غلہ جو وقف سے انکو ملیگا اُسکے پاس رکھا جا سکتا ہی تو صغیر کو جو غلہ ملیگا وہ انکو دیا جائیگا اور حکم کیا جائیگا کہ اُسمین سے اسکے نفقہ مین خرچ کرین اور اسکے لائق نہ ہون تو یہ غلہ کسی مرد ثقہ کے پاس رکھدیا جائیگا اور اسکو حکم دیدیا جائیگا کہ اُس صغیر پر خرچ کرے یہ محیط مین ہی- ایک شخص نے اپنی اراضی اپنی قرابت کے فقیرون پر وقف کی پھر اسکی قرابت کے بعضے فقیرون نے بعض دیگر سے قسم لینی چاہی کہ یہ لوگ توانگر نہین ہین تو اگر ان لوگون نے دوسرون پر صحیح دعوی کیا باینطور کہ انپر ایسے مال کا دعوی کیا کہ جس سے وہ توانگر ہو جاتے ہین تو انکو اختیار ہوگا کہ دوسرون سے قسم لے لین اور اگر یہ لوگ جن سے قسم لینا چاہتے ہین انکی طرف قیم کا میلان ہو پس ان لوگون نے قیم سے قسم لینی چاہی کہ واللہ تو نہین جانتا ہی کہ یہ لوگ غنی ہین تو انکو یہ اختیار نہین ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے قاضی کے پاس اپنی قرابت و فقر کو گواہون سے ثابت کر دیا اور قاضی نے حکم دیدیا پھر اُسنے ایک دوسرے وقف مین سے جو قرابت کے فقیرون پر وقف ہی اپنی قرابت و فقر کے ذریعہ سے اپنا استحقاق طلب کیا تو اُسکو دوبارہ گواہ پیش کرنیکی ضرورت نہ ہوگی اسواسطے کہ جو شخص ایک وقف مین فقیر ہی وہ سب وقفون مین فقیر ہی اسی طرح اگر اُسنے گواہون سے اپنی قرابت وقف کرنیوالے کے ساتھ ثابت کر کے حکم لیا پھر اُس وقف کنندہ کے ایک مان باپ سے اُسکے بھائی کے وقف مین سے جو قرابت پر وقف ہی اپنا حصہ طلب کرنے آیا تو اُسکو دوبارہ گواہ پیش کرنیکی ضرورت نہوگی اور اسیطرح اگر اُس شخص کا جسکے واسطے قرابت کا حکم دیا گیا ہی ایک مان باپ سے سگا بھائی آیا تو اُسکو بھی قرابت ثابت کرنے کی ضرورت نہوگی یہ وجیز مین ہی اور اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ تجھسے پہلے جو قاضی تھا اُسنے اُس شخص کے قرابت و فقر کا حکم اس مدت سے پہلے دیدیا تھا تو قیاساً یہ شخص غلہ وقف کا مستحق ہوگا اگرچہ مدت دراز گذر گئی ہو ولیکن ہم استحسان کو لیتے اور کہتے ہین کہ اگر مدت زیادہ گذری ہو تو اُس سے فقیر ہونیکے گواہ دوبارہ مانگیگا کہ اب بھی فقیر ہی اسواسطے کہ ہر سال غلہ پائے جانیکے وقت مستحق کا فقیر ہونا شرط ہی پس جو قبل اسکے فقیر تھا وہ اس سال کے اس غلہ سے مستحق ہوگا اور جو بعد اسکے فقیر ہوا وہ اس غلہ سے مستحق نہوگا ہان آیندہ دوسرے غلہ سے مستحق ہوگا- پھر اگر قاضی نے اسکے فقیر ہونے کا حکم دیدیا پھر اُسکے بعد وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہی اور اُسنے کہا کہ مین غلہ پیدا ہو جانیکے بعد غنی ہو گیا ہون اور اسکے شریکون نے کہا کہ نہین بلکہ تو غلہ پیدا ہونے سے پہلے غنی ہوا ہی تو قیاس یہ ہی کہ اُسکا قول قبول ہو ولیکن استحساناً اسکے شریکون کا قول قبول ہوگا اور اگر قاضی نے اُسکے فقیر ہونے کا حکم نہ دیا ہو پھر وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہی اور کہا کہ مین غلہ حاصل ہونیکے بعد غنی ہوا ہون تو قیاساً و استحساناً اُسکا قول قبول نہوگا- اور اگر غلہ مانگتا ہوا آیا اور دعوی کرتا ہی کہ مین فقیر ہون اور شریکون نے کہا کہ یہ توانگر ہی اور اس سے قسم لینی چاہی تو انکو یہ اختیار حاصل ہی اور قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ وہ آج کے روز اس وقف کے فقیرون کے ساتھ داخل ہونے سے اور اُس وقف کا کچھ غلہ لینے سے بے پروا نہین ہی

ف اور اگر مجنون ہوں تو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

ف ان کے پاس اس قدر مال ہو جاتا ہی [illegible] ۱۲

اور اگر گواہوں نے اسکے فقیر ہونے پر گواہی دی اور یہ غلہ پیدا ہوجانے کے بعد واقع ہوا تو وہ اس غلہ مین شریکون کے ساتھ داخل نہوگا ہان آیندہ غلہ مین داخل کیا جائیگا لیکن اگر گواہوں نے اسکے فقیر ہونے کا وقت بھی بیان کر دیا ہو کہ فلان[۱] وقت سے فقیر ہی اور یہ وقت بھی اس غلہ کے پیدا ہوجانے سے پہلے واقع ہوا تھا تو ایسی صورت مین اس غلہ مین اُسکا حق ثابت ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر فقراے قرابت پر وقف کیا گیا اور قرابت کے بعضے لوگون نے بعض دیگر کے واسطے گواہی دی پس اگر ان دونون فریقون مین سے ہر ایک نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی ہی تو قبول[۲] نہوگی۔ اور اگر گواہ لوگ غنی ہون اور اُنھون نے اپنی قرابت مین سے ایک شخص کے واسطے گواہی دی کہ وقف کنندہ کا قریب اور فقیر ہی اور نسب بیان کیا تو امام خصاف رحمہ نے اپنی کتاب الوقف مین باب الوقف علی فقراء القرابۃ مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر اُنھون نے اپنی گواہی سے کوئی منفعت اپنی جانب نہین کھینچی اور نہ اپنی ذات سے کوئی مضرت دفع کی ہی تو انکی گواہی قبول ہوگی اور امام خصاف رحمہ نے اس باب سے ملے ہوئے اس سے پہلے باب مین فرمایا ہی کہ اگر دو شخصون نے جنکی قرابت ایک شخص سے صحیح ہی اسکے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ شخص وقف کرنیوالے کے قرابتیون مین سے ہی اور قرابت کو بیان کیا تو یہ جائز ہی پھر اگر انکی گواہی کی تعدیل نہ ہوئی یعنی وہ لوگ گواہ عادل ثابت نہوئے اور قاضی نے انکی گواہی رد کردی تو جسکے واسطے اُنھون نے وقف کنندہ کے قرابتی ہونے کی گواہی دی ہی وہ ان دونون کے ساتھ جو کچھ مال انکو وقف سے پہونچیگا اسمین داخل کیا جائیگا اور شریک ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور ہلال رحمہ نے اپنے وقف مین ذکر کیا ہی کہ اگر دو مردون نے جو اجنبی ہین ایک شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کی قرابتی سے ہی اور قرابتیون مین سے دو مردون نے اس شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ فقیر ہی تو انکی گواہی قبول ہوگی اور اسمین کوئی تفصیل نہین فرمائی اور نیز شیخ ہلال رحمہ نے اپنے وقف مین فرمایا کہ اگر قرابت مین سے ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین غنی ہون پھر وہ وقف مین سے حصہ مانگتا ہوا آیا اور کہا کہ مین فقیر ہون اور مین غلہ پیدا ہونے سے پہلے فقیر ہوگیا تو اُسکا قول قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ فی الحال فقیر ہووے ولیکن اگر گواہون نے گواہی دی کہ اُسنے غلہ پیدا ہونے سے پہلے اپنا مال تلف کر دیا ہی تو وہ غلہ وقف کا مستحق ہوگا پھر اگر اُنھون نے کہا کہ تلجیہ کیا اور قاضی نے اسکو تلجیہ سے متہم سمجھا تو اب اسکو وقف سے نہ دیگا جبکہ اسکے تلجیہ سے وہ اسکے ہاتھ آسکتی ہو یہ محیط مین ہی

فصل پنجم پڑوسیون پر وقف کرنیکے بیان مین۔ اگر اپنے پڑوسیون پر وقف کیا تو قیاس یہ ہی کہ انھین لوگون کیطرف صرف ہوجا اسکے ملاصق ہین اور استحساناً ان لوگون کی طرف راجع ہوگا کہ اُسکو اور انکو جنہین مسجد محلہ جامع ہی یہ وجیز مین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی پھر امام اعظم کے ظاہر مذہب مین ہی کہ شرط فقط سکونت ہی چاہے رہنے والا اپنی ملک کے مکان مین ہو یا مالک مکان نہو اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی اور اگر رہنے والا مالک کے سواے اور کوئی شخص ہو یعنی مالک نہ رہتا ہو تو استحقاق وقف رہنے والیکا ہی مالک کا نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اس وقف مین پڑوسی داخل ہوگا خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو مذکر ہو یا مونث ہو یا غلام ہو آزاد ہو یا مکاتب ہو صغیر ہو یا کبیر ہو اور مال وقف انپر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر وصی نے بعض کو بعض پر تفضیل دی تو ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہی اور ایسی باندیان جو ام ولد ہون یا غلام و باندیان جو مدبر ہون اور محض غلام و باندیان اس وقف مین داخل نہونگی یہ خلاصہ مین ہی اور اسی طرح جو قرضدار کہ اسکے محلہ مین بسبب قرض کے محبوس

[۱] یعنی قبل از وقف یا بعد وقف کے غلہ پیدا ہوجانے سے پہلے ۱۲ منہ [۲] قال المترجم یعنی جبکہ ساتھ ہی ہو تب یہ حکم ہے اور اگر آگے پیچھے ہو اور ایک کیواسطے ہوچکی تو سابق کے مقبول ہونگے اور لاحق کے قبول نہ ہونگے ۱۲ منہ [۳] یعنی تمام اس مسجد کی نسبت کرکے جو اہل محلہ ہین ۱۲

ہوا ہے وہ بھی داخل نہوگا یہ دخیرہ میں ہے اور اس وقف میں وقف کنندہ کی اولاد اور اسکا باپ و دادا اور زوجہ داخل نہونگی حاوی میں ہے اور اولاد کی اولاد اگر پڑوسی ہوں تو استحساناً داخل نہونگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اسکا بھائی و چچا و ماموں داخل ہونگے یہ ظہیریہ و محیط میں ہے۔ اور واضح رہے کہ تقسیم غلہ کے وقت جو شخص پڑوسی ہو وہی پڑوسی اعتبار کیا جائیگا پس اگر وقف کرنے والے کے پڑوسیوں میں سے بعضوں نے اپنے مکانات فروخت کر دیے اور دوسرے محلہ میں چلے گئے اور یہاں اور لوگ بجائے چلے جانے والوں کے غلہ تیار ہونے کے بعد اور کاٹے جانے سے پہلے اگر آباد ہوئے تو یہ لوگ اس غلہ کے مستحق ہونگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا اور اسکا ایک مکان تھا جسمیں وہ رہتا تھا پھر اسکو چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا گیا اور وہاں کرایہ پر رہا کیا یہانتک کہ مر گیا تو وقف کا غلہ اس مکان کے پڑوسیوں کو ملیگا جنمیں اُٹھ گیا اور وہیں مرا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا پھر مکہ معظمہ کو گیا اور وہاں مر گیا تو دیکھا جاوے گا کہ اگر اُسنے مکہ معظمہ میں گھر کر لیا ہے تو وقف کی آمدنی مکہ میں وہاں کے اسکے پڑوسیوں کے واسطے ہوگی اور اگر وہ حج یا عمرہ ادا کرنے کو نکلا تھا تو غلہ اُسکے شہر والے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اُسکے دو مکان ہوں جنمیں سے ایک میں رہتا ہو اور دوسرا کرایہ پر چلتا ہو تو جس مکان میں رہتا ہو غلہ اُسی کے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکے دو مکان ہوں جنمیں سے ہر ایک میں اُسکی ایک ایک جورو رہتی ہو تو غلہ دونوں میں دو مکانوں کے پڑوسیوں کو ملیگا اگرچہ وہ اُن دونوں میں سے چاہے کسی مکان میں مرا ہو کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر اُسکا ایک مکان کوفہ میں ہو اور دوسرا بصرہ میں ہو اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں اُسکی ایک ایک جورو ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور مر گیا پھر اسکے وارثوں نے یہ مکان فروخت کر دیا اور کسی دوسرے محلہ میں اُٹھ گئے تو جہاں وہ مرا ہے وہیں کے پڑوسی فقیر غلہ کے مستحق ہونگے اور وارثوں کے فروخت کر ڈالنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ میرے پڑوسی فقیروں پر یعنی اپنی طرف نسبت نہ کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مریض ہونے پر اُسکا بیٹا اُسکو دوسرے محلہ یا گانوں میں اُٹھا لے گیا اور وہاں وہ مر گیا تو غلہ وقف کے مستحق اُسکے پہلے پڑوسی ہیں اور یہ سکونت منتقل کر لینے کے مانند نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت کسی مکان میں رہا کرتی تھی اور اُسنے پڑوسیوں پر کچھ وقف کیا پھر اُسنے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور شوہر کے مکان میں گئی اور وہیں اُسکا انتقال ہوا تو وقف کے مستحق اُسکے پڑوسی وہ ہونگے جو اُسکے شوہر کے پڑوسی ہیں اور اسی طرح اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا حالانکہ اپنے پڑوسیوں پر وقف کر چکا ہے پھر اُسنے عورت مذکورہ اپنی جورو کے یہاں سکونت اختیار کر لی تو اُسکا پہلا پڑوس منتقل ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسکا اسباب پہلے گھر میں ہو تو اُسی گھر کے پڑوسی غلۂ وقف کے مستحق ہونگے یہ محیط میں ہے اور اگر وہ اپنے مکان سے عورت یعنے جورو کے مکان میں اُٹھ نہ گیا ہو کہ وہیں رہنا اختیار کر لیا بلکہ جاتا آتا ہو تو اُسکے پڑوسی اُسکے مکان کے پڑوسی ہونگے جورو کے پڑوسی نہونگے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا تو بے شوہر عورتیں اس استحقاق میں داخل ہونگی اگر پڑوسی ہوں اور شوہر والیاں داخل نہونگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون اُسکے پڑوسی ہیں تو غلہ تقسیم نہ کیا جائیگا یہانتک کہ گواہ لوگ گواہی دیں کہ وہ فلاں

قولہ اہل ابابت مکان ... وغیرہ ۱۲ منہ

مکان مین مرا ہی پس اسی مکان کے پڑوسیون کو تقسیم ہوگا اور اگر کسی پڑوسی نے دعوی کیا کہ مین فقیر ہون اور معروف نہین ہی یعنی شناخت نہین ہی کہ ہی یا نہین ہی تو اسکو تکلیف دیجائیگی کہ اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کرے اور اگر وقف کرنے والے یا وصی نے کہا کہ مین نے غلہ پڑوسی فقیرون کو دیا ہی تو قسم سے قول اسی کا قبول ہوگا اگرچہ پڑوسی فقیر اس سے انکار کیا کرین یہ حاوی مین ہی

فصل ششم اہل بیت و آل و جنس و عقب پر وقف کرنے کے بیان مین

قال المترجم اہل بیت گھر والے وکنبہ والے۔ آل یعنی اولاد و اہل بیت و اکثر مراد کنبہ والے و جنس معروف ہی اور عقب پیچھے چھوڑے ہوے یعنی بعد موت کے اگر کسی نے اپنی اراضی اپنے اہل بیت پر وقف کی تو اس وقف مین ہر وہ شخص داخل ہی جو اس سے اسکے اجداد کیطرف سے سب سے اونچے باپ تک جو اسلام مین آیا متصل ہووے جسمین مسلمان و کافر و فرزند ذکر و مونث و محرم و غیر محرم و قریب و بعید سب داخل ہین مگر سب سے اونچا باپ اسمین شامل نہوگا اور اسمین وقف کرنے والے کی اولاد و اس کا باپ بھی داخل ہوگا مگر اسکی دخترون و بہنون کی اولاد داخل نہوگی اور انکے سواے دیگر عورتون کی اولاد بھی داخل نہوگی لیکن اگر ان عورتون کے شوہر اس وقف کرنیوالے کے بنی اعمام ہون یعنی اسی کے چچا و دادا وغیرہ کی اولاد سے ہون تو ان عورتون کی اولاد بھی داخل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر الکبیر مین فرمایا کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف مین اہل بیت کا لفظ ذکر کیا ف مثلاً ایک وقف کرنیوالے نے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین محدودہ اپنے اہل البیت پر اور آخر فقرا پر وقف کی ہی م تو اس سے پوچھا جاوے پس اگر اُسنے بیت السکنی مراد لیا ہی یعنی گھر مین ساتھ رہنے والے تو اسکے اہل بیت وہ ہین جنکی پرورش کرتا ہی اور انکو اپنے گھر مین نفقہ دیتا ہی اگرچہ اُنسے قرابت نہو اور اگر اُسنے بیت النسب مراد لیا ہی یعنی میرے نسب کے لوگ تو اسکے اہل بیت تمام اولاد اسکے باپ کی ہی جو اُس سے معروف ہین اور قاضی علی سغدیؒ نے ذکر کیا کہ اگر وقف کرنیوالا کسی نسبتی گھرانے کا ہو جیسے عرف کے خاندان ہین تو اسکے اہل بیت اسکے باپ کی تمام اولاد ہین اگرچہ اُسکے عیال مین نہون اور اگر اُسکا نسبتی خاندان نہو تو اسکے اہل بیت وہ لوگ ہین جنکو اپنے گھر مین ساتھ رکھتا اور انکو نفقہ دیتا ہی اور انکے سواے اور لوگ اُسمین داخل نہونگے اگرچہ اُنسے قرابت ہووے اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اپنے اہل بیت پر وقف کیا تو وقف کے تحت مین جو اُسکے اہل بیت سے موجود ہین اور جو آیندہ ان لوگون کے بعد پیدا ہون اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہونگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی آل پر وقف کیا یا اپنی جنس پر وقف کیا تو مثل اہل بیت پر وقف کرنے کے ہی اور اسمین فقیرون کی خصوصیت نہوگی لیکن اگر اُسنے خود فقیرون کی تخصیص کردی ہو تو خاص فقیرون ہی کو ملیگا پس اگر اُسنے کہا کہ علی الفقراء منہم یعنی اُنمین سے فقیرون پر یا کہا کہ من افتقر منہم یعنے جو اُنمین سے فقیر ہوا تو یہ دونون یکسان ہین کیونکہ غلہ اُسی کے واسطے ہوگا جو وقت غلہ کے فقیر ہو اگرچہ وقف کے وقت غنی ہو اور یہ قید نہوگی کہ غنی ہوکر پھر فقیر ہوگیا ہو اور یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر کسی عورت نے اپنے اہل بیت پر یا اپنی جنس پر وقف کیا تو اس عورت کی والدہ اور اُسکی اولاد اسمین داخل نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اہل عیال پر وقف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ خاصۃً اسکی جورو پر ہوگا قال المترجم ہمارے عرف کے موافق ایسا ہونا چاہیئے اور شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ لیکن ہم استحسان کو لیکر یہ کرتے ہین کہ اُسکے وقف کو تمام ان لوگون پر قرار دیتے ہین جو اسکے گھر مین اُسکے عیال مین آزاد لوگ ہین کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور وقف کے تحت مین اسکے

مملوک لوگ داخل نہونگے کذا فی المحیط اور خود عبداللہ بھی اسمین داخل نہوگا اور اسی طرح جو اسکو دوسرے مکان مین اپنے عیال مین رکھتا ہو وہ بھی داخل نہوگا یہ حاوی مین ہے اور عیال[1] ہر وہ شخص ہے جو کسی آدمی کے نفقہ مین پرورش پاتا ہو خواہ اسکے مکان مین ہو یا دوسری جگہ ہو اور حشم بمنزلہ عیال کے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر عقب فلان یعنے فلان شخص کے عقب پر وقف کیا تو جاننا چاہیئے کہ اگر کسی شخص کے عقب وہ لوگ ہوتے ہین جو اپنے باپون سے اس شخص کی طرف راجع ہون اور اسمین دخترون کی اولاد داخل نہوگی لیکن اگر دخترون کے شوہر بھی فلان شخص مذکور کی اولاد مین سے ہون تو داخل ہون گے اور اسی طرح سوائے دخترونکے اور بہنون وغیرہ دیگر عورتونکی اولاد بھی اس وقف مین داخل نہوگی مگر جبکہ انکے شوہر اس شخص کی اولاد مین سے ہون اور اگر کسی نے زید اور اسکے عقب پر وقف کیا اور زید کی اولاد ہے اور زید زندہ موجود ہے تو اسکی اولاد کیواسطے کچھ نہوگا اسواسطے کہ کسی شخص کی اولاد جب ہی عقب کہلاتی ہے جبکہ وہ شخص مرجاوے یہ محیط مین ہے

ساتوین فصل موالی و مدبرین و امہات الاولاد پر وقف کرنیکے بیان مین

قال المترجم موالی جمع مولی اور مراد غلام یا باندی آزاد کی ہوئی اور مدبرہ وہ باندی یا غلام جسکا آزاد ہونا مالک نے اپنے مرنے کے بعد پر لکھا ہو اور امہات الاولاد جمع ام ولد وہ باندی جسکے مالک سے اسکے بچہ پیدا ہوا ہو

اگر کسی اصلی آزاد شخص نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میرے مولاؤن پر اور پھر فقیرون پر ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ان لوگون پر ہوگا جنکو اُسنے آزاد کیا ہے بشرطیکہ اُسکے آزاد کیے ہوئے مملوکون سے موجود ہون اور اس وقف مین وہ لوگ داخل ہونگے جنکو اُسنے وقف کے وقت آزاد کیا ہے اور وہ لوگ جو اسکی طرف سے بعد وقف کے آزاد ہوجاوین اور جو لوگ اسکی موت سے آزاد ہوجاوین یعنے اُمہات اولاد و مدبرون کی اور جو بسبب وصیت کے اسکی موت کے بعد آزاد ہوجاوین خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون مذکر ہون یا مؤنث ہون اور اُسکے آزاد کیے ہوؤن کی اولاد بھی داخل ہوگی اسواسطے کہ سوائے وقف کرنیوالے کے انکا کوئی مولی نہین ہے کذا فی الحاوی ولیکن آزاد کی ہوئی عورتون کی اولاد اگر اپنے باپونکی اولاد سے وقف کرنیوالے کی طرف راجع ہون تو وہ داخل ہونگی اور اگر انکے باپون کی ولاء کسی اور قوم کیواسطے ہو تو داخل نہونگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اسکے مولاؤن کے آزاد کیے ہوئے اس وقف مین داخل نہونگے ولیکن اگر اسکے موالی مرگئے تو استحساناً یہ غلہ اُسکے موالی کے آزاد کیے ہوؤن پر صرف کیا جائیگا اور اگر وقف کرنے والے کا ایک ہی مولی ہو تو اسکو آدھا غلہ ملیگا اور باقی آدھا فقیرون کے واسطے ہوگا اور اُسکے مولی کے آزاد کیے ہوؤن کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر اسکے آزاد کیے ہوئے دو موجود ہون تو کل غلہ ان دونون کو دیا جائیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر اسکے آزاد کیے ہوئے غلام و باندیان دونون ہون تو غلہ ان سب پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر سب آزاد کی ہوئی عورتین ہون کوئی مرد انکے ساتھ نہو تو سب غلہ ان آزاد کی ہوئی عورتون کو ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اسکے موالی عتاقہ یعنے آزاد کیے ہوئے اور موالی موالات یعنی جسنے موالات کی ہے دونون موجود ہین تو غلہ وقف اُسکے موالی عتاقہ کو ملیگا اور اگر فقط موالات ہی ہون تو استحساناً غلہ اُنکو دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے کے موالی ہون اور اسکے باپ کے بھی موالی

[1] عیال حتی کہ اگر آدمی کے تابع نفقہ مین اسکے مان باپ ہون تو وہ عیال ہین اور معروف زوجہ و اولاد کو اہل و عیال اسواسطے کہتے ہین کہ

موجود ہون اور پسر مذکور باپ کے آزاد کیے ہوؤن کی ولاء کا اپنے باپ سے وارث ہوا ہو تو وقف کی آمدنی وقف کنندہ کے موالی کی ہوگی اور پسر کے موالی کیواسطے کچھ نہوگا اور اگر وقف کنندہ کا کوئی مولی یعنی آزاد کیا ہوا نہو بلکہ فقط اُسکے پسر کے آزاد کیے ہوئے موجود ہین تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ غلہ اسکے پسر کے موالی پر صرف کیا جائیگا اور یہی شیخ ہلال رح کا قول ہو اور یہ ظہیریہ مین ہو اور اگر کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن اور میرے والد کے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہو تو اُسکے دادا کا آزاد کیا ہوا اسمین داخل نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرے اہل بیت کے موالی پر وقف ہو تو اُسکی جورو اور اُسکے ماموؤن کے آزاد کیے ہوئے اسمین داخل نہونگے الا اس صورت مین کہ جورو اور ماموں اسکے اہل بیت سے ہون اور اگر کہا کہ آل عباس کے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہو تو آل عباس کے آزاد کیے ہوؤن نے جنکو آزاد کیا ہو وہ اسمین داخل نہونگے یہ حاوی مین ہو اور اگر یون کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن اور ان کی اولاد و ان کی نسل پر وقف ہو تو اس مین اسکے آزاد کیے ہوئے اور اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد مرد و عورتین سب داخل ہونگی اور اسمین اُسکے آزاد کیے ہوئے کی دختری اولاد بھی داخل ہوگی اگرچہ اُنکی ولاء کسی اور قوم کیواسطے ہووے اور اسیطرح اگر فرزند کی ماں اس وقف کنندہ کے آزاد کیے ہوؤن مین سے ہو اور اسکا باپ آزادان عرب سے ہو تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ یہ فرزند اسکے موالی کی اولاد مین سے ہو اور نسل کی لفظ مین مردون و عورتون سب کی اولاد داخل ہو پھر اگر انمین سے کوئی عورت مرگئی اور اولاد چھوڑی اور وقف کرنے والے نے یہ شرط نہین لگائی تھی کہ اگر انمین سے کوئی مرجاوے تو اُسکا حصہ اُسکی اولاد کو دیا جاوے تو اس عورت کا حصہ باقی جسقدر آزاد کیے ہوئے موجود ہین انکو دیکر دیا جاوے ایسا ہی شیخ ابو القاسم نے فتوی دیا ہو اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ میرے آزاد کیے ہوؤن و انکی اولاد انکی نسل سے اُن لوگون پر جنکی ولاء میری طرف رجوع کرتی ہووے وقف ہو تو اس وقف مین اُسکے آزاد کیے ہوؤن کی دخترون کی وہ اولاد جنکی ولاء اور قوم کی طرف راجع ہوتی ہو داخل نہو گی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ وقف کیا ان لوگون پر جنکو مین نے آزاد کر دیا ہو یا میری طرف سے انکو آزادی حاصل ہوئی ہو تو اسمین اس مولی کی اولاد جسکو اُسکی طرف سے آزادی ملی ہو داخل نہوگی یہ حاوی مین ہو ایک شخص نے اپنی اراضی یا مکان کو اپنے موالی اور انکی اولاد پر وقف کیا پھر موالی مین سے کسی کے بچہ پیدا ہوا تو ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے مکان کا جو کرایہ وآمدنی حاصل ہوئی ہو اسمین اس بچہ کا حصہ ہو اور جو اس سے قبل حاصل ہوگیا ہو اسمین اُسکا حصہ نہین ہو اور زمین کی آمدنی مین سے ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے جو غلہ حاصل ہوا ہو اسمین اس بچہ کا حصہ ہو یہ واقعات حسامیہ مین ہو اور اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہو پھر کسی کو اُسنے اور اُسکے بھائی نے آزاد کیا ہو تو وہ وقف مین داخل نہوگا اور کہا کہ اگر ان موالون پر جنکی ولاء میری طرف رجوع کرے اور حال یہ ہو کہ اُسکے باپ نے ایک غلام آزاد کیا تھا پس اُسکی ولاء کا یہ اور اسکا بھائی وارث ہوا تو یہ آزاد شدہ غلام اس وقف مین داخل ہوگا اور اگر کہا کہ ان آزاد کیے ہوؤن پر جو میرے فرزند کے ساتھ لازم رہین تو آزاد کیے ہوؤن مین سے جو اُسکے فرزند کے ساتھ رہین انکو ملیگا اور جسنے ساتھ دینا چھوڑ دیا کچھ مستحق نہوگا پھر اگر پھر کر ساتھ دینا شروع کیا تو اُسکا استحقاق عود کریگا یہ حاوی مین ہو۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے آزاد کیے ہوئے موالی کے موالی پر اور موالی کے موالی کے موالی پر یعنی تیسرے فریق کو بھی ذکر کیا تو مسئلہ فرزند پر قیاس کرکے فریق چہارم و پنجم وغیرہ جسقدر نیچے ہون سب

داخل ہونگے یہ محیط مین ہے شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی آراضی اپنے آزاد کیے ہوؤن و انکی اولاد پر بطنا بعد بطن اور کسی شخص کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا پس اُن دو فریقون مین سے ایک مرگیا اور اولاد چھوڑی تو اُسکا حصہ کسکو ملیگا آیا اسکی اولاد کو یا پہلے پشت مین سے جو لوگ زندہ ہین اُنکو تو شیخ نے فرمایا کہ اولی یہ ہے کہ اُس کا حصہ اُسکی اولاد کو دیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر وقف کرنے والے نے ایک شخص مجہول النسب کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا آزاد کیا ہوا ہے اور اُسنے بھی تصدیق کی اور حال یہ ہے کہ اس تصدیق کرنیوالے کا کوئی نسب معروف نہین اور نہ کسی کیطرف اُسکی ولا معروف ہے تو وہ وقف کا مستحق ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور جو حکم ذکر فرمایا ہے یہ وقف کی اُن حاصلات مین ٹھیک ہے جو آیندہ یعنی بعد اس اقرار کے حاصل ہون اور جو پہلے حاصل ہو چکی ہین انمین ٹھیک نہین ہے اور نیز جو قبل اس اقرار کے پیدا ہو کر ہنوز تقسیم نہین ہوئی ہین اُسکی بابت بھی ٹھیک نہین ہے یہ محیط مین ہے قال المترجم یعنی یہ حکم آیندہ پیدا ہونیوالے غلات کی بابت مراد ہے اور یہ غرض نہین ہے کہ صاحب کتاب سے غلطی ہوئی ہے فافہم۔ اور اگر کسی نے اپنے موالی پر وقف کیا تو مولی اسکو بھی کہتے ہین جسنے آزاد کیا اور اُسکو بھی جسکو آزاد کیا ہے پھر اگر وقف کرنے والے کے موالی ایسے ہون جنھون نے اُسکو آزاد کیا ہے اور ایسے بھی ہون جنکو اُسنے آزاد کیا ہے اور وقف کنندہ مرگیا ہے تو ان دونون فریقون مین سے کسی فریق کو کچھ نہ دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اُسکی آمدنی فقیرون پر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اللہ تعالی کیواسطے یہ صدقہ موقوفہ ہمیشہ میری ام ولد باندیون و میری مدبرہ باندیون پر ہے تو وقف جائز ہے برعکس اسکے وہ غلام و باندیان ہین جنکو مکاتب کیا ہو یا جنکو مال پر آزاد کیا ہو پھر جب وقف صحیح ہوا تو استحقاق مین سب ام ولد و مدبرہ داخل ہونگی جو اسکے پاس ہون اگرچہ اسنے انکا نکاح کر دیا ہو اور رہین وہ ام ولد باندیان جنکو اس وقف سے پہلے اپنی زندگی مین آزاد کر چکا ہو تو انکا اس وقف مین کچھ حق نہوگا کیونکہ ان باندیون کا نام مولیات ہوگیا تو وہ اسمین داخل نہین ہو سکتی ہین الا اُس صورت مین کہ وقف کرنے والا تصریح سے بیان کر دے یہ سراج وہاج مین ہے اور اگر اسکی کوئی اُم ولد نہو الا کہ وہ اُسکی حیات مین آزاد ہوگئی ہو یعنی جو اُسکی اُم ولد تھی وہ اُسکی حیات مین آزاد ہوگئی تو اُسکو وقف سے ملیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے وقف کیا زید کی ام ولد باندیون پر اور اسکی آزاد کی ہوئی باندیون پر اور حال یہ ہے کہ زید کی باندیون مین سے کچھ اُسکی ام ولد باندیان موجود ہین اور کچھ ام ولد باندیون کو اُسنے آزاد کر دیا ہے تو وقف کی آمدنی اُسکی ام ولد باندیون اور اسکی آزاد کی ہوئی باندیون کے درمیان تقسیم ہوگی اور جن باندیون کو اُسنے آزاد کیا ہے وہ بھی استحقاق وقف مین داخل ہونگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ بعد میری وفات کے میرے آزاد کیے ہوئے مملوکون پر ہے تو اس وقف مین سے اُسکی ام ولد باندیون اور مدبر غلام و باندیون کو جو اسکے مرنے پر آزاد بھی ہو چکے ہون حصہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اراضی میری صدقہ موقوفہ زید کے مملوک سالم نام پر ہے پھر زید نے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا بایںطور کہ اُسکو فروخت کر دیا تو وقف مذکور کی آمدنی اس سالم کی ہوگی جہان جاوے اُسکے ساتھ ہوگی اور قبول کرنے کا اختیار اس سالم کا ہوگا سالم کے مالک کا نہوگا پس جو غلہ پیدا ہونے کے وقت سالم کا مالک ہووے یہ غلہ اسی کا ہوگا یہ حاوی مین ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی سالم غلام زید پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف ہے پھر زید نے سالم کو وقف کر دیا تو غلہ مذکورہ سالم کا ہے چاہے جہان رہے

لہ ایک پشت کے بعد دوسری پشت ۱۲ لہ اس مین قید بطنا بعد بطن کی نہین ہے ۱۲ لہ یعنی آزادی کے بعد ۱۲

اور اگر وقف کرنیوالا اس سالم کا مالک ہوگیا تو سالم پر جو وقف کیا تھا وہ باطل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ سالم
میرے مملوک پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف ہے تو آمدنی مسکینون کی ہوگی سالم کی کچھ نہوگی اور نہ وقف کنندہ کی ہوگی
اور اگر اُسنے اس سالم کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی سالم یا اسکے مالک کے واسطے وقف سے کچھ نہوگا پس واضح ہو کہ وقف
کنندہ کی ام ولد باندیون و مدبر باندیون پر وقف جائز ہے اور جو اسکے محض مملوک ہون انپر جائز نہین ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے
اسکے فرق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ام ولد و مدبرین ایک طرح کا عتق ہے اور محض مملوک مین یہ بات نہین ہے یہ ظہیریہ مین
ہے۔ اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک اراضی کسی نے اپنے آزاد کیے ہوؤن پر وقف کی پھر ان لوگون نے اس
اراضی کی تعمیر و اصلاح کیواسطے اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہان اگر حفاظت و تعمیر و اصلاح کیواسطے تقسیم کا قصد کیا
تو تقسیم جائز ہے اور اگر یا مالک ہو جانے کے واسطے بٹوارہ چاہا تو نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے **آٹھوین فصل** اگر فقیرون
پر وقف کیا پھر جو دیا اُسکی بعض اولاد یا قرابت محتاج ہوگئی جنکو اس وقف کی حاجت ہوئی تو ایسی صورتون کے احکام کے
بیان مین فتاوی مین مذکور ہے کہ اگر کوئی زمین فقراء و مساکین پر صدقہ موقوفہ کردی پھر اسکے بعضے قرابتی یا وہ خود محتاج ہوا
پس اگر وہ خود محتاج ہوا تو اسکو اس وقف کے غلہ سے سب اماموں کے نزدیک کچھ نہ دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہے اور اگر اُسنے
اپنی صحت مین کہا کہ میری اراضی میرے بعد فقیرون پر صدقہ موقوفہ ہے اور حال یہ ہے کہ یہ اراضی اسکی تہائی سے نکلتی ہے
یا اُسنے اپنے مرض مین ایسا کہا کہ پھر مر گیا اور اسکی ایک لڑکی صغیرہ ہے تو اُسکا غلہ اس لڑکی کے صرف مین لانا نہین جائز ہے
اور یہ تفصیل شیخ ابو القاسم سے مروی ہے اور صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور اگر اسکی
قرابت مین سے بعضے یا اسکے بعضے فرزند اسکے محتاج ہوئے اور وقف مذکور حالت صحت مین واقع ہوا ہے تو اسمین چند احکام
ہین ایک یہ کہ وقف کا غلہ قرابتی فقیرون پر صرف کرنا اولے ہے پھر اگر کچھ باقی رہے تو اجنبی فقیرون پر تقسیم ہو دوم یہ کہ غلہ
پیدا ہونے کے روز محتاجون پر نظر نہ کیجائیگی بلکہ جس روز غلہ تقسیم ہوتا ہے اس روز والے محتاجون پر نظر ہوگی اور سوم یہ کہ وقف
کرنے والے سے قرابت مین ترتیب وار سب سے قریب پھر سب سے قریب اسطرح دیکھا جائیگا جو اسکے کسب سے پیدا ہے وہ ول
ہوگا پھر اسکے فرزند کی اولاد پھر تیسری پشت پھر چوتھی پشت اور چوتھی کے ساتھ پانچوین چھٹی جسقدر نیچے تک ہون داخل
ہونگی پھر اگر انمین سے کوئی نہو یا ہو اور بعد اسکے غلہ بچ رہا تو وہ قرابت کے فقیرون پر تقسیم ہوگا اور انمین بھی قرابت کی راہ
سے سب سے قریب کا اعتبار ہوگا پس پہلے اسی کو دیا جائیگا جو ان سب مین سے وقف کرنے والے سے قرابت مین قریب ہے
یہ حاوی مین ہے پھر اسکے بعد وقف کرنے والے کے آزاد کیے ہوؤن کا مرتبہ ہے پھر اُنکے بعد وقف کرنیوالے کے پڑوسیون کا
مرتبہ ہے پھر انکے بعد وقف کنندہ کے شہر والون کا مرتبہ ہے مگر ان مین بھی وہ مقدم ہونگے جو اپنی سکونت کی راہ سے
وقف کنندہ سے سب سے زیادہ نزدیک ہون یہ محیط سرخسی و محیط و فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور چہارم یہ کہ جن لوگون کو
دیا جائیگا انمین سے ہر ایک کو دو سو درم سے کم دیا جائیگا اور یہ شیخ ہلال کا قول ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ
اُسنے فقیرون پر وقف کیا اور اسکے بعضے قرابتی محتاج ہوئے ہین اور اگر اُسنے اپنی قرابت کے فقیرون پر وقف کیا تو سب
آمدنی انھین پر تقسیم ہوگی اگرچہ اسمین سے ہر ایک کو دو سو درم سے زیادہ پہونچے اور اگر اُسنے فقراے قرابت مین ترتیب محتاج

کی کردی ہو کہ اول سب سے فقیر کو پھر جو اسکے بعد سب سے زیادہ فقیر ہو علی ہذا الترتیب تو ایسی صورت مین کل حصہ رسد نہ دیا جائیگا بلکہ اسکو دو سو درم سے کم دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر فقیرون پر وقف تھا جسمین سے قاضی نے بعض قرابتیون کو کچھ دیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ قاضی نے اسکے دینے کا حکم نہین فرمایا کہ انکے واسطے کچھ واجب ہو جانے کا سبب ہو تو واجب نہوگا حتی کہ اگر اسکے بعد دوسرا قاضی آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ یہ طریقہ توڑ دے اور ان قرابتیون کو کچھ نہ دے دوم یہ کہ اول قاضی نے اسکا حکم دیدیا اور قیم سے کہدیا کہ مین نے اسکا حکم دیدیا اور یہ انکے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا وقف سے برابر تو یہ لوگ بہ نسبت اور فقیرون کے زیادہ حقدار ہو جاوینگے اور جو قاضی اسکے بعد آوے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو توڑ دے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اپنی اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اسمین سے نصف واسطے مسکینون کے اور نصف واسطے قرابتی فقیرون کے ہی پھر اسکے قرابتی فقیرون کو احتیاج لاحق ہوئی اور جسقدر انکو ملتا ہی وہ انکے واسطے کافی نہین ہی تو جو کچھ اُسنے مسکینون کے واسطے شرط کیا ہی اسمین سے انکو دیا جاوے یا نہین تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ نہین اور یہی یوسف بن خالد سمتی کا قول ہی اور شیخ ابراہیم بن یوسف بلخی اور علی بن احمد فارسی اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے کہا کہ انکو مساکین کے حصہ سے دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ لوگ اسکے قرابت کے مساکین ہین کہ دونون جہت سے مستحق ہین جیسے ایک نے اپنی ایک اراضی اپنی قرابت پر اور دوسری اراضی اپنے پڑوسیون پر وقف کی اور پڑوسیون مین بعضی اسکے قرابت دار ہین تو یہ لوگ دونون وقفون مین سے دونون وصفون کی جہت سے مستحق ہونگے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف مین شرط کی ہو کہ اسکی قرابت کے فقیرون کے واسطے اتنا اور مساکین و فقراء کے واسطے اتنا تو قرابت والے فقیرون کو فقراء کے حصہ سے دیا جائیگا اور اگر اُسنے یہ شرط کی ہو کہ اُسکے قرابتی فقیرون کے واسطے اسقدر اور باقی مساکین و فقراء کے واسطے ہی تو قرابتی فقیرون کو حصہ فقراء مین سے نہ دیا جائیگا اور اسی کو محمد بن سلمہ و ابو نصر محمد بن سلام بلخی نے اختیار کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وقف کرنے والے نے وقف کی آمدنی اسواسطے مشروط کر دی ہو کہ مرد مسلمان جو قرضداری مین پھنسا ہوا اسکے چھٹکارے مین یا مسافرونکے لیے یا فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے واسطے یا حج یا مسلمان غلامونکی گردنین آزاد کرانیکے لیئے صرف کیا جاوے پھر اُسکی بعض اولاد یا قرابتی فقیر اسکے حاجتمند ہوئے تو انکو اُسمین سے کچھ نہ دیا جائیگا لیکن اگر اولاد یا قریب بھی ایسے لوگون مین سے ہو لیس قرضداری کے بوجھ مین پھنسا ہو یا مسافر ہو تو ایسی صورت مین پہلے اُسی کو دیا جائیگا یہ حاوی مین ہی اور اگر کسی نے اپنی ایک اراضی اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کی اور دوسری اراضی مساکین پر وقف کی اور حال یہ ہی کہ جو قرابتی فقیرون پر وقف کی ہی وہ اُنکے حق مین کافی نہین ہوتی ہی پس اگر یہ وقف الگ الگ دو عقد مین واقع ہوا تو قرابت والے فقیرون کو مساکین کے وقف سے بقدر کفایت دیا جائیگا اور اگر ایک ہی عقد مین اُسنے دونون کو وقف کیا ہی تو نہ دیا جائیگا پھر جو حکم کہ ایک عقد مین وقف ہونے کی صورت مین بیان فرمایا کہ قرابتیون کو مساکین کے وقف سے نہین دیا جائیگا پھر ضرور ہی کہ شیخ ہلال و یوسف بن خالد کے قول پر یہ حکم ہو وے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اسکے قرابتی فقیرون مین سے ایک کو دو سو درم سے کم دیا گیا پس اُسنے یہ سب خرچ کر ڈالے اور حال یہ ہی کہ غلہ وقف مین سے ابھی باقی رکھا ہی تو اسکو دوبارہ دیا جائیگا بشرطیکہ اُسنے بُرے کام مین خرچ کیا ہو یہ حاوی مین ہی۔ اور اس فصل کے متصلات سے

۱؎ یعنی اپنے قرابتی فقیرون کے لیئے ۱۲ ۲؎ اور بنابر فقیہ ابوجعفر و ابراہیم بن یوسف و علی بن احمد کے یاور اول یکسان ہی یعنی دیا جائے گا ۱۲ منہ

یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنی یہ اراضی ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوفہ زید پر اور اسکی اولاد اور اولاد اولاد پر برابر جب تک انکی نسل ہوتی رہے کردی اور انکے بعد مسکینون پر کردی اس شرط سے کہ میری قرابت مین سے جو اُسکا حاجتمند ہو یہ وقف اُسپر رد کیا جائیگا اور اُسکا غلہ انھین کا ہوگا۔ اور حال یہ ہے کہ اُسکی قرابت مین ایک جماعت ہے جنمین سے بعضے محتاج اور بعضے توانگر ہین تو جو حاجتمند ہوا اُسپر رد کیا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اس شرط سے کہ میرے آزاد کیے ہوؤن سے جو حاجتمند ہو اُسپر رد کیا جاوے پھر اُسکے بعضے آزاد کیے ہوے حاجتمند ہوے تو انپر رد کیا جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ اولاد زید پر پھر جب وہ مر جاوین تو عمرو پر وقف ہے پھر زید کی بعضی اولاد مری اور بعض باقی ہین تو غلہ وقف عمرو پر رد نہ کیا جائیگا یہانتک کہ کل اولاد زید مر جاوین ایسا ہی امام خصاف رح نے بیان فرمایا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ ہلال رح نے اپنے وقف مین ذکر کیا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ بعد میری موت کے فقیرون پر ہے پھر اگر میرے فرزند یا میرے فرزند کے فرزندمین سے کوئی اُسکی طرف حاجتمند ہوا تو قدر کفایت اسکو دیا جاوے تو جیسا اسنے کہا ہے ویسا ہی ہوگا پس اگر اسکی پشت کے فرزندون مین سے کوئی حاجتمند ہوا تو جسقدر اسکو دیا جاوے تو جیسا اسنے کہا ہے ویسا ہی ہوگا پس اگر اسکی پشت کے فرزندون مین سے کوئی حاجتمند ہوا تو جسقدر اسکو کفایت کرے اسیقدر اسکو دیا جائیگا پس یہ مقدار تمام وارثون کے درمیان میراث مشترک ہو جائیگی اور اگر فرزند و نکے فرزندونمین سے کوئی حاجتمند ہوا تو اسکو بقدر اُسکی کفایت کے دیا جائیگا جو اسی کا ہوگا اور اگر اسکے نسب کے فرزندونمین سے کوئی فرزند اور اسکے فرزندون کے فرزندونمین سے کوئی حاجتمند ہوا تو دونون کو انکا قدر کفایت دیا جائیگا پھر جو کچھ اُسکے نسب کے فرزند کو پہونچا ہے تو تمام وارثونکے درمیان میراث ہوگا اور جو فرزند کے فرزند کو ملا ہے وہ اسی کا ہوگا اور اگر اسکے فرزند و فرزند کے فرزند سب محتاج ہون تو غلہ وقف ان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ اسکی پشت کے فرزندونکو ملا ہے وہ وقف نہین بلکہ میراث ہوگا کہ جسمین سب وارث شریک ہونگے اور جو فرزند و نکے فرزندونکو ملا ہے وہ انھین کا ہوگا پھر اگر وہ شخص جو محتاج تھا غنی ہو گیا تو اُسکو نہ دیا جائیگا اور یہ ظاہر ہے اور اگر غلہ وقف مذکور ہر دو فریق کی قدر کفایت سے کم ہوا اور حال یہ ہے کہ ہر دو فریق محتاج ہین ولیکن ایک فریق کیواسطے کافی ہوتا ہے تو پہلے فرزندون کے فرزندون کو دیا جائیگا یہ محیط مین ہے

باب چہارم وقف مین شرط کرنے کے بیان مین۔ ذخیرہ مین ہے کہ اگر اراضی یا اور کوئی چیز وقف کی اور کل اپنے واسطے شرط کر لی یا بعض اپنے واسطے شرط کر لی جبتک کہ زندہ ہے اور بعد اُسکے فقیرون کے واسطے کردی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وقف صحیح ہے اور مشائخ بلخ نے امام ابو یوسف رح کا قول لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تاکہ لوگ وقف کرنے مین رغبت کرین اور ایسا ہی فتاوی صغریٰ و نصاب و مضمرات مین ہے۔ اور اپنی ذات کے واسطے شرط کر لینے کی صورتون مین سے یہ بھی ہے کہ یون کہا کہ اس شرط سے کہ میرا قرضہ اس وقف کی آمدنی سے ادا کیا جاوے یا کہا کہ جب مین مرون اگر مجھپر قرضہ ہو تو پہلے اس وقف کی آمدنی سے جو مجھپر قرضہ ہے ادا کیا جاوے پھر جو باقی رہے وہ وقف کی راہ پر صرف ہو تو یہ سب جائز ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ جب فلان یعنی خود وقف کنندہ پر حادثہ موت پیش آوے تو اس وقف کی آمدنی سے ہر سال دس سہام مین سے ایک سہم کے برابر نکال کر اسکو فلان یعنی وقف کنندہ کی طرف سے حج مین یا اسکی قسمون کفارات مین خرچ کرے

له ۵ و فی النسخة الموجودة وان قصرت الغلة عن ہمی الکل فقیر وکان یکفی لاحدہما فانہ یبدأ بولد الولد کذا فی المحیط وقال علماء کلکتہ فی قواعمین لوکان ظاہرا انتہی مجملہ اور یہ بھی غلط ہے اور ٹھیک عبارت یہ ہے وان قصرت الغلة عن الصیمع الکل فقیر الی آخرہا جیسے ترجمہ مین لکھا گیا ہے ۱۲

یا فلان کارِ خیر یا فلان کار و فلان کار مین چند اُمور کا نام لیا انمین خرچ کرے یا کہا کہ تو اس صدقہ کی آمدنی سے ہر سال اتنے اتنے درم نکال کر ان اُمور مذکورہ مین صرف کر اور باقی اسی راہ مین جسپر وقف کیا ہی صرف ہووے تو بھی جائز ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ خدائے تعالی کیواسطے ہی کہ جبتک مین زندہ ہون اسکا غلہ مجھپر جاری رکھا جاوے۔ اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہی اور جب وہ مرجائیگا تو اُسکی آمدنی فقیرون پر صرف ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی کہ جبتک مین زندہ ہون تو اسکی آمدنی مجھپر جاری رہیگی پھر بعد میری موت کے میرے فرزند و میرے فرزند کے فرزند اور انکی نسل پر جبتک انکی نسل رہے جاری رہیگی پھر جب یہ سب گذر جائین تو یہ مساکین پر صدقہ ہوگی تو یہ بھی جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہی کہ اسمین سے اپنی ذات پر اور اپنے فرزند پر خرچ کرون اور اپنا قرضہ اسکی آمدنی سے ادا کرون پھر جب مجھے حادثہ موت پیش آوے تو اسکی آمدنی واسطے فلان بن فلان کے اور اُسکے فرزند اور فرزند کے فرزند و اُسکی نسل و اُسکے عقب کی ہوگی یا جو اُسنے فلان مذکور کیواسطے شرط کیا ہی وہ پہلے بیان کیا ہی اور پھر جو اپنے واسطے شرط کیا ہی وہ پیچھے بیان کیا تو امام خصاف رحنے فرمایا کہ یہ اُسکی شرط پر جائز ہی اور تقدیم و تاخیر بھی بنا بر قول امام ابو یوسف کے یکسان ہی یہ محیط مین ہی ایک نے فقیرون پر[1] وقف کیا اور اسمین شرط کی کہ وقف کنندہ کو اختیار ہی کہ جب تک زندہ ہی خود کھاوے و کھلاوے پھر جب مرجاوے تو اُسکے فرزند کی ہو اور اسی طرح اسکے فرزند کے فرزند کے واسطے برابر جبتک نسل باقی ہی رہے اور اس شرط پر وقف جائز ہی کذا فی المضمرات اور اسی کو شیخ شمس الائمہ حلوائی اور صدر حسام الدین نے لیا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر وقف مین سے کچھ آمدنی اپنی امّ ولد باندیون کیواسطے جو اسکے وقف کرنے کی حالت مین موجود ہین اور جو بعد کو امّ ولد ہو جاوین شرط کیا اور اپنی حالت حیات و بعد ممات کے انمین سے ہر ایک کیواسطے کچھ قسط مقرر کردی تو بلا خلاف جائز ہی یہ وجیز و بسوط و ذخیرہ و فتاوی قاضیخان مین ہی اور یہی اصح ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور اسی طرح اگر اپنی مدبر باندی و غلامون کے واسطے بیان کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی اور اگر اپنی محض باندی و غلامون کیواسطے کچھ آمدنی شرط کی تو یہ مثل اپنے واسطے شرط کرنیکے ہی پس امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ہمیشہ کیواسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کیواسطے استثنا کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جبتک زندہ ہی اپنے اوپر و اپنے عیال و باندی و غلامون پر خرچ کریگا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز ہین پھر جب یہ لوگ گذر گئے تو غلہ مذکور مسکینون کے واسطے ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کچھ وقف کیا اور اپنے واسطے کہ جب تک زندہ ہی استثنا کیا اسمین سے کھاویگا پھر جب وہ مرگیا تو اُسکے پاس اس وقف مین سے توشہائے خرما یا انگور یا منقی (انگور خشک) نکلے تو یہ سب لیکر وقف مین داخل کردیے جاوینگے اور اگر اُسکے پاس اس وقف کے گیہون کی روٹی ہو تو وہ میراث ہوگی اسواسطے کہ درحقیقت یہ وقف مین سے نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور وقف الخصاف مین مذکور ہی کہ اگر شرط کی کہ اپنی ذات و عیال و اولاد و باندی غلامون پر اس وقف کے غلہ سے خرچ کریگا پھر اس وقف کا غلہ آیا پس اُسنے اس غلہ کو فروخت کیا اور اُسکا ثمن وصول کرلیا پھر قبل اُسکے کہ اسکو خرچ کرے وہ مرگیا تو فرمایا کہ یہ ثمن اُسکے وارثون کا ہوگا وقف کے مستحقون کا نہوگا اسواسطے کہ اسکو اُسنے حاصل کیا ہی اور اسی کا مقتضا یہ فتح القدیر مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی جورو و اولاد پر وقف کیا پھر یہ عورت مرگئی تو اس عورت کا حصہ اس عورت کے پسر کیواسطے مخصوص نہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے نے

[1] یعنی واقف نے جن باندیون کو … [illegible]

یہ شرط نہ کی ہو کہ جو مرے اُسکا حصہ اُسکی اولاد کا ہووے پس اس صورت مین اسکا حصہ سب وارثون کی طرف رد کردیا جاویگا یہ کبری مین ہے۔ ایک نے اپنی اراضی وقف کی باینطور کہ اُس مین سے نصف اپنی جورو پر اور نصف اپنے ایک معین فرزند پر باین شرط کہ اگر جورو مر جاوے تو اُسکا حصہ میری اولاد پر صرف کیا جاوے اور آخر یہ وقف واسطے فقیرون کے ہے پھر اُسکی جورو مر گئی تو اُسکے حصہ مین سے یعنی اس فرزند معین کا جسپر نصف زمین وقف ہے حصہ ہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ ایک نے اپنی اراضی ایک مرد پر اس شرط سے وقف کی کہ اسکی آمدنی مین سے اسکو بقدر کفایت ماہواری دیا جایا کرے اور حال یہ ہے کہ اس مرد کے عیال نہین ہین پھر اسکے عیال ہوگئے تو اُسکو اور اُسکے عیال دونون کی قدر کفایت اس مین سے دیا جایا کرے گا یہ فتاوی کبری مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو پر اس شرط سے وقف کیا کہ عمرو تو اسکو کچھ درم معلوم قرض دے تو وقف جائز اور شرط باطل ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اصل وقف مین یہ شرط کی کہ جب چاہے گا اس اراضی کی جگہ دوسری اراضی بدل لیگا جو بجاے اسکے وقف ہوگی تو امام ابو یوسف رحکے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز ہین اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اسکو فروخت کریگا اور اسکے ثمن سے دوسری زمین خرید لیگا جو اسکی جگہ وقف ہوگی تو بھی جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ مین امام ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال کا قول بھی مذکور ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور ایک مرتبہ اُسکی استبدال کے بعد اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوبارہ بدل لے اسوجہ سے کہ اسکی شرط ایک مرتبہ استبدال کر لینے سے منتہی ہوگئی لیکن اگر اسنے ایسی عبارت بیان کی ہو جو ہمیشہ اسکے واسطے اسکے استبدال کے اختیار کو مقید ہو تو اختیار حاصل ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے اصل وقف مین یون کہا ہو کہ اس شرط پر کہ مین اس وقف کو جسقدر قلیل یا کثیر ثمن کے عوض میری راے مین آوے فروخت کرونگا یا کہا کہ اس شرط پر کہ مین اسکو فروخت کرون اور اسکے ثمن کے عوض غلام خریدون یا کہا کہ اس شرط پر کہ مین اسکو فروخت کرون اور اس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ہلال رحنے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے واسطے اس شرط پر ہے کہ اسکی جگہ مین دوسری بدل سکتا ہون تو استحسانا وقف جائز ہوگا اگر پہلی اراضی کے ثمن سے دوسری کی خرید واقع ہووے یہ محیط سرخسی مین ہے اور دوسری اراضی کو جیسے ہی خریدا ویسے ہی بجاے اول کے اُسی شرائط کے ساتھ وقف ہو جائیگی اور دوسری کے وقف کرنے اور شرائط وقف بیان کرنے کی حاجت نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اُسنے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا کہ بدل کر زمین یا دار کرلیگا اور اُسنے اوّل وقف کو فروخت کیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جنس عقار سے جو چاہے خواہ زمین یا مکان بجائے اسکے بدل دے اور اسی طرح اگر اسی شہر کی قید نہ لگائی ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جس شہر مین استبدال کر دے یہ خلاصہ مین ہے اور اگر کہدیا کہ اس شرط سے کہ مین بجاے اسکے دوسری زمین بدل سکتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ بجاے اسکے مکان بدل دے اور اسی طرح اسکے برعکس بھی جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور یہ اسکو اختیار ہوگا کہ اسکے ثمن کے عوض خالی زمین خریدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا باین شرط کہ بجاے اسکے بصرہ کی اراضی سے بدل سکتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ سواے بصرہ کے دوسری جگہ سے بدل کر دے مگر چاہئیے یہ ہے کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اُسکے بدلے مین بہتر آتی

ہو تو جائز ہووے اسواسطے کہ یہ خلاف کرنا بہتری کی جانب ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور قنیہ مین مذکور ہی کہ مکان وقف کا دوسرے مکان سے مبادلہ کرنا جبھی جائز ہی کہ جب محلہ ایک ہی ہو یا جو بدلے مین آتا ہی اُسکا محلہ بہ نسبت وقف کے محلہ کے بہتر ہو اور اگر اسکے برعکس ہو تو نہین جائز ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر اپنے واسطے اُسنے استبدال کا اختیار شرط کیا پھر استبدال کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر اسواسطے کسی کو اپنی موت کے وقت وصیت کردی تو وصی کو یہ اختیار حاصل نہوگا۔ اور اگر استبدال کا اختیار اپنے واسطے مع دوسرے شخص کے اسطرح شرط کیا کہ دونون ساتھ ہی استبدال کرین پھر اس دوسرے نے تنہا استبدال کیا تو نہین جائز ہی اور اگر وقف کنندہ نے تنہا استبدال کردیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے استبدال کا اختیار ہر ایسے شخص کے واسطے شرط کردیا جو اُسکا متولی ہو تو یہ صحیح ہی اور جو شخص اسکا متولی ہوگا اسکو اس وقف کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اُسکی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہی پھر وقف کرنے والا مرگیا تو بعد اسکے فلان مذکور کو اختیار استبدال حاصل نہوگا الا اس صورت مین کہ وقف کنندہ نے بعد اپنی وفات کے اُسکا اختیار شرط کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور کسی قیم کو اختیار استبدال نہین حاصل ہی الا اس صورت مین کہ صریح اسکے واسطے یہ شرط کیا جاوے اور اگر وقف کنندہ نے قیم کیواسطے اختیار شرط کیا اور اپنے واسطے شرط نہ کیا تو وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ خود استبدال کردے یہ فتح القدیر مین ہی پھر جب وقف جائز ہوا اور اُسمین اُسنے بیع و استبدال[۱] ثمن کی شرط کی پھر اسکو اسقدر ثمن کے عوض بیچا جتنے مین[۲] لوگ اپنے انداز مین خسارہ نہین جانتے ہین تو بیع جائز ہی اور اگر اپنے ثمن کو بیچا کہ اپنی انداز سے لوگ اس مین خسارہ جانتے ہین تو بیع باطل ہی یہ محیط مین ہی اور اگر اسکو عروض کے عوض فروخت کیا تو بقیاس قول امام رحمہ اللہ صحیح ہی پھر اس عروض کو بعوض عقار کے فروخت کرے اور امام ابو یوسف و ہلال نے فرمایا کہ فقط نقد ہی کے عوض فروخت کرسکتا ہی کذا فی البحر الرائق یا بعوض کسی زمین کے فروخت کرے جو بجاے اسکے وقف ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر وقف کی زمین فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا پھر مرگیا اور ثمن کا حال بیان نہ کیا تو یہ ثمن اُسکے ترکہ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی طرح اگر اُسنے ثمن کو تلف کردیا ہو تو بھی اسکے اوپر قرضہ ہوگا جو وصول کیا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر اُسنے مال وقف کو فروخت کیا اور ثمن اُسکے پاس سے جاتا رہا تو ضامن نہوگا اور وقف باطل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُس نے ثمن کے عوض اسباب عروض مین سے کوئی ایسی چیز خریدی جو وقف نہین ہوسکتی ہی تو وہ اُسی کی ہوگی اور ثمن اُسپر قرضہ ہوگا اور اگر اُسنے ثمن مشتری کو ہبہ کردیا تو یہ صحیح ہی اور وہ ضامن ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ نہین کرسکتا ہی اور اگر اُسنے ثمن وصول کرکے پھر مشتری کو یا کسی اور کو ہبہ کیا تو بالاتفاق ہبہ باطل ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر اُسنے وقف کو فروخت کیا پھر اُسکے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ ہی تو اسکو دوبارہ فروخت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر اسکے پاس بعقد جدید واپس آیا تو پھر دوبارہ اُسکی بیع نہین کرسکتا ہی الا اس

[۱] یعنی بیچ کر اسکے ثمن سے بیچا ہے اسکے دوسرا بدل دیگا ۱۲ [۲] قال المترجم اگر لوگون نے ایک چیز کی قیمت انداز نے مین اختلاف کیا کہ ایک نے دس انداز کیے اور دوسرے نے ساڑھے دس اور تیسرے نے سو دس تو اسمین سے جو ساڑھے دس کو بیچے ایسے ہین کہ لوگ اپنے انداز مین اُسکو خسارہ نہین جانتے ہین یعنی دہ دام انداز نے والون مین سے کسی کی انداز پر ہون اور اگر اُس نے دم کر بیچے تو تو یہ خسارہ ایسا ہی کہ انداز نے والون کی انداز سے کم ہی پس بیع باطل ہی فافہم ۱۲ منہ [۳] مثلاً مشتری سے خرید لیا یا اقالہ کیا ۱۲

صورت مین کہ اُسنے اپنے واسطے استبدال کی شرط بتعمیم کرلی ہو یعنے ہر بار مجھے اختیار ہی تو دوبارہ بھی بیع کر سکتا ہے اور اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی بعد قبضہ مشتری کے یا قبل قبضہ مشتری کے اسکے پاس واپس آیا تو وقف واپس ہوگا اور اسی طرح اگر اُسنے مشتری سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ ہوجانے کے اقالہ کرلیا تو بھی وقف واپس ہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور بعد اقالہ کے[۱] اسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اس وقف کو دوبارہ فروخت کرے الا اسی صورت مین کہ اُسنے دوبارہ کی یا ہر بار کے اختیار کی شرط کرلی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے زمین وقف کو فروخت کیا اور اُسکے ثمن سے دوسری زمین خریدی پھر پہلی زمین بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دی گئی تو بھی وقف ہوگی اور دوسری کے ساتھ جو چاہے کرے۔ اور اگر پہلی زمین اُسکو بغیر حکم قاضی دیگئی اور اُسنے واپس کرلی تو اول کی بیع فسخ نہ ہوگی پس دوسری زمین بجاے اول کے بدلا باقی رہی اس دوسری زمین سے وقف ہونیکی صفت باطل نہوگی اور پہلی زمین کا اپنے واسطے خریدنے والا ہوجائیگا اور دوسری زمین کا خریدنے والا اور اپنے واسطے وقف کرنیوالا نہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر پہلی زمین کو بیچا اور دوسری خریدی پھر پہلی زمین استحقاق مین لیگئی تو قیاس یہ ہی کہ دوسری زمین کا وقف باطل نہو اور استحساناً دوسری زمین وقف نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وقف مرسل ہو یعنے اسمین استبدال کی شرط نہ کی ہو کہ مجھے بجاے اسکے دوسری زمین مثلاً بدل لینے کا اختیار ہے تو اسکو اس وقف کے بیع کرنے اور اسکی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار حاصل نہوگا اگرچہ زمین مذکور جو وقف کی ہے ایسی ہو گئی ہو کہ اس سے انتفاع حاصل نہین ہوسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے مگر قاضی کے بدلنے مین امام قاضی خان کا کلام مختلف ہے چنانچہ ایک مقام پر فرمایا ہے کہ قاضی اگر مصلحت دیکھے تو بدون وقف کنندہ کی شرط کے قاضی کو استبدال جائز ہے اور دوسرے مقام پر اس سے منع فرمایا ہے اگرچہ زمین ایسی ہوجاوے کہ اُس سے نفع حاصل نہین ہوسکتا ہے اور اعتماد اسپر ہے کہ قاضی کو بدل ڈالنا روا ہے بشرطیکہ زمین قابل انتفاع ہونے سے بالکلیہ نکلجاوے[۱] اور وہان مال وقف سے کچھ مال بھی نہو کہ اُس سے اس زمین کی اصلاح ہوسکے اور نیز اسکی بیع غبن فاحش[۲] کے ساتھ نہو یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اسعاف مین یہ شرط لگائی کہ بدلنے والا قاضی الجنۃ ہو اور قاضی الجنۃ کی یہ تفسیر ہی کہ قاضی عالم ہو اور مقتضاے علم پر عمل کرتا ہو یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور شمس الائمہ محمود اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور اسنے کہا کہ اگر تم اُسکے رکھنے سے عاجز ہو تو اسکو فروخت کردو تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وقف مین یہ شرط ہو تو وقف باطل ہے اور واجب ہے کہ یہ جواب امام محمدؒ کے قول پر ہووے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اصل زمین مذکور میری یا اس شرط پر کہ میری ملک اسکی اصلی سے زائل نہوگی یا اس شرط پر کہ مین اصل زمین کو فروخت کرون اور اُسکے ثمن کو صدقہ کردون تو وقف باطل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اسکو فروخت کرون اور اسکا ثمن اُس سے افضل وقف مین کردون تو اگر حاکم اسکی فروخت مین بہتری دیکھے تو اسکی اجازت دیگا کہ ایسا کرے یہ وجیز مین ہے اور امام خصافؒ نے اپنی وقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہی کہ اسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن کار ہاے خیر مین جسمین چاہون صرف کرون تو وقف باطل ہے اور اگر اصل وقف مین اُسکی بیع کے اختیار کی شرط کرلی تھی مگر اُسنے فروخت نہ کیا تو جو شخص اسکے بعد متولی ہوا اسکو اختیار نہوگا

[۱] بالکل اس سے نفع حاصل نہوسکے ۱۲ منہ [۲] قال المترجم غبن فاحش اُسکو کہتے ہین کہ کوئی اندازنے والا اُتنے کم کو اندازہ نہ کرے اور بعض نے کہا کہ ایک درم کی اور بعض نے کہا کہ آدھا درم اور اول معتمد ہے ۱۲ منہ

کہ وقف مذکور کو فروخت کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے اس صدقہ کے باطل کر دینے کا اختیار ہے تو ہلال کے نزدیک وقف باطل ہے اور یوسف بن خالد کے نزدیک وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اسمین کوئی روایت نہین ہے اور انکے مذہب کے موافق کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا وقف انکے نزدیک جائز ہوگا اسواسطے کہ یہ بمنزلہ اشتراط خیار کے اپنے واسطے ہے اور دوسرا کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ وقف انکے نزدیک جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے[لہ] امام خصاف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر اپنی کتاب الوقف مین چند مسائل ذکر فرمائے ہین چنانچہ فرمایا کہ اگر وقف کنندہ نے وقفنامہ مین تحریر کیا کہ یہ وقف فروخت نہ کیا جائیگا اور نہ ہبہ کیا جائیگا اور نہ ملک مین آویگا پھر لکھا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اسکے بیع کرنے اور اسکی جگہ اُسکے ثمن سے ایسی چیز جو وقف ہوتی ہے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہے تو یہ جائز ہے اور اگر اُسنے اول مین یہ تحریر کیا کہ اس شرط سے کہ فلان کو اُسکی بیع کرنے اور اسکی جگہ دوسری چیز جو وقف ہوتی ہے اُسکے بدلے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہے پھر آخر مین لکھا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اُسکی بیع کا اختیار نہین ہے تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو فروخت کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنی ذات کیواسطے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے جب چاہون اُسکی معالیم مین سے گھٹاؤن اور اُسمین بڑھاؤن اور جسکو چاہون خارج کر دون اور اُسکے بدلے دوسرا داخل کر دون تو اسکو یہ اختیار ہوگا مگر اُسکے قیم کو یہ اختیار نہوگا الا اس صورت مین کہ اسکے واسطے بھی یہ اختیار شرط کیا ہو یہ فتح القدیر مین ہے اور امام خصاف رحمہ اللہ نے اپنی وقف مین فرمایا کہ جب اُسنے ایکبار ایسا تغیر کیا تو اسکو پھر دوبارہ اس قسم کے تغیر کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے چاہا کہ جبتک زندہ رہون مجھے گھٹانے و بڑھانے و نکالنے اور بجاے اسکے دوسرا لانے کا اختیار برابر بار بار جتنی دفعہ چاہون حاصل رہے تو فرمایا کہ اُسکی صریح شرط کرے اور اگر وقف کرنیوالے نے ان امور کو کسی شخص معین کیلئے واسطے جبتک وہ زندہ رہے شرط کیا تو اُسکو یہ اختیارات حاصل ہو جاوینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنے واسطے جبتک زندہ ہے پھر اسکے متولی کے واسطے بعد اپنے ایسے اختیارات شرط کیے تو صحیح ہے اور اگر جبتک آپ زندہ ہے تب تک متولی کیواسطے ایسے اختیارات شرط کیے تو جبتک وہ زندہ رہے متولی کو ایسے اختیارات حاصل ہونگے پھر جب وہ وقف کنندہ مرگیا تو متولی سے یہ اختیارات باطل ہو جاوینگے اور جسکے واسطے وقف کنندہ نے یہ اختیارات شرط کیے ہین اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرے کے واسطے یہ اختیارات روا کر دے یا ان امور کی بابت دوسرے کو اپنا وصی کر دے یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اسکی آمدنی و غلہ مین جہان چاہونگا[یعنی اسکے حاصل مین جہان چاہونگا ۱۲] صرف کرونگا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہوگا کہ جہان چاہے اسکا غلہ صرف کرے پس اگر اُسنے مساکین پر یا حج کے واسطے یا کسی شخص معین کے واسطے قرار دیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ پھر اس سے رجوع کرے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے یہ غلہ فلان کے واسطے قرار دیا یا اسکو عطا کیا تو اس سے رجوع نہ کرے گا اور اگر اُسنے ایک فریق[مثلاً شخص معین ۱۲] کے بعد دوسرے فریق[مثلاً مساکین ۱۲] کے واسطے قرار دیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے اپنے نفس کے واسطے قرار دیا تو وقف باطل ہوا اور یہ حکم شیخ ہلال کے قول پر[مثلاً شخص معین ۱۲] ٹھیک ہو سکتا ہے بخلاف اسکے اگر اُسنے کہا کہ اس شرط پر کہ اُسکا غلہ جسکو چاہونگا دونگا یا جسکو چاہونگا عطا کر دونگا تو یہ حکم نہین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اُسکا غلہ مین اپنے فرزندون مین جسکو چاہونگا دونگا تو وقف صحیح ہے اور اسکو اختیار ہے کہ اپنے فرزندون مین جسکو چاہے دیوے یہ محیط مین ہے[لہ] اور اگر اپنی

[لہ] قال المترجم عندی علی قول محمد رحمہ اللہ ۱۲ منہ

اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اُسکا غلہ جسکو چاہیگا عطا کریگا تو وقف جائز ہی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اُسکو اُسکا غلہ دیدے پھر جب وہ مرگیا تو یہ خواہش باطل ہوگئی یہ محیط سرخسی میں ہی اور وقف کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ غلہ کو خود کھاوے یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر وقف کنندہ نے غلہ کسی آدمی کے واسطے نہیں قرار دیا تھا کہ وہ مرگیا تو غلہ مذکور فقیروں کا ہوگا یہ محیط میں ہی اور جب یہ شرط کی کہ اُسکا غلہ جسکو چاہے دیوے یا کہا کہ جہان چاہے صرف کرے تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے تونگروں کو دیدے یہ قنیہ میں ہی اور اگر چاہا کہ کسی شخص معین تونگر پر صرف کرے تو اُسکی مشیت جائز ہی اور اگر فقیر معین پر صرف کرنا چاہا تو بھی جائز ہی پس جبتک یہ تونگر یا فقیر زندہ ہی تب تک غلہ اسی تونگر یا فقیر کا ہوگا جس کو اُسنے چاہا ہی اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُس سے پھیر کر دوسرے پر صرف کرے پھر جب یہ شخص جسکو چاہا ہی مرگیا تب وقف کنندہ کو اختیار ہوگا پھر جسکو چاہے اُسکے واسطے قرار دے اور اگر اُسنے تونگروں پر صرف کرنا چاہا نہ فقیروں پر یعنے فقیروں کو نہیں یا تو یہ خواہش[1] باطل ہی اور اگر اُسنے فقیروں پر صرف کرنا چاہا نہ تونگروں پر تو مشیت جائز ہی اور اگر اُسنے توانگروں فقیروں دونوں کو دینا چاہا تو قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف نہیں باطل ہوگا بلکہ اسکی خواہش باطل ہوگی پس تمام غلہ فقیروں کے واسطے ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر ایک سال تک اسکا غلہ کسی شخص معین کے واسطے کر دیا تو جائز ہی اور اُسکے بعد اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکے واسطے چاہے کر دے اور اگر اُسکا غلہ دو شخصوں کے واسطے کر دیا تو جبتک دونوں زندہ رہیں غلہ مذکور دونوں میں نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونوں میں سے ایک مرگیا تو زندہ کے واسطے نصف غلہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے اسکا غلہ اپنے والدین کے واسطے کر دیا تو صحیح ہی جیسے ابتدا سے اگر اُسنے والدین کے واسطے اُسکا غلہ وقف کیا تو صحیح ہوتا ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر اسنے وقف کا غلہ اپنے فرزند کیواسطے کر دیا تو جائز ہی یہ حاوی میں ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی اور یہ شرط کی کہ قیم اُسکا غلہ جسکو چاہے دیا کرے تو جائز ہی اور قیم کو اختیار ہوگا کہ تونگروں کو اور فقیروں کو دے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر اپنے مرض میں وقف کیا اس شرط پر کہ فلان اسکا غلہ جسکو چاہے دے پس وصی مذکور نے یہ چاہا کہ وقف کنندہ کے فرزند کو دیا کرے تو نہیں جائز ہی اور قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف صحیح رہیگا اسواسطے کہ اصل وقف تو فقیروں کے واسطے صحیح واقع ہوا ہی مگر وقف کنندہ نے غلہ کی بابت فلان کو اختیار دیدیا ہی پس اگر اُسنے ایسا امر اختیار کیا جس سے وقف صحیح رہتا ہی تو اُسکا اختیار بھی صحیح ہوگا ورنہ اُسکا اختیار باطل ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ فلان اُسکا غلہ جسکو چاہے دے تو یہ جائز ہی اور فلان مذکور کو اختیار ہوگا کہ وقف کنندہ کی زندگی میں اور بعد اُسکی موت کے اُسکا غلہ جسکو چاہے دے پس گویا اُسنے کہا کہ میری زندگی میں و بعد میری وفات کے جسکو چاہے دے اور قیاس یہ ہی کہ اسکی وفات کے بعد فلان کو یہ اختیار نہ رہے پھر اگر وہ شخص جسکو اختیار دیا تھا مرگیا تو غلہ مذکور فقیروں کے واسطے ہوگا اور جسکو اختیار دیا ہی کہ جسکو چاہے دے اُسکو اختیار ہی کہ چاہے اپنی اولاد و نسل کو دے چاہے وقف کنندہ کی اولاد و اُسکی نسل کو دے لیکن اسکو یہ روا نہیں ہی کہ اپنے آپ کو دے اور اگر اُسنے یوں کہا کہ میں نے اپنے آپ کو دیا تو اس کہنے سے اسکا اختیار اُسکے ہاتھ سے خارج نہ ہوگا اور اگر اُسنے وقف مذکور کا غلہ وقف کرنیوالے کیواسطے کر دیا تو جو امام فرماتا ہی کہ آدمی کا وقف اپنی ذات پر نہیں جائز ہی اُسکے قول پر یہ جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایک سال تک

اور یہ وقف باطل ہوگا ۱۲

[1] قال المترجم قیاس یہ ہی کہ وقف باطل ہو مگر استحساناً خواہش باطل ہوگی ۱۲ منہ

غلہ مذکور وقف کنندہ کے واسطے کردیا تو بھی نہیں جائز ہے یہ حاوی مین ہے بخلاف اسکے اگر وقف کنندہ نے اسکے غلہ دینے
کا اختیار اپنے ہاتھ مین لیا پس اُسنے اپنے آپ کو دیا تو وقف باطل نہ ہوگا اور وقف باطل نہ ہوگا اور اگر فلان مذکور جسکے اختیار مین غلہ دینے
کی مشیت رکھی تھی اُسنے کہا کہ مین نے اسکا غلہ تونگرون کے واسطے کردیا تو وقف باطل ہوگیا یہ محیط مین ہے اور اگر اپنی
زمین بنی فلان پر وقف کی اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ اُسکا غلہ جسکو چاہون دیا کرون پھر اُسنے بنی فلان مین سے ایک
معین کو دینا چاہا تو اُسکا چاہنا جائز ہے اور اگر اُسنے ان سب پر صرف کرنا چاہا تو بھی اُسکا چاہنا جائز ہے اور غلہ مذکور اُن
سب پر مساوی تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اسکا یہ قول کہ جسکو چاہون کلمہ عام ہے پس کل کو شامل ہوگا اور اگر سوا بنی فلان کے
اور کسی کے صرف مین کرنا چاہا تو اُسکا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ
ہے اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ انمین سے جسکو چاہون غلہ دون تو اُسکو اختیار ہے کہ انمین سے جسکو چاہے دیوے اور اگر اُسنے کہا کہ مین
انمین سے کسی کو دینا نہین چاہتا ہون تو غلہ ان سب کا ہوگا اور اُسکی مشیت باطل ہوئی پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے اپنے
واسطے کوئی مشیت شرط نہین کی تھی اور اگر وقف کنندہ مرگیا یا اُسنے فقط اسی قدر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ
ہے اور خاموش رہا تو غلہ مذکور سب بنی فلان کے واسطے ہوگا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اُسکا غلہ ابن فلان کے واسطے کردیا ۔ اُسکے
بھائیون کے واسطے تو جائز ہے اور وہ اس سے پھر نہین سکتا ہے۔ اور اسکو اختیار ہے کہ انمین سے بعض کو زیادہ دے اور بعض کو کم
اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے بعض کو محروم رکھے اور استحسانًا یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے سب ہی فلان کو دیوے پھر اگر وہ شخص جسکے
واسطے غلہ مذکور کردیا تھا مر گیا تو اُسکے مرنے کے بعد پھر اُسکو اختیار ثابت ہوگا کہ اور جسکے واسطے چاہے مقرر کردے یہ حاوی مین
ہے۔ اور اگر اُسنے کل بنی فلان کے واسطے چاہا تو اُسکی مشیت باطل ہوگی اور غلہ فقیرون کے لیے ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول بدلیل
قیاس ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بدلیل استحسان جائز ہے اور غلہ بنی فلان کا ہوگا اور اس اختلاف کی بناء[1] اسپر ہے کہ لفظ انمین یعنی
انمین سے مِن واسطے تبعیض کے ہے امام کے نزدیک اور واسطے بیان کے ہے صاحبینؒ کے نزدیک یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر وقف
کنندہ نے انمین سے بعض پر صرف کرنا چاہا پھر وقف کنندہ مرگیا اور یہ بعض جنپر اُسنے صرف کرنا اختیار کیا ہے مر گئے اور باقی بنی فلان
موجود ہین تو اُنکا حصہ فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور اگر اُسنے بنی فلان کے سوا اورون کو اختیار کیا تو اُسکا چاہنا باطل ہے یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ غلہ بنی فلان اور انکی نسل مین قرار دیا تو اُسکا چاہنا فقط بنی فلان کے حق مین جائز ہوگا
اور انکی اولاد و نسل کو کچھ نہ ملیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے بنی فلان پر اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ
انمین سے جسکو چاہون تفضیل دون تو یہ جائز ہے اور اسکو اختیار حاصل ہوگا کہ بنی فلان مین سے جسکو چاہے تفضیل دے اور اگر اُسنے
اپنے چاہنے کو در گذر کردیا پس کہدیا کہ مین نہین چاہتا ہون یا وہ مرگیا تو غلہ مذکور بنی فلان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے ان
مین سے بعض کو محروم رکھا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور اسیطرح اگر اُسنے بنی فلان پر اس شرط سے وقف کیا کہ زید کو مثلاً یعنی ایک شخص معین
فلان کو یہ اختیار ہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے تفضیل دے تو فلان مذکور کو اختیار ہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے تفضیل دے یہ محیط مین
ہے۔ اور اگر اُسنے نصف غلہ خاص ایک معین کے واسطے کردیا اور باقی نصف دیگر باقیون کے واسطے کیا تو جائز ہے پس نصف اس اکیلے
کا ہوگا اور باقی نصف اسکے اور باقیون کے درمیان مساوی حصہ رسد مشترک ہوگا اس لیئے کہ اُسنے اس اکیلے کو ایک نصف

[1] قال المترجم یعنی غرض یہ ہو کہ اگر ایسا ہو تو یہ سب کا قول ہونا صحیح نہ ہو قیاس دوجواب یہ ہے کہ سکتا ہو کہ مِن کا تبعیض ہونا بظاہر ہے اور دونون اماموں سے یہ بدلیل استحسان اسکو بیان پر محمول کیا ہو ۱۲

نصف غلہ کے ساتھ تفضیل دی ہے اور نصف کے ساتھ تفضیل دینا اُسکا مقتضی ہے کہ نصف باقی میں باقیوں کے ساتھ اسکی
شرکت ہے۔ اور اگر اُسنے یون کہا کہ اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے کہ اُسنے غلہ میں سے[12] جسقدر کے ساتھ جسکو چاہوں مخصوص
کرون پس اُسنے نصف غلہ کے ساتھ ایک کی خصوصیت کی تو جائز ہے اور باقی میں اُسکی کچھ شرکت نہوگی اور اگر اُسنے ان سبکو چاہا
تو سبکا چاہنا بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ انمین سے
جسکو چاہوں مخصوص کرون تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے مخصوص کرے اور
اگر اُسنے کل غلہ ایک ہی کو دیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے کل غلہ کل کو دیا تو بنظر اسکے کہ اُسنے انمین سے کہا تھا قیاساً جائز نہین
ہے مگر استحساناً جائز ہے اور اگر اُسنے کہا کہ اس سال کے غلہ میں انمین سے کسیکی تخصیص کرونگا تو جائز ہے اور سب میں مساوی تقسیم
ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے اس شرط سے بنی فلان پر وقف کیا کہ انمین سے جسکو چاہوں محروم رکھوں پس اُسنے سوائے
ایک کے سبکو محروم کیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے سب کو محروم کیا تو قیاساً نہین جائز ہے اور استحساناً ایسا کر سکتا ہے پس وقف
فقیروں کے واسطے ہو گیا اور پھر اسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ بنی فلان پر دوبارہ رد کرے[12] اور اگر اُسنے کہا کہ مینے انکو اس سال کے غلہ
سے محروم کیا تو انکو اس سال کے غلہ میں کچھ استحقاق نہوگا اور یہ غلہ فقیروں کا ہوگا اور آئندہ کے غلہ میں وقف کنندہ کیواسطے پھر
مشیئت یعنی چاہنا ثابت رہیگا پھر اگر انمین سے کسیکو محروم کر دینے سے پہلے مر گیا تو غلہ ان سب پر مساوی مشترک ہوگا اور اگر اُسنے یہ شرط کی کہ مجھے
اختیار ہے کہ بنی فلان میں سے جس شخص کو مین چاہوں اس وقف سے خارج کرون پھر اُسنے ایک کو یا سبکو خارج کیا تو جائز ہے اور غلہ
مذکور فقیروں کے واسطے ہو جائیگا اور اگر اُسنے ایک کو خارج کیا پھر اسکو داخل کرنا چاہا تو ایسا نہین کر سکتا ہے اور یہ سب وقف باقیون پر ہو گیا ہے
کہ اسکو نکال لینے کا اختیار حاصل ہے اور داخل کرنے کا اختیار نہین ملا تھا یہ حاوی میں ہے پھر اگر نکال لینے کے وقت وقف میں غلہ
موجود تھا تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ مخصوصاً اسی غلہ سے خارج ہوگا اور جو وصایا اصل کے باب[12] جامع صغیر میں مذکور ہے اسپر
قیاس کر دینے سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے غلہ سے خارج ہو جائیگا چنانچہ اگر اُسنے اپنے باغ کے حاصلات کی کسیکے لیے
وصیت کر دی اور وصیت کنندہ کی موت کے روز باغ میں غلہ موجود ہے تو جسکے لیے وصیت کی ہے اُسکو یہ موجودہ غلہ
اور جو آئندہ ہمیشہ پیدا ہوا کرے سب ملیگا اور بنابر روایت ہلال کے اسکو غلہ موجودہ ملیگا نہ وہ غلہ جو آئندہ پیدا ہوگا
اور یہی ہمارے بعضے اصحاب سے روایت کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسنے اس کلام سے نکالا کہ مینے فلان کو یا
فلان کو اس وقف سے خارج کیا تو جائز ہے اور بیان کا اختیار کہ تونے ان دونون میں سے کسکو نکالا ہے اسیکو ہوگا پھر اگر
اُسنے بیان نہ کیا یہانتک کہ مر گیا تو غلہ مذکور باقیوں کی تعداد پر مساوی حصہ لگایا جائیگا اور ان دونون کے واسطے
ایک حصہ لگایا جائیگا پھر اگر دونون نے باہم صلح کر لی تو اس حصہ کو دونون آدھا آدھا لے لیں اور اگر دونون نے انکار کیا
یا ایک نے انکار کیا تو یہ حصہ اُنکو چھوڑا جائیگا کسیکو نہ ملیگا یہانتک کہ دونون کسی امر پر اتفاق کر لیں اور باہم صلح کر لیں یہ

ف[1] قال المترجم یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور صاحبین نے منہم کو بیان پر محمول کیا اور یہ استحسان ہے[12] منہ ف[2] یعنی اختیار محروم کرنے کا حاصل رہیگا[12]
ف[3] قال المترجم یہ باختیار استحسان صاحبین سے ہے اور اسمین اشارہ ہے کہ وہ اختیار بنظر فقاہت یہ ہے کہ مقصود وقف
سے ثواب و حصول رزق فقراء کا ہے فتامل واللہ اعلم[12] منہ ف[4] یعنے بقیاس روایت ہلال فتامل[12] منہ

بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے یون کہا کہ مین نے فلان کو خارج کیا نہین بلکہ فلان کو تو دونون خارج ہو جاوینگے۔ اور اگر وقف کنندہ نے شرط لگائی کہ مجھے اختیار ہے کہ مین جسکو چاہون داخل کرون تو اسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے داخل کرے اور یہ اختیار نہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے خارج کرے۔ پھر اگر قبل اسکے کہ کسیکو داخل کرے مرگیا تو غلہ ان سبکا ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین نے فلان کو اُسکے غلہ مین ہمیشہ کیواسطے داخل کیا تو جیسا اُسنے کہا ویسا ہی ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ اراضی اولاد عبداللہ پر صدقہ وقف ہے اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ مین جسکو چاہون اولاد زید کو داخل کرلون تو اسکو سوائے اولاد زید کے کسی اور کے داخل کرنیکا اختیار نہوگا ہان یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اولاد زید سب کو داخل کرلے اور سب اولاد عبداللہ کے ساتھ مساوی شریک ہونگے۔ پھر اگر اُسنے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون کہ انکو داخل کرون تو اسکی مشیت یعنے انکے داخل کرنیکے چاہنے کا اختیار منقطع ہوگیا اور یہ وقف محض اولاد عبداللہ کیواسطے ہوگیا یہ حاوی مین ہے۔ ایک نے اپنی ام ولد باندیون پر کچھ وقف کیا باستثنا ے اسکے جسنے نکاح کرلیا کہ اسکے واسطے کچھ نہوگا پھر انمین سے بعض نے نکاح کرلیا پھر اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط نہین کی کہ انمین سے جسنے نکاح کیا اور اُسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی پھر اسکو بھی ملے دوم یہ کہ اسنے یہ شرط کردی تھی پس اگر اول صورت ہو تو ایسی ام ولد کو جو بعد نکاح کے مطلقہ ہوگئی ہے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وقف کنندہ نے ہر ایسی ام ولد کو جو نکاح کرلے مستثنے کردیا ہے۔ اور دوم صورت ہو تو اسکو ملیگا اسواسطے کہ اس مستثنی مین سے بھی اُسنے ایسی ام ولدون کو جو نکاح کرین پھر طلاق دیجاوین استثنا کردیا ہے اور نفی سے استثنا اثبات ہوتا ہے۔ اور اسیطرح اگر ایک نے بنی فلان پر وقف کیا اور اسمین سے اُسکو استثنا کیا جو شہر سے خارج ہو جاوے پھر انمین سے بعضے یہ شہر چھوڑ کر چلے گئے پھر اسی شہر مین واپس آکر رہے تو اسمین بھی انھین دو وجہ مذکورۂ بالا کے لحاظ پر حکم ہوگا اور اسیطرح اگر بنی فلان مین سے ہر جو علم سیکھین وقف کیا پھر بعض نے علم سیکھنا چھوڑ دیا پھر علم سیکھنے مین مشغول ہوا تو اسمین بھی دونون مذکورۂ بالا صورتونکے لحاظ سے حکم ہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ اور وقف الخصاف مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اراضی اپنی اولاد و نسل و عقب پر ہمیشہ کیواسطے جبتک انکی نسل ہوتی رہے اور پھر انکے بعد فقیرون و مساکین پر صدقہ موقوفہ کردی اور وقف مین یہ شرط کی کہ جو انمین سے مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جاوے وہ وقف سے خارج ہوا تو اسکی شرط کے موافق عمل ہوگا چنانچہ جو شخص مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جائیگا وہ وقف سے خارج ہوگا۔ اور اگر انمین سے بعض نے دوسرے بعض پر یہ دعوی کیا کہ یہ شخص مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب مین چلا گیا ہے اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا تو قول مدعا علیہ کا قبول ہوگا اور مدعی پر اُسکے گواہ پیش کرنے واجب ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ شرط کی کہ جو شخص مذہب معتزلہ اختیار کریگا وہ وقف سے خارج ہوا تو جو شخص انمین سے معتزلی ہوا وہ خارج ہوگیا اور اسیطرح اگر وقف کنندہ معتزلہ مذہب ہو اور اُسنے شرط کی کہ جو معتزلہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت کا مذہب اختیار کریگا وہ وقف سے خارج ہو جائیگا تو اسکی شرط کی پابندی کیجائیگی اور اگر یہ شرط کی کہ جو شخص اہل سنت کے مذہب سے اسکے سوائے اور کسیکی طرف انتقال کریگا پس خارجی یا رافضی ہو جائیگا تو وہ وقف سے خارج ہوگا پھر اگر انمین سے کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ وہ وقف سے

له یعنی ہمیشہ کسی کو داخل نہ کیا ۱۲ منہ سله یعنی اولاد زید ۱۲ منہ سله یعنی ثبوت مدعی کے واسطے ۱۲ منہ

خارج ہو جائیگا اور واضح رہے کہ اسمین عورت و مرد دونو نکا حکم یکسان ہی اور اگر شرط کی کہ جو شخص مذہب[1] قدریہ چھوڑکر دوسکر مذہب کیطرف منتقل ہوا وہ وقف سے خارج ہوا پھر انمین سے کوئی مذہب قدریہ چھوڑکر دوسکر مذہب مین گیا پھر اسکو ترک کرکے قدریہ مذہب مین آگیا تو استحقاق وقف عود نہ کریگا الا اسی صورت مین کہ وقف کنندہ نے شرط کردی ہو جس سے ثابت ہو کہ اگر پھر لوٹ آوے تو پھر مستحق ہوگا اور اسیطرح اگر وقف کنندہ نے مذہبون سے کسی مذہب کو معین کردیا کہ جو اس مذہب سے دوسکر مین منتقل ہوا وہ وقف سے خارج ہوگا تو اسکی شرط کا اعتبار کیا جائےگا اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ میری قرابت مین سے جو شخص شہر بغداد سے رہنا چھوڑکر دوسکر شہر مین جا بسیگا وہ وقف سے خارج ہوگا کہ اسکا کچھہ حق نہوگا تو بھی اسکی شرط کا اعتبار کیا جائیگا ولیکن اتنا فرق ہی کہ اس صورت مین اگر وہ پھر کر اُسنے بغداد مین سکونت اختیار کی تو اسکا استحقاق وقف بھی عود کریگا اور وقف مین شامل کیا جائیگا یہ بحر الرائق مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی اللہ تعالی کیواسطے زید پر و عمرو پر جبتک دونون زندہ رہین اور ان دونون کے بعد مسکینون پر ہمیشہ کیواسطے صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ زید سے پہل کیجاوے کہ اسکو ہر سال اسکے غلہ سے ہزار درم دیئے جاوین اور عمرو کو سالانہ قوت دیا جاوے تو یہ اسکے قول کے موافق جائز ہی پھر اگر ایسا کرنیکے بعد آمدنی مین سے کچھہ بچا تو وہ دونونکے درمیان نصفا نصف[2] ہوگا اور اگر اسکی آمدنی فقط ہزار درم ہوان تو وہ سب زید کو دیے جاوینگے اسیطرح اگر ہزار درم سے بھی کم ہون تو سب زید کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مر گیا اور وقف کی سالانہ آمدنی آئی تو اسمین سے عمرو کو ایک سال کا قوت دیا جائیگا پھر اگر آمدنی تین ہزار درم ہو اور عمرو کا سالانہ روزینہ ایک ہزار درم ہو تو اسکو ایک ہزار درم دیے جاوینگے اور نصف آمدنی سالانہ یعنی ڈیڑھ ہزار درم تک جو اسکی قوت سے اور زیادہ ہی یعنی پانچ سو درم سو وہ بھی دیے جاوینگے اور باقی ڈیڑھ ہزار درم مسکینون پر تقسیم ہونگے اور اگر زید نہین مرا بلکہ عمرو مر گیا تو زید کو وہ ہزار درم جو اسکے واسطے بیان کیے ہین دیے جاوینگے اور نصف آمدنی تک جسقدر اور اس سے زیادہ ہو وہ بھی دیجاوے اور باقی نصف آمدنی مسکینون پر تقسیم ہوگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی زید و خالد و عمرو پر کہ زید سے شروع کیا جاوے پس جبتک یہ زندہ رہے اسکو صدقہ کی آمدنی دیجاوے پھر اسکے بعد عمرو کو جبتک زندہ رہے اس صدقہ کی آمدنی دیجاوے پھر بعد اسکے خالد کو جبتک وہ زندہ رہے اسکی آمدنی دیجاوے پھر بعد اسکے مسکینون پر صدقہ[3] ہی تو جسطرح اُسنے بعض کو بعض پر مقدم کیا ہی اسی طرح اسپر عملدرآمد ہوگا پھر جب زید و عمرو و خالد سب مر جاوین تو اسکی آمدنی فقیرون پر صدقہ ہوگی یہ محیط مین ہی سیر الکبیر مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے اپنا گھوڑا دس برس کیواسطے اللہ تعالی کی راہ مین یعنی جہاد کیواسطے محبوس کر دیا بشرطیکہ بعد دس برس کے اپنے مالک کو واپس ملے تو یہ باطل ہی اور شیخ ہلال کے استاد یوسف بن خالد سمتی سے روایت ہے کہ وقف جائز ہی اور شرط باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے اپنا گھوڑا جہاد مین یا راہ خدا مین کر دیا اس شرط پر کہ جبتک زندہ ہی اپنے پاس رکھیگا تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ اگر وہ شرط نہ کرتا تو بھی اُسکے واسطے یہ

[1] قال المترجم فی الاصل الاثبات اور یہ اطلاق اکثر معتزلہ و جہمیہ پر ہوتا ہی اور یہان معتزلہ مراد ہی اور یہ اصطلاح ہو پس لیکن شعبہ پر یہ اطلاق نہوگا ۱۲ منہ [2] قال یہ عبارت بنا بر بعض نسخہ کے ہی اور ظاہر یہ ہی کہ یہ عبارت نہوگی فلیتامل ۱۲ [3] یعنے عیدون کی کتاب السیر مین ۱۲

اختیار رہوتا اور راہ خدا مین کر دیتے کے یہ معنی ہین کہ اسپر سوار ہو کر جہاد کیا جاوے اور اگر اُسنے چاہا کہ سواے اسکے اور
راہ مین اُسپر سوار ہونیکا نفع لیا جاوے تو ایسا نہین کر سکتا ہی اور اگر اسکو کرایہ پر دیا تو صحیح نہین ہی الا اس صورت مین کہ
اسکے نفقہ کی ضرورت ہو یہ وجیز مین ہی اور معتبر شرط نہین ہے یہ بھی ہی جو خصاف نے بیان فرمائی کہ متولی اس اراضی کو اجارہ
پر نہ دیوے تو یہ شرط معتبر ہی پس اگر متولی نے اسکو اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہی اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ جو مین درختان خرما
وغیرہ ہین وہ بٹائی پر نہ دیے جاوین جسکو عربی مین معاملۃ الاشجار کہتے ہین تو اس شرط کا اعتبار کیا جائیگا اور اسیطرح اگر
یہ شرط کی کہ اگر متولی نے اس اراضی کو اجارہ پر دیا تو وہ متولی ہونیسے خارج ہوا تو جب متولی اسکے خلاف کریگا تو خارج
ہو جائیگا اور قاضی اسکا متولی ایسے شخص کو مقرر کریگا جسکی امانت داری پر بھروسا ہو۔ اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ اگر اس
وقف والونمین سے کسینے ایسی بات اس وقف کی بابت کی کہ جس سے اس وقف کے باطل کرنیکا قصد کرتا تھا تو وہ اس وقف
کے مستحقون مین سے خارج ہوگا تو یہ شرط بھی معتبر ہی پھر اگر بعضون نے اس وقف کی بابت نزاع کیا مثلاً بایں معنی کہ یہ وقف
صحیح یا لازم نہین ہوا ہی پھر اُسنے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ یہ وقف بالاتفاق صحیح ہو جاوے پس مین نے اسکی تصحیح کا قصد کیا
تھا اور باقی اہل وقف نے کہا کہ تمنے اسکے باطل کرنیکا ارادہ کیا تھا تو قاضی ملاحظہ و نظر فرمائیگا کہ جن لوگون نے اسمین نزاع
کیا ہی انکا کیا حال تھا پس اگر وہ لوگ اسکی تصحیح کا قصد رکھتے تھے تو قاضی کو ایسا اختیار ہی یعنے انکو باقی رکھے اور اگر وہ لوگ
اس وقف کو باطل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے تو انکو وقف سے خارج کر دے اور انکے خارج کر دینے پر گواہ کر دے یعنے تم لوگ گواہ رہو کہ
مین نے انکو خارج کر دیا تاکہ بوقت ضرورت انکے نکالے جانیکا ثبوت موجود رہے اور اگر اسنے یہ شرط لگائی کہ جو شخص اسمین سے
وقف کے متولی سے نزاع کرے اور اسسے تعرض کرے وہ وقف سے خارج ہی اور یہ نہ کہا کہ نزاع و تعرض اس ارادہ سے کرے
کہ وقف کے باطل کرنیکا قصد رکھتا ہو پھر انمین سے بعض نے متولی سے نزاع کیا اور کہا کہ اسنے مجھے میرے حق سے روکا ہی تو
خارج ہو جائیگا یعنے وقف کے استحقاق سے نکل جائیگا اگرچہ وہ اپنے حق کا مانگنے والا تھا اور یہ نکلجانا بوجہ پابندی شرط
وقف کنندہ کے ہی جیسے اسنے یون شرط کی کہ جو شخص متولی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے متولی کو اسکے خارج کر دینے کا
اختیار ہی پس ایسا ہی اسمین بھی ہی اور متولی کو بعد اسکے خارج ہونیکے یہ اختیار نہین ہی کہ دوبارہ اسکو وقف کے
استحقاق مین داخل کر لے ولیکن اگر وقف کرنیوالے نے یہ شرط کر دی ہو کہ بعد خارج ہونے کے جو شخص راہ پر آجاوے وہ
پھر داخل ہو وے یا ہو سکتا ہے تو ایسی صورتمین متولی دوبارہ اسکو داخل کر سکتا ہے یہ بحر الرائق مین ہے

پانچوان باب ولایت وقف و تصرف قیم در اوقاف و کیفیت تقسیم غلہ کے بیان مین اور اس بیان مین جب بعض نے

قبول کیا اور بعض نے نہ قبول کیا یا بعض زندہ ہین اور بعض مر گئے تو کیونکر حکم ہوگا۔ اصلاح و درستی کی نظر کے لائق وہ شخص
ہوگا جسنے وقف کی ولایت کیواسطے خود درخواست نہ کی ہو اور اسمین کوئی فسق معروف نہو یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور
اسعاف مین مذکور ہی کہ وقف پر وہی متولی کیا جاوے جو امین ہو اور بذات خود یا اپنے نائب سے اسکے سرانجام پر قادر ہو خواہ
مرد ہو یا عورت ہو خواہ آنکھو والا ہو یا اندھا ہو اور اسیطرح اگر محدود القذف ہو بشرطیکہ توبہ کر چکا ہو تو بھی یہی حکم ہی

[illegible] جو نزاع کو مطلق رکھا تھا تو اسی کی پابندی ہوگی [illegible] وقف کا متولی مقرر کیا جاوے [illegible] زنا کی تہمت لگانیکی وجہ سے شرعی مار کھا چکا ہو ۱۲

نہین ہی اور متولی وقف ہونیکی صحت کیواسطے یہ شرط ہی کہ عاقل و بالغ ہو یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر کسی وقف کرنیوالے نے یہ شرط کردی ہو کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد مین سے جو میرے پیچھے رہے اُنکو ہی تو قاضی اس وقف کنندہ کے فرزند صغیر کا ایک شخص خلیفہ مقرر کردیگا بشرطیکہ وہ لائق ولایت ہو پس اصل ولایت اُسکے فرزند کو ہوگی اور یہ استحسان ہی اگرچہ قیاساً باطل ہی اور اسیطرح اگر وقف کنندہ نے کسی طفل کو اپنے وقف کا وصی مقرر کیا تو قیاساً باطل ہی مگر استحساناً مین حکم دیتا ہون کہ ولایت اُسکو حاصل ہوگی جب بالغ ہو جاوے۔ اور اگر کسی غائب کو وصی مقرر کردیا تو قاضی اپنی طرف سے ایک شخص کو چند روز کیواسطے مقرر کردیگا یہانتک کہ جب یہ شخص غائب آجائیگا تو اُسکو سونپ دیگا یہ حاوی مین ہی۔ اور تولیت وقف صحیح ہونیکے واسطے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط نہین ہی جیسے اسعاف مین مذکور ہی اور اگر غلام ہو تو قیاساً و استحساناً جائز ہی اور ذمی حکم مین مثل غلام کے ہی ولیکن اگر قاضی نے غلام یا ذمی متولی کو ولایت وقف سے خارج کردیا پھر غلام آزاد کیا گیا یا ذمی مسلمان ہوگیا تو ان دونو نکی ولایت عود نہ کریگی یہ بحر الرائق مین ہی۔ فتاوی محمد بن الفضل مین مذکور ہی کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی وقف کنندہ نے اصل وقف مین اپنے اور اپنی اولاد کیواسطے ولایت شرط کردی ہو تو فرمایا کہ بالاجماع جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی نے کچھ وقف کیا اور ولایت کا کسیکے واسطے ذکر نہ کیا تو بعض نے فرمایا کہ ولایت وقف کنندہ کے لیے ہوگی اور یہ بنا بر قول ابو یوسف رح کے ہی اسواسطے کہ انکے نزدیک سپرد کردینا شرط نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک یہ وقف صحیح نہوا اور اسی پر فتوی ہی یہ سراجیہ[ف] مین ہی کسی شخص نے ایک اراضی مزروعہ وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکال کر کسی قیم کے قبضہ مین دیدی پھر چاہا کہ اُسکے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ مین لے لے پس اگر اُسنے اصل وقف مین یہ شرط کرلی ہو کہ مجھے قیم کے معزول کرنے اور اُسکے قبضہ سے نکال لینے کا اختیار ہوگا تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر یہ شرط نہ کی ہو تو بنا بر قول امام محمد رح کے اسکو یہ اختیار نہین ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے اسکو اختیار ہی اور مشائخ بلخ بہ قول امام ابو یوسف کے فتوی دیتے ہین اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اور مشائخ بخارا بہ قول امام محمد رح کے فتوی دیتے ہین اور اسی پر فتوی دیا جائیگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر وقف کنندہ نے اپنے واسطے ولایت شرط کرلی ہو حالانکہ وقف کنندہ اس وقف کے حق مین امین نہین سمجھا جاتا ہی تو قاضی کو اختیار ہی کہ اُسکے قبضہ سے نکال لے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر متولی نے تعمیر وقف ترک کی حالانکہ اسکے پاس حاصلات وقف سے اسقدر رہی کہ اُس سے تعمیر و اصلاح وقف کرسکتا ہی تو قاضی اسکو تعمیر و اصلاح پر مجبور کریگا پس اگر اُسنے کیا تو خیر ورنہ اُسکے ہاتھ سے نکال لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے اپنے واسطے ولایت شرط کی اور یہ شرط کی کہ سلطان یا قاضی کو اسکے معزول کرنیکا اختیار نہوگا پس اگر وہ شخص ولایت وقف کیواسطے امانتدار نہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ اسکو معزول کرکے اور دوسرے کو متولی مقرر کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور نیز قاضی کو اختیار ہوگا کہ اگر وقف کے حق مین بہتر معلوم ہو تو جسکو واقف نے مقرر کیا ہی اسکو معزول کرکے دوسرا لائق مقرر کرے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر یہ شرط قرار دی کہ فلان شخص اسکا متولی ہو اور مجھے اُسکے خارج کرنیکا اختیار نہوگا تو متولی کرنا جائز ہے

[ف] قال المترجم قیل صحیح یہ ہی کہ فتوے امام ابو یوسف کے قول پر ہی اور حق یہ ہی کہ مشائخ بلخ و متاخرین وہلال یوسف بن خالد کے نزدیک صحیح قول امام ابو یوسف رح کا ہی پس فتوی مختلف ہوگیا ۱۲

مگر شرط عدم اختیار اخراج باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر واقف نے کسی شخص کے واسطے شرط کی کہ میری حین حیات و بعد وفات کے یہ متولی ہو تو جائز ہی پس اُسکی حین حیات مین اسکی طرف سے وکیل ہوگا اور بعد موت کے وصی ہوگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اس وقف کا متولی کیا تو اُسکی حین حیات تک اُسکی ولایت رہیگی اور بعد موت وقف کرنے والے کے نہ رہیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے اس صدقہ پر اپنی زندگی مین اور بعد موت کے وکیل کیا تو یہ جائز ہی اور یہ شخص اُسکی زندگی مین وکیل ہوگا۔ اور بعد موت کے وصی ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر واقف نے وقف کا کوئی قیم[ف] مقرر نہ کیا یہان تک کہ اسکی وفات کا وقت آگیا پس اُس نے وفات کے وقت ایک شخص وصی مقرر کیا تو اُسکے اموال کے واسطے وصی ہوگا اور اسکے اوقاف کے واسطے قیم ہوگا اور اگر اسکے بعد دوسرے کو وصی کیا تو یہ دوسرا اسکے اموال کیواسطے ہوگا یعنی اموال کے واسطے دو وصی ہوجاوینگے مگر دوسرا اسکی اوقاف کے واسطے قیم نہوگا اور اگر وقف کنندہ نے کسی کو قیم نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے ایک شخص کو قیم مقرر کیا اور اُسکے قیم ہونے کا حکم جاری کردیا تو واقف کو اختیار نہوگا کہ اسکو معزول کرکے اپنے آپ متولی ہووے یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی کو خاصۃً وقف کا وصی کرگیا تو یہ شخص اسکے جملہ اموال کا وصی ہوگا یہ ظاہر الروایہ کے موافق امام اعظمؒ و امام ابویوسفؒ کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور علی ہذا اگر ایک شخص کو خاصۃً وقف کے واسطے وصی کیا اور دوسرے کو اپنی اولاد کیواسطے وصی کیا یا ایک کو ایک وقف خاص کا وصی کیا اور دوسرے کو دوسرے وقف معین کا وصی کیا تو دونون ان دونون چیزون کے واسطے وصی ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور اُسکی ولایت اپنی زندگی و بعد وفات کے ایک شخص کو دی پھر اپنی وفات کے وقت اُسنے ایک اور شخص کو وصی مقرر کیا تو ہلالؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ وصی مذکور قیم مذکور کے ساتھ امر وقف مین شریک ہوگا گویا اُسنے اُن دونون کو وقف کا متولی کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو اراضی وقف کی اور ہر ایک کیواسطے ایک متولی مقرر کیا تو انمین سے کوئی دوسرے کے ساتھ شریک نہوگا اور اگر اپنی وقف کی ولایت ایک شخص کیواسطے کردی پھر ایک شخص دیگر کو اپنا وصی مقرر کیا تو وصی مذکور امر وقف مین قیم کا شریک ہوگا لیکن اگر اُسنے اسطور سے کہا کہ مین نے اپنی زمین چنین و چنان پر وقف کرکے اُسکا متولی فلان کو مقرر کردیا اور فلان دیگر کو مین نے اپنے اموال ترکہ اور جمیع اُمور کے واسطے وصی مقرر کیا تو اس صورت مین دونون سے ہر ایک فقط اسی چیز کا تنہا متولی ہوگا جو اسکو سپرد کی گئی ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر یہ شرط قرار دی کہ میری موت کے بعد فلان متولی ہو پھر اسکے بعد فلان متولی ہو پھر اسکے بعد فلان متولی ہو تو ایسی شرط جائز ہی۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے فلان کو وصی کیا اور پھر وصیت سے جو مین نے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہوجائیگا اور جب وقف کنندہ نے دو شخصون کی ولایت کردی یا وصی و متولی دونون کے اختیار مین وقف کی ولایت ہوگئی تو ان دونون مین فقط ایک کو اختیار نہ ہوگا کہ غلہ وقف کو فروخت کردے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے چاہیئے کہ اسکو یہ اختیار ہووے۔ اور جب دونون مین سے ایک نے غلہ وقف فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی یا ایک نے دوسرے کو اپنی طرف سے اسکا وکیل کیا تو بیع جائز ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کسی نے وقف مین ایک شخص کو متولی کیا اور اُسپر یہ شرط کرلی کہ اسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو اپنی طرف سے وصی کرے تو شرط جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر دو وصیون مین سے ایک مرگیا اور اُسنے

ف یعنی اسکی بابت وقف کرنے والا ۱۲ ف یعنی دو گروہ یا الاصح یعنی دونون سے ہوجاتے ہیں ۱۲

ایک جماعت کو وصی مقرر کیا تو انمین سے کوئی تنہا تصرف کا مختار نہوگا اور نصف غلہ اس جماعت کے قبضہ مین رہیگا جو بجاے وصی فوت شدہ کے قائم ہوئی ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے قرار دیا کہ میری موت کے بعد فلان و فلان دو شخص اسکے متولی ہین پھر دونون مین سے ایک مرا اور دوسرے متولی کو اپنی طرف سے امر وقف کا وصی کر گیا تو زندہ کا تصرف دونون کیطرف سے تمام وقف مین جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دو آدمیون کو اپنا وصی کر گیا پھر ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بجاے اسکے دوسرا شخص مقرر کر دیگا تاکہ دو راے مجتمع ہوجاوین کہ جو وقف کنندہ کی غرض تھی اور اگر قاضی نے تمام ولایت اسی ایک کو جسنے قبول کیا ہے دیدی تو جائز ہے اور چاہیے کہ یہ بلا اختلاف ہووے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجاے طفل کے ایک مرد مقرر کر دیگا[1] یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ولایت وقف اسطرح قرار دی کہ فلان شخص تنہا اسکا متولی ہے یہانتک کہ میرا فرزند بالغ ہو پھر جب بالغ ہووے تو اسکا شریک ہوگا تو جو اسنے اپنے فرزند کیواسطے قرار دیا ہے وہ حسن رح کی روایت کے موافق نہین جائز ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص کو وصی کیا باینطور کہ اسقدر مال معلوم کے عوض ایک زمین خرید کر کے اسکو ان وجوہ پر وقف کر دے اور اس وصیت پر گواہ کر دے تو جائز ہے اور یہ شخص متولی ہوجائیگا اور اسکو یہ بھی اختیار ہوگا کہ دوسرے کو وصی کر دے۔ اور اگر وقف پر ایک شخص کو متولی کر دیا پھر دوسرا وقف کیا اور اسپر کوئی شخص متولی نہ کیا تو پہلا متولی اس وقف دوم کا متولی نہوگا الا اس صورت مین کہ واقف نے اس سے یون کہا ہو کہ تو میرا وصی ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر اسنے ولایت وقف کی شرط اپنی اولاد کے واسطے اس شرط سے کی کہ اولاد مین سے جو افضل ہو وہ متولی ہو پھر اسکے بعد جو افضل ہو وہ متولی ہو اسی ترتیب سے تو اسکی ولایت واقف کی اولاد مین سے افضل کو ہوگی پھر اگر افضل مذکور فاسق ہوگیا تو ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو فضیلت مین اسکے مثل یا قریب قریب ہے پھر اگر افضل نے فسق چھوڑ کر توبہ کر لی اور دوسرے کی بہ نسبت اعدل و افضل ہوگیا تو ظاہر الروایت کے موافق ولایت اسکی طرف منتقل ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر واقف نے کہا کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد مین سے افضل کو ہے پھر اسکے بعد جو افضل ہو اسی ترتیب سے پھر افضل نے اسکے قبول سے انکار کیا تو استحساناً ولایت وقف اسکو ملیگی جو فضیلت مین اس سے ملتا ہوا ہو اسواسطے کہ افضل کا انکار کرنا اس باب مین بمنزلہ اسکے نہونے و مرجانے کے قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی نے ولایت وقف اپنی افضل اولاد کے واسطے قرار دی اور یہ سب فضیلت مین مساوی ہین تو یہ ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو سن مین ان سب سے بڑا ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو اور اگر ان سب مین کوئی ولایت کیواسطے لائق نہو تو قاضی کسی اجنبی کو متولی مقرر کر دیگا یہانتک کہ انمین سے کوئی اسکے لائق ہوجاوے پس اسکو واپس کر دیگا اور اگر واقف نے ولایت وقف اپنی اولاد مین سے دو آدمیون کیواسطے قرار دی حالانکہ انمین ایک مذکر و ایک مؤنث و لائق ولایت ہین تو مؤنث اسکے ساتھ ولایت مین شارک ہوگی کیونکہ فرزند کا اطلاق دختر پر بھی ہے بخلاف اسکے اگر کہے کہ میری اولاد مین سے دو لڑکون یا مردون کو تو ایسی صورت مین دختر کا کچھ حق نہوگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر قاضی نے انمین سے افضل کو متولی کیا پھر وقف کنندہ کی اولاد مین کوئی بچہ ایسا نکلا کہ وہ اول سے بھی افضل ہے تو ولایت اسی کو حاصل ہوگی اور اگر اولاد مین سے دو شخص باقیون

[1] قال المترجم ظاہر امراد یہ ہے کہ اس طفل کے بالغ ہونے تک اسکی نیابت مین مقرر کریگا واللہ اعلم ۱۲

سے افضل مگر ایسے دونوں برابر ہوں تو انمیں سے جو شخص امر وقف سے زیادہ دانا ہو وہ متولی ہوگا اور اگر دو مین سے ایک پرہیزگاری و صلاحیت مین زیادہ ہوا ور دوسرا امور وقف مین بڑھکر ہو تو دانا تر باموروقف مستحق ہوگا بشرطیکہ اسکی جانب سے امن حاصل ہووے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور حاوی مین لکھا ہے کہ نوادر بن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنے پسر صغیر کو وصی مقرر کیا پس قاضی نے اُس کا ایک وصی مرد بالغ مقرر کردیا تو جب یہ پسر صغیر بالغ ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ وصی مذکور کو خارج کردے الا بحکم قاضی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر ولایت وقف واسطے عبداللہ کے قرار دی یہان تک کہ زید آجاوے تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہے پھر جب زید آجائیگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونون متولی ہونگے کذا فی الظہیریہ ولیکن اگر اُسنے یہ بھی کہا کہ پھر جب زید آجاوے تو ولایت وقف اسی کو ہوگی پس اس صورت مین زید کے آنے پر عبداللہ کو ولایت وقف نہ رہیگی اور ہلال و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اول صورت مین بھی ولایت وقف زید کی طرف منتقل ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کیواسطے ہے جبتک وہ بصرہ مین ہے تو اُسکی شرط کے موافق رکھا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ میری جورو کو ہے جبتک وہ کسی سے نکاح نہ کرے پھر جب نکاح کرے تو اسکے واسطے ولایت نہوگی تو اُسکے قول کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کے واسطے ہے پھر اسکے بعد زید کے واسطے ہووے پھر عبداللہ مرگیا اور ایک شخص وصی مقرر کیا تو ولایت وقف زید ہی کو حاصل ہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر متولی مرگیا اور وقف کرنے والا زندہ ہے تو دوسرے متولی مقرر کرنے کی رائے واقف کے اختیار مین ہے قاضی کو نہ ہوگی اور اگر واقف مرگیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار درجہ اول مین اسکے وصی کو ہوگا کہ وہی قاضی سے اولی ہے اور اگر میت نے کسی کو وصی نہ کیا ہووے تو اُسکا اختیار قاضی کو ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہے اصل مین مذکور ہے کہ جب واقف کے گھرانے مین سے کوئی شخص متولی وقف ہونے کے لائق موجود ہو تب تک قاضی کسی اور اجنبی کو متولی مقرر نہ کریگا اور اگر واقف کے گھرانے مین کوئی اس لائق نہو پس قاضی نے کسی اجنبی کو متولی مقرر کردیا پھر اسکے گھرانے مین کوئی ایسا پایا گیا جو متولی ہونے کے لائق ہے تو اجنبی سے منتقل کرکے اسکو دیدیگا یہ وجیز مین ہے حاوی مین مذکور ہے کہ انصاری نے اپنی کتاب وقف مین ذکر فرمایا کہ اگر حاکم نے وقف کنندہ کے مقرر کیے ہوئے متولی کو بسبب اسکے فساد کے خارج کردیا پھر اسکے بعد وہ صالح ہوگیا تو کیا آپ کے نزدیک یہ ہے کہ حاکم اسکو پھر متولی کرے فرمایا کہ ہان۔ اور اگر وقف کنندہ کے قرابتیون یا پڑوسیون مین سے کوئی ایسا نہین ہے کہ بغیر روزینہ لیے متولی وقف ہووے اور دیگر اجنبیون مین بعضے ایسے لوگ ملتے ہین کہ بغیر روزینہ لیے ہوئے کار وقف انجام دینے کو قبول کرتے ہین تو فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے کہ وقف اور جن لوگون کو وقف کا نفع پہونچتا ہے انکے حق مین جو بہتر دیکھے وہ کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ متولی میری اولاد یا اولاد کی اولاد مین سے ہو پس آیا قاضی کو اختیار رہا کہ بلا ظہور خیانت دوسرے کو متولی کردے اور اگر کردیا تو متولی ہوگا یا نہوگا تو شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے فوائد مین فرمایا کہ نہین یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر قاضی مرگیا یا معزول کیا گیا تو جسکو وقف پر متولی مقرر کیا ہے وہ اپنے حال پر متولی رہیگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور متولی وقف کو اختیار ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو ولایت

(۱) ہلال [illegible] امام ابو یوسف [illegible]

وقف سپرد کرے جیسے وصی کو روا ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کر جاوے ولیکن اگر واقف نے متولی مذکور کے واسطے کچھ مال مسمّی مقرر کیا ہوگا تو وہ اس شخص کے واسطے جسکو متولی نے مقرر کیا ہے نہوگا بلکہ اس امر کا مرافعہ قاضی کے حضور مین کرے جبکہ اُسنے تبرع سے کام کیا ہو تاکہ قاضی اُسکے واسطے اجر المثل مقرر کردے ولیکن اگر وقف کرنیوالے نے یہ اختیار ہر متولی کو دیدیا ہو تو متولی مذکور کے مقرر کرنے ہی سے اسکے واسطے مال مسمّی اُجرت معلومہ جو متولی اول کے واسطے تھی اس دوسرے کے واسطے مقرر ہو جائیگی اور قاضی سے مرافعہ کی ضرورت نہوگی اور قاضی کو یہ نہین پہونچتا ہے کہ جسکو متولی نے داخل کیا ہے اُسکے واسطے وہی قرار دے جو وقف کرنیوالے نے اپنے مقرر کیے ہوے کیلئے قرار دیا تھا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر متولی نے چاہا کہ اپنی صحت وحیات مین بجائے اپنے دوسرے کو مقرر کردے تو نہین جائز ہے الا اُس صورت مین کہ ولایت اسکو بسبیل تعمیم سپرد کیگئی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چند گنتی کے معلوم لوگون پر وقف ہو پس اُنھون نے بدون حکم قاضی کے اپنا ایک متولی مقرر کردیا تو اسمین بہت گفتگو ہے چنانچہ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ انکی طرف سے متولی کردینا نہین صحیح ہے اور شیخ الاسلام ابو الحسن رح سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ ایسی صورت مین یہ حکم دیتے تھے کہ اگر اُنھون نے متولی مقرر کردیا تو متولی ہو جائیگا جیسے اگر قاضی نے اُسکی اجازت دیدی تو ہو جاتا ہے پھر متاخرین مشائخ و اُستاد ظہیر الدین نے اتفاق کیا کہ افضل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے طور پر متولی مقرر کرلین اور قاضی اُس سے آگاہ نہو اور یہ اسوجہ سے کہ اُنھون نے اموال وقف مین انکی طمع دیکھکر احتمال فساد کیا اور بندہ کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین وہ فساد واقع ہوگیا جس کا ان کو احتمال تھا پس واجب ہوا کہ متاخرین ہی کا فتوی اختیار کیا جاوے یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک مسجد معین کیواسطے ایک وقف صحیح ہے اور اُسکا ایک متولی ہے پھر متولی مذکور مرگیا پھر اہل مسجد جمع ہوے اور باتفاق کرکے بدون حکم قاضی کے اُنھون نے ایک شخص کو متولی وقف کردیا پھر اس متولی نے حاصلات وقف سے تعمیر درستی مسجد مذکور کا انصرام کیا تو مشائخ نے اس تولیہ مین اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تولیہ نہین صحیح ہے اور قیم کا مقرر کرنا قاضی کے اختیار مین ہوگا پھر اگر اس متولی نے وقف کو اجرت پر دیا اور تعمیر مسجد مین حاصلات وقف کو خرچ کیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ جب تولیہ صحیح نہوا تو وہ غاصب ہو جائیگا اور غاصب جب مال غصب کو اجارہ پر دے تو اجرت اسی کی ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر اس روایت کے ماخوذ نہونے پر تنبیہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خود مجھے معلوم ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اوقاف کے غصب کرنیوالے سے تاوان لیا جاوے کذا فی فتح القدیر قال المترجم ہان جو اوقاف کو غصب کرے وہ ضامن قرار دیا جاوے ولیکن مسئلہ کتاب قاضیخان مین یہ ہے کہ اوقاف غصب کردہ کو اجارہ پر دیکر اسکی اجرت لے تو اس اجرت کا ضامن نہوگا فافہم لعدم اسرار الاختلاف فتامل۔ اور اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ وہ لوگ دوسرے شہر مین ہین تو اسکے شہر کے قاضی کو اختیار ہے کہ وقف کیواسطے کوئی متولی مقرر کرے اور اگر اسکے واسطے سالانہ کوئی مقدار معلوم مین مقرر کردی تو بقدر اجر المثل کے اسکے واسطے حلال ہے اگرچہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط نکیا ہو یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر وقف کے مستحق دو قوم ہون کہ ایک کو ایک شہر کے قاضی نے اور دوسرے کو دوسرے شہر کے قاضی نے مقرر کیا ہو پس آیا دونون مین سے ہر ایک کو روا ہے کہ بدون دوسرے کے تصرف کرے تو شیخ امام اسمعیل زاہد نے فرمایا کہ چاہیے کہ دونون مین سے ہر ایک کا تصرف جائز ہو اور اگر

ملہ مثلاً سو روپیہ سالانہ یا مثل اسکے ۱۲ ملہ یعنی ایسی کارگزاری پر جو اُجرت ملنا چاہیے اسکا اندازہ کردے ۱۲ ملہ متولی مقرر کرنا ۱۲

ان دونوں قاضیوں میں سے ایک نے چاہا کہ جس قیم کو دوسرے قاضی نے مقرر کیا ہے معزول کردے تو فرمایا کہ اگر قاضی مذکور کو اسکے معزول کرنے میں وقف کے واسطے کوئی مصلحت معلوم ہوتی ہو تو اسکو یہ اختیار ہوگا ورنہ نہیں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر قاضی نے وقف کے واسطے باوجود ایک قیم کے دوسرا قیم مقرر کیا تو اس سے پہلا معزول ہو جائیگا بشرطیکہ وہ وقف کنندہ کا مقرر کیا ہوا ہووے اور اگر خود قاضی کا مقرر کیا ہوا ہو اور دوسرے کے مقرر کرنے پر اسکو آگاہ کردیا تو معزول ہو جائیگا فتاوی صاعدیہ میں ہے کہ اگر متولی وقف نے وقف کی کوئی چیز فروخت کی یا رہن کی تو یہ خیانت ہے پس وہ معزول کردیا جاوے یا اسکے ساتھ کوئی ثقہ معتمد اور مقرر کیا جاوے۔ اور وقف کنندہ کی طرف سے جو شخص متولی مقرر ہے اگر اسنے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو معزول کیا تو وہ معزول ہو جائیگا لیکن اگر وقف کنندہ سے یا قاضی سے کہا اور وہ خارج کردے تو خارج ہو سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر متولی وقف نے کوئی چیز وقف کی اجارہ پر دی پھر معزول کیا گیا اور بجائے اسکے دوسرا قیم مقرر کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ اجرت وصول کرنیکا اختیار اسی معزول کو ہوگا اور اصح یہ ہے کہ جو جدید مقرر ہوا ہے اسکو ہوگا اسواسطے کہ معزول نے اسکو وقف کیواسطے اجارہ پر دیا تھا اپنی ذات کیواسطے نہیں دیا تھا۔ اور اگر قیم نے ایسا دار فروخت کیا جسکو اسنے مال وقف سے خریدا تھا پس اگر اسکا ثمن جو مشتری سے قرار پایا ہے اسکی قیمت سے زائد نہ ہو تو قیم کو اختیار ہے کہ مشتری کے ساتھ اسکی بیع کا اقالہ کرے اور اسیطرح اگر یہ معزول کیا گیا اور دوسرا بجائے اسکے مقرر کیا گیا تو مقرر شدہ کو اس بیع کے اقالہ کا اختیار ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے وقف کے واسطے کوئی قیم مقرر کیا پھر قیم مذکور مرگیا تو اسکو اختیار ہے کہ بجائے اسکے دوسرا مقرر کرے اور اسکی موت کے بعد قاضی کو اختیار ہوگا کہ قاضی مقرر کرے اور افضل یہ ہے کہ جب تک وقف ہے اسکی اولاد یا اقارب میں سے جب تک کوئی ایسا پایا جاوے جو اس کام کے لائق ہے تب تک اسی کو مقرر کرے یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر اراضی موقوفہ میں کوئی درخت کھڑا ہوا اور قیم کو خوف ہوا کہ یہ تلف ہو جائے گا تو قیم کو اختیار ہوگا کہ وقف کی آمدنی میں سے فصیل خرید کر کے اسکو بناوے تاکہ وہ منقطع نہ ہو جاوے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور یہ مسئلہ نظیر اسکی ہے کہ اگر کوئی دار وقف کیا گیا تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ لکڑیاں اور اینٹیں جو اسکی مرمت کے واسطے درکار ہوں داخل کرے تاکہ وہ خراب نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اس اراضی میں سے کوئی قطعہ سبخہ کہ اسمیں کچھ پیدا نہ ہوتا ہو پس اسکی کچھ اصلاح کی ضرورت ہو تاکہ اسمیں پیداوار ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ جملہ اراضی کی حاصلات سے پہلے اس قطعہ زمین کی اصلاح کرے یہ محیط میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ تعمیر جبھی آمدنی وقف سے ہوگی کہ جب خرابی کسی شخص کے فعل سے نہ ہو اور اسیوجہ ولوالجیہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے وقف دار کو اجارہ پر دیا پس مستاجر نے اسکے رواق کو ڈھا کر دوابوں کا مربط بنایا کہ وہاں باندھا کرتا تھا پس اسکو خراب کیا تو وہ ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر اراضی موقوفہ کے قیم نے چاہا کہ اس اراضی میں کوئی قریہ آباد کرے کہ اس میں لوگ زیادہ ہوں اور حفاظت کریں اور اس میں غلہ کی پیداوار بڑھے کیونکہ اسکی ضرورت ہے تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور مشایخ نے فرمایا کہ ایک کاروان سرائے فقیروں پر وقف ہے اور وہاں ایک خادم کی ضرورت ہے کہ کاروان سرائے کو جھاڑ بہار کر صاف رکھے اور دروازہ کھولے اور بند کرے پس متولی نے اسمیں سے ایک کوٹھری کسی شخص کو رہنے کے واسطے دیدی اور اسکی اجرت کا عوض یہ ٹھہرایا کہ ایسا کرے اور اسکی پرداخت میں مشغول رہے تو یہ جائز ہے

ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اسکے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہون اور اسی طرح کرایہ سے آمدنی بہ نسبت پیداواری زراعت و درختون کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اسمین مکانات بنوا دے کہ انکو اجارہ پر دیا کرے بخلاف اسکے اگر زمین موقوفہ عمارات شہر سے دور ہو تو ایسی صورت مین قیم کو اختیار نہوگا کہ اس مین مکانات بنوا کر انکو اجارہ پر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر غلہ اراضی کی مشروط لہ ایک جماعت ہو جن مین سے بعضے اس امر پر راضی ہوئے کہ متولی اسکی مرمت مال وقف سے کرے اور بعض نے انکار کیا پس جو راضی ہے متولی اسکا حصہ اسکے حصہ آمدنی سے تعمیر کریگا اور جو انکار کرتا ہی اسکا حصہ اجارہ پر دیگا اور اسکی آمدنی اسکی عمارت مین صرف کریگا یہانتک کہ تعمیر پوری ہو جاوے پھر بحال سابق اسکی طرف عود کریگی یہ خزانۃ المفتین وحاوی مین ہی۔ اور فتاوی ابواللیث مین مذکور ہی کہ ایک دوکان فقیرون پر وقف کی گئی ہی اور اسکا ایک قیم ہی پھر ایک شخص نے بغیر اجازت قیم کے اسمین کوئی عمارت بنائی تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اسکا خرچہ قیم سے واپس لے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر بنانے والا اپنی عمارت اس طرح رفع کر کے لیجا سکتا ہو کہ بناے قدیم کو مضرت نہ پہونچے تو اسکو اختیار ہوگا کہ رفع کر لیجاوے اور اگر بدون مضرت بناے قدیم کے رفع کر لیجانا ممکن نہین ہی تو نہین لیجا سکتا ہی ولیکن یہانتک اسکو انتظار دیا جائیگا کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو کر نکل آوے پھر اسکو وہ لے لیگا اگر وہ اس امر پر راضی نہوا کہ قیم مذکور قیمت دیکر وقف کے واسطے اسکا مالک ہو جاوے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اسقدر معاوضہ دیکر وقف کے واسطے قیم اسکا مالک ہو جاوے تو جائز ہی ولیکن یہ دیکھا جائیگا کہ بنے ہوے ہونے کی حالت مین اسکی کیا قیمت ہی اور توڑی ہوئی حالت مین اسکی کیا قیمت ہی پس جو قیمت دونون مین سے کم ہو اس سے زیادہ معاوضہ دینے پر روا نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا گھر اس شرط سے وقف کیا کہ فلان شخص اپنی زندگی بھر اسمین رہے یا دس برس یا زیادہ مدت معلومہ تک اسمین رہے پھر بعد اسکے یہ گھر مساکین پر وقف ہی تو یہ جائز ہی۔ اور فلان مذکور کو یہ اختیار نہوگا کہ اس دار کو کرایہ پر دے ہان یہ اختیار ہوگا کہ خود اسمین مع اپنے اہل و عیال و خادمون کے رہے پھر جن لوگون پر وقف کیا ہی اگر وہ ایک جماعت ہو جنمین سے بعض اسمین رہنا چاہتے ہین اور بعضے اسکو اجرت پر دیا چاہتے ہین تو قاضی انکو حکم دیگا کہ تہایو کرلین یعنی چند روز کی باری
باری باری کر لین ۱۲
کرلین پھر جو شخص رہنا چاہتا ہی وہ باری کے ایام بھر اسمین رہے اور جو شخص اجارہ پر دینا چاہتا ہی وہ اپنی باری بھر اسکو کرایہ پر دیدے یہ حاوی مین ہی اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط کی کہ اسکی آمدنی فلان شخص کے واسطے ہی تو اسکی کوئی روایت مستند مین سے نہین پائی جاتی ہی اور اگر ایک شخص کیواسطے کرایہ مکان کی وصیت کی گئی ہو اور اسنے چاہا کہ مین اسمین رہا کرون تو متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہی چنانچہ بعض نے کہا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہی پس کرایہ کی وصیت کی صورت مین اختلاف ہونے سے بطریق دلالت وقف مین بھی اختلاف ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ احتیاط یہ ہی کہ قیم اسکو سواے اس شخص کے جسپر وقف کیا گیا ہی دوسرے کو اجارہ پر دیکر اسکا کرایہ وصول کرکے جسپر کرایہ وقف کیا گیا ہی اسکو دیدے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی کہ بدین شرط کہ وہ لوگ اسکو کرایہ پر چلادین اور انکو اسمین رہنے کا اختیار نہین ہی تو اسکی شرط کے موافق عملدرآمد ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور قیم کو یہ اختیار نہین ہی کہ جو وقف بوجہ تعمیر

مدرسہ تھا اور باقی بوجہ فقر اُسکی آمدنی سے تعمیر مدرسہ کی جو فاضل بچا ہو اسکو بطور دین کے فقیہوں پر صرف کردے اگرچہ وہ لوگ اسکے حاجتمند ہوں یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر اراضی وقف کی آمدنی سے قیم کے پاس مال جمع ہو گیا ہو اور اسکو کوئی وجہ خیر نظر آئی مگر وقف میں بھی تعمیر و اصلاح کی ضرورت ہے اور قیم کو خوف ہوا کہ اگر میں وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرتا ہوں تو نیکی ہاتھ سے جاتی ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر اراضی وقف کی اصلاح و مرمت میں دوسری آمدنی وصول ہونے تک تاخیر کرنے میں کھلا ہوا ایسا ضرر نہو کہ جس سے وقف کے خراب ہو جانیکا خوف ہو تو وہ مرمت و اصلاح وقف میں تا حصول آمدنی دیگر تاخیر کردے اور موجودہ مال کو اس وجہ خیر کیطرف صرف کردے اور وجہ خیر سے یہاں یہ مراد ہے کہ ایسی وجہ خیر ہو کہ ایک نوع فقیر و نیز آمدنی صرف ہوتی ہو جیسے کافرونکے ہاتھ میں مسلمان قید ہو گئے ہوں انکی رہائی میں یا جو شخص جہاد سے منقطع ہو گیا ہے اسکی دستگیری میں صرف کرے اور رہی تعمیر مسجد یا رباط یا اسکے مانند ایسی وجوہ خیر جن میں اہلیت تملیک نہیں ہے یعنے ایسی نہیں ہیں کہ صدقہ انکے ملک میں کردیا جاوے تو ایسے وجوہ کی جانب غلّہ وقف کا صرف کرنا اسکو نہیں روا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر متولی نے وقف کی آمدنی سے مستحقین میں صرف کردی حالانکہ وقف میں تعمیر و اصلاح کی ایسی ضرورت ہے کہ تاخیر روا نہیں ہے تو متولی مذکور ضامن ہوگا اور جب اُسنے ضمان دیدی تو چاہیے کہ جو مستحقین کو دیا ہے اسکو مستحقین سے واپس لے سکے بر قیاس مودع یعنے جیسے پسر کا مال اگر کسی کے پاس ودیعت ہے اور اُسنے بغیر اجازت پسر نے یا قاضی کے پسر کے والدین کو انکے نفقہ میں یا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور پسکے والدین سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ وقف کی ایک دوکان بازار میں تھی قریب کی دوسری دوکان پر جھک پڑی تھی اور دوسری دوکان تیسری دوکان پر جھک پڑی اور قیم نے دوکان وقف کی تعمیر سے انکار کیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر وقف کی آمدنی اسقدر موجود ہو کہ اُس سے دوکان وقف کی تعمیر ہو سکے تو دونوں دوکانوں کے مالکوں کو اختیار ہوگا کہ وہ قیم کو ماخوذ کریں کہ آمدنی وقف سے اس دوکان کو مرمت و تعمیر کرائے اور اپنے موقع پر کراوے اور انکے ملک سے اس شاغل کو دور کرے اور اگر وقف میں اتنی آمدنی نہو کہ اُس سے اسکی تعمیر و اصلاح ممکن ہو تو دونوں دوکان والوں کو چاہیے کہ قاضی کے حضور میں مرافعہ کریں پس قاضی اس قیم کو اسکی تعمیر کے واسطے قرضہ لینے کا حکم دیگا جو آمدنی وقف سے ادا کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور وقف کے پڑے ہوئے میدان میں اگر متولی نے کوئی عمارت بنائی تو وہ وقف کی ہوگی اگر اسکو وقف کے مال سے بنایا ہو یا اپنے ذاتی مال سے بنایا اور وقف کے واسطے نیت کی یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اُسنے اپنے واسطے بنائی اور گواہ کر لیے ہیں تو اسی کی ہوگی اور اگر کسی اجنبی نے کوئی عمارت بنائی اور کچھ نیت نہ کی تو اسی کی ہوگی اور یہی حکم درخت لگانے میں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کے درم اپنے حاجت میں صرف کر لیے اور اُسکے مثل وقف کی عمارت و مرمت میں خرچ کر دیے تو ضمان سے بری ہو جائیگا۔ اگر وقف کے مکان میں قیم نے کوئی شہتیر داخل کیا بدین قصد کہ اُس کی آمدنی سے اسکو لے لونگا تو اُسکو اختیار ہے۔ اور اگر متولی نے اپنے مال سے وقف پر خرچ کیا اور واپس لینے کی شرط کر لی تو واپس لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے

لہ آمدنی خواہ از قسم نقد ہو یا جنس ہو اسکو ان کی الفاظ سے تعبیر کیا ۱۲

اور اگر قیم نے یا مالک نے مکان کے مستاجر[۱] سے کہا کہ مین نے تجھے اسکے تعمیر کی اجازت دی پس اُسنے اس مین
کوئی تعمیر با جازت قیم یا مالک بنائی تو اُسکا خرچہ مالک یا قیم سے واپس لیگا اور یہ اسوقت ہی کہ جو عمارت بنائی ہی
اُسکا بڑا فائدہ مالک کی طرف راجع ہو اور اگر مستاجر کی طرف راجع ہو اور مکان کے حق مین اُس سے ضرر ہو
جیسے چہ بچہ یا کچھ مکان اس تعمیر مین پھنس جاوے جیسے تنور تو واپس نہین لے سکتا ہی تاوقتیکہ اُسنے واپس لینے
کی شرط نہ کرلی ہو یہ قنیہ مین ہی شیخ ابو الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف کی چوتھائی آمدنی تعمیر
مدرسہ مین اور تین چوتھائی فقیرون پر وقف تھی پس اُسنے آمدنی اسی طرف صرف کی مگر مدرسہ کی تعمیر کی
امسال کوئی ضرورت نہ تھی پس وہ بچا ہوا رکھا ہی پس آیا قیم کو جائز ہی کہ اسکو فقیہون یعنی مدرسین مدرسہ
کو بطور قرضہ کے دیدے کہ آئندہ سال کی انکی آمدنی سے وضع کرلے اور حال یہ ہی کہ ان لوگون کو حاجت ہی تو
شیخ نے فرمایا کہ نہین اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا تو اُنھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ مین ہی
ایک شخص نے اراضی مزروعہ اس طور پر وقف کی کہ میرے قرابتی محتاجون کو اور میرے گانون کے محتاجونکو پھر جو
بچے وہ مسکینون کو دیا جاوے تو جائز ہی خواہ وہ لوگ داخل شمار ہون یا نہون۔ اور اگر متولی نے چاہا کہ انمین سے
بعض کو تفضیل دے تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین اول آنکہ وقف اسکے قرابتی محتاجون اور گانوُن کے
محتاجون پر ہو اور ہر دو فریق داخل شمار نہین ہین دوم آنکہ ہر دو فریق داخل شمار ہین سوم آنکہ ہر دو فریق مین سے
ایک داخل شمار ہو اور دوسرا داخل شمار نہین ہو پس وجہ اول مین نصف آمدنی واسطے فقراے قرابت کے اور
نصف واسطے فقراے گانون کے الگ کرے پھر ہر فریق کے حصہ مین سے جسکو چاہے دے اور جسطرح تفضیل کے ساتھ
چاہے دے اسواسطے کہ وقف کرنیوالے کا مقصود صدقہ ہی اور صدقہ مین یون ہی حکم ہی اور دوسری صورت مین
اسکی آمدنی ان سبکی تعداد پر مساوی تقسیم کرکے بانٹ دے اور اسکو تفضیل دینے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ وقف کا
قصد وصیت ہوا اور وصیت کا حکم یون ہی ہوتا ہی اور تیسری صورت مین پہلے اسکی آمدنی کے دو حصے کرے پھر جس فریق
کے لوگ داخل شمار ہین انکو مساوی انکی تعداد پر بلا تفضیل تقسیم کردے اور جو فریق داخل شمار نہین ہی اُسکا حصہ مجموعی کھ لے
پھر انمین سے جسکو چاہے اور جسطرح چاہے اس مجموعہ مین سے دے پس تفضیل کا مختار ہی جیسے کہ ہم نے بیان کیا اور یہ تفریع بنا بر
قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے ہی اور بنا بر قول امام محمدؒ کے حاصل نہین ہو سکتی ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ اور اگر وقف
کنندہ نے فقراے اس شہر پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار نہون تو قیم کو اختیار ہی کہ انمین سے جسکو چاہے
دیدے اور اگر داخل شمار ہون تو انکی تعداد پر مساوی تقسیم کردے کہ جسمین مرد و عورت سب برابر ہونگے۔ اور اگر قیم نے
انمین سے جو داخل شمار ہین کسی ایک کا حصہ اپنی ذات پر خرچ کرلیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قیم سے ضمان لے
یا اپنے شریکون سے اپنا حصہ وصول کرلے پھر وہ لوگ قیم سے لے لینگے۔ اور اگر وقف کنندہ نے شرط کی ہو کہ محتاج کو اسکا
قوت دیا جاوے تو اسکی آمدنی سے جیسا کھانا اور کپڑا اور رہنے کا مکان ممکن ہوگا دیگا پھر اگر اراضی وقف ہو تو
ہر ایک کو بشرط امکان سالانہ قوت دیدے اور دیگر اوقاف جو کرایہ پر چلائے جاتے ہین انمین ماہواری قوت دیگا یہ

[۱] اجارہ دینے والا جسکو عرف عام مین ٹھیکہ دار بولتے ہین ۱۲ منہ

فتاوی غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اراضی وقف خراب ہوگئی اور متولی نے چاہا کہ اُسمین سے تھوڑی زمین فروخت کر کے اسکے ثمن سے باقی کی مرمت کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر متولی نے عمارت مین سے کوئی عمارت جو منہدم نہین ہوئی ہی فروخت کی تاکہ مشتری گرا لے یا پھلدار درخت بیچا تاکہ مشتری کاٹ لے تو بیع باطل ہی پھر اگر مشتری نے عمارت کو گرا لیا یا درخت کو کاٹ لیا تو قاضی کو لازم ہی کہ اس قیم کو اس وقف سے خارج کر دے اسواسطے کہ وہ خائن ہو گیا پھر قاضی کو اختیار ہی چاہے اس مبیع کی قیمت اس بائع سے تاوان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے پس اگر بائع سے تاوان لے تو اسکی بیع نافذ ہوگئی اور اگر مشتری سے تاوان لی تو بیع باطل ہوگئی مشتری اپنا ثمن اُس سے واپس لیگا ذخیرہ مین ہی ایک اراضی وقف ہی جسکے متولی کو وقف کنندہ کے وارث سے یا ظالم سے خوف ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ اراضی مذکور کو فروخت کر کے اُسکا ثمن صدقہ کر دے ایسا ہی نوازل مین مذکور ہی اور فتوی اس امر پر ہی کہ یہ نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ وقفی درخت اگر پھلدار ہون تو انکا فروخت کر دینا نہین جائز ہی الا جبکہ وہ اکھڑ گئے ہون اور اگر ایسے درخت ہون کہ پھل نہین دیتے ہین تو قبل اکھڑنے کے انکی بیع جائز ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور درختان وقف یعنی جو باغ انگور کے اندر ہین انکی بیع کرنے مین یہ حکم ہی کہ دیکھا جاوے اگر انگورون کے پھل انکے سایہ سے ناقص ہوتے ہون تو انکی بیع نہین جائز ہی اور اگر انگورون کے پھل انکے سایہ سے ناقص ہوتے ہون تو دیکھا جاوے کہ اگر ان درختون کے پھل بہ نسبت انگورون کے زائد ہون تو متولی کو روا نہین ہی کہ انکو فروخت کرے اور قطع کرے۔ اور اگر بہ نسبت انگورون کے کم ہوتے ہون تو متولی کو انکی بیع کا اختیار ہے۔ اور اگر یہ درخت ایسے ہون کہ پھل نہ دیتے ہون اور انگورون کے پھل انکے سایہ کی وجہ سے کم ہوتے ہون تو متولی کو اختیار ہی کہ انکو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر انگورون کے پھل انکے سایہ سے کم نہ ہوتے ہون تو متولی کو اختیار نہین ہی کہ انکو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر یہ درخت مثل دلب و بید وغیرہ کے ہون تو انکی بیع جائز ہی اسواسطے کہ یہ درخت بمنزلہ پھلون کے ہین اسلیے کہ بید و دلب جب قطع کیے جاتے ہین تو دوبارہ اُگتے ہین اور پھر کاٹے جاتے ہین تو پھر اُگتے ہین اسیطرح جب کاٹے جاتے ہین پھر اُگتے ہین اور اسیطرح اگر درختان توت کے پتے فروخت کر دے تو جائز ہی۔ اور اگر مشتری نے ان درختون کے پالو قطع کر لینی چاہی تو متولی اُسکو ممانعت کرے اور اگر متولی نے مشتری کو پالو کاٹنے سے ممانعت کرنے سے انکار کیا تو یہ فعل اسکا خیانت ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکان وقف مین توت کا درخت ہو پھر یہ مکان خراب ہو گیا تو قیم کو روا نہین ہی کہ مکان کی تعمیر کیواسطے اس درخت کو فروخت کر دے ولیکن دار کو کرایہ پر دے اور کرایہ سے اسکی تعمیر کرے اور درخت مذکور کے پھلون کو فروخت کر کے تعمیر مکان مین لگا دے مگر یہ نہین کر سکتا ہی کہ خود درخت کو بیچ ڈالے ایسا کرے یہ سراجیہ مین ہی متولی مسجد نے اگر مال مسجد کے عوض کوئی دوکان یا مکان خرید اپھر اسکو فروخت کر دیا تو جائز ہی بشرطیکہ متولی مذکور کو خرید کرنیکا اختیار و ولایت حاصل ہو۔ اور یہ مسئلہ بر بناہی مسئلہ دیگر ہی اور وہ یہ ہی کہ متولی مسجد نے اگر ایسے اصلات سے جو مسجد کے واسطے توقف ہی کوئی مکان یا دوکان خریدی تو یہ مکان یا دوکان آیا اُن دوکانون سے ملحق ہوگی جو مسجد کے واسطے

وقف ہین یا نہین اور اسکے معنی یہ ہین کہ آیا یہ بھی وقف ہو جائیگی یا نہوگی اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور صدر شہید رحمہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ وہ وقف نہو جائیگی ولیکن مسجد کیواسطے کرایہ پر چلائی جائیگی یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر وقف مسجد کے مال سے ایک کپڑا خرید کر مساکین کو دیدیا تو جو ثمن اُسنے مال وقف سے دیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ خرید اُسکی ذات کیواسطے واقع ہوئی تھی یہ اسعاف سے بحر الرائق مین نقل ہے۔ اور اگر فقیر نے سرا بنوا وقف کیا تو قیم اسکو کرایہ پر دیگا اور اسکی اُجرت سے پہلے اسکی تعمیر مین لگائیگا اگر حاجت ہو اور قیم کو یہ اختیار نہین ہے کہ اس سرا مین کسی کو بغیر اُجرت کے ساکن کرے یہ محیط مین ہے جامع الجوامع مین مذکور ہے کہ اگر منہدم ہو گئی [پھر باقی فقیر نہین رہا] وہ دوبارہ بنایا گیا تو اسکے ساکنین اسکے احق ہونگے الا اس صورت مین کہ اسطرح منہدم ہو گیا ہو کہ اسمین سے کوئی بیت بھی باقی نہ رہا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر قیم اجارہ پر دینے کے بعد مر گیا تو عقد اجارہ نہ ٹوٹیگا اور اگر وقف کنندہ نے خود اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اسمین قیاس یہ ہے کہ اجارہ باطل ہو جائے اور اسی کو ابو بکر اسکاف رحمہ نے اظہار فرمایا ہے اور استحسان یہ ہے کہ اجارہ نہ ٹوٹیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ فتاوی محمد بن الفضل مین مذکور ہے کہ متولی نے زمین وقف کو اجارہ پر دیا پھر متولی مستاجر قبل انقضائے مدت کے مر گیا تو زراعت اس مستاجر کے وارثوں کی ہوگی جنھوں نے اپنے بیجون سے کھیتی بوئی تھی اور زراعت سے جو کچھ اراضی کو نقصان ہو پہنچا وہ نقصان ان وارثوں پر واجب ہوگا اور یہ تاوان نقصان اس اراضی وقف کے کام مین صرف کیا جائیگا اور جس پر اراضی وقف ہے انکو نہ دیا جاویگا یہ حاوی حصیری مین ہے۔ اور اگر قاضی نے وقف کے دار کو اجارہ پر دیا پھر قبل مدت اجارہ گذرنے کے معزول کیا گیا تو اجارہ باطل نہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسپر وقف ہے وہی متولی بھی ہو اور اُسنے اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا اگرچہ اصل اجارہ اُسیکا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اسیطرح اگر مدت اجارہ تمام ہونے سے پہلے ان لوگوں مین سے جنپر وقف ہے بعض مر گئے تو بھی اجارہ باطل نہ ہوگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اس صورت مین اس بعض موقوف علیہ کے مرنے تک جو کچھ اجرت واجب ہوئی ہے اسمین سے ہر ایک کو اُسکا حصہ دیا جائیگا اور میت کا حصہ اسکے وارث کو دیا جائیگا اور بعد ان بعض کے مرنے کے جو کچھ کرایہ تا آخر مدت واجب ہوا وہ مخصوص انھین لوگوں کا ہوگا جو زندہ باقی ہین اور اسیطرح اگر اول بعض کے مرنے کے بعد تھوڑی مدت پیچھے اور بعض بھی مر گئے تو اسمین بھی اسی طریقہ و قیاس سے آمدنی تقسیم ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اجرت پیشگی لے لی گئی ہو اور جن لوگون پر وقف ہے انھون نے باہم تقسیم کر لی پھر انھین سے بعض مر گئے تو قیاس یہ ہے کہ قسمت ٹوٹ جائیگی اور پھیرا جائیگا اسکے مرنے کے وقت تک جتنی اجرت واجب ہوئی اسمین سے جو کچھ اسکا حصہ ہو وہ دیا جائیگا ولیکن ہم استحسان کو لیتے ہین اور کہتے ہین کہ تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسیطرح اگر تعجیل اجرت شرط کی گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین ہے فرمایا کہ اگر مکان وقف کو سال بھر کیواسطے سو درم پر اجارہ دیا اور جنپر یہ مکان وقف کیا گیا ہے وہ تین نفر ہین پھر تہائی سال گذرنے کے بعد انمین سے ایک مر گیا پھر اور ایک تہائی گذرنے کے بعد دوسرا بھی مر گیا اور تیسرا باقی رہگیا تو سال مذکور اول تہائی سال کی اجرت درمیان وارثان میت اول و درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تہائی تقسیم ہوگی اور دوسری تہائی سال کی اجرت درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تقسیم ہوگی اور تیسری تہائی پوری شخص ثالث کو ملیگی یہ مسئلہ کی تخریج الخصاف سے ہوگی یہ محیط مین ہے اور جامع الفتاوی مین مذکور ہے کہ اگر وقف کنندہ

اپنا مقرر کیا ہوا وصی چھوڑکر مر گیا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ وقف کو اجارہ پر دیدے اور اگر وصی نے اسکو اجارہ فاسدہ پر دیا تو مستاجر پر اسکا اجر المثل واجب ہوگا درصورتیکہ مستاجر نے اُس سے نفع اٹھایا ہو مگر اجر المثل اُس مقدار سے جسپر وصی راضی ہوا تھا زائد نہ کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر متولی وقف نے ایسے دار کو جو فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے ایکسال سے زیادہ مدت کیواسطے اجارہ پر دیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے کوئی شرط نہ کردی ہو تو مختار یہ ہے کہ اراضی موقوفہ کی صورت میں تین سال تک کیواسطے اجارہ دینے کے جواز کا حکم دیا جائے الا اُس صورت میں کہ قاضی کے نزدیک عدم جواز کیواسطے کوئی مصلحت ظاہر ہو پس عدم جواز کا حکم دے اور سوائے اراضی کے دیگر چیزوں میں جب یکسال سے زائد مدت مقرر کی ہو تو عدم جواز کا حکم دیا جائے الا اسمیں کہ جواز کیواسطے کوئی مصلحت نظر آئے تو جواز کا حکم دے اور یہ ایسی بات ہے کہ حسب اختلاف مواضع واختلاف زمانہ سے اسکا حکم مختلف ہوگا کذا فی السراجیہ اور یہی فتوی کیواسطے مختار ہے اور مزارعت[1] و معاملات میں بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ متولی کو تین سال سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر نہ دینا چاہیے اور اگر اُسنے تین سال کی مدت سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیا تو اجارہ جائز ہوگا اور یہ قول حکم مختار سے قریب ہے اسواسطے کہ متولی کا فعل کسی مصلحت دیکھ لینے پر دلالت کریگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے یہ شرط کردی ہو کہ ایکسال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دیا جاوے حالانکہ لوگ ایک سال کیواسطے اُسکے اجارہ لینے پر رغبت نہیں کرتے ہیں اور ایکسال سے زیادہ کیواسطے اُسکا اجارہ پر دینا وقف کے حق میں آمدنی کی راہ سے بہت بہتر ہے اور فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہے تو متولی کو روا نہیں ہے کہ وقف کنندہ کی شرط سے خلاف کرے اور اسکو سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیدے مگر ہاں یہ کریگا کہ قاضی کے حضور میں یہ امر پیش کردیگا تاکہ قاضی اُسکو سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیدے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے وقفنامہ میں بیان کردیا ہو کہ ایک سال سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر نہ دیا جائے الا جبکہ زیادہ مدت کیواسطے اجارہ پر دینا فقیروں کے حق میں بہتر ہو یا نافع ہو تو ایسی صورت میں متولی کو خود اختیار ہوگا کہ اسکو بھلائی دیکھکر سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیدے اور قاضی کے پاس مرافعہ کرنیکا محتاج نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر کسی بڑے مکان میں ایک کوٹھری کی جگہ وقف ہو اور اسکو کوئی سالانہ اجارہ پر نہ لیتا ہو ہاں اجارہ طویلہ[2] پر مانگی جاتی ہو تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی راہ اسکے شارع عام سے ملی ہو تو وہ اجارہ طویلہ پر نہ دیجائیگی اور دوم یہ کہ ایسا نہو تو اجارہ طویلہ پر دیدیجاویگی یہ وجیز میں ہے اور واضح ہو کہ وقف کا اجارہ دینا اجر المثل سے کم پر نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے وقف کی دوکان بعوض اجر المثل کے اجارہ پر لی پھر کسی دوسرے نے زیادہ اُجرت دینی قبول کی تو پہلا اجارہ فسخ نہ کیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی تین برس کیواسطے بعوض اُجرت معلومہ کے جو اسکے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی حتی کہ اجارہ جائز ہوگا پھر بیچ میں کی اُجرت ارزان ہوگئی تو اجارہ فسخ نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور فتاوی کبری میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زمین وقف کو تین برس کیواسطے اجرت معلومہ پر جو اسکے اجر المثل

[1] قال المترجم ظاہر یہ ہے کہ یہ مراد ہے کہ اگر متولی نے مزارعت یا معاملت پر دیا تو اسمیں بھی ایسا ہی حکم ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] اجارہ طویلہ کتاب الاجارۃ میں مذکور ہے وہاں رجوع کرنا چاہیے یا مقدمہ میں دیکھنا چاہیے اور خلاصہ اسکا تیس برس کے واسطے مشروط اجارہ پر لینا ہے ۱۲ منہ

کے برابر ہی اجارہ پر لی پھر جب دوسرا سال شروع ہوگیا تو لوگونکی رغبتین زیادہ ہوگئین اور زمین کی اُجرت کا نرخ بڑھ گیا تو متولی کو اختیار نہین ہی کہ اجر المثل سے کم ہونیکی وجہ سے اجارہ کو توڑدے یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر وقف کی اراضی مین کسی کی دوکان بنی ہو اور مالک دوکان نے وقف کی اراضی کا اجر المثل یعنی ایسی اجرت جو ایسی زمین کی ہوتی ہی دینے سے انکار کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر بتقدیر یکہ یہ عمارت یہان سے دور کردیجاوے تو یہ زمین اُس سے زیادہ کرایہ پر لیجائیگی جتنا یہ دیتا ہی تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اپنی عمارت یہان سے دور کرکے لیجاوے ورنہ اُسی اُجرت پر اسکے پاس چھوڑی جائیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی نے زمین وقف کی اراضی جو میدان پڑی ہوئی ہی کسیقدر مدت معلومہ کیواسطے اُجرت معلومہ پر جو ایسی زمین کی اجرت کے برابر ہی متولی سے اجارہ پر لی اور اسمین متولی کی اجازت سے عمارت بنائی پھر جب مدت گذر گئی تو دوسرے شخص نے اس اراضی کا آیندہ اسیقدر مدت تک کے لیے زیادہ کرایہ منظور کیا مین پہلا مستاجر جسقدر زیادہ دینے پر راضی ہوگیا پس آیا پہلا مستاجر بہ نسبت اس دوسرے بڑھانیوالے کے اولی ہوگا تو جواب دیا گیا ہی کہ ہان وہ اولی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی و صف الخصاف مین مذکور ہی کہ اگر وقف کرنیوالے نے وقف کو اجارہ طویل پر اجارہ دیا پس اگر اسقدر طویل اجارہ دینے سے اصل قبہ وقف کے تلف ہونیکا خوف ہو تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اس اجارہ کو باطل کردے یہ ذخیرہ مین ہی فتاوی اہل سمرقند مین مذکور ہی کہ اگر کوئی سرا یا رباط[1] فی سبیل اللہ بسبب مرمتی کے خلل ہونیکو آگئی تو وہ کرایہ پر چلائی جاوے اور کرایہ سے اسکی مرمت کیجاوے پھر جب اسکی تعمیر و درستی پوری ہو جاوے تو آیندہ اجارہ پر نہ دیجاوے یہ محیط مین ہی اور اگر وقف خراب ہوگیا اور متولی اسکی تعمیر سے عاجز ہوا تو قاضی اسکو کرایہ پر دیگا اور اسکے کرایہ سے اسکی تعمیر و مرمت کرے پھر جب تعمیر سے درست ہوجاوے تو متولی کے قبضہ مین واپس کردے یہ تہذیب مین ہی اور اگر متولی نے وقف کی مرمت کیواسطے ساڑھے پانچ آنہ پر ایک مزدور مقرر کیا حالانکہ ایسے مزدور کی اُجرت پانچ آنہ ہی اور متولی نے مال وقف سے اسکی مزدوری دی تو جو کچھ دیا ہی سبکا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور وقف کا عاریت دینا اور اسمین کسی کو بسانا نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ وقف کے متولی نے اگر کسی کو وقف کے مکان مین بلا اجرت بسایا تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ رہنے والے پر کچھ اجرت نہوگی اور متاخرین عامہ مشائخ کے نزدیک رہنے والے پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ یہ مکان کرایہ پر چلانیکے واسطے رکھا گیا ہو یا ایسا نہو اور یہ بغرض وقف کی نگاہداشت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی اور ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص وقف کے مکان مین بدون حکم قیم کے رہا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف کو بعوض قرضہ کے رہن کیا تو نہین صحیح ہی اور اسیطرح اگر مسجد کے وقف کو اہل جماعت نے یا انمین سے ایک نے رہن کیا تو نہین صحیح ہی پھر اگر مرتہن نے اس دار مین سکونت رکھی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو خواہ یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا نہین اور شیخ صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ فتوی کیواسطے یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور متولی مسجد نے اگر ایسے مکان کو جو مسجد پر وقف ہی فروخت کیا اور مشتری نے اسمین سکونت

---

[1] رباط فی سبیل اللہ وہ مکان بطور سرائے ہی جو سرحد اسلام پر جہان سے دار الکفر ملحق ہی بناتے تھے تاکہ مجاہدین دو دو چار چار آکر جمع ہون پھر جب لشکر ہوجاوے تو جہاد کرین ۱۲ منہ

رکھی پھر یہ متولی معزول کیا گیا اور دوسرا متولی مقرر ہوا ہیں دوسرے متولی نے مشتری پر اس مکان کا دعوی کیا اور قاضی نے پہلے متولی کی بیع باطل کردی اور مکان مذکور دوسرے متولی کو سپرد کیا تو مشتری پر جو ایسے مکان کا کرایہ اسقدر مدت کا ہوتا ہو واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر وقف کے متولی نے وقف کا مکان اسکے اجر المثل سے اسقدر کم کرایہ پر جسقدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں کرایہ پر دیدیا حتی کہ اجارہ جائز نہوا پھر مستاجر اُسمیں رہا کیا تو بنابر اختیار متاخرین مشائخ کے مستاجر پر پورا اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر رہا ہو اور اسیطرح اگر اسکو اجارہ فاسدہ پر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر قیم نے وقف کی اراضی کسی کو اجارہ پر دی پھر اس اراضی پر پانی چڑھ آیا تو اجرت ساقط ہوجائیگی اور اگر مستاجر نے اُسپر قبضہ کرکے اُسمیں زراعت نہ کی تو مستاجر پر اُجرت واجب ہوگی۔ اور اگر اجارہ فاسد ہوا اور مستاجر نے قبضہ کر لیا پھر اس زمین میں زراعت نہ کی یا مکان تھا کہ اسمیں نہ رہا تو اسپر کچھ واجب نہوگا اور بعض مشائخ نے وقف میں بغیر عقد کے اجارہ میں اجر المثل واجب ہونیکا فتوی دیا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کا مکان اپنے بالغ بیٹے یا باپ کو اجارہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اسوقت کہ اجر المثل سے زائد پر دیا ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر متولی نے خود اجارہ پر لیا پس اگر اُسنے اجر المثل سے کرایہ زائد دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر قیم نے وقف کا مکان بعوض اسباب کے کرایہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے اجارہ میں عروض و اسباب کے بدلے اجارہ انھیں متاع سے جائز ہے جنکو لوگ اپنے عرف میں بیعوں کا ثمن و اجارونکی اجرت قرار دیتے ہیں جیسے گیہوں و جو وغیرہ اور جو ایسے نہیں ہیں مثل کپڑے و غلام وغیرہ کے تو انکے عوض اجارہ بالاجماع نہیں جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ پھر جب وقف کا اجارہ بعوض متاع کے بنابر قول اس امام کے جو جائز ہونیکا حکم دیتا ہے جائز ہوا تو قیم اس متاع کو جو اُجرت قرار پائی ہے فروخت کریگا اور اسکا ثمن اس جہت میں صرف کریگا جنپر وقف ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص وقف کا قیم قرار پایا ہے اسکو اختیار ہے کہ زمین وقف میں وقف کیواسطے خود زراعت کرے اور اس کام کیواسطے مزدور مقرر کرلے اور انکی اجرت اسکے غلہ سے ادا کرے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر قیم نے وقف کو اجارہ پر دیا اور مستاجر پر مرمت کی شرط کی تو اجارہ باطل ہوا لیکن اگر اُسنے کسیقدر درم معلوم بیان کیے اور مستاجر کو حکم دیا کہ انکو اُسکی مرمت میں صرف کرے تو جائز ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور وقف کو اجارہ پر لینے والیکو روا نہیں ہے کہ اُسمیں اپنے واسطے غرفہ بناوے الا اس صورت میں روا ہے کہ اجرت میں بڑھا دے اور عمارت وقف میں کسیطرح مضر نہو۔ اور اگر یہ وقف اکثر معطل[له] رہتا ہو اور بدون اسوجہ کے کوئی اجارہ لینے پر رغبت نہ کرتا ہو تو بغیر اجرت میں زیادہ کرنیکے بھی جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا مکان ایک قوم معین پر وقف کیا اور آخر میں اسکو فقیروں پر قرار دیا پھر متولی نے اس مکان کو انھیں لوگوں کو اجارہ پر دیا جنپر وقف ہے تو اجارہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے ولیکن یہ واضح رہے کہ مستاجر کا حق ساقط ہوجائیگا یہ محیط میں ہے اور اسیطرح اگر فقیر ایسے مکان میں اجارہ پر رہا جو فقیروں پر واقف ہے اور جو اُسکا حق واجب ہوا ہے وہ حساب لگا کر جو اسپر واجب ہوا ہے اُسکے بدلا کردیا گیا یعنی[۱۲] مثلاً اس وقف میں سے سالانہ سو درم اسکے واسطے واجب ہوے اور اسپر سو درم کرایہ واجب ہوا پس برابر کردیا گیا تو یہ جائز ہے

[له] معطل یعنی بیکار پڑا رہتا ہو کوئی اسکو کرایہ پر نہیں لیتا ہو ۱۲ منہ

اسواسطے کہ ہمارے علماء سے یہ روایت محفوظ ہی کہ جسکا حق بیت المال مین واجب ہی اگر اسپر زمین کا خراج بجائے اسکے بیت المال کے حق کے حساب سے چھوڑ دیا گیا تو جائز ہی بس ایسا ہی اس وقف کے اجارہ مین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اس شخص نے جسپر وقف ہی عین وقف کو خود اجارہ پر دیدیا تو فقیہ ابو جعفر نے اسکا قاعدہ یون فرمایا ہی کہ ہر جگہ جہان پوری حیثیت اس اجارہ دینے والیکی ہو بایں طور کہ وقف مذکور مین تعمیر و مرمت کی حاجت نہو اور اسکے ساتھ کوئی اور شریک نہو تو اسکو ختیار رہی کہ مکانات و دکانہائے وقف کو خود اجارہ پر دیدے اور اگر وقف اراضی ہو تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ نے شرط کردی ہو کہ اسکی آمدنی سے پہلے خراج و عشر ادا کیا جاوے پھر جو کچھ عشر و خراج و خرچہ عمارت سے بچے وہ اس شخص کو جسپر وقف ہی دیا جاوے تو اس شخص کو جسپر وقف ہی یہ اختیار نہوگا کہ اس اراضی وقفی کو خود اجارہ پر دیدے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر اسنے یہ شرط نکی ہو کہ پہلے اسمین سے خراج و خرچہ ادا کیا جاوے تو واجب ہی کہ جسپر وقف ہی اُسکا خود اجارہ پر دیدینا جائز ہو پس خراج و خرچہ اس شخص پر جسپر وقف ہی واجب ہوگا[1] یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وقف کی اراضی جنپر وقف ہی وہ دو ہون یا تین ہون[2] اور ان لوگون نے باہم باری باری کرلی اور ہر ایک نے ایک ایک مین لیکر زمین خود زراعت کرے تو نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اراضی عشری ہو تو انکی اسطرحکی باری باندھنا جائز ہی اور اگر خراجی زمین ہو تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی کی حکایت کی گئی ہی کہ فرماتے تھے کہ چونکہ فتوی اسپر ہی کہ وقف کا اجارہ زیادہ سالونکے واسطے نہین جائز ہی تو بعضے وقفنامہ لکھنے والون نے وقفنامونمین اجارہ وقف کیواسطے ایک حیلہ نکالا کہ وقفنامہ مین تحریر کیا کہ وقف کرنیوالے نے فلان شخص کو یہ اراضی فلان شخص دیگر کو اجارہ دینے کیواسطے وکیل کیا کہ ہر سال اسی کو سو درم پر مثلاً اجارہ پر دے اور ہرگاہ اسکو وہ وکالت سے خارج کرے تو وہ اسکا وکیل[3] ہی اور اس سے انکی غرض یہ ہی کہ وقف مذکور اس مستاجر کے پاس ایک سال سے زیادہ رہے پھر فقیہ ابو جعفر نے فرمایا لیکن وقف کی بہتری دیکھکر اور اسکی بھلائی کے قصد سے وقف مین ایسی وکالت کو باطل کرتے ہین اگرچہ قیاس اسکے جائز ہونیکا مقتضی ہی جیسے کہ ہم اجارہ طویلہ کو بھی بنظر قصد بہتری وقف کے باطل کرتے ہین اور ہرگاہ کہ وقف کی حفاظت و نگاہداشت کی غرض سے ایسی وکالت کا باطل کرنا جائز ہوا تو ایسے عقود مختلفہ کا باطل کرنا بھی بغرض حفاظت و نگاہداشت وقف کے جائز ہی اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک نے وقف کی زمین[4] اجارہ پر لیکر اسمین دوکان بنائی اور اسمین رہنے لگا پھر دوسرے نے چاہا کہ اسکا کرایہ بڑھا کر اس مستاجر کو اسمین سے نکلوا دے تو دیکھا جائیگا کہ اگر قیم نے اسکو ماہواری کرایہ پر دیا ہی تو جب مہینہ شروع ہو تو قیم کو اجارہ فسخ کرنیکا اختیار ہوگا پھر اسکے بعد اگر اس عمارت کے دور کرلیجانے مین وقف کو کچھ مضرت نہ پہونچتی ہو تو بنانیوالے کو اختیار ہوگا کہ اپنی عمارت کو یہانسے دور کرکے لیجاوے اور اگر وقف کو مضرت پہونچتی ہو تو وہ نہین لیجا سکتا ہی پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر مستاجر اس امر پر راضی ہوا کہ اس عمارت کے بنے ہونیکے حساب سے اور توڑے ہوئے اور جدا کیے ہوئے[5] کے حساب سے دونون حسابونسے جسمین اسکی قیمت کم ہو اس کم قیمت کے عوض قیم کو وقف کیواسطے اسکا مالک کردے اور یہ کم قیمت لے لے تو ایسا کرسکتا ہی ورنہ وہ اپنی عمارت یہان چھوڑ جاوے یہانتک کہ اسکی ملک کسیطرح خلاص ہو وے جسمین وقف کو مضرت نہ پہونچے یہ سراجیہ مین ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ بنانے والے نے بدون اجازت و حکم متولی کے عمارت بنائی ہو

[1] جیسے اجارہ دی ہے ۱۲ [2] یعنے دو سے زائد بتعداد معلوم ہون ۱۲ [3] یعنے بوکالت جدید ۱۲ [4] یعنے شرعاً جائز نہیں جانتے ہین ۱۲ [5] یعنی اس دوکان مین سے ۱۲

اور اگر اجنبی نے متولی کے حکم سے عمارت بنائی ہو تو یہ عمارت وقف کی ہوگی اور بنانیوالے نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ متولی سے واپس لیگا یہ ذخیرہ میں ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین وقف پر مملوکہ عمارت ہے اور عمارت والے نے اس اراضی کو کچھ اجرت معلومہ پر جو آج اُسکے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لیا ہے پھر ایک زمانہ کے بعد اس عمارت کا مالک اور ہو گیا اور متولی بھی جدید مقرر ہوا اور عمارت کا مالک چاہتا ہے کہ اسکا کرایہ اسیقدر ادا کرے جو اگلے گذرے ہوئے وقت میں تھا اور متولی جدید اسپر راضی نہیں ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اب جو اسکا اجر المثل ہے وہی دیوے پس آیا متولی کو یہ اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں کذا فی الفصول العمادیہ۔ متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اسکو اختیار ہے کہ مستاجر کے قرضدار پر کرایہ[1] کی ترائی قبول کرے بشرطیکہ قرضدار مذکور مالدار ہو اور اگر متولی نے کرایہ کی بابت کوئی کفیل قبول کیا تو یہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور آخر اجارات فتاوائے ابواللیث میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کے درخت کسی کے ہاتھ فروخت کر دیئے پھر زمین مشتری کو اجارہ[2] پر دی پس اگر درخت مع جڑون کے بدون زمین کے فروخت کیے تو جائز ہے بشرطیکہ اجارہ طویلہ نہو اور اگر درختونکو زمین کے اوپر سے فروخت کیا ہو یعنی زمین کے اوپری رخ پر سے فروخت کیے تو زمین کا اجارہ نہیں جائز ہے اور اگر درختان مذکور اس شخص کو سال یا دو سال وغیرہ کیواسطے بٹائی پر دیے پھر اراضی اسکو اجر المثل کے عوض اجارہ پر دیدی تو امام اعظم رح کے قول پر نہیں جائز ہے اور صاحبین رح کا معاملہ یعنی بٹائی جائز ہے پس اجارہ بھی جائز ہوا اور احتیاط یہ ہے کہ درختونکو مع جڑونکے فروخت کر دے پھر زمین اسکو اجارہ پر دیدے تاکہ بالاتفاق جائز ہو یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص وقف کا قیم ہے اسکو روا ہے کہ اراضی وقف میں کاموں کرنے اور اسکو بہتر بنانے و نالیاں بنانے و دیگر امور درستی کے واسطے مزدور کرے بشرطیکہ اراضی مذکور میں اسکی حاجت ہو یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی مزارعت پر دیدی تو جائز ہے بشرطیکہ اسمین اسیقدر کمی نہ کی ہو جسقدر لوگ اپنا اندازہ میں خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں۔ اور اسیطرح جو اسمین خرما کے درخت ہیں اگر انکو بٹائی پر دیا تو بھی اسی شرط سے جائز ہے پھر اگر مزارعت یا بٹائی کی مدت گذرنے سے پہلے قیم مر گیا تو مزارعت و معاملہ باطل نہو گا اور اگر کاشتکار یا بٹائی پر کام کرنیوالا مر گیا تو مزارعت و معاملت باطل ہو جائیگی۔ اور اگر قیم نے اراضی وقف کو سالہائے معلوم کیواسطے مزارعت پر دیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ امر فقیرونکے حق میں زیادہ نافع و بہتر ہو۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ بدون تین سال کی تعداد مقرر کرنیکے مزارعت کو مطلقاً سالہائے معلومہ کیواسطے جائز رکھا اور یہ صحیح ہے پس جس معنی کی وجہ سے مشائخ نے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ وقف میں اجارہ طویلہ نہیں جائز ہے اور اگر وہ معنی یہ ہیں کہ سودی بالبطال وقف نہو جاوے سو مزارعت میں یہ معنی نہیں پائے جا سکتے ہیں۔ اور اگر وقف کی اراضی کو مزارعت پر یا وقف کے درختونکو معاملت پر دیدیا حالانکہ اسمین وقف کیواسطے

---

[1] یعنے مستاجر نے کرایہ اپنے مالدار قرضدار پر اترایا اور متولی نے یہ حوالہ قبول کر لیا ۱۲ منہ [2] قال المترجم واضح ہو کہ اگر کسی نے باغ کے پھل خریدے تو فی الفور توڑنے چاہییے ہیں اور اگر ان پھلوں میں اور نکلے تو خلط ہونگے اور یہ اختلافی معروف ہو پس اگر مراد یہ ہو کہ یہ سب پھل بڑھے ہوں اور درختونپر آخر تک لگے رہیں تو اسکا مسئلہ یہ ہو کہ درخت مع جڑون کے خریدے پھر زمین کو اجارہ پر لے اب تمام مسئلہ کتاب پر غور کر کے سمجھنا چاہیے تب سمجھ میں آوے گا ۱۲ منہ

[3] یعنے کسی نے بنائی ہے اور اپنے واسطے بنائی ہو ۱۲ [4] درخت بٹائی پر لینا ۱۲ [5] تین برس یا زیادہ ہوں ۱۲

کوئی حصہ نہیں رکھا ہے تو یہ مزارعت و معاملت کا برتاؤ وقف پر جائز نہوگا اور وہ زمین کا غصب کر لینے والا قرار دیا جائیگا پس اگر زمین مذکور نقصان سے بچی رہی تو ضمان واجب نہوگی اور اگر نقصان آیا تو ضمان واجب ہے چاہئے دینے والے سے وصول کیجاوے اور چاہے لینے والے سے لیجاوے مگر جو غلہ زمین میں پیدا ہوا ہے اسمین سے وقف کے مستحقوں کا کچھ نہوگا لیکن معاملہ کی صورتمین درختوں سے جو پھل پیدا ہوئے ہیں وہ سب وقف کے مستحقوں کے ہیں اسمین سے بٹائی پر لینے والیکا کچھ نہوگا وہاں اسکو اسکے کام کا اجر المثل ملنا چاہیے مگر یہ اجرت بھی دینے والے کے خالص مال سے ہوگی پھر وہ اسکے لینے والے سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک اراضی وقف کی کسی نواح میں ہے جسکو وہانکے حاکم نے کسی کچھ معلوم درہمونپر اجارہ پر لیا پھر اسمین زراعت کی پھر جب غلہ حاصل ہوا تو متولی نے وہانکی مزارعت کے رواج کے موافق آدھا یا تہائی غلہ طلب کیا اور لینے والے نے کہا کہ مجھپر اجرت واجب ہے تو متولی کو اختیار ہوگا کہ اس سے حصہ غلہ لے لے یہ خزانۃ المفتیین و فتاوی قاضیخان میں ہے لکھا کہ اگر وقف کی زمین عشری ہو اور اسکو قیم نے مزارعت یا معاملت پر دیا تو تمام حاصلات کا عشر فقط دینے والے کے حصہ میں سے ادا ہوگا اور یہ بنا بر قول امام اعظم کے ہے کہ انکے نزدیک درہمون کے عوض اجارہ پر دینے میں زمین کا عشر مانند خراج کے دینے والے کے اوپر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے پس ایسا ہی مزارعت میں بھی تمام پیداوار پر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور وقف الہلال میں مذکور ہے کہ اگر وقف میں مرمت کی حاجت پیش آئی اور قیم کے پاس اسقدر نہیں ہے کہ جو مرمت کیواسطے کافی ہو تو قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وقف پر قرضہ کر لے اور فقیہ ابو جعفر سے مروی ہے کہ ہاں قیاس سے یہی حکم ہے ولیکن جس صورتمین ضرورت پیش آوے تو قیاس چھوڑ دیا جائیگا مثلاً زمین وقف میں کھیتی ہے جسکو ٹڈیان کھائے جاتی ہین اور قیم کو خرچہ کی ضرورت ہے کہ اس ضرر کو دفع کرے یا سلطان نے خراج کا مطالبہ کیا تو ایسی صورتمین اسکو وقف پر قرضہ لینا روا ہے اور ایسی ضرورتونمین زیادہ احتیاط اسمین ہے کہ حاکم سے حکم لیکر قرضہ لیوے ولیکن اگر حاکم وہانسے دور ہو اور اُسکے پاس حاضر نہیں ہو سکتا ہو تو ایسی حالتمین مضائقہ نہیں ہے کہ خود ہی قرضہ لے لے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ اس سال وقف میں غلہ نہو اور اگر غلہ تھا مگر قیم نے تمام غلہ مستحقونکو بانٹ دیا اور خراج کا حصہ نہ رکھا تو وہ حصہ خراج کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وقف کے قیم سے خراج و دیگر بار جو اس وقف پر باندھے گئے ہیں طلب کیے گئے حالانکہ قیم کے پاس وقف کے مال سے کچھ نہیں ہے پس اُسنے قرضہ لینا چاہا تو اگر وقف کنندہ نے وقف پر قرضہ لینے کی اجازت دی ہو تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر اجازت نہ دی ہو تو اسمین اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر قیم کو ناچار ہو جاوے تو یہ امر قاضی کے حضور میں پیش کرے تاکہ وہ اسکو قرضہ لینے کا حکم دیگا ایسا ہی فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے پھر جب غلہ حاصل ہو تو اسمیں سے یہ قرضہ ادا کر دیگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور جب تعمیر کی ضرورت پیش آوے کہ ناچاری ہے تو قاضی کے حکم سے قرضہ لے اور سوا تعمیر و مرمت کے اور امر کیواسطے پس اگر مستحقون پر صرف کے واسطے لینا چاہا تو نہیں جائز ہے اگرچہ قاضی کے حکم سے ہو یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر قیم نے وقف پر قرضہ اس غرض سے لینا چاہا کہ اسکی

سلہ اور جو نقصان زمین ملا ہے وہ بھی ان کو دینا ملیگا ۱۲ منہ ۵۲ یا یہ مراد ہے کہ سب کا طرح امام اعظم کے نزدیک مزارعت میں دینے والے کے حصہ پر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تمام پیداوار پر ہوگا مآل واحد ہے ۱۲ منہ

کاشت کے بیجون کے دام دے تو قاضی کے حکم سے بالاتفاق جائز ہی اور اگر اُسنے بدون حکم قاضی کے خود ایسا کیا تو اسمین دو روایتین ہین یہ غیاثیہ و ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف پر قرضہ لینا اس غرض سے چاہا کہ رہن کا ثمن ادا کرے یعنی جسکے عوض رہن ہی پس اگر قاضی نے حکم دیا تو ایسا کر سکتا ہی ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین ہی اور قرضہ لینے کی تفسیر یہ ہی کہ وقف کا غلہ نہو پس اسکو قرضہ لینے کی ضرورت ہوئی اور اگر وقف کا غلہ ہو اور اُسنے اپنے مال سے وقف کی بہتری مین صرف کیا تو یہ مال غلہ وقف سے واپس لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ وقف کی اراضی ایک کاشتکار کے پاس ہی جو اسمین بٹائی پر زراعت کرتا ہی اور اس زمین مین روئی تھی پھر وہ روئی چوری گئی پھر کاشتکار نے یہ روئی کسی آدمی کے مکان مین پائی پس کاشتکار نے اسکو مواخذہ مین پکڑا اور اُس سے مخاصمہ کیا پس مکان والے نے کہا کہ مین تیرے لیے ضامن ہوا کہ مین تجھے پانچ من روئی دونگا پس آیا قیم کو حلال ہی کہ یہ اس سے لے تو اسمین تین صورتین ہین اوّل یہ کہ یہ معلوم ہو کہ مکان والا اپنی بدنامی و بے آبروئی کے خوف سے اسکو دیتا ہی دوم آنکہ یہ معلوم ہوگیا کہ اُسنے اسقدر یا زیادہ چرائی یا اسنے اقرار کر دیا ہی کہ مین نے اس مقدار روئی[1] کی چرائی ہی سوم آنکہ معلوم ہو کہ اسنے چرائی لیکن جسقدر دیتا ہی اُس سے کم چرائی تھی۔ تو اول صورت مین اسکو لینا نہین جائز اور دوسری صورت مین جائز ہی اور تیسری صورت مین جسقدر کا چرانا یقینی معلوم ہی اُسیقدر کا لینا جائز ہی اور زیادہ نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کاشتکار نے مال وقف سے کچھ کھالیا اور متولی نے اُس سے کسی چیز پر صلح کر لی پس اگر متولی کے پاس اُسکے دعوی کے جو کاشتکار پر کرتا ہی گواہ ہون یا کاشتکار مقر ہو تو متولی کو روا نہین ہی کہ اُس سے کچھ چھوڑ کر صلح کرے بشرطیکہ کاشتکار تونگر ہو اور اگر کاشتکار فقیر ہو تو گھٹانا جائز ہی بشرطیکہ جو کاشتکار پر ہی اسکی نسبت کرکے جسپر صلح ہوئی ہی غبن[2] فاحش نہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے وقف کے کارپرداز کیواسطے اُسکی کارپردازی کے عوض سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا ہو تو جائز ہی اور اُس کارپرداز کو اُن کامونکی جو اسکے مثل آدمی کرتا ہی اور کرنیکی عادت چلی آئی ہی تکلیف دیجائیگی جیسے وقف کی تعمیر و مرمت کرانا اور اُسکا کرایہ پر چلانا اور اسکی آمدنی وصول کرنا اور حق وجہوں پر وقف ہی انپر تقسیم و صرف کرنا کذا فی الحاوی۔ اور اُسکو نچاہیے کہ ان کامون مین کچھ تقصیر کرے اور وہ جو وکیل لوگ یا مزدور لوگ کرتے ہین تو اُسکو ایسا کرنا نہین پہونچتا ہی یہ محیط مین ہی حتی کہ اگر اُسنے کسی عورت کو متولی کیا اور اُسکے واسطے کوئی اُجرت معلومہ مقرر کی تو اُسکو ویسی ہی تکلیف دیجائیگی جیسے رواج کے موافق عورتین کر سکتی ہین۔ اور اگر وقف کے مستحقون نے قیم سے نزاع کیا اور حاکم سے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ مال اسکے واسطے بمقابلہ اسکے کام کے قرار دیا ہی اور یہ شخص کام نہین کرتا ہی تو حاکم اسکو ایسے کام کرنیکی تکلیف نہ دیگا جو متولی لوگ نہین کیا کرتے ہین یہ بحرالرائق مین ہی۔ اور متولی کو کوئی مرض مثل جنون یا اندھے ہو جانے یا گونگے ہو جانیکے لاحق ہوا پس اگر باوجود اسکے وہ کام کرنیکا حکم دے سکتا اور ممانعت کر سکتا ہی تو اجرت قائم رہیگی اور اگر اس سے یہ نہو سکے تو اسکو اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر متولی مین کسی نے طعن کیا تو قاضی اسکو متولی ہونیسے خارج نکریگا الاجبکہ اُس سے کوئی خیانت ظاہر ہو پس جب اسکو خارج کیا تو اُس سے وہ اُجرت جو وقف کرنیوالے نے اسکے واسطے وقف کا کام انجام دینے کے مقابلہ مین مقرر کی تھی قطع کردیگا

[1] یعنی علم ہوا یا اسکا اقرار پایا گیا ۱۲ [2] قال المترجم بعض نے کہا کہ نصف یا زائد غبن فاحش ہی اور بعض نے کہا کہ ایک درم یا زائد غبن فاحش ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور جس متولی کو قاضی نے خارج کیا اگر وہ پھر صالح ہو جاوے تو پھر اسکو ولایت وقف دیدیگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر
چاہا کہ اسکے ساتھ دوسرا آدمی کار وقف مین داخل کرے یعنے دونون آدمی کام انجام دین اور اس مال مین سے تھوڑا اسکے
واسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہین ہی اور اگر یہ مال جو اسنے بیان کیا ہی وہ قلیل ہو جسمین اول کے لیے تنگی ہو پس حاکم کی
راے مین آیا کہ اس دوسرے کیواسطے جسکو داخل کیا ہو وقف کے غلہ مین سے کچھ مقرر کردے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین اور اگر
وقف کرنیوالے نے اس متولی کیواسطے جو وقف کا کام کرتا ہی اسکے کام کے مقابلہ مین سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا اور یہ
مال جو وقف کرنیوالے نے اسکے واسطے مقرر کیا ہی اسکے اجر المثل سے زائد ہے تو یہ جائز ہی اور اسی صورت مین اسکا اجر المثل
نہ دیکھا جائیگا اور جو شخص وقف کا نگہبان مقرر کیا گیا ہی اسکو اختیار ہی کہ وقف کے امور مین سے جو کام اسکے اختیار مین ہی
اُسکے واسطے کسیکو وکیل کردے جو بجاے اسکے اس کام کو انجام دے اور وقف مین سے جو اسکو ملتا ہی اسمین سے اس وکیل
کیواسطے کچھ مقرر کردے۔ اور اسکو اختیار رہیگا کہ جب چاہے اس وکیل کو معزول کردے اور چاہے اُسکی جگہ دوسرا
بدلدے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے امر وقف کے کام سرانجام دینے والے قیم کیواسطے مال مقرر کردیا
پھر اس قیم نے کسی دوسرے کو قیم مقرر کیا اور یہ مال اسی کے واسطے کردیا تو یہ جائز نہین ہی[1] الا اُس صورت مین کہ وقف
کرنیوالے نے اسکو ایسا اختیار دیدیا ہو یہ حاوی مین ہی اور اگر اس قیم نے کسیکو وقف کے کام مین وکیل کیا یا کسیکو سلیے
اپنا وصی کردیا اور جو کچھ وقف کرنیوالے نے اسکے لیے مقرر کیا تھا وہ سب یا اسمین سے کچھ اس وکیل یا وصی کیواسطے کردیا
پھر اسکو جنون مطبق ہو گیا تو اُسکی توکیل و وصیت باطل ہو جائیگی اور مال مین سے جو کچھ اُسنے وصی یا وکیل کے واسطے
مقرر کیا ہی وہ وقف کے غلہ مین واپس جائیگا لیکن اگر واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ جب یہ مال قیم کی طرف سے منقطع
ہو تو فلان راہ مین صرف کیا جاوے تو یہ مال اسی راہ مین صرف کیا جائیگا اور وقف کے غلہ مین واپس داخل
نہ کیا جائیگا یہ بحر الرائق مین ہی اور قاضی کیطرف رجوع کیا جائیگا کہ وہ کسی قیم کو مقرر کردے یہ فتح القدیر مین ہی اور واضح ہو
کہ جنون مطبق ایسا جنون ہی جو ایک سال کامل برابر رہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ایک سال اسکی عقل زائل رہی اور کار
وقف کے سرانجام سے عاجز رہا پھر اسکی عقل اسکی طرف عود کر آئی اور وہ چنگا ہو گیا تو مثل سابق کے وہ اس وقف کے قیام
مین مقرر ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر حاکم کے نزدیک یہ بات صحیح ٹھہری کہ یہ متولی اس وقف کے کام کے لائق نہین ہی پس
اسکو حاکم نے خارج کردیا اور بجاے اسکے دوسرا متولی مقرر کیا پھر حاکم کی جگہ دوسرا حاکم آیا پس معزول شدہ متولی نے دعوی
کیا کہ جو حاکم تجھسے پہلے تھا اُسنے بدون اسکے کہ مجھپر ایسی کوئی بات ثابت ہو جسسے مین خارج کیے جانیکا مستوجب ہون مجھے اس
وقف سے خارج کیا ہی تو اُسکا دعوی مسموع نہ ہوگا و قول قبول نہ ہوگا ولیکن دوسرا حاکم اس سے فرماویگا کہ تو میرے سامنے یہ
ثابت کرکہ تو اس وقف کے کام سرانجام دینے کے لائق ہی تاکہ مین تجھے اسکے قیام مین واپس مقرر کردون پھر اگر
اس حاکم کے نزدیک صحیح ہوا کہ یہ اسکے لائق ہی تو اسکو دوبارہ اُسکی جگہ پر مقرر کردے اور جب مقرر کیا تو اس وقف کی آمدنی سے

[1] یعنے دوسرے قیم کا مقرر کرنا بھی اور یہ مال اُسکا کرنا بھی دونون علیحدہ علیحدہ جائز نہین ۱۲ منہ [2] برابر رہتا ہی افاقہ نہین ہوتا ہی
وقیل ایک سال کامل گذرے تو جنون مطبق ہی اور ماہ کامل کا قول قوی ہی ۱۲ منہ

اُسکے واسطے جو مال مقرر تھا وہ جاری کر دے یہ ذخیرہ مین ہے اور اسیطرح اگر حاکم نے اسکو بسبب فاسق ہونے و خائن ہونیکے خارج کیا پھر اُسنے ایک مدت کے بعد اللہ تعالی سے توبہ کی اور گواہ قائم کئے کہ یہ شخص اب اس کام کی اہلیت رکھتا ہے تو حاکم اسکو اُسکی جگہہ پر دوبارہ مقرر کر دیگا یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر قاضی نے اُس قیم کو جسکو وقف کنندہ نے مقرر کیا ہے اور اُسکے واسطے وقف سے اسکے کام سے زائد مال مقرر کر دیا ہے کسی وجہ سے خارج کر دیا اور بجاے اسکے دوسرا مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اس مقرر شدہ کیواسطے وقف مین سے جسقدر قیم سابق کو ملتا تھا اُسمین سے بطور معروف یعنی بقدر اجر المثل کے اسکو دیگا اور باقی کو وقف کی حاصلات مین داخل کر دے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ قیم کیواسطے اسقدر مال جو مین نے اسکے واسطے مقرر کیا ہے وقف سے برابر جاری رہیگا اگرچہ قاضی اُسکو وقف کے متولی ہونیسے خارج کر دے یا کہا کہ جب یہ مرجاوے تو اُسکی اولاد و اولاد کی اولاد کا بھی برابر جاری رہیگا تو یہ شرط صحیح ہے یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے آزاد کیے ہوئے مملوکون پر کوئی وقف صحیح کیا پھر وقف کرنے والا مر گیا اور قاضی نے یہ وقف کسی قیم کے قبضہ مین دیا اور وقف کی آمدنی کا دسوان حصہ اس قیم کیواسطے مقرر کیا اور وقف مین سے ایک طاحونہ ہے جو ایک مستاجر کے قبضہ مین مقاطعہ پر ہے اور اسمین قیم کی کوئی حاجت نہین ہے اور یہ طاحونہ جنپر وقف ہے وہ لوگ خود اُسکی آمدنی وصول کرتے ہین تو اس طاحونہ کی آمدنی کا دسوان حصہ اس قیم کیواسطے واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر قاضی معزول کیا گیا اور قیم نے دعوی کیا کہ اسنے میرے واسطے اسقدر ماہواری یا سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اُسکی تصدیق کی تو بدون گواہون کے قبول نہوگا پھر جو کچھ اسکے واسطے مقرر کیا تھا اگر اسکے کام کا اجر المثل ہے یا کم ہے تو دوسرا قاضی اسکو دیا کریگا ورنہ بقدر زیادتی کے کم کرکے باقی اسکو دینے کا حکم دیگا۔ اور قیم ہمیشہ اپنے کام کے اجر المثل کا مستحق ہوگا خواہ قاضی یا اہل محلہ نے اسکے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو ہو اسطے کہ بظاہر وہ قیم ہونا بدون اجرت کے قبول نہ کریگا اور جو امر معہود ہوتا ہے وہ مثل مشروط کے ہوتا ہے یہ قنیہ مین ہے مجموع النوازل مین مذکور ہے کہ جو شخص قاضی کی جانب سے متولی ہو اگر خود ہی اُسنے اس کام سے انکار کیا اور باز رہا اور یہ امر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا تاکہ اسکو معزول کرکے دوسرے کو اُسکی جگہ مقرر کرے پس آیا وہ متولی ہونیسے خارج ہوگا یا نہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ خارج نہوگا اور اگر وہ مال وقف جو وقف کی زمین وغیرہ قبول کرنیوالونپر چاہیے ہے اسکو تقاضا کرکے وصول کرنیسے اثناء ماہ تک باز رہا پس آیا اسمین وہ گنہگار ہوگا یا نہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہین۔ پھر اگر جنہونے قبول کیا تھا جنپر مال کثیر حق قبالہ چڑھ گیا تھا بھاگ گئے پس متولی اسکا ضامن ہوگا یا نہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہین یہ ظہیریہ مین ہے۔ متولی وقف نے اگر غلہ وقف وصول کر لیا پھر مر گیا اور بیان نہ کیا کہ اُسنے یہ غلہ کیا کیا ہے تو ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی اراضی عبداللہ وزید پر صدقہ وقف کی تو اُسکا غلہ انھین دونو نکے لیے ہوگا پھر جب دونون مر گئے تو سب غلہ فقیرونکے لیے ہو جائیگا اور اگر ان دونون مین سے ایک مر گیا تو نصف غلہ فقیرونکے لیے ہوگا اور اگر اُسنے عبداللہ وزید و عمرو ایک جماعت کا نام لیا تو غلہ ان سبھون مین انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا پھر اگر انمین سے ایک مر گیا تو اُسکا حصہ فقیرونکا ہوگا اور جو باقی رہا وہ ان باقیون پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے

سلہ کارپرداز و نگران یا اصلاح کنندہ ۱۲ سلہ یعنی اُسکی اجرت معین مقرر ہو چکی ہے جس مین کمی بیشی نہین ہو سکتی جسکو ہمارے عرف مین در اور شرح کٹا ہوا بولتے ہین ۱۲

اولاد عبداللہ پر وقف کیا اور انکا نام بتعداد بیان نکیا تو جبتک عبداللہ کی اولاد مین سے ایک بھی رہیگا تب تک فقیرونکو کچھ نہ ملیگا
یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر اُسنے زید و عمرو کو بیان کیا اور نصف زید کیواسطے اور دو تہائی عمرو کیواسطے قرار دیا اور خاموش رہا تو
تمام غلہ بطریق عول کے سات حصو نپر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے زید کو اور چار حصے عمرو کو ملینگے اور اگر کہا کہ زید کیواسطے
نصف اور عمرو کیواسطے ایک تہائی ہی اور خاموش رہا تو جو کچھ ہر ایک کیواسطے بیان کیا ہی وہ اسکو دیکر باقی دونون مین
نصفا نصف تقسیم کردیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی زید و عمرو پر صدقہ موقوفہ ہی اور عمرو کیواسطے
اُسمین سے تہائی غلہ ہی یا کہا کہ عمرو کیواسطے اسمین سے سو درم ہین تو عمرو کو اسیقدر ملیگا جو اسکے واسطے بیان کیا ہی اور باقی دوسرے
کو جس سے سکوت کیا ہی دیا جائیگا اور اسیطرح ہر چیز مین جسمین بیان کردیا ہو یہی طریقہ ہی کہ جسکے واسطے کچھ بیان کردیا ہی اسکو
اسیقدر جو بیان کیا ہی دیا جائیگا اور باقی دوسرے کو جسکے واسطے کچھ بیان نہین کیا ہی ملیگا۔ اور اگر کہا کہ زید کیواسطے اسمین سے
سو درم اور عمرو کیواسطے دو سو درم ہین حالانکہ مجموعہ آمدنی تین سو درم سے کم ہی تو جو کچھ حاصلات ہی وہ دونوںکے درمیان تین تہائی
تقسیم ہوگی۔ اور اگر غلہ اُس سے زیادہ ہو تو جو کچھ ہر ایک کیواسطے بیان کیا ہی وہ اسکو دیکر باقی دونون مین نصفا نصف
تقسیم ہوگا یعنے سب پر مساوی بانٹ دیا جائیگا اور جو کچھ ہر ایک کیواسطے بیان کیا ہی اسکے حساب سے باقی تقسیم نہوگا اور اگر کہا کہ یہ
صدقہ موقوفہ ہی جسمین سے زید کیواسطے سو درم اور عمرو کیواسطے دو سو درم ہین تو نمین سے ہر ایک کو اسیقدر دیا جائیگا جو اس کے واسطے
بیان کیا ہی اور باقی سب فقیرونکے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ اسمین زید کے واسطے
سو درم اور عمرو کے واسطے باقی ہی پھر حاصلات مین فقط سو درم آئے تو زید کو دیے جاوینگے اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور
اسیطرح اگر کہا کہ اسمین زید کیواسطے سو درم ہین اور عمرو کیواسطے کچھ بیان نکیا پھر غلہ فقط سو درم آیا تو زید کو ملیگا اور عمرو کو کچھ
نہ ملیگا اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہی اسمین عبداللہ کیواسطے نصف غلہ اور زید کیواسطے سو درم ہین تو عبداللہ کو نصف غلہ دیا جائیگا
اور باقی نصف مین سے زید کو سو درم ملینگے اور جو باقی رہا وہ فقیرونکے واسطے ہوگا اور اگر آمدنی مین[1] فقط سو درم ہون
تو سب زید کو ملجاوینگے اور عبداللہ کو کچھ نہ ملیگا اور اگر آمدنی دو سو درم ہون تو عبداللہ کے واسطے سو درم اور زید کیواسطے
سو درم ہونگے اور فقیرون کیواسطے کچھ نہوگا اور اگر آمدنی کے[2] تین سو درم ہون تو زید کیواسطے سو درم اور باقی عبداللہ کیواسطے
ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے قرابتی فقیرون پر ہی تو اسمین سے ہر ایک کو جو اسکے کھانے
و کپڑے کیواسطے بطور معروف کافی ہو اسقدر دیا جائیگا پس جسقدر ہر ایک کیواسطے کافی ہوتا ہی ہر ایک کیواسطے اسیقدر
حساب لگا کر سب لوگ اُسکی آمدنی[3] مین حصہ دار ہونگے پس اگر غلہ اسقدر ہو کہ اُسمین سے ہر ایک کو قدر کفایت پہنچتا ہی تو
ہر ایک کو اُسکا قدر کفایت دیا جائیگا اور اگر کم ہو تو اسی حساب سے شریک کیے جاوینگے اور غلہ انکی قدر کفایت سے زائد ہو تو بڑھتی
سب پر مساوی تعداد پر حصہ لگا کر برابر تقسیم ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی پس ہر سال جو کچھ

---

[1] اور اسیطرح اگر سو سے کم ہون تو بھی یہی حکم ہی ۱۲ [3] قال المترجم مثلاً ایک کا قدر کفایت ۴ اور دوسرے کا ۸۔ اور تیسرے کا ۱۲ ہی اور
آمدنی ۲۴ ہو تو ہر ایک کو اُسکی قدر کفایت دیا جائے گا اور اگر آمدنی ۱۸ ہو تو ۴ والے کو ۳۔ اور دوم کو اور سوم کو ۹ دیے جاوین
اور اگر آمدنی ۳۳ ہی تو ۴ قدر کفایت ہر ایک کو دیے جاوین اور باقی ۹ سب پر ۳ حصے مساوی کردیے جاوین کہ
ہر ایک کو دو دو دیے جاوین علی ہذا القیاس ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ اسمین غلہ پیدا فرمائے اسمین سے میری قرابت کے ہر فقیر کو ہر سال اسقدر دیا جائے جو اسکے کھانے و کپڑے کو بطور معروف کافی ہو پھر اسطرح تقسیم کے بعد آمدنی بڑھی تو یہ بڑھتی فقیرونکی ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی پس جو کچھ اسکا غلہ پیدا ہو پس زید و عبداللہ کیواسطے ہزار درم ہین عبداللہ کے واسطے اسمین سے سو درم ہین پھر اسکی آمدنی مین ہزار درم آئے تو اسمین سے عبداللہ کے سو درم ہونگے اور باقی زید کیواسطے ہونگے اور اگر اسکی آمدنی مین پانچسو درم حاصل ہوئے تو پانچسو درم دونو نکے درمیان دس سہام پر تقسیم ہونگے جسمین سے ایک حصہ فقط عبداللہ کو ملیگا اور باقی زید کو ملینگے اور اگر اُسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اسمین آمدنی عطا فرماوے اسمین سے ہر سال ہزار درم نکالے جاوین جسمین سے عبداللہ کو سو درم دیئے جاوین اور باقی زید کیواسطے ہونگے پھر اسکی آمدنی ہزار درم سے کم آئی تو پہلے عبداللہ کو سو درم دیدیے جاوینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ سب زید کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بچا تو زید کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا ہو کہ پس وہ واسطے عبداللہ و مساکین کے ہی تو نصف واسطے عبداللہ کے اور نصف واسطے مسکینون کے ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اُسکی آمدنی پیدا فرماوے پس یہ عبداللہ و فقیرون و مسکینونکے واسطے ہی تو امام ابو یوسف رح کے قول پر نصف حاصلات عبداللہ کی اور نصف واسطے فقیرون و مسکینونکے ہوگی اور یہی شیخ ہلال کا قول ہی اور امام اعظم کے قول پر ایک تہائی عبداللہ کی اور تہائی فقیرونکی اور تہائی مسکینونکی ہوگی اور بنا بر قول امام محمد رح کے آمدنی کے پانچ حصے کیے جاوینگے جسمین سے ایک حصہ عبداللہ کا اور دو حصے فقیرونکے اور دو حصے مسکینونکے ہونگے اور اُسکی نظیر جامع کی کتاب الوصایا مین ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور میرے پڑوسیون اور میرے آزاد کیے ہوؤن اور مسکینونکے ہی تو قرابت مین سے ہر ایک اور پڑوسیون مین سے ہر ایک اور آزاد کیے ہوؤن مین سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ کے ساتھ اور مساکین سب کے سب ایک حصہ کے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور واسطے مساکین کے ہی تو قرابت مین سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ سے اور جملہ مساکین ایک حصہ سے شریک کیے جاوینگے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ فقیرون اور قرضہ سے لدے ہوؤن اور فی سبیل اللہ اور گردنین آزاد کرنیکے واسطے ہی تو امام محمد رح کے نزدیک انمین سے ہر فریق دو سہام سے شریک کیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک ایک حصہ سے شریک کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ وجوہ صدقات پر ہی تو وجوہ صدقات وہ ہین جو قرآن مجید مین آیت زکوۃ مین مذکور ہین چنانچہ کتاب الزکوۃ مین باب المصرف مین مفصل ذکر ہوا ہی و لیکن فرق اتنا ہی کہ وقف کی صورت مین عاملونکا حصہ نہ پایا جائیگا اور جنکی تالیف قلوب مقصود ہوتی ہی وہ تو زکوۃ و وقف سب سے جاتے رہے ہین پس انکے سوا کے جو باقی قسمین ہی ہین اُنپر تقسیم کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا ہو کہ وجوہ صدقات و وجوہ البر پر وقف ہی تو فقراء و مساکین ایک حصہ سے اور گردنین آزاد کرانے کے واسطے ایک حصہ سے اور قرضہ سے لدے ہوؤن کیواسطے ایک حصہ سے اور فی سبیل اللہ ایک حصہ سے اور ابن السبیل یعنے مسافر کے لیے ایک حصہ سے اور وجوہ البر کیواسطے تین حصہ سے شرکت رکھی جائیگی۔ اور اگر اسنے کہا کہ واسطے فقیرون و قرض سے لدے ہوؤن اور فی سبیل اللہ اور حج کے صدقہ موقوفہ ہی اور انہین سے ہر ایک کیواسطے کچھ درم معلوم بیان

کر دیے پھر اسکی آمدنی اس سے زیادہ ہوئی تو جسقدر زائد ہے وہ ان سب وجوہ کی تعداد پر تقسیم ہو کر ہر وجہ مین مساوی بڑھایا جائیگا
یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی کسی شخص پر وقف کی اور شرط کی کہ اسکو ماہواری بقدر اسکی کفایت کے دیا جاوے
حالانکہ اس شخص کے عیال نہین ہین پھر اسکے عیال ہو گئے تو اسکو اسکی اور اسکے عیال کی کفایت کے لائق دیا جایا کرے گا
یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کسی نے ایک قوم پر وقف کیا مگر انھون نے قبول نہ کیا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو کل
سب نے رد کر دیا دوم آنکہ بعض نے رد کیا پس اگر سب نے رد کر دیا تو وقف جائز رہیگا اور غلہ فقیرونپر تقسیم ہوگا اور اگر
بعض نے رد کیا تو دیکھا جاوے کہ جس لفظ سے انپر وقف کیا ہے یہ لفظ ان باقیونپر جنھون نے قبول کیا ہے بولا جاتا ہے
تو پورا غلہ انھین باقیونکا ہوگا اور اگر یہ لفظ ان باقیونپر نہین بولا جاتا ہے تو جنھون نے نہین قبول کیا ہے اُنکا حصہ
فقیرونپر صرف کیا جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر اُسنے اولاد عبد اللہ پر وقف کیا پس بعض اولاد نے قبول نہ کیا تو
تمام غلہ باقیونپر تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے زید و عمرو پر وقف کیا پس زید نے قبول نہ کیا تو اُسکا حصہ فقیرونپر تقسیم ہوگا
یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ اولاد عبد اللہ و اسکی نسل پر ہے پس سب نے ایکبارگی
قبول نہ کیا تو یہ غلہ فقیرونکا ہوگا پھر غلہ اسکے بعد پیدا ہوا پس اُنھون نے قبول کیا تو غلہ انکے واسطے ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے
اور اگر اسکے بعد اُسکا کوئی بچہ پیدا ہوا پس اُسنے قبول کیا تو غلہ اُسکا ہوگا یہ محیط مین ہے پس اگر اُسنے ایک سال غلہ قبول کیا پھر کہا کہ
مین نہین قبول کرتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے اور اُسکا رد کرنا کچھ موثر نہوگا اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ لی ہوئی آمدنیون
کے حق مین یہ جواب صحیح ہے اسواسطے کہ وہ سب اسکی ملک ہو گئی ہین پس انکو رد نہین کر سکتا ہے اور رہے وہ غلات جو آیندہ
پیدا ہونگے تو انمین اسکی کچھ ملک نہین ہے ہان فقط حق اسکا انمین ثابت ہے اور خالی حق اگر رد کیا جاوے تو رد ہو سکتا ہے
یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر زید پر اور اُسکے بعد اُسکی نسل پر وقف کیا ہو پس زید نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون نہ اپنے نفس کے
واسطے اور نہ اپنی نسل کیواسطے تو اپنے نفس کے واسطے اُسکا رد کرنا جائز ہے اور اسکی نسل و اولاد کے حق مین اسکا رد کرنا
نہین جائز ہے اگرچہ اُسکا فرزند صغیر ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین ایک سال قبول کرتا ہون تو ایسا ہی ہوگا
جیسا اُسنے کہا ہے اور اُسکا قبول کرنا فقط ایک سال کیواسطے موثر ہوگا اور اسیطرح اگر اُسنے کہدیا کہ اسکے ماسوائے مین قبول
نہین کرتا ہون تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔ اسیطرح اگر کہا کہ مین نصف آمدنی قبول کرتا ہون اور نصف نہین قبول
کرتا ہون تو بھی اُسکے قول کے موافق ہوگا۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے کہا کہ عبد اللہ و زید پر جبتک دونون زندہ رہین پھر
دونون مین سے ایک مرگیا تو دوسرے کا نصف اسکو بحالہ ملیگا اور اُسکا یہ کہنا کہ جبتک دونون زندہ رہین اُسکے دوسرے کا
حصہ باطل نہوگا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ عبد اللہ اور اسکے بعد زید پر وقف ہے پھر عبد اللہ نے اس وقف کے قبول کرنیسے انکار کیا تو
وہ زید کیواسطے ہوگا اور اگر عبد اللہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا اور زید نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو وہ عبد اللہ کے
واسطے جبتک زندہ رہے برابر جاری رہیگا اور جب عبد اللہ مرجاوے تو وہ فقیرونکے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے۔

سلہ مترجم کہتا ہے کہ ایک نسخہ مین قولہ لا اقبل سنۃ کے بعد ہی متصل قولہ ولا اقبل فیما سوی ذلک ذکر کیا ہے اور میرے گمان مین یہ غلطی کاتب کی ہے
فافہم اقال المترجم فی النسخۃ بعد قولہ لا اقبل سنۃ ذکر متصلاً قولہ ولا اقبل فیما سوی ذلک واظن انہ غلط الکاتب فافہم ۱۲ منہ

چھٹا باب وقف مین دعوی وشہادت کے بیان مین ۔ اور اسمین دو فصلین ہین فصل اول دعوی کے بیان مین

اگر کسی نے ایک زمین فروخت کی پھر کہا کہ مین اسکو وقف کر چکا تھا یا کہا کہ یہ زمین میرے اوپر وقف ہی پس اگر اسپر گواہ قائم نہ ہوے اور اُسنے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو ایسا نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ قسم لینے کی شرط یہ ہے کہ پہلے صحیح دعوی ہولے حالانکہ یہان بسبب تناقض کے دعوی صحیح نہ ہوا اسلیے کہ وقف مقتضی عدم ملک وبطلان بیع ہی اور خود یہان بیع کی ہی جو مقتضی ملک ہی اور اگر اُسنے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے تو مختار یہ ہی کہ گواہ سنے جاوینگے اسواسطے کہ دعوی اگرچہ بسبب تناقض کے باطل ہوا ہی مگر گواہی باقی رہی ہی کہ وقف پر بدون دعوی کے گواہی سنی جاتی ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور جب گواہی مسنکر[1] قبول ہوئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ واقعات حسامیہ مین ہی اور فتاوی نسفی مین یہ ذکر فرمایا کہ وقف پر گواہی بدون دعوے کے صحیح ہی اور اسکو مطلقاً فرمایا کوئی تفصیل نہین فرمائی حالانکہ علی الاطلاق یہ جواب صحیح نہین ہی بلکہ صحیح اس تفصیل سے ہی کہ ہر وقف جو حق[2] اللہ تعالی ہو اُسپر بدون دعوی کے گواہی صحیح ہی اور ہر وقف جو حق العباد ہو تو اُسکے وقف ہونے پر بدون دعوی کے گواہی صحیح نہین ہی کذا فی الذخیرہ اور شیخ رشید الدین نے یہ تفصیل ذکر کرکے کہا کہ امام فضلی رح نے اسیطرح تفصیل فرمائی ہی اور یہی مختار ہی اور یہ امام ابو الفضل کرمانی کا فتوی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی اور اس صورت مین مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ ثمن وصول[3] کرنیکی غرض سے اس اراضی کو اپنے قبضہ مین روک رکھے یہ تاتارخانیہ مین ہی ۔ اور اگر بائع نے دعوی کیا کہ یہ اراضی فلان مسجد پر وقف ہی اور گواہ پیش کیے تو قبول ہونگے اور بیع ٹوٹ جائیگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین اور بعض نے فرمایا کہ بائع کے کلام مین تناقض نہوگا اور وہ تناقض نہین قرار دیا جائیگا اور اول اصح ہی یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اور اگر اُسنے یہ کہا کہ یہ زمین مجھپر[4] وقف ہی تو شیخ نسفی نے اپنے فتاوی مین ذکر فرمایا ہی کہ ایسا دعوی بالکل سرے سے مسموع نہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر اُسنے دوسرے سے کہا کہ یہ اراضی تجھپر وقف ہی پھر اسکے بعد دعوی کیا کہ مجھپر وقف ہی تو اسکا دعوی مسموع نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اور اگر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ملک ہی مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہی پھر دعوی کیا کہ اسکو میرے باپ نے مجھپر وقف کیا ہی تو بسبب تناقض[5] کے دعوی مسموع نہوگا ۔ اور اگر وقف کیے ہوے مکان کا متولی ہونا قبول کیا یا کسی ترکہ کا وصی ہونا قبول کیا اور یہ قبول کرنا بعد اس امر سے آگاہ ہونے اور یقین جاننے کے تھا کہ یہ ترکہ ہی یا وقف ہی پھر دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی تو دعوی مسموع نہوگا اور اگر پہلے وقف ہونیکا دعوی کیا پھر میراث ہونیکا دعوی کیا تو بھی دعوی مسموع نہوگا لیکن اگر اُسنے دونون دعوون مین اسطرح توفیق دی اور بات بنائی کہ میرے باپ نے پہلے مجھپر وقف کیا تھا لیکن یہ وقف لازم نہین ہی پھر پایا تھا کہ میرا باپ مر گیا تو یہ دعوی قبول ہوگا اور اگر کسی مکان یا زمین کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ہی پھر دعوی کیا کہ یہ وقف ہی تو صحیح جواب یہ ہی کہ اگر اُسنے اس عقار کے رقبہ[6] کا دعوی بسبب اپنے متولی ہونیکے کیا تھا تو دونون دعوون مین توفیق ہو سکتی ہی اسواسطے کہ عادت

---

[1] یعنے بیع باطل ہونے کا حکم دیا جائیگا ۱۲ [2] یعنے اسکے وقف ہونے پر ۱۲ [3] یعنے واپس لینے تک ۱۲ [4] یعنی مجھپر کا لفظ نہ کہا ۱۲ منہ [5] اصل مین ادعی الوقفیہ ہی اور یہ غلط کاتب ہی اور میرے نزدیک صحیح دعوی ردیہ ہی ۱۲ منہ [6] تناقض دو باتین ایسی باہم ایک دوسرے کی مخالف ہون کہ کسی راہ سے دونون نہ بن سکتی ہون ۱۲ منہ

کے موافق وقف کو متولی اپنی طرف نسبت کرتا ہی بدین اعتبار کہ اسکو اسمین تصرف کا اور اسکی بابت خصومت کرنیکا اختیار حاصل ہوتا ہی اور اگر کسی مکان کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی پھر دعوی کیا کہ یہ وقف ہی کہ اسکو فلان شخص نے فلان مسجد پر وقف کیا ہی تو وقف کا دعوی مسموع نہوگا یہ خزانۃ المفتین و فصول عمادیہ مین ہی اور فتاوی النسفی مین مذکور ہی کہ اگر زمین کے مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ یہ زمین وقف ہی اور تو نے میرے ہاتھ اسکو جب فروخت کیا تو بغیر حق فروخت کیا ہی تو فرمایا کہ مشتری کو اس خصومت کا اختیار نہین ہی بلکہ اسکا اختیار متولی کو ہی اور اگر اسکا کوئی متولی نہو تو قاضی ایک متولی مقرر کریگا جو اُس سے مخاصمہ کریگا اور وقف ہونیکو ثابت کریگا پس جب یہ بات ثابت ہوگئی تو بیع کا باطل ہونا ظاہر ہوجائیگا پس مشتری اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی متولی نے مشتری پر دعوی کیا کہ یہ مکان وقف ہی فلان کی اولاد پر اور اُسنے مشتری پر استحقاق ثابت کیا پس مشتری نے چاہا کہ بائع سے ثمن واپس لے پس بائع نے کہا کہ ہان فلان نے اسکو فلان مذکور کی اولاد پر وقف کیا تھا لیکن جب وقف کرنیوالا مر گیا تو اسکے وارثون نے قاضی کے حضور مین مقدمہ پیش کیا حتی کہ قاضی نے اُسکے وقف کے باطل ہونیکا حکم دیدیا اور مین وقف کنندہ کا وارث تھا پس ہم سب نے ترکہ کو باہم تقسیم کیا تو یہ مکان میرے حصہ مین آیا پس میری بیع صحیح واقع ہوئی ہی تو اُس سے دعوی وقف مندفع ہوجائیگا اور مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر وقف کا دعوی کیا یا گواہون نے وقف کی گواہی دی اور انھون نے وقف کرنیوالیکو بیان نہ کیا تو خصاف نے ادب القاضی کے باب تحضیر الخاصر من دیوان القاضی المعزول مین ذکر فرمایا ہی کہ وقف کا دعوی اور وقف پر گواہ بدون بیان وقف کرنے والے کے صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک نے دعوی کیا کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہی تو دعوی مسموع نہوگا اور یہ جو مذکور ہی کہ دعوی مسموع ہوگا تو یہ اسی شخص سے مسموع ہوگا جو متولی ہو اور فتاوی مین لکھا ہی کہ اگر اُسنے دعوی کیا کہ مجھپر وقف ہی تو دعوی مسموع ہوگا ولیکن اول اصح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور شیخ رشید الدین نے فتاوی مین ذکر فرمایا ہی کہ جب کہ اُسنے دعوی کیا کہ یہ مجھپر وقف ہی پس اگر اُسکا دعوی باجازت قاضی ہو تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور اگر قاضی کی بغیر اجازت ہی تو اسمین دو روایتین ہین جنمین سے اصح یہ ہی کہ ایسا دعوی نہین صحیح ہی اسلیے کہ اُسکا حق فقط اسکی آمدنی سے متعلق ہی اور کچھ نہین ہی پس اسکو کسی چیز کیواسطے خصم نہین ہوسکتا ہی۔ اور اگر ایک جماعت پر وقف ہو پس انمین سے ایک نے بدون اجازت قاضی کے دعوی کیا کہ یہ وقف ہی تو نہین صحیح ہی اور اسمین بھی ایک روایت ہی کوئی مختلف روایت نہین ہی اور نیز فتاوی رشید الدین مین مذکور ہی کہ جو شخص وقف کی آمدنی کا مستحق ہی تو اُسکی آمدنی کا دعوی نہین کرسکتا ہی بلکہ اسکا دعوی متولی کرسکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ وقف والے نے اگر چاہا کہ وقف کے معاملات مین دعوی کی سماعت کرے اور گواہ سُنے پھر یا قسم سے باز رہنے پر حکم کرے تو دیکھا جائیگا کہ اگر سلطان نے اسکو یہ اختیار دیا ہی خواہ صریح یا بدلالت ثابت ہو تو اُسکا حکم جائز ہوگا ورنہ نہین یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ ایک زمین ایک حاضر کے قبضہ مین ہی اور دوسری زمین ایک دوسرے کے قبضہ مین ہی جو غائب ہی پس زید نے اس حاضر پر دعوی کیا کہ یہ دونون زمینین مجھپر وقف ہین کہ ان دونونکو اسکے دادا نے مجھپر اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہی تو شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اگر

گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ دونوں زمینیں وقف کرنیوالے کی تھیں اور اُسنے ان دونوں کو ایک ساتھ وقف کیا ہی تو دونوں زمینوں کے وقف ہونیکا حکم دیا جائیگا اور اگر گواہوں نے انکے جدا جدا وقف کرنیکی گواہی دی تو فقط اسی زمین کے وقف ہونیکا حکم دیگا جو حاضر کے قبضہ میں ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ دو بھائیوں کے درمیان ایک وقف ہی جنمیں سے ایک مرگیا اور یہ وقف میت کی اولاد اور دوسرے زندہ کے پاس رہا پھر زندہ نے اپنے بھائی کی اولاد میں سے ایک کے اوپر گواہ قائم کیے کہ یہ وقف بطنًا بعد بطن ہی یعنے جب اول پشت والے گذر جاویں تب دوسری پشت والونکو ملے اور حال یہ ہی کہ باقی اولاد برادر میت غائب ہیں اور وقف کرنیوالا ایک اور وقف ایک ہی تو گواہ مقبول ہونگے اور بھائی کا یہ فرزند جو حاضر جسپر دعوی کیا ہی یہ سب باقیونکی طرف سے بھی خصم ہوگا اور اگر برادر میت کی اولاد نے گواہ دیے کہ یہ وقف ہمپر اور تجھپر مطلقًا ہی یعنی بطنًا بعد بطن کی قید نہیں ہی تو برادر زندہ یعنے جسنے بطنًا بعد بطن وقف کے گواہ قائم کیے ہیں اُسکے گواہ اولی ہونگے یعنی وہی مقبول ہونگے یہ قنیہ میں ہی۔ ایک باغ انگور زید کے قبضہ میں ہی اُسکا عمرو نے دعوی کیا پس زید نے کہا کہ میں نے اس باغ کو وقف کے شرایط کے ساتھ وقف کیا ہی اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں پس عمرو نے زید سے قسم طلب کی تو اگر عمرو نے اس غرض سے قسم چاہی ہی کہ اگر یہ قسم سے انکار کرے تو میں باغ مذکور لے لوں تو زید پر قسم عائد نہ ہوگی اور اگر اس غرض سے قسم چاہی ہی کہ اگر انکار کرے تو اس سے قیمت لے لوں تو زید پر قسم عائد ہوگی یہ مضمرات میں ہی۔ ایک بیت[1] نیچے اور پر دوسرا بیت ہی اور یہ بیت متصل مسجد ہی کہ مسجد کی صف نیچے والے بیت کی صف سے متصل ہی اور نیچے والے بیت میں گرمیوں و جاڑوں میں نماز پڑھی جاتی ہی پھر اہل مسجد نے اور ان لوگوں نے جو اوپر والے بیت میں رہتے ہیں اختلاف کیا اور اوپر کے بیت والوں نے کہا کہ یہ ہماری ملکیت میں بطریق میراث آیا ہی تو قول انھیں کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہی۔ زید نے ایک مکان پر جو عمرو کے قبضہ میں ہی دعوی کیا کہ یہ مکان اپنی اصل و عمارت سے میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ یہ فلان مسجد کی حاجات و اصلاح کیواسطے وقف ہی پس مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور اسکے نام حکم دیدیا گیا اور اسکے واسطے اسکی ملکیت کا سجل قاضی نے لکھدیا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مکان یعنی زمین و رقبہ اسکا وقف ہی اور اسکی عمارت میری ہی تو اسکا دعوی و حکم و سجل سب باطل ہوگیا ایسا ہی فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہی کذا فی المضمرات۔ ایک نے ایک مکان کا دعوی کیا اور اسکے نام اسکی ملکیت کا حکم ہوگیا پھر متولی نے دعوی کیا کہ اسکی زمین وقف ہی اور گواہ قائم کیے پس اگر مدعی مذکور نے مکان کا دعوی زمین و عمارت سمیت کیا تھا تو متولی کے گواہ قبول ہونگے اور اگر اُسنے دعوی مکان مع اسکی عمارت کے نہیں کیا تھا تو زمین وقف رہیگی۔ اور اگر ایک مکان کا دعوی کیا اور قبضہ حاصل کرلیا پھر متولی نے رقبہ مکان کا استحقاق ثابت کردیا تو اسکی عمارت مدعی کی ملک میں باقی رہیگی یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ ایک مکان دو بھائیوں پر وقف ہی جنمیں سے ایک غائب ہوگیا اور جو حاضر رہا اُسنے نو برس تک اسکی آمدنی وصول کی پھر جو حاضر تھا یہ مرگیا اور اپنا وصی چھوڑا پھر جو غائب ہوگیا تھا وہ حاضر آیا اور اُسنے وصی سے اپنے حصہ غلہ[آمدنی ۱۲] کا مطالبہ کیا تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ جو حاضر تھا جسنے آمدنی وصول کی ہی

[1] بیت مثل کوٹھری کے ہوتا ہی چہار دیواری اور چھت اور دروازہ آمدورفت کا جسمیں رات بسر کرسکے ۱۲ منہ

اگر وہی اُسکا متولی تھا تو غائب مذکور کو اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ حاصلات کو اسکے ترکہ سے وصول کر لے اور اگر خاص وصول کرنیوالا اُس وقف کا متولی نہو ولیکن بات یہ تھی کہ دونوں بھائیوں نے ساتھ ہی اس وقف کو اجارہ پر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اسکو اجارہ پر فقط اسی حاضر نے دیا تھا تو قضاءً پوری اجرت اسی حاضر کی ہوگی مگر سب اسکو حلال نہوگی بلکہ جو وصول کی ہی اُسمیں سے بقدر حصہ غائب کے صدقہ کر دے یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ زید کے قبضہ میں نصف مکان ہی عمرو نے دعوی کیا کہ میں نے اس دار کو وقف کیا ہی اور حال یہ کہ وہ میری ملک تھا اور پورے مکان کے وقف کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی نے پورے دار کے وقف کا دعوی کیا ہی مگر بات اتنی ہی کہ اُسنے گواہ قائم کیے ایک قابض پر چنانچہ اُسکے قبضہ میں تھا پس کل میں پہنچ گیا اور کل اُسکا مقبوضہ وقف کیا ہوا ثابت ہوا یہ مضمرات میں ہی۔ اور اگر کسی نے وقف میں کچھ دعوی کیا تو یہ دعوی ان لوگوں کے مقابلہ میں جنپر وقف ہی مسموع نہوگا بلکہ بمقابلہ قیم کے یا وقف کنندہ کے مسموع ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ میں ہی۔ اور اگر متولی نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے اور کسی مدعی نے اپنی ملک ہونے پر گواہ دیے اور فی الحال قبضہ متولی کا ہی تو قابض کے گواہ مسموع نہونگے بلکہ غیر قابض مدعی کے گواہ ہونپر حکم ہوگا پھر اگر اسکے بعد متولی نے خارج ہوکر وقف ہونے کے گواہ دیے تو مسموع نہ ہونگے اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ متولی قابض کے گواہ وقف ہونیکے قبول ہونگے اور مدعی غیر قابض کے گواہ ملک مقبول نہ ہونگے مگر فتوی امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر ہی یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ اور اگر خالد نے ایک مکان کی ملک کا دعوی کیا اور مکان مذکور ایک متولی کے قبضہ میں ہی اور وہ کہتا ہی کہ اسکو زید نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہی اور قاضی نے مدعی یعنی خالد کے نام حکم دیدیا پھر دوسرا متولی آیا اور اُسنے خالد یعنی مدعی مذکور پر دعوی کیا کہ اسکو عمرو نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہی تو دعوی و گواہ مقبول ہونگے اور اگر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ مکان وقف کو ماہواری کرایہ پر دیا کرے تو یہ شخص کسی مدعی کا خصم نہیں ہوگا اور اسیطرح اگر اراضی کا کاشتکار ہو تو اسپر بھی دعوی نہیں صحیح ہوتا ہی خواہ اراضی وقف کا کاشتکار ہو یا غیر وقف کا اور اسیطرح اگر کاشتکار کے پاس اراضی کی آمدنی جمع ہوتی ہی یا مکانات وقف کی آمدنی جمع ہوتی ہو اگر اُسکا کسی نے دعوی کیا تو اس کاشتکار یا غلہ دار کے اوپر نہیں صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی

فصل دوم گواہی کے بیان میں

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی زمین وقف کی ہی اور گواہوں نے اس زمین کے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہی اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے حدود بیان کیے اور دوسرے نے نہ بیان کیے تو بھی یہی حکم ہی کہ گواہی باطل ہی اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُسنے اپنی وہ زمین جو فلاں مقام پر ہی وقف کی اور دونوں نے کہا کہ ہم سے اُسنے اُسکے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہی اور امام خصاف نے فرمایا ولیکن اگر یہ اراضی مشہورہ ہو کہ اسکی شہرت کی وجہ سے اسکے حدود بیان کرنیکی حاجت نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں اُسکے وقف ہونیکا حکم دونگا اور اگر گواہوں نے اسکی دو حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے نزدیک مشہور قول یہ ہی کہ گواہی غیر مقبول ہی اور اگر گواہوں نے تین حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر گواہوں نے اسکی تین حدیں بیان کیں اور کہا کہ ہمارے سامنے اُسنے فقط اُنھیں تین حدوں کا اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہوگی یہ حاوی میں ہی۔ اور امام خصاف سے دریافت کیا گیا کہ جب

ہم نے تین حدون کی گواہی قبول کی تو چوتھی حد کی نسبت کیونکر حکم کرین تو فرمایا کہ بمقابلہ تیسری حد کے قرار دونگا کہ وہ حد اول کے شروع تک پہونچ جاوے یہ محیط مین ہے۔ اگر دونون گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر ہے وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان کیے تھے مگر ہم بھول گئے ہین تو انکی گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دو گواہون نے ایکشخص پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان نہین کیے ولیکن ہم اسکے حدود جانتے ہین تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ قاضی انکی گواہی قبول نہ کریگا اور قاضی امام ابوزید شروطی نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ باوجود اس کہنے کے گواہون نے قاضی سے اُسکے حدود بیان نہین کیے اور اگر بیان کیے اور ٹھیک ہین تو گواہی قبول ہوگی اور امام خصاف نے فرمایا کہ مین اس گواہی کو جائز رکھتا ہون اور حکم دونگا کہ زمین مذکور اپنے حدود سے وقف ہے اور گواہون سے کہونگا کہ حدود بیان کرو پس جو حدود بیان کرینگے انھین کے ساتھ حکم دونگا یہ ظہیریہ و محیط وذخیرہ مین ہے۔ اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ اور اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ اس شخص کی اس شہر مین سوا اس زمین کے اور زمین نہ تھی تو بھی قبول نہ ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی۔ اور ہم سے اسکے حدود بیان نہین کیے ولیکن ہم اُسکی زمین کو پہچانتے ہین تو قبول نہوگی کیونکہ شاید وقف کرنیوالے کی اور زمین بھی ہو سوا اسکے جسکو وقف کیا ہے اور جسکو گواہ پہچانتے ہین اور اسیطرح اگر گواہون نے یہ کہا ہو کہ ہم اُسکی اور کوئی زمین نہین جانتے ہین تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اسلیے کہ شاید اسکی اور زمین ہو مگر اسکو یہ دونون گواہ نہ جانتے ہون یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے ہمکو گواہ کیا تھا کہ اُسنے اپنی وہ زمین وقف کی جسمین یہ ہے اور اُسنے ہمسے حدود بیان نہین کیے تھے تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور امام نے فرمایا کہ اُسکی تاویل یہ ہے کہ گواہون نے اسکو قاضی سے بیان کردیا کہ فلان زمین ہے اور اسکو گواہ جانتے تھے اور اگر انھون نے اظہار نہ کیا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ اسنے ہم سے اُسکے حدود بیان کیے تھے مگر ہمین یاد نہین ہے کہ اُسنے ہم سے کیا حدود بیان کیے تھے تو گواہی باطل ہے یہ محیط مین ہے اور دونون نے گواہی دی کہ اُسنے اپنی زمین وقف کی اور زمین کے حدود بیان کیے ولیکن ہم یہ نہین جانتے ہین کہ یہ زمین کہان واقع ہے تو انکی گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دیجائیگی کہ گواہ قائم کرے کہ جسکا دعویٰ کرتا ہے وہ یہی زمین ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اور اسیطرح اگر دونون نے کہا کہ ہمکو اسنے اسکے حدود پر پھرایا اور حدود کو نام رکھکر بیان نہین کیا تو گواہی مقبول ہے پس اگر گواہون نے حدود پر گواہی دی اور کہا کہ ہم پہچانتے نہین ہین تو گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دیجائیگی کہ ایسے گواہ لاوے جو حدود کو پہچانتے ہون یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ اسنے اپنا حصہ اُن اراضی مین سے جو فلان مقام پر ہے جسکے حدود یہین و چنان ہین (یعنی جو وقف کا دعویٰ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کیواسطے صدقہ موقوفہ کردیا اس جہت پر اور آخر مین مساکین پر صدقہ موقوفہ کیا اور یہ حصہ میرا اس جمیع اراضی مین سے ایک تہائی ہے پھر جب حاکم نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُسکا حصہ اس اراضی مین سے ایک تہائی سے زائد ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ اُسکا تمام حصہ وقف گردانا جائیگا انھین وجوہ پر جنپر اُسنے وقف کیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اُسکا غلہ ایک قوم پر جنکو بیان کیا ہے اور بعد انکے مسکینون پر وقف کیا پھر جن لوگون پر وقف کیا ہے انھون نے اُنکی تصدیق کی اور انھون نے کہا کہ اسنے فقط تہائی پر صدقہ کی ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ انکی تصدیق کرنا یا خاموش رہنا اسمین یکسان ہے اور حکم

دیا جائیگا کہ اسنے اپنا سب حصہ وقف کیا ہی مگر اس تمام مین سے فقط زمین کے تہائی حصہ کی آمدنی ان سب لوگونکو جنکو معین بیان کیا ہی دیجائیگی اور باقی مسکینونپر صدقہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اس دار مین سے اپنا حصہ یا اس دار مین سے جو کچھ اسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہی وقف کیا ہی اور یہ معلوم نہین کہ وہ کسقدر ہی [مکان ۱۲] تو قیاساً گواہی جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر گواہون نے وقف کرنیوالے پر گواہی دی کہ اُسنے اس اراضی یا دار مین سے اپنا حصہ وقف کرنیکا اقرار کیا ہی اور گواہون کو یہ نہین معلوم کہ اسکا حصہ اسمین سے کسقدر ہی تو قاضی اس وقف کرنے والے کو ماخوذ [لہ] کریگا کہ اسمین سے اپنے حصہ کی مقدار بیان کرے پس جو کچھ حصہ اُسنے بیان کیا اسمین قول اسیکا قبول ہوگا اور اسقدر کے وقف ہونیکا اسپر [ے] حکم دیا جائیگا اور اگر وقف کرنیوالا مر گیا تو اس بیان کیواسطے اسکا وارث اسکے قائم مقام ہوگا پس جو کچھ اُسنے بیان کیا اُسیقدر وقف ہونا اُسپر لازم ہوگا یہانتک کہ قاضی کے نزدیک اسکے بیان کے سوا کچھ اور صحیح ہو پھر جب قاضی کے نزدیک جو کچھ صحیح ہوا ہی اُسکے وقف ہونیکا حکم دیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنی زمین وقف کی ہی مگر دونون نے اسکا مقام بیان کرنیمین باہم اختلاف کیا پس ایک نے کہا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہی وقف کی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان [دوسرے] مقام مین واقع ہی وقف کی ہی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون نے اسطرح اختلاف کیا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہی وقف کی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے یہ زمین اور ایک دوسری زمین وقف کی ہی تو جسپر دونون نے اتفاق کیا ہی اُسکی بابت گواہی قبول ہوگی اور اُسکے وقف ہونیکا حکم دیدیا جائیگا اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ اسنے یہ زمین پوری وقف کی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین نصف وقف کی ہی تو نصف پر گواہی قبول ہوگی اور نصف زمین مذکور کے وقف ہونیکا حکم دیا جائیگا ایسا ہی شیخ ہلال و امام خصاف نے ذکر فرمایا ہی اور اگر دونون مین سے ایک گواہ نے کہا کہ اسنے اس شخص یا اس کا رخیر کیواسطے تہائی غلہ مقرر کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسکے واسطے نصف غلہ قرار دیا ہی تو ان دونون عالمون کے نزدیک تہائی کی بابت گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ان دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے نصف اس زمین کا مشاع یعنے بے بانٹا ہوا اور جدا تمیز کیا ہوا وقف کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اس زمین کا نصف بانٹا ہوا الگ ممیز کیا ہوا وقف کیا ہی تو گواہی مذکور باطل ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے جمعہ کے روز وقف کی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے جمعرات کے [ناجائز ہے ۱۲] روز وقف کی ہی یا ایک نے کہا کہ اسنے کوفہ مین وقف کی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے بصرہ مین وقف کی ہی تو گواہی جائز ہی یہ حاوی مین ہی [یعنی گواہی صحیح ہی ۱۲] اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین بعد میری وفات کے [نام شخص ۱۲] وقف قرار دی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اپنی زمین وقف صحیح قطعی فی الحال قرار دی تو گواہی باطل ہی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو اپنی صحت مین وقف کیا اور دوسرے نے کہا کہ اپنے مرض مین وقف کیا تو دونون کی گواہی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر

ـه یعنی مطالبہ اور پرسش کریگا ۱۲ ـه یعنے ملازم کہا جائیگا یہانتک کہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو ۱۲ ـه یعنی اسی وقت جسوقت وقف کی اسکو اپنی وفات پر نہین رکھا ۱۲ ـه یعنے اول کے سوائے دوسرا مقام بیان کیا ۱۲

ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس عقار کو فقیرون پر صدقہ وقف کیا گیا قرار دیا ہی دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس کو مسکینون پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور حاصل یہ ہی کہ جب دونون گواہ اس کے صدقہ موقوفہ ہونے پر متفق ہوئے مگر دونون مین سے ایک کی گواہی مین کوئی زائد بات ہی جسکو دوسرا اپنی گواہی مین نہین کہتا ہی تو جتنے پر دونون متفق ہین اُس قدر ثابت ہوگا یعنی فقیرون پر اُسکا صدقہ ہونا ثابت ہوگا اور اسی سے ہم نے نکالا ہی کہ اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے اسکو عبداللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زید پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی تو یہ فقیرون پر وقف ثابت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو عبداللہ و اُسکی اولاد پر وقف کیا ہوا صدقہ قرار دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ عبداللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی تو مین اسکو عبداللہ پر صدقہ موقوفہ ہونے کا حکم دونگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ امام خصاف نے اپنی وقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر ایک نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسکو عبداللہ و زید پر صدقہ موقوفہ کر دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے خاصۃً عبداللہ پر صدقہ وقف کیا ہی تو ہم اُس مین سے نصف کا واسطے عبداللہ کے اور نصف باقی کا واسطے فقیرون کے حکم دینگے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو امام خصاف نے فرمایا ہی کہ ہم عبداللہ کے واسطے نصف عقار کا حکم دینگے یہ سب امامون کے قول پر ہونا واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ فقیرون پر وقف ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ ثواب کے کامون پر وقف ہی تو گواہی جائز ہوگی اور وقف مذکور کی حاصلات فقیرون پر صدقہ ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ امام خصاف نے اپنی وقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس زمین کو فقیرون و مسکینون پر صدقہ موقوفہ کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس کو فقیر و مسکینون و کارہائے خیر و ثواب پر صدقہ موقوفہ کیا ہی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی[1] اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اراضی کو فقیرون و مسکینون پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اراضی کو فقیرون و مسکینون اور اپنی قرابت کے فقیرون پر صدقہ موقوفہ کیا ہی تو فرمایا کہ یہ زیادتی مثل کارہائے ثواب[2] کے زیادتی کے نہین ہی اسواسطے کہ جس نے قرابت کے فقیرون کو زیادہ کیا ہی اس نے فقیرون و مسکینون کے واسطے تمام[3] حاصلات کی گواہی نہ دی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ زمین اسنے وقف کی ہم دونون پر یا ہم مین سے ایک پر یا ہماری اولاد پر یا ہماری عورتون پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر حالانکہ یہ دونون گواہ اس کی قرابت مین سے ہین یا آل عباس پر حالانکہ یہ دونون آل عباس سے ہین یا اپنے آزاد کیے ہوؤن پر حالانکہ یہ دونون بھی اُسکے آزاد کیے ہوؤن مین سے ہین تو ایسی گواہی باطل ہی اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہم دونون اور فلان قوم پر وقف کی ہی تو پوری گواہی باطل ہی پھر اگر دونون نے کہا کہ جو کچھ اسنے ہمارے واسطے قرار دیا ہی ہم اسکو قبول نہین کرتے ہین تو باقیون یعنے فلان قوم کے حق مین انکی گواہی جائز ہوگی کہ انکو جوان کے واسطے بیان کیا ہے

[1] قال المترجم یعنے تمام حاصلات فقیرون و مسکینون پر صدقہ ہوگی ۱۲ منہ [2] کیونکہ کارہائے خیر مین فقیرون و مسکینون پر صدقہ کرنا ہی پس فقیرون و مسکینون پر صدقہ ہوگی اور کل غلہ انھین کے لیئے ہوگا ۱۲ [3] اسواسطے کہ فقراے قرابت خود مستحق ہین ۱۲

دیا جائے گا اور ان دونون گواہون کا حصہ فقیرون کے واسطے قرار دیا جائے گا یہ حاوی مین ہی اور اگر دونون گواہون نے وقف کرنے والے کی قرابت کے لیئے گواہی دی حالانکہ دونون خود بھی اس کی قرابت سے ہین اور دونون نے کہا کہ جو اُسنے ہمارے واسطے کیا ہی ہم نے اسکو قبول نہین کیا ہی تو بھی ان کی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ ان دونون کی اولاد نہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر وقف مین خصومت (جھگڑا ۱۲) واقع ہوئی پس دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے پڑوسیون پر صدقہ موقوفہ ہی حالانکہ دونون گواہ بھی اسکے پڑوسی فقیرون مین سے ہین تو ان کی گواہی جائز ہی اور اگر دو گواہون نے ایک اراضی کی نسبت گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے قرابتی فقیرون پر صدقہ ہی حالانکہ یہ دونون بھی اسکے قرابتی فقیرون مین سے ہین تو دونون کی گواہی قبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر دو شخصون (دو مرد ۱۲) نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین اپنی قرابت کے فقیرون پر صدقہ موقوفہ کی ہی حالانکہ یہ دونون بھی اسکی قرابت سے ہین مگر گواہی دینے کے روز دونون تونگر ہین تو گواہی جائز نہوگی اسواسطے کہ اگر دونون فقیر ہو جاوینگے تو انکے واسطے اس وقف سے حصہ ہوگا یہ حاوی مین ہی - اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی یہ اراضی اپنی مسجد کے فقیرون پر وقف کی ہی حالانکہ یہ دونون اُسکی مسجد کے فقیرون مین سے ہین تو گواہی جائز ہی - اور اسی طرح اگر اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف ہونیکی گواہی دی تو ان کی گواہی قبول ہوگی - اور اگر کسی نے ایک چوکی ایک مسجد پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے یا اہل مسجد پر وقف کی اور اہل مسجد مذکور نے اس چوکی کے وقف کی گواہی دی تو یہ مسئلہ ہر دو مسئلہ مذکورۂ بالا کی نظیر ہی یعنے اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف کی گواہی دی یا اہل محلہ نے اس محلہ کے واسطے وقف کی گواہی دی اس صورت مین کہ اہل مسجد نے چوکی کے وقف کی گواہی دی تو قبول ہونی چاہیئے - اور مشائخ نے ان مسئلون مین جواب مین تفصیل فرمائی ہی چنانچہ اہل مدرسہ کی گواہی مین فرمایا کہ اگر گواہ لوگ اس وقف مدرسہ سے وظیفہ لیتے ہون تو انکی گواہی قبول نہوگی اور اگر خود نہ لیتے ہون تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اہل محلہ کی گواہی مین بھی اسی طرح تفصیل فرمائی ہی اور اسی طرح اگر مکتب پر وقف ہونے کی گواہی دی اور گواہ کا لڑکا اس مکتب مین ہی تو گواہی قبول نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا ہی کہ ان سب صورتون مین گواہی مقبول ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - ایک نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے یہ اراضی مساکین پر وقف کی ہی حالانکہ وہ اس سے انکار کرتا ہی پس مدعی نے اسکے اس طرح اقرار کرنے کے گواہ قائم کیے تو مین اسپر حکم دونگا کہ یہ اراضی اُسنے مساکین پر وقف کی ہی اور اراضی مذکور اسکے ہاتھ سے نکال لونگا یہ محیط مین ہی - جامع الفتاوی مین ہی کہ گانون مین ایک مکتب اسکے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہی اور اسکو ایک شخص نے غصب کر لیا پس گانون والون مین سے ایسے لوگون نے جنکا لڑکا اس مکتب مین نہین ہی گواہی دی کہ یہ وقف ہی جنکو فلان بن فلان نے اس مکتب اور اسکے معلم پر وقف کیا ہی تو ان کی گواہی جائز ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - دو گواہون نے ایک اراضی کی بابت گواہی دی کہ فلان نے اسکو مسجد یا مقبرہ یا کاروان سرائے کر دیا ہی پھر دونون نے اس سے رجوع کیا تو یہ اراضی جسکی بابت اسطرح وقف ہونے کی گواہی دی تھی وہ وقف رہے گی اور جس شخص پر انھون نے یہ گواہی دی تھی اسکو اس اراضی کی اس روز کی قیمت جس روز قاضی نے مدعا علیہ پر حکم دیا ہی تاوان دینگے - اور اسی طرح اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے مساکین پر اور فلان پر پھر مساکین پر وقف کیا ہی پھر دونون نے

لـه اور ا امروز نسخہ مقررہ ۱۳۵

رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی - وقف پر گواہی دینا شہرت پر جائز ہی یعنے مشہور ہو کہ وقف ہی تو گواہ کو جائز ہی کہ اسکے
وقف ہونے پر گواہی دے اور اسکے شرائط پر اسطرح گواہی دینا نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی
(وقف کے شرائط اکثر)
فرماتے تھے کہ بیان کرنا ضرور ہی کہ کس جہت پر وقف ہی مثلاً گواہی دین کہ مسجد پر وقف ہی یا مقبرہ پر وقف ہی یا اسکے مانند اور
جہت بیان کرین حتی کہ اگر گواہون نے جہت کو اپنی گواہیون مین بیان نہ کیا تو گواہی قبول نہ ہوگی اور یہ جو مشائخ نے فرمایا
کہ وقف کے شرائط پر گواہی قبول نہین ہی اسکے یہ معنی ہین کہ جب گواہون نے جہت وقف کو بیان کیا اور یون گواہی دی کہ
اس جہت پر وقف ہی تو انکو یہ نہ چاہئیے کہ کہین کہ اسکی آمدنی سے پہلے اس جہت پر صرف کیا جائیگا پھر اس جہت پر علی ہذا القیاس
(یعنی شہرت پر)
اور اگر انھون نے اس طرح بھی بیان کیا تو انکی گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور وقف مین گواہان اصل کی گواہی پر
گواہی بھی مقبول ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی اسی طرح شہادت بالتسامع بھی مقبول ہی یعنی حال سُنکر اعتماد کر کے اسکے موافق گواہی ادا
کرنی جائز ہی پس اگر گواہون نے تسامع سے گواہی دی اور دونون نے کہا کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہین تو دونون کی گواہی
قبول ہوگی اگرچہ انھون نے یہ تصریح کردی کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہین اس لئے کہ بسا اوقات گواہ کا سن کل بیس
برس کا ہے اور وقف کی تاریخ سو برس ہی یعنی سو برس ہوے جب سے وقف ہی تو قاضی کو یقیناً معلوم ہوگا کہ یہ گواہ آنکھ
سے دیکھی بیان نہین کرتا ہی بلکہ تسامع سے بیان کرتا ہی پس ایسی صورت مین تصریح کردینا اور خاموش رہنا دونون
یکسان ہین اور شیخ ظہیر الدین نے اس طرف اشارہ کردیا ہی اور یہ بخلاف دیگر معاملات کے جن مین تسامع سے گواہی
جائز ہی ثابت ہوا کیونکہ دیگر معاملات مین جن مین تسامع سے گواہی جائز ہی اگر گواہ نے تصریح کردی کہ مین تسامع سے گواہی
دیتا ہون تو مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہی - نوازل مین مذکور ہی کہ شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک صدقہ
موقوفہ پر ایک ظالم نے ظلم سے قبضہ کیا اور اسکے وقف ہونے سے انکار کیا پس آیا اس گانؤن والون کو جائز ہی کہ یہ گواہی دین
کہ یہ فقیرون کے واسطے ہی تو فرمایا کہ جس نے وقف کرنے والے سے سُنا ہو اسکو ایسی گواہی دینی جائز ہی اور جسنے نہین سُنا ہے
اسکو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک زمین ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسپر ایک قوم نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے
یہ زمین ہمپر وقف کی تھی تو یہ لوگ کچھ مستحق نہ ہونگے اسواسطے کہ شاید اسنے اپنی ملک وقف نہ کی ہو کیونکہ آدمی کبھی اپنی غیر مملوک
چیز وقف کرتا ہی حالانکہ وہ وقف صحیح نہین ہوتا ہی اور اسی طرح اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین وقف کی درحالیکہ
اسکے قبضہ مین ہی تو بھی کچھ ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ شاید اُسکے قبضہ مین بسبب ودیعت یا غصب کے ہو ہان اگر گواہون نے
گواہی دی کہ فلان نے اس زمین کو ان پر وقف کیا درحالیکہ وہ اُسکا مالک تھا تو اس زمین کے وقف ہونے کا حکم دیا
جائیگا اور وقف کنندہ کے وارث یا وصی کی حاضری کی ضرورت نہوگی یہ حاوی مین ہی - **متصلات** اس فصل کے
متصلات سے ذیل کے مسائل ہین - ایک شخص ایک شہر کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ تجھ سے پہلے جو قاضی یہان تھا
مین اُسکا امین تھا اور میرے قبضہ مین ایک شخص کا جسکا نام فلان بن فلان تھا صدقہ موقوفہ ہی جسکو اسنے ایک قوم معلوم
پر وقف کیا اور ان لوگون کو اُسنے بیان کردیا تو اُسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے کے وارث نہ ہون اور سوا
اس شخص کے قول کے اس صدقہ کی بابت اور کچھ معلوم نہو - اور اگر وقف کرنے والے کے وارث ہون اور انھون نے

کہا کہ یہ ہمارے درمیان میراث ہی وقف نہیں ہی تو قول وارثون کا قبول ہوگا اور وہ ان کے درمیان میراث ہوگا اور اگر وارثون نے کہا کہ یہ ہمپر اور ہماری نسل پر اور بعد اسکے مساکین پر وقف ہی اور جس شخص کے قبضہ میں ہی اُسنے کہا کہ یہ سواے تمھارے فقیرون و مسکینون پر وقف ہی تو قول وارثون کا قبول ہوگا۔ اور اگر اس شخص نے جسکے قبضہ مین یہ اراضی ہی کہا کہ یہ فقیرون و مسکینون پر وقف ہی اور یہ نہ کہا کہ اسکو فلان شخص نے وقف کیا ہی اور ایک قوم نے کہا کہ یہ ہمپر اور ہماری نسل پر وقف ہی اسکو ہمارے باپ نے وقف کیا ہی تو قاضی اسکے وقف ہونے کا حکم دیدے گا اور وارثون کے قول پر لحاظ نہ کرے گا یہ سب اجناس ناطفی مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی جن وقفون پر زمانہ دراز گذر گیا اور اسکے وارث اور وہ گواہ جو اسکے وقف ہونے پر گواہ ہوئے تھے مر گئے پس اگر اسکے رسوم قاضیون کے دفترون مین موجود ہون کہ ان پر عملدرآمد ہوتا ہو تو جب اس وقف کے لوگون مین تنازع[1] ہوگا تو انھین رسوم کے موافق عمل کیا جائے گا جو قاضیون کے دفترون مین موجود ہین اور اگر اسکی رسوم قاضیون کے دفتر مین ہون کہ انپر عمل ہوتا ہو تو یہ وقف صدقہ موقوفہ قرار دیا جائے گا یعنے اسکے مصرف کی بابت حکم ہوگا پھر جس شخص نے اس وقف مین اپنا حق ثابت کیا اسکے واسطے حکم دیا جائیگا اور یہ سب اسوقت ہی کہ وقف کرنے والے کے وارثون مین باقی نہون اور اگر باقی ہون اور اہل وقف نے تنازع کیا تو دونون صورتون[2] مین واقف کے وارثون کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر جب انھون نے کچھ اقرار کیا تو انکے اقرار کو لیا جائیگا پھر اگر یہ متعذر ہوا تو دفتر قاضی کے رسوم کی طرف رجوع کیجائیگی اور اگر یہ بھی متعذر ہوا تو یہ صدقہ موقوفہ کرکے چھوڑ دیجائیگی یہان تک کہ اُسکے رسوم پر دلیل قائم ہو یہ مضمرات مین ہی پھر اگر ان لوگون نے جو باہم جھگڑا کرتے ہین آپس مین صلح کر لی اور اسکو لینا[3] چاہا تو استحسانًا قاضی کو روا ہی کہ اسکی آمدنی ان مین تقسیم کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اراضی ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور وہ کہتا ہی کہ یہ اراضی فلان شخص کی تھی اُسنے اسکو اس جہت پر وقف کیا اور وارثون نے کہا کہ نہین بلکہ میت نے اسکو ہمپر و ہماری نسل پر اور بعد ان کے مسکینون پر وقف کی ہی اور یہ جو وارثون نے کہا ہی یہ اس قاضی کے بیان کے برخلاف ہی تو قاضی اسکو اسی طریقہ پر جاری رکھے گا جو وارثون نے اقرار کیا ہی بشرطیکہ قاضی کو دفتر محکمۂ قضا یعنے سابق کے قاضی کے دفتر سے ایسی تحریر وقفنامہ نہ ملے جس مین اُسکے رسوم مذکور ہون اور نہ یہ وقف کسی امین کے قبضہ مین ہو بلکہ ایک قابض کی طرف سے ایسا اقرار ثابت ہوا ہو۔ اور اگر یہ وقف امینون کے قبضہ مین ہو اور اُسکے رسوم سابق قاضی کے دیوان مین پائے جاتے ہون تو اس وقف مین سے جو وارثون کے قبضہ مین نہین ہی اسکی بابت وارثون کا قول قبول نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف مشہور ہی مگر اُسکے مصارف کہ کہان کہان صرف کیا جائے گا اور اس کے مستحقون کو جو مقدار دی جائے گی وہ مشتبہ ہوتی ہی تو فرمایا کہ زمانہ سابق مین جو اُسکا برتاؤ رہا ہی وہ دیکھا جاوے کہ اُسکے قیم لوگ کیونکر عملدرآمد کرتے تھے اور کن لوگون پر صرف کرتے تھے اور کتنا دیتے تھے پس اسی بنا پر عمل کیا جاوے

---

[1] باہم نزاع و جھگڑا بکھیڑا واقع ہونا ۱۲ [2] یعنے جبکہ قاضی کے دفتر مین رسوم موجود ہون یا موجود نہون ۱۲ [3] یعنے اُس آمدنی کو جو وقف مذکورہ سے حاصل ہوئی ۱۲ منہ

یہ محیط مین ہے۔ فتاواے فضلی مین مذکور ہے کہ اوقاف والے کے قبضہ مین ایک وقف ہے اور اُسکے وقف نامہ مین مذکور ہے کہ جو اُسکے نفقہ سے بچے وہ اس کوچہ کے فقیرون پر جس مین وقف واقع ہے اور ان کے سواے دیگر مسلمان فقیرون پر صرف کیا جاوے تو جو کچھ بچے گا وہ کوچۂ مذکور کے ان معین فقیرون پر جو وقف کے روز موجود تھے اور دیگر فقیرون پر اس طرح صرف کیا جائے گا کہ کوچہ مذکور کے فقیرون مین سے ہر ایک کا ایک ایک حصہ اور باقی فقیرون کا فقط ایک حصہ اس مین لگایا جاوے گا اور کوچہ کے فقیرون مین سے جو مر جائے گا اسکا حصہ ساقط ہو کر باقیون اور دیگر فقیرون کے درمیان مذکورۂ بالا طریقہ پر تقسیم ہوگا پھر جب وقف کے روز کے موجودہ فقیر اس کوچہ کے سب مر جاوین تو بعد اسکے جو لوگ اس کوچہ مین فقیر ہون وہ اور دیگر مسلمان فقیر سب استحقاق مین برابر ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ وقف الخصافؒ مین مذکور ہے کہ ایک نے اپنی اراضی وقف کی پس کہا کہ مین نے اپنی زمین مشہور[ل] تمام کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کر دیا اور ان وجوہ کو اُس نے بیان بھی کر دیا اور آخر اس وقف کا مسکینون کے واسطے کہا ہے اور یہ اراضی ایسی مشہور ہے کہ اس کی شہرت سے اس کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہین ہے تو یہ وقف جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے دعوی کیا کہ اس مین سے فلان کھیت اس مین داخل نہین ہوا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُس اراضی کے حدود مشہور و معروف ہون اور یہ کھیت اس حدود کے اندر داخل ہے تو یہ کھیت بھی وقف مین داخل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ اراضی اپنے پڑوسی پرہیزگار لوگون کے نزدیک معروف ہو اور یہ کھیت انکے نزدیک اس اراضی کی طرف منسوب و معروف ہو تو وہ وقف مین داخل ہوگا اور اگر ایسا نہو جیسا ہم نے بیان کیا ہے تو اس مین قول وقف کرنے والے کا قبول ہوگا اور یہ کھیت اس وقف مین داخل نہ ہوگا یہ محیط مین ہے

[ل] مثلاً فلان کھیت و فلان زمین جو بنام فلان مشہور ہو ۱۲

ساتوان باب وقفنامہ کے متعلق مسئلون کے بیان مین۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقفنامہ مین یون مذکور ہے کہ وقف کیا فلان شخص نے اس چیز کو اپنے آزاد کیے ہوؤن اور فلان مدرسۂ معلومہ کے مدرس پر اور اس وقف نامہ مین مقدارون کا اور صحت کی شرطون کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے آخر یہ وقف فقیرون پر ہے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ تحریر نہین صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی وقف کی اور اسکا وقفنامہ لکھا اور اپنے اوپر اُسکے گواہ کر دیے پھر وقف کرنے والے نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکو اس شرط پر وقف کیا تھا کہ میرے واسطے اُسکو بیع کرنا جائز ہے اور یہ مین نہین جانتا ہون کہ اس شرط کو لکھنے والے نے وقفنامہ مین لکھا ہے یا نہین لکھا ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر وقف کنندہ مرد فصیح ہو کہ عربی زبان اچھی طرح سمجھتا ہو اور یہ وقفنامہ اسکو پڑھ سُنایا گیا تھا اور وقف نامہ مین لکھا تھا کہ مین نے بوقف صحیح اسکو وقف کیا ہے اور اُسنے اقرار کیا کہ جو کچھ اس مین ہے سب صحیح اور میرا کیا ہوا ہے تو اب اُسکا یہ قول قبول نہوگا اور اگر وقف کرنے والا مرد عجمی ہو یعنے غیر فصیح ہو کہ عربی اچھی طرح نہ سمجھتا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ وقفنامہ اسکو فارسی مین پڑھ سُنایا گیا اور اُسنے جو کچھ اس مین ہے سب کا اقرار کیا تو بھی اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر گواہون نے ایسی گواہی نہ دی تو اسکا قول قبول ہوگا یہ مضمرات مین ہے اور یہ بات ایسی نہین ہے کہ فقط وقف کی تحریر کے ساتھ مخصوص

بلکہ سب صکوک یعنی تحریرات کے ساتھ عام ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور فتاوائے ابواللیث میں مذکور ہی کہ فقیہ ابوجعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت سے اُسکے پڑوسیون نے کہا کہ تو یہ دار وقف کردے بدین شرط کہ جب تجھے اُسکے فروخت کی حاجت پیش آوے تب تو اُسکو فروخت[1] کردے پھر لکھنے والون نے[2] وقفنامہ بغیر اس شرط کے تحریر کر کے عورت مذکورہ سے کہا کہ ہم نے یہ کام کردیا اور عورت نے اسپر گواہ کرادیے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ وقفنامہ اس عورت کو فارسی مین پڑھ سُنایا گیا اور وہ سنتی تھی اور اُسنے اسپر گواہ کرادیے تو یہ مکان وقف ہوجائیگا اور اگر عورت مذکورہ کو نہین پڑھ سُنایا گیا تو مکان مذکور وقف نہ ہوگا۔ اور واضح ہو کہ جو حکم دونون مسئلون مین ذکر کیا گیا ہی وہ امام محمدؒ کے قول پر بنتا ہی اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر نہین ہوسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقفنامہ لکھنے کی اجازت دیدی پس کاتب نے اسکی دو حدین تو ٹھیک لکھین اور دو حدون کے لکھنے مین غلطی کی تو اس مین دو صورتین ہین کہ اگر وہ دونون حدین جنکے لکھنے مین کاتب غلطی کر گیا ہی اسی جانب مین ہون ولیکن ان دونون حدون اور اس زمین محدود کے درمیان مین کسی غیر کی زمین یا باغ انگور یا مکان ہو تو وقف صحیح ہوگا اور اگر یہ دونون حدین جن مین غلطی کی ہی اس جانب مین نہ پائی جاتی ہون تو وقف باطل ہی لیکن اگر یہ زمین ایسی مشہور ہو کہ بوجہ اپنی شہرت کے حدود بیان کرنے کی محتاج نہو تو ایسی حالت مین وقف مذکور جائز ہوگا یہ وجیز مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی تمام اراضی جو کسی گانون مین واقع ہی کسی قوم پر وقف کرنی چاہی اور اپنے مرض کی حالت مین اُسکا وقفنامہ لکھنے کا حکم دیا پس کاتب اس تمام اراضی مین سے کھیت یا باغ انگور کے بعضے قطعات لکھنا بھول گیا پھر یہ وقفنامہ اُس وقف کرنے والے کو پڑھ سُنایا گیا اس مین یہ لکھا تھا کہ فلان بن فلان نے اپنی تمام اراضی جو اس گانون مین واقع ہی اور وہ کذا و کذا قطعات ہین فلان بن فلان پر وقف کی اور اس مین اُسکے حدود بیان کیے گئے ہین مگر وہ قطعات جنکو کاتب لکھنا بھول گیا ہی وقفنامہ مذکور پڑھنے کی حالت مین اس شخص کو نہین سُنائے گئے پھر وقف کرنے والے نے اس سب کا اقرار کیا تو شیخ ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وقف کرنے والے نے اپنی صحت کی حالت مین وقف کیا ہی اور اُسنے یہ خبر دی کہ میری مراد یہ تھی کہ جو کچھ میری ملک اس گانون مین ہی مذکورہ وغیر مذکورہ سب مین نے وقف کی تو یہ وقف تمام اس ملک پر واقع ہوگا جو اُس نے مراد رکھی ہی اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا مرگیا حالانکہ وہ قبل مرنے کے اپنی نیت کی خبر دے چکا ہی تو جیسے اُسنے بیان کیا ہی اسی طرح وقف ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر متولی و وصی کے واسطے وصایت نامہ تحریر کیا اور اس تحریر مین اسکی وصایت و تولیت کی جہت کہ جسکی طرف سے متولی ہی کو ذکر نہین کیا تو یہ تحریر صحیح نہین ہی اور اگر یون تحریر کیا کہ یہ شخص از جانب حاکم وصی ہی یا متولی از جانب حاکم ہی مگر اس قاضی کو ذکر نہ کیا جسنے اسکو مقرر کیا تو جائز ہی یہ واقعات حسامیہ و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ فتاوائے اہل سمرقند مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے وقف کے متولی سے زمین وقف کو جو معلوم لوگون پر وقف ہی اجارہ پر لیا اور اجارہ نامہ مین یون لکھا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے جو ایسے وقفون کا[3] متولی ہی جو فلان کی طرف منسوب ہین اور اس نام سے مشہور ہین اور وقف کرنے والے کے باپ و دادا کا نام نہ لکھا تھا[4] کہ اسکی شناخت نہو تو یہ تحریر جائز ہی

اسواسطے کہ اگر اس تحریر مین لکھا جاتا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے جو اس طرح متولی وقف ہی حالانکہ یہ وقف معلوم لوگون پر ہی اجارہ لیا تو جائز تھا اگرچہ وقف کرنے والے کا نام بالکل ذکر نہ کیا جاتا تو صورت مذکورہ بالا مین بدرجۂ اولی جائز ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- ایک شخص مثلاً زید کے قبضہ مین ایک زمین ہی اور ایک شخص مثلاً عمرو آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ یہ زمین (یعنی بیت یا باغ) وقف ہی اور ایک تحریر لایا جسمین عادل لوگون و قاضیون کی تحریرین ہین مگر یہ لوگ مر چکے ہین پھر اُسنے قاضی سے (یعنی قاضی کے پاس) درخواست کی کہ اسکے وقف ہونے کا حکم دیا جاوے تو قاضی کو روا نہین ہی کہ اس تحریر کا حکم قضا جاری کرے یہ خلاصہ مین ہی- اور اسی طرح اگر کسی مکان کے دروازہ پر ایک لوح جڑی ہو جس پر اس مکان کا وقف ہونا تحریر ہی تو بھی قاضی اس لوح کے موافق اسکے وقف ہونے کا حکم نہ دے گا جب تک کہ گواہان عادل اُس کے وقف ہونے کی گواہی نہ دین کذا فی المحیط ؎

آٹھوان باب

آٹھوان باب اقرار وقف کے بیان مین جس شخص کے قبضہ مین ایک زمین ہی اگر اُسنے اقرار کیا کہ یہ وقف ہی تو یہ وقف کا اقرار ہی اور ابتدائی وقف نہین ہی حتی کہ وقف کے واسطے جو شرائط ہین وہ اس مین مشروط نہ ہونگے یہ محیط مین ہی- اور اگر ایک شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کے وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُسکے وقف کرنے والے کو بیان نہ کیا اور نہ اُسکے مستحقون کو بیان کیا تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور یہ زمین فقیرون پر وقف ہو جائیگی اور یہ حکم نہ دونگا کہ یہ اقرار کرنیوالا ہی اُسکا وقف کرنے والا ہی اور نہ یہ حکم دونگا کہ یہ وقف کرنے والا نہین ہی ولیکن اگر گواہ لوگ یہ گواہی دین کہ اس اقرار کرنے والے نے جس وقت اقرار کیا ہی اسوقت یہ زمین اُسکی ملک تھی تو اقرار کرنے والا ہی اُسکا وقف کنندہ قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی و فتاوی قاضی خان مین ہی- اور استحسانًا اُسکا متولی بھی اقرار کرنے والا قرار دیا جائے گا حتی کہ اُسکی آمدنی و حاصلات کو وہ فقیرون پر تقسیم کرے گا ولیکن اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے کو اس کا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ مین ہی مترجم کہتا ہی کہ اس مسئلہ مین یہ اعتراض کے قابل بات باقی رہی کہ ایسی گواہی کیونکر قبول ہوگئی تو کتاب مین اسکا جواب یون ذکر کیا کہ ایسی گواہی قبول ہونے کی تاویل اس صورت سے ہی کہ اس اقرار کرنے والے کے سواے ایک دوسرے شخص نے آکر دعوی کیا کہ مین اسکا وقف کرنے والا ہون اور چاہا کہ اقرار کرنے والے کے قبضہ سے اپنے قبضہ مین لے لے پس اقرار کرنے والے نے اس طرح گواہ قائم کیے کہ اسکا وقف کرنے والا یہی اقرار کرنیوالا ہی پس گواہی قبول ہوگی اور مدعی کی خصومت دفع کیجائے گی اور اقرار کرنے والے کے واسطے اس وقف کی ایسی ولایت ثابت ہوگی جسپر عزل وارد نہین ہو سکتا ہی یعنے وہ معزول نہو سکے گا اور اگر اس اقرار کنندہ نے ایسے اقرار کے بعد یون اقرار کیا کہ اُسکا وقف کرنے والا فلان شخص ہی تو اُسکی طرف سے یہ اقرار قبول نہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ اسکا وقف کرنے والا مین ہون تو اُسکا قول قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور اگر وقف کا اقرار کیا اور وقف کرنے والے کو بیان کیا مگر اس وقف کے مستحقون کو بیان نہ کیا مثلاً یون کہا کہ یہ اراضی میرے باپ کی طرف سے صدقہ موقوفہ ہی اور اُسکا باپ مر چکا ہی تو یہ حکم ہی کہ اگر اُسکے باپ پر قرضہ ہو تو یہ زمین اس قرضہ مین فروخت کیجائے گی اور اگر اُسکے باپ نے کچھ وصیت کی ہو تو اُسکی تہائی سے اُسکی وصیت پوری کیجائیگی پھر جو کچھ ان دونون سے بچ رہے وہ فقیرون پر وقف ہوگی بشرطیکہ اس اقرار

اقرار کرنیوالے کے ساتھ کوئی دوسرا وارث مقر نہو اور اگر اُسکے ساتھ دوسرا وارث بھی اقرار کرتا ہو تو جائز ہی کذا فی محیط السرخسی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار کرنے والے نے اپنے واسطے اسکے متولی ہونیکا دعوی نہ کیا تو ولایت اُسکے واسطے نہوگی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اس وقف کا متولی کرے اور اگر اُسنے اپنے واسطے اُسکے متولی ہونیکا[سله] دعوی کیا تو اُسکا امر صلاحیت پر محمول کر کے استحساناً اُسکا قول قبول ہوگا کذا فی المحیط اور اگر اس اقرار کرنے والے کے ساتھ دوسرا وارث ہو جو اس وقف سے انکار کرتا ہو تو اس اراضی مین سے انکار کنندہ کا حصہ انکار کنندہ کا ہوگا کہ وہ اپنے حصہ پر جسطرح چاہے تصرف کرے اور اُسمین سے اقرار کنندہ کا حصہ موافق اُسکے اقرار کے وقف ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسیطرح اگر اقرار کنندہ نے کہا کہ یہ اراضی میرے دادا کی طرف سے وقف ہی تو بھی یہی حکم ہی قال المترجم عربی زبان مین یہ سب اس صورتمین ہی کہ اُسنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ من ابی او من جدی اور اگر اُسنے بجاے لفظ من کے عن کہا یعنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ عن ابی یعنے یہ اراضی میرے باپ سے متجاوز ہو کر وقف ہی تو اُسکا یہ قول اپنے باپ کے واسطے اسکی ملک کا اقرار نہوگا اور وقف جائز نہوگا خواہ اُسکے باپ پر قرضہ ہو یا نہو خواہ اُسکے باپ نے کچھ وصیت کی ہو یا نہین اور خواہ اُسکے ساتھ دوسرا وارث مقر ہو یا نہو یہ حاوی مین ہی۔ اور یہ شخص اقرار کنندہ یا کوئی دوسرا اُسکا وقف کرنے والا اقرار نہین دیا جائیگا مگر اسکی ولایت[سله] استحساناً اس مقر کیواسطے ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اقرار کنندہ نے وقف کو کسی شخص اجنبی کی طرف منسوب کیا پس اگر شخص معروف کو ذکر کیا اور اسکو بعینہ بیان کیا اور اضافت بھی ایسے حرف کے ساتھ بیان کی جو ملک پر دلالت کرے مثلاً عربی مین حرف من سے بیان کی (مثلاً زید نے اسکو وقف کیا ہی ۱۲) تو دیکھا جاوے کہ اگر یہ شخص معین معروف زندہ موجود ہی اور وہ حاضر ہی تو اُسکی طرف رجوع کر کے دریافت کیا جائیگا کیونکہ اقرار کرنے والے نے اُسکے ملک ہونیکا اقرار کیا اور اُسپر وقف کرنیکی گواہی دی ہی پس اگر شخص مذکور نے ان دونون باتونمین اقرار کنندہ کی تصدیق کی تو یہ سب اُن دونونکی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائیگا اور اگر شخص مذکور نے اقرار ملک مین اسکی تصدیق کی اور وقف کرنے مین اسکی تکذیب کی تو ملک ان دونونکی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائیگی اور وقف اس وجہ سے ثابت نہوگا کہ گواہ ایک ہی ہی۔ اور اگر شخص مذکور مر چکا ہو تو اس تصدیق و تکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثون پر ہوگا جیسے ہمنے شخص مذکور کے زندہ ہونیکی صورتمین بیان کیا ہی یعنے سب وارث تصدیق و تکذیب مین متفق ہون حتی کہ بمنزلہ ایک شخص کے ہو جاوین اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بعضے وارثون نے ملک اور وقف کرنے دونون باتونمین اسکی تصدیق کی اور بعضون نے ملک مین تصدیق اور وقف کرنے مین تکذیب کی تو تصدیق کرنیوالے کا حصہ وقف ہوگا اور تکذیب کرنیوالے وارث کا حصہ اسکی ملک ہوگا کہ اس مین جسطرح چاہے تصرف کرے کذا فی المحیط پھر اگر سب وارثون نے اسکی تصدیق (یا دو وارثون ۱۲) کی تو وقف مذکور کی ولایت اس اقرار کنندہ کے واسطے ہوگی اور اگر بعض نے تصدیق اور بعض نے تکذیب کی تو قیاساً اسکے واسطے

سله اہل ولایت و صاحب اختیار ۱۲ سله یہ مطلب ہی کہ اگر کوئی مدعی ملک پیدا ہوا اور ثابت کرے تو اسکی ملک ثابت ہوگی اور وقف ثابت نہوگا مگر سر دست بحق قبضہ یہ شخص اُسکا متولی رہے گا محض ملک کا قابض بوجہ اقرار کے نرہے گا فتامل ۱۲

ولایت ثابت نہ ہوگی اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہین اور اسیطرح اگر وقف مین سب وارثون نے اسکی تصدیق کی مگر اس وقف کی ولایت اس مقر کے واسطے ہونے سے بعضے وارثون نے انکار کیا تو قیاساً اُسکے لیے ولایت ثابت نہوگی کذا فی الظہیریہ مگر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انکار کرنے والے وارثون پر وہ گواہ یہ گواہی دین کہ یہ اقرار کرنے والا اسکا متولی ہے (یعنی یہ متولی نہوگا ۱۲) تو اسکے واسطے ولایت ثابت ہوگی اور وارثون[۱] کی گواہی اس باب مین مقبول ہے کذا فی المحیط اور اگر مقر مذکور نے اجنبی کی طرف ایسے حرف سے اضافت کی جو ملک پر یقیناً دلالت نہین کرتا ہے مثلاً عربی مین حرف عن[۲] سے اضافت کی تو مقر کا قول اس اجنبی کے واسطے ملک ہی کا اقرار نہین ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر اُسنے شخص اجنبی مذکور کو بطور معین بیان نہ کیا خواہ اضافت ایسے حرف سے کی جو ملک پر دال ہے (تو وقف کہان ثابت ہوگا ۱۲) یا اور حرف سے کی مثلاً عربی مین کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ من محمد او عن محمد (یعنی باپ و دادا کا نام نہ لیا ۱۲) تو اراضی مذکور وقف ہوجائیگی کذا فی الظہیریہ پھر اگر اسکے بعد اُسنے کسی شخص کو بطور معین بیان کیا تو جبکہ اُسنے اقرار اول سے جدا کرکے بیان کیا (نظر بحال ظاہر ۱۲) اور پہلے اقرار مین اس اجنبی کی طرف اضافت ایسے حرف سے تھی جو ملک پر دال ہے مثلاً عربی مین بحرف من تھی تو اب اسکے دوسرے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر اول اقرار مین اضافت بحرف عن تھی یعنی ایسے حرف سے جو ملک پر قطعی دال نہین ہے تو تصدیق کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے وقف کرنیوالے اور مستحق وقف دونونکو بیان کیا تو اُسکا حکم یہ ہے کہ وقف کنندہ کی طرف تصدیق کیواسطے رجوع کیا جاوے اگر وہ زندہ ہو (اقرار کنندہ سے ۱۲) یا اُسکے وارثون کی طرف رجوع کیا جاوے اگر وہ مرگیا ہو پس اگر وقف کنندہ نے یا اُسکے وارثون نے اسکے وقف ہونے اور وقف کی شرطون مین اس مقر کی تصدیق کی تو اُسکے اقرار کے موافق وقف ہوگا یعنے اُسکے وقف ہونیکا اور انھین شرطون و استحقاق پر وقف ہونے کا حکم دیا جاویگا اور اگر وقف کنندہ نے یا اُسکے وارثون نے اسکے اقرار کی تکذیب کی تو نہ وقف ثابت ہوگا اور نہ شرطین یہ حاوی قدسی مین ہے۔ اور اگر وقف ہونیکا اقرار کیا اور اُسکے وقف کرنیوالے کو ذکر نہ کیا اور جو لوگ اس وقف کے مستحق ہین انکو بیان کیا مثلاً یون کہا کہ یہ اراضی میرے نفس اور میری ولاد اور میری نسل پر وقف ہے تو اُسکا اقرار قبول کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اس وقف کی ولایت اسی مقر کیواسطے استحساناً ہوگی اگرچہ قیاساً نہوگی پھر اگر کسی دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہے اور پہلے اقرار کرنیوالے نے اسکی تصدیق کی تو وہ فقط اپنے حصہ مین تصدیق[۳] کیا جائیگا اور اپنی اولاد و اپنی نسل کے حصہ مین تصدیق نہ کیا جائیگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اراضی قوم معلوم پر جنکو اُسنے بیان کردیا وقف ہے پھر اسکے بعد اُسنے اقرار کیا کہ یہ اراضی دوسرون پر وقف ہے یعنے جنکو بیان کیا تھا وہ نہین بلکہ اور ون پر وقف ہے یا جنکو پہلے بیان کیا تھا اُنھین کچھ اور لوگ بڑھا دیے یا انھین سے کچھ لوگ کم کردیے تو اسکے دوسرے اقرار کی طرف التفات نہ کیا جائے گا بلکہ اسکے پہلے

[۱] یعنے اگر دو وارثون نے منکر وارثون پر گواہی دی کہ متولی اس وقف کا یہ مقر ہے تو مقبول ہے ۱۲ منہ [۲] یعنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ عن زید اور اول صورت مین من زید کہا تھا ۱۲ [۳] یعنے جو اسکے قبضہ مین ہے اور یہ تعین اشارہ یادگار رہے فاحفظہ ۱۲ [۴] یعنے خالی اس اقرار کے ساتھ دوسرے کو اس مقر کے حصہ مین سے حصہ رسد ملے گا اور یہ نہ ہوگا کہ اسکی اولاد و نسل سب کے ساتھ وہ مساوی حصہ رسد شریک کیا جاوے ۱۲

اقرار پر عملدرآمد ہوگا یہ فتاوی قاضیخان ہیں ہے۔ اور اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اس جہت پر صدقہ موقوفہ ہے اور جہت کو بیان کردیا پھر اسکے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً و استحساناً اُسکا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور حاصلات وقف اسی جہت پر صرف ہوتی رہیگی جسکو اُسنے پہلے بیان کیا تھا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت بیان کیا کہ یہ وقف ہے اور یہ اتنا کہکر خاموش ہو رہا پھر کہا کہ یہ زمین فلان و فلان پر وقف ہے یعنی عدد معلوم کا نام لیا تو قیاساً اُسکا دوسرا قول قبول نہوگا اور استحساناً قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ فلان شخص معین پر ہے پھر اسکے بعد جدا کرکے کہا کہ پہلے فلان شخص معین سے شروع کیا جائیگا تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر دوسرا قول اُسنے پہلے قول سے ملا ہوا کہا تو امام محمد رح کے نزدیک دوسرا قول بھی قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا دوسرا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ فلان قاضی نے مجھے اس زمین کا متولی کیا ہے اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو قیاساً اُسکا متولی ہونیکا قول قبول نہوگا اور استحساناً یہ حکم ہے کہ جس قاضی کے حضور میں یہ اقرار ہے وہ قاضی ایک زمانہ تک انتظار کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک سوائے اسکے جو اُسنے اقرار کیا ہے کچھ اور ظاہر نہو تو جس طور پر اُسنے اقرار کیا ہے اسی طور پر اُسکا اقرار جائز کردے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اُسنے اقرار کیا کہ قاضی نے اس زمین پر میرے والد کو متولی کردیا تھا پھر میرے والد نے وفات پائی اور مجھے اُسکا وصی مقرر کیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ اُن سبیلوں پر ہے تو اُسکا قول قبول نہ ہوگا۔ اور اسیطرح اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ یہ اراضی میرے والد کے قبضہ میں تھی یا کہا کہ یہ اراضی فلان شخص کے قبضہ میں تھی پھر اُسنے مجھے وصی مقرر کردیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو بھی اسکا قول قبول نہ ہوگا اور اسیطرح اگر کہا کہ یہ زمین فلان شخص کے قبضہ مین تھی اور اُسنے مجھے اُسکا وصی مقرر کردیا ہے تو بھی اُسکا قول قبول نہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اس زمین کو فلان[1] مذکور کے وارث کو سپرد کردے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص غیر کی زمین کو کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے پھر خود اسکا مالک ہوگیا تو وہ وقف ہوجائیگی یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ ایک زمین ایک شخص کے وارثون کے قبضہ میں ہے جنھون نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اسکو وقف کیا ہے مگر ہر ایک وارث نے جہت وقف مختلف بیان کی یعنی جو ایک نے بیان کی ہے دوسرے نے اُسکی غیر جہت بیان کی تو قاضی ان سبکا اقرار قبول کریگا اور ہر ایک کے حصہ کی حاصلات کو اسی جہت مین صرف کریگا جو اُسنے بیان کی ہے اور اس وقف کے متولی مقرر کرنیکا اختیار قاضی کو ہوگا کہ جس شخص کو چاہے اسکا متولی مقرر کردے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے پھر اگر ان وارثون میں کوئی شخص صغیر ہو یا غائب ہو تو قاضی حصہ صغیر کو روک رکھیگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو اور حصہ غائب کو بھی روک رکھیگا یہانتک کہ وہ لوٹ آوے اور اگر وارثون میں سے بعض نے اقرار کیا کہ ہمارے والد نے ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے اور بعضون نے اس سے انکار کیا تو جنھون نے وقف کا اقرار کیا ہے اُنکا حصہ اسی جہت پر وقف ہوگا جو اقرار کرنیوالون نے اقرار کی ہے اور جنھون نے انکار کیا ہے انکا حصہ انکی ملک ہوگا مگر اقرار کرنیوالون کے حصہ کی آمدنی میں انکار کرنیوالے[2]

[1] جسکے قبضہ مین ہونے کا اقرار کیا ہے ۱۲ [2] اگرچہ شبہہ ہوتا تھا کہ اقرار کرنیوالون نے کہا تھا کہ ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے تو اولاد و نسل مین انکار کرنیوالے بھی داخل ہین اسکو دفع کردیا کہ ایسا نہوگا اسلیے کہ جب انھونے انکار کیا تو اصل وقف ہی سے انکار کیا پھر کس مقصد میں داخل ہونگے

داخل ہونگے پھر اگر انکار کرنے والون نے اپنے حصون مین سے کچھ فروخت کر دیا پھر اقرار کرنیوالونکی تصدیق کی طرف رجوع کیا یعنے اقرار کرنیوالون کے قول کی تصدیق کی تو جسقدر ملک انکے قبضہ مین باقی ہی اسیقدر کے حق مین انکی تصدیق کی جائیگی اور جسقدر انھون نے فروخت کر دی ہی اسکے حق مین تصدیق نہو گی ولیکن اگر خریدنے والا انکے قول کی تصدیق کرے تو جسقدر فروخت کیا ہی وہ بھی وقف مین شامل[1] ہوگا اور اگر مشتری نے ان کے قول کی تکذیب کی تو فروخت کرنے والے اسقدر ملک کی قیمت جسقدر انھون نے فروخت کی ہی تاوان داخل کرینگے اور اس قیمت سے دوسری زمین خرید کی جائیگی جو باقیماندہ زمین کے ساتھ اسی جہت پر وقف ہوگی جو انھون نے اقرار کی ہی (قال المترجم ثم اعلم ان العبارة التی وجدت فی النسخة بعد ذلک وہی ما نتلوہ غیر مربوط فکانہا مصحفة فانظر المقدمة) اسلیے کہ ان باقیون نے یہ اقرار کیا ہی اور اس بیچنے والے نے انکی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جو غلہ پہلے حاصل ہو چکا ہی وہ اس قیمت کا تاوان نہ ہوگا جو اسپر لازم آئی یہ حاوی مین ہی۔ امام خصافؒ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان کیا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ زید بن عبد اللہ اور اُسکی اولاد اور اسکی نسل کی اولاد اور اسکے عقب پر ہی جبتک انکی نسل رہے پھر انکے بعد مسکینون پر ہی پھر زید بن عبد اللہ نے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ وقف مجھپر اور میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور عمرو پر[2] قرار دیا ہی تو زید کے قول کی تصدیق فقط اسکی ذات پر ہوگی اور اسکے سوائے دوسرے پر نہوگی پس غلہ تقسیم ہونیکے وقت دیکھا جائے گا کہ کون موجود ہی پس زید اور اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد و اسکی نسل مین سے (اولاد وغیرہ ۱۲) جو لوگ موجود ہون اُنپر غلہ تقسیم کر دیا جائیگا پھر جو کچھ زید کے حصہ مین پڑا ہی عمرو اُسکے ساتھ داخل کر دیا جائیگا پس زید کا حصہ زید و عمرو کے درمیان تقسیم ہوگا اور جبتک زید زندہ رہے گا۔ یون ہی ہوتا رہے گا پھر جب زید مرجاوے تو اُسکا اقرار باطل ہوجائے گا اور پھر عمرو کے واسطے اس صدقہ مین کوئی حق نہوگا۔ اور اسیطرح اگر وقف کرنیوالے نے یہ صدقہ زید پر اور بعد زید کے مساکین پر وقف کیا پھر زید نے عمرو کیواسطے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی شرکت کا اقرار کیا تو بھی جبتک زید زندہ ہی عمرو کو اختیار ہوگا کہ وقف مذکور کے غلہ مین زید کے ساتھ شرکت کرے پھر جب زید مرجائیگا تو پورا غلہ مسکینونکا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص دو پسر چھوڑ کر مرگیا جنمین سے ایک کے پاس ایک زمین ہی اور وہ کہتا ہی کہ یہ میرے باپ کی طرف سے مجھپر وقف ہی اور دوسرا بیٹا کہتا ہی کہ ہمارے باپ کی طرف سے ہم دونوںپر وقف ہی تو اسیکا قول قبول ہوگا اور یہ زمین ان دونوںپر وقف رہیگی یہی مختار ہی یہ مضمرات مین ہی۔ امام خصافؒ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان کیا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک زمین یا دار (مکان ۱۲) ہی اُسپر دوسرے شخص نے قاضی کے یہان دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہی اور جس شخص کے قبضہ مین ہی وہ کہتا ہی کہ یہ وقف ہی اسکو مسلمانون مین سے ایک شخص نے مسکینونپر وقف کیا ہی اور میرے قبضہ مین دیدی ہی تو قاضی اس زمین کو اسی جہت پر وقف قرار دیگا جو اُسنے اقرار کی ہی ولیکن اس حکم سے مدعا علیہ کے ذمہ سے خصومت مندفع نہو گی حتی کہ اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس مدعا علیہ سے قسم لیجاوے کہ یہ زمین میری

[1] اور یہ لوگ مشتری کو اُسکا روپیہ واپس دیدینگے ۱۲ منہ [2] یعنے ایک اجنبی شخص کو داخل کیا ۱۲ منہ

ملک ہی

نہین ہی تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ یہ زمین اس مدعی کی ملک نہین ہی پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا یا مدعی کی ملک ہونیکا اقرار کر لیا تو قاضی اس مدعا علیہ کو اس زمین کی قیمت کا ضامن قرار دیگا اور اُسکے وقف ہونیکا جو حکم دیدیا ہی اسکو باطل نہ کریگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کیئے کہ یہ زمین اسی مدعی کی ہی تو مدعی کی ملک ہونیکا حکم دیدیا جائیگا اور وقف کا اقرار باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اقرار کیا کہ فلان شخص معروف نے اسکو وقف کیا ہی اور یہ شخص حاضر ہوا اور اُسنے وقف کرنیکا اقرار کیا تو وہ مدعی کا خصم قرار پائیگا۔ اور اگر قابض نے ایک قوم کو بیان کیا کہ یہ اراضی انپر وقف ہی تو وہ سب مدعی کے خصم ہونگے پس اگر قوم مذکور نے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اراضی اسی کی ملک ہی تو اقرار مذکور غلہ کے حق مین انکی نفس ذات پر قبول ہوگا پھر جب یہ لوگ مرجاوینگے تو غلہ مذکور مسکینون کا ہوگا مدعی کا نہوگا اور اگر زمین مذکورہ کسی قیم (یعنی قیم کے لوگون سے) کے قبضہ مین ہو اور باقی (نفوس ۱۲) مسئلہ بحالہ ہو تو وہ مدعی کا خصم ہوگا کہ مدعی کے گواہ اسکے مقابلہ مین سنے جاوینگے اور قیم سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قیم کا اقرار کردینا صحیح نہین ہی اور قاضی کے امین کا بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر قابض نے جسکے قبضہ مین دار ہی اس اقرار کے بعد کہ یہ فلان وفلان و انکی اولاد پر اور انکے بعد مساکین پر وقف ہی یون اقرار کردیا کہ یہ دار اس مدعی کی ملک ہی (یا زمین ۱۲) پھر یہ سب مسلمان حاضر ہوئے اور انھون کے قابض کے اس اقرار کی کہ یہ دار اس مدعی کا ہی تکذیب کی اور کہا کہ یہ دار ہم لوگون پر وقف ہی تو یہ لوگ دعوی مدعی کے باب مین مدعی کے خصوم ہونگے پس اگر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیئے کہ یہ دار اس مدعی کا ہی تو مدعی کے واسطے اس دار کے مالک ہونیکا حکم دیدیا جائیگا اور جسکے قبضہ مین دار مذکور تھا اسکا یہ اقرار کہ یہ وقف ہی باطل ہوگا اور اگر مدعی مذکور کے پاس اُسکے دعوی کے گواہ نہ ہون اور اُسنے قسم چاہی توان لوگون سے قسم لے سکتا ہی پس اگر ان لوگون نے اقرار کردیا کہ یہ دار اسی مدعی کا ہی یا قسم کھانیسے انکار کیا تو ان لوگون کا اقرار انکی ذات پر جائز ہوگا اور انکا اقرار انکی اولاد و اولاد کی اولاد و مسکینون پر جائز نہوگا اور اسیطرح انکا اقرار اجنبی شخص پر بھی اس باب مین جائز نہ ہوگا (یعنی صحیح یا ممضی ۱۲) یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وقف صحیح کا اقرار کیا اور اپنے قبضہ سے خارج کردینے کا اقرار کیا حالانکہ اُسکا وارث جانتا ہی کہ اُسنے اپنے (یعنی مالک وقف کنندہ نے ۱۲) قبضہ سے خارج نہین کیا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا اقرار اسکی نفس پر جائز ہی ولیکن اُسکے وارثونکو اختیار ہوگا کہ اس وقف کو لے لیوین اور محکمہ قضا مین وارثون کا دعوی مسموع نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی صحت مین اپنی زمین فقیرون پر وقف کردی پھر مرگیا پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ہی اور وارثون نے اسکا اقرار کردیا تو اس سے وقف مذکور باطل نہوگا ولیکن امام محمدؒ کے قول مین وارث لوگ ترکہ میت سے اس زمین کی قیمت کے ضامن ہونگے اور فقیہ نے فرمایا کہ ضمان واجب ہونا سب اماموں کے نزدیک بلا خلاف ہی اور یہی ٹھیک ہی اور اگر وارثون نے اس سے انکار کیا اور مدعی نے انکی قسم طلب کی پس اگر مدعی کی غرض یہ ہی کہ اس زمین کو لیلون تو وارثونپر قسم نہین آتی ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ اگر یہ لوگ قسم سے انکار کرین تو ترکہ میت سے اُسکی قیمت ضمان لون تو اسکو ایسا اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ دار وقف ہی جسکو مسلمانون مین سے ایک شخص نے ابواب خیر اور مسکینون پر

وقف کیا ہی اور مجھے سپرد کیا ہی اور مجھے اسپر قیم[۱] کردیا ہی پھر ایک شخص آیا اور قابض کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ مین نے ہی اس دار کو ان وجوہ وسبیل پر وقف کیا اور اس قابض کو سپرد کردیا اور اسکو اسکی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا ہی اور چاہا کہ قابض کے قبضہ سے نکال لے تو دیکھا جاوے گا کہ جسکے قبضہ مین ہی اگر اُسنے اسکی تصدیق کی کہ اسی نے اسکو وقف کیا ہی تو مدعی مذکور کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اسکو نکال کر اپنے قبضہ مین لے لے قال المترجم اور ایک نسخہ مین اسکے آگے یون لکھا ہی کہ اگر اس آنیوالے مدعی نے کہا کہ مین اس مین کا مالک ہون اور مین نے اسکو وقف نہین کیا ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قابض سے اپنے قبضہ مین لے لے۔ اور اگر مدعی مذکور نے کہا کہ مین نے یہ دار وزمین اس قابض کے پاس ودیعت رکھی ہی اور قابض کہتا ہی کہ یہ اسی کی تھی مگر اُسنے اسکو ان وجوہ مذکورۂ بالا پر وقف کردیا ہے تو قاضی اس قابض کے اس قول کو کہ یہ دار وزمین اسی مدعی کی تھی قبول فرماویگا یہ ذخیرہ مین ہی ایک زمین ایک شخص کے قبضہ مین ہی پس دو گواہون نے اس قابض کے اس اقرار کی گواہی دی کہ یہ زمین زید بن عمرو واسکی نسل پر وقف ہی اور دوسرے دو گواہون نے گواہی دی کہ اس قابض نے اقرار کیا کہ یہ بکر بن خالد پر وقف ہی تو کتاب مین مذکور ہی کہ اگر یہ دریافت ہو جاوے کہ دونون اقرارون مین سے کون پہلے واقع ہوا تو پہلا جائز ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا اور اگر یہ دریافت نہو کہ کون اقرار ان دونون مین سے اول واقع ہوا تو ان دونون اقرارون کے واسطے حکم دیا جائیگا یعنی یہ حکم دیا جائیگا کہ دونون فریق پر وقف ہی اور اُسکا غلہ دونون فریق کے درمیان نصف نصف ہوگا[۲] یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک ذمی کے قبضہ مین ایک زمین ہی اُسنے اقرار کیا کہ ایک مسلمان نے اسکو مسکینون پر یا جہاد پر یا حج پر وقف کیا ہی یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالی کی قربت چاہتے ہین تو ذمی مذکور کا اقرار جائز ہوگا اور اسکی حاصلات انھین وجوہ پر جو اسنے بیان کی ہین جاری کی جائیگی اور اگر اُسنے کہا کہ مسلمان نے اسکو راہ بیع پر وقف کیا ہی یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالی کا تقرب نہین چاہتے ہین تو ذمی مذکور کا اقرار باطل ہوگا اور زمین مذکور اسکے قبضہ سے نکال کر مسلمانون کے بیت المال مین داخل کردیجائیگی یہ حاوی مین ہی۔

نوان باب وقف کو غصب کر لینے کے بیان مین

ایک شخص نے زمین یا دار کو وقف کیا اور اسکو ایک شخص کے سپرد کیا اور اسکو اسکی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا پھر جس شخص کو سپرد کی تھی وہ اُس سے انکار کر گیا تو وہ غاصب ہی کہ زمین اُسکے قبضہ سے نکال لیجائیگی اور اس مقدمہ مین خصم وہی وقف کرنیوالا ہوگا اور اگر وقف کرنیوالا مر گیا ہو اور اس وقف کے مستحق لوگ آئے کہ انھون نے اپنا استحقاق طلب کیا تو قاضی اس مقدمہ مین ایسے شخص کو مقرر کردیگا جو خصم ہووے پس اگر غاصب کے پاس اس وقفی چیز مین نقصان آگیا تو اسکے انکار کر جانیکے بعد جو نقصان اسمین آیا ہی غاصب اُسکا ضامن ہوگا اور جو کچھ اسمین سے منہدم ہوا ہی اس مال سے اُسکی تعمیر کرائی جائیگی۔ اور اگر غصب کنندہ نے وقف کرنے والے سے غصب کی ہو نہ اس شخص سے جو اسپر متولی ہے تو غاصب پر واجب ہوگا کہ وقف کرنیوالے کو

[۱] کہ اُسکی نگرانی اور محافظت رکھون ۱۲

[۲] قال المترجم پھر جب دونون مین سے کوئی فریق معدوم ہو جاوے تو اسکا حصہ مسکینون کا ہوگا ۱۲ منہ

واپس دیدے۔ اور جب غاصب نے انکار کیا اور قاضی کے پاس اسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا تو قاضی اسکو محبوس رکھیگا یہانتک کہ وہ مغصوبہ چیز کو واپس کر دے اور اگر وقف میں کوئی نقصان آگیا ہو تو نقصان کا ضامن ہوگا اور یہ مال ضمان اس وقف کی مرمت اور شکستہ وریختہ کی تعمیر میں صرف کیا جائیگا اور جو لوگ اس وقف کی حاصلات کے مستحق ہیں انمیں تقسیم نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر غاصب نے وقف کی چیز میں اپنی طرف سے بڑھایا ہو تو دیکھا جاویگا کہ اگر یہ زیادتی مال متقوم نہو[1] مثلاً غاصب نے اس زمین میں ہل[2] چلادیا یا نہر کھود دی ہے یا اس زمین میں کھاد ڈالی ہے اور کھاد اسکی مٹی میں ملکر بمنزلہ مستہلک کے ہوگئی تو اس وقف کا قیم اُسکے غاصب سے اسکو مفت واپس لیگا اور زیادتی مذکورہ کے مقابلہ میں کچھ نہ دیگا اور اگر زیادتی مذکورہ مال متقوم ہو مثلاً درخت لگایا ہے یا اسمیں عمارت بنائی ہے تو غاصب کو حکم دیا جائیگا کہ اپنا درخت جڑ سے نکال لے اور عمارت کو توڑ لے اور زمین واپس کر دے بشرطیکہ ایسا کرنیسے زمین وقف کو نقصان نہ پہونچتا ہو اور اگر اس سے زمین وقف کو نقصان پہونچتا ہو مثلاً درخت جڑ سے کھود ڈالنے سے زمین مذکور خراب ہوئی جاتی ہو یا عمارت توڑ لینے سے دار مذکور کھنڈل ہوا جاتا ہو تو غصب کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ عمارت کو توڑے یا درخت کو جڑ سے اُکھاڑ لے پھر اس وقف کا قیم اس عمارت کی ٹوٹی ہوئی کے حساب سے اور اس درخت کاٹے ہوے کے حساب سے قیمت ادا کریگا بشرطیکہ اس وقف کی اسقدر آمدنی اس متولی کے پاس ہو جو اس تاوان ادا کرنیکو کافی ہو۔ اور اگر ایسی صورتمیں وقف مذکور کی آمدنی کچھ جمع نہو تو وقف مذکور اجارہ پر دیدیا جائیگا پس اس اجرت میں سے یہ تاوان ادا کیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر غاصب نے چاہا کہ وہ آخری درجہ ایسے مقام سے ہر درخت کو کاٹ لے کہ جس سے زمین کو کچھ خرابی نہ پہونچے تو اسکو یہ اختیار ہوگا پھر جسقدر زمین وقفی کے اندر درختوں میں سے دبا رہگیا ہے قیم اسکی قیمت غاصب کو ضمان دیگا بشرطیکہ اُسکی کچھ قیمت ہوتی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس مسئلہ میں متولی نے غاصب کے پودوں سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں وقف کیواسطے بھلائی[3] ہو اور یہی حکم عمارت کی صورت میں بھی ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی غاصب نے اراضی وقفی کو درحالیکہ اسکی قیمت ہزار درم تھی غصب کیا پھر دو ہزار درم اُسکی قیمت ہو جانیکے بعد غاصب مذکور سے اسکو دوسرے غاصب نے غصب کر لیا تو قیم پہلے غاصب کا دامنگیر نہوگا۔ بلکہ دوسرے ہی کا پیچھا پکڑیگا جبکہ دوسرا غاصب تونگر ہو۔ شیخ نے کہا کہ امام کی مراد اس کلام سے یہ ہے کہ دوسرے ہی کا دامنگیر اُسوقت ہوگا کہ جب دوسرے غاصب سے تیسرے نے غصب کر لیا اور اس سے واپس لینا متعذر ہو گیا ہو تو ایسی صورت ہو جانے میں اول و دوم میں سے غاصب دوم ہی کا دامنگیر ہووے جبکہ وہ بہ نسبت اول کے تونگر ہو۔ پھر فرمایا کہ اور اگر پہلا غاصب بہ نسبت دوسرے کے زیادہ مالدار ہو تو پہلے ہی کا پیچھا پکڑے۔ اور جب قیم نے دونوں غاصبوں میں سے کسی ایک کا پیچھا پکڑ لیا تو دوسرا غاصب بری[4] ہو گیا اور جب قیم نے دونوں میں سے کسی ایک سے قیمت وصول کر لی تو اس قیمت سے دوسری زمین

---

[1] وہ مال جسکی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہو ۱۲ [2] اور یہی حکم اس صورتمیں ہے کہ اسکو کدال وغیرہ سے گوڑ دیا ہو ۱۲

[3] یعنے بہتری ہو تو مضائقہ نہیں ہے ۱۲ منہ [4] قیم کے مواخذہ سے چھوٹ گیا ۱۲ م

خرید کر بجاے اراضی اول کے وقفی قایم کرے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر قیم نے دونون مین سے کسی ایک غاصب سے قیمت وصول کرلی پھر اصل زمین اُسکو واپس دی گئی تو وہ بھی قیمت وصول کردہ کو واپس کردے اور زمین مذکور اپنے حال پر وقفی ہوگی اور ایسی صورت مین غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی قیمت واپس پانے تک زمین کو روک رکھے کذا فی المحیط پھر اگر قیم نے غاصب سے قیمت وصول پائی اور وہ اُسکے ہاتھ سے ضائع ہوگئی تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگی اور ضائع ہونیمین قسم سے قیم ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر قیم نے قیمت وصول کرکے ہنوز اُس سے دوسری زمین خریدی نہین تھی کہ اُسکے پاس سے قیمت ضائع ہوگئی پھر اصل زمین وقفی اسکو واپس دیگئی تو زمین مذکور جیسے وقفی تھی اسی حال پر رہیگی اور قیم نے جو قیمت وصول کرلی تھی اسکو اپنے ذاتی مال سے پھیرنا برداشت کرے پھر استحساناً اسقدر مال کو حاصلات وقف سے واپس لیوے لیکن یہ ہوگا کہ جن لوگونپر حاصلات اراضی وقف ہے اُنسے انکے دیگر اموال سے سوائے حاصلات وقف کے واپس لیوے بلکہ انکے اسی مال حاصلات وقف سے واپس لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ ہوا کہ قیم نے قیمت وصول کرکے اسکے عوض دوسری زمین بجاے وقف اوّل کے خرید لی پھر اُسکو اصل زمین وقفی واپس دی گئی تو وہ بحال خود وقف ہوگی اور دوسری زمین جو خریدی ہے وقف ہونیسے خارج ہوجائیگی پس قیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کرکے اُسکے دامونسے وہ قیمت جو وصول کرلی تھی ادا کردے اور اگر اسمین کمی پڑے تو کمی قیم کے ذاتی مال پر ہوگی اسکو قیاساً و استحساناً دونون طرح حاصلات وقف سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے وقف کے ساتھ استبدال کرلینا شرط کردیا ہو یعنے شروط مین لکھدیا ہو کہ استبدال روا ہے پس قیم نے اسکو فروخت کرکے دام وصول کرلیے پھر یہ دام ضائع ہوگئے پھر پہلا دار[1] اسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو قیم اُسکے دامونکو اپنے مال سے ضمان دے پھر زمین[2] وقف جو اسکو پھیر دی گئی ہے تاوان دیے ہوے دامون کے بدل فروخت کرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر وقفی دار اور وقفی زمین کو غصب کرکے دار کی عمارت ڈھائی یا زمین کے درخت کاٹ ڈالے تو قیم کو اختیار شرعی حاصل ہوگا کہ غاصب سے عمارت[3] و ہر قسم کے درختونکی قیمت خواہ خرما کے ہون یا اور کسی قسم کے ہون تاوان لے جبکہ غاصب ان چیزونکو واپس نکرسکے پھر عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے اور درختونکی بحساب لگے ہوے کے تاوان لیگا پس اگر قیم نے غاصب سے یہ قیمت تاوان لے لی پھر دار اور زمین اور عمارت کا ٹوٹن اور درختان مذکورہ ظاہر ہوے یعنے غاصب کو یہ قدرت حاصل ہوئی کہ وہ دار کو مع عمارت کی ٹوٹن کے یا زمین کو مع اشجار مقطوعہ کے واپس کرے تو وہ اس خالی زمین بے عمارت و درخت کو واپس کردے اور رہا ٹوٹن یا درخت تو

---

[1] یعنے اصلی وقف جسکو فروخت کیا ہے ۱۲ منہ [2] قولہ زمین وقف اوّل ول مین دار سے وضع مسئلہ ظاہر ہوتی ہے اور اس عبارت سے وضع بار صل لوقف ظاہر ہے پس تو دار بمعنی بے عمارت میدان ہے کہ اسکو ایک مرتبہ دار سے دوسری مرتبہ زمین سے تعبیر کیا اور یہ اشارہ ہے کہ وضع مسئلہ خواہ دار سے رکھو یا زمین سے رکھو حکم مین تفاوت نہین ہے اور یہی میرے نزدیک اوجہ داوفق ہے اور یہی خواص عبادات فقہا مین منجملہ اشارات کے ہے فاحفظ ۱۲ منہ [3] قولہ عمارت الخ اقول یعنی دار مع عمارت اور زمین مع اشجار کے کل قیمت علیحدہ علیحدہ واپس لیگا پس مراد یہ ہے کہ دار کے مسئلہ مین عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے علیحدہ لے سکتا ہے فافہم ۱۲ منہ

وہ اُسی کے ہو چکے ہین پھر قیم اس خالی زمین کا حصہ قیمت غاصب کو واپس کر دیگا کذا فی الذخیرہ والمحیط وفتاوی قاضی خان۔ اور اگر غاصب کے قبضہ مین کسی اجنبی نے عمارت وار یا درختان زمین پر تعدی کی جس سے غاصب نے اُن چیزونکی قیمت ڈانڈ بھر لی اور کہا گیا اب وہ مفلس نادار ہی تو قیم کو یہ اختیار ہوگا کہ جس اجنبی نے تعدی کی تھی اُسکا دامنگیر ہو۔ اور اگر غاصب نے اس زمین مین زراعت کی تو کھیتی اُسی کی ہوگی اور اُسپر زمین کا نقصان جو کھیتی کرنے سے اُسمین آگیا ہی واجب ہوگا اور یہ مال لیکر اُس زمین کی تعمیر مین لگا دیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر زمین وقف مین درختان خرما و دیگر اشجار ہون جنکی حاصلات کو غاصب نے چند سال تک لیا پھر اُسنے زمین مع درختان مذکورہ واپس کرنی چاہی تو اُسکے ساتھ اسکی حاصلات کو بھی واپس کرے اگر بعینہ[۱] موجود ہو اور اگر اس سے وہ حاصلات تلف ہوگئی ہو[۲] تو اسکے مثل واپس کرے یہ ذخیرہ مین ہی پھر غاصب سے جو کچھ حاصلات کے بدلے حاصل کیا جاوے وہ انھین راہون مین لگا دیا جائیگا جنپر وہ وقف ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ غاصب نے زمین وقف کو غصب کیا اسمین درختان خرما و دیگر اشجار ہین پس اُسکے قبضہ مین سے کسی اجنبی نے درختان مذکورہ کھود لیے[۳] تو قیم کو اختیار ہی چاہے غاصب سے اِن درختون کی قیمت جمے ہوئے کے حساب سے تاوان لے یا اسکو کھودنے والے سے تاوان لے پس اگر قیم نے غاصب سے ضمان لی تو وہ کھود لینے والے سے واپس لیگا اور اگر اُسنے کا ٹکر کھود لینے والے سے تاوان لیا تو وہ غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر قیم نے دونون سے ہنوز کسی سے تاوان نہین لیا تھا کہ غاصب نے قاطع سے قیمت درختان مقلوعہ تاوان بھر لی پھر قیم نے آکر قطع وقلع کرنے والے سے ضمان لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک وقفی زمین غصب کر لی اور جسکے پاس سے غصب کی ہی اُسنے نالش کی اور گواہ قایم کیے تو بالاجماع اُسکے گواہ قبول ہونگے اور زمین مذکورہ اسکو واپس دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر وقف کو کسی نے غصب کر لیا تو جن لوگون پر وقف ہی اُنمین سے کسی کو بدون اجازت قاضی کے خصومت کا حق حاصل نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہی اسپر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اسکے قبضہ سے نکالنا ممکن نہین پھر جن لوگون پر وقف تھا اُنھون نے اپنون مین سے ایک پر دعوی کیا کہ اسنے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکو سپرد کر دیا ہی[۴] اور وہ شخص منکر ہی پس باقیون نے اُس سے قسم لینی چاہی تو اُنکو یہ حق پہونچتا ہی اور جب اُس شخص نے انکے دعوے سے انکار کیا تو اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا اور ٹھٹھک رہا تو اسپر قیمت وقف مذکور ادا کرنیکا حکم کیا جائیگا اور اسیطرح اگر باقیون نے اُسپر گواہ قائم کیے تو بھی ثابت ہو جانے پر یہی حکم دیا[۵] جائیگا کیونکہ[۶] وقفی مکانات واراضی وغیرہ جو از قسم عقار ہی انکے غصب کی صورت مین وقف

---

[۱] یعنی وہی جو حاصل ہوئی ہی خود موجود ہو ۱۲ [۲] قولہ تلف ہوگئی ہو ظاہر یہ کہ اسنے تلف کی ہو یا خود تلف ہوئی ۱۲ بہر حال ضامن ہوگا کیونکہ اصل مضمون ہے ولیکن اسمین نظر ہے اور شاید مراد یہ ہو کہ مستہلک ہوتا اسکی استہلاک سے ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ [۳] اور غاصب نے اسکا تاوان نہین لیا ہی ۱۲ [۴] یعنے اسنے غصب کر لیا پس ضامن ہی ۱۲ [۵] پھر یہ نہین کہا جائے کہ عقار کا وقف صحیح نہین ہوتا ہی جس طرح کتاب الغصب مین مذکور ہے کیونکہ الخ ۱۲ [۶] کیونکہ اقول چونکہ عقار کے غصب مستحق ہونے مین اختلاف ہی بعض ائمہ کے نزدیک عقار مین غصب نہین ہوتا لہذا اس مقام پر تنبیہ کر دی فافہم ۱۲

پر نظر کرکے یہی فتوی ہے کہ غاصب ضامن ہے جیسے کہ وقف کے منافع غصب کرلینے کی صورت میں بنظر وقف یہی فتوی ہے کہ منافع وقف کا غاصب ضامن ہے اور یہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور جب اس غاصب پر قیمت کا حکم دیا گیا تو قیمت اس سے وصول کرکے اسکے عوض دوسری اراضی خرید کیجائیگی پس وہ بجائے اصل کے وقف رہیگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنی زندگی و صحت میں ایک موضع وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکال کر متولی کے قبضہ میں دیدیا پھر اسپر ایک غاصب مستولی ہوکر وقف مذکور و متولی کے درمیان حائل ہوگیا تو غاصب سے اسکی قیمت لیکر اس سے دوسرا موضع خرید کر اول کے شرایط پر وقف کیا جائیگا کیونکہ جب غاصب انکار کرگیا تو وہ چیز گویا مستہلک ہوگئی اور وقفی چیز جب تلف ہوجاوے تو اسکے قایم مقام دوسری بدل لینا واجب ہے جیسے وقف گھوڑا اگر جہاد میں مارڈالا جاوے تو اسکی قیمت سے استبدال کیا جاتا ہے اور یہ حکم بدلیل استحسان ہے جسکو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنا کھیت وقف کیا پھر اسی نے اسمین زراعت کی اور خرچ کیا اور کھیتی نکلی اور بیج اسی کی طرف سے ہیں پس اُسنے کہا کہ میں نے اپنے بیجوں سے اپنے واسطے یہ زراعت کی ہے اور جنپر وقف ہے اُنھوں نے کہا کہ تونے وقف کے لیے زراعت کی ہے تو اس بات میں وقف کرنیوالے کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور کھیتی اُسیکی ہوگی اور اگر وقف والوں نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکے قبضہ سے نکال لے اُسنے اپنے واسطے زراعت کی ہے حالانکہ اسکو یہ استحقاق نہ تھا تو قاضی اسکے قبضہ سے نہیں نکالیگا ولیکن وقف کے لیے زراعت کرنیمین اُس سے تقدیم کردیگا پھر اگر اُسنے کہا کہ وقف کا کچھ مال میرے پاس نہیں ورنہ بیج ہیں تو قاضی اس سے کہیگا کہ وقف پر قرضہ لے اور اسکو بیجون و مزدوری وغیرہ مصارف زراعت میں خرچ کرکے حاصلات سے لے لینا۔ پھر اگر اُسنے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا ہے تو قاضی اہل وقف سے فرمائیگا کہ تم قرضہ حاصل کرکے بیج خریدو اور خرچہ دو پھر حاصلات سے ادا کردینا پھر اگر اہل الوقف نے کہا کہ ہمکو کھٹکا ہے کہ جب ہم قرضہ لیکر بیج خریدیں اور خرچہ دیں تو جب یہ سب وقف کرنیوالے کے پاس پہونچ جاویے تو وہ انکار کرجاوے ولیکن ہم خود اسمین زراعت کریں تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ علی الاطلاق انکو یہ حکم دیدے کیونکہ جسنے وقف کیا ہے وہی اول مستحق اُسکی پرداخت کا ہے لیکن اگر اُسکی ذات پر یہ خوف ہو کہ وقف کو تلف کرڈالیگا تو اسکو استحقاق میں اولویت نہیں ہے اگر وقف کنندہ نے اسمین زراعت کی اور خرچہ اُٹھایا پھر کھیتی کو اولا و پالا وغیرہ ایسی کوئی آفت پہونچی کہ کھیتی جاتی رہی پس وقف کنندہ نے کہا کہ میں نے قرضہ لیکر یہ زراعت جو جاتی رہی ہو وقف کیواسطے بوئی تھی پھر دوسری پیداوار سے حاصلات آئی پس اُسنے چاہا کہ میں اس پیداوار سے وہ قرضہ وضع کرلوں جسکو اُسنے تلف شدہ پیداوار کے واسطے قرض کرلینا بیان کیا تھا اور اہل وقف نے کہا کہ اسنے اپنے ہی واسطے کھیتی بوئی تھی تو اسمین وقف کرنیوالے کا قول قبول ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ اس پیداوار سے اسقدر قرضہ جسکا دعوی کرتا ہے وصول کرلے پھر اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ میں نے ہزار درم لیکر اُسکے بیجوں و دیگر ضروریات میں خرچ کیے ہیں اور اہل الوقف نے کہا کہ تونے فقط پانچسو درم سب اسکے بیجوں و مزدوری و ضروریات میں اُٹھائے ہیں تو فرمایا کہ

جسقدر ایسی زمین کی ایسی زراعت مین خرچ ہوتا ہو اُسقدر مین وقف کنندہ کا قول سچا قرار دیا جائیگا اور اگر متولی وقف نے یعنے قیم نے کہا کہ یہ کھیتی مین نے اپنے بیجون سے واپنے خرچ سے اپنے لیے بوئی ہی اور اہل الوقف نے کہا کہ تو نے ہمارے واسطے بوئی ہی تو قول اسمین متولی کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہی

دسوان باب مریض کے وقف کرنیکے بیان مین

ایک مریض نے اپنے مرض الموت[1] مین اپنا دار وقف کیا تو یہ جائز ہی جبکہ یہ دار مذکور اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اگر برآمد نہو لیکن وارثون نے فعل مریض کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہی اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو جسقدر تہائی سے زیادہ ہی اسقدر کا وقف باطل ہو جائیگا اور اگر بعض وارثون نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جسقدر وارثون نے اجازت دی ہی اسقدر وہ بھی تہائی کے ساتھ جائز ہو جائیگا اور باقی کا وقف باطل ہوگا پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر ہوا حتی کہ دار مذکور اُسکے تہائی ترکہ تمام سے برآمد ہو گیا تو پورا[2] وقف مذکور نافذ کر دیا جائیگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر اس صورت مین قاضی نے سوائے تہائی کے باقی دو تہائی کا وقف باطل کر دیا پھر میت کا ایسا مال ظاہر ہوا کہ اسکی تہائی سے پورا دار مذکور برآمد ہوتا ہی پس اگر باقی دو تہائی مذکور وارثونکے قبضہ مین بعینہ قائم ہو تو پورا دار مذکور وقف ہو جائیگا اور اگر قائم نہو مثلاً بعض وارثون نے اپنا حصہ فروخت کر دیا ہو تو اسکی بیع نہین توڑی جائیگی ولیکن جسقدر اُسنے فروخت کیا وہ اُسی سے لیکر اُس سے دوسری زمین خرید کرکے بجائے اسکے وقف کر دیجائیگی کذا فی محیط السرخسی اور اگر میت کو کوئی مال حاصل ہوا بایں طور کہ وہ عمداً قتل کیا گیا پھر وارثون نے قاتل سے مال پر صلح کر لی تو بالاتفاق بیع مذکور نہین توڑی جائیگی اور اگر بعض وارثون نے بیچا اور بعض نے نہین تو جسقدر فروخت نہین ہوا وہ وقف مین عود کریگا اور جسقدر فروخت ہوا اسکی قیمت لیکر اُسکے عوض دوسری زمین خریدکر وقف کر دیجائیگی کذا فی الذخیرہ اور اسیطرح اگر میت پر قرضہ تھا پس قاضی نے اسکے دار یا زمین وقف کو اس قرضہ مین فروخت کیا پھر میت کا اسقدر مال ظاہر ہوا جس سے میت کا قرضہ ادا ہوتا اور اسکی تہائی سے یہ زمین وقف برآمد ہوتی ہی تو بھی بیع مذکور نہین توڑی جائیگی ولیکن مال میت سے بقدر ثمن وقف مذکور کے نکال کر اُس سے دوسری زمین خرید کر فقیرون پر صدقہ موقوفہ کر دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید مریض نے اپنی زمین کو صدقہ موقوفہ اللہ تعالی کیواسطے ہمیشہ کیواسطے اپنی اولاد اور اولاد اولاد اور نسل پر ہمیشہ جبتک تناسل حاصل ہو اور بعد انکے مساکین پر کر دیا پس اگر یہ زمین اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہو تو وقف ہو جائیگی اور اُس سے غلہ حاصل کرکے اُسکے تمام وارثون پر بحساب حصہ میراث کے تقسیم کیا جائیگا حتی کہ اگر اُسکی جورو اور اولاد ہو تو جورو کو آٹھوان حصہ دیا جائیگا اور اگر والدین و اولاد ہون تو والدین کو چھٹا حصہ دیکر باقی اُسکی اولاد مین لڑکونکو لڑکیون سے دو چند کے حساب سے بانٹ دیا جائیگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ اولاد اسکی پشت سے ہو اور اُنمین کوئی اولاد الاولاد نہو اور اگر کچھ اولاد الاولاد ہون اور باقی مسئلہ اپنی واقع

---

[1] مرض الموت وہ بیماری ہے جس سے اُسکو صحت نہو اور آخر اُسی بیماری مین مرجاوے ۱۲ [2] قولہ پورا الخ گویا میت کا تہائی اسی ایک چیز ترکہ مین جمع کر دیا گیا ۱۲ منہ

ہو تو اولاد کے نفر اور اولاد الاولاد کے نفر شمار کرکے تمام غلہ بتعداد نفر تقسیم کیا جاوے پھر جسقدر اسکے نطفہ کی اولاد کو پہونچے وہ ان اولاد مین موافق فرائض الٰہی تعہ کے بطور مذکور تقسیم ہوگا اور جسقدر اولاد الاولاد کو پہونچے وہ انمین مساوی تقسیم ہوگا یعنے مرد و عورت کا حصہ یکسان ہوگا۔ پھر جب تمام اولاد صلبی مرگئی تو تمام حاصلات انکی اولاد الاولاد و نسل پر تقسیم ہوگی پس اُسکی زوجہ یا والدین کو اسمین سے کچھ نہین ملیگا کذا فی الظہیریہ اور اگر یہ زمین اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد نہ ہوئی پس اگر وارثون نے وقف کی اجازت دیدی تو وقف جائز ہوا اور غلہ ان سب مین برابر تقسیم ہوگا۔ انمین مذکر اولاد کو مونث سے کچھ زیادتی سے نہین دیا جائیگا اور اس غلہ سے زوجہ اور والدین کو کچھ نہین ملیگا اور اگر وارثون نے وقف کی اجازت نہ دی تو تہائی سے وقف جائز ہوگا پس تہائی رقبہ فقیرون کے لیے وقف ہوگا اور غلہ تمام وارثون مین اللہ تعہ کے فرائض پر تقسیم ہوگا اور یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے شیخ ہلال و قاضی ابوبکر الخصاف و فقیہ ابوبکر الاعمش و فقیہ ابوبکر الاسکاف کا قول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر اپنی زمین کو اپنی قرابت پر وقف کیا پس اگر اسکے قرابت والے اُسکے وارث ہون تو یہ صورت اور اولاد پر وقف کرنے کی صورت یکسان ہے اور اگر یہ قرابت والے اُسکے وارث نہون تو اُنپر وقف جائز ہے اور وقف کی راہ سے وہ لوگ حاصلات وقف کے مستحق ہونگے اور اگر اُسنے اپنے وارثون مین سے فقط بعض پر وقف کیا تو اس صورتمین اگر سب وارثون نے اجازت دی تو وقف جائز ہوگا اور اگر نہ اجازت دی تو زمین مذکور فقیرون پر وقف ہوجائیگی مگر تہائی مال ترکہ سے اعتبار کیا جائیگا اور حاصلات اس وقف کی بنابر قول ہلال رحمہ اللہ تعالیٰ و اُنکے تابعین کے وارثون کے لیے بقدر انکی میراث کے ہوگی پھر جب وہ وارث مرجاوے جسپر وقف ہے تو غلہ اسکا فقیرونکے لیے ہوجائیگا اور اگر وقف کرنیوالے کے بعض وارث مرگئے ولیکن وہ وارث جسپر وقف ہے زندہ موجود ہے تو غلہ مذکور تمام وارثونکا ہوگا اور جو انمین سے مرا اُسکا حصہ اُسکے وارثونمین میراث ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میری نسل پر اور آخر اسکا فقرا پر ہے یا اُسنے اسکی وصیت کردی اور یہ زمین اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پس اگر وارثون نے اجازت دی تو اُسکا غلہ درمیان وارث و اولاد الاولاد کے انکے عدد رؤس پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو غلہ درمیان اولاد صلبی اور اولاد الاولاد کے انکے اعداد رؤس[1]^(یعنے جتنے نفر ہون ۱۲) پر تقسیم ہوگا پھر جسقدر اولاد الاولاد کے پرتے مین پڑے وہ انکو مساوی تقسیم ہوگا اور جسقدر وارثون یعنی اولاد صلبی کے حصہ مین آوے وہ تمام وارثون مین بحساب میراث تقسیم ہوگا (نطفہ کی اولاد ۱۲) اور اگر بعض اولاد صلبی اور بعض اولاد کی اولاد مرگئی اور بعضے اولاد کی اولاد مین پیدا ہوے تو جسدن غلہ حاصل ہو اُسدن انکی تعداد بشمار نفر دیکھی جاوے پھر جسقدر اولاد صلبی کے پرتے مین آوے وہ انھین تمام وارثونپر بحساب میراث تقسیم ہوگا جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے پھر جسقدر انمین سے مرنیوالون کے حصے

[1] قولہ اعداد رؤس یعنے سب نفر شمار کرلیے جاوین جسقدر شمار ہون اُسیقدر مساوی حصے کر ڈالے جاوین پھر فرض کرو کہ وارثونکی تعداد چار ہے اور اولاد الاولاد کی دس تو چودہ حصے کیے جاوینگے جسمین سے چار حصے وارثون کے پرتے مین آوین ۱۲

مین علیحدہ علیحدہ پڑے وہ ہر ایک کے وارثون کو ملیگا پھر اگر اولاد صلبی سب گذر گئے تو غلہ مذکور اولاد الاولاد اور نسل پر تقسیم ہوگا اور باقی وارثون کے لیے کچھ نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر مریض نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہر اُس شخص پر ہی جو محتاج ہووے میری اولاد و نسل سے ہر ایک کو اسقدر دیا جاوے جو اسکے نفقہ کو گنجایش دیوے اور اگر میری اولاد اور نسل مین کوئی فقیر نہ ہو تو پورا غلہ فقیرون کیواسطے ہی تو ایسی صورت مین اگر اسکی اولاد اور نسل مین فقراء ہون تو انکی تعداد پر غلہ انکے درمیان اسطرح تقسیم ہوگا کہ ہر ایک کو اسقدر دیا جاوے جو اُسکی ذات و اولاد و جورو اور خادم کے نفقہ کے لیے بطور معروف کافی ہو یعنے بدون اسراف و تنگی کے روٹی و اُسکے ساتھ کھانے کی چیز و کپڑے کے لیے سالانہ کافی ہو پھر اس حساب سے جسقدر غلہ اُسکے نفقہ کی اولاد کے حصہ مین آوے اُسکو مجموعہ کر کے اُن اولاد صلبی در باقی تمام وارثون جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے موافق فرائض الٰہی تعالیٰ کے تقسیم کر دیا جائیگا پھر اگر فرزند صلبی کے حصہ کفایت مین کچھ دیگر وارثون کی تقسیم مین لے لیا گیا اور جو باقی رہا وہ اسکو کافی نہین ہوتا تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اولاد الاولاد کے حصہ مین جو کچھ آیا اُسمین سے بقدر کمی کے واپس کر لے۔ اور اگر انمین تونگر لوگ ہون تو اُسکی اولاد اور نسل مین سے تونگرون کو کچھ نہین دیا جائیگا اور جتنے لوگ فقیر ہین انھین کی تعداد رؤس پر تقسیم ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر اپنے مرض الموت مین اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتین کین تو اُسکا تہائی مال اُسکے وقف و دیگر وصایا مین تقسیم ہوگا اس طرح کہ وصیتون والے اپنی اپنی وصیت کے حساب سے اور وقف والے اس زمین کی قیمت کے حساب سے حصہ دار ٹھہرائے جاوینگے پھر تہائی مین سے جسقدر وصیتون والون کے حصہ مین پڑے وہ لے لین اور جسقدر اہل وصیت کو پہونچے اُسکے حساب سے اس زمین سے حصہ الگ کر کے جنپر وقف کیا ہی وقف کر دیا جاوے۔ اور وقف کی تنفیذ مقدم نہوگی کذا فی الذخیرہ اور وقف مانند عتق و تدبیر کرنیکے نہین ہی یعنے جیسے عتق و تدبیر کو مقدم کر کے پہلے اُنھین دونو کو نافذ کرنا شروع کیا جاتا ہی پھر اگر کچھ بچتا ہی تو باقی وصیتین نافذ کیجاتی ہین ورنہ نہین تو وقف کا حکم بمانند عتق و تدبیر کے تقدم مین نہین ہی کما فی الحاوی للقدسی۔ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین ہی اسکا غلہ میری وفات کے بعد اولاد عبد اللہ و اُسکی نسل کو دیا جاوے تو یہ غلہ کی وصیت اُن لوگونکے واسطے ہوگی اسیطرح اگر کہا کہ میری اس زمین کو حبس کر رکھو میری وفات کے بعد اولاد عبد اللہ پر تو یہ بھی غلہ کی وصیت قرار دیجائیگی اسیطرح اگر کہا کہ میری زمین میری وفات کے بعد فلان و اُسکی نسل پر وقف ہی فروخت نہ کی جاوے تو یہ سب صورتین یکسان ہین یعنے ان سب مین غلہ کی وصیت ہی پس احکام وصیت معتبر ہونگے اور وقف نہین ہی اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری وفات کے بعد صدقہ موقوفہ پر مساکین ہی یا کہا کہ اسکو مساکین پر حبس رکھو تو یہ وقف البتہ جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ اس قوم پر و اُنکے بعد اسکا غلہ میرے وارثون کے لیے کیا جاوے تو حاصلات اس قوم کے واسطے ہوگی جنکے واسطے اُسنے قرار دی ہی پھر جب یہ لوگ گذر جاوین

تو وارثوں[1] کے لیے انکی میراث کے حساب سے ہوگا پھر جب وارث مرجاوین تو غلہ فقیرونکے لیے ہوجائیگا یہ خزانۃ المفتین و محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد الاولاد اور نسل پر ہے پھر جو کوئی میرے نطفہ کے فرزندوں سے مرے اسکا جو کچھ حصہ بطریق میراث تھا وہ بھی میری اولاد الاولاد پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور جو غلہ حاصل ہو وہ اولاد کی اولاد کی تعداد اور زندہ اولاد صلبی کے عدد روس اور جو واقف کی موت کے بعد مرے ہیں انکے عدد روس پر تقسیم ہوگا پس فرزند صلبی سے مردہ فرزند کو جو پہونچے وہ بھی اولاد کی اولاد پر وقف ہوگا پھر جو کچھ زندوں کو پہونچا وہ انمیں اور مردوں میں تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردوں کو پہونچا وہ انکے وارثوں کو انسے میراث پہونچیگا۔ قال المترجم حاصل یہ ہے کہ وقف کنندہ نے اولاد صلبی میں سے مرنیوالے کا حصہ میراث جو اولاد الاولاد کیواسطے کردیا ہے اسکے یہ معنی نہیں لیے جاوینگے کہ خاصتہً اسکا حصہ میراث اسکے وارثوں سے منتقل ہوکر اولاد الاولاد کو دیا جاوے کیونکہ یہ تشریع باطل خلاف منصوص فرایض ہے بلکہ یہ معنی لیے جاوینگے کہ اولاد الاولاد کو اسقدر حصہ مزید بھی دیا جاوے جسقدر اولاد صلبی کے مرنیوالونکا میراثی حصہ انکو پہونچتا تھا اسی واسطے اولاً تقسیم غلہ کے وقت تعداد اولاد الاولاد اور تعداد زندہ اولاد صلبی اور تعداد مردہ اولاد صلبی میں مجموعہ لیے گئے انمیں سے اولاد الاولاد کو انکا مجموعہ اور نیز مردہ اولاد صلبی کا مجموعہ دونوں دیے جاوین پھر اولاد صلبی کے پرتے میں جو کچھ آوے وہ وقف کنندہ کے مرنے کیوقت جسقدر اولاد صلبی موجود تھی اور جسقدر وارث تھے سب کے درمیان بحساب فرائض تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردہ فرزند یا وارث کے حصہ میں آوے وہ اسکے وارثونکو بحکم میراث دیا جائیگا فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ اور اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلبی جو اسکو بحکم ارث ملا ہے وہ بھی اولاد الاولاد و نسل پر وقف کردے چنانچہ اسنے یون کہا کہ پھر جو کچھ میرے نطفہ کے زندہ فرزندون کے حصص سے انمیں سے مردونکو پہونچے وہ بھی میری اولاد کی اولاد پر وقف ہے تو یہ وقف جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے مرض میں اپنی زمین اپنی اولاد اور اولاد الاولاد پر وقف کی اور سوائے اس زمین کے اسکا کچھ مال نہیں ہے تو تہائی زمین اسکی اولاد الاولاد پر وقف ہوجائیگی خواہ وارث لوگ اجازت دین یا نہ دین اور رہی دو تہائی سو اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو اسقدر وارثونکی ملک ہوگی اور اگر وارثون نے اجازت دیدی تو اسقدر زمین اولاد صلبی اور اولاد الاولاد کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر اپنی زمین اپنے مرض میں وقف کی اور وہ اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پھر اسنے مرنے سے پہلے غیر کا کچھ مال تلف کردیا پھر اسکے بعد تاوان دینے

[1] قولہ وارثون کے لیے اقول تفصیل اس مسئلہ کی بہت دراز ہے کیونکہ قوم پر وصیت نہیں قرار دی بلکہ وقف رکھا کیونکہ آخر اسکا فقرا کے لیے قرار دیا پس قوم پر وقف کرنے میں عربی زبان کے لحاظ سے بالفاظ مذکورہ سابق کہ محصور ہیں یا غیر محصور ہیں وقف کی صحت کا حکم دیا جاوے غایت یہ کہ فرض مسئلہ قوم محصور میں یا لفظ قوم متضمن اس معنی کو لیا جاوے ولیکن ہماری زبان میں قوم ایک بے تعداد حصہ جماعت پر بھی بولا جاتا ہے پس صحت وقف میں باین لفظ تامل ہے ولیس ہذا موضع الکلام پھر جب وارثون کی طرف رجوع ہوا تو لکھا کہ بقدر مواریث دیا جاوے پس وقف انکے حق میں وصیت ہوا لہذا غیر معتبر ہوکر میراث ہوا تو آیا ان وارثون سے لیا جاوے جو وقف کنندہ کی موت کے روز تھے یا جو اسوقت زمین نکل منہا الحکم یطول الکلام فیہا والثانی اظہر فتامل ۱۲

کے وہ زمین اُسکی تہائی سے برآمد نہین رہی یا مرنے پر اس شخص کے ذمہ ودیعت کو مجہول چھوڑنے وغیرہ کے مانند کسی
سبب سے تہائی مال لازم آیا قبل اُسکے کہ وارثون کو پہونچ جاوے پس وہ زمین اُسکے تہائی مال سے برآمد نہ رہی
تو تہائی زمین وقف ہوگی اور دو تہائی وارثونکی ملک ہوگی یہ بحرالرائق مین بزازیہ سے منقول ہے اگر مریض
نے وصیت کی کہ اسکے مرنے کے بعد اسکی زمین فقراء مسلمین پر وقف کیجائے پس اگر وہ زمین اُسکے تہائی مال سے برآمد
ہوئی یا تہائی سے برآمد نہونیکی صورتمین وارثون نے اجازت دیدی تو وہ زمین پوری وقف رکھی جائیگی اور
اگر وارثون نے اجازت ندی تو بقدر ایک تہائی کے وقف ہوگی - اور اگر پوری زمین اسکے تہائی مال سے برآمد
ہوئی اور اسمین پھلدار درخت ہین پس موت کے بعد اسمین پھل آئے قبل اسکے کہ وقف کا حکم دیا جاوے تو اُسکے پھل بھی
وقف مین داخل ہونگے اور اگر مریض کی موت سے پہلے اسمین پھل آئے تو یہ پھل اُسکے وارثون مین میراث ہونگے یہ
محیط سرخسی مین ہے - اگر مریض نے اپنے مرض مین وقف صحیح کے ساتھ اپنی زمین وقف کی اور قبل اسکی وفات کے اسمین پھل
پیدا ہوے تو پھل سمیت وہ زمین وقف ہوگی - اور اگر اسکے وقف کرنیکے روز اسمین پھل ہون اور حالت مرض مین اسنے
وقف کی ہے تو یہ پھل اُسکے وارثونکی میراث ہونگے یہ محیط مین ہے - اور اگر مریض نے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین اللہ تعالی کے لیے
صدقہ موقوفہ کردی ہمیشہ کیواسطے زید اور اسکی اولاد اور اولاد الاولاد پر ہمیشہ جبتک انمین تناسل ہو [له] اور انکے بعد
مساکین پر پھر اگر محتاج ہو میری اولاد یا میری اولاد کی اولاد تو اسمین کا غلہ انھین کیواسطے ہوگا نہ کسی اور کے
واسطے اور وہی لوگ اُسکے مستحق ہونگے جبتک وے اُسکے حاجتمند رہین - قال المترجم یہانتک وقف کرنیوالیکا کلام ہے
پھر صورت یہ ہوئی کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکے نطفہ کی اولاد کو اسمین کے غلہ کی طرف محتاجی ہوئی تو تمام غلہ انھین
کو دیا جائیگا اور اگر وقف کرنیوالے کے بعضے وارث مرگئے پھر اس غلہ کی طرف اسکے نطفہ کی اولاد کو محتاجی ہوئی تو
غلہ انھین کی طرف رد کر دیا جائیگا پس تمام غلہ اسکی اولاد کے محتاجون اور اُسکے باقی وارثون مین بانٹ دیا جائیگا
اور جو مرگئے انکی طرف لحاظ نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ مین یون کہا ہو کہ پھر اگر محتاج
ہو کوئی میرے نطفہ کی اولاد مین سے تو جو محتاج ہوا اسپر اس صدقہ کے غلہ مین سے بطریق معروف اسکے نفقہ کی
قدر وسعت جاری رکھا جاوے اور باقی غلہ اس صدقہ کا اہل الوقف کے درمیان تقسیم ہوا کرے تو یہ جائز ہے - پھر اگر اسکی
اولاد صلبی مین سے مثلاً پانچ آدمی اُسکے محتاج ہوے تو دیکھا جاوے کہ انکو ایک سال کے لیے آیندہ غلہ حاصل ہونے تک
کسقدر نفقہ کفایت کریگا پس اگر فرض کرو کہ یہ مقدار سو دینار ہین تو یہ سو دینار ان پانچون مین اور وقف کنندہ
کے باقی وارثون مین سب کے درمیان بحساب میراث تقسیم ہونگے پھر جب ہمنے تقسیم کر دیے اور انمین سے محتاجونکو
جو کچھ پہونچا وہ انکی (اگرچہ محتاج ہون ۱۲) سالانہ قدر کفایت نفقہ سے کم ہے تو انپر اس وقف کے غلہ سے یہانتک [٢ه] رد کیا جاوے گا

له یعنے جب تک انکی نسل قائم ہو ۱۲ ٢ه قولہ یہانتک رد کیا الخ اصل نسخہ مین ایسا ہی ہے کہ وہ انپر رد کیا جائیگا
جب تک کہ انکو اس مقدار سے سو دینار پہونچین گے اور حاصل یہ کہ جو کچھ انپر رد کیا جائیگا وہ ورثہ کے درمیان میراث ہوگی
انکے درمیان وہ تقسیم کیا جائیگا پھر جب تک کہ جو کچھ اُن کو ملیگا وہ سو دینار سے کم ہوگا تو انھین پر رد ہوگا یہانتک کہ وہ
مقدار ان کو کافی ہو - اور معنی قولہ تا تقسیم کے مادام یقسیم ہے ۱۲ منہ

کہ انکے حصہ مین سو دینار مقدار کفایت سالانہ انکو پہونچے یہ محیط مین ہے

گیارھوان باب مسجد و اسکے متعلقات کے بیان مین

اسمین دو فصلین ہین۔ **فصل اول** ان امور کے بیان مین جنسے مسجد ہو جاتی ہی اور اُسکے احکام اور جو اسمین ہی اُسکے احکام کے بیان مین جسنے مسجد بنائی اُسکی ملک اُس سے زائل نہو جائیگی یہانتک کہ اسکو اپنے ملک کے لگاؤ سے مع راستہ کے الگ کر دے اور اُسمین نماز پڑھنے کی اجازت دیدے یعنی عام اجازت دیدے۔ پس لگاؤ سے الگ کر دینا اسوجہ سے واجب ہی کہ وہ اسی سے خالص ہو جاتی ہی بدون اسکے اللہ تعالی کے واسطے خالص نہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی۔ پس اگر کسی نے اپنے درمیان احاطہ یا مکان کو مسجد کر دیا اور لوگونکو اسمین داخل ہونے اور اسمین نماز پڑھنے کی عام اجازت دیدی پس اگر اُسکے ساتھ راستہ شرط کر دیا تو وہ بالاتفاق مسجد ہو جائیگی اور اگر راستہ شرط نہ کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مسجد نہو گی اور صاحبین رح نے کہا کہ مسجد ہو جائیگی اور راستہ بدون شرط کے اسکے حقوق سے ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہی سغناقی مین لکھا ہی کہ اگر اسکا دروازہ بڑے راستہ کیطرف جدا کر کے بنادیا تو وہ مسجد ہو جائیگی ایسا ہی امام قاضیخان رح نے ذکر کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی نے مسجد بنائی جسکے نیچے سرداب یعنی تہ خانہ ہی یا اُسکے اوپر بالاخانہ ہی اور مسجد کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف بنادیا اور اُسکو جدا کر دیا[٥١] تو اسکو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کر دے اور جب مر جاوے تو یہ مکان اُسکے وارثونکی میراث ہوگا۔ اور اگر اسکا تہ خانہ بغرض مصالح مسجد ہو جیسے مسجد بیت المقدس مین ہی تو یہ جائز ہی یعنے وہ مسجد ہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر کسی نے چاہا کہ مسجد کے نیچے یا اُسکے اوپر کرایہ کی دوکانین بنوادے جنکے کرایہ سے مسجد کی مرمت ہوا کرے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی یعنے یہ جائز نہین ہی کذا فی الذخیرہ قال المترجم اوپر لکھا کہ جس مکان کو مسجد بنوادے اُس سے ملک زائل نہوگی یہانتک کہ اپنی ملک کے لگاؤ سے الگ کر دے اور نماز کی عام اجازت دیدے پس لگاؤ سے الگ کرنیکی وجہ اور اسکے متعلق مسائل ذکر کر دیے اور رہا امر دوم یعنے نماز تو اسکی وجہ بیان فرمائی کہ اذان نماز اسوجہ سے ضرور ہی کہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تسلیم امر ضروری ہی کما فی البحر الرائق اور مسجد کا تسلیم یعنے سپرد کرنا اسطرح متحقق ہوتا ہی کہ بنانیوالے کی اجازت سے اسمین جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاوے اور امام ابو حنیفہ رح سے اسمین دو روایتین[٥٢] ہین ایک وہ جو حسن بن زیاد رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ اُسکی اجازت سے اسمین جماعت کی نماز دو یا زیادہ آدمیون کی جماعت سے شرط ہی جیسا کہ امام محمد رح کا قول ہی اور صحیح حسن بن زیاد ہی کی روایت ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اور باوجود اس کے یہ بھی شرط ہی کہ یہ نماز اسمین اذان و اقامت کے ساتھ بالجہر یعنے بالسر نہو حتی کہ اگر اسمین ایک جماعت نے بدون اذان و اقامت کے خفیہ بغیر جہر کی جماعت کی نماز پڑھ لی تو وہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک مسجد نہو جائیگی یہ محیط و کفایہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے ایک ہی مرد کو موذن و امام مقرر کر دیا اُسنے اذان دی اور اقامت کہی اور تنہا نماز پڑھ لی

[٥١] یعنے وہ عام مسجد کے حکم مین نہین ہوگی پس اسکو الخ ١٢ [٥٢] ایک روایت غیر مشروط ہونیکی اور دوسری وہ جو حسن الخ ١٢

تو وہ بالاتفاق[سلہ] مسجد ہوجائیگی یہ کفایہ و ہدایہ و فتح القدیر مین ہے۔ اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کردی جو اسکے مصالح کے سرانجام پر
قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ متولی اس مسجد مین نماز نہ پڑھتا ہو اور یہی صحیح ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین
ہے اور اسی طرح اُسکو قاضی یا اُسکے نائب کو سپرد کردیا تو بھی جائز ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے جس مکان کو مسجد کرنا چاہتا ہے اُسکے مسجد
ہوجانے کے واسطے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہین ہے کہ یون کہے کہ یہ میری موت کے بعد مسجد ہے یا اُس کی
وصیت کرے پس امام کے نزدیک بعد موت کی طرف نسبت کرنا یا وصیت کرنا نہ اُسکی صحت کی شرط ہے اور نہ اُسکے
لازم ہونے کی شرط ہے بخلاف دیگر اوقاف کے اُن مین امام کے مذہب پر ایسی اضافت یا وصیت شرط ہے یہ ذخیرہ
مین ہے صدر الشہید نے واقعات کی کتاب الہبۃ والصدقہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص کی ملک مین خالی زمین
ہے جس مین کوئی عمارت نہین ہے اُس نے ایک قوم کو حکم دیا کہ تم اُس مین جماعت سے نماز پڑھو تو اس مین تین
صورتین ہین اول یہ کہ اُن لوگون کو اس مین نماز پڑھنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے صریح اجازت دیدی باین طور کہ
مثلاً اُسنے کہا کہ تم اس مین ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا دوم آنکہ اُن کو مطلقاً بدون کسی قید کے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور
نیت یہ کی کہ ہمیشہ کے واسطے اجازت ہے تو ان دونون صورتون مین وہ خالی زمین اگرچہ بلا عمارت ہے مسجد
ہوجائیگی چنانچہ جب وہ شخص مرجاوے تو یہ زمین اُسکی میراث نہوگی اور صورت سوم یہ کہ اُسنے نماز کی اجازت
دینے کا کوئی وقت مقرر کردیا مثلاً ایک دن یا مہینہ یا یہ سال مثلاً تو اس صورت مین وہ زمین مسجد نہوجائے گی چنانچہ
جب وہ مرے تو یہ اُسکی میراث ہوگی یہ ذخیرہ اور فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر کو
جو مسجد پر وقف کیا گیا تھا مسجد کردیا اور لوگون نے اس مین برسون نماز پڑھی پھر لوگون نے اس مین نماز پڑھنا
چھوڑ دیا پھر وہ اپنی حالت سابقہ پر کرایہ پر چلنے لگا پھر گھر کردیا گیا تو یہ جائز ہے کیونکہ متولی کا اُسکو مسجد کردینا صحیح نہین
ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ ایک مریض نے اپنا احاطہ مسجد کردیا پھر مرگیا اور یہ احاطہ اسکے تہائی ترکہ
سے برآمد نہین ہوتا ہے اور وارثون نے اُسکے فعل کی اجازت نہ دی تو وہ پورا احاطہ مسجد نہوجائے گا اور اُسکا
مسجد کردینا باطل ہوگیا۔ کیونکہ اس مین وارثون کا حق ہے پس وہ بندون کے حقوق کے لگاؤ سے الگ نہین ہوا
تھا تو اُسنے ایک جزو شائع کو مسجد کیا پس یہ باطل ہے۔ جیسے کسی شخص نے اپنی زمین کو مسجد کردیا پھر کوئی شخص اُس
زمین مین سے تہائی یا چوتھائی یا آٹھوین یا بارھوین وغیرہ کسی ایسے جزو کا مستحق ہو جو تمام زمین مین شائع ہے یعنی
اُس جزو کے واسطے اُس زمین کا کوئی مقام متعین نہین ہے تو ایسی صورت مین باقی زمین بھی عود کرکے اس شخص
کی ملک مین ہوجاتی ہے پس ایسا ہی اس مسئلہ مین ہے۔ بخلاف اس کے اگر اُس نے وصیت کی کہ میرے احاطہ
مین سے ایک تہائی مسجد کردیا جاوے تو یہ صحیح ہے کیونکہ تہائی اگرچہ اسوقت جزو شائع ہے لیکن جسوقت مسجد
کیا جاوے گا تو علیحدہ متعین ہوجائیگا اسلئے کہ وہ احاطہ تقسیم کرکے اُس مین سے ایک تہائی الگ کرکے تب مسجد
کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جنازے کی نماز کے لئے جو جگہ بنادی گئی ہو اُسکا حکم مسجد ہے حتی کہ نجاسات وغیرہ

[سلہ] قولہ بالاتفاق الخ یہ روایت صریح ہے کہ جماعت بخصوصہ شرط نہین ہے بلکہ معنی عام جو باعلان برکن نماز ہو و المقام یقتضے بسطاً فی الکلام ۱۲ منہ

ہین جنچیزون سے مسجد کو دور رکھتے ہین اس سے اسکو بھی بچاوینگے ایساہی فقیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیاہی مگر مشائخ کا اس مین اختلاف ہی۔ اب رہا وہ مقام جو نماز عید کے واسطے بنایا گیا ہو تو مختار یہ ہی کہ اقتدا جائز ہونے کے حق مین اُس کا حکم مسجد کا ہی چنانچہ وہان اقتدا جائز ہی اگرچہ صفون کے درمیان انفصال ہو اور اقتدا کے سوائے دیگر احکام مین اُسکا حکم مسجد کا نہین ہی اور یہ لوگون پر آسانی کے لحاظ سے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر لوگون کی جماعت پر مسجد تنگ ہوا اور اُسکے پہلو مین کسی شخص کی زمین ہو تو بالکراہ بھی پوری قیمت دیکر اُس سے وہ زمین لی جاوے گی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک مسجد کے پہلو مین ایک زمین ہی جو اُسی مسجد پر وقف ہی اور لوگون نے چاہا کہ اس زمین مین سے کچھ اس مسجد مین بڑھا دین تو جائز ہی ولیکن یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرین تاکہ وہ ان کو اجازت دیدے اور وقف کا گھر یا دوکان جو آمدنی کے واسطے ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین ہی کبری مین ہی کہ ایک مسجد والون نے چاہا کہ رحبہ کو مسجد اور مسجد کو رحبہ کرین اور چاہا کہ اُسکا جدید دروازہ بنا دین اور چاہا کہ دروازے کو اپنے مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کرین تو انکو یہ اختیار ہے پھر اگر اس مسجد والون نے باہم اختلاف کیا تو دیکھا جاوے کہ کون گروہ زیادہ اور افضل ہی پس اُسی کو اختیار ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ ملتقی مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ ایک چوڑا راستہ ہی اس مین محلہ والون نے مسجد بنائی اور اس سے راستہ کو ضرر نہین ہی پھر ان کو ایک شخص نے منع کیا تو انکو بنا لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ کذا فی الحاوی۔ وقال المترجم وفیہ نظر من حیث الروایۃ فتامل۔ اجناس مین ہی کہ ہشام نے اپنی نوادر مین کہا کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک قصبہ مین رہنے والے بہت لوگ ہین کہ انکے عدد داخل احصاء یعنی داخل شمار و حفظ نہین ہین۔ اور اُس قصبہ کی ایک نہر ہی اور وہ نہر کاریز یا جنگل کا نالہ ہی اور وہ خاصۃً انھین کی ہی اور ایک قوم نے یہ چاہا کہ اس نہر کے بعض ٹکڑے پر تعمیر کر کے مسجد بنا دین اور اس سے نہر کو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی اور نہر والون مین سے بھی کوئی اس قوم سے متعرض نہین ہوتا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہان اس قوم کو اختیار ہی کہ ایسی مسجد چاہے محلہ والے کے واسطے چاہے عام لوگون کے واسطے بنا لیوین یہ محیط مین ہی ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور ان کو جگہ کی ضرورت ہوئی تاکہ یہ مسجد کشادہ ہو جاوے پس انھون نے راستہ مین سے ایک ٹکڑا لیکر مسجد مین داخل کر دیا۔ پس اگر راستہ والون کو کچھ ضرر پہونچتا ہو تو جائز نہین ہی اور اگر ضرر نہ پہونچتا ہو تو مجھے اُمید ہی کہ اس مین کچھ مضائقہ نہو کذا فی المضمرات اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر لوگون نے کہا کہ مسجد مین سے کوئی ٹکڑا مسلمانون کے لیئے عام راستہ کر دین تو کہا گیا ہی کہ ان کو یہ اختیار نہین ہی اور یہ قول صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مسجد مین سے کوئی ٹکڑا مسلمانون کے لیئے عام راستہ گذرگاہ بنائی تو جائز ہی کیونکہ شہرون کے لوگون مین جامع مسجدون مین ایسا متعارف اور ہر ایک کو اس راہ سے گذرنے کا اختیار ہوگا حتی کہ کافر بھی یہ راہ چل سکتا ہی مگر جو شخص جنب ہو یا وہ عورت جو حیض و نفاس مین ہو اس راہ سے نہین گذر سکتی اور لوگون کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس راہ مین اپنے جانور لیجاوین یہ تبیین مین ہی۔ سلطان نے ایک قوم کو حکم دیا کہ شہر کی زمین مین سے ایک زمین کو ایک مسجد پر وقف ہونے کے واسطے دوکانین بنا دین اور ان کو حکم دیا کہ اپنی

مسجدون مین بڑھادین تو دیکھا جاویگا کہ اگر یہ شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو تو اُس کا حکم جائز ہوگا بشرطیکہ اُس سے
راہ گیرون کو مضرت نہو کیونکہ جو شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو وہ غازیون کی ملک ہو جاتا ہی تو اُس مین سلطان کا حکم
جائز ہوگا اور اگر وہ شہر بطور صلح فتح ہوا ہو تو وہ شہر اپنے لوگون کی ملک پر باقی رہا پس اس مین سلطان کا حکم جائز
نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک محلہ مین ایک مسجد ہی جو اپنے لوگون پر تنگ ہی اور ان لوگون کو اس مین بڑھانے کی
گنجائش حاصل نہین ہوتی ہی پس بعضے پڑوسیون نے اُن سے سوال کیا کہ یہ مسجد ہمارے واسطے کر دو تو ہم اُسکو اپنے
مکان مین داخل کرین یعنے اس مسجد کو مکان مین بڑھا کر مکان کر لین اور تم کو اس سے بہتر مکان دیدین جس مین
اہل محلہ سما سکتے ہین تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسجد والے ایسا نہین کر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی - کبرے مین ہی کہ ایک
مسجد بنی ہوئی ہی پس ایک شخص نے چاہا کہ اُسکو توڑ کر دوبارہ اسکو اس عمارت سے مضبوط عمارت کے ساتھ بنا دے تو
اسکو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ اُسکو کوئی ولایت حاصل نہین ہی یہ مضمرات مین ہی قال المترجم اس مین اشارہ ہی کہ اگر
اسکو ولایت حاصل ہوتی یا سب متولی اسکو اجازت دیدیتے تو در صورت بہتری کے ممکن تھا فافہم واللہ تعالی اعلم اور
نوازل مین اسی مسئلہ مین لکھا ہی کہ وہ شخص نہین توڑ سکتا مگر ایسی صورت مین توڑ سکتا ہی جبکہ گر جانے کا خوف ہو اگر نہ
گرائی جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی جب وہ بنانے والا اس
محلہ کا نہو اور اگر محلہ کا ہو تو محلہ والون کو اختیار ہی کہ اگر اگرچہ بدون تعمیر کے اسکو بنوا دین اور اس مین بوریا کا فرش
بچھا دین اور قندیلین لٹکا دین لیکن اپنے ذاتی مال سے ایسا کرینگے اور اگر مسجد کے مال سے ایسا کرنا چاہین تو انکو
یہ اختیار نہین ہی مگر جبکہ قاضی انکو ایسی اجازت دیدے کذا فی الخلاصۃ اور محلہ والون کو اختیار ہی کہ مسجد مین پانی کے مٹکے
اس غرض سے رکھین کہ ان سے پانی پیا جاوے یا اس سے وضو کیا جاوے جبکہ مسجد کا بنانے والا معلوم نہوتا ہو اور اگر وہ
شخص معلوم ہو تو وہی اولی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے مسجد
بنوائی پھر مر گیا پھر مسجد والون نے چاہا کہ اُسکو توڑ کر اس مین بڑھا دین تو انکو یہ اختیار ہی اور میت کے وارث انکو منع
نہین کر سکتے ہین اور اگر مسجد والون نے چاہا کہ راستہ مین سے اس مین بڑھا دین تو مین انکو یہ اجازت نہ دونگا یہ محیط
سرخسی مین ہی - اگر کسی نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اس مین سے کچھ اپنی ذات کے واسطے شرط کر لیا تو بالاجماع نہین
صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسنے مسجد بنائی اور یہ شرط لگائی کہ اسکو تین روز تک یا زیادہ ایام تک مثلاً اختیار ہی
جیسے بیع وغیرہ مین خیار شرط کرتے ہین تو علمائنے اتفاق کیا کہ وقف جائز ہوگا یعنے وہ مسجد ہو جائیگی اور شرط باطل
ہی یہ مختار الفتاوی مین ہی - اور وقف الخصاف مین ہی کہ اگر اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اسکو بنوایا اور گواہ کر لیے کہ
مجھے اختیار ہی کہ اسکا وقف باطل کر دون اور اُسکو فروخت کر دون تو یہ شرط باطل ہی اور وہ مسجد ہو جائیگی جیسے
اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک مسجد بنوا کر کہا کہ مین نے یہ مسجد خاصکر اسی محلہ والون کے لیئے کر دی تو شرط باطل ہی
اور دوسرے محلہ والون کو بھی اختیار ہوگا کہ اس مین نماز پڑھین یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کوئی مسجد خراب ہو گئی اور مسجد والے
اس سے بے پروا ہو گئے اور وہ مسجد خراب ہو کر ایسی ہو گئی کہ اس مین نماز نہین پڑھی جاتی ہی تو اپنے وقف کرنے والے

کی ملک مین یا اُسکے وارثون کی ملک مین عود کرجائیگی حتے کہ انکو اختیار ہوگا کہ چاہین اُسکو فروخت کردین یا اُس کو گھر بناوین اور بعض نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ کے واسطے مسجد ہی اور یہی اصح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی اور قول اول خطا ہی والمنشاء عدم الاطلاع علی ما صح فی الحدیث فاعلمہ واحفظہ واللہ تعالے اعلم دو مسجدون مین سے ایک قدیم اور دوسری جدید ہی پھر قدیم والی بسبب پُرانی ہونے کے خراب و منہدم ہونے کو آگئی پس اہل محلہ وکوچہ نے چاہا کہ اسکو فروخت کرکے اُسکے دام جدید مسجد مین صرف کرین تو یہ نہین جائز ہی چنانچہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر اسوجہ سے نہین کہ مسجد اگرچہ خراب ہوجاوے اور اُسکے لوگ اس سے بے پروا ہوجاوین وہ کبھی اپنے بنانے والے کی ملک مین عود نہین کرتی ہی اور بنا بر قول امام محمدؒ کے اگرچہ بے پروائی کے بعد وہ ملک مین عود کرتی ہی لیکن اپنے بنانے والے یا اُسکے وارثون کے ملک مین عود کرتی ہی پس مسجد و محلہ والون کو دونون مین سے کسی قول پر فروخت کرنے کی ولایت حاصل نہوگی اور فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہی کہ وہ کبھی ملک مین عود نہین کرتی ہی کذا نقل فی المضمرات عن الحجۃ۔ حاوی مین ہی کہ شیخ ابوبکر اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار کے دروازے پر اپنے لئے مسجد بنوائی اور اُسکی اصلاح و تعمیر کے لیے ایک زمین وقف کی پھر وہ مرگیا اور مسجد خراب ہوگئی اور اسکے وارثون نے اُسکی بیع کا فتوی طلب کیا پس فتوی دیا گیا کہ بیع جائز ہی پھر کسی قوم نے اس مسجد کو بنا لیا اور بعد تعمیر کے اس اراضی وقف کو طلب کیا تو فرمایا کہ ان کو مطالبہ کا حق نہین پہونچتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے مال سے مسجد مین فرش ڈلوایا پھر مسجد خراب ہوگئی اور لوگ اس سے مستغنی ہوگئے تو یہ فرش اسی شخص کا ہوگا اگر زندہ موجود ہو یا اسکے وارث کا ہوگا اگر مرگیا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مسجد کی ضروریات مین خرچ کیا جاوے اور اگر اس مسجد کو اسکی کچھ ضرورت نہو تو کسی دوسری مسجد مین خرچ کیا جاوے اور پہلا قول امام محمدؒ کا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اگر کسی نے ایک مردہ کو کفن دیا پھر لاش کو کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا اور لے گیا تو یہ کفن اسی شخص کا ہی جس نے کفن دیا تھا اگر زندہ ہو یا اُسکے وارثون کا ہی اگر مرگیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ابو اللیثؒ نے اپنے نوازل مین ذکر کیا کہ مسجد کا فرش اگر کہنہ ہوگیا اور مسجد والے اُس سے مستغنی ہوگئے حالانکہ اسکو ایک شخص نے ڈلوایا تھا پس اگر وہ شخص زندہ ہو تو اسی کا ہی اور اگر مرگیا اور کوئی وارث نہین چھوڑا تو مجھے اُمید ہی کہ اس مین کچھ مضائقہ نہوگا کہ وہ فرش کسی فقیر کو دیدین یا مسجد کے لیئے دوسرا فرش خریدنے مین اس سے استمداد حاصل کرین اور مختار یہ ہی کہ بدون حکم قاضی انکو ایسا کرنے کا اختیار نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی منتقی مین ہی کہ اگر مسجد کے بورئے کہنہ ہوکر ایسے ہوگئے کہ یہان کام نہین دیتے ہین پھر جس نے بچھایا تھا اُسنے چاہا کہ انکو لیکر صدقہ کردے یا انکے عوض بجائے انکے دوسرے خریدے تو اسکو یہ اختیار ہی اور اگر وہ غائب ہو پس اہل محلہ نے چاہا کہ ان بوریون کو صدقہ کردین جبکہ وہ کہنہ ناکارہ ہوگئے ہین تو ان کو یہ اختیار نہوگا جبکہ ان کی کچھ قیمت ہو اور اگر ان کی کچھ قیمت نہو تو اُسکا مضائقہ نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی مسجد کا پیال جب چیت مین مسجد سے نکالا جاوے اگر اسکی کچھ قیمت نہو تو مسجد کے باہر ڈال دینے مین

کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور جو کوئی اُسکو اٹھا لیجاوے اسکو روا ہے کہ اس سے نفع اُٹھاوے یہ واقعات حسامیہ میں ہے مسجد کی گھاس یعنی پیال وغیرہ جو ڈلوا دیتے ہین اگر اسکی کچھ قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اسکو فروخت کر دین اور اگر قاضی کے پاس اُسکا مرافعہ کرین تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہے پھر اسکے حکم سے اسکو فروخت کرین یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر کسی نے مسجد کی گھاس اُٹھائی اور کر دیا اس کو پارہ پارہ[۱] ہوا دو تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر ضمان واجب ہو گی کیونکہ اسکی قیمت ہے حتی کہ شیخ ابو حفص السفکوری نے اپنی آخر عمر مین حشیش المسجد کے لئے پچاس درم کی وصیت کی یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ جنازہ[۲] یا نعش کسی مسجد کے واسطے تھی وہ خراب ہو گئی پس اہل مسجد نے اُسکو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ قاضی کے حکم سے بیع ہونا بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کے حکم بغیر اُسکی بیع جائز ہی نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے کعبہ کی دیباج[۳] اگر کہنہ ہو گئی تو اُسکا لے لینا جائز نہین ہے لیکن سلطان اُسکو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے اُمور مین استعانت لیوے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر مسجد کے تیل کے واسطے کسی نے وقف کیا تو تمام رات اُسکا جلانا جائز نہین ہے بلکہ اسی قدر جلاوے جسکی نمازیون کو ضرورت ہے پس تہائی رات تک جائز ہے یا آدھی رات تک جبکہ اس مین نمازیون کو اتنی ضرورت ہو یہ سراج الوہاج مین ہے اور یہ جائز نہین ہے کہ تمام رات اس مین جلتا چھوڑا جاوے مگر ایسی جگہ جہان اسکی عادت جاری ہو کہ تمام رات اس مین چراغ جلتا ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد الحرام یعنے خانہ کعبہ کی مسجد تو ان مین تمام رات جائز ہے یا وقف کنندہ نے تمام رات اس مین جلتا چھوڑنے کی شرط کر دی ہو جیسے ہمارے زمانہ مین عادت جاری ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اگر کسی نے مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھانی چاہی پس اگر مسجد کا چراغ اس مین نماز پڑھی جانے کے لئے جل رہا ہو تو بعض نے کہا کہ اس صورت مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر نماز کے لئے اب نہ جلتا ہو مثلاً نمازی لوگ اپنی نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھرون مین چلے گئے ہون اور مسجد مین چراغ جلتا رہگیا ہو تو مشائخ نے کہا کہ تہائی رات تک اس سے کتاب کی تدریس[۴] مین مضائقہ نہین ہے اور تہائی سے زائد مین اُسکو تدریس کا حق حاصل نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

فصل دوم مسجد پر وقف اور اُسکے مال مین قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان مین

اگر کسی نے چاہا کہ اپنی زمین کو مسجد اور اسکی عمارت پر اور اُسکی ضروریات مانند تیل و چٹائی وغیرہ پر اس طرح وقف کرے کہ اُسکو کوئی باطل نہ کر سکے تو یون کہے کہ وقف کر دی مین نے اپنی یہ زمین (اور اُسکے حدود بیان کر دے) مع اُسکے حقوق و مرافق کے وقف موبد اپنی حیات مین اور بعد موت کے بدین شرط کہ اس سے غلہ

[۱] مترجم کہتا ہے کہ حاشیہ مین یہ قید ہے اور جو کتب فقہ کی موجود ہین یہ قید ان مین نہین پائی جاتی ۱۲ منہ [۲] قولہ جنازہ یا نعش یعنے ایسی چارپائی کے مانند چیز جس پر مُردہ لیجاوین یا مانند صندوق کے تھی اور دستور تھا کہ مسجد کے متعلق اسکو رکھتے تھے یعنے مسجد محلہ تاکہ جو کوئی اُس محلہ مین مرے اُسکو اُسپر لاد لیجاوین ۱۲ [۳] قولہ دیباج معرب دیبا بدون جیم کے ریشمی بیش قیمت کپڑا ہے جو خانہ کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے ۱۲ منہ [۴] تدریس درس دینا یعنے پڑھانا ۱۲

حاصل کیا جاوے اور اسکے غلہ سے پہلے اُسکی عمارات مین اور اسکے قوام کی اُجرت مین اور اُسکی مؤنت مین خرچ کیا جاوے پھر جو اُس سے بڑھے وہ مسجد فلان کی عمارت مین و اُسکے تیل و بوریے مین اور پھر ایسے کام مین جن مین مسجد کی بہتری و مصلحت ہو صرف کیا جاوے اس شرط سے کہ قیم کو اختیار رہے کہ اس مین اپنی رائے سے تصرف کرے اور جب یہ مسجد اس مال سے مستغنی ہو تو مسلمانون کے فقراء پر صرف کیا جاوے - جب اس طرح وقف کریگا تو یہ وقف جائز لازم ہوگا کہ کبھی باطل نہین ہو سکتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص نے اپنی زمین ایک مسجد پر وقف کی اور آخر اسکا مساکین کے لیئے نہین کیا تو مشائخ نے اس مین کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ بالاجماع سب کے قول مین یہ وقف جائز ہے یہ واقعات حسامیہ مین ہے - اگر کوئی زمین کسی مسجد کی عمارت یا مقابر کی مرمت پر وقف ہو تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیئے مقام مہیا کیا اور اسکو بنانے سے پہلے اسپر کوئی عقار وقف کیا تو اس مین متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور جب تک بنکر تیار ہو اسوقت تک اُسکا غلہ فقیرون پر صرف کر دیا جائے گا پھر جب بنجاوے تو اسکی طرف پھیر دیا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہے - صدر الشہید رح نے لکھا کہ اگر کسی نے اپنا گھر کسی مسجد یا مسلمانون کے راستہ پر تصدق کیا تو اس مین مشائخ نے کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ مثل وقف کے جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص نے درم دیا مسجد کی عمارت یا مسجد کے نفقہ یا مسجد کی مصلحتون مین تو صحیح ہے کیونکہ اسکی تصحیح اگر بہ طریق وقف ممکن نہ ہو تو مسجد کو ہبہ کرنے کے طور پر تملیک کی تصحیح ممکن ہے اور مسجد کو اس طور پر مالک کر دینا صحیح ہے پس قبضہ سے ہبہ پورا ہو جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے - اگر کسی نے کہا کہ مسجد کے لیئے مین نے اپنے مال کی وصیت کی تو یہ جائز نہین ہے مگر آنکہ یون کہے کہ مسجد پر خرچ کیا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی چراغ مسجد کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے یہان تک کہ یون بھی کہے کہ اس سے مسجد مین چراغ جلایا جاوے یہ ذخیرہ مین ہے اگر کہا کہ مین نے اپنے دار کو مسجد کے لیئے ہبہ کر دیا یا مسجد کے لیئے دیدیا تو صحیح ہے اور یہ تملیک ہوگی اور اس مین سپرد کر دینا شرط ہے جیسے کسی نے کہا کہ مین نے یہ سَو واسطے مسجد کے وقف کیئے تو بہ طریق تملیک صحیح ہے جبکہ اسکے قیم کو سپرد کر دے یہ فتاوی عتابیہ مین ہے - اور اگر کہا کہ یہ درخت مسجد کے لیئے ہے تو ہو نہین جائیگا یہان تک کہ قیم کو سپرد کر دے یہ محیط مین ہے - اگر کوئی زمین کسی مسجد پر اس شرط سے وقف کی کہ جو کچھ اُسکی عمارت سے بڑھے وہ فقیرون کے لیئے ہے پس غلہ مجتمع ہو گیا اور مسجد کو فی الحال عمارت کی ضرورت نہین ہے تو کیا یہ غلہ فقیرون کی طرف صرف کر دیا جائے گا تو اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر غلہ اس قدر ہے کہ درصورت مسجد یا زمین وقف کو ضرورت تعمیر پیش آنے کے جس قدر ضرورت ہو اس قدر سے اور زیادہ جمع ہے تو بقدر زیادت کے صرف فقراء کر دیا جاوے تاکہ وقف بھی محفوظ رہے اور وقف کرنے والے کی شرط بھی پوری ہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے ایک مسجد منہدم ہو گئی اور اُسکے غلہ سے اسقدر جمع ہے کہ اُسکی تعمیر ہو سکتی ہے تو خصاف نے کہا کہ غلہ مذکور اُس کی تعمیر مین نہین -

اُٹھایا جائیگا کیونکہ وقف کنندہ نے اُسکی مرمت پر وقف کیا تھا اور یہ حکم نہین دیا کہ اُس سے یہ مسجد بنوائی جاوے قال المترجم یہ حکم غور کے قابل ہی کیونکہ قیاس جلی یہان امر منصوص[له] کا معارض ہی اسی واسطے کتاب مین فرمایا کہ فتوی اس بات پر ہی کہ اس فلہ سے بنانا بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے اپنے تہائی مال کی نیک کامون کے لیے وصیت کی تو کیا اُس سے مسجد مین چراغ جلایا جاوے فرمایا کہ ہان جائز ہی اور فرمایا کہ چراغ مسجد سے بڑھانا نہین جائز ہی خواہ ماہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو اور فرمایا کہ اس سے مسجد کی زینت نہ کیجاویگی یہ محیط مین ہی۔ ایک مسجد کا دروازہ ہوا کے رُخ پر ہی پس دروازہ مین بوچھار سے مینھ کا پانی پہونچتا ہی پس وہ خراب ہوجاتا ہی اور لوگون پر مسجد مین جانا دشوار ہوجاتا ہی تو قیم کو روا ہی کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے دروازے پر چھجا بنوادے بشرطیکہ راستہ والون کو اس چھجے سے ضرر نہو یہ سراجیہ مین ہی۔ فقیہ ابو القاسم سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد کا ایک قیم ہی جس کو قاضی کے اسکے غلات پر قیم مقرر کیا ہی اور سالانہ اسکے لیئے کچھ مقدار معلوم مقرر کردی ہی تو فرمایا کہ اگر (اتنے) اسکے کام کے اجر المثل کے برابر ہو تو اُس کو لے لینا حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے مسجد کے واسطے (بطور تنخواہ کے ۱۲) کوئی خادم مقرر کیا پس اگر وقف کنندہ (یا کم ہو ۱۲) نے اپنے وقف مین اُسکی شرط کردی ہو تو جائز ہی اور خادم کو اُجرت لے لینا حلال ہوگا (تنخواہ پر ۱۲) اور اگر واقف نے شرط نکی ہو تو جائز نہین ہی یہ سراج مین واقعات سے نقل ہی متولی کو روا ہی کہ مسجد مین جھاڑو دینے وغیرہ کامون کے لئے کوئی خادم اتنی اُجرت پر مقرر کردے جو ایسے کام کی اُجرت ہوا کرتی ہی اور اگر کچھ زیادتی ہو تو اتنی ہی ہو کہ کوئی اندازہ کرنے والا اتنی بھی انداز کرے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو یہ تقرری واجارہ اسی متولی کی طرف سے ہوگا اور اسپر واجب ہوگا کہ اپنے ذاتی مال سے ادا کرے اور اگر اُسنے وقف کے مال سے ادا کی تو ضامن ہوگا اور اگر خادم کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ اُسنے اُسکے مال سے ادا کی ہی تو اُسکو لینا حلال نہوگا یہ فتح القدیر مین ہی مسجد کے متولی پر اس سبب سے حساب رکھنا دشوار ہوا کہ وہ بے پڑھا لکھا آدمی ہی پس اُسنے وقف مسجد کے مال سے کوئی حساب لکھنے والا نوکر رکھا تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک مسجد کے واسطے کئی وقف ہین اور کئی چیزین آمدنی آتی ہین اُسکے متولی نے چاہا کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے لیئے تیل یا چٹائی یا بابیال یا پکی اینٹین یا کچھ فرش مسجد کے لیئے خریدے تو مشائخ نے کہا کہ اگر وقف کنندہ نے قیم کے لیئے اُسکی گنجائش دیدی ہو مثلاً کہا ہو کہ قیم اپنی رائے مین جو مصلحت مسجد کے واسطے دیکھے وہ کرے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مسجد کے واسطے اُسکی مصلحت مین آوے خرید کرے اور اگر واقف نے ایسی وسعت نہ دی ہو بلکہ اُسنے بناے مسجد یا عمارت مسجد پر وقف کیا ہو تو جو ہم نے ذکر کیا اُسکو قیم نہین خرید سکتا ہی اور اگر وقف کرنے والے کی شرط معلوم نہو تو یہ قیم اپنے سے پہلے قیمون کو دیکھے اگر وے لوگ مسجد کے وقف سے تیل چٹائی وغیرہ جو ہمنے ذکر کیا ہی خریدتے ہون تو یہ قیم بھی ایسا ہی کرسکتا ہی ورنہ نہین کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر وقف کرنے والے نے عمارت مسجد پر وقف کیا تو اس لفظ سے اُسکی بنا اور کہگل و گچ کرنے مین خرچ کیا جائیگا اُسکی تزئین مین صرف نہین کیا جائیگا اور اگر اُس نے کہا ہو کہ مصالح

[له] ولکن ان القول بان الانفاق منصوص علی الادارۃ وکان یحصل بہ دور علی واحد ۱۲

مسجد پر وقف ہی تو تیل و بوریا وغیرہ بھی خریدنے جائز ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی- قیم کو یہ اختیار نہین ہی کہ جو مسجد کی عمارت پر وقف ہو اُس سے اشرف و بلند بناوے اور اگر بنوائے تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی فتاوی صغری مین ہی کہ متولی نے اگر وقف مسجد سے مسجد کی قندیلین بنوانے مین خرچ کیا تو جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی- اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو متولی کو آیا یہ اختیار ہی کہ چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی خریدے تاکہ چھت پر سے برف وغیرہ صاف کردیا جاوے اور کہگل کردیجاوے یا یہ اختیار ہی کہ چھت صاف کرنے والے و برف دور کرنے والے کو اور مسجد کی جھاڑی ہوئی مٹی کے ڈھیر پھینکنے والے کو اس غلہ وقف سے مزدوری دیوے تو شیخ ابو نصرؒ نے کہا کہ ہر وہ امر جس کے ترک کرنے سے مسجد کا خراب یعنے شکستہ و کھنڈل ہو جانا لازم آوے اُسکے کرنے کا قیم کو اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- وقف مسجد کی آمدنی سے منارہ بنانا جائز ہی اگر ضرورت ہو تاکہ پڑوسیون کو خوب سنائی دیوے[1] اور اگر ویسے لوگ بدون منارہ کے اذان سنتے ہون تو نہین کذا فی خزانۃ المفتین- مترجم کہتا ہی کہ قولہ لیکون اسمع للجیران مشکل ہی کیونکہ معنے اسم تفضیل کے تفضیلی مراد لینے مین ضرورت ثابت نہین- اور اسی قدر کو ضرورت قرار دینا خلاف ہی پھر آخر کلام کہ سُنتے ہون تو نہین- اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسم تفضیل سے معنے تفضیلی مقصود نہین ہین اور یہی اوجہ و اقرب ہی پس حاصل یہ ہوگا کہ اگر پڑوسیون کو اذان نہ سُنائی دے تو منارہ بنوانا جائز ہی ورنہ نہین واللہ اعلم- مسجد کے پہلو مین فارقین ہی جس سے دیوار مسجد کو کھلا ہوا ضرر پہونچتا ہی پس قیم اور اہل مسجد نے چاہا کہ مال مسجد سے دیوار مسجد کے پہلو مین حصن بنا دین- جس سے ضرر دفع ہو تو مشائخ نے کہا کہ اگر مصالح مسجد پر وقف ہو تو قیم ایسا کرسکتا ہی کیونکہ یہ مصالح سے ہی اور اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو نہین کرسکتا ہی کیونکہ یہ عمارت مسجد نہین ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور اصح وہ ہی جو امام ظہیر الدین نے کہا کہ وقف عمارت مسجد پر اور وقف مصالح مسجد پر دونون یکسان ہین یہ فتح القدیر مین ہی- متولی مسجد کو یہ اختیار نہین ہی کہ چراغ مسجد کو اپنے گھر لیجاوے اور یہ اختیار ہی کہ گھر سے اسکو مسجد مین لادے یہ فتاوی قاضی مین ہی- قیم کو اختیار نہین ہی کہ جنازہ خریدے یعنی جس پر مُردے کو لٹا کر مقبرہ تک لیجاتے ہین اسکو مال وقف المسجد سے نہین خرید سکتا ہی اس غرض سے کہ مسجد کے متعلق رہے اگرچہ وقف کنندہ نے وقف مسجد مین یہ ذکر کردیا ہو کہ قیم جنازہ خریدے کذا فی السراجیہ قلت یعنی وقف کنندہ کی ایسی اجازت اُسکی نادانی سے ہی فافہم- اگر قیم نے حاصلات وقف مسجد سے کپڑا خرید کر مسکینون کو دیا تو جائز نہین ہی اور جو کچھ اُسنے مال وقف سے دام دیے انکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- قیم نے اگر حاصلات وقف مسجد سے کوئی دوکان اس غرض سے خریدی کہ کرایہ پر چلائی جاوے اور ضرورت کے وقت فروخت کردیجائے تو جائز ہی بشرطیکہ اسکو خریدنے کی اجازت حاصل ہو اور جب یہ جائز ہوا تو وہ اُسکو فروخت کرسکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی قلت[2] الشئی ربما لا یتروج عند الحاجۃ

---

[1] یعنے اُس منارہ سے اذان کہی جاوے تاکہ سب کو بخوبی سُنائی دیوے ۱۲ [2] مین کہتا ہون کہ کبھی کوئی چیز حاجت کے وقت رواج نہین پاتی ہی جس طور پر کہ سابق مین تھی پس صواب یہی ہی کہ تفصیل بیان کیجاوے یا یہ کہ قاضی اُسکو حکم کردے پس بوقت فتوی تامل لازمی ہی ۱۲

علی ما کان علیہ من القیمۃ فالصواب التفصیل اوان بامرہ القاضی فعلیک بالتامل عند الفتوی ۔ مسجد کے قیم کو روا نہیں ہے کہ حد مسجد میں یا فنائے مسجد میں دوکانیں بنوادے کیونکہ مسجد جب دوکان و مسکن کی گئی تو اسکی حرمت ساقط ہو جائیگی اور یہ جائز نہیں ہے اور فنائے[1] مسجد تابع مسجد ہے پس اسکا حکم بھی مسجد کا حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ۔ متولی مسجد نے اگر آمدنی وقف مسجد سے جو اسکے پاس جمع تھی ایک حویلی خرید کر مؤذن کو حوالہ کی کہ اس میں رہا کرے پس اگر مؤذن کو معلوم ہو جاوے کہ اسنے اسی آمدنی سے خرید کر دیدی ہے تو اسکو اس حویلی میں رہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حویلی حاصلات وقف سے ہے اور امام و مؤذن کو ایسی حویلی میں رہنا مکروہ ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے ۔ قال المترجم یہ شاید بنا بر اینکہ امامت و اذان کی اجرت یا جز منفعت مکروہ یا یہ مال غصب ہے فافہم اگر قیم نے چاہا کہ وقف مسجد کی آمدنی کچھ اس مسجد کے امام یا مؤذن پر صرف کرے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ وقف کنندہ نے وقف میں ایسی شرط کر دی ہو یہ ذخیرہ میں ہے ۔ اگر وقف کنندہ نے وقف میں شرط کر دی کہ اسکی حاصلات سے اس قدر مقدار معلوم امام مسجد کو دیجاوے تو امام کو یہ مقدار جو معلومہ بیان کر دی ہے دیجائیگی بشرطیکہ وہ فقیر ہو اور اگر وہ غنی ہو تو اسکو لینا حلال نہیں ہے اور فقہا جو اذان دیتے ہوں انکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے یہ خلاصہ میں ہے ۔ اگر مسجد کے غلہ کو یا مسجد کی ٹوٹن کو اس مسجد کے نمازیوں نے بدون حکم قاضی کے فروخت کیا تو اصح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے ۔ اگر مسجد کی دیوار اسکے پہلو کے پانی سے جو شارع میں ہے اور وہ آب شفہ ہے ٹوٹ گئی یعنے پانی پینے کے گھاٹ سے پانی کی تری پاکر ٹوٹ گئی یا نہر کا کنارہ ٹوٹ جانے سے پانی چڑھنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی پس آیا حاصلات مسجد سے نہر کی تعمیر و مرمت میں صرف کیا جاوے یا نہیں تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ جو کچھ عمارت و مرمت نہر میں خرچ کیا جاتا ہے اگر وہ مسجد کے ستون وغیرہ کی عمارت سے نہیں بڑھتا ہے بلکہ اسی میں ہے تو جائز ہے اور مسجد والوں کو روا ہوگا کہ اس صورت میں نہر والوں کو نہر سے نفع لینے سے روکیں جب تک کہ وے لوگ ان کو اس عمارت کی قیمت نہ دیدیں پس یہ قیمت اسی مسجد کی عمارت میں صرف کیجاوے گی اور اگر چاہیں تو نہر والوں سے پہلے اطلاع کر دیں کہ اپنی نہر درست کرو پھر اگر وے درست نہ کریں یہاں تک کہ مسجد کی دیوار گر جاوے یا ٹوٹ جاوے تو ان لوگوں سے منہدم کی قیمت تاوان لیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے ۔ شمس الائمہ حلوائیؒ نے اپنے نفقات میں مشائخ بلخ رحمہم اللہ تعالی سے نقلا ذکر کیا کہ جب مسجد کے لیے[2] چند وقف ہوں اور اسکا کوئی متولی نہیں ہے پس محلہ والوں میں سے ایک شخص ان اوقاف کی پرداخت پر کھڑا ہو گیا اور اسنے انکی حاصلات سے بوریا و پیال وغیرہ جسکی مسجد کو ضرورت ہوئی اسپر خرچ کیا تو فیما بینہ و بین اللہ تعالی بدلیل استحسان جو کچھ اسنے کیا اس میں اسپر ضمان نہیں ہے لیکن اگر حاکم کو اسکے فعل کی خبر کی گئی اور اس شخص نے اسکے سامنے اسکا اقرار کیا تو حاکم اس سے ضمان لیگا یہ ذخیرہ میں ہے ۔ وقف مسجد کی حاصلات سے جو فاضل بچے وہ فقیروں پر صرف کیا جائیگا یا نہیں تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں صرف کیا جائیگا اور یہی قول صحیح ہے پس فاضل مال سے

[1] فنائے مسجد بھی حکم مسجد میں ہے ۱۲ [2] قولہ چند وقف الخ اقوال اگر ایک ہی وقف ہو تب بھی یہی حال ہے پس جمع کا لفظ اتفاقی ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲

مسجد کے لیئے کوئی ایسی چیز خریدی جاوے جس سے کرایہ وغیرہ حاصلات آیا کرے یہ محیط مین ہی۔ قاضی شمس الاسلام محمود اوزجندی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد والون نے اسکے وقفون مین تصرف کیا یعنے جو املاک وقف کی تھین ان کو اجارہ پر دیدیا اور اُس کا متولی موجود ہی تو فرمایا کہ انکا تصرف جائز نہین ہی ولیکن حاکم ان تصرفات مین سے اس تصرف کو جس مین مسجد کے واسطے مصلحت ہووے پورا کردیگا پھر پوچھا گیا کہ بھلا تصرف کرنے والا اگر ایک ہو یا دو ہون تو کچھ فرق ہوگا۔ فرمایا کہ تصرف کرنے والا ضرور ہی کہ محلہ کا رئیس اور اس مین متصرف ہو یہ ذخیرہ مین ہی فتاوی نسفیہ مین ہی کہ شیخ رح سے سوال کیا گیا کہ مسجد کی عمارت کے لیئے اہل محلہ نے وقف مسجد کو فروخت کردیا تو فرمایا کہ کسی طرح جائز نہین ہی خواہ قاضی کے حکم سے بیچا ہو یا بغیر حکم قاضی بیچا ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ فوائد نجم الدین النسفی رح مین ہی کہ مسجد والون نے وقف مسجد کی حاصلات سے عقار خریدا پھر عمارت کو فروخت کیا تو مشائخ نے اس کی بیع جائز ہونے مین اختلاف کیا اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی کذا فی الغیاثیہ۔ اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور ان کی لکڑیون مین سلہ سے کچھ بچ رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ جو کچھ بچ رہا وہ اسی کی عمارت مین جب ضرورت ہو صرف کیا جاوے اور اسکے تیل و چٹائی مین صرف نہوگا اور یہ سب اسوقت ہی کہ جب انھون نے متولی کو سپرد کیا ہو کہ اُس سے مسجد بنوادے اور اگر سپرد نہ کردیا ہو تو جو کچھ فاضل بچے وہ انھین کا ہوگا اسکو جو چاہین کرین کذا فی البحرالرائق عن الاسعاف مسجد پر وقف کی زمین ایسی ہوگئی کہ زراعت نہین کیجاتی ہی اسکو ایک شخص نے عامۂ مسلمین کے لیئے حوض کردیا تو مسلمانون کو اس حوض کے پانی سے انتفاع نہین جائز ہی کذا فی القنیہ۔ ایک مال ہی کہ راہ خیر او رغیر معین فقرا پر وقف ہی اور ایک مال ہی کہ جامع مسجد پر وقف ہی اور دونون مالون کے غلہ یعنے حاصلات اموال مجتمع ہوے پھر اسلام پر کوئی سختی پیش آئی مثلاً کفار روم نے حملہ کیا اور اس حادثہ مین خرچ کی ضرورت ہوئی تو اسکے حکم مین تفصیل یہ ہی کہ جو غلہ وقف جامع مسجد کا ہی اگر مسجد مذکور کو اسکی ضرورت نہو تو قاضی کو روا ہوگا کہ اس حادثہ مین اسکو صرف کردے ولیکن بطریق قرض کے دیوے تا کہ کافرون پر فتح ہونے کے وقت مال غنیمت سے اسکو واپس لیوے اور جو غلہ کہ وقف الفقرا کا ہی اس مین تین صورتین ہین اول آنکہ محتاجون پر صرف ہووے دوم یہ کہ مالدار مسافرون پر صرف ہووے سوم یہ کہ مالدارون پر جو مسافر نہین ہین صرف ہووے تو پہلی و دوسری صورت مین بدون طریقہ قرض کے حادثہ مذکور مین دیدینا جائز ہی اور تیسری صورت مین دو قسمین ہین اول قسم یہ کہ مسلمان قاضیون مین سے کوئی ایسے وقف کو جائز سمجھتا ہو اور قسم دوم یہ کہ کوئی جائز نہ جانتا ہو پس قسم اول مین بدون طریقہ قرض کے حادثہ مین دیدینا جائز ہی اور دوم مین بہ طریق قرض دے سکتا ہی پس مال غنیمت سے واپس لیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی

بارھوان باب رباطات ومقابر وخانات وحیاض وطرق وسقایات کے بیان مین اور مقبرہ کے یا زمین وقف

سلہ قولہ ان کی لکڑیون مین سے الخ ماتن نے کما ذیفی من خشبہ کہا پس ترجمہ مین ظاہر کی رعایت کی گئی یا مرادیہ ہے کہ ان لکڑیون مین سے کہ ان کو لوگون نے اسکے واسطے خریدا ہے یا کہ وہ اُسی کی ہون ۱۲ منہ

کے اشجار وغیرہ کی طرف رجوع ہونے والے مسائل کے بیان مین۔ رباطات جمع رباط جو سرحد اسلام ملحق بملک کفار پر سرائے و قلعہ کے طور پر وقف ہو کہ اس مین مجاہدین رہین و اپنے گھوڑے باندھین اور کبھی جہاد کے سفر مین منزل کرنے کے معنے مین بھی آتا ہی کما صح فی الحدیث رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیہا۔ مقابر جمع مقبرہ گورستان خانات جمع خان بمعنی کاروان سرائے اور وہ کبھی وقف ہوتی ہی اور اسکا بڑا ثواب ہی حیاض جمع حوض جو پانی پینے کے واسطے جابجا بنا دیتے ہین۔ طریق جمع طرق راستہ۔ سقایات جمع سقایا جو پانی لینے و پینے کے لیئے بنا دیتے ہین کہ مسافر وغیرہ آدمی اُس سے پانی پیئین بخلاف حوض کے کہ اس سے جانورون کو بھی پلاتے ہین اور شکل مین اختلاف ہی اور شرائط کبھی متحد ہو جاتے ہین وقد مر فی مواضع شتی ما فیہ کفایۃ جس کسی نے مسلمانون کے لیئے کوئی سقایہ بنایا یا کاروان سرائے بنائی جس مین مسافر رہتے ہین یا رباط بنائی یا اپنی زمین مقبرہ کردی تو اسکی ملک اس سے زائل نہ ہوگی یہان تک کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کوئی قاضی حاکم اس کا حکم دیدے کذا فی الہدایہ یا وہ شخص اپنی موت کے بعد ایسا کرنے کو باضافت کے تاکہ وصیت ہو جاوے پس بعد موت کے لازم ہو جائیگا اور اسکو اختیار ہو کہ موت سے پہلے اُس سے رجوع کرلے بنابر آنکہ جو وقف الفقرا مین گذر چکا کذا فی فتح القدیر اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے قول ہی سے اسکی ملک ان چیزون سے زائل ہو جائیگی جیسا کہ ان کی اصل ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اگر لوگون نے سقایہ سے پانی پیا اور خان مین رہے یا رباط مین اُترے اور مقبرہ مین مُردہ دفن کیا تو وقف کنندہ کی ملک زائل ہوگئی اور ایک ہی آدمی کے فعل پر اکتفا کیا جائیگا کیونکہ جنس انسان تمام کا فعل متعذر ہی اور یہی حال کنوئین و حوض مین ہی قال المترجم بالجملہ امام رح کے نزدیک اس شخص کے قول کے ساتھ جنپر وقف ہی ان مین سے کسی کا فعل بطریق انتفاع بھی پایا جاوے فافہم اور اگر اُسنے ان وجوہ مین متولی کو سپرد کر دیا تو تسلیم صحیح ہی۔ کذا فی الہدایہ اور مبسوط مین مذکور ہی کہ ان مسائل مین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی اور اسی پر امت کا اجماع ہی یہ مضمرات مین ہی۔ مضائقہ نہین کہ حوض و کنوئین سے پانی پیے اور اپنے چوپایہ کو پلاوے خواہ اونٹ و گھوڑا وغیرہ کوئی ہو اور اس سے وضو کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر سقایہ پانی پینے کے واسطے کر دیا ہو پس کسی نے اُس سے وضو کرنا چاہا تو اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی۔ اور اگر وضو کے لیے وقف ہو تو اُس سے پینا نہین جائز ہی اور جو پانی کہ پینے کے واسطے مہیا کیا گیا ہو چنانچہ حوض تک تو اُس سے وضو کرنا نہین جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اسی طرح اگر اپنے دار کو مساکین کے لیئے مسکن کر دیا اور کسی متولی کے سپرد کر دیا جو اُسکی پرداخت کرتا ہی تو وقف کنندہ کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی۔ اسی طرح اگر مکہ مین کسی کا گھر ہو پس اُسنے حج کرنے والون یا عمرہ کرنے والون کے لیئے مسکن کر دیا اور کسی متولی کو دیدیا کہ اس کی اصلاح پر قیام کرے اور جسکو چاہے بساوے تو اسکو اس مین رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر سرحد اسلام ملحق بسرحد کفار پر اسکا کوئی احاطہ ہو جسکو اُسنے غازیون و رباط والون کے لیئے مسکن کر دیا اور اس کو ایک

ف۱ اللہ کی راہ مین ایک روز سرحد کی نگاہداشت کرنا دنیا سے اور جو کچھ اُس مین ہے اُس سے بہتر ہے ۱۲ منہ

متولی کو دیدیا جو اُسکی پرداخت کرے تو وہ اُس سے رجوع نہیں کرسکتا اور جب وہ مرجاوے تو اُس سے میراث نہوگا اگرچہ اس احاطہ مین کسی نے سکونت نہ کی ہو یہ محیط مین ہی۔ پھر ان چیزون سے نفع اُٹھانے مین غنی وفقیر کے درمیان کچھ فرق نہین ہی یہان تک کہ کاروان سرائے در رباط مین اُترنا اور سقایہ سے پانی پینا اور مقبرہ مین دفن کرنا ہر ایک کو جائز ہی خواہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ تبیین مین ہی۔ کسی دار یا زمین کا غلہ اگر غازیون کے لیئے کردیا گیا تو اس مین سے نہین لے سکتا مگر وہی غازی جو محتاجون کے شمار مین ہی یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان مین ہی خصاف رح نے اپنے وقف مین لکھا کہ اگر آدمی نے اپنا گھر غازیون کے رہنے کے واسطے کردیا پس گھر کے بعض ٹکڑے مین بعضے غازی رہے اور بعضے ٹکڑے یون ہی خالی پڑے رہے اس مین کوئی نہین رہا تو اس وقف کے قیم کو چاہیئے کہ اس گھر مین سے جس ٹکڑے مین رہنے کی حاجت نہین ہی اسکو کرایہ پر دیدے اور اس اُجرت کو اس گھر کی عمارت مین صرف کرے پھر جو اسکے بعد فاضل بچے اُسکو فقیرون و مسکینون پر صرف کردے یہ محیط مین ہی۔ نوادر مین ہی کہ اگر کوئی خان بنایا اور اس کی مرمت کی ضرورت ہوئی تو امام محمد رح سے مروی ہی کہ وہ اس مین سے ایک کونہ ایک بیت یا دو بیت علیحدہ کرکے اسکو کرایہ دیدے اور اس کرایہ کو اسی پر خرچ کردے اور امام محمد رح سے دوسری روایت مین ہی کہ لوگون کو ایک سال اس مین اُترنے کا اعلان کردے اور دوسرے سال اُسکو کرایہ دیدے اور اسی کی اُجرت سے اُسکی مرمت کرے اور ایسے ہی اگر اپنے گھوڑے کو راہ الٰہی مین حبس کردیا پس اگر اسپر کوئی جہاد کرنے والا سوار ہوا تو وہ سوار ہو اور اسکو دانہ چارہ دیوے اور اگر کوئی سوار ہونے والا نہین ملا تو اس زمانہ مین اُس کو اجارہ دے کر اُسکی اُجرت سے دانہ چارہ دے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر کوئی اجارہ لینے والا بھی نہین ملا تو امام اسکو فروخت کرکے اسکے دام رکھ چھوڑے حتی کہ جب ضرورت سواری ہو تو ان دامون سے گھوڑا خرید کر دیدے کہ اسپر جہاد کیا جاوے یہ محیط مین ہی۔ خصاف رح نے کہا کہ اگر اپنے گھر کو حاجیون کا مسکن کردیا تو مجاورین کو اس مین رہنے کا اختیار نہین ہی اور جب موسم حج گذر جاوے تو اسکو کرایہ پر دیکر اسکی اُجرت سے اُسکی مرمت مین خرچ کرے اور جو کچھ بچ رہے اسکو مساکین پر بانٹ دے یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک نے مسلمانون کے لیئے رباط بنایا اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہی اُسی کے قبضہ مین رہے تو کوئی شخص اسکے قبضہ مین سے نہین نکال سکتا ہی جب تک اُس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہو جو اسکے ہاتھ سے نکال لینے کا مستوجب ہو جیسے مثلاً وہ اُس مین شراب پیتا ہو یا اُسی کے مانند اور کوئی فسق کا کام جس مین رضائے الٰہی تعالی نہین ہی اس مین کرتا ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ گانون والون کی زمین ہی جنھون نے اسکو مقبرہ کردیا اور اس مین مُردہ دفن بھی کردیا گیا پھر گانون والون مین سے ایک نے اس مقبرہ مین کوئی عمارت بنائی تاکہ اس مین کچی اینٹین اور قبر کے ضروریات و کھودنے کے آلات رکھے اور اس مین ایسے شخص کو بٹھا دیا جو اسباب مذکورہ کی حفاظت کرے اور یہ کام سب گانون والون یا بعض کی بغیر رضامندی کیا تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ مین وسعت ہو ایسی کہ اس مکان کی زمین پھر نکلنے سے تنگی نہ آوے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور بنانے کے بعد پھر اگر لوگون کو اس جگہہ کی ضرورت ہو تو عمارت دور کرکے اس مین دفن کیا جاوے یہ فتاوے

قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے وصیت کردی کہ میرے مال سے تہائی نکالو اس مین سے ایک چوتھائی تو فلان شخص کو دیدو اور تین چوتھائی میرے اقربا اور فقراء کو دو پھر اُسنے کہا کہ اس رباط والون کو محروم نہ چھوڑنا اور یہ لوگ مساکین ہین جو اس رباط معین مین رہتے ہین تو اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ قرابت والے داخل احصار و شمار ہین دوم آنکہ داخل شمار نہین ہین پس پہلی صورت مین ہر ایک قرابت کو ایک عدد شمار کیا جاوے اور فقراء کو ایک عدد اور رباطیون کو ایک عدد چنانچہ اگر قرابتی دس ہون تو تہائی مال کے تین چوتھائی کے بارہ جزو کیے جاوین جس مین سے دس جزو تو اہل قرابت کو اور ایک حصہ فقراء کو اور ایک جزو رباطیون کو دیا جاوے اور دوسری صورت مین اس مین چوتھائی کے تین سہام کیے جاوین قرابت و فقراء و رباطیون مین سے ہر ایک کو ایک حصہ دیدیا جاوے یہ واقعات حسامیہ مین ہے - اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اسکو مسلمانون کا راستہ کردیا اور اسپر گواہ کردیے تو یہ صحیح ہے اور اسوقت کے پورے ہونے کے لیئے مسلمانون مین سے ایک کا گذر جانا ایسے عالم کے قول پر شرط ہے جو اوقاف مین سپرد کرنا شرط کہتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - ہلال رح نے کہا کہ اسی طرح جو کوئی مسلمانون کیلیئے پل بناوے اسکا بھی یہی حکم ہے اور لوگ اس مین راستہ چلین اور اسکی عمارت وارثان واقف کی میراث نہوگی درحالیکہ وہ وقف ہو چکی ہے پس لبطلان میراث مین صغیر پل کی عمارت کو مخصوص کردیا کذا فی الذخیرہ اور حاکم مہر دیہ رح سے منقول ہے کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے نوادر مین روایت پائی کہ امام نے مسجد کی طرح مقبرہ و راہ کا وقف بھی جائز جانا اور ایسے ہی چھوٹا پل جسکو کوئی مسلمانون کے لیئے بناوے اور اس مین لوگ گذر جاوین اور اسکی عمارت وارثان واقف کی میراث نہوگی پس لبطلان میراث کے لیئے پل کی عمارت کو خاص کیا اور مشائخ نے کہا کہ اس تخصیص مین تاویل یہ ہے کہ یہ باعتبار عادت کے ہے کہ زمین وہان کی وقف کنندہ کی ملک نہین ہے پس جب پل کا مقام اسکی ملک نہوا تو عمارت کی ٹوٹن مین میراث کا احتمال تھا پس تخصیص کر کے لبطلان میراث کی نفی کی اور ظاہر ہے[ف] کہ آدمی نہر عام پر پل بنا دیتا ہے پس موضع کے سوائے خالی عمارت اسکی ملک ہوتی ہے جسکو وقف کردیتا ہے - اور یہی مسئلہ دلیل ہے کہ عمارت کا وقف بدون اصل کے جائز ہے باوجودیکہ دار مین عمارت کا وقف بدون زمین کے نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - مشرکون کا ایک مقبرہ تھا اسکو لوگون نے مسلمانون کا مقبرہ بنانا چاہا پس اگر مشرکین کے قبور اور اجسام کے نشانات مٹ گئے ہون تو ایسا کرنے کا مضائقہ نہین ہے اور اگر ان کے آثار باقی رہے ہون مثلاً ان کی ہڈی کچھ نکل آوے تو کھود کر وہ دفن کردیجاوے پھر وہ مسلمانون کا مقبرہ کردیا جاوے کیونکہ مدینہ منورہ مین جہان مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ مشرکون کا مقبرہ تھا پس کھود کر وہ مسجد کردیا گیا یہ مضمرات مین ہے - اگر ایک شخص کسی مفتی کے پاس آیا اور کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اللہ تعالی کی جناب مین تقرب حاصل کرون پس کہا بین مسلمانون کے لیئے رباط بناؤن یا غلامون کو آزاد کرون اور یا اُسنے مفتی سے کہا کہ مین اپنے احاطے سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہون پس کہا کہ مین اسکو فروخت کر کے اسکے دام صدقہ کردون یا دامون سے

ف یعنے وہ عمارت کسی طرح وارثون کی میراث نہین ہوسکتی ۱۲ منہ

غلام خرید کر ان کو آزاد کر دون یا مین اسکو مسلمانون کے لیئے گھر کر دون ان مین سے کون افضل ہی تو مشائخ نے کہا کہ اسکو جواب دیا جاوے کہ اگر تو رباط بناوے اور اس کی عمارت کے لیئے آمدنی کی کوئی چیز وقف کردے تو رباط افضل ہی کیونکہ یہ دائمی ہی اور اُسکا نفع عام ہی اور اگر تو رباط کے لیئے آمدنی کا کوئی حصہ وقف نہ کر سکے تو رباط نہین بلکہ اُسکو فروخت کر کے اُسکے دام مساکین پر صدقہ کردے کذا فی فتاوی قاضی خان اور اس سے اکثر کر فضیلت مین یہ ہی کہ کہا اسکے دامون سے غلام خرید کر اُن کو آزاد کردے یہ ظہیریہ مین ہی۔ بزازیہ مین ہی کہ اراضی کا وقف کر دینا اُسکو بیچ کر اسکے دام صدقہ کر دینے سے اچھا ہی یہ بحر الرائق مین ہی میت کو دفن کرنے کے بعد خواہ مدت بہت گذرنے یا تھوڑی اُسکو بغیر عذر نکالنا نہین روا ہی ہان عذر کی وجہ سے نکالنا جائز ہی اور عذر یہ ہی کہ وہ زمین غصب کی ہوئی ظاہر ہو یا شفیع اُسکو شفعہ مین لے لے یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ اقول ظاہرا یہ حکم مدت قصیر کے حق مین جب تک کہ لاش سڑ جانے کا احتمال نہو یا صندوق مین ہو یا نکالنا ممکن ہو واللہ تعالی اعلم ایک رباط کے جانور بہت ہو گئے اور انکا خرچہ بڑھ گیا تو قیم ان مین سے کچھ فروخت کر سکتا ہی کہ ان کے دام باقیون کے دانہ چارہ اور رباط کی مرمت مین خرچ کرے یا نہین پس اسکے حکم مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ ان جانورون سے بعض کے سن ایسے دراز ہو گئے کہ جس واسطے وہ رباط مین مربوط (باندھے گئے ۱۲) ہوئے تھے اس کام مین نہین آسکتے ہین تو اس صورت مین اسکو ایسے جانور فروخت کرنے کا اختیار ہی دوم یہ کہ ایسے نہ ہون تو اس صورت مین فروخت نہین کر سکتا ولیکن اس رباط مین بقدر حاجت جانور رہنے دے اور باقیون کو ایسے رباط مین باندھے جو اس رباط سے سب سے قریب[1] ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ شمس الاسلام محمود اوزجندی رح سے سوال کیا گیا کہ ایک مسجد ہی اسکے واسطے کوئی قوم باقی نہین رہی اور گرد اس کا خراب ہو گیا اور لوگ اُس سے بے پرواہ ہو گئے تو اُس کا مقبرہ کر دینا جائز ہی یا نہین۔ تو فرمایا کہ نہین جائز ہی اور انھین سے پوچھا گیا کہ گانون مین مقبرہ ہی وہ نابود ہو گیا اور اُس مین مُردون کا اثر مانند ہڈی وغیرہ کے کچھ نہین رہا تو اُس کا جوتنا بونا اور استغلال[2] جائز ہی یا نہین تو فرمایا کہ نہین اور وہ مقبرہ کے حکم مین ہی کذا فی المحیط پس اگر اس مین گھاس لگی ہو تو کاٹ کر چوپاؤن کے پاس ڈالدی جاوے اور چوپایہ اس مین نہ چھوڑے جاوین یہ بحر الرائق مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرا بنادی اس طرح کہ اس سے آمدنی آوے یا لوگ رہا کرین تو اس سے خراج ساقط ہو جائیگا اگر وہ زمین خراجی ہو اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک عورت نے اپنی قطعہ زمین کو مقبرہ بنادیا اور اپنے قبضہ سے نکالدیا اور اس مین اپنے بیٹے کو دفن کیا اور یہ قطعہ زمین مقبرہ کے لائق اس وجہ سے نہین کہ قریب اُس کے پانی کا غلبہ ہونے سے وہان تک تری پہونچکر فاسد کرتی ہی پس اُسنے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو دیکھا جاوے کہ

[1] قولہ قریب ہو اور اگر وہ رباط بھی پر ہو تو اس سے قریب والی رباط مین علی ہذا القیاس بالجملہ جب فروخت نہین کر سکتا ہی تو دیگر تدابیر ان کی ابقا کی مناسب وقت عمل مین آوین جو شرع مین جائز ہین بشرطیکہ رباط کے فائدہ سے خارج نہونے پاوے ہذا ہو الاصل ۱۲ منہ [2] طلب غلہ اُس پر سے کرنا ۱۲

اگر کم بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس مین دفن کرنے سے بالکل بے رغبت نہین ہین تو وہ بیع نہین کر سکتی ہے اگر بہت بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس مین دفن کرنے سے بے رغبت ہون تو وہ بیع کر سکتی ہی اور جب اُسنے بیع کر دی تو مشتری کو اختیار رہوگا کہ اسکو اپنے بیٹے کی لاش نکال لیجانے کا حکم کرے کذا فی المضمرات عن الکبری - ایک نے مقبرہ مین اپنے واسطے قبر کھود رکھی تو کیا دوسرے کو یہ اختیار ہی کہ اس مین اپنا مردہ دفن کردے تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ مین وسعت ہو تو مستحب ہی کہ جس نے کھودی ہی اسکو زحمت نہ دے اور اگر وسعت نہ ہو تو دوسرا اس مین اپنا مردہ دفن کر سکتا ہی اور یہ ایسا ہی جیسے کسی نے مسجد مین مصلے بچھایا یا رباط مین اُترا پھر دوسرا آیا پس اگر اس جگہ وسعت ہو تو چاہیئے کہ پہلے شخص کو زحمت نہ دے - اور اگر دوسرے شخص نے ایک قبر مین اپنا مردہ دفن کر دیا تو شیخ ابو نصرؒ نے کہا کہ اسکو یہ مکروہ نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہے - کوئی میّت ایک شخص کی زمین مین بدون اجازت مالک کے دفن کی گئی تو مالک کو اختیار ہی چاہے اُسپر راضی ہو اور چاہے میت نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے زمین برابر کرکے اسپر زراعت کرے اور اگر کسی نے ایک قبر کھودی ایسے مقبرہ مین جس مین اسکو اپنے لیئے کھودنا مباح تھا پھر اس مین دوسرے نے اپنا مردہ دفن کر دیا تو وہ قبر سے نہین اُکھاڑا جائیگا ولیکن دوسرا شخص اُسکے کھودنے کی قیمت یعنے اُجرت کا ضامن[۱] ہوگا پس ایسے حکم سے دونون کا حق محفوظ ہوا کذا فی خزانۃ المفتین والمحیط - ایک قوم نے دریاے جیحون کے کنارے جو زمین مردہ پڑی تھی اسکو زندہ و معمور کیا اور سلطان اُن سے عشر لیا کرتا تھا اور اسکے قرب مین ایک رباط ہی پس رباط کے متولی نے سلطان سے گزارش کی پس سلطان نے یہ عشر اسکے واسطے چھوڑ دیا تو کیا متولی کو اختیار ہے کہ اس عشر کو اس رباط کے مؤذن پر صرف کرے یعنے اسکے کھانے کپڑے مین اس عشر سے مدد لے اور کیا مؤذن کو روا ہی کہ جو عشر سلطان نے مباح کر دیا ہی اسکو لیوے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ اگر مؤذن محتاج ہو تو اُسکو حلال ہی اور متولی کو روا نہین ہی کہ اس عشر کو تعمیر رباط مین صرف کرے بلکہ فقط فقراء پر صرف کر سکتا ہی اور اگر اُسنے محتاجون پر صرف کیا پھر اُنھون نے اپنی طرف سے رباط کی تعمیر مین صرف کیا تو جائز اور بہتر ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی طرح زکوٰۃ کا مال ہی کہ اگر متولی نے اسکو مسجد بنانے مین یا پل بنانے مین صرف کرنا چاہا تو نہین جائز ہی اور اگر اُسکا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہی کہ متولی اُسکو فقیرون پر صدقہ کر دے پھر فقیر لوگ اُس کو متولی کو دیدین پھر متولی اُسکو اس عمارت مین صرف کرے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک رباط مین پھل ہین تو کیا اس مین اُترنے والون کو روا ہی کہ اس مین سے تناول کرین تو اس مین دو صورتین ہین اوّل یہ کہ ان پھلون کی قیمت نہو جیسے شہتوت وغیرہ دوم یہ کہ ان کی قیمت ہو پس اول صورت مین کھا لینا روا ہی اور دوسری صورت مین اس سے احتیاط کرنا از راہ دیانت و تقوی کے بہتر ہی کیونکہ احتمال ہی کہ شاید وقف کنندہ نے یہ پھل اُترنے والون کے لیئے نہین بلکہ فقیرون کے لیئے وقف کیئے ہون اور یہ اسوقت ہی کہ یہ معلوم نہ ہوا اور اگر معلوم ہو کہ یہ فقیرون کے

[۱] مترجم کہتا ہی کہ روایت اسکے موافق ہی جو کتاب الکراہیۃ وغیرہ مین ہی اور جو اس سے کچھ پیشتر گذری تو وہ بیان ہو چکی ۱۲ ع ہ ہندوستان مین ان کی

وقف ہے اُترنے والون پر وقف نہین ہی تو فقیرون کے سوائے کسی کو انکا کھانا حلال نہین ہی کذا فی الواقعات الحسامیہ قلت اس مین اشارہ ہی کہ اُترنے والا اگر فقیر ہو تو اسکو بھی روا ہی فافہم واللہ اعلم فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص نے دار عمران کے خادم کو درم دیے کہ ان کے عوض گوشت روٹی خرید کر اس دار کے رہنے والون کو تقسیم کر دے اور دار عمران وہ دار ہی جس مین فقرا و مساکین رہتے ہین پھر خادم کو اس روز گوشت و روٹی کی ضرورت نہوئی اور خادم نے اُس سے پہلے اُدھار گوشت روٹی خریدی تھی پس اُسنے یہ درم اُدھار مین ادا کر دیے تو وہ ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔ مسائل جو مقبرہ و زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف راجع ہین ایک مقبرہ مین بڑے بڑے درخت لگے ہین تو اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ زمین کو مقبرہ بنانے سے پہلے اس مین یہ درخت اُگے ہون دوم یہ کہ مقبرہ بنانے کے بعد اُگے ہون۔ پس اول صورت مین مسئلہ کی دو قسم ہین قسم اول آنکہ اس زمین کا کوئی مالک تھا جسنے مقبرہ کر دیا قسم دوم یہ کہ زمین موات تھی اسکا کوئی مالک نہ تھا اُسکو گاؤن والون نے مقبرہ بنا لیا پس قسم اول مین یہ درخت مع جڑون کے اسکے مالک کی ملک ہین پس جو چاہے انکے ساتھ معاملہ کرے اور قسم دوم مین درخت مع جڑون کے اپنے قدیم حال پر رہینگے صورت دوم مین بھی مسئلہ کی دو قسمین ہین قسم اول آنکہ انکا لگانے والا معلوم ہو۔ قسم دوم آنکہ انکا لگانے والا معلوم نہو۔ پس قسم اول مین لگانے والے کے ہونگے اور قسم دوم مین اسکا حکم باختیار قاضی ہی اگر اسکی رائے مین آوے کہ ان کو فروخت کر کے انکے دام مقبرہ کی عمارت[1] مین صرف کیئے جاوین تو ایسا حکم دے سکتا ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ اگر مسجد مین درخت جمائے تو مسجد کے ہونگے اور اگر رباط کی وقف کی ہوئی زمین مین جمائے تو دیکھا جاوے کہ اگر درخت جمانے والا اس زمین موقوفہ کا متولی ہی تو وہ درخت جو اُسنے جمائے ہین رباط کے ہونگے یعنے وقف ہونگے اور اگر وہ شخص اُسکا متولی نہو تو یہ درخت اُسی کے ہونگے اور اسکو اختیار ہوگا کہ اپنا درخت اُکھاڑ لیوے اور اگر کسی نے عام راستہ پر درخت جمایا تو حکم یہ ہی کہ وہ درخت اپنے جمانے والے کا ہوگا اور اگر اُسنے نہر عامہ کے کنارے یا گاؤن کے حوض کے کنارے درخت جمایا تو وہ جمانے والے کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اگر اُسنے انکو قطع کر لیا پھر انکی جڑون سے اور درخت اُگے تو یہ بھی اُسی جمانے والے کے ہونگے یہ فتح القدیر مین ہی۔ ایک شارع مین ایک نہر ہی اسکے دونون کنارے درخت لگے ہوئے ہین اُن درختون کی بابت ان لوگون نے خصومت کی جنکا شرب[2] اس نہر سے ہی اور [illegible] درختون کا جمانے والا معلوم نہین ہوتا اور یہ نہر اس شارع مین ایک شخص کے دروازے کے آگے جاری ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان درختون کے جمنے کا ٹھکانا ان لوگون کی ملک مین ہی جنکو اس نہر سے شرب حاصل ہی تو جو کچھ ان کی ملک مین جمے اور اسکا جمانے والا کوئی معلوم نہو تو وہ انھین کا ہوگا اور اگر یہ ٹھکانا انکی ملک نہو بلکہ یہ ٹھکانا تو عام لوگون کا ہو اور جنکو شرب ہی انکو اس مین پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہی تو دیکھا جاوے اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ مالک مکان نے جب مکان خریدا تو یہ درخت اسی مقام پر تھے تب تو

[1] یعنی اُسکی مرمت و درستی ۱۲ [2] شرب وہ پانی جو ان کو اس نہر سے ملتا ہی تاکہ اپنے گاؤن وغیرہ سینچین ۱۲ منہ

یہ درخت مالک مکان کے نہونگے اور اگر یہ معلوم نہو تو یہ درخت اُسی کے ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور صدر الشہید رحمہ نے اپنے واقعات مین لکھا کہ مالک مکان کے لیے درختونکا حکم دیے جانے مین واجب یہ ہے کہ یہ مجری[1] اس شخص یعنے مالک مکان کے فنار وار مین ہو تب یہ حکم ہو کذا فی المحیط خلاصہ یہ کہ یہ نہر ایک نالہ کے مانند ایک شخص کے دروازے پر ہو جیسا کہ پہاڑی ملکون وغیرہ مین ممکن ہوتا ہو فافہم۔ ایسا درخت وقف کیا گیا جسکے پتون سے یا اُسکے پھلونسے یا اُسکی جڑ سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہو تو وقف جائز ہو پھر جب جائز ہوا تو اسکی جڑ نہین کاٹی جائیگی لیکن جبھی کہ بدون اسکی جڑ کے اس سے انتفاع نہین ہو سکتا مثلاً اُسکی شاخین جاتی رہین یا وہ درخت ہی اس قسم کا ہو کہ اُسکی جڑ ہی سے نفع حاصل ہوتا ہو تو کاٹکر صدقہ کیا جائیگا اور اگر اسکے پتون یا پھلون سے انتفاع ہووے تو جڑ سے نہین کاٹا جائیگا یہ مضمرات مین ہی۔ اسیطرح اگر کوئی درخت مع جڑ کے ایک مسجد پر وقف کیا گیا پھر وہ خشک ہو گیا یا اسمین سے تھوڑا خشک ہو گیا تو خشک کاٹ دیا جاوے اور باقی چھوڑ دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اراضی فقرا پر وقف ہو اسکو کسی نے متولی سے اجارہ لیا اور اسمین گوبر و کھاد ڈالی اور درخت جمائے پھر مستاجر مر گیا تو یہ درخت اسکے وارثونکی میراث ہونگے اور اُنسے مواخذہ کیا جائیگا کہ انکو جڑ سے کاٹ لو اور اگر وارثون نے چاہا کہ کھاد ڈالنے سے جو زمین مین زیادتی ہو گئی ہو اُسکو وقف سے واپس لین تو انکو یہ اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک نے شارع مین درخت جمائے پھر جمانیوالا مر گیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے انمین سے ایک نے اپنا حصہ ایک مسجد کے واسطے کر دیا یعنی وقف کیا تو اُسکا حصہ مسجد کیواسطے نہو جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ ایک نے اپنی زمین مین کچھ درخت معین کر کے انکی نسبت اپنی صحت مین اپنی جورو سے کہا کہ جب مین مر جاؤن تو انکو تو فروخت کر کے انکے دام میرے کفن مین اور فقیرون کی روٹی مین اور فلان مسجد کے چراغ کے تیل مین صرف کرنا پھر مر گیا اور یہی جورو اور دیگر وارثان بالغ اُسنے چھوڑے پس وارثون نے میراث سے کفن خریدا اور اُسکی تجہیز و تکفین کر دی تو وہ عورت ان درختون کو فروخت کرے اور ان کے دامون سے مشتری کے ذمہ سے بقدر کفن کے گھٹا وے[2] اور باقی کو روٹیون و چراغ کے تیل مین صرف کرے یہ محیط مین ہی ایک نے اپنی زمین ایک جہت معلومہ پر یا ایک قوم معلوم پر وقف کی پھر وقف کرنیوالے نے اسمین درخت بوئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے غلہ وقف سے بوئے یا اپنے مال سے لیکن بیان کر دیا کہ مین وقف کے لیے جماتا ہون تو یہ درخت وقف کے ہونگے اور اگر اپنے مال سے بوئے اور کچھ بیان نہ کیا تو درخت اسکے مرنے پر تو اُس کے وارثون کے ہونگے اور وقف کے نہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقبرہ مین درخت ہین تو کیا روا ہی کہ وہ کسی مسجد کی عمارت مین صرف کیے جاوین فرمایا کہ ہان اگر وہ کسی وجہت پر وقف نہون پھر پوچھا گیا کہ اگر مقبرہ کی دیوارین گر جانے اور خراب ہو جانے کو ہو گئین تو اسمین صرف کیے جاوین

[1] یعنی وہی نہر جسکے کنارے درخت ہین ۱۲ [2] قولہ گھٹاوے اقول اگر مقدار کفن کے گھٹانے سے مشتری پر صدقہ منظور ہی تو جبھی صحیح ہوگا کہ مشتری فقیر ہو اور احتمال ہی کہ مقدار کفن کے دام گھٹا کر وارثونکو دام دیدے ولیکن خلاف متبادر و محاورہ ہی واللہ اعلم۔

یا تعمیر مسجد مین تو کہا کہ جسپر وقف ہون اسی پر صرف ہون بشرطیکہ معلوم ہو جاوے اور اگر مسجد کا متولی اور مقبرہ کا متولی نہو تو عوام کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون حکم قاضی کے اسمین تصرف کرین یہ ظہیریہ مین ہی نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد مین پودہ بویا پھر چند سال مین وہ بڑا ہو گیا پھر متولی مسجد نے چاہا کہ اس درخت کو اسی کوچہ کے کنوین کی تعمیر مین صرف کرے اور جمانیوالا کہتا ہی کہ یہ میرا ہی مین نے اسکو مسجد پر وقف نہین کیا تو کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ اگر جمانے والے نے اسکو مسجد ہی کے واسطے جمایا تو کنوین کی تعمیر مین اسکو صرف کرنا نہین جائز ہی اور جمانیوالے کو بھی اپنی ضرورت مین صرف کرنا نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی فتاوی اہل سمرقند مین ہی کہ ایک مسجد مین سیب کا درخت ہی تو کیا لوگون کو روا ہی کہ اُسکے پھلون سے افطار کرین تو صدر الشہید رح نے کہا کہ مختار یہ ہی کہ مباح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی عام رہگذر پر ایک درخت ہی وہ راہگیرون پر وقف کیا گیا تو راہگیرون کو اسکے پھل کھانے مباح ہین اور اسمین غنی و فقیر یکسان ہین اسیطرح جو پانی کہ میدانون مین رکھا گیا ہو اور سقایہ کا پانی اور جنازہ کا تخت اور اسکے کپڑے اور وقف کا قرآن مجید ان سب چیزون سے انتفاع حاصل کرنے مین غنی و فقیر دونون برابر ہین کذا فی فتاوی قاضی خان

تیرھوان باب ان اوقاف کے بیان مین جن سے استغنا ہو جاوے اور اُسکے متصلات یعنے اوقاف کے

غلہ کو وجوہ دیگر پر صرف کرنے کے بیان مین اور کافرون کے وقف کے بیان مین۔ ایک چھوٹے پل پر کچھ وقف ہی پھر وہ وادی خشک ہو گیا اور پانی اسی محلہ کے دوسرے نالہ کی طرف پھر گیا پس اس نالہ پر پل باندھنے کی ضرورت ہوئی تو کیا روا ہی کہ پہلے پل کے غلات[سلہ] وقف کو اس دوسرے پل کی طرف پھیرین تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسرا پل بھی عام لوگونکے واسطے ہو اور وہان دوسرا پل اُس سے قریب عام لوگون کے لیے نہو تو پہلے پل کا غلہ اسکی طرف پھیرنا روا ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی شمس الائمہ حلوائی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد یا حوض خراب ہو گیا کہ اسکی حاجت نہ رہی کیونکہ لوگ متفرق ہو گئے تو کیا قاضی کو روا ہی کہ ان چیزون کے اوقاف کو دوسری مسجد یا حوض کی طرف پھیر دے تو فرمایا کہ ہان۔ اور اگر لوگ متفرق نہین ہوئے ولیکن حوض کو تعمیر کی ضرورت نہین ہی اور وہان ایک مسجد ہی جسکو عمارت کی ضرورت ہی یا اسکے برعکس واقع ہوا تو کیا قاضی کو روا ہی کہ جسکو عمارت کی حاجت نہین ہو اسکے وقف کو دوسرے کی طرف جسکو عمارت کی حاجت ہے صرف کر دے فرمایا کہ نہین کذا فی المحیط۔ ایک رباط سے لوگ مستغنی ہو گئے مثلاً جس سرحد کفار پر رباط تھی وہ ملک بھی دار الاسلام ہو گیا اور اس رباط کے لیے وقف کی آمدنی تھی پس اگر اسکے قریب مین دوسری رباط ہو تو یہ آمدنی اس رباط مین صرف کیجاوے اور اگر قریب مین رباط نہو تو یہ غلہ اسی شخص کے وارثونکی طرف عود کرے جس نے رباط بنائی تھی ایسا ہی یہ مسئلہ فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہی اور صدر شہید نے اپنے واقعات مین کہا کہ اسمین نظر ہی تو فتوی کے وقت تامل کرنا ضرور ہی کذا فی الذخیرہ۔ مترجم کہتا ہی کہ صدر الشہید رح کے نزدیک ظاہر صحیح حکم یہ ہی کہ جب رباط قریب مین نہو تو یہ غلہ فقیرون و مسکینو نپر صرف کیا جاوے کما قال غیر الفقیہ رح اور یہی قول قریب اشبہ ہی کیونکہ

سلہ یعنی اسکے متعلق وقف کی آمدنی ۱۲

بنا بر قول فقیہ کے وقف مذکور لازمی نہ تھا بلکہ صحیح نہ تھا کیونکہ جہت خیر ایسی ہونی چاہیے جو منقطع نہو اور یہ تاویل مسئلہ یہ ہی کہ وقف کرنیوالے نے آخر وقف کا فقیروں کے پیے نہیں کیا تھا ولیکن پوشیدہ نہیں کہ رباط کا وقف بدون اس قید کے صحیح ہی اور اسی پر عامہ مشائخ اور اسی پر فتوی ہی اسیواسطے صدر الشہید نے تاویل نہیں فرمائی فافہم واللہ اعلم فتاوی النسفی میں ہی کہ شیخ الاسلام سے پوچھا گیا کہ ایک گانؤن کے لوگ متفرق ہوگئے اور وہان کی مسجد منہدم و خراب ہونیکو آگئی اور بعضے زبردست فاسقون نے غلبہ کرکے مسجد کی لکڑیان اپنے گھرونکو اٹھا لیجانا شروع کیا تو گانؤن میں سے کسی کو اختیار ہی کہ قاضی کی اجازت لیکر مسجد کی لکڑیونکو فروخت کرکے اسکے دام اس غرض سے رکھ چھوڑے کہ کسی دوسری مسجد میں یا کسی وقت اسی مسجد میں صرف کردے تو شیخ نے کہا کہ ہان یہ محیط میں ہی ایک نے اپنا چوپایہ یا کوئی تلوار کسی رباط میں مربوط کی یعنے اسواسطے وقف کی کہ اس سے راہ الٰہی میں کام لیا جاوے پھر رباط خراب ہوگئی اور لوگ اُس سے مستغنی ہوگئے تو یہی چیز دوسری رباط میں جو اس رباط سے سب سے زیادہ قریب ہو مربوط کیجاوے یہ ذخیرہ میں ہی۔ نوادر میں ہی کہ ایک وقف[۱] بالاخانہ معدوم ہوگیا اور اُسکا کوئی غلہ[۲] نہیں ہی جس سے اسکی عمارت ممکن ہو تو وقف باطل ہوجائیگا اور اسکا حق اُسکے وقف کرنیوالے کیطرف عود کریگا اگر زندہ ہو یا اسکے وارثونکی طرف اگر مرگیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک محلہ میں پانی کا حوض وقف ہی خراب ہوگیا کہ اسکی تعمیر ممکن نہیں ہی اور محلہ والے اُس سے بے پروا ہوگئے پس اگر اُسکا وقف کرنیوالا معلوم ہو تو اسکی طرف عود کریگا اگر زندہ ہو اور اگر مرگیا ہو تو اُسکے وارثونکی طرف عود کریگا اور اگر اُسکا وقف کرنیوالا معلوم نہو تو وہ ان لوگونکے قبضہ میں بمنزلہ لقطہ کے ہوگا کہ اسکو کسی فقیر پر صدقہ کردین پھر فقیر اُسکو فروخت کرکے اُسکے دامونسے انتفاع حاصل کرے۔ اور اسی جنس سے یہ مسئلہ کہ ایک دوکان وقف صحیح تھی پھر بازار میں اس دوکان کے آگ لگنے سے جل گیا پس دوکان ایسی رہگئی کہ اس سے انتفاع ممکن نہیں ہی اور کسی مال کے عوض اجارہ نہیں لیجا سکتی ہی تو وقف ہونیسے خارج ہوجائیگی اور اسی جنس سے یہ مسئلہ ہی کہ ایک وقف رباط آگ لگنے سے جلکر نکمی ہوگئی تو وقف باطل ہوکر میراث ہوجائیگی اور اسی جنس سے حویلی ایک مقبرہ پر بطور صحیح وقف ہی پھر حویلی خراب ہوکر بھی نکمی ہوگئی پھر ایک شخص نے آکر بدون کسی کی اجازت کے اسکو آباد کرکے اپنے مال سے تعمیر کیا تو اصل زمین وقف کنندہ کے وارثون کی ہوگی اور عمارت اس بنانے والے یا اُسکے وارثون کی ہوگی کذا فی المضمرات اسیطرح ایک وقف ایک قوم پر جنکے نام شمار میں معلوم ہیں وقف صحیح ہی وہ برباد ہوکر بیکار ہوگئی اور گانؤن سے دور پڑی اسکی تعمیر میں کوئی رغبت نہیں کرتا اور نہ اُسکی اصل کو اجارہ لیتا ہی تو وقف باطل ہوکر اسکی بیع جائز ہوجائیگی اور اگر اسکی اصل زمین کو کوئی شخص کسیقدر قلیل اجرت پر اجارہ لیوے تو اُسکی اصل وقف رکھی جائیگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہ جواب بر قول امام محمدؒ صحیح ہی اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر اسمین تامل و نظر ہی کیونکہ وقف جب انکے نزدیک اپنے شرائط پر صحیح واقع ہو تو سوائے خاص چند

---

[۱] یعنے محض بالاخانہ ہی وقف تھا اور کوئی دوسری چیز نہ تھی ۱۲ [۲] یعنی کوئی آمدنی نہیں ہی جس سے اُس کی مرمت و درستی کی جاوے ۱۲

صورتوں کے وہ باطل نہیں ہوسکتا ہی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث میں ہی کہ ایک شخص نے لوگون سے چندہ مانگ کر مسجد بنانیکے لیے درم جمع کیے پھر ان درموں میں سے اپنی ضرورت میں اُٹھائے پھر انکے عوض اپنے مال سے اسمین رکھدیے تو حکم یہ ہی کہ وہ شخص ایسا نہیں کرسکتا ہی اور اگر اسنے ایسا کیا تو دیکھے کہ اگر وہ مال کے دینے والے کو پہچانتا ہی یعنے جو مال بطور ناجائز اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالا اُسکے دینے والیکو پہچانتا ہی تو اسکو واپس کرے یا اُس سے دوبارہ اجازت لے لے اور اگر وہ مالک مال کو نہ پہچانے تو جس کام میں لگاویگا اسکے واسطے حاکم سے اجازت لے لے اور اگر اسپر یہ بھی متعذر ہو تو مجھے امید ہی کہ جب اپنے مال سے اسیقدر لیکر اس کام میں صرف کر دیگا تو جائز ہو جائیگا ولیکن ایسا کر دینا یا حاکم سے اجازت لے لینا خالی اسواسطے ضرور ہونا چاہیے کہ اسکے اوپر سے وبال دور ہو جاوے اور ضمان ساقط ہونیکے لیے نہیں ہی کیونکہ ضمان اُسپر واجب رہیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی مسائل مبنی علی ہذا الاصل جسمین علماء و صلحاء مبتلا ہوتے ہیں از انجملہ اگر عالم نے فقیروں کے واسطے لوگوں سے کچھ مانگ کر جمع کیا اور یہ چندہ ایک دوسرے میں خلط ہو گیا تو وہ عالم اس سب کا ضامن ہو جائیگا اور اگر اُسنے ادا کیا تو اپنے مال سے فقیروں کا ادا کرنے والا قرار دیا جائیگا ولیکن ان لوگوں کے لیے ضامن رہیگا اور اس مال سے ان[ف] لوگوں کی زکوۃ ادا نہوگی پس یہاں حیلہ یہ ہی کہ فقیر معلوم اس عالم کو اپنی طرف سے وصول کرنیکی اجازت دیدے تو اس صورت میں اُسکے مال کو اسی کے مال میں خلط کرنے والا ہوگا کذا فی المحیط۔ از انجملہ یہ ہی کہ پایمرد اگر کھڑا ہوا اور اپنی کوشش و پایمردی سے اُسنے فقیروں کی بلا اجازت اور بدون حکم کے انکے واسطے کچھ سوال کیا تو لوگون یعنے دینے والوں کی طرف سے وہ امین ہی پس اگر اُسنے بعض لوگوں کے مال کو دوسروں کے مال میں خلط کر دیا تو ضامن ہو گیا اور جب اُسنے فقیروں کو ادا کر دیا تو اپنے مال سے ادا کرنے والا ہوا اور جن لوگوں سے وصول کیا تھا انکے لیے انکے مالوں کا ضامن ہوا اور ان لوگوں کی زکوۃ اُس سے ادا نہوئی پس اس صورت میں حیلہ یہ ہی کہ فقیر پہلے اس پایمرد کو اپنے واسطے وصول کرنے کا حکم دے پس جب اُسنے حکم دیا تو یہ پایمرد اُسکی طرف سے وصول کرنے کا وکیل ہو گیا اور تصرف کرنا جائز ہوا

پس فقیر ہی کے مال کو اسکے مال میں خلط کرنیوالا ہوگا یہ مضمرات میں ہی

چودھواں باب متفرقات میں۔ ایک نے چاہا کہ اپنا مال کسی قرب الٰہی کی راہ میں کر دے پس اُس نے مسلمانوں کے لیے رباط بنائی تو رباط بنانا بہ نسبت بردہ آزاد کرنیکے اس لیے بہتر ہی کہ رباط کو دوام زیادہ ہی اور بعض نے کہا کہ مساکین پر صدقہ کرنا افضل ہی میں کہتا ہوں کہ ہمنے ایسی نیت والے کو کہا کہ کتابیں خرید کر کتب خانہ میں رکھے تاکہ علم لکھا جاوے کیونکہ وہ سب سے زیادہ دوام رکھتا ہی کیونکہ وہ آخر زمانہ تک رہتا ہی پس اور چیزوں سے

[ف] چندہ وغیرہ اور اسکے مسائل میں اس زمانہ کے اکثر لوگوں کی غفلت ہے ۱۲ منہ

[۱] یعنے ان میں سے جس نے یہ مال اس عالم کو فقیروں کے لیے اپنی زکوۃ سے دیا تھا اسکی زکوۃ ادا نہوئی پس وہ لوگ ابھی اپنی زکوۃ ادا کریں ۱۲ منہ [۲] تو لکھا جاوے الخ فی الاصل لیکتب العلم وقال فی الحاشیۃ کذا فی جمیع نسخ العالمگیریۃ والظاہر لیکتب واقول ہذا ہو ... الوقف فتدبر ۱۲ منہ

بہتر ہوگا اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنے گھر کو فقراء پر وقف کرے تو اسکے دام صدقہ کر دینا افضل ہی اور اگر بجائے گھر کے کھیت ہو تو وقف افضل ہی۔ ایک نے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی خریدنی چاہی پس اگر مسجد کو تیل کی ضرورت نہو چٹائی کی ضرورت ہو تو چٹائی افضل ہی اور اگر برعکس ہو تو تیل خریدنا افضل ہے اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں برابر ہیں پس فضیلت میں زیادتی و کمی اور چیز کی حاجت میں زیادتی و کمی اور قوت و ضعف حاجت اور دوام احتیاج پر نظر کرنی چاہیے پس علی ہذا علم پڑھنے والے پر اور اسکی راہوں جیسے فقیر و اسکے لکھولنے و جمع کرانے پر صرف کرنا نوافل عبادات میں مشغول ہونے سے اولی ہی اور ایسے ہی حدیث و تفسیر تمام راہوں سے توجہ صرف کرنا افضل ہی کیونکہ ان چیزون کا نفع ہمیشہ باقی ہی پس اولی ہی یہ مضمرات میں ہی ایک نے صحیح وقف کیا فلان مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے پس اس مدرسہ میں ایک آدمی ہا لیکن وہ اسمین رات نہین بسر کرتا اور رات کو حراست مین مشغول رہتا ہی تو وہ اس سے محروم نہوگا اگر اسکی کوٹھریون و حجرون مین سے کسی حجرہ میں جگہ لیتا ہی اور اسکے پاس سکونت کے اسباب ہین پس محروم نہوگا اسلیے کہ وہ اس مقام کے رہنے والون مین شمار ہی یہ مضمرات مین ہی اور اگر وہ رات کو حراست مین مشغول رہتا ہی اور دن مین علم سیکھنے مین قصور کرتا ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر وہ دن مین کسی دوسرے کام مین مشغول رہتا ہی حتی کہ طالبعلمون مین سے شمار نہین ہوتا ہی تو اسکو وظیفہ کا حق نہین ہی اور اگر دوسرے کام مین بالکل نہین مشغول ہوا حتی کہ طالبعلمون مین سے شمار رہا تو اسکو وظیفہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ یہ سب اس صورت مین ہی کہ وقف کنندہ نے یہ کہا ہو کہ فلان مدرسہ کے رہنے والون پر طالب علمون مین سے۔ اور اگر اسنے خالی یہی کہا کہ فلان مدرسہ کے رہنے والون پر اور یہ نہین کہا کہ طالب علمون مین سے۔ تو بھی حکم یہی ہوگا حتی کہ طالب علمونکے سوائے جو کوئی دوسرا اس مدرسہ مین رہتا ہو اسکو وظیفہ نہین ملیگا کیونکہ وقف سے یہی مفہوم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ پڑھنے والا طالب علم اگر علم سیکھنے کو فقہاء کے پاس نہ جاتا ہو پس اگر شہر مین ہو اور اپنی ضرورت کی کوئی کتاب فقہ وغیرہ کی اپنے واسطے لکھنے مین مشغول ہو تو اسکو وظیفہ لینے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر شہر مین ہو اور اسکے سوائے اور کام مین مشغول ہو تو وظیفہ نہ لیوے یہ مضمرات مین ہی۔ اگر علم سیکھنے والا شہر سے چند روز نکل گیا پھر واپس ہو کر طلب کیا پس اگر سفر کی دوری پر چلا گیا تھا تو گذشتہ ایام کا وظیفہ طلب کرنا اسکو نہین پہونچتا ہی اسیطرح اگر نکلکر کہین چند روز تک اقامت کی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مسافت سفر سے کم ہو اور ایسے کام کیواسطے گیا کہ جو ضروری ہی اس سے چارہ نہین جیسے روزینہ و رزق وغیرہ تو اسقدر عفو ہی اور کسی دوسرے کو حلال نہین ہی کہ اسکا حجرہ لیوے اور اسکا وظیفہ اپنےحال پر رہیگا جبکہ غائب ہونا ایک مہینہ سے تین مہینہ تک ہو پھر جب اس سے زیادہ مدت ہو جاوے تو دوسرے کو روا ہی کہ اسکا حجرہ و وظیفہ لے لیوے یہ بحر الرائق مین ہی۔ فقیہ رحمہ نے کہا کہ جو کوئی پڑھانیوالا طالب علم سے ایسے دنون اجرت لیوے جسمین درس نہین ہی تو مجھے امید ہی کہ جائز ہو یہ محیط مین ہی۔ فقہ سکھلانیوالا مہینہ یا دو مہینہ غائب ہا تو بلا خلاف اسپر معلوم لینا[1]

---

[1] اجرت مہینہ جسکو ہمارے عرف مین تنخواہ و ماہواری بولتے ہین ۱۲ منہ

حرام ہی اگر ماہواری ہو اور اگر سالانہ مقرر ہو اور تقسیم کا وقت آیا اور وہ سال مین سے زیادہ مہینہ مقیم رہا ہی تو اسکو سالانہ لینا حلال ہی یہ قنیہ مین ہی شیخ فقیہ ابوبکر رحمہ اللہ سے بلخ کے رہنے والے علوی لوگون پر وقف کو پوچھا گیا یعنے کسی نے اسطرح وقف کیا کہ یہ عقار علویہ ساکنین بلخ پر وقف ہی یعنی اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہ جو بلخ مین سکونت رکھتے ہین اُنپر وقف ہی حالانکہ ان مین سے بعضے غائب بھی ہو جاتے ہین تو جواب مین فرمایا کہ جو کوئی ان مین سے باہر چلا گیا اور اپنا مسکن فروخت نہین کیا اور نہ کہین دوسرا مسکن بنایا تو وہ بلخ کے رہنے والون مین شمار ہی اُسکا وظیفہ یا وقف کچھ باطل نہو گا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی نے زمین کو بطور فاسد خریدکر اُسپر قبضہ کرکے اسکو مسجد کر دیا اور لوگون نے اسمین نماز پڑھی تو ہلال رح نے اپنے وقف مین لکھا کہ وہ مسجد ہو گئی اور مشتری کے ذمہ اُسکی قیمت واجب ہی اور وہ بائع کو واپس نہین کیجائیگی اور ہلال رح نے کہا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول ہی اور اگر اُسنے اس زمین کو وقف کر دیا تو مسجد کر دینے پر قیاس کرکے اُسکا بھی یہی حکم ہے اور کتاب الشفعہ مین (یعنے علماء ثلثہ رح ۱۲) مذکور ہی کہ اگر بطور فاسد خریدی ہوئی زمین کو مسجد بنا دیا اور اُسمین عمارت بنائی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک (یعنی اصل ۱۲) اُسکی قیمت کا ضامن ہو گا اور عمارت بنانے سے وہ مستہلک کی ہوئی شمار ہو گی اور صاحبین رح کے نزدیک عمارت توڑکر زمین اُسکے بائع کو واپس کی جائیگی پس عمارت کی شرط لگانا بنا بر روایت کتاب الشفعہ کے اس امر کی دلیل ہی کہ جب وہ بنائی نہو تو خالی مسجد کر دینے سے بلاخلاف وہ مسجد نہو جائیگی اور روایت ہلال رح کے موافق عمارت کی شرط نہونا اس امر کی دلیل ہی کہ بدون عمارت کے وہ بلاخلاف مسجد ہو جائیگی حاکم شہید رح نے کہا کہ کتاب الشفعہ مین امام محمد رح کی روایت بہ نسبت روایت ہلال کے اصح ہی[ل] قلت وفیہ نظر اوضحناہ فی الحاشیۃ۔ اگر زمین کو بخرید صحیح خریدکر قبضہ کرکے اسکو فقراء پر وقف کیا پھر اسمین عیب پایا تو اسکو واپس نہین کرسکتا ہی ولیکن نقصان عیب واپس لیگا بخلاف اسکے اگر زمین خریدکر اُسکو مسجد کر دیا پھر اس مین عیب پایا تو نقصان عیب بھی واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی اگر غلام کے عوض ایک دار خریدکر باہمی قبضہ کر لیا پھر دار کو وقف کر دیا پھر وہ غلام کسی نے اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو وقف جائز ہی اور مشتری پر واجب ہو گا کہ قبضہ کے روز زمین کی جو کچھ قیمت تھی وہ اسکے بائع کو دیدیوے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر غلام مرد آزاد پایا گیا تو وقف باطل ہو گیا (کیونکہ خرید فاسد ہوئی ۱۲) یہ محیط مین ہی۔ قیم وقف نے تمام غلہ جمع کرکے ارباب الوقف کو بانٹ دیا مگر انمین سے ایک کو محروم رکھا اور اسکا حصہ اپنی ذاتی حاجت مین صرف کر ڈالا پھر جب دوسرا غلہ آیا تو محروم کو

[ل] قال المترجم اگر حاکم شہید رح کا قول نہوتا تو مین کہتا کہ روایت شفعہ مین قولہ وبنی فیہا بناءً جسکا ترجمہ اور اسمین الخ ہی یہان واو کی جگہ حرف او بمعنی یا ہی اور معنی یہ کہ مسجد بنانے مین سبکا اتفاق ہی کہ قیمت کا ضامن ہو گا اور عمارت بنانے مین امام کے نزدیک قیمت کا ضامن ہو گا اور بیع رد نہو گی اور صاحبین کے نزدیک عمارت توڑکر واپس کیجاوے پس اس تقدیر پر روایت ہلال در روایت کتاب الشفعہ مین کوئی اختلاف نہین ہی اور یہی اصل ہی خصوص جبکہ ہلال رح نے تنصیص کر دی کہ ہمارے اصحاب کا مسجد کر دینے کی صورت مین اتفاق ہی لہذا اختلاف الروایہ کی طرف بلاضرورت نہین جاوینگے اور نیز واو بمعنے او مستعمل ہی تو کبھی تاویل کی جاوے گی فعلی ہذا یندفع اختلاف الروایۃ الذی ہو خلاف الاصل والمسئلۃ الثانیۃ تقوی ما ذکرناہ فتدبر واستقم ۱۲

چاہا کہ اسمین سے اگلے سال کا حصہ بھی لیوے پس اگر اُسنے پہلے قیم سے ضمان لینا اختیار کیا ہو تو اس غلہ مین سے اپنا پہلا حصہ نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے غلہ اول کے شرکاء سے اُنکے حصون سے لے لینا اختیار کیا ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے غلہ مین سے اُنکے حصون مین سے اپنے حصہ کے مثل لیوے پھر جب اُسنے لے لیا تو سب کے سب ملکر قیم سے اس حصہ کی ضمان لینگے جو اُسنے پہلے سال مین محروم کا حصہ تلف کیا ہو کذا فی المضمرات اقول غلہ آمدنی وقف ہو پس اگر روپیہ ہو تو اپنے حصہ کے مثل لینے مین ربوا ہو جانا ہر جگہ ملحوظ رہیگا فافہم۔ مسجد کے امام نے غلہ لیا اور چلا گیا اور ہنوز سال نہین گذرا ہو تو اس سے سال مین سے کسیقدر حصہ کا غلہ واپس نہ لیا جائیگا اور اعتبار غلہ کاٹے جانے کے وقت کا ہو پس اگر کاٹے جانے کے وقت وہ مسجد مین امام ہو تو غلہ کا مستحق ہوگا یہ وجیز مین ہو۔ اب رہا حال مسجد کے امام کا کہ سال مین سے جسقدر مدت چلا گیا اُسکے حصہ کا غلہ کھانا حلال ہو یا نہین پس اگر فقیر ہو تو حلال ہو اور یہی حکم طالب علمون مین ہو کہ انکو ہر سال غلہ تیار ہونے کے وقت کچھ مقدار معلوم غلہ سے دیجاتی تھی پس اُنہین سے ایک نے وقت تیاری غلہ کے اپنا حصہ اسمین سے لیا پھر اس مدرسہ سے چلا گیا تو مانند امام کے اُسکا بھی حکم ہو[1] یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے ترکہ مین سے اسقدر درم متوقف رکھے جاوین بخیال کسی قرض کے جو مجھپر ظاہر ہو تو وصیت باطل ہو خواہ اُسکا وقف مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو پھر اگر اسنے یہ بھی کہا ہو کہ بشرطیکہ وصی کی راے مین آوے۔ تو اس صورت مین وصی کو اختیار ہو کہ تہائی مال اُسکا متوقف رکھے کیونکہ جب اسنے کہا کہ بشرطیکہ وصی کی راے مین آوے تو گویا اُسنے کہا کہ وصی اسقدر جسکو چاہے دیدے اور اگر اسپر تنصیص کردی تو صحیح ہو کذا فی الواقعات الحسامیۃ قلت کان المسئلۃ[2] لیست من باب الوقف بل من الوصیۃ والمراد بالوقف ما یتوقف بہ ویبطل وتیلوم فافہم۔ ایک شخص کے قبضہ مین زمین ہو اور اُسکا پانی جو فقیرون کے لیے ہو اور زمین سے پانی بڑھا اور ہنوز نہر مین ہو تو وہ کسی کو نہ دے بلکہ اسکو نہر مین چھوڑدے کہ فقرار کو پہونچ جاوے یا جس کسیکو پہونچ جاوے یعنے اس طرح جائز کرکے چھوڑدے کہ فقرار کو یا جسکو پہونچے حلال ہو۔ ایک مریض نے کہا کہ مین ایک دوکان کا جو فقرار پر وقف ہو متولی تھا اور مین اُسکی آمدنی سے برباد کیا کرتا تھا یا اُسنے کہا کہ مین نے کبھی اپنی زکوۃ نہین دی سو تم اسکو میرے مال سے بعد میری موت کے دیدینا پس اگر وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو وقف کا مال اُسکے تمام ترکہ سے دیا جاوے اور زکوۃ اسکی تہائی سے دیجاوے اور اگر وارثون نے اسکی تکذیب کی تو وقف اور زکوۃ دونون تہائی مال سے دیجاوینگی۔ اور وصی کو اختیار ہوگا کہ وارثون سے اُنکے علم پر قسم لیوے کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ جو مریض نے اقرار کیا وہ حق ہو۔ اور یہان وصی سے میت کا وصی مراد نہین ہو بلکہ وقف کا قیم مراد ہو پس جب قیم نے اُنسے قسم لی اور وے قسم کھا گئے تو یہ ضمان اُسکے تہائی مال سے لیجائیگی جیسے قسم سے پہلے تھا اور اگر اُنھون نے قسم سے انکار کیا تو وہ زکوۃ کی صورت مین تہائی مال سے اور مال وقف جسکی قسم سے نکول کیا ہے

---

[1] اقول ظاہراً طالبعلم فقیر ہوتے ہین پس اخیر حکم انکی نسبت ہو واللہ اعلم ۱۲ [2] کیونکہ نکول از قسم بھی اقرار ضمنی ہو ۱۲ م

پورے مال ترکہ سے دلایا جائیگا جیسے ابتداء میں وارثونکی تصدیق و اقرار کرنیمین حکم تھا یہ محیط مین ہی جامع الجوامع میں ابو القاسم سے روایت ہی کہ صحت مین اُسنے وقف کیا اور اپنے قبضہ سے نکال دیا پھر اپنی موت کے وقت اپنے وصی سے کہا کہ اُسکی آمدنی مین سے فلان شخص کو پچاس دے اور فلان دیگر کو سو دے پھر مرگیا اور اسکا بیٹا محتاج ہی اور وقف کرنے والے نے وصی سے یہ بھی کہدیا تھا کہ جو تیری راے مین بھلا معلوم ہو وہ کرنا تو ایسی صورتمین جن لوگون کا وقف کنندہ نے نام لیاہی انکو دینے سے اسکے محتاج بیٹے کو دینا افضل ہی اور جب وقف مین اُسنے یہ شرط نہ لگائی کہ جسکو چاہے دیوے تو وہ فقیرون کے واسطے ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ یا وصی سے کہا کہ تو میرا حصہ میرے مال سے نکا لنا اور اس سے زیادہ کچھ نہین کہا تو اسکے ترکہ مین سے تہائی نکالا جاوے کیونکہ یہی اُسکا حصہ ہی قال علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال مین سے تہائی مال تمہاری آخر عمرون مین تمہارے اعمال پر بڑھتی میں صدقہ کیا کذا فی الواقعات الحسامیہ اقول تعلق حق المیت بثلث مالہ کان امر مجمع علیہ دلت علیہ صحاح الاحادیث مما لا مریۃ فیہا فلا حاجۃ فی اثباتہ بمثل روایۃ اور دہا مما تکلموا فیہا وقد اعتذر القاری رحمہ اللہ عن ہولاء الائمۃ بانہم لیسوا المحدثین فاستقم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جامع کسائی مین لکھا ہی کہ اگر کسی عورت نے اپنا مصحف راہ الٰہی مین حبس کردیا یعنے وقف کردیا اور مصحف جل گیا اور اُسپر جو چاندی چڑھی ہوئی تھی وہ باقی رہی تو قاضی کو دیجاوے کہ اسکو فروخت کرکے اُسکے عوض پھر دوسرا مصحف خرید کر اسکو وقف کردے اور اگر کسی نے اپنا گھوڑا راہ الٰہی مین حبس کردیا پھر اسمین کوئی ایسا عیب آگیا جس سے اسپر سوار ہوکر جہاد کرنیکی قدرت نہین رہی تو مضائقہ نہین ہی کہ قیم اسکو فروخت کرکے اسکے دامونسے دوسرا گھوڑا خریدے جسپر سوار ہوکر جہاد کیا جاوے اور یہان قیم کا بیع کرنا بدون حکم قاضی کے جائز ہی اور یہ بمنزلہ مسجد کے ہی کہ جب گانون اُجاڑ ہوگیا تو مسجد بنانے والا خود اسکو لیکر فروخت کرسکتا ہی قال المترجم تحقیق اس مسئلہ کی اوپر گذر چکی اور اسی پر اعتماد کیا جائیگا اور جامع کسائی کتاب معروف نہین ہی لہذا تفرد کے وقت بدون تصحیح مشہورات کے اس پر اعتماد نہین ہوسکتا ہی و تفصیل اسکے مقدمہ مین دیکھو اور واضح ہو کہ اس مقام پر اصل مین وکیل کا اطلاق قیم پر آیا ہی جیسے کتاب الشفعہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ مین وصی کا اسپر اطلاق آیا ہی اور یہ فائدہ ذکر کردیا گیا فاحفظ فرع بر مسئلہ مصحف۔ اور اگر وقفی مصحف استعمال سے ایسا ہوگیا کہ اُسکے دامونکے عوض دوسرا مصحف نہین آسکتا ہی تو یہ مصحف اُسکے وقف کنندہ کے وارثونکو واپس کردیا جاوے کہ آپس مین اسکو موافق فرایض الٰہی عزوجل کے تقسیم کرلین کسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کا قول ہی۔ قال المترجم دونون اامون کے اصول مین جو اختلاف ہی وہ معتبرات سے اوپر مذکور ہوا فتذکر۔ اور وصایا مین املاء بروایت بشر بن الولید مذکور ہی کہ اگر اپنے کھیت کو مع اسکے بیل و ہل و کام کرنے والے غلامون وغیرہ دیگر آلات کے

ف میں کہتا ہون کہ میت کا حق اسکے ثلث مال کے ساتھ متعلق ہونا گویا ایسا امر ہی کہ اسپر اجماع ہوچکا ہی اور اُسپر احادیث صحیحہ اس قسم سے دلالت کرتی ہین کہ انمین کچھ شک وشبہہ نہین ہی پس اُسکی اثبات مین ایسی روایت کے ذکر کی ضرورت نہین کہ جسمین کلام کیا گیا ہے اور قاری رحمہ اللہ نے ان اامون کی طرف سے یہ عذر پیش کیا کہ وہ لوگ محدث نہ تھے پس یہ کلام مستقیم ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲

وقف کیا پھر اسکی حالت ایسی متغیر ہوگئی کہ اُس سے انتفاع نہین حاصل ہوتا تو وہ لوگ اسکو فروخت نہین کرسکتے مگر اسوقت کہ قاضی انکو حکم دیدے یہ محیط مین ہے۔ دو گھرون مین سے ایک وقف ہے اور دوسرا مملوک ہے ان دونون کے بیچ کی دیوار گر گئی پس مالک مکان نے وقف گھر کی حد مین عمارت بنائی تو وقف کے قیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو اپنی عمارت توڑ لینے کا حکم کرے اور اگر قیم نے چاہا کہ اسکو عمارت کی قیمت دیدے تاکہ عمارت مذکور وقف کی ہوجاوے تو قیم اُسپر قیمت لینے کے واسطے جبر نہین کرسکتا ہے اور اگر اسکی رضا مندی سے قیم نے اسکو قیمت دی تو بھی نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کا کھیت بہت بڑا ہے جو چالیس ہزار درم قیمت کا ہے اور اسپر قرضے مین پس اُسنے یہ کھیت وقف کیا اور اپنی ذات پر اسکی آمدنی صرف ہونیکی شرط کردی اور اس سے اُسکا مقصود یہ ہے کہ ادائے قرضہ مین ڈھیل ڈالدے اور گواہون نے اُسکے مفلس ہونے پر گواہی دی تو وقف و گواہی جائز ہے پھر اگر ان غلات مین سے اسکی قوت سے کچھ بڑھے تو اُسکے قرضخواہون کو اس سے لے لینے کا اختیار ہے یہ مضمرات مین ہے اگر قاضی نے اطلاق کیا اور بیع وقف[1] غیر مسجد کی اجازت دیدی تو کیا یہ حکم موجب نقض وقف ہے یعنے اس سے وقف بھی ٹوٹ جائیگا یا نہین تو امام ظہیر الدین رحنے جواب دیا کہ اگر قاضی نے وقف کنندہ کے وارث کے لیے اطلاق کردیا تو بیع جائز ہوگی اور یہی وقف ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اگر اُسنے وارث کے سوائے دوسرے کے لیے اطلاق کیا تو ایسا نہین ہے مگر جب وقف فروخت کیا گیا پس قاضی نے صحت بیع کا حکم دیدیا تو یہ وقف باطل ہونیکا حکم ہوگا یہ خلاصہ مین ہے شیمس الاسلام محمود اوزجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی محدود چیز یعنے زمین یا مکان وغیرہ جو محدود ہوتی ہے فروخت کی حالانکہ اُسکو اُسنے وقف کردیا تھا اور قاضی نے بیعنامہ پر گواہی لکھدی تو یہ فعل قاضی کی طرف سے یہ بیع صحیح ہونے کا حکم قضاءً ہوگا اور یہ صحیح و ظاہر ہے یہ محیط مین ہے اور قاضی امام نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب قاضی نے گواہی کو ایسے طور پر لکھا ہو جو صحت بیع پر دلالت نہین کرتی مثلاً یون لکھا کہ بائع نے بیع کرنے کا اقرار کیا تو بیشک اُسکی طرف سے ایسی تحریر اس بیع کی صحت پر حکم نہین ہے اور اگر اُسنے یون لکھا کہ مین شاہد ہوا یا یہ گواہ شاہد ہوا اور بیعنامہ مین لکھا تھا کہ بائع نے بیع جائز صحیح کے ساتھ فروخت کیا تو قاضی کی تحریر اس وقف کے باطل ہونیکا حکم ہوگی یہ خلاصہ مین ہے متولی نے چاہا کہ وقف کے غلہ مین سے جو بڑھا اُسکو قرض دیدے تو وہ ایا ہے فتاوائے ابو اللیث رح مین ہے کہ مجھے امید ہے کہ متولی کو اس فعل کی گنجایش ہو بشرطیکہ غلہ کیواسطے رکھ چھوڑنے کی بہ نسبت قرض دیدینا بہتر و مصلحت ہو اور اگر اُسنے چاہا کہ بڑھتی غلہ کو اپنی ضروریات مین اس شرط سے خرچ کرے کہ جب وقف کو عمارت کی ضرورت ہوگی تو اپنے مال سے واپس دیگا تو اسکا یہ اختیار نہین ہے اور اُسکو چاہیے کہ کمال درجہ پرہیز رکھے پھر اگر باوجود اُسکے اُسنے ایسا کیا پھر ضرورت تعمیر کے وقت اسیقدر اُسکے مثل اپنے مال سے وقف پر خرچ کردیا تو مجھے امید ہے کہ جو کچھ اُسپر واجب تھا

[1] قولہ وقف غیر مسجد یعنے بیع مسجد کی اجازت نہین دی بلکہ اسکے وقف کی یعنی جو مسجد پر وقف ہے ۱۲

حق سے اسکا مواخذہ چھوٹ جائیگا اور فتاوی فضلی میں ہو کہ وہ مطلقاً ضمان سے بری ہو جائیگا یہ محیط میں ہو۔ قال المترجم یعنے اول قول پر وہ وبال سے چھوٹ گیا مگر ضمان اسپر عائد رہی اور قول دوم پر وہ وبال اور ضمان دونوں سے بری ہو گیا وفیہ شئی فتامل۔ اور اگر قیم نے جو خرچ کر لیا ہو اسکے مثل لیکر وقف کے درموں میں خلط کر دیا تو کل مال کا ضامن ہو جائیگا مگر آنکہ کل مال عمارت میں صرف ہو جاوے تو ضمان سے بری ہو جائیگا یا قاضی کے پاس اس امر کا مرافعہ کرے تاکہ وہ کسی شخص کو حکم دے کہ متولی سے یہ مال لیکر اپنے قبضہ میں لاوے پھر یہ مال اُسی متولی کے قبضہ میں دیدے یہ عتابیہ میں ہو۔ وقف کو اپنی ہیأت سے متغیر کر دینا نہیں جائز ہو پس اگر مکان یا احاطہ ہو تو وہ باغ نہیں بنایا جائیگا اور اگر سرا ہو تو حمام نہ کیا جاوے اور رباط ہو تو دوکان نہ کر دیجاوے وعلی ہذا القیاس لیکن اگر وقف کنندہ نے متولی کو اختیار دیا ہو کہ جسمیں وقف کی بہتری دیکھے وہ کرے تو البتہ تغیر کر سکتا ہو یہ سراج الوہاج میں ہو۔ شمس الاسلام محمود اوزجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے وقف کیا پھر خود محتاج ہو گیا اور چاہا کہ اپنے وقف سے رجوع کر لے تو فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ قاضی کے سامنے یہ امر پیش کرے تاکہ قاضی اس وقف کو فسخ کر دے کذا فی الذخیرہ اقول اوائل کتاب الوقف میں شرائط اوقاف میں جو بیان ہوا کہ اپنی ذات پر اسکی حاصلات تا حیات مشروط کرنا جائز ہو تو اس شرط سے وقف کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہو۔ لیکن جب یہ شرط نہ ہو تو اُسکی صورت اس مسئلہ میں مذکور نہوئی فافہم جامع الفتاوی میں ہو کہ اگر باغ انگور فروخت کیا اور اسمیں قدیمی مسجد ہو پس اگر مسجد مذکور آباد ہو تو باقی کی بیع فاسد ہوگی اور اگر خراب ہو تو بیع فاسد نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ جن اماموں کے نزدیک مسجد کبھی مسجد ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی کما ہو (ف) قول الامام ابی یوسف واہل الحدیث انکے نزدیک اسکی بیع جائز نہیں ہو فافہم۔ خصاف رح نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر ایک احاطہ مکان میں سے ایک بیت وقف کیا پس اگر بیت مع اُسکے راستہ کے وقف کیا تو جائز ہو اور اگر بے راستہ اسکو وقف کیا تو نہیں جائز کذا فی المحیط مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ باجتہاد امام خصاف رح ہو یا بقول امام ابی حنیفہ رح ورنہ صاحبین میں سے ایک کے قول پر راستہ ثابت اور وقف جائز ہونا چاہیے کما فی قطعۃ ارض وقد مرت المسئلۃ فتذکر۔ ایک نے مسجد بنائی یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرا بنائی جسمیں لوگ اترتے ہیں پھر کسی شخص نے اسمیں کچھ اپنا دعوی کیا اور بنانیوالا غائب ہو تو مسجد کی صورت میں یہ حکم ہے کہ بنانیوالا اگر غائب ہو اور اہل مسجد میں سے بعض کے مقابلہ میں دعوی وگواہی کی سماعت پر مدعی کے لیے حکم ہوا تو جب بعض اہل المسجد پر حکم ہوا تو وہی سب اہل المسجد پر حکم ہو اور سرا کی صورت میں ایسا نہیں ہو سکتا یہانتک کہ بنانیوالا خود یا اُسکا نائب حاضر ہو یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ ملتقط میں ہو کہ ایک شخص نے مسجد میں کنوان کھودا اور اسمیں سراسر نفع ہو اور کسی شخص کے حق میں اس سے ضرر نہیں ہو تو وہ شخص ایسا کر سکتا ہو اور یہ جائز ہو کذا فی العمادیہ

(ف) یعنے یہی قول امام ابو یوسف رح اور ائمہ اہل حدیث کا ہو ۱۲ منہ جیسا کہ یہ مسئلہ قطعہ زمین کے بارہ میں گذر چکا پس یہاں دیکھنا چاہیے ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علے سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

کتاب اول بیع کے احکام مین

اور اس مین بیس باب ہین

باب اول بیع کی تعریف اور اسکے رکن اور شرط و حکم و اقسام کے بیان مین - واضح ہو کہ رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال کے ساتھ باہم بدلنے کو بیع کہتے ہین کذا فی الکافی - اور رکن بیع کی دو قسم ہین ایک ایجاب و قبول اور دوسرا تعاطی یعنے لینا اور دینا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور شرط بیع کی چار قسمین ہین ایک تو بیع کے منعقد ہونے کی شرط دوسری نافذ ہونیکی تیسری صحیح ہونیکی اور چوتھی لازم ہونیکی پھر منعقد ہونیکی شرط چند طرح ہے منجملہ اسکے منعقد کرنیوالے مین ایک یہ چاہیے کہ عاقل اور تمیزدار ہو یہ کفایہ اور نہایہ مین مذکور ہے پس جو لڑکا کم عقل کہ بیع اور اسکے اثر کو سمجھتا ہے اسکی بیع درست ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے - اور دوسرے یہ چاہیے کہ منعقد کرنیوالا ایک شخص نہو ایک سے زیادہ ہو اگر دونون طرف سے ایک ہی شخص ہوگا تو بیع صحیح نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہے ف بعضی صورتون مین اگر دونون طرف سے ایک ہی منعقد کرنیوالا ہو تو بھی بیع درست ہوتی ہے اسیواسطے بحر الرائق میں اس حکم سے استثنا کر کے کہا کہ سواے باپ اور اسکے وصی کے اور قاضی کے یہ لوگ اگر اپنا مال چھوٹے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرین یا اُس سے خریدین تو ہر ایک انمین سے دونون طرف سے عقد کرسکتا ہے مگر وصی کی بیع مین یہ شرط ہے کہ اسمین یتیم کا نفع ظاہر ہو اور سواے ایلچی کے ایک ہی ایلچی دونون طرف سے بیع کرسکتا ہے انتہی - اور عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے کہ سواے غلام کے کہ غلام بھی اپنے مالک کی اجازت سے اپنے آپ کو اُس سے خرید سکتا ہے انتہی - از انجملہ عقد مین یہ شرط ہے کہ قبول ایجاب[۲] کے موافق ہو یعنے جس چیز کو بائع نے جتنے کو بیچنے کو کہا اُسی چیز کو مشتری اتنے ہی کو قبول کرے پس اگر مشتری نے بائع کی مخالفت کی خواہ اس طرح کہ جو چیز بائع نے بیچی تھی اُسکے سوا دوسری قبول کی یا اُسی چیز مین سے تھوڑی سی قبول کی یا بائع نے جس چیز کے عوض بیچی تھی اُسکے سوا اور کسی چیز کے عوض قبول کی یا بائع نے جو مول کیا تھا اُس سے کم پر قبول کی تو بیع منعقد ہو گی[۳] لیکن اگر ایجاب مشتری کی طرف سے ہوا اور بائع نے اس سے کم پر قبول کی یا ایجاب بائع کی طرف سے ہوا اور مشتری

ف یعنے مبیع مین مشتری کی ملکیت ثابت اور ثمن مین بائع کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے ۱۲ منہ ۲ اگر مشتری کہے کہ مین نے یہ چیز دو روپیہ کو تجھ سے خریدی تو یہ قول مشتری کی طرف سے ایجاب ہے پس اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو اسکی طرف قبول ہوگیا اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو ایجاب بائع کی طرف سے ہوگا مشتری اگر چاہے تو قبول کرلے ۱۲ منہ ۳ تا وقتیکہ بائع اس کم پر راضی نہ ہو جاوے ۱۲ منہ ۴ ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے بولا جاوے خواہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے اور اُسکے متعلق دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین ۱۲

نے زیادہ ثمن پر قبول کرلی تو بیع منعقد ہوسکتی ہی پس اگر بائع نے وہ زیادتی اُسی مجلس مین قبول کرلی تو بیع جائز ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور ازان جملہ اُن دونون چیزون مین کہ جو ایک دوسرے سے بدلی جاوین یہ شرط ہی کہ اُنکی مالیت قائم ہو پس اگر مالیت معدوم[1] ہو تو بیع منعقد نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ازان جملہ بیع مین یہ شرط ہے کہ موجود ہو پس جو چیز معدوم ہو یا اُسمین معدوم ہونیکا خوف ہو جیسے کسی جانور کے بچہ کا بچہ یا حمل فروخت کرے تو بیع منعقد نہوگی۔ بدائع مین لکھا ہی۔ اور مبیع مین یہ بھی شرط ہی کہ وہ اپنی ذات مین بھی مملوک ہو اور یہ کہ جو چیز بائع اپنے واسطے فروخت کرتا ہی وہ فروخت کے وقت بائع کی ذاتی ملکیت ہو۔ پس گھانس کی بیع منعقد نہین ہوتی اگرچہ ایسی زمین مین ہو جو بائع کی ملکیت ہی **ف** مترجم کہتا ہی کہ گھانس سے مراد خودرو گھانس ہی جو بلا اہتمام پیدا ہوگئی ہو۔ اور اُس چیز کی بیع بھی منعقد نہین ہوتی جو فی الحال بائع کی ملکیت نہین ہی اگرچہ وہ پھر اُسکا مالک ہوجائے سوائے صورت بیع سلم کے اور مغصوب کے کہ غاصب نے جو چیز غصب کی تھی اُسکو بیع کرکے پھر اُسکے مالک کو ضمان دی تو اُسکی بیع نافذ ہوجائیگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور مبیع مین یہ بھی شرط ہی کہ شرعاً قیمت دار چیز ہو اور اُسی وقت یا دوسرے وقت مشتری کے سپرد ہوسکتی ہو کذا فی فتح القدیر۔ اور منجملہ اُسکے جو دونون بیع منعقد کرنیوالے ہین اُنکو ایک دوسرے کا کلام سننا شرط ہی اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک بیع کے منعقد ہونیمین شرط ہی پس اگر مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہوگی یہ فتاوی صغرا مین لکھا ہی۔ پس اگر مجلس کے لوگون نے مشتری کا کلام سنا اور بائع کہتا ہی کہ مین نے نہین سنا حالانکہ بائع کی سماعت مین نقصان نہین ہی تو قاضی اپنے حکم مین اُسکے قول کی تصدیق نہ کریگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور منجملہ اُسکے مکان بیع مین یہ شرط ہی کہ مجلس ایک ہو یعنے ایجاب و قبول ایک مجلس مین ہون اگر دو مجلسون مین ہوے تو بیع منعقد نہوگی۔ اور بیع کے نافذ ہونیکی شرط دو قسم پر ہی ایک تو بائع کا مالک ہونا یا ولی ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ بکنے والی چیز مین بائع کے سوا کسی اور شخص کا حق نہو اگر ہوگا تو بیع نافذ نہوگی جیسے مرہون کی بیع[2] یا اُس چیز کی جو کرایہ[3] مین دی گئی ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ بیع کے صحیح ہونیکی شرطین دو طرح کی ہین ایک عام دوسری خاص پس عام شرط ہر بیع کیواسطے وہی ہی جو منعقد ہونیکی شرط ہی اسلیے کہ جو بیع منعقد نہوگی وہ صحیح نہوگی اور اسکا عکس نہین ہی یعنے جو بیع صحیح نہو وہ منعقد نہو اسلیے کہ بیع فاسد ہمارے نزدیک منعقد ہوتی ہی اور نافذ بھی ہوتی ہی بشرطیکہ قبضہ اُسکے ساتھ متصل ہوجاے۔ اور منجملہ اُسکے یہ شرط ہی کہ بیع کی کوئی میعاد مقرر نہو اگر کسی میعاد تک بیع ہوئی تو صحیح نہوگی **ف** مثلاً ایک سال کیواسطے بیع ٹھرائی یا جب بائع روپیہ دیگا تو مشتری مبیع واپس کرے چنانچہ بیع الوفا اسی قبیل سے ہی اور اُسکا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالی۔ اور منجملہ اُسکے بکنے والی چیز اور اُسکا مول اسطرح معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے جھگڑا نہ پیدا ہو پس ایسی مجہول چیز کی بیع کہ جسکی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو صحیح نہین ہی جیسے کہا کہ مین نے

---

[1] جیسے مسلمان نے اپنا مال بعوض سور یا شراب کے بیچا یا بعوض شراب کے سور خریدا ۱۲ م [2] یعنے راہن نے مرہون کو فروخت کیا ۱۲ [3] یعنے کرایہ پہ دینے والے نے اُس کو بیچا ہو ۱۲ [4] یعنے بیع کو جائز رکھیگا ۱۲

کوئی ایک بکری اس گلہ مین سے فروخت کی یا مشتری نے کہا کہ جو اس چیز کی قیمت ہوگی وہ دیجاویگی یا جو فلان شخص کہدیگا وہ دیا جاویگا اور منجملہ اُسکے یہ شرط ہی کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع وشرا مین کچھ فائدہ نہو وہ بیع فاسد ہی مثلاً ایسے دو درم کا آپس مین خرید و فروخت کرنا کہ دونون وزن اور صفت مین برابر ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- اور منجملہ اُسکے بیع کے صحیح ہونیکے لیے یہ چاہیے کہ اُسمین کوئی شرط فاسد نہ لگائی جاوے اور شرط فاسد چند طرح ہوتی ہی ازانجملہ وہ شرط ہی کہ اُسکے ہونے مین دھوکا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ حاملہ ہی اور ازانجملہ یہ کہ جس چیز کی شرط کی گئی ہو وہ شرع مین جائز نہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اُسکو نہین چاہتا ہی اور اُسمین بائع یا مشتری یا بکنے والی چیز کا اگر بنی آدم مین سے ہی فائدہ متصور ہو اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہو اور نہ آدمیون مین اُس قسم کی شرط کرنیکی عادت جاری ہو اور منجملہ فاسد شرطون کے یہ ہی کہ اگر مبیع عین[ف۱] اور ثمن عین ہو تو اُس مین مدت مقرر کرنا فاسد ہی اور اگر مبیع کوئی مال دین اور مول[ف۲] دین ہو تو جائز ہی- اور یہ شرط کرنا کہ ہمین ہمیشہ اختیار ہی کہ جب چاہین واپس کرین یا لے لین فاسد ہی اور ایسے وقت مجہول کے خیار کی شرط مقرر کرنا جسکی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہی جیسے ہوا کا چلنا یا مینھ کا برسنا یا کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہی جیسے کھیتی کا کٹنا اور اُسکا روندنا اور حاجیونکا آنا وغیرہ یا ایسے خیار کی شرط کرنا جسمین بالکل وقت ہی نہین ہی یا تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار[ف۳] شرط کرنا یہ سب شرطین فاسد ہین یہ بدائع مین لکھا ہی- اور بیع صحیح ہونیکی شرطین جو خاص ہین ازانجملہ یہ کہ جس بیع مین مول ادا کرنیکی مدت قرار پائی ہی وہ مدت معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہوگی تو بیع فاسد ہی- اور منجملہ اُسکے اگر مال منقولہ خریدا تو اُسکی بیع کیواسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہی اور قرض کے فروخت کرنے مین بھی قبضہ شرط ہی پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہی جیسے بیع سلم کی صورت مین جس چیز مین سلم قرار پائی ہی اُسکی اور راس المال کی بیع اگرچہ بعد[ف۴] پھیر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہین ہی اور ایسے ہی کسی چیز کو بعوض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہی بیع کرنا جائز نہین لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہی تو اُسکا حکم اُسکے برخلاف ہی یعنے اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو تفصیلاً جائز ہی ازانجملہ یہ ہی کہ اگر خرید و فروخت ایسی چیز و ثمن مین واقع ہو کہ جنمین سود جاری ہوتا ہی تو دونون بدل مین مماثلت [برابری ۱۲] شرط ہی- ازانجملہ یہ ہی کہ وہ سود کے شبہہ سے خالی ہو ازانجملہ یہ ہی کہ اگر وہ بیع الصرف ہی تو جدا ہونیسے پہلے قبضہ ہونا چاہیے ازانجملہ یہ ہی کہ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضیعہ مین پہلا ثمن معلوم ہونا شرط ہی- بیع کے لازم ہونیکی یہ شرط ہی کہ چارون طرح کی خیارون سے جو مشہور ہین اور انکے سوا اور سب طرح کی

[ف۱] قولہ بیع عین الخ یعنے ثمن و مبیع کوئی چیز معین ہون جیسے گھوڑا بعوض مکان کے فروخت کیا ۱۲ منہ [ف۲] قولہ مبیع دین الخ یعنے مبیع و ثمن ایسی چیز ہو کہ جو معین نہ ہو مثلاً جیسے اشرفی بعوض روپیہ کے خریدی- پس اسمین یہ ضرور نہین ہی کہ وہی اشرفی و روپیہ دے جو بائع و مشتری کے ہاتھ مین ہی ۱۲ [ف۳] شرط خیار یہ ہی کہ مشتری خرید کو یا بائع فروخت کو اپنے اوپر لازم نہ کرے بلکہ شرط لگائے کہ اگر منظور ہوگا تو مین تین روز مین خرید لونگا یا فروخت کردونگا ورنہ واپس ہو جائیگی اور اسکی تفصیل آیندہ آئیگی انشاء اللہ تعالی ۱۲ منہ [ف۴] یعنے اقالہ کرنے کے بعد بھی بدون قبضہ جائز نہین ہی ۱۲

خیاروں سے خالی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔حکم بیع کا یہ ہے کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز مین اور بائع کی ملکیت اُسکے مول مین ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہین نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔نافذ وہ ہے جسکا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ ہے جسکا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ ہے کہ اُسکا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ ہے کہ جسکا حکم بالکل ثابت نہین ہوتا اور بکنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمین ہین اول بیع[1] معین مال کی معین مال سے اُسکو بیع مقایضہ کہتے ہین دوسری بیع دین[2] کی دین سے اور اُسکو بیع الصرف کہتے ہین تیسری بیع دین کی عین المال سے جیسے بیع سلم اور چوتھی اسکے برعکس یعنے بیع عین کی بعوض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتین[3] ہوا کرتی ہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔اور ایسی ہی تسمیہ بدل کی راہ سے بھی بیع کی چار قسمین ہین اول بیع مساومہ اور وہ اس ثمن پر بیع ہے جسپر دونون متفق ہوجاوین اور دوسری بیع مرابحہ اور وہ پہلے مول پر کچھ زیادہ لیکر بیچنے کو کہتے ہین اور تیسری بیع تولیہ اور وہ فقط پہلے مول پر بدون زیادتی وکمی کے بیع ہے اور چوتھی بیع وضیعہ کہ وہ پہلے مول سے کم پر بیچنے کو کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

دوسرا باب۔ایسے کلمات کے بیان مین جو بیع منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہین اور اُس چیز کے حکم کے بیان مین جو چکانے وغیرہ کی غرض سے قبضہ مین کرلی ہو اور اس مین تین فصلین ہین۔

فصل اول اُن کلمات کے بیان مین جنسے بیع منعقد ہوتی ہے۔ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو دو لفظ ایسے ہوں کہ جنکے معنی مالک کردینے اور مالک ہوجانیکے ہون اور ماضی یا حال کے صیغہ ہون اُنسے بیع منعقد ہوجاتی ہے کذا فی المحیط خواہ وہ صیغہ فارسی ہون یا عربی یا اور کسی زبان کے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔اور ماضی کے صیغہ سے بدون نیت کے بیع منعقد ہوتی ہے اور مضارع کے صیغہ مین اصح یہ ہے کہ نیت چاہیے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔پس اگر بائع نے یون کہا کہ مین یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کے عوض بیچتا ہون یا تجھے بخشتا ہون یا عطا کرتا ہون اور مشتری نے کہا کہ مین اُسکو تجھسے مول لیتا ہون یا لیے لیتا ہون اور دونون کی نیت فی الحال بیع پورا کرنیکی ہے یا ایک نے ماضی اور دوسرے نے مستقبل کا صیغہ کہا اور اُسمین بھی نیت فی الحال بیع واجب کرنیکی ہے تو بیع منعقد ہوجاویگی اور اگر یہ نیت نہین تو بیع منعقد نہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ جو صیغے محض حال کے ہین جیسے کہ کہا کہ اسوقت بیچتا ہون تو اُسمین نیت کی حاجت نہین اور جو صیغے محض استقبال کے ہین[4] جیسے کہا کہ مین اُسکو آیندہ زمانے مین بیچتا ہون یا امر کے صیغے ہون تو اُن سے بیع منعقد نہین ہوتی مگر اُس صورت مین کہ امر کی دلالت اُسی معنی پر ہو جو ذکر کیا گیا[5] ہے جیسے کہ کہا کہ اس غلام کو اس قدر ثمن کو لے لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے

---

[1] جیسے گھوڑا بعوض اونٹ کے بیچا ۱۲ [2] جیسے اشرفی بعوض روپیہ کے بیچی ۱۲ [3] جیسے گھوڑا بعوض روپیونکے بیچنا ۱۲ [4] قال کالمقرون بالسین وسوف لما کان دخولہا اعنی المضارع مختصا بالعربیۃ عدلنا الی ما تری ۱۲ منہ [5] یعنے فی الحال بیع پوری کرنے کی نیت ۱۲

لے لیا تو یہ بھی بمنزلہ ماضی کے ہی یہ نہر الفایق مین لکھا ہی - امام ابو اللیث مین کبیر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک بایع نے کہا کہ یہ کپڑا دس درم کو لے مشتری نے کہا کہ مین نے لے لیا پھر بایع نے کہا مین نہین دیتا تو اس انکار کا اُسکو اختیار ہی یا نہین انھون نے فرمایا کہ اُسکو اختیار نہین ہی اور ایسے ہی جب مشتری نے کہا کہ مینے لے لیا تو پھر اُسکو بھی انکار کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - پھر جاننا چاہیے کہ جب بیع امر کے صیغہ سے واقع ہو تو ایسی بیع مین تین لفظ ہونے چاہیے چنانچہ اگر بائع نے کہا کہ مجھسے خرید لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ بایع پھر یہ نہ کہے کہ مین نے بیچا یا اگر مشتری نے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ ڈال اور بایع نے کہا کہ مین نے بیچ ڈالا تو ضرور ہی کہ مشتری دوبارہ کہے کہ مین نے خریدا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور استفہام کے صیغہ سے سبکے نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی جیسے کہ مشتری نے بایع سے کہا کہ کیا تو یہ چیز میرے ہاتھ اتنے کو بیچتا ہی یا یہ کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچی تو بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ مشتری پھر نہ کہے کہ مین نے خریدی یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خریدی این چیز را ازمن بکذا یعنی کیا یہ چیز تو نے مجھسے اتنے کو خریدی دوسرے نے کہا کہ مین نے خریدی اور پھر اُس شخص نے یہ نہ کہا کہ مین نے بیچی تو بیع تمام نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی **ف** واضح ہو کہ خریدی این چیز را ازمن اگرچہ حرف استفہام کو شامل نہین مگر فارسی مین یہ استفہام کے محل مین مستعمل ہی جسکا ترجمہ بلفظ استفہام مذکور ہوا اور اسیواسطے بدون تیسرے لفظ کے بیع تمام نہونیکا حکم خلاصہ مین ہی - اور امام ظہیر الدین نے اپنے چچا شمس الائمہ اوزجندی اور اپنے اُستاد شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہی کہ اس صورت مین بیع منعقد ہو جائیگی اسلیے کہ بایع کے قول مین لفظ فروختم یعنی مین نے بیچی مضمر ہی اور بایع کے قول کے یہ معنی ہین کہ خریدی کہ فروختم یہ محیط مین لکھا ہی اور مختار الفتاوی مین لکھا ہی کہ یہی حکم مختار ہی - اور اگر بایع نے یون کہا کہ مینے یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ مینے قبول کیا تو اسکے بیع کے ہونیمین اختلاف ہی امام ابوبکر اسکاف نے کہا ہی کہ دونوںکے درمیان اقالہ کی لفظ کے ساتھ بیع منعقد ہو جاویگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا ہی کہ بیع منعقد نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہی اور نیز یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہی کذا فی فتاوی قاضی خان - اور سلم کے لفظ سے سب روایتوںکے موافق بیع منعقد ہو جاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مینے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار روپیہ کو ہبہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ مینے قبول کیا تو یہ بیع صحیح ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور بیع کا ایجاب لفظ جعل کے ساتھ عربی مین یا گردانیدن فارسی یا گردانے اور کر دینے کے ساتھ اُردو مین صحیح ہی مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ مینے یہ چیز اسقدر کے عوض مین تیری کردی تو بیع ہو اسلیے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ اگر قاضی قرضخواہ سے یون کہے کہ مین نے تیرے قرضدار کی یہ چیز تیرے قرض کے عوض مین تیری کردی تو بیع ہو جائیگی اور یہی صحیح ہی اور اگر یہ کہا کہ مین راضی ہوگیا تو بھی ایجاب صحیح ہو جاتا ہی اور اگر پہلے ایک نے کہا کہ مین نے بیچا اور پھر دوسرے نے کہا کہ مینے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر الرائق اور اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے اسقدر ثمن کو یہ چیز مول لی اور بائع نے کہا کہ مین راضی ہوا یا مین نے پوری کردی یا مین نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جاے گی

کذا فی الاختیار شرح المختار اور اسیطرح اگر کسی نے کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ تیرے قرض کے عوض بیع ہی اور دوسرے نے قبول کر لیا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور اگر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تیرا غلام ہزار درم کو مول لیا اور اُس نے کہا کہ مین نے بھی کیا یا کہا کہ ہان یا کہا کہ قیمت دے تو اُن دونون مین بیع صحیح ہو گئی اور یہی اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اُسکو اسقدر دامونکو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہی یا تیرا غلام ہی یا تجھپر فدا ہی تو بیع تمام ہو گئی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ [غلام کو ۱۲] اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے یہ چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے لے لی تو بیع تمام ہو گئی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے عوض مین دیا اور دوسرے نے کہا کہ اور مین نے بھی ایسا ہی کیا تو یہ بیع ہو گئی اور شمس الائمہ اوزجندی نے اسی پر فتوی دیا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ذمہ ہی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے مانا تو یہ بیع ہو گئی کذا فی المحیط۔ کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور اسکا مول تجھے ہبہ کر دیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے خریدا تو یہ بیع صحیح نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی لیکن اگر کسی قدر دامون کو بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول کر لیا پھر مشتری کو دام[1] معاف کر دیے یا اسکو ہبہ کر دیے یا اُسکو صدقہ مین دیدے تو بیع صحیح ہی۔ اور اگر غلام کو بیچا اور مول سے سکوت کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قبضہ سے ملکیت ثابت ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بلا ثمن بیچا تو قبضہ کرنے سے بھی بیع کا مالک نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ [اور دام واجب نہونگے ۱۲] اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ دو ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے بلا کسی چیز کے عوض کے خریدا تو بیع صحیح نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر مملوک کے کسی عضو کی طرف بیع کی نسبت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسے عضو کی طرف کی کہ جس کے طرف عتق کی نسبت کرنیسے وہ آزاد ہو جاتا ہی تو اسکی طرف بیع کی نسبت کرنیسے بیع ہو جائیگی اور اگر ایسا نہین ہی تو بیع بھی صحیح نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور تجنیس ناصری مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درم تو خریدی یعنی مین نے یہ غلام ہزار درم کو بیچا تو نے خریدا اور دوسرے نے اُسکے جواب مین یون کہا کہ خریدم یعنی مین نے خریدا تو بیع تمام ہو گئی اور اگر بائع نے اسطرح کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درم اور مشتری نے کہا خریدم اور کچھ زیادہ نہ کہا تو بیع نہوگی کیونکہ اسمین مشتری کی طرف نسبت نہ تھی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر پہلے سے کچھ بیع کی گفتگو درپیش تھی پھر بائع نے کہا کہ مین نے اسقدر ثمن کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا اور یہ نہ کہا کہ تجھسے مول لیا تو بیع صحیح نہوگی کیونکہ اس مین اسکا عکس (یعنی اگر مشتری نے یون کہا کہ مین نے اسقدر ثمن کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور یہ نہ کہا کہ تیرے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہو گی) یہ فتح القدیر[2] مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آوے تو یہ میرا غلام تیرے لیے

[1] واضح ہو کہ ثمن وہ دام ہین جو مشتری اور بائع کے درمیان قرار پاوین اور قیمت وہ ہی جو شے کے دام بازار کے نرخ سے ہین ۱۲ منہ

[2] قول فتح القدیر مین لکھا ہی یعنے بعد تفصیل بالا جملہ ۱۲ منہ

ہزار درم کو ہی اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی اگر اس طرح کہا کہ تجھے موافق
ہو تو یہ میرا غلام تیرے لیئے ہزار درم کو ہی اور اس نے کہا کہ میرے موافق ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ
اگر تو ارادہ کرے یا خواہش کرے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے ارادہ کیا اور خواہش کی تو ان کل صورتون مین
جواب مین بیع ہو جاتی ہی ابتدا مین لازم نہین ہوتی ہی اور اگر کسی نے کہا کہ یہ ٹھوس چیز اگر پانسو من وزن مین
ہو تو وزن کر کر مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری نے کہا کہ مین نے خرید لی پھر اُس کو وزن کیا تو جیسا
بائع نے کہا تھا ویسا ہی پایا تو یہ بیع نہو گی لیکن اگر بائع اس قول سے پہلے اُس کا وزن جانتا تھا تو بیع جائز ہے
اسلیئے کہ یہ قول تحقیق ہوگا تعلیق نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ اسباب لیجا اور
آج کے دن اسکو دیکھ اگر تو اُس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیئے ہی اور وہ اُسکو لے گیا تو جائز ہی اور
اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر آج تو اُس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیئے ہی اور یہ قول بمنزلہ ایسے کہنے کے
ہے کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ آج کے دن کا تجھکو اختیار ہی یہ فتاوی قاضیخان مین
لکھا ہی اور ذخیرہ مین کہا کہ یہ جواز بیع بدلیل استحسان ہی اور ہمارے تینون عالمون نے اسی کو لیا ہی انتہی کلامہ
اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اگر تجھکو ایک دن رات تک منظور ہو تو یہ لینا بیع کا تمام کرنا ہی
تعلیق نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر یون کہا کہ یہ چیز مین نے ہزار درم کو بیچی بشرطیکہ فلان شخص راضی
ہو جاوے تو اگر اس کے راضی ہونے کا کوئی وقت مقرر کر دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بیع جائز ہے یہ
جینر کروری مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی کپڑے کو بطور بیع فاسد کے مول لیا پھر دوسرے دن بائع سے ملا
اور اس سے کہا کہ کیا تو نے اپنا کپڑا ہزار درم کو میرے ہاتھ نہین بیچا اُس نے کہا کہ ہان بیچا ہی پھر اُس مشتری نے
کہا کہ مین نے اُسکو لیا تو یہ گفتگو بیکار ہی اور اُس کی بنا اُسی بیع فاسد پر رہیگی جو پہلے واقع ہوئی تھی اور اگر اُن
دونون نے اُس بیع فاسد کو بالاتفاق ترک کر دیا ہو تو آج بیع جائز ہو جاویگی۔ کسی شخص نے اپنا غلام ہزار درم کو
دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ اگر آج میرے پاس تو دام نہ لایا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی اور
مشتری نے قبول کر لیا اور اُس دن اُسکے دام نہ لایا اور دوسرے دن بائع سے ملا تو مشتری نے کہا کہ تو نے
اپنا یہ غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اُسنے کہا کہ ہان بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے لیا تو اُسی وقت از سر نو بیع ہو جاویگی
اسواسطے کہ پہلی خرید ٹوٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ بیع فاسد کی صورت کے مثل نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے
اور اگر کسی نے یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اگر تو نے ایک سال تک دام نہ دیے تو میرے تیرے
درمیان بیع نہین ہی تو یہ بیع فاسد ہی اور یہ قول مثل خیار کے نہین ہی اور اگر تین دن کی شرط کی اور کہا کہ اگر تین
دن تک دام نہ دے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی تو استحساناً بیع جائز ہی اور اگر چار دن تک کا ذکر کیا تو
بیع جائز نہین لیکن اگر چار روز کی شرط مین مشتری تین ہی دن مین دام لایا اور کہا کہ مجھے دیر کرنا منظور نہین ہے تو شیخ
نے کہا کہ مین اس بیع کو جائز رکھتا ہون بشرطیکہ تین دن مین دام لاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے

دوسرے سے کہا کہ اگر تو اسقدر درم اس کپڑے کے عوض مجھکو ادا کردے تو مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا اور اُس شخص نے وہ مول اُسی مجلس مین ادا کردیا تو یہ بیع ہوجائیگی اور کتاب السیر[ع] مین ذکر کیا ہو کہ یہ بیع استحساناً صحیح ہی اور اسی طرح اگر بائع نے کہا فروختم چون بہا بمن رسد یعنے مین نے بیچا اگر مجھ تک قیمت پہونچ جاوے پھر اُس نے قیمت اُسی مجلس مین اُس کو دیدی تو یہ بیع استحساناً صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ تیری باندی دس دینار کو مول لی تو نے بیچی اُسنے کہا کہ فروختہ گیر یعنے بکی ہوئی سمجھ لے تو اگر اس کی مراد بیع کا پورا کرنا ہی تو بیع صحیح ہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی یتیمہ مین ہی کہ حسن ابن علی رض سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص نے بائع کے وکیل سے کسی مال کا بائیس ۲۲ دینار کو مول کیا اور وکیل نے کہا کہ پچیس ۲۵ دینار سے کم نہ دونگا اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اور وہ راضی ہوگیا مگر زبان سے کچھ نہین کہا اور وہان گواہ اُسکے رضامندی کے موجود تھے کہ وہ خوشی سے راضی ہوگیا تھا تو کیا یہ بیع ہی اُنھون نے فرمایا کہ اسقدر سے بیع نہین ہوتی لیکن اگر ایجاب وقبول یا کوئی ایسا فعل جو ان دونون کے قائم مقام ہو پایا جاوے تو بیع صحیح ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے دور سے یا دیوار کے اُس طرف سے آواز دی تو جائز نہین ہی۔ کوئی شخص بیت[گھر] مین تھا سنے دوسرے شخص سے جو چھت پر[یا مشتری ۱۲] ہی یہ کہا کہ مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ اس مول کو بیچی دوسرے نے کہا کہ مین نے مول لی تو اگر وہ دونون ایک دوسرے کو دیکھتے ہین اور دور والے کو بات سننے مین شبہہ نہین ہوتا تو بیع صحیح ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ جو دُوری ایسی ہو کہ جس سے ایک دوسرے کی بات سُننے مین شبہہ پڑتا ہو وہ بیع کی مانع ہی اور اگر ایسی نہین تو بیع کی مانع نہین ہی۔ یہ وجیز کردری مین لکھا ہی کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ تیرا انگور کا باغ دو ہزار درم کو خریدتے ہین اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اپنے کو مول لیا تو اگر یہ کلام بطور ہزل کے نہ تھا تو بیع صحیح ہوجائیگی اور اگر ہزل ہونے اور تحقیقی ہونے مین دونون نے جھگڑا کیا تو اس شخص کا قول مقبول ہوگا جو ہزل کا دعوی کرتا ہی اور اگر کچھ دام اُسکو دیدیے ہین تو پھر ہزل کا دعوی قابل سماعت نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ دلال نے بائع سے کہا فروختی بدین بہا یعنے تو نے اس قیمت کو بیچا اور اُس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اُس نے جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونون کی مراد تحقیق بیع ہی تو بیع منعقد ہوجائیگی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اُس دوسرے نے اس پر قبضہ کرلیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہوگئی یہ قول شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ کا ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ اناج تجھسے ہزار درم کو مول لیا تو اسکو فقیرون پر صدقہ کردے اُسنے اُسی مجلس مین ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی اگرچہ زبان سے اُسنے کچھ نہین کہا کیونکہ یہ فعل اُسکا قبول پر دلالت کرتا ہی اور اگر مجلس سے جُدا ہونے کے بعد صدقہ کردیا تو اُسکا حکم اُسکے برخلاف ہی یعنے مجلس سے جُدا ہونے کے بعد صدقہ کردیا تو بیع نہین ہی اسلیئے کہ قبول سے پہلے اعراض ہوچکا ہی اور اسی طرح اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو اس کی قمیص قطع کرالے اُسنے جُدا ہونے سے پہلے یہی کیا تو بیع تمام ہوگئی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ فتاوے مین ہی کہ اگر دوسرے سے کہا کہ

[ع] السیر الکبیر نام کتاب تصنیف امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

میں نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو وہ آزاد نہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہی اور شیخ الاسلام اور صدر الشہید رح نے جامع کی کتاب الدعوی میں ذکر کیا ہی کہ مشتری کا قول بائع کے ایجاب کا جواب ہی اور غلام آزاد ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور اگر یون کہا[1] مشتری نے کہ فہو حر یعنی تو وہ آزاد ہی پس غلام آزاد ہو جائے گا اور مشتری پر ہزار درم واجب ہون گے یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ ابراہیم نے امام محمد رح سے یہ روایت کی ہی اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچ اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اُسکا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہی غلام پر قبضہ کرنا ہی اور غلام آزاد ہو جائیگا اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ وہ آزاد نہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قابض بھی نہوگا یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے کسی چیز کو کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھالیا یا اُسپر سوار ہوا یا اُسکو پہن لیا تو بیع پر راضی ہو گیا یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھالے اور میرا ایک درم تیرے اوپر ہوگا اُس نے کھانا کھالیا تو یہ بیع ہو گئی اور وہ کھانا اُسکے لیے حلال ہی یہ شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الاستحسان کی شرح میں ذکر کیا ہی کذا فی المحیط۔ ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھسے میں لون تو ہر ایک پر تیرے لیئے ایک درم کا نفع ہی حالانکہ وہ کپڑے لیئے جاتا اور بائع اُسکو خرید کی اجازت دیتا یہان تک کہ مشتری کے پاس دس یا زیادہ کپڑون کا مول جمع ہو گیا پھر مشتری نے مول اور ایک درم نفع کے حساب سے سب دیدیا تو امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر کپڑے اُسکے پاس ویسے ہی باقی ہین اور اُسنے اُسپر نفع دیا تو خرید بھی جائز ہی اور نفع بھی جائز ہی اور اگر اسی طرح نہین موجود ہین تو بیع باطل اور نفع نہین جائز ہی کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ میں اسکو پندرہ درم کو بیچتا ہون اور مشتری نے کہا کہ مین اُسکو دس درم سے زیادہ نہین لیتا پھر مشتری اُسکو لیگیا اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چکاتے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ مین تھا تو پندرہ درم واجب ہون گے اور اگر بائع کے ہاتھ مین تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع [اگر تلف ہو جاۓ ۱۲] کیا تو دس درم واجب ہون گے اور اگر مشتری کے پاس تھا اور اس نے کہا کہ میں دس درم سے زیادہ کو نہین لیتا اور بائع نے کہا کہ مین پندرہ درم سے کم نہین بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری نے پھیر دیا پھر بائع کے ہاتھ سے لے لیا اور بائع نے اُسکو دیدیا اور کچھ نہ کہا تو بھی دس درم واجب ہون گے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی مجتبی مین لکھا ہی کہ اگر دونون کے کلامون مین اختلاف ہوا اور اسی طرح پر عقد بیع ہو گیا تو یہ دیکھا جائیگا کہ اُن کا آخر کلام کیا تھا اسی بنا پر حکم کیا جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع دوسرے مول پر ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے قبول کیا پھر اُسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین یہ کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ مین نے سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا تو دوسری بیع منعقد ہوگی اور پہلی فسخ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم ہی اگر اُسکو پہلی قیمت کے جنس سے اُس سے کم یا زیادہ کو بیچے مثلاً اول دس درم کو بیچا پھر نو درم یا گیارہ درم کو بیچا۔ اگر دوسری بار بھی دس ہی درم کو بیچا تو

[1] یعنی گویا اس نے اسکا غلام ہونا قبول کر کے پھر آزاد کیا ۱۲ [2] یعنی جب تو نے میرے ہاتھ بیچا تو وہ میری طرف سے آزاد ہے ۱۲

دوسری بیع منعقد نہوگی اور پہلی اپنی حالت پر قائم رہیگی اسلیئے کہ دوسری بیع بیفائدہ ہی یہ ظہیریہ مین لکھاہی۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے دوہزار درم کو مول لیا تو بیع جائز ہی پس اگر وہ زیادتی بایع نے اُسی مجلس مین قبول کرلی تو بیع دوہزار درم پر قرار پائیگی اور اگر نہ قبول کی تو ایک ہزار پر صحیح ہی۔ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ غلام دوہزار کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک ہزار کو تیرے ہاتھ بیچا تو بیع ایک ہزار پر جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھاہی۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیع کیا مین نے اسکو تیرے ہاتھ دوہزار کو بیع کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے پہلی بیع ایک ہزار پر قبول کی تو بیع جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دونون بیعین ملاکر تین ہزار کو قبول کین تو یہ کہنا اُسکا بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ مین نے دوسری بیع تین ہزار کو قبول کی یعنی بیع دوہزار کو ہوگی اور ایک ہزار اسپر زیادتی ہی پس بائع کو اختیار ہی چاہے اسی مجلس مین قبول کرے اور چاہے رد کردے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کو بیچا مین نے سو دینار کو بیچا تو مشتری پر بعد قبول کے دوسری بیع لازم ہوگی اور بعضون نے کہا کہ اُسپر دونون مول لازم ہون گے اور پہلا قول کتاب الزیادات مین ہی اور وہ قوی ہی اور جب بائع نے زیادتی اُسی مجلس مین قبول کرلی تو وہ مشتری پر لازم ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھاہی۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ مین اسکو قبول نہین کرتا بلکہ مجھے پانچ سو درم کو دے پھر کہا کہ مین نے ہزار درم کو لے لیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ اگر وہ غلام اُس نے اُسکے حوالے کردیا تو وہ رضامند ہوگیا ورنہ رضامندی نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھاہی۔ جاننا چاہیئے کہ جب دونون عقد کرنے والون مین سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہی اگر چاہے تو اُسی مجلس مین قبول کرے اور چاہے رد کردے اور اس کو خیار قبول کہتے ہین اور اس خیار مین وراثت جاری نہین ہوتی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھاہی۔ اور خیار قبول کی انتہا آخر مجلس تک ہوتی ہی یہ کافی مین لکھاہی۔ اور قبول صحیح ہونے کے واسطے ایجاب کرنے والے کا زندہ رہنا شرط ہی اگر قبول سے پہلے وہ مرجائے تو ایجاب باطل ہوجائے گا یہ نہر الفائق مین لکھاہی اور اگر اُن دونون مین کا کوئی شخص قبول واقع ہونے سے پہلے اُٹھ گیا تو ایجاب باطل ہوجائے گا اور اسی طرح اگر اُٹھا نہین ولیکن مجلس مین کسی اور کام مین مشغول ہوا سوائے بیع کے تو بھی ایجاب باطل ہوجائے گا اور اگر کھڑا تھا پھر بیٹھ کر قبول کیا تو صحیح ہے یہ سراج الوہاج مین لکھاہی۔ نصیرؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اور اس شخص کے ہاتھ مین ایک پیالہ پانی تھا اُسنے پی لیا پھر کہا کہ مین نے مول لیا تو کیا حکم ہی فرمایا کہ بیع پوری ہوگئی اور اسی طرح اگر ایک لقمہ کھایا پھر کہا کہ مین نے مول لیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھاہی لیکن اگر کھانے مین مشغول ہوگیا تو مجلس بدل جائیگی اور اگر دونون سوگئے یا اُن مین سے ایک سوگیا پس اگر لیٹ کر سوئے تو مجلس جُدا ہوگئی اور اگر بیٹھے بیٹھے سوئے تو مجلس جُدا نہوگی یہ خلاصہ مین لکھاہی اور اگر دونون بیہوش ہوگئے پھر دونون کو افاقہ ہوا اور اُسکے بعد قبول کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہی اور امام محمدؒ کہتے ہین کہ اگر دیر ہوگئی تو ایجاب باطل ہوجائے گا

یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ چیز تجھکو اس قیمت کو دی اور مشتری نے پھر نہ کہا پھر بائع نے کسی اور شخص سے اپنی ضرورت کی بات کی تو بیع باطل ہو گئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے قبول کیا تو جائز ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر اُس فرض مین ایک رکعت نفل ملا لی پھر قبول کیا تو بھی جائز ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اور اگر مشتری گھر مین تھا پھر نکل کر کہا کہ مین نے مول لیا تو اُن دونون مین بیع منعقد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دونون نے بیع کی گفتگو کی اور وہ اُس وقت پیادہ چلے جاتے تھے یا ایک ہی جانور پر دونون سوار ہوکر چلے جاتے تھے یا دو جانورون پر سوار تھے تو اگر مخاطب نے بائع کا جواب اُسکے خطاب کے ساتھ ملا ہوا دیا تو اُن دونون مین عقد پورا ہو جائے گا اور اگر تھوڑا سا بھی فصل ہو گیا تو بیع صحیح نہین اور اگر دونون ایک محمل مین تھے تو بھی یہی حکم ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے! ور خلاصہ مین نوازل سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک یا دو قدم چلنے کے بعد جواب دیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور نہر الفائق مین جمع التفارق سے نقل کیا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین انتہی فتاوی مین صدر الشہید نے کہا ہے کہ ظاہر روایت کے بموجب نہین صحیح ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر بائع اور مشتری دونون کھڑے تھے اور ایک نے اُن دونون مین سے بیع کا ایجاب کیا پھر وہ دونون چلے یا بعد خطاب کے دوسرا قبول کرنے سے پہلے چلا تو ایجاب باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اُن دونون نے کشتی چلنے کی حالت مین بیع کی گفتگو کی پھر خطاب اور جواب کے درمیان تھوڑا سکتہ پایا گیا تو اتنا توقف بیع منعقد ہونے کا مانع نہین ہے اور کشتی کا حال بمنزلہ کوٹھری کے ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ بیع ڈالا جو وہان حاضر نہ تھا پھر وہ اُس مجلس مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین نے خریدا تو بیع صحیح ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور دونون کلام ایک ہی ساتھ زبان سے نکلے تو بیع منعقد ہو جائیگی میرے والد مرحوم اسیطرح فرماتے تھے کذا فی الظہیریہ اور جاننا چاہیئے کہ مبیع کے متغیر ہونے سے پہلے قبول کا پایا جانا ضرور ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے پس اگر کسی شخص نے انگور کا شیرہ بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول نہ کیا یہانتک کہ وہ شراب ہو گیا پھر شراب سے سرکہ ہو گیا پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین ہے اور ایسے ہی اگر باندی بیچی جنی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین اور اسیطرح اگر دو غلام بیچے اور مشتری نے قبول نہ کیے یہانتک کہ اُن مین سے ایک کو کسی نے قتل کر ڈالا اور بائع نے اُسکی دیت بھی لے لی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچی اور مشتری نے قبول نہ کی یہانتک کہ کسی شخص نے اُس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس ہاتھ کے عوض کا مال خواہ بائع کو دیا یا نہ دیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے قبول کیا تو جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے امام محمدؒ نے کتاب الوکالت مین ایک مسئلہ ذکر کیا ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اُن دونون مین بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ مین نے اجازت دی اور یہی قول بعض مشائخ کا ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ جب بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیچا تو اُسنے مشتری کو غلام کا مالک کر دیا پھر جب مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا تو اُسنے غلام کو اپنی ملک مین لے لیا اور بائع کو ثمن کا مالک کر دیا لیکن بعد

اُسکے بائع کی اجازت ضرور ہی تاکہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے اور عامہ مشائخ کا قول ہی کہ بعد اسکے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہین اور یہی صحیح ہی اور ایسا ہی امام محمدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہی کذا فی الذخیرہ اور واضح ہو کہ ایجاب کرنے والا خواہ بائع ہو یا مشتری دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر سکتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی لیکن ایجاب کرنیوالے کو دوسرے کے رجوع کرنے کا کلام سُننا ضرور ہی یہ تاتارخانیہ مین مذکور ہی۔ مگر تتمہ مین لکھا ہی کہ رجوع صحیح ہوتا ہی اگرچہ دوسرے کو اُس سے آگاہی نہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس قیمت کو بیچا پھر کہا کہ مین نے اپنے کلام سے رجوع کر لیا اور مشتری نے اس رجوع کرنے کو نہین سُنا اور کہا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور اسی کلام کے متصل بائع نے کہا کہ مین نے رجوع کر لیا تو اگر مشتری کا قبول اور بائع کا رجوع دونون ساتھ ہی نکلے تو بیع تمام نہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے قبول کے پیچھے رجوع کیا تو بیع تمام ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور جاننا چاہیے کہ جب ایجاب قبول پائے جاوین تو بیع لازم ہو جائیگی اور اُن دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا مگر بسبب کسی عیب یا نہ دیکھنے کے اختیار باقی رہیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اسکے بعد عقد تمام ہونے کے واسطے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہین اور یہی مذہب عامہ مشائخ کا ہی اور یہی صحیح ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجھسے یہ غلام ہزار درم کو خریدا اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین تو لینا نہین چاہتا ہون تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے بطور استفہام کے کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ کپڑا دس درم کو بیچا اُسنے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین اسکو خریدنا نہین چاہتا ہون تو اُس مشتری کو یہ اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک شخص سے بعوض نو درم کے ایک کپڑے کی خرید ٹھہرائی اور کپڑے والے نے کہا کہ دہ درم کم ندہم ستدی یعنی دس درم سے کم نہ دونگا کیا تو نے خریدا پس اس شخص نے کہا کہ مین راضی ہوا پھر کپڑے والے نے کہا کہ مین نہین بیچتا ہون تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ جاننا چاہیے کہ خط مثل خطاب کے ہی اور ایسے ہی ایلچی بھیجنا یہانتک کہ خط پہونچنے اور پیغام پہونچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ تاج الشریعہ نے فرمایا کہ صورت خط لکھنے کی یہ ہی کہ یہ خط مین نے فلان شخص کو لکھا اما بعد مین نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس قدر مول کو بیچا پس جب اُسکو خط پہونچا اور اُسنے پڑھا اور جو کچھ اسمین لکھا تھا اُسکو سمجھا اور اُسی مجلس مین قبول کر لیا تو بیع صحیح ہو گئی یہ عینی شرح ہدایہ مین مذکور ہی۔ اور پیغام بھیجنے کی یہ صورت ہی کہ کہے فلان شخص کے پاس جا اور کہہ کہ فلانے شخص نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس وہ آیا اور اُسنے خبر دی اور اسی مجلس مین اس شخص نے قبول کر لیا اور ایسے ہی اگر کہا کہ مین نے اپنا فلان غلام فلان شخص کے ہاتھ اس مول کو بیچا اے شخص تو جا کر اسکو خبر کر دے پس یہ شخص گیا اور خبر کر دی اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع ہو گئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ جو اسوقت غائب تھا اتنے کو بیچا پھر اُس غائب کو خبر پہونچی اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع صحیح نہین ہی اور اگر اس کی طرف سے اُس مجلس مین کسی اور شخص نے قبول کر لیا تو بیع کا صحیح ہونا اُس کی اجازت پر موقوف ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر کہا

کہ مین نے اس غلام کو فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ایس ای فلان تو اُسکو خبر کردے پھر اُسکے سوا کسی دوسرے نے اُسکو خبر کردی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو لکھا کہ مین نے یہ غلام تیرا خریدا اور غلام کے مالک نے اُس کو لکھا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکو لکھا تھا کہ میرے ہاتھ اپنے کو بیچڈال پھر اُسکو خط پہونچا اور اُسنے لکھا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع تمام نہوگی تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ مین نے خریدا یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کسی کو لکھا کہ کیا تو نے یہ اپنا غلام اپنے کو میرے ہاتھ بیچا اُسنے لکھ بھیجا کہ مین نے بیا بینا غلام تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع نہین ہی[1] یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اگر بعد خبر عقد لکھنے یا پیغام بھیجنے کے اُس سے رجوع کرے تو رجوع صحیح ہی خواہ ایلچی کو یہ بات معلوم ہو یا نہو یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور خط لکھنے والے اور پیغام بھیجنے والے کو اُس ایجاب سے جو اُسنے لکھ بھیجا یا جسکا پیغام بھیجا ہی رجوع کرنا اُس وقت تک کہ وہ دوسرے کے پاس نہین پہونچا یا اُس نے قبول نہین کیا ہی درست ہی خواہ دوسرے شخص کو معلوم ہو یا نہو یہان تک کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے بعد قبول کیا تو بیع تمام نہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اپنے کو بیچا اُس دوسرے نے کسی دوسرے شخص سے کہا کہ تو کہدے کہ مین نے خریدا پس اُسنے کہدیا کہ مین نے خریدا تو دیکھا جائیگا کہ یہ کلام اُس شخص نے اگر بطور پیغام پہونچانے والے کے کہا تو خریدنا صحیح ہی اور اگر بطور وکیل کے کہا ہی تو صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ کبھی بیع فقط لین دین پر بدون کسی لفظ بولنے کے ہو جاتی ہی اور اسکو بیع تعاطی کہتے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور یہ ہر چیز مین خواہ خسیس ہو یا نفیس بلا فرق جاری ہی اور یہی صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور شمس الائمہ حلوائی کے نزدیک بیع تعاطی مین دونون طرف سے دیدینا شرط ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور یہی قول اکثر مشائخ کا ہی اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ یہی قول مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ دونون بدلون مین سے کسی ایک پر بھی قبضہ کر لینا کافی ہی اسواسطے کہ امام محمدؒ نے صاف فرمایا کہ بیع تعاطی دونون بدل مین سے کسی ایک پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہی اور یہ قول ثمن اور مبیع دونون کو شامل ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور جس شخص کا یہ قول ہی کہ اُسکے نزدیک اس بیع مین مبیع سپرد کر دینے کے ساتھ انعقاد بیع کے واسطے مول کا بیان کرنا شرط ہی اور امام ابوالفضل کرمانی کا فتوی بھی اسی طرح منقول ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہ شرط اُس چیز مین ہی جسکا مول معلوم نہین ہی مگر روٹی اور گوشت مین مول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ ف مترجم کہتا ہی کہ اُس ملک مین روٹی اور گوشت کا مول معروف تھا پس جہان کہین اسکا مول معروف ہو وہان یہ حکم جاری ہوگا واللہ اعلم اور منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُسکے پاس برتن نہ تھا کہ اس مین لیوے پھر اُس سے جدا ہو کر برتن لایا اور اُسکو ثمن کے درم دیدیے تو یہ جائز ہی کذا فی المضمرات منتقی مین ایا ہی کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم چاہیے تھے پس اُس شخص نے جسپر یہ درم چاہیے تھے اُس شخص سے جسکے چاہیے تھے کہا کہ مین تیرے مال کے عوض دینار دیتا ہون پس اُسنے دینارون کا بھاؤ ٹھہرایا مگر اُن دونون مین بیع

[1] جبتک بیع قبول نہ کرے ۱۲ منہ [2] کیونکہ پیغام پہونچانے والے نے مخاطب کا پیغام پہونچایا تو بیع ہو گئی اور وکیل کا بائع نے ایجاب نہین کیا تھا تو نہ ہوئی ۱۲

واقع نہوئی اور وہ شخص جدا ہوگیا پھر وہ شخص کہ جسپر مال چاہیئے تھا انھین دیناروں کو جنکا بھاؤ ٹھہرا کر جدا ہوگئے تھے
لاکر اس شخص کو کہ جسکے چاہیئے تھے دیدیے اور بیع کو نہ دوہرایا تو وہ بیع اُسوقت جائز ہوگئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔
ایک شخص نے دوسرے سے ایک دفترا[1] آٹھ درم کو خریدی پھر بائع سے کہا کہ ایک دوسری دفترا اسی ثمن کے حساب سے
لاکر یہان ڈالدے پس بائع نے دوسری دفترا لاکر وہان ڈالدی پس یہ بیع ہوگئی اور بائع کو پہونچتا ہے کہ وہ اس
حکم کرنے والے سے آٹھ درم کا مطالبہ کرے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور مجرد مین امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے اس مسئلہ مین
کہ اگر کسی نے گوشت بیچنے والے سے کہا کہ تو گوشت کیونکر بیچتا ہے اُسنے کہا کہ تین رطل ایک درم کو اُسنے کہا کہ مین نے خریدا
تو میرے واسطے تول دے پھر گوشت بیچنے والے کی یہ رائے ہوئی کہ مین نہ تولون تو اُسکو اس بات کا اختیار پہونچتا ہے
اور اگر اُسنے تول دیا تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ہر ایک کو اُن دونون مین سے رجوع کا اختیار ہے اور اگر
مشتری نے قبضہ کرلیا یا بائع نے مشتری کے حکم سے اُسکے برتن مین رکھ دیا تو بیع تمام ہوگئی اور مشتری پر ایک درم
واجب ہوا اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی قصاب سے کہا کہ جو گوشت تیرے پاس
رکھا ہے اُسکو میرے واسطے تول دے یا یون کہا کہ اس شانہ[2] مین سے میرے واسطے تول دے یا کہا کہ اس پیر مین
سے میرے واسطے بحساب فی درم تین رطل کے تولدے اور اُسنے تول دیا تو مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین
لکھا ہے۔ ایک شخص ایک ٹھانچی خربزون کی لایا کہ جسمین چھوٹے بڑے خربزہ تھے اُس سے ایک شخص نے کہا کہ
اُنمین سے دس خربزہ کتنے کو دیگا اُسنے کہا ایک درم کو پس اس شخص نے دس خربزہ چھانٹے اور اُنکو بیچلایا یا بائع نے دس
نکالدیے اور اُنکو مشتری نے قبول کرلیا تو بیع تمام ہوگئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے گیہون بیچنے والے کو پانچ
دینار دیے تاکہ اس سے گیہون لیوے اور اس سے پوچھا کہ تو گیہون کیونکر بیچتا ہے اُسنے کہا سو رطل ایک دینار کو دیتا ہون پس
مشتری ساکت ہوا پھر مشتری نے گیہون مانگے تاکہ اُنکو لیوے پس بائع نے کہا کہ مین کل تجھے دون گا اور اُن دونون
مین بیع واقع نہوئی اور مشتری چلا گیا پھر دوسرے روز گیہون لینے آیا اور حال یہ ہوا کہ بھاؤ بازار کا بدل گیا تو
بائع کو یہ اختیار نہین ہے کہ مشتری کو ان گیہون کے لینے سے منع کرے بلکہ اُسپر واجب ہے کہ پہلے نرخ کے حساب سے
مشتری کے حوالے کرے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے تکیہ اور بچھونے جو ہنوز بنے نہین گئے تھے خریدے اور مدت
کا ذکر نہین کیا تو صحیح نہین ہے پھر اگر تکیہ بنکر حوالہ کردیے تو بھی صحیح نہین ہے اور تعاطی جب بیع ہوتی ہے کہ فاسد یا
باطل کی بناپر نہو اور اگر بیع فاسد یا باطل کی بنا پر ہوگی تو بیع تعاطی نہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ یہ گٹھا لکڑی کا کتنے کو ہے اُسنے کچھ ثمن بیان کیا پس اُسنے کہا کہ اپنا گدھا تو ہانک اور اُسے ہانکا تو یہ
بیع نہوگی مگر اُسوقت کہ لکڑیان سپرد کرکے ثمن لے لے یہ سراجیہ مین لکھا ہے کسی نے قصاب سے کہا کہ ایک درم کا کتنا
گوشت دیتا ہے اُسنے کہا کہ دو سیر اس شخص نے کہا کہ تول دے اور ایک درم دیا اور گوشت لے لیا تو یہ بیع جائز ہے اور
دوبارہ وزن کرنا لازم نہین ہے اور اگر وزن کیا اور کم پایا تو کمی کے موافق درم مین سے پھیر لیوے اور گوشت مین سے

[1] گدھے اور اونٹ کا بوجھ اور دفترا پیلے ٹھانچی خربزہ کی اور دفترا بسن بھوسے کی گٹھری اور ایسے ہی ٹھانچی ۱۲ [2] اصل مین جنب ہے جسکا ترجمہ پہلو ۱۲ منہ

نہین ہو سکتا اسواسطے کہ بیع کا انعقاد اُسی قدر پر ہوا ہی جو اُسنے دیا یہ ذخیرہ کردری مین لکھا ہی۔ ایک قصاب کے پاس ایک شخص ہر روز ایک درم لاتا تھا اور قصاب اُسکو گوشت کا ٹکڑا تول دیا کرتا تھا اور صاحب درم یہ گمان کرتا تھا کہ یہ گوشت ایک سیر ہی اور شہر مین گوشت کا بھاؤ بھی یہی تھا پھر ایک روز مشتری نے اپنے گھر اُس گوشت کو تولا تو وہ تین پاؤ نکلا تو وہ قصاب سے بحساب نقصان کے درہمون مین سے پھیر لیوے اور بقدر نقصان کے گوشت نہین لے سکتا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ یہ شخص اُسی شہر کا رہنے والا ہو کہ جس مین بیع واقع ہوئی اور اگر اس شہر کا رہنے والا نہین ہی مثلاً مسافر ہو اور حال یہ ہی کہ شہر کے رہنے والون نے روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر رکھا ہی اور یہ نرخ ایسا رواج پایا گیا ہی کہ کبھی فرق نہین ہوتا پس اس مسافر نے نان بائی یا قصاب سے کہا کہ مجھے ایک درم کی روٹی یا ایک درم کا گوشت دے اور اُسنے معمول سے کم دیا اور مشتری کو اُسوقت خبر نہوئی پھر اُسکو معلوم ہوا تو روٹی مین اسکو نان بائی سے پھیر لینے کا اختیار ہی جیسے کہ اُس شہر کے لوگ نقصان لے سکتے ہین اور گوشت مین رجوع کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ روٹی مین بھاؤ مقرر کر لینا معروف ہی پس سب کے حق مین یہی حکم ہوگا اور گوشت مین ایک نئی بات ہے پس اُس شہر کے سوا اور لوگون کے حق مین ظاہر نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص پر قرضہ تھا اُسنے اُسکا مطالبہ کیا پس قرضدار نے بقدر معلوم حوالہ دیا اور قرض خواہ سے کہا کہ شہر کے نرخ پر لیلیجیئے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر شہر کا بھاؤ معلوم ہی اور وہ دونون بھی جانتے ہین تو بیع پوری ہو جائیگی اور اگر شہر کا بھاؤ معلوم نہین یا وہ دونون نہین جانتے ہین تو بیع نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور منجملہ بیع تعاطی کے ایک یہ صورت ہی کہ مشتری نے جو چیز خریدی تھی اُسکو ایسے شخص کے سپرد کر دی جو اُسکا بطور شفعہ کے خواستگار رہی حالانکہ اُس مقام پر شفعہ جاری نہین ہوتا اور ایسے ہی وکیل نے ایک چیز خریدی اور وہ چیز وکیل کی ذات کے واسطے ہو گئی پھر اُسنے مؤکل کے سپرد کر دی تو یہ بھی بیع تعاطی ہی بشرطیکہ حکم کرنیوالے نے اُس پر قبضہ کر لیا اور اپنے حکم سے انکار کیا ہو حالانکہ اُسی کے واسطے وکیل نے خریدی تھی یہ بحر الرائق مین مجتبیٰ سے منقول ہی اور منجملہ بیع تعاطی کی صورتون کے یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی تھی اور وہ شخص کسی اور باندی کو سوا اُسکے جو ودیعت رکھی گئی تھی لایا اور کہا کہ یہ تیری باندی ہی اور ودیعت رکھنے والا جانتا ہی کہ وہ باندی نہین ہی اور جسکے پاس ودیعت رکھی تھی اُس نے قسم کھالی پس اُس ودیعت رکھنے والے نے اُسکو لیا تو اُس سے اُسکو وطی کرنا حلال ہی اور باندی کو وطی پر راضی ہونا جائز ہی اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہی کہ اگر کسی نے درزی سے کہا کہ یہ میرا استر نہین ہی اور درزی نے قسم کھالی کہ یہ وہی ہی تو اُس شخص کو اُسکے لے لینے کی گنجائش ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اگر کسی مشتری نے کوئی باندی خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور بائع جانتا ہی کہ یہ میری باندی نہین ہی پھر اُس نے اُسکو لے لیا اور راضی ہو گیا تو یہ بیع تعاطی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور ایسے ہی اگر کسی دھوبی نے کسی شخص کو اور کپڑا بدل کر دیدیا یا اسی طرح موچی نے جوتا بدل دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بھی بیع تعاطی ہی یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک خربزہ بیچنے والے کو کچھ درم دیے تاکہ اُس سے کچھ خربزہ معینہ خریدے پھر اُن خربزون کو لے لیا اور

لہ قال المترجم یعنی شہر کے بھاؤ سے جسقدر تیرا قرضہ ہی لے لے ۱۲ سہ اور اگر انکار ہو تو تعاطی نہین بلکہ بطور وکالت ہوگی ۱۲ منہ

بائع کہتا جاتا ہی کہ مین اتنے کو یہ خریدہ نہ دونگا اگر مشتری نے لے لیے اور بائع نے دام واپس نہ کیے اور مشتری کو بازاریون کی عادت معلوم ہی کہ بائع اگر راضی نہین ہوتا ہی تو دام پھیر دیتا ہی اور اپنی چیز واپس لیتا ہی اور اگر ایسا نہین کرتا تو راضی ہوتا ہی حالانکہ مشتری کے پیچھے اُسکا دل خوش کرنے کو چلا یا کرتا ہی کہ مین اتنے کو نہین دیتا تو شیخ رح نے فرمایا کہ باانیہمہ یہ بیع صحیح نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی خلف رح کہتے ہین کہ مین نے اسد رح سے پوچھا کہ ایک شخص نے بازار مین کہا کہ کون شخص ہی جسکے پاس ہرات کا کپڑا دس درم کا ہو ایک شخص نے کہا کہ مین ہون پھر اُسنے اسکو دیدیا تو کیا یہ بیع ہی تو فرمایا کہ یہ بیع نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ لیتے وقت یہ کہے کہ مین نے دس درم کو لیا اور جا کر اسکو دیکھونگا اور مین نے حسن رح سے بھی یہ مسئلہ پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور دونونکو اس بیع کو توڑ دینے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی

دوسری فصل

اُن چیزون کے حکم کے بیان مین جو خریدنے کی غرض سے قبضہ مین لی گئین ہون۔ کسی شخص نے کسی سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے بیس[1] درم کو ہی مشتری نے کہا نہین بلکہ دس درم کو لونگا پھر اتنی ہی گفتگو پر مشتری اسکو لے گیا اور بائع دس درم پر راضی نہین ہوا پس یہ بیع نہین ہی اور اگر مشتری نے کپڑے کو تلف کر دیا تو اُس پر بیس[2] درم لازم ہونگے اور جب تک تلف نہین کیا تب تک اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی۔ امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اُسپر قیمت لازم ہوتی لیکن ہم نے عرف کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا کہ عرف مین بیس[2] درم لازم ہونگے۔ اگر کسی نے خریدنے کیواسطے ایک کپڑا لیا اور اُسنے مول کہدیا پھر وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر مشتری کے مر جانیکے بعد اُسکے وارث نے اُس کپڑے کو تلف کر ڈالا تو بھی قیمت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کسی سے ایک کپڑا لیا اور کہا کہ مین اسے لیے جاتا ہون اگر پسند آویگا تو خرید لونگا پھر اسکو لے گیا اور وہ ضائع ہوگیا تو اس شخص پر کچھ واجب نہین ہی اور اگر اُسنے یہ کہا تھا کہ اگر راضی ہونگا تو اسکو دس درم کو لونگا پھر ضائع ہوگیا تو وہ شخص قیمت کا ضامن ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک کپڑے کا مول کسی سے چکایا پھر اس کپڑے کو بغرض خریدنے کے لے لیا یا اُس چکانے کی گفتگو مین بائع نے اُسکے حوالے کر دیا اور کہا کہ وہ دس درم کا ہی پھر اُسکو مشتری لیگیا تو امام رح نے فرمایا کہ جو مول بائع نے بیان کیا اسی مول پر وہ کپڑا ہمیشہ رہیگا تا وقتیکہ مشتری اُسکو رد نہ کرے اور رد کرنے سے یہ مراد ہی کہ مشتری مثلاً یون کہے کہ مین نو درم سے زیادہ کو نہ لونگا یا مین سوائے نو درم کے راضی نہین ہون[1] یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا بیس[2] درم کا ہی اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے دس درم مین لیا اور لیکر چلا گیا اور وہ مشتری کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہی اور اگر مشتری کے قول کے بعد پھر بائع نے کہدیا تھا کہ مین بیس درم سے کم نہ دونگا اور مشتری لیکر چلا گیا اور وہ تلف ہوگیا تو اس پر بیس درم واجب ہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور فروق کرابیسی مین ہی کہ بائع نے کہا کہ یہ کپڑا تیرے واسطے دس درم کو ہی اور مشتری نے کہا کہ لا اسکو تاکہ مین اسکو دیکھون یا کسی دوسرے کو دکھلاؤن پھر وہ تلف ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اس پر کچھ واجب نہوگا

---

[1] یعنی رد کرنے سے کپڑا بائع کو پھیر دینا مراد نہین ہی بلکہ قول بائع کہ جو اُس نے مول کیا ہی رد کر دے مثلاً دس درم کہے تو یہی مول ہمیشہ رہیگا جبتک مشتری اسکو رد نہ کرے کہ نہین نو درم سے زیادہ نہ دونگا یا نو درم سے زیادہ پر راضی نہین ہون ۱۲ منہ

یعنی وہ امانت مین تلف ہوگیا اور اگر مشتری نے کہا تھا کہ اُسکو اگر مجھے پسند آئیگا تو مین لے لونگا پھر وہ تلف ہوگیا تو مشتری پر جو اُسکا مول ٹھہرا تھا واجب ہے اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ پہلی صورت مین اُسنے یہ حکم کیا تھا کہ مجھکو دیکھنے یا دکھانے کو دے اور یہ بیع نہین ہے اور دوسری صورت مین پسند کرنے اور لینے کی غرض سے اُسکو دینے کا حکم دیا تھا اور بیع بدون حکم کے بیع ہے تو حکم کی صورت مین بدرجۂ اولی بیع ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر اُسکو دیکھنے کی غرض سے نہین[۱] لیا پھر کہا کہ مین دیکھونگا اور وہ ضائع ہوگیا تو مشتری کا دوسرا کلام اُس ضمانت سے جو اُسپر پہلے کلام سے واجب ہوگئی ہے بری نہ کریگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے ایک شخص نے ایک بزاز سے ایک کپڑا طلب کیا اُسنے اُس کو تین کپڑے دیے اور کہا کہ یہ دس کا ہے اور یہ دوسرا بیس کا اور یہ تیسرا تیس کا اور ان کو اپنے گھر لیجا جو کپڑا تجھے پسند آوے اُسکو مین نے تیرے ہاتھ بیچا پھر مشتری اُن کپڑون کو لے آیا اور وہ مشتری کے گھر مین جل گئے تو اگر یہ صورت ہوئی کہ سب کے سب جل گئے اور یہ معلوم نہین کہ آگے پیچھے جلے یا معلوم ہوا کہ آگے پیچھے جلے ہین لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اول سب سے کون جلا اور دوسری اور تیسری بار کون کون جلا تو مشتری پر ہر ایک کپڑے کی تہائی قیمت کی ضمان واجب ہوگی اور اگر پہلا معلوم ہوا تو اُس کی قیمت لازم آویگی اور باقی دو کپڑے اُسکے پاس امانت مین جلے اور اگر دو کپڑے جل گئے اور تیسرا باقی رہا تو اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اُن دونون مین سے پہلے کون جلا تو ہر ایک کی آدھی قیمت دینی واجب ہوگی اور تیسرے کو واپس کرنا چاہیئے اسواسطے کہ وہ امانت مین ہے اور اگر ایک جلا اور دو باقی رہے تو جلے ہوئے کی قیمت دے اور دونون کو واپس کرے اور اگر دو کپڑے اور کچھ تیسرے مین سے جل گیا اور اُن دونون مین سے یہ نہین معلوم کہ پہلے کون جلا تو اُن دونون مین سے ہر ایک کی نصف قیمت دے اور تیسرے کا باقی واپس کرے اور اُسکے جلنے کی نقصان کی ضمان اُسپر واجب نہوگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے اور اگر دو کپڑون مین سے ایک پورا اور دوسرے مین کا آدھا ساتھ ہی جل گئے تو باقی آدھا واپس کرے اور دوسرا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور یہ اختیار اُسکو نہین ہے کہ جلے ہوئے کو امانت مین رکھے اور آدھے باقی کو پورے مول مین لے لیوے اور علی ہذا القیاس اگر کپڑے مین سے اتنا باقی رہا ہو جسکا کچھ مول نہین ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر ایک شخص نے کسی کو ایک بزاز کے پاس بھیجا اور بزاز کو کہلا بھیجا کہ ایسا ایسا کپڑا میرے پاس بھیجدے پھر بزاز نے اُس کے ایلچی یا دوسرے کے ہاتھ بھیجدیا پس اس شخص کے پاس پہونچنے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہوگیا اور اس بات پر کہ بیع ہو نیپر سب متفق ہوے تو اُس ایلچی پر کچھ ضمان نہین ہے پھر جسکے پاس سے ضائع ہوا ہے اگر وہ ایلچی اُسکا ہے جس نے بھیجکر لانے کا حکم دیا تھا تو ضمان اُس حکم کرنے والے پر ہے اور اگر کپڑے والے کا آدمی ہے تو اُس شخص حکم کرنے والے پر کچھ ضمان نہین ہے تاوقتیکہ اُسکے پاس وہ کپڑا نہ پہونچے اور جب کپڑا اُسکے پاس پہونچ گیا تب وہ البتہ ضامن ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک اسباب کسی منادی کو دیا کہ بازار مین اُسکے بیچنے کے واسطے آواز دے پس ایک شخص نے چند معلوم درہمون کے عوض وہ اسباب طلب کیا اور اس منادی نے اُسکے پاس رکھدیا جس نے طلب

---

[۱] قولہ نہین لیا بلکہ بطور خریدکے لیا تھا پھر چلتے وقت کہا کہ مین الخ ۱۲ [۲] یعنی یہی حکم ہے ۱۲

کیا تھا پھر اُس طالب نے کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہوگیا یا مجھسے گر گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور منادی پر کچھ واجب نہوگا۔ اور منادی پر واجب نہونا اُس صورت مین ہی کہ اُس چیز کے مالک نے اسکو یہ اجازت دی ہو کہ بیع تمام ہونے سے پہلے جو شخص خریدنے کی غرض سے تجھسے طلب کرے اسکو دیتا اور اگر یہ اجازت نہین دی ہی تو یہ منادی اُسکی قیمت کا ضامن[1] ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی جو شخص خریدنے کیواسطے وکیل کیا گیا تھا اگر اُسنے ایک کپڑا خریدنے کی غرض سے لیا اور اُسکو اپنے مؤکل کو دکھلایا اور مؤکل کو وہ پسند نہ آیا اُسنے وکیل کو واپس کر دیا پھر وکیل کے پاس وہ کپڑا تلف ہوگیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہی کہ وکیل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مؤکل سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی مگر اُس صورت مین کہ مؤکل نے اُسکو خریدنے کی غرض سے لے لینے کا حکم کیا ہو تو اُس صورت مین وکیل ضمان دیگا اور مؤکل سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی تجنیس ناصری مین ہی کہ اگر ایک کپڑا دلال کے پاس سے جاتا رہا اُسپر کچھ کمان نہین ہی اور اگر کسی دوکاندار کے پاس سے جاتا رہا حالانکہ اُسکا کسی مشتری نے بھاؤ چکایا تھا اور دونون نے باہم مول ٹھہر گیا تھا تو اُس دوکاندار پر کپڑے کی قیمت واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی ف یعنی دوکاندار وہ مول جو ٹھہر گیا ہی لے لیوے اور مشتری کو قیمت ادا کرے مثلاً چار درم کپڑے کا مول ٹھہرا تھا وہ دوسرے کو دینا چاہئے اور دوکاندار نے چونکہ وہ کپڑا کھویا ہی اسواسطے جو قیمت اُسکی بازار مین ہو وہ دوسرے کو ادا کرے۔ ایک شخص نے ایک کمان خریدنی چاہی اور مول ٹھہر گیا پھر بائع کی اجازت سے مشتری نے اُسکو کھینچا یا بائع نے اُس سے کہا کہ تو کھینچ اگر ٹوٹ جاویگی تو تجھپر ضمان نہین ہی اُسنے کھینچی اور کمان ٹوٹ گئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مول نہین ٹھہرا ہی اور اُسنے بائع کی اجازت سے کھینچی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور امام سے روایت ہی کہ اگر بائع نے مشتری کو درم دکھلائے اُسنے اُنکو دبادیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُسنے اُسکو کھینچا اور ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلایا اور اُسنے اُسکو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اُسکا ضامن ہی بشرطیکہ بائع نے اُسکو دبانے یا کھینچنے یا پہننے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر وہ درم بدون[2] دبائے نہین کچھ سکتا تھا تو اگر دبانے مین اُسنے حد سے تجاوز نہین کیا تو ضامن نہوگا اور حد سے نہ تجاوز کرنے مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص ایک شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ یہ شیشہ مجھکو دکھلا کر کہا کہ اسکو اُٹھا اُسنے اُسے اُٹھایا پس وہ گر کر ٹوٹ گیا تو اُٹھانے والا اُسکا ضامن نہین ہی کیونکہ اُسنے اُسکے حکم سے اُٹھایا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مول مذکور نہین ہی اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزین خریدنے کی غرض سے قبضہ مین لیجاتی ہین اُنکی ضمان بعد مول بیان کرنے کے واجب ہوتی ہی پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہی اُسنے کہا کہ اتنے کا ہی پھر اُسنے کہا کہ مین اُسکو لے لون شیشہ فروش نے کہا کہ ہان پھر اُسنے اُسکو لیا اور اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس شخص پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسی صورت مین ہی کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اُٹھایا تھا اور اگر

[1] قولہ ضامن الخ پھر مالک کو تاوان دے کر خریدار سے تاوان لیگا ۱۲ م [2] مثلاً پانچ درم یا زیادہ ۱۲ م [2] بدون دبائے نہین دیکھ سکتا تھا یعنی عرف یون ہی تھا کہ ایسا درم دبا کر دیکھتے تھے ۱۲ منہ

بلا اجازت اُسکے اُٹھایا تھا تو اُسکا ضامن ہی خواہ مول بیان کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک پیالہ چوکا یا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُسنے اُسکو دیدیا اور اُس شخص نے اُسکو دیکھا پھر وہ پیالہ اُسکے ہاتھ سے چند پیالون پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ پیالے سب ٹوٹ گئے تو امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن نہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالون کا ضامن ہی کیونکہ اُسنے بائع کی بلا اجازت تلف کر دیے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُسکو دیدی اور وہ تلف ہو گئی تو مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہی کیونکہ اُسنے خریدنے کے طور پر اُسپر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کر لے اُسنے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔

تیسری فصل بکنے والی چیز اور اُسکے مول کو پہچاننے اور اُن دونون مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان مین امام قدوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا ہی کہ جو چیز عقد مین متعین ہوتی ہی وہ مبیع ہی اور جو متعین نہین ہوتی وہ ثمن ہی مگر یہ کہ اُس بیع[1] کا لفظ اُلٹا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی مال تین قسم کا ہوتا ہی ایک وہ جو ہمیشہ ثمن رہتا ہی اور دوسرا وہ جو ہمیشہ مبیع رہتا ہی۔ اور تیسرا وہ کہ مبیع بھی ہوتا ہی اور ثمن بھی ہوتا ہی سو جو چیز ہمیشہ ثمن ہوتی ہی وہ درم اور دینار ہین خواہ اُن کے مقابل انھین کے مثل واقع ہون یا کوئی اور چیزین اور خواہ اُن پر کوئی ایسا لفظ جو ثمن پر بولا جاتا ہی داخل ہو یا نہو اور پیسے بھی ہمیشہ ثمن ہوتے ہین کہ مثل درم کے معین کرنے سے متعین نہین ہوتے ہین اور جو ہمیشہ مبیع رہتی ہین وہ چیزین ہین کہ جنکا مثل موجود نہین ہوتا اور نہ وہ ایسی گنتی کی چیزین ہین جو باہم ایک سی ہون لیکن کپڑے کا جب وصف بیان کر دیا جاوے اور کوئی میعاد اُسکے دینے کی مقرر کی جاوے تو وہ ثمن ہو جاتا ہی یہانتک کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور اُسکے عوض مین کسی کپڑے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ کر لیا مگر اُسکی میعاد مقرر نہ کی تو جائز نہین ہی اور اگر میعاد مقرر کر دی تو جائز ہی حتی کہ اگر غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہو گئے تو بیع باطل نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جو چیزین مثلی نہین ہین اُن مین باہم ایک دوسرے کی بیع عین کے طور پر جائز ہی دین[2] کے طور پر جائز نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور جو چیز مبیع اور ثمن دونون ہوتی ہی وہ کیلی اور وزنی اور ایسی چیزین ہین جو گنتی سے بکتی ہون اور باہم ایک سی ہون پس اگر اُن کے مقابلہ مین وہ چیزین ہون جو ثمن کہلاتی ہین تو یہ چیزین مبیع ہونگی اور اگر اُنکے مقابلہ مین انھین کے مثل کی چیزین کیلی اور وزنی اور عددی ہون تو اس بات پر لحاظ کیا جاویگا کہ اگر اُن دونون کی بیع عین کی عین کے ساتھ یعنی دین بطور عین ہی تو جائز ہی اور اس صورت مین وہ دونون مبیع ہونگی اور اگر ایک اُن دونون مین سے اسی وقت بطور عین دیجاوے اور دوسرے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ اُدھار ٹھہرائی جاوے اور جو چیز عین اسوقت دی جاتی ہی وہ مبیع اور جو ذمہ لیجاتی ہی وہ ثمن قرار دیجاوے تو جائز ہی اور اس قرض پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط ہی ف یعنی یہ دین جو عین کے مقابلہ مین مول قرار پایا ہی اسپر جدا

---

[1] کیونکہ دام نہین ٹھہرے ۱۲ منہ [2] مثلاً دو من گھرے گیہون مین نے اس صندوق کے عوض بیچے ۱۲ [3] قال فی الاصل صحیحہا حرف الیاء وانما ذلک اسلوب العربیۃ ولیس المراد خصوصہا بل المراد ما ذکرنا ۱۲ منہ [4] اُدھار کیا اور نظر کے روبرو معین نہ کیا ۱۲ م

ہونے سے پہلے قبضہ چاہیے اور اگر وہ چیز جو دین ہی اُسکو مبیع ٹھہرا دین اور جو چیز عین ہی یعنی اُسیوقت دی گئی ہی اُس کو مول ٹھہرا دین تو بیع جائز نہین اگرچہ اس دین پر جُدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جاوے اس لیے کہ اس صورت مین اُس بائع نے ایسی چیز بیچی جو اُسکے پاس موجود نہین ہی اور ایسی بیع سوائے صورت بیع سلم کے اور صورت مین جائز نہین ہی اور ثمن کی علامت یہ ہی کہ اُسکے ساتھ حرف با یا جو اُسکے معنی مین ہوتا ہو ف جیسے کہا کہ یہ کپڑا بالعوض دس درم کے یا عوض مین دس درم کے دیتا ہون۔ اور مبیع کی علامت یہ ہی کہ اُسکے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہ آوے اور اس تقدیر پر اگر ایسی دونون چیزین دین ہون تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہی جو اُسکے پاس موجود نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جب مبیع اور ثمن کا حال معلوم ہو چکا تو ہم یہ کہتے ہین کہ مبیع کے حکم مین سے ایک یہ ہی کہ اگر وہ مال منقولہ ہو تو قبضہ کر لے سے پہلے اُسکی بیع جائز نہین ہی اور جو حکم کہ مبیع کا بیان (۱) ہوا وہی حکم اُس اُجرت کا ہی کہ جو معین ٹھہرائی گئی ہو اور اُسکا فی الحال[1] لینا شرط ہو یعنی اُسکی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہین اسی طرح جو مال کہ قرض کی صلح مین ملے اور وہ عین ہو تو اُسکی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہین ہی مگر مہر اور خلع کے بدلے کا مال اور عمداً خون کے عوض اگر مال ملا ہو اور وہ عین ہو تو اُسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہی۔ اور ہر ایسی چیز جسکا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہین ہی اُسکا اجارہ پر دینا بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو بائع کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا قرض دیا یا بائع کے پاس رہن رکھا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی خریدی ہوئی باندی کا قبضہ کرنے سے پہلے نکاح کر دیا تو جائز ہی یہ جنیر کردری مین لکھا ہی اور عدم جواز کا حکم اس صورت مین ہی کہ جب قبضہ سے پہلے مشتری کا تصرف خریدے ہوئے مال منقول مین کسی اجنبی کیساتھ ہو لیکن اگر بائع کے ساتھ اُسنے تصرف کیا پس اگر بائع کے ہاتھ اُس کو بیچا قبضہ سے پہلے بیع اُسکی کسی طرح جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع کے پاس رہن کیا تو صحیح نہین اور اگر بائع کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع فسخ ہو گئی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر بائع نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور بیع اپنی حالت پر صحیح رہی یہ تاتارخانیہ مین شرح طحاوی سے منقول ہی امام محمد رح نے کہا ہی کہ جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح ہی اگر مشتری قبضہ سے پہلے اُس تصرف کو کریگا تو جائز نہین اور جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح نہین ہوتا جیسے ہبہ وغیرہ اگر اُسکو مشتری قبضہ سے پہلے کرے گا تو جائز ہی[3] یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کرخی نے اپنے مختصر مین ذکر کیا ہی اگر مشتری نے بائع سے قبضہ سے پہلے کہا کہ اسکو اپنے واسطے بیچ لے اُسنے قبول کر لیا تو بیع ٹوٹ گئی اور اگر یون کہا کہ میرے واسطے بیچ تو بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر بیچیگا تو اُس کی بیع جائز نہوگی اور اگر یون کہا کہ اسکو بیچ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا اپنے واسطے اور بائع نے قبول کر لیا تو پہلی بیع ٹوٹ گئی یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ جسکے ہاتھ تو چاہے بیچ تو صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہی اگر مشتری نے مملوک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کر دے اور بائع نے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا اور پہلی بیع فسخ ہو جاوے گی

[1] یعنی پیشگی اُجرت ۱۲ م [2] یعنی بائع نہ ہو ۱۲ م [3] معنی یہ ہین کہ ہبہ بدون قبضہ کے تمام نہین پس اگر مشتری نے خود قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کیا تو بوجہ اسکے کہ ہبہ مستدعی قبضہ ہی قبضہ ہو کر ہبہ ہوا پس جائز ہو گا ۱۲

اور مشتری کی طرف سے نہوگا یہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک عتق باطل ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع سے کہا کہ اسکو فروخت کر یا اُسکے ساتھ وطی کر یا وہ طعام[1] تھا کہ بائع سے کہا کہ اسکو کھالے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور جبتک بائع نے ایسا نہین کیا تب تک بیع فسخ نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مال منقولہ کا بطور وصیت یا میراث کے مالک ہوا تو اُسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک گھر یا زمین[2] خریدی اور اسکو قبضہ سے پہلے بائع کے سوا کسی کو رہن کردیا یا ہبہ کیا تو سب کے نزدیک جائز ہی اور اگر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہی اور اگر قبضہ سے پہلے بائع کو یا اُسکے سوا اور کسی کو اجارہ پر دی تو سب کے نزدیک جائز نہین اسی طرح اگر ایسی زمین خریدی جس مین کھیتی اُسکی بوئی ہوئی تھی اور وہ کھیتی ہنوز ساگ[3] تھی وہ بائع کو آدھون آدھ کے معاملہ پر قبضہ سے پہلے دیدی تو جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی نوازل مین ہی کہ اگر کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے اور دام دینے سے پہلے اُسکو وقف کردیا تو اُس وقف کا حکم موقوف ہی اگر اُسکے بعد اُسنے دام ادا کردیے اور اُسپر قبضہ کرلیا تو وقف جائز ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی ثمنون مین اور دین مین بدلنے کا تصرف کرنا سوائے بیع صرف اور سلم کے ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی طحاوی نے ذکر کیا ہی کہ قرض مین قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہین ہی اور قدوری رح نے اپنی کتاب مین لکھا کہ یہ کہنا سہو[4] ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور سیر کبیر مصنفہ امام محمد رحمہ اللہ مین ہی کہ اگر دشمن کسی مسلمان کے غلام کو قید کرکے اپنی حد زمین اپنے ملک مین لیگئے اور کوئی مسلمان اُنکے ملک مین داخل ہوا اور اُس غلام کو اُن سے خرید لیا اور دار الاسلام مین لایا اور اُس غلام کا پہلا مالک حاضر ہوا اور قاضی نے یہ حکم کیا کہ وہ غلام اُس مالک کو بعوض اُسکے مول کے دیا جاوے اور پہلے مالک نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا پس اگر اُسی شخص کے ہاتھ بیچا جسکے پاس وہ غلام موجود ہی تو جائز ہی اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی اور یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ کی ہی کہ اگر قاضی نے کسی غلام کو عیب کی وجہ سے بائع کو دینے کا حکم کیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ ڈالا تو اگر اُسی مشتری کے ہاتھ جو پھیرتا ہی فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر کسی اور کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔

تیسرا باب ایجاب و قبول مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین اگر بائع دو چیزون یا تین چیزون مین ایجاب کرے اور مشتری یہ ارادہ کرے کہ بعض مین یہ ایجاب قبول کرون اور بعض مین قبول نہ کرون پس اگر ان سب کی بولی ایک تھی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر جدا جدا تھی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر مشتری

---

[1] طعام گیہون اور سب قسم اور مطلق اناج اور ہمارے عرف مین علی الاطلاق جو فی الحال کھانے کے واسطے مہیا ہو ۱۲

[2] ترجمہ الدار و ہو یطلق علی العرصۃ عندہم و یطلق علی العرصۃ المبنیہ کالعقار ایضا والمراد ہہنا الشئ الغیر المنقول من الدار والعقار وکذلک لم یلتفت الی خصوص معانیہا فلیتامل ۱۲ منہ

[3] ساگ یعنی ابھی تک بالی وغیرہ نہین آئی تھی ۱۲ م

[4] قولہ سہو ہے اقول قرض مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے مین اختلاف ہے امام ابو یوسف رح اختلاف فرماتے ہین پس نسبت سہو محل تامل ہے ۱۲ منہ

ایجاب کرے اور بائع کا یہ ارادہ ہو کہ بعض مین قبول کرے اور بعض مین نہین پس اگر صفقہ ایک ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور اگر صفقہ متفرق ہو تو جائز ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام بیچا اور مشتری نے آدھا قبول کیا تو صحیح نہین ہے لیکن اگر بائع اسی مجلس مین اسپر راضی ہو جاوے تو صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور امام قدوری نے کہا کہ اس طرح کا عقد اسوقت صحیح ہوگا کہ بیع کا جو حصہ مشتری نے قبول کیا اسکے مقابل ثمن مین سے کوئی حصہ معلوم ہو اور اگر باعتبار قیمت کے تقسیم ہوتا ہو جیسے کہ بیع کی نسبت دو غلامون یا دو کپڑون کی طرف ایک مرتبہ کیگئی اور مشتری نے ان دونون مین سے ایک کو قبول کیا تو عقد صحیح نہوگا اگرچہ بائع راضی ہو جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے واضح ہو کہ صفقہ کا ایک ہونا اور جدا جدا ہونا بھی معلوم کرنا چاہئیے پس ہم کہتے ہین کہ اگر خرید و فروخت و ثمن ایک ہو یعنی ثمن اکٹھا بیان کیا جاوے اور بائع بھی ایک ہو اور مشتری بھی ایک ہو تو صفقہ ایک کہلائیگا یہی قیاس اور استحسان دونون دلیلون سے ثابت ہے اور اسیطرح اگر ثمن جدا جدا ہو یعنی بیع کے ہر حصہ کا ثمن جدا جدا بیان کیا گیا اور باقی سب چیزین ایک ہون مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہ دس کپڑے تیرے ہاتھ بیچے ہر کپڑا دس درم کو ہے تو اس صورت مین بھی صفقہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع دو ہون یا مشتری دو ہون اور ثمن اکٹھا ذکر کیا جاوے مثلاً بائع دو شخصون سے کہے کہ مین نے یہ چیز تم دونون کے ہاتھ اس ثمن کو بیچی اور دونون مشتری کہین کہ ہمنے یہ چیز تجھسے اتنے دام کو خریدی تو یہ بھی ایک ہی صفقہ ہے یہ محیط مین لکھا ہے یہ بیان صفقہ کے ایک ہونیکا تھا اب صفقہ کے جدا جدا ہونیکا یہ بیان ہے کہ ہم کہتے ہین کہ اگر ہر چیز کا ثمن جدا جدا بیان کیا اور خریدیا فروخت کا لفظ جدا جدا کہا اور بائع اور مشتری دو دو ہین یا بائع دو ہین اور مشتری ایک ہے یا مشتری دو ہین بائع ایک ہے تو صفقہ متفرق ہوگا اور اسیطرح اگر ثمن جدا جدا بیان کیا جاے اور لفظ خرید یا فروخت جدا جدا ہون اور بائع اور مشتری ایک ہون جیسے بائع کسی شخص سے کہے کہ مین نے یہ کپڑے تیرے ہاتھ اسطرح بیچے کہ یہ کپڑا دس درم کو بیچا اور یہ کپڑا پانچ درم کو بیچا یا مشتری کہے کہ مین نے یہ کپڑے تجھسے اسطرح مول لیے کہ یہ کپڑا دس درم کو مول لیا اور یہ کپڑا پانچ درم کو مول لیا تو بالاتفاق صفقہ متفرق ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہے اور اگر عقد ایک ہو اور عقد کرنیوالے اور ثمن دونون متعدد ہون تو قیاس یہ ہے کہ صفقہ متعدد ہوگا اور استحسان یہ ہے کہ متعدد نہوگا اور یہی قول امام کا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر دو یا کئی چیزین مختلف مول لین یا ایک چیز مول لی اور دام تھوڑے سے دیے اور یہ ارادہ کیا کہ تھوڑی سی مبیع پر قبضہ کر لے پس اگر صفقہ ایک تھا تو یہ جائز نہین ہے اور اگر صفقہ متفرق تھا تو جائز ہے اور اگر کسی شخص نے کسی سے دس یہودی کپڑے خریدے اور ہر کپڑا دس درم کو ٹھہرا اور مشتری نے دس درم نقد دیدیے اور کہا کہ یہ دس درم خاص اس کپڑے کی قیمت ہین اور اس کپڑے پر قبضہ کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ صفقہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو معین ایک کپڑے کی قیمت معاف کر دی اور مشتری نے کہا کہ مین یہ کپڑا لیے لیتا ہون تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہے اور اسی طرح اگر بائع خاص ایک کپڑے کی قیمت معینہ تھوڑی لینے پر راضی ہو جاوے تو مشتری کو اسپر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہے اور اسی طرح اگر بائع ایک درم کے سوا تمام مول معاف کر دیوے یا ایک درم کے سوا تمام مول کو چند روز بعد لینے پر راضی ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح

اگر خرید مین کسی معین کپڑے کے دام نقد دینے ٹھہرے اور باقی کی کچھ میعاد مقرر ہوئی تو مشتری کو اس قدر نقد ثمن ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اسیطرح اگر مول سو درم ٹھہرا اور مشتری کو بائع پر نوے درم چاہیئے ہین اور یہ اس مول کا قصاص ہوگئے جو مشتری کے ذمہ واجب ہین تو مشتری کو باقی دس درم ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہے اسیطرح اُن کپڑون مین سے خاص ایک کپڑے کی قیمت اگر دس دینار تھی اور باقی کپڑون کی قیمت سو درم اور مشتری نے صرف دینار دیے یا صرف درم دیے تو اسکو کسی کپڑے پر قبضہ کرنا جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ایک ان مین سے غائب ہوگیا اور دوسرا موجود تھا تو اسکو یہ اختیار نہین کہ کسی قدر غلام پر قبضہ کرے جب تک کہ اسکے پورے دام نہ دیدے اور جب پورے دام دیدے تو کل غلام پر قبضہ کرلے اور اس صورت مین دوسرے شریک کی طرف سے بطور احسان کے دینے والا نہوگا اور جب وہ غائب حاضر ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرے جبتک کہ شریک موجود کو اسقدر حصۂ ثمن نہ دیدے جو اسکے حصہ کا اسنے دیا ہے اور جب ایسا کیا تو اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور جس شخص شریک نے اس غلام پر قبضہ کیا تھا اسکے پاس اگر دوسرے شریک غائب کے حاضر ہونے سے پہلے یا حاضر ہونے کے بعد طلب کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو بطور امانت[1] کے ہلاک ہوا اور جو شریک اسپر قابض تھا وہ دوسرے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے لے لے اور اگر غائب حاضر ہوا اور اسنے غلام مین سے اپنا حصہ مانگا اور شریک حاضر نے کہا کہ جب تک مین اسقدر دام جو تیری طرف سے ادا کرچکا ہون نہ لے لون گا تب تک نہ دونگا پھر وہ غلام مرگیا تو اس صورت مین وہ غلام اس مال کے عوض ہلاک ہوا جو اسنے دیا ہے اور ایسی صورت ہوگئی جیسے مبیع بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے[2] اور یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے اور اگر بائع نے دو مشتریوں مین سے ایک کو اسکے حصہ کے دام معاف کردیے یا ایک مہینہ کے بعد لینے پر راضی ہوگیا تو وہ شریک دوسری شریک کے حصہ ثمن ادا کرنے سے پہلے اس غلام مین سے اپنے حصہ پر قبضہ نہین کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ان صورتون مین صفقہ جدا جدا ہو تو یہ سب حکم برعکس ہو جائینگے انتہی

چوتھا باب مبیع کو ثمن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اسپر قبضہ کرنے اور مبیع کو سپرد کرنے کے بیان مین اور اُن صورتون کے بیان مین جو قبضہ ہو سکتی ہین اور جو نہین ہو سکتی ہین اور ایک قبضہ کا دوسرے قبضہ سے نائب ہو جانے کے بیان مین اور مبیع مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان مین اور دونون عقد کرنے والون پر مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے مین جو خرچ واجب ہوتا ہے اس کے بیان مین اور اس باب مین چھ فصلین ہین

پہلی فصل مبیع کو ثمن کے واسطے روکنے کے بیان مین۔

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر دام نقد ٹھہرے

[1] قولہ امانت یعنی وہ اسکی قیمت کا ضامن نہوگا ۱۲ م [2] یعنی بائع نے دام وصول کرنے کے واسطے مبیع کو روک رکھا اور مشتری نے ادا کرنے سے پہلے مبیع اسکے پاس تلف ہوئی تو مشتری کو کچھ واجب نہین ۱۲ منہ

ہون تو دام پورے حاصل کرنے کے واسطے بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار ہے کذا فی المحیط اور اگر دام کی کچھ میعاد ٹھہری ہوے تو بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار نہ میعاد سے پہلے ہے اور نہ اسکے بعد ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر تھوڑے دام نقد ٹھہرے ہون اور تھوڑے کی میعاد ہو تو نقد دام کے پورا حاصل کرنے تک بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار ہے اگر اس دام مین سے تھوڑے سے باقی رہجاوین تو بائع تمام مبیع کو روک سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے تفرید مین ہے کہ اگر مبیع غائب ہو تو جب تک بائع اسکو حاضر نہ کرے مشتری کو اختیار ہے کہ دام نہ دے یہ تاتار خانیہ مین لکھا ہے خواہ اسی شہر مین ہو جہان بیع واقع ہوئی ہے یا دوسرے شہر مین ہو اور اسکے حاضر کرنے مین اسکے ذمہ خرچہ پڑتا ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور جب مشتری نے پورے دام دیدیے اور بائع نے مبیع اسکے سپرد کردی یا بائع نے بدون ثمن پر قبضہ کیے مبیع اسکے سپرد کردی یا بائع کی زبانی اجازت سے مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا یا مشتری نے مبیع پر ایسے حال مین قبضہ کر لیا کہ بائع دیکھ رہا تھا اور اسکو منع نہین کرتا تھا تو ان سب صورتون مین بائع کو اختیار نہین ہے کہ مبیع کو پھیر کر ثمن حاصل کرنے کے واسطے روکے اور اگر مشتری نے بدون اجازت بائع کے قبضہ کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری کا قبضہ باطل کر دے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر ثمن کے بدلے مشتری نے کوئی چیز رہن کر دی یا کوئی شخص ثمن کا کفیل ہو گیا تو اس سے بائع کو مبیع کے روکنے کا جو حق حاصل ہے وہ ساقط نہو گا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور زیادات مین ہے کہ بائع نے اگر ثمن کسی اپنے قرضخواہ کو مشتری پر اتر وا دیا تو بائع کا مبیع کے روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور اگر مشتری نے کسی اور شخص[ل] پر ثمن بائع کا اتر وا دیا تو بائع کا حق ساقط نہو گا اور کرخی نے ذکر کیا کہ یہ قول امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مبیع کو روکنے کا حق ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور فتاوی مین ہے کہ اگر بائع نے مبیع مشتری کو مستعار دی یا اسکے پاس امانت رکھی تو روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور بموجب ظاہر روایت کے اب اسکے پھیرنے کا مختار نہین ہے یہ بدائع مین لکھا ہے اور اگر ثمن ادا کرنے کی کچھ میعاد ہو اور مشتری نے مبیع پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ میعاد آگئی تو مشتری کو اختیار ہے کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے مبیع پر قبضہ کر لے اور بائع اسکو روک نہین سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر بائع نے ثمن کے لینے کی مدت ایک سال ٹھہرائی اور سال کو معین نہ کیا اور مشتری حاضر نہو یہانتک کہ ایک سال گذر گیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب جسوقت سے مشتری مبیع پر قبضہ کریگا اسوقت سے ایک سال کی میعاد ہوگی اور اگر سال معین کر دیا تھا تو فی الفور ثمن دینا واجب ہو گیا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک خواہ سال معین کیا ہو یا نہ کیا ہو ایسی صورت مین ثمن فی الحال دینا واجب ہو گا یہ محیط مین لکھا ہے اور یہ اختلاف اس صورت مین ہے کہ جب بائع نے مبیع کو سپرد کرنے سے انکار کیا ہو اور اگر انکار نہ کیا تو بالاجماع شروع سال عقد کے وقت سے شمار ہو گا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور اگر بیع مین دونون کے لیے یا ایک کے لئے خیار ہو اور میعاد مین قید نہین ہے کہ کس وقت سے شروع ہو گی تو میعاد کی ابتدا عقد لازم ہونے کے وقت سے ہو گی اور خیار رویت مین میعاد کا اعتبار عقد کے وقت سے کیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر بائع عقد کے پیچھے ثمن کچھ مدت بعد لینے

[ل] خواہ مشتری کا قرضدار رہو یا نہو ۱۲

راضی ہوا تو روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر کسی نے غلام مول لیا اور قبضہ کرنے سے پہلے اسکو آزاد یا مدبر کر دیا اور مشتری اپنے مال مین مفلس یعنی نادار ہی تو بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ غلام کو روکے اور عتق نافذ ہو جائیگا اور غلام اپنی قیمت کے بدلے بائع کے لئے سعی نہ کریگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی کذا فی الخلاصہ اور ظاہر روایت یہی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے غلام کو مکاتب کر دیا یا اجارہ مین دیدیا یا رہن کر دیا تو بائع کو یہ اختیار ہی کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کرے تاکہ قاضی ان تصرفات کو باطل کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے باطل نہین کیا تھا کہ مشتری نے دام دیدیے تو کتابت جائز ہو گی اور رہن و اجارہ باطل ہو گا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مشتری نے جب کل دام نقد دیدیے یا بائع نے اسکو کل دام معاف کر دیے تو مبیع کے روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع مین لکھا ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی نے ایک دروازہ مول لیا اور بائع کی بلا اجازت اسپر قبضہ کرکے اسمین لوہے کی کل منخین لگا دین یا کپڑا لیا تھا کہ بلا اجازت اسکو رنگ لیا یا زمین تھی کہ بلا اجازت اسمین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگا دیے تو بائع کو اختیار ہی کہ اسکو لیکر روک لے پس اگر بائع یہ کہے کہ مین کیلین اکھاڑے ڈالتا ہون یا زمین کے درخت اکھاڑے ڈالتا ہون تاکہ زمین جیسی تھی ویسے ہی ہو جاوے پس اگر اسکے دور کرنے مین کوئی نقصان نہین ہی تو بائع کو اختیار ہی اور اگر نقصان ہی تو اختیار نہین ہی اور اگر مبیع بائع کے پاس ہی ضائع ہو گئی تو کیلون اور رنگ کی قیمت کا بائع ضامن ہو گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مبیع باندی تھی اور بائع کی بلا اجازت مشتری نے قبضہ کرکے اس سے وطی کر لی پس اگر وہ حاملہ ہوئی اور جنی تو بائع کو اسکے روکنے کا اختیار نہ رہا اور اگر حاملہ نہ ہوئی اور نہ جنی تو بائع کو اسکے روکنے کا اختیار باقی ہی اگر بائع کے پاس مر گئی تو اگر بائع نے وطی واقع ہونے کے بعد دینے سے انکار کیا تھا تو بائع کا مال ہلاک ہوا ورنہ مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی روضہ مین ہی کہ کسی غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ مین نے اپنے آپ کو تجھسے اس ثمن کو خریدا اور مالک نے کہا کہ مین نے بیچا تو مالک کو اختیار نہین ہی کہ ثمن پورا حاصل کرنے کیواسطے اسکو روکے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غلام کو اس امر کا وکیل کیا کہ اپنی ذات کو اپنے مالک سے اسی اجنبی کے واسطے خرید کرے اور غلام نے مالک کو یہ خبر کر دی اور اپنی ذات کو اسی اجنبی کیواسطے خریدا تو اس کا مالک اسکو ثمن کے واسطے روک نہین سکتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔

دوسری فصل مبیع کو سپرد کرنے کے بیان مین اور اُن صورتون کے بیان مین جو قبضہ ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین۔ اگر کسی شخص نے کوئی اسباب ثمن کے عوض بیچا تو مشتری سے یہ کہا جاویگا کہ پہلے ثمن دیدے اور اگر اسباب کو اسباب کے عوض بیچا یا ثمن کو ثمن کے عوض بیچا تو دونون سے کہا جاویگا کہ ایک ساتھ سپرد کر دین یہ ہدایہ مین لکھا ہے مبیع کا سپرد کرنا یہ ہے کہ مبیع اور مشتری کے درمیان مین اس طرح روک اٹھا دے کہ مشتری اس کے قبضہ کرنے پر قادر ہو جاوے اور کوئی مانع نہ رہے اور ثمن کے تسلیم کرنے کی بھی یہی صورت ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اجناس مین اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ بائع کہدے کہ مین نے تجھکو مبیع پر قابو دے دیا تو قبضہ کر لے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے

اور مبیع کے سپرد کرنے میں یہ بھی اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ جدا ہو اور دوسری کا حق اس سے لگا نہ ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اور فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ موانع کا درمیان سے اٹھا دینا بیع جائز میں قبضہ ہو جاتا ہے مگر بیع فاسد میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی قبضہ ہو جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور قبضہ کے واسطے تخلیہ[1] بائع کے مکان میں یعنی مبیع کو بائع کے مکان میں موانع سے خالی کر دینا امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے۔ کسی شخص نے سرکہ بیچا جو ایک مٹکی کے اندر اس کے گھر میں رکھا تھا اور اس نے مشتری کو اسپر تخلیہ سے قابض کر دیا پس مشتری نے مٹکی پر مہر لگا دی اور اسکو بائع کے گھر میں چھوڑ دیا بعد ازاں وہ تلف ہو گئی تو امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اسی پر فتاوی ہے یہ فتاوی صغری میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی کیلی یا وزنی چیز جو اسکے گھر میں تھی کیل یا وزن کے حساب سے بیچی اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اسپر تخلیہ سے قابض کر دیا اور نہ کنجی اسکے حوالے کر دی اور نہ اسکو ناپا اور نہ تولا تو مشتری اسپر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کو کنجی دیدی اور یہ نہ کہا کہ میں نے بطور تخلیہ تجھکو اسپر قبضہ دیا تو مشتری قابض نہو گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور کنجی پر قبضہ کرنا ہی گھر پر قبضہ کر لینا ہے بشرطیکہ بلا تکلف اسکو کھولنے کا اختیار حاصل ہو جاوے ورنہ قبضہ نہیں ہے یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر مکان بیچا اور مشتری کو کنجی حوالے کر دی اسنے کنجی پر قبضہ کر لیا اور مکان کی طرف نہ گیا تو مکان پر قابض ہو گا اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ کنجی اسکے قفل یا کھٹکے کی ہو ورنہ اسنے مکان سپرد نہیں کیا۔ اور اگر کنجی اسکو سپرد کر دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے کنجی تجھکو حوالے کر کے تیرے اور مکان کے درمیان تخلیہ کر دیا تو مکان پر قبضہ کر لے تو وہ قبضہ نہو گا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس طرح کہا کہ لیلے تو قبضہ نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ اسکو لے لے تو قبضہ ہے بشرطیکہ اسکے لینے تک پہونچ ہو اور اسکو دیکھتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاوی فضلی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اسباب بیچا اور تیرے سپرد کیا اور اسنے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ سپرد کرنا نہ ہوا جبتک کہ بیع کے بعد اسکو سپرد نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے غلام یا باندی مول لی اور مشتری نے غلام سے کہا کہ میرے ساتھ آ یا میرے ساتھ چل اسنے اسکے ساتھ قدم اٹھایا تو یہ قبضہ ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر اس کو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا تو بھی قبضہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا مکان بیچا جو وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے کہا میں نے وہ تجھکو سپرد کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ نہو گا لیکن اگر مکان قریب ہے تو قبضہ شمار ہو گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور قریب سے یہ مراد ہے کہ ایسے حال میں ہو کہ اسکے بند کرنے پر قادر ہو ورنہ وہ دور ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر میں ہے اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہے پھر مشتری نے قبضہ سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام بائع کے گھر میں مول لیا بائع نے کہا کہ میں نے تجھکو اس غلام پر بطور تخلیہ قبضہ کا اختیار دیا اور مشتری نے قبضہ کرنے سے انکار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو

[1] قولہ تخلیہ یعنی ہاتھ کا قبضہ شرط نہیں ہے بلکہ روک دور کر کے قابو دینا بھی قبضہ ہے اگرچہ بائع کے گھر میں ہو ۱۲ م۔ تخلیہ یہ ہے

(حاشیہ:) ع م قبضہ کر لے بعد روک کے اٹھا دے اور غلام و مکان کا قبضہ اسی طرح دیا جاتا ہے ۱۲ م

مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے حکم کیا کہ اسپر قبضہ کر لے
اور مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا تو جسوقت مشتری کو بائع نے قبضہ کرنے کا
حکم دیا تھا اگر اسوقت مشتری بغیر کھڑے ہونے کے ہاتھ پھیلا کر اسکے قبضہ کر لینے پر قادر تھا تو تسلیم صحیح ہو گئی اور اگر بغیر کھڑے
ہوے اسپر قادر نہین تھا تو تسلیم صحیح نہیں ہوئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے اپنی لکڑی جو راستہ مین
پڑی ہوئی تھی بیچی اور مشتری اسپر کھڑا ہوا تھا اور بائع نے مشتری کو بطور تخلیہ اسپر قبضہ کا اختیار دیدیا مگر مشتری نے اسکی جگہ
سے اسکو نہین ہلایا یہانتک کہ کسی دوسرے شخص نے اسکو جلا دیا تو مشتری کو یہ اختیار ہی کہ اس جلانیوالے سے ضمان لے اور اگر کوئی
اور شخص اسکا حقدار ثابت ہوا تو اس حقدار کو اختیار ہی کہ اُس جلانے والے سے ضمان لیوے مگر مشتری سے ضمان لینے کا
اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر کسی نے مکان بیچا اور اسکو مشتری کے سپرد کر دیا
حالانکہ اس مین تھوڑا اسباب بائع کا رکھا ہوا ہے تو یہ سپرد کرنا صحیح نہین ہی جبتک کہ اسکو بالکل خالی کر کے سپرد نہ کرے اور اگر
بائع نے مشتری کو گھر اور اسباب دونوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تو سپرد کرنا صحیح ہو گیا اسواسطے کہ وہ اسباب مشتری کے
پاس ودیعت ہو گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر ایسی زمین بیچی کہ جس مین بائع کی کھیتی ہی اور وہ زمین مشتری کو سپرد کر دی تو
ایسا سپرد کرنا صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کچھ روئی جو فرش کے اندر ہی یا گیہون بیچے جو بالیون مین ہین اور اسی طرح
سپرد کئے تو اگر مشتری بغیر بچھونا ادھیڑنے یا بالین کوٹنے کے روئی اور گیہون پر قادر ہو سکتا ہی تو وہ قابض ہو گیا اور اگر
بغیر ادھیڑنے اور کوٹنے کے قادر نہین ہی تو قابض نہو گا اسلیئے کہ بچھونا ادھیڑنا اور بالین کوٹنا بائع کے ملک مین تصرف
کرنا ہی اور مشتری اسکا اختیار نہین رکھتا ہی اگر کسی نے پھل بیچے جو درخت مین لگے ہوے تھے اور اسیطرح سپرد کر دیے تو مشتری
ان پر قابض ہو گیا اسلیئے کہ بغیر بائع کے ملک مین تصرف کرنے کے ان کو توڑ سکتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے
ایک جانور خریدا اور بائع اسپر سوار ہی اور مشتری نے کہا کہ مجھکو بھی اپنے ساتھ سوار کر لے اور اس نے سوار کر لیا پھر وہ
جانور تھک کر ہلاک ہو گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا قاضی امام نے فرمایا ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب جانور پر زین
نہو اور اگر اسپر زین ہی اور مشتری بھی زین پر سوار ہوا تو اسپر قابض ہو گا ورنہ قابض نہو گا اور اگر دونون کی سواری کی حالت
مین جانور کے مالک نے مشتری کے ہاتھ بیچا تو وہ قابض نہو گا جیسے مکان بیچتے وقت بائع اور مشتری دونون مکان
کے اندر موجود ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ ہارونی مین ہی کہ اگر باپ نے اپنا گھر اپنی اولاد مین سے کسی نابالغ کے ہاتھ
جو اسکے پرورش مین ہی فروخت کیا اور باپ اسی گھر مین رہتا ہی تو بیع جائز ہے لیکن بیٹا اس پر قابض نہو گا جبتک
کہ باپ اس گھر کو خالی نہ کر دے اور اگر مکان گر گیا اور باپ اُسوقت تک اس مین رہتا تھا تو وہ باپ کا مال ضائع ہوا
اور اسی طرح اگر اس مکان مین باپ خود نہ تھا لیکن اسکا اسباب یا عیال تھے تو بھی یہی حکم ہی اور اسیطرح اگر باپ نے
اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ جبہ بیچا جو پہنے ہوئے ہی یا طیلسان بیچا جو کاندھون پر ڈالے ہوے ہی یا انگوٹھی بیچی جو پہنے
ہوے ہی تو بیٹا اسپر قابض نہو گا جبتک کہ باپ اسکو نہ اتار دے اور اسیطرح اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے ہاتھ کوئی جانور بیچا
جسپر وہ سوار ہی یا اس کا اسباب اسپر لدا ہوا ہی تو جبتک باپ اسپر سے نہ اُترے یا اسباب نہ اتار دے بیٹا

قابض[لہ] ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ویسی گھوڑیان کسی حظیرہ مین ہین جسکا دروازہ بند ہی کہ اس سی مادیان نکل نہین سکتی ہین انہین سی ایک مادہ کسی کے ہاتھ فروخت کی اور اسپر قبضہ کرنے کا اختیار دیدیا اور مشتری نی دروازہ کھولا اور وہ مادہ مشتری سے زبردستی چھوٹ کر نکل گئی تو اسکی قیمت جو قرار پائی ہی مشتری پر لازم ہوگی خواہ مشتری اسکے پکڑنے پر قادر تھا یا نہ تھا اور اگر مشتری نے خود دروازہ نہین کھولا بلکہ کسی اور شخص نی یا ہوا نے دروازہ کھولدیا جس سے وہ مادہ نکل گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری حظیرہ مین جاکر اسکو پکڑ سکتا تھا تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہوگا کذا فی الظہیریہ۔ کسی شخص کی چند گھوڑیان جو حظیرہ کے اندر بند ہین ان مین سے ایک خاص[یعنی معین ۱۲] مادہ کسی شخص کے ہاتھ بیچی اور دام لے لیے اور مشتری سے کہا کہ تو اس حظیرہ کے اندر جاکر اسپر قبضہ کر لے مین نے تجھے اختیار دیدیا اور وہ اس مین قبضہ کرنے کے واسطے گیا اور اسنے مادہ کو پکڑا اور وہ کود کر حظیرہ کے دروازہ سے باہر نکل کر بھاگ گئی تو امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اگر مادہ کو ایسے مقام مین سپرد کیا ہی کہ مشتری کمند کے ذریعہ سے اسکو پکڑ سکتا ہی اور اسکے پاس کمند موجود ہے اور مادہ اس مکان سی باہر نہین نکل سکتی ہی تو قبضہ ہی اور اگر مادہ بھاگ جانے پر قادر ہی اور بائع اسکو [بغیر کمند] نہین روک سکتا ہی تو وہ قبضہ نہین ہی اور اسیطرح اگر مشتری اسکو کمند سے پکڑ سکتا ہی اور بغیر کمند نہین پکڑ سکتا مگر اسکے پاس کمند نہین ہی تو بھی قبضہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مشتری اکیلا اسکے پکڑنے پر قادر نہین لیکن اگر اسکے ساتھ اور لوگ مددگار ہون یا گھوڑا ہو تو پکڑ سکتا ہی پس اس بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر اور لوگ مددگار یا گھوڑا موجود ہی تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر مادہ بائع کے ہاتھ مین ہی اور وہ اُسے تھامے ہوئے ہی اور مشتری سے کہا کہ گھوڑی لے مشتری نے بھی بڑھایا ہاتھ گھوڑی پر جمادیا تاآنکہ گھوڑی دونون کے ہاتھ مین ہوگئی اور بائع مشتری سی کہہ رہا ہی کہ مین نے گھوڑی تیرے اختیار مین دیدی اور مین اُسکو اسواسطے نہین پکڑے ہوئے ہون کہ تجھکو دینے سے منع کرون بلکہ اسواسطے کہ تو اسکو اپنے قابو مین کر لے پس ناگاہ گھوڑی دونون کے ہاتھ سی چھوٹ کر بھاگ گئی تو مشتری کا مال ضائع ہوگا۔ اور اگر گھوڑی بائع کے ہاتھ مین تھی اور مشتری کا ہاتھ اسپر نہین پہونچا اور بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تجھکو اختیار دیدیا تو اپنے قبضہ مین لے لے اب مین تیری طرف سے پکڑے ہوئے ہون پس وہ گھوڑی مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی حالانکہ مشتری بائع سے اسکو لے لینے اور اپنے قابو مین لانے پر قادر تھا تاہم بائع کا مال ضائع ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک پرند جانور مول لیا جو ایک بڑے مکان کے اندر اُڑ رہا ہے اور بغیر دروازہ کھلے اس مکان کے باہر نہین نکل سکتا اور مشتری اسکے اُڑنے سی اسکے پکڑنے پر قادر نہین ہی اور بائع نے مشتری کو اس مکان سے پکڑنے کا اختیار دیدیا اور اسنے دروازہ کھولا اور پرند نکل گیا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ مشتری اسپر قابض ہوگیا اور اگر مشتری کے سوا کسی اور شخص نے دروازہ کھولا یا ہوا سی کھل گیا تو مشتری اسپر قابض نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ شمس الائمہ اوزجندی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک گھوڑا دو شخصون کے درمیان مین مشترک ہی اور وہ کسی چراگاہ مین ہی اور ان مین سی ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچا اور

لہ پھر اترنے یا اتار لینے یا خالی کر لینے کے بعد فوراً باپ کا قبضہ اسکے بیٹے کا قبضہ قرار دیا جائے گا ۱۲

مشتری سے کہا کہ جا کر اسپر قبضہ کرلے اور مشتری کے گھوڑے تک پہونچنے سے پہلے گھوڑا ہلاک ہو گیا تو انھون نے فرمایا ہے کہ دونون کا مال ہلاک ہوا ہمارے زمانہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک گائے خریدی اور وہ چراگاہ مین تھی اور بائع نے اس سے کہا کہ جاکر اسپر قبضہ کرلے تو بعض مشائخ نے یہ فتوی دیا کہ اگر گائے سامنے اسطرح نظر آتی تھی کہ اسکی طرف اشارہ ہو سکتا تھا تو یہ قبضہ ہے ورنہ قبضہ نہین ہے اور یہ جواب صحیح نہین ہے صحیح یہ ہے کہ اگر گائے ان دونون سے اسقدر قریب تھی کہ اگر مشتری ارادہ کرتا تو قبضہ کرسکتا تھا تو مشتری اسپر قابض ہو گیا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے سے تیل مول لیا جو معین تھا اور شیشہ اسکو دیدیا کہ اسمین تولدے اور اپنے مشتری کے سامنے تولا تو مشتری اسپر قابض ہو گیا اگرچہ وہ تیل بائع کی دکان یا مکان مین ہو اور اگر مشتری کے پیچھے تولا تو بعضون نے کہا کہ قابض ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور بزازیہ مین ہے کہ اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیزون مین جب مشتری اپنا برتن بائع کو دیدے اور بائع اسکو ناپ یا تول کر ڈالدے تو یہی حکم ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور اگر تیل معین نہ تھا تو اسپر قابض نہوگا اور نہ اسکا خریدار شمار ہوگا خواہ اسکے سامنے تولا یا ہو یا اسکے پیچھے اور اسکو مالکون کی طرح اسمین تصرف کرنا حلال نہین ہے اور فتوی دینے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور اگر ایسی صورت واقع ہوئی کہ بعد مشتری نے حقیقۃً اسپر قبضہ کرلیا تو اب اس کا خریدار اور قابض دونون شمار ہوگا اور اب اگر تلف ہوگا تو بالاتفاق مشتری کا مال تلف ہوگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہے اور جبتک دوبارہ اسکو وزن نہ کرلے تب تک مشتری کو اسمین تصرف کرنا حلال نہین ہے اور بعضون کے نزدیک دوبارہ وزن کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے دس رطل تیل یکدرم کو خریدا اور ایک شیشہ لاکر اسکے حوالے کیا کہ اسمین میرے واسطے تول دے اور تیل معین تھا پھر جب ایک رطل اس مین تولکر ڈالا تو شیشہ ٹوٹا اور اسمین سے تیل بہا اور اس نے باقی بھی تولا درحالیکہ شیشہ ٹوٹنے کی دونون کو خبر نہ تھی تو جسقدر تیل اُسنے شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا وہ مشتری کا مال تلف ہوا اور اسکے ٹوٹنے کے بعد جو کچھ تولا وہ بائع کا مال تلف ہوا اور جو تیل شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا اگر شیشہ ٹوٹنے کے بعد اسمین کچھ تیل باقی رہگیا اور بائع نے اُسی مین اور تیل ڈالدیا تھا تو یہ بچا ہوا بائع کا ہوگا اور اسکے مثل مشتری کیواسطے ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر مشتری نے ٹوٹا ہوا شیشہ بائع کو دیا اور دونون کو اسکی خبر نہ تھی اور بائع نے مشتری کے حکم سے اسمین تیل ڈالدیا تو سب مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر مشتری نے شیشہ اپنے ہاتھ مین رکھا اور بائع کو نہ دیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا جو مذکور ہوا تو ان سب صورتون مین جو اول مذکور ہوئین مشتری کا مال تلف ہوا یہ محیط مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے گھی خریدا اور بائع کو برتن دیکر یہ حکم کیا کہ اسمین تولدے اور برتن مین ایک سوراخ تھا کہ اسکی خبر مشتری کو نہ تھی مگر بائع اُسے خبردار تھا پس گھی تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کے ذمہ لازم کچھ نہوگا اور اگر مشتری جانتا تھا اور بائع نہین جانتا تھا یا دونون جانتے تھے تو مشتری تمام مبیع پر قابض ہوگا اور اسپر پورا ثمن واجب ہوگا اور اسی کتاب مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک کُر گیہون کسی ڈھیری مین سے خریدے اور بائع سے کہا میرے تھیلے مین ناپکر ڈالدے

لہ کُر بالضم ایک پیمانہ ہے جو بارہ وسق کا ہوتا ہے اور وسق ساٹھ صاع کا اور صاع تقریباً ساڑھے تین سیر ۱۲

اور تھیلا اسکے حوالے کر دیا اور بائع نے ایسا ہی کیا تو مشتری اسپر قابض ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو اور قدوری مین ہے کہ اگر گیہون مول لیے جو معین تھے اور تھیلے بائع کے مستعار مانگے اور اسکو حکم دیا کہ گیہون اس مین ناپ کر ڈالدے اور بائع نے ایسا ہی کیا پس اگر وہ تھیلا معین تھا تو ایسے معین تھیلے مین بائع کے ناپ دینے سے مشتری اسپر قابض ہوجائیگا اور اگر معین نہ تھا مثلاً یون کہا کہ مجھے کوئی تھیلا مانگے دے اور اس مین ناپ کر ڈالدے تو مشتری کے حاضر ہونے کی صورت مین قبضہ ہوگا اور غائب ہونے کی صورت مین قبضہ ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مشتری کے غائب ہونے کی صورت مین خواہ تھیلا معین ہو یا نہو دونون صورتون مین قبضہ ہوگا تاوقتیکہ مشتری تھیلے پر قبضہ کرکے پھر بائع کے سپرد نہ کرے یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہو ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا ہو کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس سے کہا کہ میرے برتن مین رکھدے اور بائع نے تولنے کے واسطے برتن مین ڈالی اور برتن ٹوٹ گیا اور مال تلف ہوگیا تو فرمایا کہ بائع کا مال تلف ہوا اسلیئے کہ اس نے تولنے کے لیئے اُسمین ڈالا تھا تاکہ اسکی مقدار معلوم ہو مشتری کو سپرد کرنے کے واسطے نہین ڈالا تھا اور اگر اُسے تول دیا پھر برتن ٹوٹ گیا تو بھی بائع کا مال گیا اور اگر بائع نے اپنے برتن مین تول کر مشتری کے برتن مین ڈالا پھر وہ برتن ٹوٹا تو مشتری کا مال گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر تیل خریدا اور شیشہ تیل والے کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ شیشہ میرے گھر بھیجدینا اور راستہ مین شیشہ ٹوٹ گیا تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر مشتری نے تیل والے سے یہ کہا تھا کہ شیشہ میرے غلام کے ہاتھ بھیجدینا اور اسنے ایسا ہی کیا اور شیشہ راہ مین ٹوٹ گیا تو مشتری کا مال تلف ہوا اور اگر یہ کہا تھا کہ اپنے غلام کے ہاتھ بھیجدینا اور اُسنے اُسیطرح بھیجا اور راستہ مین تلف ہوا تو بائع کا مال گیا اسلیے کہ مشتری کے غلام کا حاضر ہونا مثل مشتری کے حاضر ہونیکے ہو اور بائع کا غلام بمنزلہ بائع کے ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس برتن مین میرے لئے اسقدر تول کر اپنے غلام کے ہاتھ میرے گھر بھیجدے یا کہا کہ میرے غلام کے ہاتھ بھیجدے اور اسنے ایسا ہی کیا اور وہ شیشہ راہ مین ٹوٹ گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا اور مشتری کا مال تلف ہوگا تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ اپنے غلام کو دیدیجیو یا میرے غلام کو دیدیجیو کیونکہ جب اُسنے یہ حکم دیا تو بائع مشتری کیطرف سے بھیجنے کا وکیل ہوگیا پس جب اسکے غلام کو دیا تو گویا مشتری کو دیا پس مشتری کا مال تلف ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیجدے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کرکے اُسکے بیٹے کے پاس بھیجدیا تو یہ قبضہ نہین ہو اور اُجرت بائع کے ذمہ ہوگی لیکن اگر مشتری نے کہا تھا کہ کوئی مزدور کرکے بھیجدیجیو تو اُس مزدور کا قبضہ وہی مشتری کا قبضہ ہو بشرطیکہ مشتری اس بات کی تصدیق کرے کہ بائع نے مزدور کرکے حوالے کیا تھا اور اگر اُسنے مزدور کو مقرر کرنے اور اسکے حوالے کرنے سے انکار کیا تو اسی کا قول معتبر[1] ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

[1] قولہ معتبر ہوگا واضح ہو کہ مدعی مدعا علیہ مین ایک کے ذمہ گواہ لانا اور اثبات ہے اور دوسرے کے قول کی سماعت ہے سو یہان فرمایا کہ قول مشتری کا ہوگا یہ مراد نہین ہے کہ بائع کا گواہ یا کوئی ثبوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اگر بائع گواہ قائم کرے تو اُسکے موافق قاضی حکم کرے گا پھر فقط مشتری کے قول کا اعتبار نہ ہوگا اگر بائع گواہ نہ لاوے تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہے ۱۲ منہ

مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ اگر ایک دہینڈی کسی دہی جانے والے سے بازار مین خریدی اور اُسکو اپنی دُکان پہونچانیکا حکم کیا اور وہ راستہ مین گر کر تلف ہوگئی تو بائع کا مال تلف ہوا اور اگر بہوسہ یا لکڑی کا گٹھہ شہر مین خریدا تو بائع کے ذمہ ہی کہ مشتری کے گھر مین پہونچاوے اور راگر راستہ مین تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے ایک گاے خریدی اور بائع سے کہا کہ تو اسے اپنے گھر ہانک لیجا اور مین تیرے پیچھے پیچھے تیرے گھر آتا ہون وہان سے اپنے گھر لیجاؤنگا پھر وہ گاے بائع کے پاس مرگئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور اگر بائع نے یہ دعوی کیا کہ مین نے گاے سپرد کردی تھی تو اس باب مین قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا - کسی نے ایک بیمار جانور مول لیا جو بائع کے اصطبل مین تھا اور مشتری نے یہ کہا کہ یہ رات کو یہین رہیگا اور اگر مرجائیگا تو میرا مال تلف ہوگا اور وہ جانور مرگیا تو بائع کا مال تلف ہوگا نہ مشتری کا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک باندی بیچی اور وہ ایک درمیانی آدمی کے پاس تھی تاکہ مشتری سے پورے دام لیکر اُسکے حوالے کرے اور باندی اُسکے پاس ضائع ہوگئی تو بائع کا مال گیا - اور اگر درمیانی آدمی نے تھوڑے ثمن پر قبضہ کرکے بائع کی نادانستگی مین باندی مشتری کے حوالے کردی تو بائع کو اختیار ہی کہ اس باندی کو پھیر لے اور جب اُسکو پھیر لیا تو اختیار ہی کہ اُس درمیانی آدمی کو نہ دے مگر اس صورت مین کہ درمیانی عادل ہو اور اگر باندی کسی وجہ سے نہ پھر سکے تو درمیانی عادل آدمی اُسکی قیمت کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی شخص نے کپڑا مول لیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور دام بھی نہ دیے اور بائع سے کہا کہ مین تجھپر اعتبار نہین کرتا ہون تو کپڑا فلانے شخص کے حوالے کردے اور جبتک مین تجھے دام نہ دون کپڑا اسی کے پاس رہے بائع نے اُسکے حوالے کردیا اور اُسکے پاس کپڑا تلف ہوگیا تو بائع کا مال تلف ہوا اسلیے کہ جسکو کپڑا دیا گیا تھا اُسنے بائع کیواسطے دام لینے کی غرض سے روکا تھا پس اُسکا قبضہ بائع کا قبضہ شمار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - بائع نے اگر مبیع ایسے شخص کے حوالے کی جو مشتری کے عیال مین سے تھا تو مشتری اُسپر قابض نہ شمار ہوگا حتی کہ اگر وہ چیز تلف ہوگئی تو بیع فسخ ہوجائیگی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے کوئی چیز مول لی اور کچھ دام ادا کرکے بائع سے کہا کہ مین نے اسکو باقی دام مین تیرے پاس رہن کیا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھی تو یہ قبضہ نہین ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اگر مبیع بائع کے پاس تھی اور مشتری نے اُسکو ضائع کردیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا کردیا تو مشتری کے قبضہ کرنیمین شمار ہوگا اسیطرح اگر بائع نے کوئی ایسا فعل مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر مشتری نے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا یا یہ اقرار کیا کہ باندی میری ام ولد ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یہ[لہ] کام بائع نے مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہی - اگر ایک باندی مول لی جو حاملہ تھی اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اُسکے پیٹ مین جو کچھ تھا آزاد کردیا تو یہ قبضہ نہوگا اسلیے کہ احتمال ہی کہ اسکا آزاد کرنا صحیح نہو پس وہ تلف کرنیوالا نہ ٹھہریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بائع کو اُسپر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو مشتری کے قبضہ کے مانند نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی تفریدین مین مذکور ہی کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے مبیع مین کسی نے کچھ جنایت کردی اور مشتری نے اُس شخص مجرم کا دامنگیر ہونا اختیار کیا تو امام ابو یوسف کے

[لہ] سواے اقرار ام ولد ہونے کے آزاد یا ام ولد کیا ۱۲

نزدیک صرف اس امر کو اختیار کرنے ہی سے مشتری قابض ہو جائیگا اور امام محمدؒ اسمین خلاف کرتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر مبیع کو مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور مشتری نے خون معاف کر دیا تو یہ مبیع کا اختیار کرنا ہی اور بائع کو اختیار حاصل ہی کہ قاتل سے قیمت لے لے اور وہ بائع کے پاس رہن رہیگی پھر جب مشتری ثمن ادا کرے تو بائع قیمت قاتل کو پھیر دیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے بائع کو گیہونکے پیسنے کا حکم دیا اور اسنے پیسے تو مشتری قابض ہو گیا اور آٹا مشتری کا ہوگا یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے مبیع (جو خریدے ہین ۱۲) بائع کے پاس ودیعت رکھی یا اسکو مانگے دی یا اجرت پر دی تو مشتری قابض شمار نہو گا اور اجرت واجب نہوگی اور اگر مشتری (یعنے قبضہ سے پہلے ۱۲) نے کسی غیر کے پاس اسکو ودیعت رکھا یا مستعار دیا اور بائع کو حکم کیا کہ اُسکے سپرد کرے تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو غلام سے کہدے کہ میرا یہ کام کرے اور بائع نے اُسکو حکم کیا اور غلام نے وہ کام کیا تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسے فلانے شخص کو ہبہ کردے اور بائع نے اُسکی فرمانبرداری کرکے جس شخص کیواسطے اُسنے حکم کیا تھا سپرد کر دیا تو ہبہ جائز ہو گیا اور مشتری قابض ہو جائیگا اور اسیطرح اگر بائع کو اپنے خریدے ہوے غلام کو کسی کو اجارہ پر دینے کا حکم کیا خواہ کسی شخص کو معین کر دیا تھا یا نہین اور بائع نے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور اجارہ پر لینے والا پہلے مشتری کی طرف سے قابض ہو گا پھر اپنی طرف سے قابض ہو گا اور جو اجرت بائع کو اجارہ پر لینے والے سے ملیگی اگر وہ جنس ثمن سے ہی تو ثمن مین محسوب ہو جائیگی اور اسیطرح اگر خود بائع نے غلام کو مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے کسی کو مستعار دیا یا ہبہ یا رہن کیا پھر مشتری نے اسکی اجازت دیدی تو جائز ہی اور مشتری قابض ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ غلام کو آزاد کردے اور بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بائع کو مبیع مین ایسا فعل کرنیکا حکم دیا جس سے اُسمین کچھ نقصان نہین آتا ہی جیسے استری کرنا یا دھونا خواہ اجرت پر یہ کام لیا یا بلا اجرت تو مشتری قابض نہو گا اور درصورتیکہ باجرت کام لیا ہی اُسپر اُجرت دینی واجب (لہ) ہو گی اور اگر کوئی ایسا کام تھا کہ جس سے اُسمین کچھ نقصان آتا ہی تو مشتری قابض ہو جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر مشتری نے بائع کو غلام کے تعلیم کرنے یا سر مونڈنے یا موچھین کترنے یا ناخن تراشنے کے لیے اُجرت پر مقرر کیا تو قابض نہو گا اور اُجرت بائع کو چاہیے لیکن اگر ان کامون مین سے کسی سے اسمین کچھ نقصان آتا ہی تو قابض ہو جائیگا اور اگر بائع کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو صحیح نہین ہی اسلیے کہ حفاظت بائع پر خود واجب ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر دیا (اجارہ ۱۲) یا اُسپر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہی کہ اُسکی طرف سے قبضہ نہو گا اور اگر بائع کے پاس ہونیکے زمانہ مین اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کی تو سب کے قول کے بموجب مشتری کا قبضہ ہو جائیگا یہ حاوی مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُسکا نکاح کر دیا اور اُسکے شوہر نے اُسکا بوسہ لیا یا مساس کیا تو شیخ نے فرمایا کہ سزاوار اُس صورت مین یہ ہی کہ مشتری

قابض

لہ قولہ واجب ہوگی اسی طرح موجودہ نسخون مین موجود ہی ولیکن غور طلب ہی کیونکہ قیاساً واجب نہونا چاہیے ۱۲ م

قابض شمار ہو جیسے وطی کرنے سے مشتری قابض شمار ہوتا ہی یہ قنیہ میں لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُسکا نکاح کر دیا اور شوہر کے وطی کرنے سے پہلے وہ مرگئی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کا مال تلف ہوگا اور مہر شوہر کے ذمہ ہی اور وہ مشتری کو ملیگا اور اُسمین سے بقدر حصہ ثمن کے دینا واجب ہوگا یعنی اُسکا ثمن مہر پر اور باندی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو حصہ مہر کے پرتے مین پڑیگا وہ اسپر لازم ہوگا اور جسقدر بچ رہے اُسکو صدقہ کر دیگا اگر مہر مین زیادتی ہووے اور مہر[1] اس حکم مین بمنزلہ فرزند کے ہی۔ اور بھی منتقی مین اسی مقام مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک غلام باندی کے بدلے مول لیا اور ہنوز دونون نے قبضہ نہین کیا تھا کہ اسی اثنا مین باندی کے مول لینے والے نے سنو درم کے مہر پر کسی سے اُسکا نکاح کیا پھر وہ غلام اُپنے بائع کے پاس مشتری کو حوالے کرنیسے پہلے مرگیا تو بیع کا عقد ٹوٹ جائیگا اور باندی اُسی کے پاس پھر جائیگی جسکی تھی اور اسکا مہر بھی اُسی کو ملیگا اور اگر باندی مین کوئی نقصان آگیا ہی تو اُس باندی کا مالک مشتری سے لیگا اور یہ مسئلہ منتقی مین دوسری جگہ بھی مذکور ہی وہان اُسپر کچھ زیادتی کرکے یون لکھا ہی کہ کسی شخص نے کسی سے ایک باندی غلام کے عوض خریدی اور باندی خریدنیوالے نے قبضہ سے پہلے کسی شخص سے سنو درم پر اُسکا نکاح کر دیا اور باندی کی قیمت نکاح سے پہلے دو ہزار درم تھی اور نکاح کی وجہ سے پانچسو درم کم ہوگئے اور اسکے شوہر نے بائع کے پاس ہونیکے زمانہ مین اُس سے وطی کی پھر غلام اسکے مشتری کو سپرد کرنیسے پہلے مرگیا تو باندی کا مہر اُس کے بائع کو ملے گا اور اسکو اختیار ہی کہ چاہے باندی کو اسی نقصان کے ساتھ لے لے اور اس صورت مین اسکے سوا اور کچھ اُس کو نہ ملیگا اور اگر چاہے تو مشتری سے اُسکی وہ قیمت لے جو اُس روز تھی کہ جس روز اسکے شوہر نے اسکے ساتھ وطی کی اور اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے بائع کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا اور اُسنے اسکے ساتھ وطی کی پھر غلام اُسکے مشتری کے قبضہ مین دینے سے پہلے مرگیا تو باندی کا بیچنے والا کہ جس سے نکاح بھی ہوا ہی اگر چاہے تو باندی اسکے مشتری کے سپرد کر دے اور اُس سے وہ قیمت لے لے جو اُس روز اسکی قیمت تھی جس روز اُسنے بحکم نکاح اس سے وطی کی تھی اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور مشتری سے باندی پھیر لے اور نکاح ٹوٹ جائیگا اور مہر باطل ہو جائیگا اور بیع کے توڑنے یا اُسیطرح چھوڑ دینے کا اختیار باندی کے بیچنے والے کو ہی اور اسکے مول لینے والے کو نہین ہی اور اُسی کے توڑنے سے بیع ٹوٹ جائیگی اگرچہ[2] قاضی نے اُسکو نہ توڑا ہو اور اگر صورت مسئلہ کی اس طرح واقع ہوئی کہ مشتری نے بائع کی اجازت سے باندی پر قبضہ کرکے پھر بائع کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہی اور مشتری اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور باندی مشتری کو حوالہ کی جائیگی اور مہر بائع پر واجب ہی اور نکاح صحیح ہی اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اسپر قبضہ کیا اور پھر بائع سے ملا اور اُسکے ساتھ باندی کا نکاح کر دیا خواہ بائع کو اُسکے قبضہ کر لینے کی خبر ہو یا نہو تو یہ بات بائع کی

---

[1] قولہ بمنزلہ فرزند کے ہی واضح ہو کہ بیع مین زیادت ہو جانے کی صورت مین سب ثمن مبیع مع زیادت متولدہ کے عوض قرار دیا جاتا ہی پس جب قبضہ پایا گیا مشتری پر بعد تمامیت بیع کے ثمن سے بقدر حصہ مہر کے ہو بمنزلہ ولد کے قرار پایا ہی اور مشتری کے ہاتھ آیا ہے واجب ہوگا پس ثمن دونون پر تقسیم کرکے جو مہر کے پرتے مین پڑے وہ بائع کو دیدے گا مگر زیادہ کو صدقہ کر دے کہ حصول نفع بلا عوض ہی ۱۲ منہ

[2] اگرچہ قاضی الی آخرہ مرادیہ ہی کہ اگرچہ قاضی کے پاس پیش کرکے فسخ عقد نہ کرایا گیا ہو ۱۲

طرف سے مشتری کو سپرد کر دینے مین شمار نہین ہی اسلیے کہ قبضہ سے پہلے بھی مشتری کو باندی کا نکاح کر دینا صحیح ہے
ہان اگر بائع نے اسکے بعد بھی بحکم نکاح مشتری کے قبضہ مین اُس سے وطی کی تو یہ امر بائع کی طرف سے
باندی کے سپرد کرنے مین شمار ہوگا اور اس صورت مین اگر غلام سپرد کرنے سے پہلے مرگیا تو بائع کو باندی
واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی

تیسری فصل-بلا اجازت بائع کی مبیع پر قبضہ کرنے کے بیان مین-اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے
بلا اجازت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اُس سے پھیر لے اور مشتری کا بائع اور مبیع کے درمیان سے
روک ٹوک دور کر دینا بائع کے قابض ہونے مین شمار نہوگا تاوقتیکہ حقیقۃً اُسپر قبضہ کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی
ف یعنی قبضہ سے یہان مراد حقیقۃً قبضہ ہی اور قبضہ کرنیکی قدرت اور تخلیہ یا ارتفاع موانع سے قبضہ کا
حکم ثابت نہوگا-اور اگر مشتری نے مبیع مین اسطرح کا تصرف کیا جو ٹوٹ سکتا ہی جیسے بیع یا ہبہ یا رہن کیا یا اُجرت
یا صدقہ مین دیدیا تو تصرف توڑ دیا جاویگا اور اگر ایسا تصرف ہی جو فسخ نہین ہو سکتا جیسے آزاد کرنا یا ام ولد بنانا
یا مدبر کر دینا تو بائع کو اپنے قبضہ مین واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر مشتری نے بائع کو ثمن دیدیا
اور بائع کو معلوم ہوا کہ وہ سب درہم زیوف یا ستوق تھے یا سب کا کوئی حقدار نکلا یا اُنمین سے تھوڑے ایسے تھے
تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مبیع روک لے اور اگر مشتری نے اسطرح کے درم ادا کرنے کے بعد بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ کر لیا (بالکل ناکارہ ۱۲)
تو بائع کو اختیار ہی کہ اُسکے قبضہ کو باطل کر دے اور اگر مشتری نے اسمین ایسا تصرف کر لیا ہی کہ جو ٹوٹ سکتا ہی تو اُسکو
توڑ دے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے قبضہ کر لیا تو اس بات کو دیکھینگے کہ اگر درہم زیوف
یا نبہرجہ تھے تو تینون اماموں کے نزدیک اسکو پھیرنیکا اختیار نہوگا اور اگر ستوق یا رانگ کے تھے یا کسی اور کا حق ان مین
ثابت ہو کر اُس سے لے لیے گئے تو اُسکو پھیرنیکا اختیار ہی لیکن اگر مشتری نے اسمین کچھ تصرف کر لیا تو بائع کو اختیار نہوگا
خواہ وہ تصرف ٹوٹ سکتا ہو یا نہ ٹوٹ سکتا ہو کذا فی البدائع اور اگر بائع نے کوئی اس قسم کا نقصان ثمن مین نہین دیکھا اور
مشتری نے غلام کو اجارہ پر دیکر یا بیع یا رہن کر کے دوسرے کے سپرد بھی کر دیا پھر بائع کو ثمن مین کوئی نقصان جو پہلے ذکر کیا گیا
معلوم ہوا تو سب تصرف مشتری کے غلام مین جائز رہے اور بائع اُسکے واپس لینے کی قدرت نہین رکھتا اور نہ اسکو غلام پھیر لینے
کی کوئی راہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی-امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک جوڑ کیواڑ یا موزے
یا جوتے کا خریدا اور جوڑے مین سے ایک پر بلا اجازت بائع کے قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دوسرا
بائع کے پاس تلف ہوگیا تو بائع کا مال تلف ہوگا انتہی پس اُنھون نے ایک کے قبضہ کرنیکو دوسرے کا قبضہ نہ گردانا
پھر امام محمد رح نے اسکے بعد فرمایا کہ اُس ایک کا جسپر مشتری نے قبضہ کیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ چاہے لے اور چاہے واپس
کرے انتہی پس امام نے حق خیار مین اُن دونونکو مثل ایک چیز کے شمار کیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر قابض ہونے سے پہلے
مشتری نے جوڑے مین سے کسی ایک مین کوئی عیب پیدا کر دیا تو دونو پر قابض ہوگیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر ان
دونون مین سے ایک پر قبضہ کر کے ضائع یا عیبدار کر دیا تو دوسرے پر بھی قابض ہوگیا یہانتک کہ اگر بائع کے

روکنے اور منع کرنے سے پہلے انمین کا دوسرا بائع کے پاس تلف ہوجائے تو مشتری کا مال تلف ہوگا اور اگر بائع کے روکنے کے بعد تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا حتی کہ ثمن مین سے اُسیقدر حصہ ساقط ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر اُن دونونمین سے کسی ایک مین مشتری کے حکم سے بائع نے کچھ نقصان کردیا تو مشتری دونونپر قابض ہوگیا یہانتک کہ اسکے بعد اگر وہ دونون تلف ہوجاوین تو مشتری کا مال تلف ہوگا اور اس صورت مین اگر بائع دونونکو یا ایک کو روکے تو جو تلف ہو اُسکی قیمت بائع پر واجب ہوگی اور اگر بائع نے اُن دونون مین سے ایک پر قبضہ کرنیکی مشتری کو اجازت دی تو وہ دونونپر قبضہ کی اجازت ہی یہانتک کہ اگر دونونپر قبضہ کیا پھر بائع نے ایک کو پھیر کر ثمن کیواسطے روکا تو غاصب شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک باندی کسی سے ہزار درم کو خریدی اور اُسکے دام نہین دیے اور بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسنے کسی اور شخص کے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور دونون نے باہم مبیع اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور پہلا مشتری غائب ہوگیا اور پہلا بائع موجود ہی اُسنے دوسرے مشتری سے باندی کے پھیر لینے کا ارادہ کیا پس اگر دوسرے مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بات یہی ہے جو یہ بائع کہتا ہی تو بائع اول کو اُسکے پھیر لینے کا اختیار ہوگا اور جب اُسکو پھیر لیگا تو دوسری بیع باطل ہوجائیگی اور اگر دوسرے مشتری نے پہلے بائع کے قول کی تکذیب کی یا کہا کہ مین نہین جانتا کہ سچ کہتا ہی یا جھوٹ کہتا ہی تو جبتک وہ غائب شخص حاضر نہو تب تک[1] مقدمہ قائم نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور جب مشتری غائب حاضر ہوا اور اُسنے پہلے بائع کے قول کی تصدیق کی تو یہ تصدیق دوسرے مشتری کے حق مین[2] ضرور نہوگی اور اگر تکذیب کی تو بائع اول سے کہا جائیگا کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے پس اگر اُسنے مشتری اول و ثانی کے سامنے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو بائع اول کو دلاویگا اور دوسری بیع ٹوٹ جائیگی لیکن اگر اُسکے دلا دینے سے پہلے مشتری اول نے بائع اول کو اسکے دام دیدئے تو اس صورت مین قاضی بائع اول کو واپس نہ دلائے گا اور اگر مشتری اول نے دام اُسوقت ادا کیے کہ جب بائع اول باندی پر قبضہ کرچکا ہی تو اُسوقت باندی مشتری اول کے حوالے کیجاویگی اور دوسرے مشتری کو باندی لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر وہ باندی دوسرے مشتری کے پاس مرگئی تو بائع اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہ قیمت جو بائع اول کو ملیگی قائم مقام باندی کے شمار ہوگی یہانتک کہ اگر وہ قیمت بائع اول کے پاس تلف ہوجاے تو دونون بیع ٹوٹ جائینگی اور دوسرا مشتری پہلے مشتری سے جسقدر ثمن دیا ہی پھیر لیگا جیسے کہ اُس صورت مین پھیر لیتا کہ جب باندی بائع اول کے پاس پھر جانے کے بعد ہلاک ہوجاتی اور اگر بائع اول کے پاس قیمت تلف نہین ہوئی یہانتک کہ مشتری اول نے اُسکو ثمن ادا کردیا تو وہ بائع سے باندی کی قیمت لیگا اور دوسرے مشتری کو اس قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی جیسا کہ ایسی صورت مین باندی کی زندگی مین باندی لینے کی کوئی راہ نہ تھی مگر یہ دوسرا مشتری پہلے مشتری سے وہ ثمن پھیر لیگا جو اُسنے ادا کیا ہی

---

[1] یعنی یہ مشتری مدعا علیہ نہوگا اور اگر چاہو یون ترجمہ کرو کہ اُن دونونمین کوئی خصومت نہین ہی یہانتک کہ وہ غائب حاضر ہو یعنے غائب مشتری اور اول بائع مین خصومت ہوگی ۱۲ منہ [2] یعنے اُسکے حق مین تصدیق نہ کیا جائیگا ۱۲

اور جب قیمت پہلے مشتری کو ملی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قیمت جنس ثمن سے نہین ہی تو یہ اُسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر جنس ثمن سے ہی اور اُس مین ثمن پر کچھ زیادتی ہی تو زیادتی کو صدقہ کردے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

چوتھی فصل ۔ ایسے قبضہ کے بیان مین جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہی اور جو اُسکے قائم مقام نہین ہوتا ہی قاعدہ یہ ہی کہ جب کوئی شی کسی شخص کے قبضہ مین اپنی قیمتی ضمانت کے طور پر ہو پھر اُسی سے اُسکی بیع ٹھہر جاے تو یہ قبضہ بجاے قبضہ خرید کے قرار دیا جاویگا کیونکہ یہ اُسی جنس کا قبضہ ہی جو خرید مین ہوتا ہی اسلیے کہ قبضہ خرید مین بھی وہ شی اپنی ذات سے ضمانت مین ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دونون قبضہ ایک جنس کے ہون جیسے دونون قبضہ امانت کے یا دونون ضمان کے ہون تو ایک دوسرے کے نائب ہوجائینگے اور اگر مختلف ہون تو وہ قبضہ ضمانت کا ہی وہ دوسرے کا نائب ہوجائیگا اور دوسرا اسکا نائب نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی پس اگر کوئی چیز بطور غصب یا عقد فاسد کے کسی کے قبضہ مین ہو پھر اُسکے مالک سے اُسکا عقد صحیح کرے تو پہلا قبضہ دوسرے کا نائب ہوجائیگا یہانتک کہ اگر مشتری کے اپنے گھر جانے اور اُس چیز تک پہونچنے یا اُسکے لینے پر قادر ہونے سے پہلے وہ تلف ہوجاے تو مشتری کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر غصب کی ہوئی چیز کو بیع الصرف کا بدل گردانا اور دونون جدا ہوگئے تو بیع باطل نہوگی اور اسیطرح اگر بیع الصرف کی مجلس مین ایک شخص کے اپنے بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے پھر شخص قابض نے اپنے قبضہ کی چیز مول لی تو مول لیتے ہی اُسپر قابض ہوگیا اس لیے کہ اُسکے قبضہ کی چیز اگر عقد فاسد کے طور پر اُسکے قبضہ مین رہتی تو اُسکی قیمت کی ضمان واجب ہوتی پس یہ قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر وہ چیز اُسکے قبضہ مین بطور عاریت یا ودیعت یا رہن کے ہو تو فقط عقد سے اُسپر قابض نہوگا لیکن اگر وہ چیز سامنے موجود ہو یا اُس چیز کے پاس جاکر اُسکے قبضہ پر قادر ہوجاے تو اُسپر قابض شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی اگر امانت یا عاریت کی صورتمین مشتری نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے وہ قابض ہوجاتا ہی پھر بائع نے یہ قصد کیا کہ ثمن حاصل کرنیکی غرض سے مبیع کو روکے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر بائع نے اُسپر مشتری کا قبضہ پہونچنے سے پہلے اُسکے گھر مین سے جہان ودیعت رکھی ہوئی ہی لے لی تو اُسکو روکنے کا اختیار ہی اور اگر مبیع دونونکے سامنے موجود تھی اور بائع نے اُسکو بیچا تو بائع کو اُسکے روکنے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر غلام کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا پھر اُسی غلام کو اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو جائز ہی اور اگر غلام واپس ہونے سے پہلے ہلاک ہوگیا تو باپ کا مال ضائع ہوا اسلیے کہ قبضہ باپ کا اگرچہ اُسپر قائم ہی مگر وہ قبضہ امانت کا ہی اسلیے وہ خرید کے قبضہ کا نائب نہوگا **ف** یعنی باپ کا قبضہ بیٹے کی طرف سے وہی بیٹے کا قبضہ ہی کیونکہ باپ اُسکا ولی ہی اور باپ کا قبضہ اسپر قائم ہی تو شبہہ پیدا ہوتا تھا کہ بیٹے کا اُسپر قبضہ ہوجائیگا لیکن چونکہ باپ کا قبضہ اُسپر قبضہ امانت ہی اور وہ خرید کے قبضہ کا قائم مقام نہین ہوتا اسلیے تا وقتیکہ وہ واپس نہو قبضہ نہوگا۔ اور اگر غلام لوٹ آیا اور باپ اُسکے قبضہ پر قادر ہوگیا تو بیٹا قابض شمار ہوگا اسلیے کہ باپ اُسکا ولی ہی اور اگر بیٹے کے بالغ ہونیکے بعد غلام واپس ہوا تو باپ قابض نہوگا اور بیٹا بذات خود قبضہ کریگا اور اگر کسی غیر سے کوئی غلام بیٹے کے واسطے

مول لیا پھر بیٹا بالغ ہوا تو قبضہ کا حق باپ کو اُسیطرح حاصل ہوگا جیسے تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر چاندی کی ابریق[ا] کسی سے سو دینار کو مول لی اور مشتری نے ابریق پر قبضہ کر لیا اور دینار ادا نہین کیے یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے اور چونکہ اُسی مجلس مین ایک بدل پر قبضہ نہین ہوا تھا بیع الصرف باطل ہو گئی تو مشتری پر واجب ہوگا کہ ابریق بائع کو پھیر دے اگر وہ ابریق مشتری نے اپنے گھر مین رکھ لی اور بائع کو واپس نکی اور پھر بائع سے ملاقات کی اور دوبارہ دیناروں سے بیع کر کے اُس ابریق کے عوض دیناروں کو ادا کر دیا پھر دونون جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو گی اور صرف ابریق کے خریدنے ہی سے اُسپر قابض ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر کوئی غلام مول لیا اور اُسپر قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا پھر دونون نے اقالہ کر لیا پھر دوبارہ ایسے حال مین خریدا کہ غلام مشتری کے پاس موجود تھا تو خرید صحیح ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے سوا کسی اور کے ہاتھ بیچا تو صحیح نہین ہی اور دوسری بار خرید مین صرف خریدنے سے اُسپر قابض نہوگا یہانتک کہ اگر اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے وہ ہلاک ہو گیا تو اُسکا مرنا عقد اول مین شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونون باطل ہو جائینگی اور فقط خرید سے قابض نہونا اسواسطے ہی کہ اقالہ کے بعد مبیع اُسکے پاس مضمون بالغیر ہی یعنی ثمن اول کے عوض ضمانت مین ہی اور اپنی ذات کے لحاظ سے امانت مین ہی پس اُسکا قبضہ شی مرہون کے قبضہ کے مشابہ ہوا جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہین ہوتا ہی اسیطرح اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کی جنس سے نہو تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص نے ایک غلام باندی کے عوض مول لیا اور ہر ایک نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر کے اپنے گھر مین رکھا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا پھر واپس کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے سے جسکا اقالہ کیا تھا اُسکو دوبارہ خرید لیا یہانتک کہ خرید جائز ہو گئی تو مشتری صرف خریدنے سے اُسپر قابض ہو جائیگا یہانتک کہ اگر اُسکی دست رسی سے پہلے وہ ہلاک ہو جاے تو مشتری کا دوسری خرید کا مال ہلاک ہوگا اور اقالہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ہر ایک غلام اور باندی مبیع بعد اقالہ کے قابض کے پاس قیمتی ضمانت مین تھے اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُنھون نے اقالہ ایسے حال مین کیا ہو کہ غلام اور باندی دونون زندہ موجود ہین اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دونونکے باہمی قبضہ کر لینے کے بعد غلام ہلاک ہو گیا اور پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور غلام کے خریدار پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر اسی صورت مین اُس شخص نے جسکے قبضہ مین باندی ہی باندی کے پھیرنے سے پہلے اُسکے بائع سے دوبارہ مول لی اور باندی اُن دونون کے سامنے موجود نہ تھی پھر دوسری خرید کے بعد مشتری کے از سر نو قبضہ ہونے سے وہ باندی مر گئی تو اُسکا مرنا پہلی خرید مین شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونون باطل ہو جائینگی اسلیے کہ باندی غلام کے ہلاک ہونیکے بعد مشتری کے پاس اسطرح قبضہ مین تھی کہ ضمان مین اُسکے سوا دوسری چیز یعنی غلام کی قیمت واجب تھی اور اس قسم کا قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہین ہوتا ہی اور اگر اقالہ کے بعد وہ دونون قائم تھے پھر ہر ایک بائع اور مشتری نے جو چیز اُسکے پاس تھی دوسرے سے بعوض درہمون کے مول لی پھر دونون ساتھ یا آگے پیچھے ہلاک ہو گئے تو اُنمین سے ہر ایک اپنے اپنے خریدار کا مال گیا اسلیے کہ اُن دونون مین سے ہر ایک اس طرح

[ا] ابریق بمعنی چھاگل جسکو فارسی مین آبریز کہتے ہین ۱۲

قبضہ مین ہی کہ اُسکی ضمان مین وہی چیز واجب ہوتی ہی اسیواسطے اگر اقالہ کے بعد دوبارہ خریدنے سے پہلے انمین سے کوئی ہلاک ہوجاوے تو اُسکی قیمت واجب ہوگی **ف** خلاصہ وجہ یہ ہی کہ اس صورت مین نفس خرید سے قبضہ ثابت ہوتا ہی کیونکہ پہلا قبضہ جنس خرید کے قبضہ سے ہی۔ اگر کوئی باندی بعوض درہمون کے اس شرط سے مول لی کہ مشتری کو تین دن تک اُسکا اختیار ہی اور مبیع اور ثمن پر باہم دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے خیار شرط کے حکم سے بیع فسخ کردی اور باندی بائع کو نہ پھیری یہانتک کہ دوبارہ اُس سے مول لی تو صحیح ہے اور اس صورت مین چاہیے کہ بائع کے قبضہ مین آنے سے پہلے اگر کوئی غیر شخص اُس باندی کو مول لے تو بیع صحیح ہوجاوے پس اگر باندی دوسرے مشتری کے قبضہ مین آنے سے پہلے ہلاک ہو تو دوسری خرید باطل ہوجائیگی اور وہ پہلی خرید مین ہلاک ہوگی اسلیے کہ خیار شرطی کی صورت مین بیع کے فسخ ہونیکے بعد مبیع پر قبضہ اسطرح ہوتا ہی کہ مشتری پر اُسکے ضمان مین دوسری چیز واجب ہوتی ہی اور وہ ثمن ہی اور اگر اسی صورت مین خیار بائع کیواسطے ہو تو دوسری خرید صحیح ہوگی اور اگر باندی ہلاک ہو تو اُس کی ہلاکت دوسری خرید مین شمار ہوگی اور اگر خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے باندی کی بیع رد کی جاوے تو جو حکم مشتری کے خیار شرطی کی وجہ سے بیع رد ہونے کی صورت مین تھا وہی حکم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اس قسم کے مسائل مین قاعدہ یہ ہی کہ ہر ایسے مقام پر جہان مال منقولہ کی بیع بائع اور مشتری کے درمیان مین کسی ایسے سبب سے فسخ ہوجاوے کہ وہ ہر طرح سے سب آدمیون کے حق مین فسخ ہو یعنی اقالہ کی صورت نہو پھر بائع اُسکو اپنے قبضہ مین لینے سے پہلے خواہ اُسی مشتری کے ہاتھ یا کسی دیگر شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی اور جس مقام مین کسی ایسے سبب سے بیع فسخ ہو کہ بائع اور مشتری کے حق مین فسخ شمار ہو اور غیر دونکے حق مین عقد جدید ہوجاوے یعنی اقالہ واقع ہو تو اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اُسکو اُسی پہلے مشتری کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح نہوگی اور یہ بڑا عمدہ قاعدہ ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع کی بیوع مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے چاندی کی ابریق دوسرے سے چاندی کی ابریق کے عوض مول لی اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر دونون نے بیع فسخ کردی پھر جدا ہونے سے پہلے دونون نے دوبارہ بیع کی اور دوبارہ قبضہ نہین کیا اور جدا ہوگئے تو دوسری بیع اور اقالہ دونون باطل ہوگئے اور پہلی بیع عود کریگی اسواسطے کہ بیع الصرف مین اقالہ کے بعد دونون بدل ایک دوسرے کے عوض قبضہ مین رہتے ہین لیکن ذاتی ضمانت سے مقبوض نہین ہوتے ہین کسی نے چاندی کی ابریق ایک دینار کے عوض خریدی اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر اُسنے دینار مین کچھ زیادتی کردی تو اگر بائع نے اس زیادتی کرنیکی مجلس مین اُس زیادتی کو قبول کرلیا تو صحیح ہی اور حصہ زیادتی کے مقابل یعنی ابریق پر نیا قبضہ کرنیکی حاجت نہین ہی اور اگر زیادتی نہین کی لیکن ابریق کی بیع از سرنو کی جو بیع اول کے مقابلہ مین کمی یا زیادتی سے تھی تو دوبارہ ابریق اور ثمن ثانی پر قبضہ واجب ہوگا اور اگر دوبارہ قبضہ نہ کیا تو دوسری بیع ٹوٹ جائیگی اور پہلی عود کریگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔

پانچوین فصل

پانچوین فصل - مبیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور اُسمین نقصان وجنایت کردینے کے بیان مین - نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے اسطرح مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک کُر گیہون معین اور ایک کُر جو کہ معین تھے خریدے اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے اُن دونون کو ملا دیا تو امام محمد رحنے فرمایا ہی کہ اِس ملے ہوئے گیہون کی ایک کُر کی قیمت اندازہ کیجاے اور قبل ملانے اُسی گیہودن کی ایک کُر کی قیمت اندازہ کیجاوے پھر گیہودن کا جو ثمن ٹھہرا ہی وہ اسپر تقسیم کیا جاوے او مشتری سے بقدر نقصان ساقط کردیا جاوے اور مشتری ایک کُر اس مخلوط کا لے لے اور جَو کو اپنے ثمن سے لے لے - ایسے ہی اگر ایک رطل زنبق اور ایک رطل بنفشہ خریدا اور قبل قبضہ دینے کے بائع نے دونون کو ملا دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک رطل زنبق[چنبیلی ۱۲] اور سو رطل زیتون کا تیل بیچا اور زنبق کو روغن زیتون کے ساتھ ملا دیا تو زنبق کی بیع باطل ہوگئی اور زیتون کے تیل مین سے مشتری اگر چاہے تو سو رطل لے لے مگر اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی اگرچہ اس ملانے سے کچھ نقصان نہ ہوا ہو - اگر کسی شخص نے زیتون کے تیل کی مٹکی مین دس رطل تیل تولا پھر اُسکو کسی شخص نے اُس سے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکو مٹکے کے تیل مین ڈالدیا تو مشتری کو اُسکے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکو سو درم کو رہن کردیا یا اجرت پر دیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر وہ غلام مرگیا تو بیع فسخ ہو جائیگی اور مشتری انمین سے کہ جنکے پاس رہن رکھا یا اُجرت پر دیا یا ودیعت رکھا ہی کسی سے ضمان نہین لے سکتا ہی لیکن اگر مشتری نے ان لوگون مین سے کسی سے ضمان لے لی تو یہ لوگ بائع سے واپس لینگے - اور اگر بائع نے غلام کو مستعار دیا یا کسی کو ہبہ کردیا پھر جس شخص کو مستعار دیا یا ہبہ کردیا اُسکے پاس غلام مرگیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا تھا اور اُسنے غلام سے کوئی ایسا کام لیا کہ جسکی مشقت سے وہ غلام مرگیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو بیع کو باقی رکھے اور جسکو مستعار دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا یا ہبہ کیا تھا اُس سے ضمان لے لے اور ضمان دینے والا بائع سے رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر چاہے تو بیع فسخ کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ جسکے پاس ودیعت رکھا ہی اُس سے قیمت کی ضمان لے کیونکہ اُسنے بلا حکم بائع کے غلام سے ایسا کام لیا کہ وہ مرگیا مگر جسکو مستعار دیا ہی اُس سے قیمت کی ضمان نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے بائع کی اجازت سے کام لیا یہ محیط مین لکھا ہی - ایک شخص نے کسی سے ایک غلام ہزار درم کو مول لیا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو آدھے دامون کو غلام لے لے اور اگر چاہے تو ترک کردے پس اگر اُسنے بیع کا ترک کردینا اختیار کیا تو تمام ثمن اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا غلام لینا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک اُسپر آدھے دام واجب ہونگے - اور اسیطرح اگر بائع نے اُسکو قبضہ سے پہلے قتل کرڈالا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر غلام کا ہاتھ بدون کسی کے شل کرنے کے شل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو پورے دامون کو لے لے اور نہ چاہے تو ترک کردے اور اگر کسی غیر شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مشتری کو اختیار ہی کہ اگر بیع کو تمام کرنا چاہے تو اُسپر پورا ثمن واجب ہوگا اور مشتری ہاتھ کاٹنے

والے کا دامنگیر ہوکر آدھی قیمت اُس سے لے لے گا اور جب اُسنے آدھی قیمت حاصل کی تو آدھے ثمن سے جسقدر زیادہ ہو اسکو صدقہ کردے اور اگر مشتری نے بیع فسخ کر دینا اختیار کیا تو بائع اسی ہاتھ کاٹنے والے کا دامنگیر ہوکر آدھی قیمت لیگا اور آدھے ثمن سے جسقدر زائد ہوگا وہ بھی صدقہ کردیگا کیونکہ اصل جنایت اگرچہ بائع کی ملکیت مین نہین پائی گئی مگر انجام کار کے لحاظ سے یہی ہو کہ گویا اُسی کی ملکیت مین یہ خطا واقع ہوئی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت اُسپر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے وہ غلام مرگیا تو آدھے دام مشتری سے ساقط ہوجائینگے اور آدھے دام اُسپر واجب ہون گے اور بائع پر اس خطا کے عوض کچھ لازم نہ آئیگا اسواسطے کہ مشتری کا قبضہ عقد کے مشابہ ہی کیونکہ وہ ملک تصرف کو ثابت کرتا ہے اور اصل شی کی ملکیت کی تاکید کرتا ہی پس بائع کی خطا اور اُسکے اثر مین مشتری کی ملکیت تصرف حائل ہوگئی تو اس اثر کرنیکی نسبت بائع کی خطا کی طرف نہ کیجائیگی اسواسطے کہ ملکیت کا بدل جانا اس نسبت کرنے سے مانع ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو بیچا اور غلام مشتری کے پاس اسی صدمہ سے مرگیا تو ہاتھ کاٹنے والا فقط ہاتھ کاٹنے کی ضمان دیگا بخلاف اُس صورت کے کہ بائع نے مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھر اپنے قبضہ مین لاکر اُسکو ثمن کیواسطے روکا ہو کیونکہ بائع کا قبضہ اس صورت مین پوری ملکیت ثابت نہین کرتا ہی تو خطا اور اُسکے اثر مین کوئی ملکیت حائل نہ ٹھہریگی پس اُس خطا کا اثر یعنی موت اُسکی خطا کی طرف منسوب رہیگا اور اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے غلام پر قبضہ کر لیا اور بائع نے مشتری کے قبضہ مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسی سبب سے غلام مرگیا تو مشتری سے پورے دام ساقط ہوجائینگے اور اگر کسی اور سبب سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ اسکو کسی نے عمداً قتل کر ڈالا تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق مشتری مختار ہی اگر بیع پوری کرنی اختیار کرے تو قصاص کا حق اُسکے واسطے ہی اور اگر بیع توڑ دینی اختیار کرے تو قصاص کا حق بائع کیواسطے ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر بیع اختیار کریگا تو حق قصاص مشتری کے واسطے ہی اور اگر بیع توڑ دی تو قصاص نہوگا بلکہ بائع کو قیمت ملیگی اور امام محمد رح نے بحکم استحسان فرمایا کہ دونون صورتون مین قیمت ملیگی اور قصاص واجب نہوگا اور یہ فعل اُنکے نزدیک بمنزلہ قتل خطا کے ہوا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے کسی کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا حکم کیا اور اُسنے اسکو قتل کر ڈالا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے قاتل سے قیمت لے اور بائع کو اُسکے دام دیدے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے پس اگر قاتل سے قیمت کی ضمان لی تو بائع سے قتل کرنے والا کچھ رجوع نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر اس صورت مذکورہ مین بجاے غلام کے کپڑا ہو اور بائع نے کسی درزی سے کہا کہ میرے واسطے اسکی قمیص قطع کردے خواہ اُجرت سے یا بلا اُجرت تو مشتری درزی سے ضمان نہین لے سکتا ولیکن بائع سے قیمت لے لے گا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک بکری خریدی پھر بائع نے کسی شخص کو اُسکے ذبح کرنیکا حکم دیا پس ذبح کرنے والا اگر اُسکے

ذبح کیا

فروخت ہو جانے سے واقف تھا تو مشتری اُس سے ضمان لے سکتا ہی لیکن اس صورت مین اگر مشتری نے اُس سے ضمان لے لی تو وہ بائع سے کچھ نہین لے سکتا اور اگر ذبح کرنے والا اُسکے فروخت ہونیکو نہین جانتا تھا تو مشتری اُس سے ضمان نہین لے سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کسی کو اپنی ایک بکری ذبح کرنے کا حکم کیا پھر ذبح ہونے سے پہلے اُس بکری کو بیچ ڈالا پھر بعد فروخت ہونے کے جسکو ذبح کرنے پر مامور کیا تھا اُسنے ذبح کر ڈالی تو مشتری ذبح کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہی اور یہ ذبح کرنے والا اپنے حکم کرنیوالے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اگرچہ اُسکو بیع کی خبر نہوئی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور غلام کے ہاتھ کاٹنے کا جو مسئلہ مذکور ہی اس صورتمین اگر خود مشتری نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو وہ غلام پر قابض ہو جائیگا پس اگر بائع کے مشتری کو دینے سے منع کرنے سے پہلے وہ غلام بائع کے پاس اس ہاتھ کاٹنے یا اور کسی سبب سے ہلاک ہوا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر بائع نے اُسکو روکا تھا پھر ہاتھ کٹنے کی وجہ سے وہ مر گیا تو بھی مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ہاتھ کٹنے کے سوا اور وجہ سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہونگے - اور اگر بائع نے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُسکا ایک پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے اچھا ہو گیا تو وہ غلام مشتری کو آدھے دامونپر لازم ہوگا اور مشتری کو لینے و نہ لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری نے خود پہلے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا ایک پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے اچھا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو تین چوتھائی دام دیکر اُسکو لے لے اور اگر نہ لینا چاہے تو اسپر آدھے دام واجب ہونگے اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ خود اُسکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے اُسکا پانون دوسری طرف سے کاٹ ڈالا پھر وہ اُن دونون زخمون سے اچھا ہو گیا تو بلا اختیار غلام مشتری کو لازم ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور بائع پر اس ہاتھ کٹے ہوے غلام کی آدھی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ثمن ادا کرنے کی صورت مین اگر بائع نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے اُسکا پانون کاٹا تو غلام مشتری کو آدھے دامون پر لازم ہی اور آدھے دام جو اُسنے دیے ہین بائع سے واپس لیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب غلام اُن دونون کے زخمون سے اچھا ہو گیا ہو اور اگر نہ اچھا ہوا اور دونون کے اثر سے مر گیا پس اگر بائع نے پہلے اسکا ہاتھ کاٹا تھا پھر مشتری نے اُسکا پانون کاٹا اور اُن دونون کی وجہ سے غلام بائع کے پاس مر گیا تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہین کیا تو کل ثمن کے تین آٹھوین[1] حصہ پر مشتری کو غلام لازم ہوگا اسواسطے کہ بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا اور مشتری نے پانون کاٹ کر باقی آدھا تلف کر دیا اور چوتھائی غلام بچا ہوا دونون کے زخمون کے اثر سے تلف ہو گیا پس یہ چوتھائی دونون پر آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا - اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس کر لیگا کیونکہ اُسنے پہلے آدھا غلام تلف کر دیا ہی

[1] قولہ تین آٹھوان یعنے آٹھ حصون مین سے تین حصہ ۱۲

اور آٹھوان حصہ غلام کی قیمت بھی لیگا کیونکہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد آٹھوان حصہ بائع کے زخم کے اثر سے تلف ہوا۔ اور اگر ایسے مسئلہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ مشتری نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہین کیا ہی تو اُسپر ثمن کے آٹھ حصون مین سے پانچ حصہ واجب ہونگے اور اگر ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور بائع پر تین آٹھوان حصہ قیمت کا لازم آئیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہین کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُسکا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوے ہاتھ کی طرف کا پانون کاٹ ڈالا اور وہ غلام اس صدمہ سے مرگیا تو بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے آدھا ثمن ساقط ہوگیا پھر غور کیا جائیگا کہ مشتری کے ہاتھ یا پانون کاٹنے کی وجہ سے غلام مین کسقدر نقصان آیا ہی پس اگر باقی کے چار پانچوین حصہ کے قدر نقصان آیا ہی تو آدھے ثمن کا چار پانچوان حصہ مشتری پر واجب ہوگا اور باقی یعنے پانچوان حصہ دونون کے زخمون سے تلف ہوا تو اُسکا آدھا بھی مشتری پر واجب ہوگا پس مشتری کے ذمہ کل ثمن کے دس حصون مین کے ساڑھے چار حصہ واجب ہونگے اور بائع کے زخم اور اُسکے اثر کی وجہ سے دس حصون مین کے ساڑھے پانچ حصہ مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوجائینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے اول اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری اور ایک اجنبی شخص نے ملکر دوسری طرف سے اُسکا پانون کاٹا اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا تھا پھر غلام اس صدمہ سے مرگیا تو مشتری کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصون مین سے تین حصہ اور ایک تہائی حصہ اُسکے اور اجنبی کے زخم کی وجہ سے واجب ہونگے اور مشتری اجنبی سے آٹھوان حصہ پورا اور ایک آٹھوین کا دو تہائی حصہ قیمت واپس لے گا اسواسطے کہ نصف غلام بائع کے زخم سے تلف ہوا پس نصف ثمن ساقط ہوگیا اور باقی کا نصف ان دونون کے زخم سے تلف ہوا پس مشتری کے ذمہ چوتھائی ثمن عائد ہوگا اور ایک چوتھائی جو باقی ہی وہ سب کے زخم کے اثر سے تلف ہوا پس ہر ایک کے ذمہ اُسکی ایک تہائی ہوئی تو اس مسئلہ مین ایسے عدد کی ضرورت ہی جسکی چوتھائی اور اُس چوتھائی کا آدھا اور تہائی پوری نکلتی ہو اور ایسا عدد چوبیس ہی **ف** مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہی کہ کل ثمن کے چوبیس حصہ کرکے مشتری دس حصہ ادا کرے اور چودہ حصہ ساقط ہوجائینگے اور مشتری اجنبی سے قیمت کے چوبیس حصون مین سے پانچ حصہ لیوے اور مشتری اس قیمت مین سے اگر اسقدر کے ثمن سے زائد ہو تو کچھ صدقہ نکرے اسلیے کہ یہ فائدہ اُسکی ملکیت اور ضمان مین حاصل ہوا ہی۔ اور اگر بائع اور کسی اجنبی نے ملکر پہلے ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُسکا پانون کاٹا اور غلام مرگیا تو مشتری کے ذمہ اُسکے زخم کرنے کی وجہ سے ثمن کی چوتھائی واجب ہوگی اور اُسکے زخم سے جان جانے کی وجہ سے آٹھوین کی دو تہائی واجب ہوگی اور مشتری اجنبی سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے چوتھائی کی قیمت لیگا اور جان جاتے رہنے کی وجہ سے آٹھوین حصہ کی دو تہائی قیمت اُسکی مددگاری اور دی پر

لہ اگر کہا جاوے کہ جب مسئلہ اس صورت مین ہی کہ بائع کے پاس اثر زخم سے تلف ہوا اور بیان فرمایا کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد تو مین جواب دیتا ہون کہ قبضہ سے مراد قبضہ حکمی ہی کیونکہ پانون کاٹ ڈالنے سے اُسکا قابض ہوگیا تھا ١٢ **ع** یعنے پانچ سے چار حصہ ١٢

تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی پھر اجنبی پر جو واجب ہوا ہی وہ مشتری کو ملیگا اسلیے کہ مشتری نے اجنبی کے زخم کے بعد جب خود پانون کاٹا تو اُسنے اجنبی کا دامنگیر ہونا اختیار کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے عوض جو اجنبی سے ملیگا اگر وہ چہارم ثمن سے زیادہ ہی تو زیادتی کو صدقہ کردے اسواسطے کہ یہ فائدہ قبضہ سے پہلے بلا ضمان چیز پر حاصل ہوا ہی اور اُسکے جان کے عوض جو کچھ لیگا اُسمین سے صدقہ نہ کرے کیونکہ یہ فائدہ اُسکی ضمانت مین حاصل ہوا ہی اس لیے کہ وہ اُسوقت حادث ہوا جب بیع غلام مشتری کے ضمان مین داخل ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر مشتری اور اجنبی نے ملکر معًا اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا پانون کاٹا اور ان سب کی وجہ سے غلام مرگیا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر اُسنے بیع کو اختیار کیا تو اُسکے ذمہ ثمن کے آٹھ حصون مین سے پانچ حصہ پورے اور ایک حصہ کی تہائی واجب ہوگی اور ثمن کے آٹھ حصو نمین کے دو حصہ پورے اور ایک حصہ کی دو تہائی ساقط ہوجائیگی جو بمقابلہ بائع کے زخم اور اُسکے اثر کے ہی پھر مشتری اجنبی سے قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین حصہ کی دو تہائی لے لیگا اور زیادتی کو صدقہ نہ کریگا اگر ہو اور اگر مشتری نے بیع و توڑنا اختیار کیا تو جسقدر اُسکے زخم اور اُسکے اثر کے تلف ہونے کے مقابلہ مین ثمن کا حصہ ہی یعنی دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی دو تہائی وہ اُسکو دینا لازم ہوگا اور باقی سب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا اور بائع اجنبی سے قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی دو تہائی لیگا اور اگر اسمین ثمن پر کچھ زیادتی ہوگی تو اُس زیادتی کو صدقہ کردیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو شخصون سے ایک غلام مول لیا اور ہنوز ثمن نہ دیا تھا کہ دونون بیچنے والون مین سے ایک نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے دوسری طرف اُسکا پانون کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑدی اور ان سب صدمون سے غلام بائع کے قبضہ مین مرگیا پس مشتری کے ذمہ پہلے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کا آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہوگا اور مشتری اُس سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا جو اُسکی مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنا واجب ہوگا اور مشتری کے ذمہ دوسرے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کے وہ آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہونگے اور وہ اُسکی مددگار برادری سے غلام کی قیمت کا آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ پھیر لیگا اور جو کچھ اُسکو دینا پڑا ہی اگر اُس سے کچھ زیادہ ملے تو اُسکو صدقہ کردے لیکن جان کے عوض جو زیادتی اُسکو ملے وہ اُسکے لیے حلال ہوگی - اگر دو شخصون نے کسی ایک شخص سے غلام مول لیا پھر ایک مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر دوسرے نے اُسکا پانون کاٹا پھر بائع نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑدی پھر غلام ان صدمون سے مرگیا پس اگر دونون مشتریون نے بیع توڑدی تو پہلے مشتری کے ذمہ ثمن کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ واجب ہونگے اور دوسرے مشتری کے ذمہ ایک آٹھوان اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لازم ہوگا اور بائع پہلے مشتری سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا اور دوسرے مشتری سے قیمت کا ایک آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا اور اگر دونون مشتریون نے بیع کو پورا کیا تو ہر ایک کے ذمہ ثمن کے تین آٹھوین حصہ اور ایک

آٹھوین کی تہائی واجب ہوگی اور دوسرا کاٹنے والا پہلے کاٹنے والے سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور آٹھوین کا چھٹا حصہ پھیر لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو بکریان خریدین اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک بکری نے دوسری کے سینگ مارا اور وہ مرگئی پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی بکری کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے چھوڑ دے اور اسیطرح اگر کسی نے ایک گدھا اور کچھ جو مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے گدھا جو کھا گیا تو بھی گدھے کو اگر چاہے اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے کیونکہ سینگ[۱] والے جانورون کا فعل باطل ہوتا ہے تو گویا دوسری بکری آسمانی آفت سے ہلاک ہوئی۔ اگر کسی شخص نے دو غلام خریدے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن مین لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ اور اسیطرح اگر ایک غلام اور کھانا خریدا پھر قبضہ کرنے سے پہلے غلام وہ کھانا کھا گیا تو بھی ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا فعل معتبر ہوتا ہے پس مشتری پہلے کے فعل سے تلف ہونیوالی چیز کا قابض شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور ایسی صورت مین اگر ایک غلام اپنی موت سے مرگیا تو باقی کو اگر چاہے تو اُسکے ثمن کے حصہ کے عوض لے لے اور اگر دو چوپایے مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے اُن دونون مین سے ایک مرگیا تو باقی کو اگر مشتری چاہے تو اسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور جامع مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی اور لڑکے مین سے کسی ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو باقی کو پورے ثمن کے عوض اگر مشتری چاہے تو لے لے اور اگر چاہے ترک کر دے اور اگر اُسنے لے لیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو پورے ثمن پر اُسکو واپس کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پا لیا اسواسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ مین ہوا اُسکا بائع ضامن ہے۔ اور اگر کسی قدر معین جو کے عوض ایک گدھا بیچا اور بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ گدھا جو کھا گیا تو بیع فسخ ہوجائیگی اور بائع اپنا پورا ثمن پانے والا شمار[۲] نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور ولوالجیہ مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک باندی خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مشتری نے اُس سے وطی کی پھر بائع نے ثمن کیواسطے باندی کو روک لیا اور باندی اُسکے پاس مرگئی تو بالاتفاق مشتری پر عقر واجب نہوگا یہی مختار ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔

چھٹی فصل اس بیان مین کہ دونون عقد کرنیوالونکو بیع اور ثمن کے سپرد کرنے مین کیا مؤنت برداشت کرنا لازم ہے۔ اصل یہ ہے کہ مطلق عقد اس بات کو چاہتا ہے کہ وقت عقد کے جسپر عقد ہوا ہے وہ شے جہان موجود تھی وہین سپرد کیجاوے اور یہ نہین چاہتا کہ جس جگہ عقد ہوا ہے وہان سپرد کیجاوے اور ہم لوگون کا ظاہر

[۱] دلیل متعلق مسئلہ اول ۱۲ م [۲] کیونکہ جانورون کا فعل معتبر نہین ہے ۱۲ م

مذہب یہی ہی یہانتک کہ اگر مشتری نے گیہون خریدے اور مشتری شہر مین موجود تھا اور گیہون سواد شہر مین تھے تو بائع پر انکا سواد شہر مین سپرد کرنا واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر گیہون بالیونکے اندر خریدے تو بائع پر اُن کو کٹواکر روندواکر ورنہ صاف کراکے مشتری کو دینا واجب ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور بھوسہ بائع کا ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر گیہون ناپ کے حساب سے خریدے تو اُنکا ناپنا بائع کے ذمہ ہی اور مشتری کے برتن مین بھر دینا[۱] بھی بائع کے ذمہ ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کسی سقہ سے مشک مین پانی خریدا تو پانی کا بھر دینا سقہ کے ذمہ ہی اور ایسے باب مین رواج معتبر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور جو مقداری چیزین کہ اُنکو بالمقطع[۲] فروخت کیا جیسے چھوہارے یا انگور یا لسن یا گاجر تو اُنکا اکھاڑنا اور کاٹنا مشتری کے ذمہ ہی اور مشتری صرف روک اُٹھا دینے سے قابض ہو جائیگا اور اگر ناپ یا تول دینے کی شرط کی تو اُسکا کاٹنا یا اُکھاڑنا بائع کے ذمہ ہی مگر اس صورت مین کہ بائع خبر دے کہ یہ چیز وزن مین اسقدر ہی پس اس صورت مین یا مشتری اُسکی تصدیق کریگا تو وزن کرنے کی حاجت نہوگی یا تکذیب کرے گا تو خود تول لیگا اور صحیح اور مختار یہ ہی کہ وزن بالکل بائع[۳] پر ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر ایک کشتی مین سے گیہون خریدے تو کشتی سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہی اور اگر کسی گھر مین سے خریدے تو دروازہ کھولنا بائع کے ذمہ اور گھر سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہی۔ اسیطرح اگر کچھ گیہون یا کپڑے جو تھیلا مین بھرے ہوئے تھے بیچے اور تھیلے کو نہ بیچا تو تھیلے کھولنا بائع کے ذمہ اور تھیلے سے باہر نکالنا مشتری کے ذمہ ہے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے ناپ یا تول یا گزون کی ناپ یا گنتی کی چیز فروخت کی تو ناپنے والے اور تولنے والے اور گزون سے ناپنے والے اور شمار کرنیوالیکی اُجرت بائع کے ذمہ ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی اور ثمن تولنے والے کی اُجرت مشتری پر ہی اور یہی قول مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور ثمن پرکھنے والے کی اُجرت بائع کے ذمہ ہی اگر مشتری ثمن کھرے ہونے کا دعوی کرے اور صحیح یہ ہی کہ ہر صورت مین یہ اُجرت مشتری کے ذمہ ہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور یہی ظاہر روایت ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور پرکھنے والے کی اُجرت مشتری کے ذمہ ہونا اُسوقت تک ہی کہ بائع نے قبضہ نہ کیا ہو یہی صحیح ہی اور بعد قبضہ کرنیکے بائع کے ذمہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر کسی نے اس شرط پر کوئی چیز مول لی کہ اسکو میرے گھر مین ادا کرے تو جائز ہی مگر امام محمد رح اسمین خلاف کرتے ہین اور اگر کچھ لکڑیان کسی گانو مین خریدین اور خرید کے ساتھ ہی ملا کر کہا کہ اسکو میرے گھر پہونچادے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر ایک گٹھا لکڑی کا خریدا تو بائع پر رواج کے موافق لازم ہی کہ اُسکو مشتری کے گھر پہونچا دے اور صلح النوازل مین محمد ابن سلمہ سے روایت ہی کہ جو چیزین چوپایون کی پیٹھ پر لدی ہوئی فروخت ہوتی ہین جیسے لکڑی یا کوئلہ وغیرہ ایسی چیزونکو اگر بائع مشتری کے

[۱] یعنی گون وغیرہ جس مین باندھ لادے ۱۲ [۲] بالمقطع مثلاً مولی یا گاجر کا کھیت پچاس روپیہ کو خرید لیا اور کچھ مقدار بیان نہوئی ۱۲ [۳] یعنی ہر صورت مین خواہ بائع خبر دے یا نہین ۱۲ م

گھر پہونچا دینے سے انکار کرے تو وہ پہونچا دینے پر مجبور کیا جائیگا اسیطرح اگر چوپائے کی پشت پر لدے ہوئے گیہون خریدے ہون تو بھی یہی حکم ہی اور اگر گیہون کی ڈھیری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو مشتری کے مکان مین پہونچا دے تو بیع فاسد ہو جائیگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اگر بکریون کی پشم ایک بچھونے کے اندر بھری ہوئی خریدی اور بائع نے بچھونا اُدھیڑنے سے انکار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکے اُدھیڑنے مین کچھ ضرر ہو اور دوسرے یہ کہ کچھ ضرر نہ ہو پس پہلی صورت مین اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ عقد بیع کی وجہ سے ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہی اور دوسری صورت مین اسپر جبر کیا جائیگا لیکن اُسیقدر کہ جس سے مشتری دیکھ سکتا ہو پس اگر مشتری اُسکے لینے پر راضی ہو جاوے تو بائع تمام اُدھیڑنے پر مجبور کیا جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین مذکور ہی اور نصاب مین لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا اور بائع سے اس خریدنے پر نوشتہ طلب کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع اس بات پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے اپنے مال سے نوشتہ لکھوایا اور بائع سے گواہی کرا دینے کو کہا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ دو گواہونکی گواہیان کرا دیوے یہی مختار ہی کیونکہ مشتری گواہی کا محتاج ہی لیکن یہ حکم بائع کو اُسوقت کیا جائیگا کہ جب مشتری دو گواہ بائع کے پاس[1] لاوے جنکو بیع پر گواہ کر دے اور بائع کو گواہون کی طرف نکلنے کی تکلیف نہ دیجائیگی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ پس اگر بائع نے انکار کیا تو مشتری اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کریگا پس اگر قاضی کے سامنے بائع نے اس بیع کا اقرار کیا تو قاضی مشتری کے لیے ایک نوشتہ لکھکر اُسپر گواہی کرا دے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اسی طرح بائع قدیمی نوشتہ کو مشتری کے حوالے کر دینے پر بھی مجبور نہ کیا جائیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی ولیکن بائع کو حکم کیا جائیگا کہ قدیمی نوشتہ حاضر کرے تاکہ مشتری اُس سے ایک نقل لے لے کہ وہ مشتری کے پاس سند رہے اور پہلا نوشتہ بائع کے پاس بھی سند رہے گا یہ فتاوی صغرے مین لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے پہلا نوشتہ کہ جس سے مشتری نقل کرنا چاہتا تھا پیش کرنے سے انکار کیا تو فقیہ ابو جعفر رح نے ایسی باتون مین فرمایا کہ وہ مجبور کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی

پانچوان باب[2] اُن چیزون کے بیان مین کہ جو بدون صریح ذکر کرنے کے بیع مین داخل ہو جاتی ہین اور جو نہین داخل ہوتی ہین اور اس باب مین تین فصلین ہین

فصل اول

دار وغیرہ کی بیع مین جو چیزین داخل ہوتی ہین اُنکے بیان مین ف واضح ہو کہ دار یعنی گھر کے ہی جسکو فارسی مین سرا کہتے ہین اور وہ عربی محاورہ مین منزل اور بیت کو شامل ہو سکتا ہی اور منزل اُتر نیکی جگہ کو کہتے ہین جسمین چند بیت ہون اور بیت ایسی عمارت کو بولتے ہین جسکی چہار دیواری اور چھت اور دروازہ ہو اور یہ محاورہ عرب کا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی منزل خریدی کہ جسکے اوپر بھی ایک منزل ہی تو اوپر والی

---

[1] یعنے بائع نکلکر بلا لاوے ۱۲ م

[2] واضح ہو کہ اسکی دو قاعدہ یہ ہی۔ اول یہ کہ جو اسم مبیع کو عرفاً شامل ہو جیسے عمارت کہ گھر کو شامل ہی وہ بغیر ذکر صریح داخل ہو جاتا ہی۔ دوسرا اسیطرح مبیع سے متصل ہو کر جو عادتاً اسطرح نہین بنائی جاتی ہی کہ آدمی انکو اکھاڑ لے وہ بھی داخل ہو جاتی ہی ۱۲ م

اُسکی ملک نہوئی مگر اُس صورت مین کہ خریدتے وقت یہ کہا کہ مین نے ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہی خریدی یا کہا کہ اپنے مرافق یعنے نفع دینے والی چیزون کے ساتھ خریدی یا کہا کہ ہر قلیل و کثیر کے ساتھ کہ جو اُسمین ہی یا اُس سے ہے خریدی تو داخل ہوجائیگی اور دار کی بیع مین بالاخانہ داخل ہوجاتا ہی اگرچہ ہر حق کا یا جو الفاظ مثل اسکے ہین ذکر نہ کیا ہو جیساکہ بدون ذکر ہر حق داسکی مثل کے نیچے کا مکان داخل ہوجاتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک بیت خریدا تو اُسکا بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ تمام حقوق کے ساتھ خریدا ہو تاوقتیکہ صریح طور پر بالاخانہ کا ذکر نہ آوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر اُسپر بالاخانہ نہو تو اُسکو بنالینے کا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ حکم جدا جدا اس تفصیل کے ساتھ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہی اور ہمارے رواج کے موافق سب صورتون مین بالاخانہ داخل ہوجائیگا خواہ بیت کے نام سے فروخت کرے یا منزل یا دار کا نام لے اسلیے کہ ہمارے محاورہ مین ہر مسکن کو خانہ کہتے ہین خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سوائے بادشاہی گھر کے کہ وہ البتہ محلسرا کہلاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی **ف** اُمید ہی کہ اُردو محاورہ کے موافق مکان اور کوٹھا اور دالان وغیرہ محاورہ عرب کے موافق علیحدہ علیحدہ حکم پر شامل نہو واللہ علیم۔ اور جناح دار بیع مین داخل ہوجاتا ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور ظلہ جو راستہ پر ہوتا ہی پس وہ یا بطور چھتہ کے کہ جسکا ایک کنارہ اس مکان کی دیوار پر ہو اور دوسرا کنارہ دوسرے مکان کی دیوار پر وہ مکان سے باہر ستونون پر بنایا جاتا ہی گھر کی بیع مین داخل نہین ہوتا ہے مگر جب کہ ہر حق کے ساتھ خریدا جاوے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح کے نزدیک اگر اُس سائبان کی راہ اس دار کی طرف ہو تو بیع مین داخل ہوجائیگا اگرچہ تمام حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اگر اُسکی راہ مکان کی جانب ہو تو بیع مین داخل ہوجائیگا بشرطیکہ حقوق یا مرافق کا ذکر کیا ہو اور اگر اُسکی راہ مکان کی جانب نہین ہی تو داخل نہوگا اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی دار فروخت کیا تو اُسکی عمارت بیع مین داخل ہوجائیگی اگرچہ نام بنام نہ بیان کیا ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر کوئی بیت کسی دار کے اندر خریدا تو اُسکا خاص راستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر کے داخل نہوگی اور اگر اُسکو مع حقوق و مرافق خریدا تو داخل ہوجائیگی یہی اصح ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک منزل یا مسکن کسی دار مین سے خریدا تو اُسکا کوئی خاص راستہ اس دار مین منزل یا مسکن تک مشتری کے واسطے نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُسکو ہر حق و مرافق کے ساتھ خریدے یا ہر قلیل و کثیر کا لفظ کہے تو البتہ اُسکو راستہ ملیگا اور یہی حال پانی بہنے کی موری کا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک دار خریدا تو اُسکا خاص راستہ بدون ذکر کے بیع مین داخل نہوگا اور اگر دار بیچا اور اُسکے حقوق و مرافق کا ذکر کیا یا مع ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین داخل ہی اور اُس سے خارج ہی فروخت کیا تو خاص راستہ داخل ہوجائے گا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور واضح ہو کہ راستہ تین طرح کے ہوتے ہین ایک سب سے بڑے راستہ کی طرف کا راستہ اور دوسرا وہ کہ ایک کوچہ غیر نافذہ تک ہو اور تیسرا وہ خاص راستہ جو کسی انسان کی ملک ہو پس خاص راستہ کو اگر

صریح طور پر یا حقوق ومرافق کے طور پر ذکر نہ کیا ہو تو بیع مین داخل نہوگا اور باقی دونون راستہ بدون ذکر کے بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور اسیطرح پانی بہنے کی موری کا حق جو خاص ملک مین ہو یہی حکم ہے اور کسی ملکیت خاص مین برف[ف۱] ڈالنے کا حق بھی بیع مین بدون ذکر کے داخل نہین ہوتا مگر جبکہ صراحۃً ذکر کرے یا حقوق ومرافق مین شامل کرلے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور شرب یعنے سینچنے کا حق اور گذرگاہ کیواسطے ثمن مین سے ایک حصہ ہوگا یہانتک کہ اگر کسی نے ایک دار مع گذرگاہ کے بیچا پھر گذرگاہ کے سوا اُس دار کا کوئی شخص مستحق ہوا تو ثمن دار اور گذرگاہ پر تقسیم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور جب خاص راستہ بیع مین داخل نہوا اور اُسکی کوئی راہ بڑے راستہ تک نہین ہے تو مشتری کو بیع واپس کرنیکا اختیار ہے بشرطیکہ مشتری بیع کے وقت اس حال سے واقف نہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اور اگر بیت مین کوئی دروازہ رکھا ہوا ہے تو وہ بیت کی بیع مین بدون ذکر کے داخل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور لکڑی اور بھوسہ کہ جو بیت مین رکھا ہو بدون شرط کے بیع مین داخل نہین ہوتا ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اگر بالاخانہ بنا ہوا ہو تو اُسکی بیع بدون نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہین ہے تو جائز نہین ہے پھر پہلی صورت مین اُسکا خاص راستہ جو دار مین ہے بدون حقوق ومرافق ذکر کرنے کے بیع مین داخل نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور نیچے کے مکان کی چھت اُسکے مالک کی ہوگی مگر مشتری کو اُسکے اوپر رہنے کا حق حاصل ہوگا اور اسیطرح اگر یہ بالاخانہ گر پڑے تو مشتری کو پہونچتا ہے کہ اُسپر دوسرا بالاخانہ مثل پہلے بالاخانہ کے بنالے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور اگر نیچے کا مکان بیچا گیا خواہ اُسکی عمارت بنی ہوئی ہو یا گر گئی ہو اُسکی بیع دونون صورتون[ف۲] مین جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی منزل کا بالاخانہ خریدا اور اُس سے راستہ کا استثنا کیا تو صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور اگر ایک دار بیچا اور حقوق ومرافق کا یا ہر قلیل وکثیر کا ذکر نہ کیا تو جو کچھ اُسمین ہے بیت اور منزلین اور بالاخانہ اور نیچے کے مکان اور کل وہ چیزین جو اُسکے حدود اربعہ کے اندر موجود ہین از قسم باورچیخانہ اور تنور اور پاخانہ وغیرہ سب بیع مین داخل ہو جاینگے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور دار کی بیع مین مخرج اور اصطبل اور کنوان داخل ہو جاتا ہے خواہ حقوق ومرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر دار مین سے کوئی منزل یا بیت فروخت کیا تو یہ چیزین بدون ذکر کے داخل نہ ہونگی اور یہ حکم اُسوقت تک ہے کہ جب اصطبل وغیرہ دار مبیعہ کے اندر داخل ہون اور اگر کسی دوسرے گھر کے اندر جو اس سے متصل ہے ہو وین تو بدون ذکر کے داخل نہ ہونگی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کوئی بیت بیچا تو بیت ایسی عمارت کو کہتے ہین کہ جسکی چھت ہو اور اسمین دروازہ لگا ہو پس اُسکی دیوارین اور چھت اور دروازہ داخل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور قریہ کا حکم دار کے مانند ہے پس اگر قریہ یا دار مین کوئی دروازہ یا پچ یا لکڑیان یا کچی اینٹین رکھی ہوئی ہون تو اسمین سے کوئی چیز بیع مین داخل نہوگی اگرچہ حقوق ومرافق کا ذکر کیا جاوے اور اسیطرح اگر دار کی بیع مین ہر قلیل وکثیر کہ جو اُس مین ہے یا اُس سے ہے ذکر کیا تو بھی ان چیزون مین سے جو مذکور ہوئین کوئی چیز بیع مین داخل نہوگی[ف۳] یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے

ف۱ یعنی برف ڈالے کہ وہان جمع کرے ۱۲ ف۲ خواہ عمارت باقی ہو یا نہ ہو ۱۲ ف۳ مگر قلیل وکثیر کے ذکر مین داخل ہوگی ۱۲ منہ

اور اگر ایک دار بیچا کہ جسکا پہلے کوئی راستہ تھا کہ اسکو اُسکے مالک نے بند کر کے اُسکا دوسرا راستہ نکالا تھا پھر اُس دار کو مع حقوق کے بیچ ڈالا تو مشتری کے واسطے دوسرا راستہ ہوگا اور پہلا راستہ نہو گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر کسی نے منجملہ منزل کے ایک بیت معین کو اُسکے حدود اور حقوق کے ساتھ بیچا اور مشتری نے چاہا کہ منزل مین جاوے اور منزل کا مالک اُسکو داخل ہونے سے منع کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اپنا راستہ کوچہ کی طرف کھول لے پس اگر بائع نے اُس بیت کا کوئی راستہ منزل مین ہوکر بیان کر دیا تھا تو اب اُسکو منع کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر پہلے نہین بیان کیا تھا تو بھی بعض فقہا کے نزدیک اُسکو منع کرنیکا اختیار نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - ایک عورت کے دو حجرے تھے اور ایک حجرہ کا پائخانہ دوسرے حجرے مین تھا اور اُسکا راستہ اور سرا پہلے حجرہ مین ہی پھر اُس عورت نے اُس حجرے کو کہ جسکے اندر پائخانہ ہی اور دروازہ نہین ہی فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا حجرہ کہ جسمین پائخانہ کا سرا ہی فروخت کیا اور اُس عورت نے ہر ایک کیواسطے ایک نوشتہ لکھدیا تو ابو بکر بلخی رح نے فرمایا ہی کہ اگر پہلے نوشتہ مین اُسنے لکھا کہ اسکے مشتری نے اسکو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُسمین سے پائخانہ کا کہ جسکا دروازہ دوسرے حجرہ مین ہی استثنا نہ کیا تو پائخانہ اسی مشتری کا ہوگا اور اگر پہلے نوشتہ مین اُس نے پائخانہ کا کہ جسکا دروازہ حجرہ مین ہی استثنا کر لیا ہی تو پہلے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ پائخانہ اپنے حجرہ سے دور کرے[1] یا اُسکی راہ بند کر دے اور دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُسکے حصہ ثمن سے لے لے ورنہ ترک کر دے بشرطیکہ اُس عورت نے بیع مین پائخانہ کی شرط کی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - ابو بکر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت کے پاس دو حجرے ہین اور ایک کا پائخانہ دوسرے مین ہی اور اُسکا دروازہ دوسرے مین سے ہی پھر اُس نے وہ حجرہ کہ جسمین پائخانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اُسکے بعد وہ دوسرا حجرہ فروخت کیا اور ہر ایک کیواسطے بیعنامہ لکھدیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر پہلے نوشتہ مین یہ لکھا ہی کہ مشتری نے اُسکو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُس سے اُس پائخانہ کا جو دوسرے حجرہ مین ہی استثنا نہ کیا تو پائخانہ جو دوسرے حجرہ مین ہی حجرہ ثانیہ کیواسطے اپنی حالت پر باقی رہیگا اور اگر پہلے نوشتہ مین اُس پائخانہ کا کہ جو پہلے حجرہ مین ہی استثنا مذکور نہین ہی تو دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ پائخانہ اپنے حجرے سے دور کر دے اور اگر دور نہ کیا تو اُسکو راہ بند کرنے کا اختیار ہی اور دوسرا مشتری مختار ہی کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیوے ورنہ ترک کر دے اگر اس عورت نے اُسکے واسطے بیع مین پائخانہ کی شرط کی ہو یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی ف یہ قول امام ابو بکر رحمہ اللہ کا حاوی مین ہی اور فتاوی قاضیخان سے بھی نقل کیا گیا مگر وضع مین اختلاف ظاہر ہی اور نقل حاوی مین ایک نوع کا تامل ہی واللہ اعلم - ایک دار مین چند بیت ہین کہ جسمین سے بعضے معین کر کے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے پھر بائع نے دار کا بڑا دروازہ اُٹھانا چاہا اور مشتری مانع ہوا تو بائع کو اُسکے اُٹھانے کا اختیار نہین ہے اور اسیطرح اگر بعضے بیت اُسکے حقوق سے مع اپنے مرافق

[1] قولہ یا شاید واو ہو جسکے معنی اور کے ہین ١٢ منہ

کے فروخت کر دیے تھے تو بھی یہی حکم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر بکے ہوے دار مین بائع کے دوسرے دار یعنی گھر کا جو اُسکے پہلو مین ہی کوئی راستہ یا پانی کی موری ہی اور بیع ہر حق کے ساتھ ہوئی ہو تو یہ راستہ اور موری مشتری کی ہوگی اور اُسکو روکنے کا اختیار رہوگا اور بکے ہوے دار کی دیوارون سے دھنیان اُٹھا لینے کا بھی بائع کو حکم کیا جائیگا اسیطرح تہ خانہ جو اُس دار کے نیچے ہو مشتری کا ہوگا مگر اُس صورتمین کہ بائع استثنار کر لے اور نہ استثنار کرنیمین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر راستہ یا دھنیان یا سرداب کسی اجنبی کا بطور واجبی حق کے ہو جیسے ملک یا اجارہ تو یہ عیب مین شمار ہوگا کیونکہ مشتری اُسکو منع نہین کر سکتا ہی[تتارخانیہ ۱۲] پس مشتری کو واپس کرنیکا اختیار ہوگا اور اگر رعایت کے طور پر ہو تو مشتری کو اختیار نہین ہی کیونکہ یہ لازمی حق نہین ہی اب اس صورتمین اگر بائع استثنار کا دعوی کرے تو اُسکا قول معتبر رکھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر ایک دار کہ جسمین باغ تھا خریدا تو باغ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بیع مین داخل ہو جائیگا اور اگر اُس دار سے باہر ہو تو داخل نہوگا اگرچہ اُسکا دروازہ دار مین ہو ایسا ہی فرمایا ہی ابو سلیمانؒ نے۔ ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جسمین دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھر بیچنے پر راضی ہو گیا تو فقہا نے کہا ہی کہ رقبہ موری کا اگر اسکا تھا تو اُسکو ثمن مین سے حصہ ملیگا اور اگر صرف پانی بہنے کا حق تھا تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اور جب وہ گھر کے بکنے پر راضی ہوا تو اسکا حق باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور عیون مین مذکور ہی کہ اگر ایسا دار بیچا کہ جسمین کوئی عمارت نہ تھی اور اُسمین ایک پانی کا کنوان اور کنوئین مین کچھ پختہ اینٹین جگت مین اور دیگر چیزین کنوئین سے متصل ہین تو سب بیع مین داخل ہو جائینگی اور نوازل مین مذکور ہی کہ اگر ایسا گھر بیچا کہ جسمین کنوان تھا اور اُس کنوئین پر چرخ لگا ہوا تھا اور ڈول و رسی تھی پس اگر مع مرافق بیچا ہی تو رسی اور ڈول بیع مین داخل ہو جائیگا کیونکہ یہ دونون مرافق مین شمار ہین اور اگر مرافق کا ذکر نہ کیا تو دونون چیزین داخل نہونگی ولیکن چرخ ہر صورت مین داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ اس سے متصل ہی اور قاعدہ یہ ہی کہ دار کے اندر جو چیز از قسم عمارت ہو یا عمارت سے متصل ہو تو وہ بطریق تبعیت دار کے بیع مین بلا ذکر داخل ہو جاتی ہی اور جو چیز عمارت سے متصل نہو بدون ذکر کے داخل نہین ہوتی لیکن اگر ایسی چیزین ہین کہ لوگون مین یہ بات معروف ہی کہ اُنکے دے دینے مین بائع مشتری سے بخل نہین کیا کرتا ہی تو بلا ذکر بھی بیع مین داخل ہو جاتی ہین اور اسی سے ہم نے کہا کہ غلق[سلہ] بلا ذکر بیع مین داخل ہو جاتا ہی کیونکہ وہ عمارت سے متصل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور قفل دُکان و دار و بیت کا بیع مین داخل نہین ہوتا ہی اگرچہ بیع کے وقت دروازہ مین قفل لگا ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور غلق کی کنجی بطور استحسان کے بیع مین داخل ہو جاتی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور قفل کی کنجی بیع مین داخل نہین ہوتی ہے۔ یہ محیط مین لکھا ہی سیڑھیان اگر جڑی ہوئی ہون تو دار اور بیت کی بیع مین داخل ہو جاتی ہین اور اگر جڑی ہوئی نہون تو اسمین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ داخل نہین ہوتی ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور تخت وہی حکم رکھتے ہین جو سیڑھیون کا ہی یہ محیط مین

سلہ کھٹکا کہ جس کے لگانے سے کواڑ بند ہو جاتے ہین ۱۲م

لکھا ہی - اجار بیع دار مین داخل ہوتا ہی خواہ وہ نرکلون کا ہو یا کچی اینٹون کا کیونکہ وہ مرکب ہی اور اجار اصل لغت مین چھت کو کہتے ہین مگر یہان اس سے مراد وہ سترہ ہی جو چھت کے اوپر بنا ہوا ہو اور بیت کی بیع مین مانند بالاخانہ کے یہ بھی داخل نہین ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - تنور اگر گڑا ہوا ہی تو مکان کی بیع مین داخل ہو جاتا ہی اور اگر گڑا نہین ہی تو داخل نہین ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - عیون مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے ایک دار خریدا اور اسمین اونٹ چکی ہی اور تمام حقوق و مرافق کے ساتھ خرید کیا تو یہ چکی بیع مین داخل نہو گی اور نہ اُسکی متاع مشتری کو ملیگی برخلاف اس صورت کے کہ کسی نے ایک زمین مع تمام حقوق کے فروخت کی اور اسمین پن چکی ہی تو وہ پن چکی مشتری کو ملیگی اور اسیطرح جو چرخ اُس زمین مین لگا ہو وہ بھی اُس مشتری کا ہی اور چرس بائع کا ہوتا ہی اور اُسکی لکڑیون کا بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے چکی کا گھر مع جمیع حقوق کے جو اُسکو ثابت ہین یا ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین ہون مول لیا تو امام محمدؒ نے شروط مین لکھا ہی کہ اُسکے اوپر اور نیچے کے دونون پاٹ مشتری کے ہونگے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر کسی نے آدھی دہلیز اپنے شریک یا غیر کے ہاتھ بیچی تو باہر کا نصف دروازہ بھی بیع مین شامل ہو جائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی پایہ لکڑی یا ساکھو کا دار مین اسطرح ہو کہ در اصل وہ عمارت مین ہی تو دار کی بیع مین بلا ذکر شامل ہو جائیگا اور اگر در اصل عمارت مین نہین ہی بلکہ اُسکو اُٹھا کر جا بجا رکھ سکتے ہون تو وہ بائع کا ہو گا اور یہ سیڑھیون کے مانند ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اسی طرح زنجیرین اور قندیلین جو چھت مین جڑی ہون اُنکا بھی یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین فتاوی عتابیہ سے منقول ہی اگر کسی نے ایک دار مول لیا اور دروازہ مین جھگڑا ہوا بائع نے کہا میرا ہی اور مشتری نے کہا کہ میرا ہی تو اگر وہ دروازہ جڑا ہوا اور عمارت مین لگا ہوا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہو گا خواہ مکان بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس ہو اور اگر دروازہ جڑا ہوا نہین بلکہ اُکھڑا ہوا ہی تو مکان اگر بائع کے قبضہ مین ہی تو اُسکا قول معتبر ہو گا اور اگر مشتری کے قبضہ مین ہی تو اُسکا قول مان لیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ مین نے یہ بیت اور جو اُسکے دروازہ کے اندر بند ہی تیرے ہاتھ بیچا تو جو سامان وغیرہ اُس دروازہ مین بند ہی وہ مشتری کی ملکیت نہ ہو جائیگا البتہ جو چیزین اُس مکان کے حقوق مین سے ہونگی وہ ملینگی پس بائع کا یہ قول صرف حقوق کے معنی مین لیا جائیگا اور ہشام نے کہا کہ مین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ مکان اور جو کچھ اس مین ہی بیچا تو اُسکا کیا حکم ہی اُنھون نے فرمایا کہ اس صورت مین بھی جو چیزین اُس مکان کے حقوق مین ہین وہی شامل ہونگی - اور اگر کہا کہ اس مکان اور اُسکی متاع بعوض بیع قرار دیتا ہون تو یہ جائز ہے اور اس صورت مین وہ متاع بھی شامل ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور نوازل مین ہی کہ امام ابو بکرؒ سے کسی نے

سله فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہوتا ہے قیاساً اور اوپر کا پتھر استحساناً بیع مین داخل ہو جائے گا ۱۲ م سله چنانچہ اگر چھت مین کیلون سے جڑی ہون تو بیع مین داخل ہو جاوینگی اگر علیحدہ سے لٹکی ہون تو نہین ۱۲ م سله یعنی اسباب وغیرہ ۱۲

سوال کیا کہ کسی شخص کے پاس دو مکان ہین اور ایک مکان کے نیچے تہ خانہ ہے کہ اُسکا دروازہ دوسرے مکان مین ہے پس اُس شخص نے پہلے وہ مکان کہ جس مین تہ خانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا مکان بیچا اُنھون نے فرمایا کہ تہ خانہ اُس مشتری کی ملکیت ہوگا کہ جسکے مکان مین اُسکا دروازہ ہے اور اگر وہ مکان کہ جسکے نیچے تہ خانہ ہے پہلے بیچا پھر دوسرا مکان بیچا تو تہ خانہ اُسکا نہوگا کہ جس کے مکان مین اُسکا دروازہ ہے شیخ ابو نصر رحمہ اللہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی نے ایک مکان خریدا کہ جس مین ایک تہ خانہ ہے اور اُسکا دروازہ اس خریدار کے گھر کی طرف ہے اور اسفل اُسکا پڑوسی کے گھر کی طرف ہے یا ایک پائخانہ اسیطرح کا ہے پس اس مشتری اور پڑوسی مین باہم جھگڑا ہوا تو بیع کسکو ملنی چاہیے اُنھون نے فرمایا کہ تہ خانہ اُسکا ہے کہ جسکی طرف اُسکا دروازہ ہے لیکن اگر پڑوسی نے گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکو دلاوے گا اور اس صورت مین اگر مشتری نے اُس مکان کو مع حقوق کے خریدا تھا تو اسکو اختیار ہے کہ بائع سے اُسقدر ثمن کہ جو اس تہ خانہ کے حصہ مین آوے پھیر لے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ایک کوچہ غیر نافذہ مین تھے کہ ہر ایک مین اُسنے ایک ایک شخص کو ساکن کیا پس اُن دونون رہنے والون مین سے ایک نے ایک سائبان بنایا جسکی ایک لکڑی اُس مکان کی دیوار پر رکھی کہ جسمین خود رہتا ہے اور دوسری طرف دوسرے مکان کی دیوار پر رکھی کہ جسمین دوسرا شخص رہتا ہے اور سائبان کا دروازہ صرف اپنی ہی طرف رکھا اور مالک مکان کو یہ حال معلوم ہے پھر اُس سائبان بنانیوالے نے مالک مکان سے اُس مکان کے خریدنے کی درخواست کی اور مالک مکان نے وہ مکان مع حقوق ومرافق کے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالا پھر دوسرے مکان مین رہنے والے نے اُس مکان کی کہ جسمین رہتا تھا مع حقوق ومرافق کے بیع کرنے کی درخواست کی اور مالک نے اُسکے ہاتھ بھی فروخت کر دیا پھر دونون مشتریون مین جھگڑا ہوا اور دوسرے مشتری نے چاہا کہ اُس سائبان کی لکڑی کو اپنی دیوار سے دور کر دے تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مول لی تو اُسکے نیچے کی زمین بیع مین شامل ہو جائیگی اور یہ مسئلہ تحفہ مین بدون اختلاف ذکر کرنے کے اسیطرح مذکور ہے مگر محیط مین اسکو امام محمد اور حسن ابن زیاد کا قول بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین بیع مین داخل نہین ہوتی ہے لیکن اُنکی نیو کو بعض نے کہا کہ بموجب ظاہر مذہب امام ابو یوسف کے داخل ہو جاتی ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک مکان یا ایک دوکان مول لی اور اُسکی دیوار گر گئی اور اسمین سے کچھ سیسہ یا سال[1] اور قسم کی لکڑی نکلی تو لکڑی اگر عمارت کی لکڑی ہے جیسے کہ اکثر دیوار کے نیچے رکھی جاتی ہے تاکہ اُسپر بنیاد قائم کیجاے جسکو فارسی مین شنج بولتے ہین تو وہ مشتری کی ملکیت ہے اور اگر بطور ودیعت رکھی تھی تو بائع کی ملکیت ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوی مین ہے کہ اگر کسی نے ایک دوکان بیچی تو دوکان کے تختے بیع مین داخل ہو جائینگے خواہ دوکان مع مرافق بیچی ہو یا مع مرافق نہ بیچی ہو یہی مختار ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دوکان کے سامنے کوئی سائبان ہے جیسا کہ بازار و نمین ہوتا ہے پس اگر مرافق کا ذکر کیا ہو تو

[1] سال جو بغرض استحکام عمارت رکھ دیتے ہین جیسے لکڑی کے مجو سے وغیرہ ۱۲

بیع مین داخل ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے - اگر لوہار نے اپنی دوکان بیچی تو اسکی بھٹی بیع مین داخل ہوجائیگی اگرچہ مرافق کا ذکر نہ کیا ہو اور سُنار کی بھٹی بیع مین داخل نہین ہوتی اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو واسطے کہ لوہار کی بھٹی اُسکی دوکان مین مرکب و متصل ہوتی ہے اور سُنار کی بھٹی جدا ہوتی ہے اور لوہار کی دھوکنی جس سے وہ پھُونکتا ہے بیع مین داخل نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور وہ کا[1]ٹنے کی دیگ جسمین ستو والون کے گیہون پکائے جاتے ہون یا رنگریزون کا رنگ اُبالا جاتا ہو یا کُندی گرون کے کپڑے اُسمین رکھے جاتے ہون بائع کی ملکیت ہوتی ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور کُندی گر کی لکڑی جسپر وہ کپڑا کوٹتا ہے بیع مین داخل نہین ہے اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اور ستو بنانے والے کا وہ برتن جسمین وہ بھونتا ہے اگر لوہے یا کانسے کا ہو تو بائع کا ہوگا اگرچہ دوکان کی عمارت مین لگا ہوا ہووے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر مٹی کا ہو تو بیع مین داخل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور جو صندوق عمارت مین رکھا گیا ہے اور دھوبی اور تیلی کے ظروف اور خم اور مٹکے جو زمین مین گڑے اور عمارت مین لگے ہون بیع مین داخل نہین ہوتے ہین اور یہ چیزین گھر کی متاع اور حقوق مین سے نہین ہین اور دوکان کی بیع مین ایسے مسئلون مین حقوق و مرافق کا ذکر کرنا یا نہ کرنا یکسان ہے - یہ محیط مین لکھا ہے - اور حمام کے فروخت کرنے مین پیالے اور فنجا[2]ت داخل نہین ہوتے اگرچہ مرافق کا ذکر ہی کیون نہ کیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اور چرخ اور ڈول جو حمام مین ہو بیع مین داخل نہین ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور امام سید ابوالقاسم نے فرمایا ہے کہ ہمارے عرف کے موافق مشتری کو ملے گا یہ مختار الفتاوی مین ہے - اور دیگین حمام کی بیع مین بدون ذکر کرنے کے داخل ہوجاتی ہین یہ محیط مین لکھا ہے - اور حاوی مین مذکور ہے کہ امام ابوبکر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حمام کی بیع مین کیا اُسکے چرا[3]غ داخل ہوجاتے ہین فرمایا کہ نہین کذا فی التاتارخانیہ

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جو زمین اور تاک[4] کی بیع مین داخل ہوجاتی ہین - اگر کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور حقوق و مرافق اور قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو بیع کے تحت مین وہ کل چیزین جو ہمیشہ کیواسطے اُسمین رکھی گئی ہین جیسے پودے یا درخت و عمارات وغیرہ داخل ہوجائینگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - امام محمدؒ نے فرمایا کہ درخت زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہوجاتا ہے ولیکن امام نے پھلدار اور بے پھل اور چھوٹے بڑے کی تفصیل نہین فرمائی اور صحیح یہ ہے کہ سب بدون ذکر کے داخل ہوجاتے ہین یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے - خواہ وہ ایندھن کیواسطے ہون یا اور کسی غرض سے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ مین مذکور ہے اور خشک درخت شامل نہین ہوتے ہین کیونکہ وہ قطع کی حالت مین ہین پس وہ بمنزلہ ایسے ایندھن کے ہین کہ جو زمین مین رکھا ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے -

---

[1] قولہ کانسے خواہ کانسہ ہو یا پیتل و تانبا ہو کچھ فرق نہین ہے ۱۲ منہ [2] یہ لفظ معرب ہے معنی طشت ۱۲ [3] ظاہر مراد یہ ہے کہ چراغ کسی قیمتی چیز کے ہون نہ مٹی کے یا یہ کہا جاوے کہ شیخ نے موافق قیاس کے جواب دیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ [4] اصل مین کرم ہے اور قہستانی نے لکھا ہے کہ کرم انگور کا باغ جسکے گرد چہار دیواری ہو لیکن اطلاق کرم مطلقاً بھی ہے کما فی الحدیث الکرم قلب المومن ۱۲ منہ

اور فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہی وہ بیع مین داخل نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہوتا ہی اور کھیتی اور پھل استحساناً بیع مین داخل نہین ہوتے ہین مگر اُس صورت مین کہ مشتری شرط کرلے یہ ذخیرہ مین مذکور ہی اگر کوئی زمین مع مرافق فروخت کی تو کھیتی اور پھل ظاہر روایت کے موافق بیع مین داخل نہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ کہا کہ مین نے ہر قلیل وکثیر کے ساتھ جو اس مین یا اُس سے اُسکے حقوق ومرافق مین سے ہی فروخت کیا تو بھی یہ دونون چیزین داخل نہونگی اور اگر حقوق ومرافق کا بیان نہ کیا ہو تو داخل ہو جائینگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کہا کہ مین نے ہر قلیل وکثیر کے ساتھ جو اسمین موجود ہی فروخت کیا تو جو کچھ اسمین کھیتی اور ترکاری اور پھول وغیرہ ہین سب داخل ہو جائینگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور زمین کی بیع مین وہ چیزین جو اسمین رکھی ہوئی ہین جیسے ٹوٹے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی اور ایندھن یا کچی اینٹین داخل نہین ہونگی لیکن اگر اُنکی صریح شرط کرلیجاے تو داخل ہو جائینگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر کوئی زمین فروخت کی کہ جسمین قبرین ہین تو قبرون کے سوا باقی زمین کی بیع جائز ہے اور جس جگہ کھیتی کاٹ کر ڈالی جاتی ہی وہ زمین کے مرافق مین شمار نہین ہی اسلیے مرافق کے ذکر کرنے سے بیع مین شامل نہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور جب کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور کہا کہ مین نے سب حقوق کے ساتھ یا تمام مرافق کے ساتھ بیچا تو حقوق ومرافق کے ذکر سے وہ چیزین جو بدون انکے ذکر کے داخل نہ تھین داخل ہو جائینگی اور وہ سیراب کرنیکا پانی اور پانی کی نالی اور باغ کا خاص راستہ ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اگر خرما کا درخت اُسکے راستہ زمین کے ساتھ خرید کیا اور راستہ کا موقع بیان نہ ہوا اور اُس درخت کا کوئی خاص راستہ کسی طرف کو معروف نہین ہی تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اور اُس درخت کا راستہ جس طرف سے چاہے مقرر کرلے کیونکہ اسمین تفاوت نہین ہوتا ہی اور اگر تفاوت ہو تو بیع جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور شہتوت اور آس کی پتی اور زعفران اور گلاب کی پتیان بمنزلہ پھلونکے ہوتی ہین اور درخت اُنکے بمنزلہ خرما کے درخت کے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی کسی نے ایک زمین بیچی کہ جسمین کپاس تھی تو وہ بلا ذکر بیع مین داخل نہوگی کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہی اور اصل قطن کی نسبت فقہانے فرمایا ہی کہ وہ بھی داخل نہین ہوتی اور یہی صحیح ہی۔ اور بیگن کے درخت بدون ذکر کے زمین کی بیع مین داخل نہین ہوتے یہ حاکم احمد سمرقندی نے ذکر کیا ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور جھاؤ اور بید کے درخت بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور ایسے ہی جنگلی درخت اور اُن درختونکا جو ساق دار ہین یہی حکم ہی اور امام فضلی نے بید کے درخت کی بیڑی کو پھلونکے مانند گردانا ہی خواہ وہ کاٹنے کے لائق ہوے ہون یا نہ ہوے ہون اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر شہتوت کے درخت خریدے تو اُنکے پتے بلا شرط بیع مین داخل نہین ہوتے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اگر کسی زمین مین گندنا تھا اور وہ زمین فروخت کردی مگر گندنے کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو گندنا زمین کے اوپر ہی وہ اسطرح کی بیع مین داخل نہوگا اور جو زمین کے اندر پوشیدہ ہی وہ صحیح قول کے موافق داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ برسون باقی رہتا ہی تو بمنزلہ درختونکے ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور کٹ

یعنی اسپست اور رطبہ جو زمین کے اوپر ہو بلا ذکر بیع میں داخل نہیں ہوتا ہی جیسے کھیتی اور پھل شامل نہیں ہوتے ہیں اور اُن چیزون کے اصول یعنی جو زمین کے اندر پوشیدہ ہین اُسکے نسبت بعض فقہا نے فرمایا کہ داخل نہ ہونگے کیونکہ اُنکے تمام ہو جانے کی مدت لوگونکو معلوم ہی تو اُنکا حکم مثل کھیتی کے ہوگا اور بعض فقہا نے فرمایا ہی کہ داخل ہو جاینگے کیونکہ اُنکے تمام ہونیکی مدت ہر جگہ یکسان نہین ہوتی ہے بلکہ زمین کے لحاظ سے بڑا فرق پڑتا ہی تو بمنزلہ درختون کے شمار ہونگے اور قاعدہ یہ قرار پایا کہ جس چیز کے کٹنے کی مدت اور نہایت معلوم ہو وہ چیز پھلون کے حکم مین ہی پس بیع مین بلا ذکر داخل نہوگی اور جسکے کٹنے کی مدت معلوم نہو وہ درختون کے مانند ہی پس زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہو جاینگی اور زعفران کا یہ حکم ہی کہ وہ اور اُسکی اصل بلا ذکر داخل نہین ہوتی ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور جو چیزین باقی رکھنے کے واسطے نہین ہین وہ اگرچہ زمین سے متصل ہون بیع مین داخل نہین ہوتی ہین جیسے نے اور جلانے کی لکڑی اور گھاس یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور جو درخت ساق دار کہ اُسکی جڑ نہین جاتی یہانتک کہ پھر درخت ہو جاتا ہی وہ زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہو جاتا ہی اور جو ایسا نہو وہ بلا ذکر داخل نہین ہوتا کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی کی اور اُگنے سے پہلے زمین کو فروخت کر دیا تو بیج بیع مین داخل نہوگا کیونکہ اُگنے سے پہلے زمین کا تابع نہین ہو سکتا ہی اور اگر اسقدر اُگا ہے کہ ہنوز اُس کی کچھ قیمت نہین ہی تو بھی فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا ہی کہ داخل نہوگا اور ٹھیک یہ ہی کہ داخل ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور فتاوی فضلی کے حاشیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص نے زمین بیچی کہ جسمین کھیتی بوئی تھی مگر ابھی جمی نہین تھی پس اُسکا بیج اگر زمین مین گل گیا تو کھیتی مشتری کی ہوگی ورنہ بائع کی ہی اور اگر مشتری نے اسکو پانی دیا کہ اُس سے کھیتی اُگی اور بیع کے وقت بیج گلا نہ تھا تو وہ کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری اس کام مین بائع پر احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ نہایہ مین ہی- اگر کسی نے زمین بیچی تو جو اُسمین خرما وغیرہ کے درخت ہین بدون ذکر کے بیع مین داخل ہو جاینگے اور اگر درختون پر بیع کے وقت پھل موجود ہون اور اُن پھلون کا ملنا مشتری کے واسطے شرط کیا جاوے تو وہ اپنا حصہ پھلون مین سے لیگا پس اگر زمین کی قیمت پانچ سو درم ہو اور درخت کی قیمت بھی اسیقدر ہو اور پھلون کی قیمت بھی یہی ہو تو بالاجماع ثمن کے تین حصہ کیے جاوینگے پس اگر قبضہ سے پہلے پھل کسی آسمانی آفت سے تلف ہون یا بائع اُنکو کھا جاوے تو مشتری سے ایک تہائی ثمن ساقط کیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین اور درخت کو دو تہائی ثمن مین لیلے اور اگر چاہے تو ترک کر دے یہی قول سب علماء کا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی پھر ثمن کی تقسیم مین پھلونکی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بائع کے کھا جانے کے وقت تھی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر خرید کے وقت پھل موجود نہون پھر بعد اسکے قبضہ سے پہلے درخت پھل دار ہو گئے تو پھل مشتری کے ہونگے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح کے نزدیک پھلون کی زیادتی زمین اور درخت دونون پر شمار ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقط درخت پر اور تفصیل اسکی اسطرح ہی کہ اگر زمین اور درخت اور پھل مین سے ہر ایک کی قیمت پانچسو درم فرض کیجاے اور

بائع قبضہ سے پہلے پھلون کو کھا گیا تو امام ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک ایک تہائی ثمن مشتری سے ساقط کیا جاوے گا اور خاص امام اعظم رح کے نزدیک باقی دو تہائی[1] ثمن مین درخت اور زمین بلا اختیار لینا مشتری پر واجب ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہے خواہ لے یا ترک کردے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور باقی تین چوتھائی ثمن مین اگر چاہے تو زمین اور درخت خرید لے ورنہ ترک کردے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اسی صورت مین اگر درخت مین دو بار پھل آئے تو مشتری زمین اور درخت کو نصف ثمن مین لیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو ثلث ثمن مین لیگا اور اگر تین بار پھل آئے تو زمین اور درخت دو پانچوین حصہ ثمن مین لیگا اور تین پانچوان حصہ پھلون کے مقابلہ مین ساقط ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک زمین اور درخت پانچ آٹھوین حصہ مین لیگا اور اگر چار بار پھل آئے تو دونون کو ایک[1] تہائی ثمن مین لیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تین پانچوین ثمن مین لیگا اور اگر پانچ بار پھل آئے تو دونون کو دو ساتوین حصہ ثمن مین لے گا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سات بارھوین حصہ مین لیگا اسیطرح مبسوط مین لکھا ہے۔ اور اگر پھل کسی آفت آسمانی سے تلف ہوگئے تو ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اور سب کے نزدیک بالاتفاق مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اور اگر درخت اور زمین مین سے ہر ایک کا ثمن پانچسو درم بیان کردیے ہون تو سب اماموں کے نزدیک اس صورت مین پھلون کی زیادتی خاصکر درخت پر شمار ہوگی پس اگر بائع ان کو کھا جاوے تو مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُسکو نہ لینے کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک پودا خریدا اور بائع کی اجازت سے اسکو چھوڑ رکھا کہ وہ بڑھکر بڑا درخت ہوگیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُسکو جڑ سے نکال لینے کا حکم کرے اور درخت مع جڑ کل مشتری کا ہوگا اور اگر بلا اجازت بائع کے اُسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اُسمین پھل آئے تو مشتری پھلون کو صدقہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جنکے واسطے سیرابی کا پانی نہین ہے اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُسکو نہ لینے کا اختیار ہوگا اسیطرح تتمہ مین مذکور ہے کذا فی المحیط ایک شخص نے کوئی زمین مع اُسکے سینچنے کے پانی کے خریدی اور بائع جس گول[2] سے اس زمین کو پانی دیتا تھا اُسمین اُسکے سینچنے سے زائد پانی ہے تو نوادر مین اُسکا حکم اسطرح مذکور ہے کہ پانی مین سے جس قدر اس زمین کو کفایت کرتا ہو اسقدر مشتری کے واسطے قاضی حکم کرے گا اور پانی مع زمین کے خرید نا یہی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے ایک زمین خریدی کہ جسکے ایک طرف افدق[3] اور زمین و افدق کے درمیان بند آب ہے اور اس بند آب پر درخت لگے ہوئے ہین اور زمین کے حدود اربعہ مین سے ایک حد افدق قرار دی گئی ہے تو بند آب

---

[1] اصل مین دو تہائی مذکور ہے اور یہ غلط ہے صحیح وہ ہے جو بعض نسخہ مین ایک تہائی مذکور ہے فافہم ۱۲ منہ [2] گول بفارسی کاریزہ بعربی قناۃ ۱۲ [3] قولہ افدق حاشیہ اصل کتاب مین لکھا ہے کہ یہ لفظ تمام لغت کی کتابون مین جو اسوقت موجود تھین پایا نہ گیا مترجم کہتا ہے کہ مجھے بھی نہ ملا واللہ اعلم ۱۲ منہ

مع اشجار کے بیع مین داخل ہو جائیگی اور یہ بات ظاہر ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے خرما یا کسی اور قسم کا ایک درخت بیچا کہ جس مین پھل تھے تو پھل اس کے بائع کے ہونگے مگر اس صورت مین کہ مشتری شرط کرکے یون کہے کہ مین نے یہ درخت مع پھل خریدا تو البتہ پھل مشتری کے ہونگے خواہ وہ پھل قائم رہنے والے ہون یا نہون یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور مشتری کی شرط نہ کرنیکی صورت مین تبیین مین لکھا ہی کہ صحیح قول کے موافق پھلون کی قیمت ہونے یا نہ ہونے مین کچھ فرق نہین ہی اور دونون صورت مین بائع کے ہونگے انتہی - اگر کسی نے ایک درخت اس شرط پر خریدا کہ درخت کو جڑ سے کھود لونگا تو اس بیع کے جائز ہونے مین فقہا کا کلام ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی اور مشتری کو اختیار ہی کہ اُسکو جڑ سے کھود لے اور اگر کوئی درخت کاٹ لینے کی شرط سے خریدا تو بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر یہ بیان ہوا کہ کس جگہ پر سے درخت کو کاٹیگا یا کاٹنے کی جگہ لوگون مین معروف ہی تو بیع جائز ہی ورنہ ناجائز ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ بیع ہر صورت مین جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور مشتری کو زمین کے اوپر سے اُس درخت کے کاٹنے کا اختیار ہی اور اُسکی جڑ جو زمین مین پھیلی ہوئی ہی مشتری کو بلا شرط نہ ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور واضح ہو کہ درخت کا خریدنا تین طرح سے خالی نہین ہی ایک یہ کہ صرف درخت بدون زمین کے جڑ سے کھود لینے کے واسطے خریدے اور اس صورت مین مشتری کو حکم دیا جائیگا کہ اُسکو جڑ سے کھود لے اور مشتری کو اختیار ہی کہ مع اُسکی جڑ کے ریشون کے اُسکو کھود لیوے اور اُسکی جڑ بیع مین داخل ہو جائے گی اور مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ جڑ کے ریشون کے پھیلنے کی انتہا تک زمین کو کھود ڈالے ولیکن عرف اور عادت کے موافق البتہ کھود سکتا ہی مگر جڑ سے کھودنیکا اختیار مشتری کو اس صورت مین نہوگا کہ بائع زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کی شرط کرلے یا کھودنے مین بائع کو کچھ ضرر پہونچتا ہو مثلاً درخت دیوار سے قریب ہو تو مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ وہ زمین کے اوپر سے درخت کو کاٹ لے پس اگر مشتری نے وہ درخت کاٹ لیا یا کھود سکتا تھا تو جڑ سے کھود لیا پھر اُسکے جڑ سے یا ریشون سے اور درخت اُگا تو وہ بائع کا ہوگا اور اگر اونچائی سے درخت کاٹ لیا ہی تو جو کچھ اوگے وہ مشتری کا ہوگا - اور دوسری صورت یہ ہی کہ درخت مع اسقدر زمین کے کہ جس مین وہ جم رہا ہی خریدا تو مشتری کو اُسکی جڑ سے کھود لینے کا حکم نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے جڑ سے اُسکو کھود لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ بجاے اِس درخت کے دوسرا درخت لگا دے اور تیسری یہ کہ اگر مشتری نے بلا کسی شرط کے خریدا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکی زمین بیع مین داخل نہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک داخل ہو جائیگی اور درخت مع جاے قرار مشتری کا ہوگا صدر الشہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہے کہ زمین داخل ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور یہی مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور اس صورت مین فقہا کا اجماع ہی کہ اگر قطع کر لینے کے واسطے خریدا تو اُسکے نیچے کی زمین بیع مین داخل نہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور اگر برقرار رکھنے کے واسطے خریدا تو بالاتفاق اُسکے نیچے کی زمین داخل ہو جائیگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے - اور جن صورتون مین کہ درخت کے نیچے کی زمین داخل ہوتی ہی تو مشتری کے تصرف کے وقت جسقدر درخت کی

یعنے قبضہ کرنے ۱۲

موٹائی ہے صرف اسیقدر زمین داخل ہوگی یہانتک کہ اگر بیع کے بعد درخت زیادہ موٹا ہوجاے تو زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ اُسکو چھانٹ دے اور جہانتک درخت کی شاخین اور جڑ کے ریشے پھیلے ہوے ہین وہانتک کی زمین بیع مین داخل نہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت مع اُسکی جڑ کے ریشون کے خریدا اور اُس درخت کے ریشون سے اور درخت اوگے تو اوگے ہوے درخت اگر اسطرح ہون کہ اصل درخت کاٹ ڈالنے سے خشک ہوجائینگے تو بیع مین شامل ہین ورنہ شامل نہین کیونکہ جب اصل درخت کاٹ ڈالنے سے یہ خشک ہوجاتے ہین تو اصل درخت مین سے اوگے ہین پس بیع مین شمار ہونگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک انگور کا تاک خریدا تو جو رسیان میخون سے بندھی ہوئی ہین اور میخین زمین مین گڑی ہوئی ہین وہ بیع مین داخل ہوجائینگی اور ایسے ہی وہ ستون لکڑی کے جو زمین مین تھوڑے گڑے ہوے ہین اور اُنپر انگور کے درخت لٹکے ہین بلا ذکر بیع مین داخل ہوجائینگے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص کی خالص زمین ہے اور دوسرے کے اُس مین درخت ہین پھر زمین کے مالک نے دوسرے کی اجازت سے زمین ہزار درم کو فروخت کی یعنے ہزار درم ثمن قرار پایا اور ہر ایک کی قیمت پانچسو درم ہے تو ثمن دونون کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوجائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے درخت کسی آسمانی آفت سے تلف ہوگئے تو مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ بیع ترک کردے یا زمین پورے ثمن مین خریدے اسواسطے کہ مشتری درختون کا وصفاً وتبعاً مالک ہوا تھا ف یعنی جب وصف جاتا رہا تو مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا مگر فوات وصف مرغوب کے مقابلے مین اُسکو خیار حاصل ہوگا نہ یہ کہ ثمن سے کچھ کم ہوجاے اور تمام ثمن زمین کے مالک کو ملیگا کیونکہ درخت کی بیع ٹوٹ گئی اور مشتری کو سواے زمین کے کوئی چیز سپرد نہین کی گئی اور ثمن اسی کے مقابلے مین ٹھہرا تھا جو مشتری کو سپرد کی گئی نہ اُسکے مقابلہ مین جو فوت ہوگئی اور اگر آدھے درخت تلف ہوگئے تو درختون کے مالک کو چوتھائی ثمن ملیگا اور تین چوتھائی زمین کے مالک کو اور اگر درخت مین اسقدر پھل آے کہ جنکی قیمت پانچسو درم ہو تو دو تہائی ثمن درخت کے مالک کو ملیگا اور ایک تہائی زمین کے مالک کو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک آدھا زمین کے مالک کو ملیگا اور اگر زمین اور درخت فروخت کیے اور ہر ایک کے واسطے ثمن علیحدہ بیان کیا اور زمین و درخت ایک ہی شخص کے ہین یا دو شخصون کے پھر درخت ضائع ہوگئے تو آدھا ثمن ساقط ہوجائیگا اسواسطے کہ ایک طرح سے درخت اصل ہوتے ہین اور ایک طرح سے وصف ہین جب اُنکے مقابل ثمن مذکور نہوگا تو وصف رہین گے اور جب ثمن مذکور ہوگا تو اصل ہوجائینگے تو اُنکا ضائع ہونا اپنے حصۂ ثمن کے مقابل ہوگا اور اگر درخت تلف نہوے بلکہ قبضہ سے پہلے اُنمین اسقدر پھل آے جو پانچسو درم کی قیمت رکھتے ہین تو سب اماموں کے نزدیک زمین کا ثمن پانچسو درم اور درخت اور پھلونکا ثمن پانچسو درم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر زمین کے اوپر سے کاٹنے کے واسطے چند درخت خریدے اور قطع کرنے مین زمین اور درختونکی جڑونکو ضرر پہونچتا ہے تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار نہین ہے کیونکہ اُسمین زمین کے مالک کا ضرر ہے پس مالک کو اختیار ہے کہ اپنے سے ضرر کو دفع کرے اور بیع ٹوٹ جائیگی یہی مختار ہے اسواسطے کہ حقیقت مین گویا بائع سپرد کرنے سے عاجز رہا یہ محیط سرخسی مین

لکھا ہے۔ فتاوی ابو اللیث میں لکھا ہے۔ کہ اگر کسی نے چند درخت زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کے واسطے خرید سے پھر اُسنے نہ کاٹے یہانتک کہ ایک مدت گزر گئی اور گرمیون کے دن آگئے اور مشتری نے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اگر کاٹنے میں زمین یا درخت کی جڑون کو ظاہر میں کوئی ضرر نہو تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے اور اگر کوئی ضرر ظاہر ہو تو زمین اور درخت کی جڑون کے مالک سے ضرر دور کرنیکے واسطے اُسکو کاٹنے کا اختیار نہوگا اور جبکہ مشتری کو کاٹنے کا اختیار اس صورت میں نہوا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ وہ کیا کریگا بعضون نے کہا کہ زمین کا مالک درختون کی قیمت مشتری کو دیدے اور درخت اُسکے ہو جائینگے اور پھر اس میں بھی باہم اختلاف ہے کہ آیا کٹے ہوئے درختون کے حساب سے قیمت دے یا کھڑے ہوئے درختون کے حساب سے پس اُن مشائخ میں سے اکثر دن نے کہا کہ کھڑے ہوئے درختون کے حساب سے ادا کرے اور یہی صحیح ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ درختون کی بیع ٹوٹ جائیگی اور زمین کا مالک مشتری کو اُسکا ثمن جو اُسنے ادا کیا ہے واپس کریگا اور فقیہ ابو جعفر اسی پر فتوی دیتے تھے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں اسی کو اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاہا کہ اُسکی زمین میں جو درخت ہیں وہ ایندھن کے واسطے میرے ہاتھ فروخت کردے پھر دونون اس بات پر راضی ہوئے کہ چند آدمی جنکی نظر اچھی ہے اندازہ کر کے بتائیں کہ ان درختون میں کتنے گٹھے لکڑی ہے اُن سبھون نے اتفاق کر کے بتلایا کہ پچیس گٹھے لکڑی ہے پھر مشتری نے کسیقدر مول کو وہ درخت خرید لیے پس جب انکو کاٹا تو لکڑی پچیس گٹھے سے زیادہ نکلی اور بائع نے ارادہ کیا کہ مشتری کو زیادہ لکڑی لینے سے منع کرے تو بائع کو اسکا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فتاوی ابو اللیث میں ہے کہ کسی شخص نے ایک باغ انگور کا بیچا اور اُسکے ساتھ ہی اُسمین پانی جاری ہونیکا راستہ بھی فروخت کیا اور بیع میں کہا کہ باغ بیع پانی کے راستے اور ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہے فروخت کیا اور پانی جاری ہونیکا راستہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں جو بائع اور دو شخصونکے درمیان میں مشترک ہے واقع ہے اور اس نہر کے کنارے چند درخت ہیں پس اگر رقبہ نہر کا بائع کی ملکیت ہے تو درخت مشتری کے ہو جائینگے اور اگر بائع کا صرف پانی جاری ہونیکا حق تھا تو یہ درخت بائع کے ہونگے بشرطیکہ ان درختونکا لگانیوالا بائع ہو یا معلوم نہو کہ کون شخص ہے اور اگر سوائے بائع کے کوئی اور شخص لگانے والا معلوم ہوا تو درخت اُسکے ہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی گانؤن فروخت کیا کہ جسکے حدود بیان نکئے تو بیع صرف گانؤنکے گھرون اور عمارتون پر واقع ہوگی اور کھیتون پر واقع نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی ایک گانؤن مع زمین فروخت کیا اور اُسی گانؤن کے پہلو میں بائع کا ایک دوسرا گانؤن ہے پس بائع نے کہا کہ میں نے یہ گانؤن تیرے ہاتھ فروخت کیا اور چارون حدونمیں سے کوئی حد بائع نے اپنے گانؤن کو گردانا تو اس گانؤن کی زمین جسکو نہیں فروخت کیا ہے جسقدر دوسرے گانؤن سے جسکو فروخت کیا ہے متصل ہے وہ اس گانؤنکی بیع میں داخل ہو جائیگی اور اگر چارون حدون میں سے کوئی حد اپنے گانؤن کی زمین گردانی

سلہ ظاہر امراد یہ کہ مع رقبہ فروخت کیا گیا ایسے مقام پر حق اور رقبہ دونون کو محتمل ہوتا ہے ۱۲

تو اس گانوُن کی زمین دوسرے گانوُن مین جسکو فروخت کیا ہی داخل[1] نہ ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔

تیسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جو اشیاء منقولہ کی بیع مین بلا ذکر داخل ہو جاتی ہین کسی نے کوئی غلام یا باندی فروخت کی تو اتنا کپڑا کہ اُسکے ستر کو چھپاوے بائع پر واجب ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی غلام اور باندی کے کپڑے بیع مین بلا شرط داخل ہو جاتے ہین اسلیے کہ رواج اسیطرح ہی لیکن اگر عمدہ کپڑے پہنا کر نخاس مین پیش کرنیکے واسطے لایا تھا تو بلا شرط داخل نہونگے کیونکہ ایسے کپڑے دیدینے کا رواج نہین ہے اسلیے کہ رواج ناقص اور کم قیمت کپڑے کے دینے کا ہی پھر بائع مختار ہی اگر چاہے تو وہی کپڑے دیدیوے کہ جو غلام کے بدن پر تھے اور اگر چاہے تو سوا اسکے دوسرے کپڑے دیوے کیونکہ رواج کی وجہ سے بیع مین اسقدر[2] لباس داخل ہوگا جو ایسے مملوک کو ملتا ہو اور کسی خاص لباس کی خصوصیت نہین ہی اور اسی وجہ سے ثمن کا کوئی حصہ اس لباس کے مقابل نہین ہوتا یہانتک کہ اگر کسی کپڑے پر کوئی شخص اپنا حق ثابت کرکے لے لے تو مشتری بائع سے کچھ واپس نہین کرسکتا ہی اسیطرح اگر اُس لباس مین کوئی عیب ظاہر ہو تو مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر یہ کپڑے مشتری کے پاس تلف ہوگئے یا اُنمین کوئی نقصان آیا پھر مشتری نے باندی کسی عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کردی تو اپنا پورا ثمن اُس سے لے لیگا[3] یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر باندی مین کوئی عیب پایا تو مشتری کو بدون اُن کپڑون کے باندی واپس کرنیکا اختیار ہی یہ تبیین مین مذکور ہی۔ اور بحر الرائق مین لکھا ہی کہ یہ حکم یعنی باندی کا بدون کپڑون کے واپس کرنا اُس صورت مین ہی کہ کپڑے تلف ہوگئے ہون اور اگر باقی ہون تو مع لباس واپس کرنا ضرور ہی اگرچہ یہ لباس تبعًا حاصل ہوا تھا انتہی۔ ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی بیچی اور وہ باندی چاندی کا ایک کنگن اور دو بالیان پہنے ہوے ہی اور زیور کی نسبت دونون مین کچھ شرط واقع نہین ہوئی ہی اور بائع اسکے دینے سے انکار کرتا ہی تو امام نے فرمایا کہ زیور مین سے کچھ بیع مین داخل نہوگا اور اگر بائع نے زیور باندی کو دیدیا تو وہ باندی کا ہوگا اور اگر اُسنے مانگنے سے سکوت کیا حالانکہ اُسکو دیکھ رہا ہی تو یہ بمنزلہ دیدینے کے ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ایسا غلام کہ جسکے پاس مال ہی فروخت کیا اور فروخت کرنے مین مال کا کچھ ذکر نہ آیا تو اُسکا مال اُسکے مالک کا ہی جسنے اُسکو بیچا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر غلام کو مع اسکے مال کے فروخت کیا اور کہا کہ مین اُسکو مع اُسکے مال کے اسنے کو بیچتا ہون اور مال کو بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہی اور اسیطرح اگر مال کو بیان کیا اگر وہ لوگون پر قرض ہی یا کچھ اُسمین سے قرض ہی تو بھی بیع فاسد ہی اور اگر مال نقد ہو تو بیع جائز ہی بشرطیکہ مال از قسم ثمن نہو اور اگر از قسم ثمن ہو تو اگر غلام کا مال درم ہون اور ثمن بھی درم ہین پس اگر ثمن اُس سے زائد ہو تو بیع جائز ہی اور

---

[1] قولہ داخل نہوگی کیونکہ اس گانوُن کی زمین سرحد ہی بخلاف پہلی صورت کے کہ اس مین گانوُن سے حد ہے اور گانوُن کا اطلاق فقط آبادی پر ہی ۱۲

[2] قال فی الاصل کسوة مثلہا اے مثل ہذہ جاریۃ فلما کان ذلک موہما ترکت الے ما ذکرت ۱۲

[3] قولہ لے لیگا یعنے کپڑے کے عوض کمی نہوگی ۱۲ م

اگر اُسکے برابر یا اُس سے کم ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر غلام کا مال از قسم ثمن نہو جیسے کہ غلام کا ثمن درم ہوں اور اسکا مال دینار ہوں یا اُسکا الٹا ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اُس مجلس میں دونوں پر قبضہ ہو جاے اور اسی طرح اگر غلام کا مال قبضہ میں لے لیا اور اُسکا حصہ ثمن ادا کر دیا تو بھی جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو غلام کے مال کی بیع باطل ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے - اور گھوڑے کی بیع میں عذار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور ایسے ہی اونٹ کی بیع میں اُسکی مُہار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور گدھے کی بیع میں جو اُسکے پکڑنے کی رسی ہے داخل نہیں ہوتی جب تک ذکر نہ کیا جاے اسلیے کہ گھوڑا اور اونٹ بدون اپنی گرفت کی رسی کے قابو میں نہیں آتے ہیں اور گدھا ایسا نہیں ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے - اور جو رسی کہ گدھے کی گردن میں بندھی ہوئی ہوتی ہے بوجہ رواج کے بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور اگر عرف اسکے برخلاف ہو تو داخل نہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے - اور اگر ایک گدھا کہ جسپر پالان پڑا ہوا تھا بیچا تو پالان اور اُسکے نیچے کی کملی بیع میں داخل ہو جائیگی اور اگر اُسپر پالان پڑا ہوا نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے کہ پالان داخل ہو جائے گا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے - اور ایسے ہی ظہیریہ میں لکھا ہے اور اسی کو صدر الشہید رحمۃ اللہ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے - اور بائع کے ذمہ کوئی پالان چاہیے کسی خاص پالان کی خصوصیت نہیں ہے جیسے غلام کے لباس میں کوئی لباس ہو کچھ معین نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے - اور امام ابوبکر محمد ابن الفضل رح نے فرمایا کہ پالان بدون شرط کیے ہوے بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے اور بائع پر اسکا استحقاق نہیں ہے اور امام ابوبکر نے گدھے پالان پڑے ہوے کی اور نہ پڑے ہوے کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ گدھا جب مع پالان بیچا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ باجامہ می فروشم یعنی مع پالان بیچتا ہوں یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ گدھے کا پالان گدھے کی بیع میں داخل ہو جاتا ہے انتہی - اور اگر کوئی گھوڑا بیچا کہ جس پر زین پڑی ہوئی تھی تو اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی کتاب میں نہیں آئی ہے اور مشائخ نے کہا کہ سزاوار یہ ہے کہ بدون تصریح کیے ہوے زین بیع میں داخل نہو مگر آنکہ دام بہت ہوں کہ ایسا گھوڑا ننگی پیٹھ اتنے داموں کو نہ خریدا جاتا ہو یہ عنایہ میں لکھا ہے اور گھوڑے وغیرہ کی لگام اور بیل کے سینگ میں جو رسی بندھی ہوئی ہے اور جھول بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے کیونکہ اُسکے دینے کا رواج نہیں ہے مگر جہاں کہیں اسکے دینے کا رواج ہوگا تو داخل ہو جائیگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اونٹنی اور دیسی گھوڑی اور مادہ خر اور گاے اور بکری ان جانوروں کا بچا انکے ساتھ بیع کی جگہ لایا جاوے تو اُن بچوں کی اپنی ماں کے ساتھ ہونیکی حالت اُنکے ساتھ بکنے پر دلالت کرتی ہے پس بیع میں داخل ہو جائینگے لیکن اگر رواج اسکے برخلاف ہو تو داخل نہونگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے - ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُسکے پیٹ میں موتی پایا پس اگر وہ موتی سیپ میں تھا تو مشتری کا ہوگا اور اگر سیپ میں نہ تھا تو اگر بائع نے مچھلی شکار کرکے پکڑی تھی تو مشتری بائع کو واپس دیگا اور وہ موتی بائع کے پاس بھی بمنزلہ لقطہ کے ہوگا کہ ایک سال تک اُسکی اعلان و تعریف

کے بعد پھر صدقہ کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور ہر شے کہ جو مچھلی کی غذا نہین ہوتی ہی بائع کی ہوگی درجو چیز کہ مچھلی کی غذا ہی وہ مشتری کی ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک مچھلی خریدی اور اسکے پیٹ مین دوسری مچھلی پائی تو یہ مچھلی مشتری کی ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر مچھلی کے پیٹ مین عنبر ہو تو مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک مرغی خریدی اور اسکے پیٹ مین موتی نکلا تو بائع کا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور تجریہ مین مذکور ہی کہ جو شی چڑیون کے پوٹون مین پائی جاوے اگر اس قسم کی چیز ہی کہ اُسکو چڑیان کھاتی ہین تو وہ مشتری کی ہوگی اور جو اس قسم سے نہو کہ جسکو چڑیان کھاتی ہین تو بائع کی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر ایک مچھلی کے پیٹ مین دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ مین موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا اور اگر اُسکے پیٹ مین سیپ پائی کہ جسمین گوشت تھا اور اس گوشت مین موتی تھا جسطرح کہ موتی سیپ مین ہوا کرتا ہی تو مشتری کا ہوگا اور اگر چند سیپیان اسواسطے خریدین کہ جو کچھ اسمین گوشت ہی اسکو کھائے پھر بعضی سیپیون کے گوشت مین موتی پایا تو وہ مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور جاننا چاہیے کہ جو چیز تبعًا بیع مین داخل ہوتی ہی اُسکے مقابلہ مین ثمن کا کوئی حصہ نہین ہوتا اور اسیواسطے قنیہ مین لکھا ہی کہ اگر ایک دار خریدا پھر اُسکی عمارت جاتی رہی تو ثمن مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر عمارت مین کسی کا حق ثابت ہوا تو مشتری دار کو اپنے حصۂ ثمن سے لے گا اور بعض فقہا نے دونون کا حکم برابر کیا ہی بخلاف بکریون کی پشم کے کہ اُسکے مقابلہ مین بلا ذکر کرنے کے ثمن کا کچھ حصہ نہین ہوتا ہی[ف] یہ نہر الفائق مین لکھا ہے -

چھٹا باب - خیار شرط کے بیان مین اوراسمین سات فصلین ہین

فصل اول ان صورتون مین خیار شرط صحیح ہی اور جن صورتون مین صحیح نہین ہے اُن کے بیان مین - **ف** واضح ہو کہ جس عقد بیع مین خیار ہو وہ لازم نہین ہوتا ہی اگر خیار مشتری کو ہو تو اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی اور اگر بائع کا ہو تو اسکو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہی - بیع بشرط خیار ہمارے نزدیک صحیح ہی دونون عقد کرنے والون مین سے ایک ہی کیواسطے خیار کی شرط کی گئی ہو یا دونون کے واسطے اور ایسے ہی کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کرنا ہمارے نزدیک جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور ہمارے نزدیک خیار شرط بیع فسخ کرنے کے واسطے رکھا گیا ہی اور بیع کی اجازت کیواسطے نہین رکھا گیا ہی پس جبکہ میعاد گزرجانے کی وجہ سے بیع فسخ کرنیکا وقت نہ رہے تو بیع تمام ہوجائیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خیار شرط چندطرح ہی ایک وہ کہ بالاتفاق فاسد ہی جیسے کہا کہ مین خریدتا ہون اس شرط پر کہ مجھے خیار ہی یعنی لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی یا اس شرط پر کہ مجھے چند روز خیار ہی یا اس شرط پر کہ مجھے ہمیشہ خیار ہی یہ سب فاسد ہین اور ایک وہ جو بالاتفاق جائز ہی اُسکی یہ صورت ہی کہ مشتری کہے کہ مجھے تین دن یا اُس سے کم خیار ہے اور ایک وہ کہ جس مین اختلاف ہی جیسے یون کہا کہ مجھے ایک مہینہ یا دو مہینہ خیار ہی تو یہ صورت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی یہ عنایہ مین لکھا ہی پس امام کے نزدیک تین دن سے زائد

[ف] اگر زبان کر کے تو حصہ ہوگا ۱۲

کے واسطے خیار شرط جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی مدت معلوم ہو تو جائز ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی اور صحیح قول امام کا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار کی شرط کی یا ہمیشہ کیواسطے خیار کی شرط کی یہانتک کہ اس سبب سے عقد فاسد ہو گیا پس اگر تین دن مین اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک عقد صحیح ہو جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر تین دن سے زائد کیواسطے خیار کی شرط کی یا بالکل وقت ذکر نہ کیا یا وقت نامعلوم ذکر کیا پھر تین دن کے اندر اجازت دیدی یا مشتری یا غلام کے مرنے سے خیار ساقط ہو گیا یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا یا اسمین کوئی ایسی چیز پیدا کر دی کہ جس سے عقد لازم ہو جاتا ہی تو ان صورتون مین عقد فاسد بدلکر جائز ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ کے مشائخ نے اختلاف کیا کہ ابتدائً اس عقد کا حکم کیا ہی پس بعضون نے کہا کہ یہ عقد فاسد ہی پھر چوتھے دن سے پہلے مفسد چیز دور کرنے سے بدلکر صحیح ہو جاتا ہی اور یہ مذہب اہل عراق کا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور نہر الفائق مین کہا کہ بعض نے فرمایا ہی کہ یہی ظاہر روایت ہی انتہی۔ اور قوی یہ ہی کہ یہ عقد موقوف ہی پس اگر چوتھے دن مین سے کچھ بھی گزر یگا تو اسیوقت عقد فاسد ہو جائیگا اور یہ مذہب اہل خراسان کا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور بحر الرائق مین ظہیریہ اور ذخیرہ کے فوائد سے نقل کیا ہی کہ اسی مذہب کو امام سرخسی اور فخر الاسلام وغیرہ مشائخ ماوراء النہر نے اختیار کیا ہی انتہی۔ اور اگر خیار مین کوئی وقت معین نہ کیا اور جس شخص کو خیار تھا اُسنے بعد تین دن کے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقد جائز نہ ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک عقد فاسد بدلکر جائز ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فتاوی مین ہی کہ اگر مشتری کے واسطے ماہ رمضان کے بعد دو دن کا خیار شرط کیا گیا اور خرید آخر روز ماہ رمضان مین واقع ہوئی تو خرید جائز ہی اور مشتری کے واسطے تین دن کا خیار ہوگا ایک دن رمضان کے مہینے کا اور دو دن اُسکے بعد کا اور اگر یہ کہدیا کہ اُسکو رمضان مین خیار نہین ہی تو بیع فاسد ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور تاتارخانیہ مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے رمضان مین کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُسکو بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہی تو امام اعظم رح کے قول مین عقد فاسد ہے اور ایسی ہی اگر اس صورتمین اسیطرح پر خیار بائع کا ہو تو وہ بھی فاسد ہی اور اگر مشتری نے بائع سے یہ شرط کی کہ مجھکو رمضان مین خیار نہین ہی اور بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہی یا بائع نے مشتری سے ایسا ہی کہا تو سب اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا دس درم کو بیچا پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ میرا تجھپر کپڑا ہی یا دس درم ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ کلام ہمارے نزدیک خیار مین شمار ہے[1] یہ محیط مین لکھا ہی اور خیار شرط جیسا بیع جائز مین ثابت ہوتا ہی اسیطرح بیع فاسد مین ثابت ہوتا ہی یہانتک کہ اگر ایک غلام بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اس شرط پر فروخت کیا کہ اُسکو خیار ہی پھر مشتری نے

[1] یعنی بائع نے اسکو جا کڑ کا اختیار دیدیا ۱۲ م

بائع کی اجازت سے غلام پر قبضہ کر لیا اور اُسکو آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے نہ نافذ ہونیکی راہ سے جائز ہے نہ موقوف ہونیکی[۱] راہ سے یہ فتاوی صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر تین دن تک ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی شرط بھی جائز ہے ایسا ہی امام محمد رحمہ نے اصل میں ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ بالکل وقت نہ بیان کیا جیسے اسطرح کہا کہ میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر تو ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے یا وقت نامعلوم بیان کیا جیسے اسطرح شرط کی کہ اگر تو چند روز ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے اور ان دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے اور اگر کوئی وقت معلوم بیان کیا تو اگر وقت تین دن یا تین دن سے کم ہے تو تینوں اماموں کے نزدیک عقد جائز ہے اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ بیع جائز ہے[۲] یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر مشتری نے تین دن کے درمیان ہی ثمن ادا کر دیا تو سب امام کہتے ہیں کہ بیع جائز ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے تین دن میں ثمن دینے سے پہلے اُس کو آزاد کر دیا تو عتق نافذ ہو جائے گا اسواسطے کہ یہ بیع بمنزلہ مشتری کے شرط خیار کر لینے کے ہے اور اگر تین دن گذر گئے اور اُس نے ثمن نہ ادا کیا تو صحیح یہ ہے کہ بیع فاسد ہوگی فسخ نہ ہوگی یہانتک کہ اگر اُس نے تین دن کے بعد آزاد کیا تو اُس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ غلام مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری کو اسکی قیمت ادا کرنی لازم ہوگی اور اگر بائع کے قبضہ میں ہو تو مشتری کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا یہ مسئلہ فتاوی قاضی خان کی فصل شروط مفسدہ میں مذکور ہے۔ اور اگر کوئی غلام بیچا اور ثمن نقد لے لیا اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن واپس کرے تو دونوں کے درمیان بیع نہ ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور یہ بائع کے واسطے شرط خیار کے معنی میں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہانتک کہ اگر مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو وہ اُسکے پاس قیمتی ضمان[۳] میں ہوگی اگر مشتری اُسکو آزاد کرے تو اُسکا عتق نافذ نہ ہوگا اور اگر بائع آزاد کرے تو اُسکا عتق نافذ ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور خیار کی شرط کرنا جسطرح بیع کے وقت جائز ہے اُسیطرح بعد بیع کے بھی جائز ہے یہانتک کہ اگر بیع تمام ہو لے کے بعد مشتری نے بائع سے کہا یا بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے تین دن تک کا خیار دیا یا اسی معنی میں اور لفظ کہے تو موافق شرط کے خیار حاصل ہو جائیگا اور اگر کوئی خیار فاسد ہو تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ عقد بھی فاسد ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور اُسکو چند روز گذر گئے پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ تجھکو میری طرف سے خیار ہے تو اُسکو جب تک مجلس میں حاضر ہے خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ قول بمنزلہ اس کہنے

[۱] یعنی یہ بھی نہ ہوگا کہ بیع موقوف رہے حتی کہ شرط کو ساقط کرنے سے آئندہ جائز ہو جاوے ۱۲ م [۲] اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ۱۲ م [۳] یعنی اگر مشتری کے پاس غلام تلف ہو تو ثمن نہیں بلکہ اسپر قیمت واجب ہوگی ۱۲ م

کے ہی کہ تجکو اقالہ کر لینے کا اختیار ہی اور اگر کہا کہ تجکو تین دن تک کا اختیار رہی تو اُسکے کہنے کے موافق مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ جس بیع کا تو عقد کریگا اسمین مین نے تجھے خیار دیا پھر خرید کے وقت بلا شرط خیار خرید ا تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلے قول سے اُسکو اس بیع مین خیار حاصل نہوگا اور اگر مشتری نے شرط خیار اس طور سے کی کہ مجکو بیع یا ثمن مین خیار حاصل ہی تو یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ مجکو خیار حاصل ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رات تک یا ظہر کے وقت تک یا تین دن تک کے خیار کی شرط کی تو اُسکو پوری رات اور تمام وقت ظہر اور پورے تین دن تک خیار حاصل ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک جو انتہا مقرر کی ہی جبتک وہ نہ گزرے خیار کی بھی انتہا نہین ہو سکتی ہی اور صاحبین کے نزدیک جس چیز تک انتہا مقرر کی وہ چیز خیار مین داخل نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور یہ مسئلہ کتاب الاصل مین اسیطرح مذکور ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے اسکے برخلاف نقل کیا ہی یعنی کہا کہ اگر کسی نے اس شرط پر بیچا کہ مجکو رات تک خیار حاصل ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اسوقت سے غروب آفتاب تک خیار ہوگا اور جب آفتاب غروب ہوگیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی **ف** مثلاً پہر دن رہے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ مجھے رات تک خیار حاصل ہی خواہ دو دن یا نہ دو دن تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلی روایت کے موافق رات بھی خیار مین داخل ہی یعنی اُسوقت سے تمام رات اُسکو خیار حاصل ہی اور صاحبین کے نزدیک رات داخل نہین صرف اُسکو آفتاب غروب ہونے تک خیار ہی اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق جو ذخیرہ مین ہی امام اعظم رح کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہی والاقوی روایۃ ما فی الاصل واللہ اعلم اگر تین دن کے واسطے خیار شرط کی پھر اسمین سے ایک یا دو دن گھٹا دیے تو جسقدر ساقط کیا ساقط ہو جائیگا اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے ایک ہی دن کی شرط کی تھی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ کوئی غلام تین دن کی خیار شرط پر بیچا اور شرط کی کہ اُس عرصہ مین اُسکو اختیار ہوگا کہ غلام کو مزدوری پر رکھے اور اُس سے خدمت لے تو جائز ہی اور ایسا کر لینے سے اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر انگور کا باغ تین دن کے خیار شرط پر بیچا اس شرط پر کہ اس عرصہ مین اُسکے پھل کھاوے تو بیع جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر باپ یا اُسکے وصی نے نابالغ لڑکے کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی تو بیع جائز ہی پس اگر مدت خیار مین لڑکا بالغ ہوگیا تو امام ابی یوسف کے قول مین بیع تمام ہوگئی اور خیار باطل ہوگیا اور امام محمد رح نے ظاہر الروایت مین فرمایا ہی کہ خیار لڑکے کو حاصل ہو گا پس اگر مدت خیار مین اُسنے بیع کو جائز رکھا تو جائز ہو جائیگی اور اگر رد کیا تو باطل ہو جاویگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی

دوسری فصل عمل خیار اور اُسکے حکم کے بیان مین اگر خیار بائع کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو مبیع بالاتفاق اُسکے ملک سے نہین نکلتی ہی اور ثمن بالاتفاق مشتری کے ملک سے نکل جاتا ہی ولیکن اُسکے ملک سے نکلکر امام اعظم رح کے قول پر بائع کی ملک مین داخل نہین ہوتا ہی اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر بائع اور مشتری دونون کے واسطے خیار کی شرط ہو تو حکم عقد کا یعنی مبیع اور ثمن مین مشتری اور بائع کی ملکیت ہونا بالکل ثابت نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر خیار مشتری کیواسطے

شرط کیا گیا ہو تو ثمن بالاتفاق اُسکی ملک سے نہین نکلتا ہی اور مبیع بائع کی ملک سے بالاتفاق نکل جاتی ہی
ولیکن اُسکی ملک سے نکلکر امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کی ملک مین داخل نہین ہوتی ہی اور صاحبین کے قول کے
موافق داخل ہو جاتی ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اس قاعدہ پر جو مذکور ہوا کہ جسمین امام اعظم رح اور
صاحبین کا اختلاف ہی چند مسئلون کی بنا ہے ازانجملہ یہ ہی کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اس شرط پر خریدا
کہ اسکو تین دن تک خیار حاصل ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح فاسد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد
ہو جائیگا اور اگر مدت خیار مین بیع کو اختیار و قبول کرنے سے پہلے اُس سے وطی کر لی تو اگر وہ عورت باکرہ
تھی تو سب کے نزدیک خیار ساقط ہو جائیگا اور اگر ثیبہ تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک خیار باطل نہوگا اور
اسکو رد کا اختیار باقی رہیگا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص مبیع کو قبول کرنے والا شمار ہوگا یہ
سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک رد کرنیکا اختیار ثیبہ مین اسوقت ہی کہ اس مین
وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو اگرچہ ثیبہ ہو واپس کرنا جائز نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی
اور سب اماموں کا اس بات پر اتفاق ہی کہ اگر وہ باندی اُسکی زوجہ نہو اور وہ شخص اُس سے وطی کرے تو
بیع کا اختیار کرنیوالا شمار ہوگا خواہ وہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خواہ اُسکو
وطی سے کچھ نقصان پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ جب خریدی ہوئی باندی
مدت خیار کے اندر نکاح کے ساتھ مشتری سے بچہ جنے (یعنی کسی کی باندی سے نکاح کیا تھا اور اُسکے پیٹ رہا
پھر وضع حمل سے پہلے اُسکو مثلاً تین روز کے خیار پر خریدا اور وہ اس مدت مین مشتری سے بچہ جنی) تو امام
اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی اُم ولد نہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک ہو جائیگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور
امام رحمہ اللہ کے نزدیک مدت خیار کے اندر جننے سے ام ولد نہونا اُس صورت مین ہی کہ وہ باندی بائع کے
قبضہ مین ہو اور اگر مشتری کے قبضہ مین اگر مدت خیار مین جنی تو خیار ساقط ہو جائیگا اور مشتری کی ملکیت
ثابت ہو جائیگی اور باندی بالاتفاق اُسکی ام الولد ہو جائیگی کیونکہ وہ بچہ جننے کے سبب سے عیب دار
ہو گئی یہ کفایہ مین لکھا ہی۔ اگر خیار کی شرط سے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جو مشتری سے بچہ جنی تھی تو امام اعظم رح
کے نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور اسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا مگر جب اسنے قبول کر لیا
تو اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُسکا خیار باطل
ہو جائیگا اور اُسپر ثمن ادا کرنا لازم آئیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور ازانجملہ جسکو خریدا ہی اگر وہ
مشتری کا قرابت دار ہو تو آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔
ازانجملہ یہ ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہو جاؤن تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ

سلہ صورت یہ کہ غلام تاجر نے اپنے مولی کی اجازت سے زید کی باکرہ باندی سے نکاح کیا اور ہنوز زفاف نہوا تھا کہ اسنے یہ باندی
اپنے خیار شرط پر خریدی ۱۲ سلہ تو واپسی ممنوع ہوگی ۱۲ م سلہ قرابتی محرم جب کسی کی ملک مین آوے تو خود وہ فوراً آزاد ہو جاتا ہی ۱۲

خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا لیکن اگر کسی نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک غلام بشرط خیار خریدا تو وہ بالاتفاق آزاد ہو جائیگا اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر کوئی باندی شرط خیار کے ساتھ خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے اندر باندی کو حیض آیا پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ حیض استبراء[1] کے واسطے کفایت نہ کریگا اور صاحبین کے نزدیک یہی کافی ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور ایسا ہی اختلاف اُس صورت مین ہی کہ بعض حیض مدت خیار مین پایا جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کر کے بائع کو باندی واپس کر دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہین ہی خواہ فسخ کرنا اور رد کرنا قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر فسخ اور رد قبضہ سے پہلے ہوا تو استحساناً بائع پر استبراء واجب نہین ہی اور قیاس چاہتا ہے کہ واجب ہو اور اگر فسخ و رد قبضہ کے بعد ہوا تو استحساناً و قیاساً بائع پر استبراء واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس صورت مین اجماع ہی کہ اگر باندی کی بیع قطعی ہو پھر اقالہ وغیرہ کے ساتھ فسخ ہو پس اگر فسخ قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بائع پر استبراء واجب نہوگا اور اگر بعد قبضہ کے ہو تو واجب ہوگا اور اگر خیار بائع کو حاصل ہو پھر وہ بیع کو فسخ کر دے تو استبراء واجب نہوگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو مشتری پر بعد جواز بیع اور قبضہ کے از سر نو ایک حیض کے ساتھ باندی کا استبراء بالاجماع واجب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور پھر اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ مبیع بائع کے پاس مدت خیار کے اندر یا اُسکے بعد تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فسخ ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فسخ نہو گی اور مشتری کو ثمن دینا لازم ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر خیار بائع کیواسطے ہو پس اُسنے مبیع مشتری کو سپرد کر دی پھر مشتری نے مدت خیار کے اندر اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا پھر بیع کے نافذ ہونے سے پہلے یا بعد بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سب ائمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر بیع قطعی ہو اور مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت مبیع پر قبضہ کر لیا اور ثمن کا حال یہ تھا کہ وہ نقد ادا کر دیا گیا تھا یا میعاد مقرر تھی اور مشتری کو مبیع مین خیار رویت یا خیار عیب بھی حاصل تھا پھر مشتری نے اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سب اماموں کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اُسکو ثمن ادا کرنا واجب ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر کسی غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی کوئی اسباب خرید ا اور اپنی ذات کیواسطے خیار کی شرط کر لی پھر بائع نے اُسکو ثمن سے بری الذمہ کر دیا تو اُسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا اگر چاہے تو بلا عوض مبیع کو قبول کر لے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور مبیع بائع کو بلا ثمن واپس ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک عقد بیع نافذ ہو جائیگا اور خیار باطل[2] ہو جائیگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر بیع قطعی ہو اور بائع کے بری کر دینے سے وہ غلام جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہے ثمن ادا

---

[1] استبراء رحم کا پاک معلوم کرنا غیر کے نطفہ سے ہی کما فی النکاح ۱۲ [2] قولہ باطل کیونکہ مفت رد نہین کر سکتا ہی ۱۲ م

کرنے سے بری ہو جائے تو سب اماموں کے نزدیک اسکو اسباب واپس کرنیکا اختیار نہیں ہی نہ خیار رویت کی وجہ سے نہ خیار عیب کی وجہ سے اور اگر مشتری بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جائے اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو سب اماموں کے نزدیک اسکو خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار ہی اگرچہ وہ ثمن سے بری ہوا اور یہ ظاہر ہی اور اسیطرح خیار رویت کی وجہ سے بھی قبضہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں واپس کر سکتا ہی اگرچہ ثمن سے بری ہو لے اگر اسمیں کچھ عیب پایا اور ثمن سے بری ہونیکے بعد واپس کرنیکا ارادہ کیا پس اگر یہ ارادہ قبضہ سے پہلے ہی تو واپس کر سکتا ہی اور اگر قبضہ کرنیکے بعد ہی تو واپس نہیں کر سکتا یہ نہایہ میں لکھا ہی۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر کسی ذمی سے کسی ذمی نے شراب یا سور خریدا پھر قبضہ سے پہلے دونوں یا ایک اسلام لایا تو بیع باطل ہو جائیگی خواہ وہ بیع قطعی ہو یا اسمیں دونوں کے واسطے یا ایک کیواسطے خیار کی شرط ہو اور اگر بعد قبضہ کے دونوں یا ایک اسلام لایا تو اگر بیع قطعی تھی تو جائز ہو جائیگی اور باطل نہو گی اور اگر بیع میں بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر بائع مسلمان ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر مشتری مسلمان ہوا تو بیع باطل نہو گی اور خیار بائع کا اپنے حال پر باقی رہیگا پس اگر بائع نے بیع فسخ کرنی چاہی تو شراب اُسکو واپس ہو جائیگی اور اگر بیع کی اجازت دینی چاہی تو حکماً شراب مشتری کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونیکا اہل ہے اور اگر مشتری کیواسطے خیار کی شرط تھی پھر وہ اسلام لایا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائیگی اور باطل نہو گی اور اگر بائع اسلام لایا تو بالاتفاق بیع باطل نہو گی اور مشتری کا خیار اپنے حال پر رہیگا پس اگر مشتری نے بیع اختیار کی تو شراب اُسکی ہو جائیگی اور اگر فسخ کر دی تو بائع کی ہو جائیگی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونیکا اہل ہی یہ نہایہ میں مذکور ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ ایک[1] حلال شخص نے ایک ہرن بشرط خیار خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسنے احرام باندھا اس حال میں کہ ہرن اُسکے ہاتھ میں تھا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائیگی اور ہرن بائع کو واپس پایا جائیگا اور مشتری پر لینا لازم نہو گا اور اگر خیار بائع کیواسطے تھا تو بالاتفاق بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر خیار مشتری کیواسطے ہوا اور بائع احرام باندھے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنیکا اختیار ہی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے خیار شرط کے ساتھ انگور کا شیرہ خریدا پھر اُس مدت خیار میں وہ شراب ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائیگی یہ نہایہ میں لکھا ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر خیار مشتری کے واسطے ہوا اور وہ بیع فسخ کر دے تو امام اعظم رح کے نزدیک زوائد[2] بائع کو واپس دیجائینگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ہونگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی کسی نے ایک غلام بعوض ایک باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ غلام بیچنے والے کو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر بائع نے تین دن کے اندر غلام آزاد کر دیا تو سب اماموں کے قول کے موافق اُسکا عتق نافذ ہو جائیگا اور بیع باطل ہو جائیگی اور اگر اُسنے باندی کو آزاد کر دیا تو جائز ہی اور یہ آزاد کرنا اپنے خیار کو ساقط کرنا ہو گا اور بیع تمام ہو جائیگی اور اگر

[1] قولہ حلال یعنی جو حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے نہ ہو ۱۲ [2] یعنی مدت خیار میں اگر زیادت متصلہ منفصلہ پیدا ہو گئی اور مقصود بیان منفصلہ ہے ۱۲

اُسنے ایک ہی کلام مین دونون کو آزاد کردیا تو دونون آزاد ہوجاینگے اور اُسکو باندی کی قیمت اپنی پڑے گی اور مشتری کا آزاد کرنا باندی اور غلام دونون مین سے کسی کو صحیح نہین ہی اور ایسے مسئلہ مین اگر خیار مشتری کے واسطے فرض کیا جاے تو سب احکام برعکس ہوجاینگے اور اگر وہ باندی غلام بیچنے والے کی بیٹی تھی اور خیار غلام بیچنے والے کے واسطے ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ باندی آزاد نہو جائیگی اور اگر وہ اسکی زوجہ ہی تو نکاح فاسد نہوگا لیکن اگر غلام کے بائع نے اُسکو آزاد کردیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہوجاے گا اور یہ اُس کے خیار کے ساقط کرنے مین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ خریدار کو تین دن تک کا خیار ہی تو جب تک تین روز نہ گزر جاوین بائع کو ثمن طلب کرنیکا اختیار نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی بشر رح کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زبانی سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک غلام بشرط خیار خریدے تو مین بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر نہ کرونگا اور نہ مشتری پر ثمن بائع کو دینے کے واسطے جبر کرونگا اور اگر مشتری نے ثمن دیدیا تو بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر کرون گا اور اگر بائع نے غلام مشتری کو دیدیا تو مشتری کو ثمن بائع کو دیدینے کے واسطے حکم دونگا اور مشتری کو اُسکا خیار باقی رہیگا اور اگر خیار بائع کے واسطے ہوا اور مشتری نے ثمن ادا کرکے غلام پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے اُسکو روکا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہی لیکن بائع پر ثمن واپس کردینے کے واسطے جبر کیا جائیگا ہمارے اصحاب نے فرمایا ہی کہ خیار شرط کی وجہ سے صفقہ تمام نہین ہوتا ہی پس اگر خیار بائع کا ہو یا مشتری کا اور مبیع ایک چیز ہو یا چند چیزین ہون تو یہ نہین ہو سکتا کہ بعض مین بیع قبول کرے اور بعض مین نہ قبول کرے خواہ مبیع قبضہ مین ہو یا نہو کیونکہ اس صورت مین تمام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہوتا ہی اور یہ جائز نہین ہی ہان تمام ہونے کے بعد اسکے برخلاف ہی کیونکہ اسوقت صفقہ کی تفریق جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر خیار بائع کے واسطے ہوا اور مبیع پر قبضہ کرلیا گیا ہو پھر بعض اُسکا تلف ہوجاے یا کوئی شخص اُسکو تلف کردے تو امام ابو حنیفہ رح و ابو یوسف رح کے قول کے موافق بائع کو اختیار ہی کہ باقی مین بیع کی اجازت دیدے اور امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر مبیع ایسی چیز ہی کہ جسمین ابعاض مین باہم تفاوت ہی پس بعض تلف ہوے تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کو باقی مین اجازت دینے کا اختیار نہین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیزین یا گنتی کی ایسی چیزین ہون کہ جنمین تفاوت نہین ہوتا ہی پھر بعض تلف ہوجاوین تو بائع کو اختیار ہی کہ باقی مین بیع کو لازم کردے اور اگر کسی تلف کرنیوالے نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین تلف کردیا تو قول امام ابو حنیفہ رح اور پہلا قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہی کہ بائع کو اختیار ہی کہ بیع کو لازم کرے اور ثمن لے لے اور امام ابو یوسف رح کا بعدہ دوسرا قول یہ ہوا کہ بائع کو اُسکا مشتری پر لازم کرنیکا بدون مشتری کی رضا کے اختیار نہین ہی اور اگر دو غلام مین سے ایک اپنے بائع کے قبضہ مین ہلاک ہوجاے تو بلا رضامندی مشتری کے بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ باقی غلام مشتری کے سر ڈالے یہ حاوی مین لکھا ہی

تیسری فصل اس بیان مین کہ کن وجہون کے ساتھ اس بیع کا نفاذ ہوتا ہی اور کن کے ساتھ نہین ہوتا اور کن وجہون سے فسخ ہوجاتی ہی اور کن وجہون سے فسخ نہین ہوتی ہی جس شخص کے واسطے خیار کی شرط

کی گئی ہی خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یا کوئی اجنبی تو فقہا کا اتفاق ہی کہ اُسکو مدت خیار کے اندر اختیار ہی چاہے بیع کی اجازت دے اور چاہے فسخ کر دے پس اگر دوسرے کے بے حضور یعنے نادانستگی مین اُسنے بیع کی اجازت دی تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ شرط خیار اگر بائع کیواسطے ہو تو بیع کے جائز اور نافذ ہونیکی تین صورتین ہین ایک یہ کہ مدت خیار مین اُسنے کلام سے بیع کی اجازت دی کذا فی السراج الوہاج مثلاً یہ کہے کہ مین نے بیع کی اجازت دی یا مین بیع سے راضی ہوا یا مین نے اپنا خیار ساقط کر دیا اور الفاظ مانند اسکے کہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اسکے لینے کی خواہش کی یا محبوب رکھا یا مجھے خوش آیا یا مجھے موافق ہوا تو ایسے کہنے سے اُسکا خیار ساقط نہوگا بلکہ باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ مدت خیار کے اندر بائع مر جاوے تو اُسکی موت کی وجہ سے خیار باطل ہو جائیگا اور بیع نافذ ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور تیسری صورت یہ ہی کہ مدت خیار گذر جائے اور جسکو خیار حاصل ہی اُسکی طرف سے فسخ اور اجازت کچھ نہ پائی جاوے تو بیع نافذ ہو جائیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح جواز و نفاذ ہو جاتا ہی جبکہ اُسپر بیہوشی طاری ہو یا مجنون ہو جاوے اور تینون دن گذر جاوین اور اگر اُسکو مدت خیار کے اندر افاقہ حاصل ہو تو امام احمد رح طوادیسی سے منقول ہی کہ وہ صاحب خیار نہ رہیگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ وہ اپنے خیار پر باقی رہیگا شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب الماذون مین یہ حکم صریح آیا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ تحقیق یہ ہی کہ بیہوشی اور جنون خیار کو ساقط نہین کرتے ہین صرف مدت کا گذرنا بدون بیع یا فسخ اختیار کرنے کے خیار کو ساقط کرتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر سوتا رہے یہانتک کہ مدت گذر جائے تو بھی خیار ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر شراب کے نشہ سے بیہوش ہوا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور امام احمد طوادیسی سے منقول ہی کہ اگر بھنگ کے نشے سے بیہوش ہوا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہانتک کہ اگر مدت خیار مین اُسکا نشہ زائل ہو تو خیار کی وجہ سے اُسکو تصرف کرنا جائز نہین ہی اور صحیح قول یہ ہی کہ خیار اُسکا باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مرتد ہو گیا اور پھر مدت خیار کے اندر اسلام لایا تو بالاجماع اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اس مدت مین مر گیا یا مرتد ہونے پر قتل کیا گیا تو بالاتفاق اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر بعد مرتد ہونیکے خیار کی راہ سے اُسنے کوئی تصرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکا تصرف موقوف[1] رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ بیع کے فسخ کی دو صورتین ہین یا تو قول کے ساتھ یا فعل کے ساتھ پس قول کے ساتھ فسخ کرنیکی یہ صورت ہی کہ یون کہے کہ مین نے فسخ کر دیا پھر بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری اس سے آگاہ ہو تو فسخ صحیح ہوگا اور قاضی کے حکم کرنیکی یا مشتری کے راضی ہونیکی کچھ احتیاج نہو گی اور اگر مشتری آگاہ نہوا تو فسخ صحیح نہوگا اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک موقوف رہیگا اور اسمین امام ابو یوسف رح کا خلاف ہی کذا فی المحیط اور امام ابو یوسف رح کا خلاف کرنا صرف قول سے

[1] قولہ موقوف یعنی ابھی تک توقف ہی کہ آیندہ وہ مسلمان ہو جائے گا یا قتل ہو گا ۱۲

فسخ کرنے کی صورت میں ہے اور اگر فعل سے فسخ کرے تو بالاتفاق حکماً بیع فسخ ہو جائیگی خواہ مشتری غائب ہو یا
حاضر اور حاضر ہونے سے مراد اُسکا آگاہ ہونا ہے اور غائب ہونے سے مراد اُسکا آگاہ نہونا ہے پس اگر اُسنے مشتری کے
غائب ہونے کی حالت میں بیع فسخ کردی پھر اُسکو مدت خیار کے اندر خبر پہونچی تو فسخ تمام ہو گیا کیونکہ مشتری
آگاہ ہو گیا اور اگر بعد مدت گزرنے کے خبر پہونچی تو بیع تمام ہو جائیگی کیونکہ فسخ سے بعد مدت گزرنے کے آگاہ ہوا
اور اسی طرح اگر بائع نے بعد فسخ کرنے کے مشتری کے آگاہ ہونے سے پہلے پھر بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور اُسکا
فسخ کرنا باطل ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے ۔ اور فعل کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہے کہ بائع مدت خیار کے
اندر مبیع میں مالکانہ تصرف کرے مثلاً آزاد یا مدبر یا مکاتب کردے یا کسی دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کردے
اور اسی طرح اگر ہبہ کر کے سپرد کردے تو بیع فسخ ہو جائیگی اور اگر ہبہ کر کے سپرد نہ کیا تو فسخ نہوگی اگر رہن کر کے
سپرد کر دیا تو بیع فسخ ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے ۔ اور اگر اجرت پر دیدیا تو بعض جگہ مذکور ہے کہ یہ بھی فسخ ہوگا
اگرچہ اُسکو مستاجر کے سپرد نہ کیا ہو[1] اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مدت
خیار کے اندر مبیع مشتری کو سپرد کردی تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر اختیار کی راہ سے سپرد کی ہے تو اُسکا
خیار باطل نہوگا اور مشتری مالک نہوگا اور اگر مالک کردینے کی راہ سے سپرد کی ہے تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ فصول
عمادیہ میں لکھا ہے اور حاصل یہ ہے کہ اگر بائع کوئی ایسا فعل کرے کہ اگر وہ فعل ثمن میں کرتا تو بیع کی اجازت ہو جاتی تو مبیع
میں ایسا فعل کرنے سے ازروے دلالت کے بیع فسخ ہو جائیگی یہ بدائع میں لکھا ہے ایک شخص نے کوئی غلام بعوض
ثمن کے جو مشتری نے اپنے ذمہ رکھا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو تین دن تک خیار ہے پھر مدت خیار کے اندر بائع
نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا اُسکو ثمن سے بری کر دیا یا اُس ثمن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خریدی تو اس کا خریدنا
اور بری کرنا اور ہبہ کرنا سب صحیح ہے اور اُسکا خیار باطل ہو جائے گا اسواسطے کہ جو ثمن ذمہ رکھا جاوے وہ بمنزلہ
اسباب[2] کے ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے بعوض اس ثمن کے جو اُسکے ذمہ ہے
کوئی چیز چکائی تو بھی خیار باطل ہو جائیگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز
اس ثمن کے عوض خریدی تو بائع کا خیار باطل ہوگا اور خرید صحیح نہوگی اور اگر ثمن قرض تھا پھر مشتری نے اُسکو ادا کر دیا
اور بائع نے اُسپر قبضہ کر کے کچھ تصرف کیا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اسی طرح اگر مبیع مشتری کو سپرد کردی تو
بھی خیار باطل نہوگا اور اگر خیار مشتری کے واسطے تھا اور بائع نے اُسکو ثمن سے بری کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے کہا
کہ اسکا بری کرنا صحیح نہیں[3] اور امام محمد رحمہ نے کہا ہے کہ اگر مدت خیار کے گزرنے یا مدت کے اندر خیار ساقط کرنے سے
دونوں کے درمیان بیع تمام ہو جاے تو بائع کا بری کرنا نافذ ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسے
مسئلوں میں حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ثمن ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہے تو جب بائع ثمن پر قبضہ کر کے بیع

ف١ قولہ نہ کیا یعنے اجارہ میں قبضہ دینا شرط نہیں جیسے ہبہ و رہن میں شرط ہے ۱۲ م ف٢ یعنی بمنزلہ اسباب کے معین ہوتا ہے تو ہبہ
وغیرہ صحیح ہے ۱۲ م ف٣ حاصل آنکہ متوقف رہے گا ۱۲ م

یا ہبہ کے طور پر تصرف کریگا تو یہ فعل بیع کا تمام کرنا شمار ہوگا اور اگر ثمن ایسی چیز ہی کہ جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہی جیسے دراہم وغیرہ تو اُسمین اگر بعد قبضہ کے مشتری یا کسی دوسرے کے ساتھ تصرف کرے تو بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے مشتری کے ساتھ کوئی تصرف کیا جیسے کہ ثمن کے عوض مشتری سے کوئی کپڑا خریدا یا مثلاً ثمن ہزار درہم تھے اُسکے بدلے سو دینار بطور بیع صرف کے خریدے تو یہ فعل بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ اُسکو دونون مین خیار حاصل ہی اور مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر ایک دونون مین سے مر گیا یا اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو باقی کی بیع جائز نہین ہی اگرچہ بائع اور مشتری بیع کی اجازت پر راضی ہو جائین اسواسطے کہ جو بیع شرط خیار کے ساتھ ہو وہ حکم یعنی ملکیت کے حق مین منعقد نہین ہوتی ہی پس جب دونون مین سے ایک ہلاک ہو گیا تو باقی مین بیع کی اجازت گویا از سر نو ایک حصہ کے ساتھ عقد کرنا ہوگی اور یہ جائز نہین ہی اور اگر بائع نے دونون غلامون کی زندگی مین یہ کہا کہ مین نے اس خاص غلام کی بیع توڑ دی یا کہا کہ مین نے ان مین سے ایک کی بیع توڑ دی تو اُسکا اسطرح بیع کا توڑنا باطل ہوگا اور اُسکو دونون مین خیار باقی رہیگا اور اسی طرح اگر ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ اُسکو تین دن تک خیار ہی پھر کہا کہ مین نے اسکے نصف مین بیع توڑ دی تو یہ بھی باطل ہوگا اگر کسی نے انڈے یا گدر کھجورین تین دن کے خیار شرط پر بیچین پھر مدت خیار کے اندر انڈون مین سے بچے نکلے یا کچی کھجورین پختہ ہو گئین تو بیع باطل ہو جائیگی اور اس مسئلہ مین اگر مشتری کا خیار فرض کیا جاوے تو اسکا خیار باقی رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسی صورت مین اگر خیار کسی کا نہو تو بیع باقی رہیگی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو بیع قبول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی ایک شخص نے کوئی زمین تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی اور بائع نے ثمن پر اور مشتری نے زمین پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تو زمین مشتری کے پاس قیمتی ضمانت[1] مین رہے گی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے پورے ثمن حاصل کرنے کے واسطے جو اُس نے بائع کو دیا ہی زمین کو روک رکھے پس اگر بائع نے اُسکے بعد مشتری کو اس زمین مین ایک سال تک زراعت کرنے کی اجازت دی اور مشتری نے اُس مین کھیتی کی تو زمین مشتری کے پاس امانت[2] ہو جائیگی اور بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اختیار ہوگا کہ جب چاہے مشتری سے نکال لے اور مشتری کو اپنے ثمن پورا لینے کے واسطے کہ جو اُسکا بائع کے ذمہ چاہیے ہی زمین کے روکنے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے زمین مین زراعت کی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ایسی زمین کی اُجرت کے حساب سے اُسکو اپنے پاس رکھے اور کھیتی کٹنے کے وقت تک بائع کو اس زمین کے قبضہ مین لانے سے منع کرے اور اگر مشتری نے بعد کھیتی کرنے کے یہ ارادہ کیا کہ بائع کو زمین پر قبضہ کرنے سے منع کرے یہانتک کہ اپنا ثمن اُس سے واپس لے تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہی اور اگر مشتری نے کھیتی کے تیار ہونے تک ایسی زمین کی جو اجرت ہوا کرتی ہی اسکے دینے سے انکار کیا اور کھیتی کے درخت اُکھاڑ ڈالنے کو بھی بُرا جانا اور اس زمین کے مالک سے کھیتی کی ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہی بشرطیکہ

[1] یعنی اس کے ضائع ہونے پر قیمت دینا پڑے گی نہ ثمن ۱۲م [2] یعنی ضمانت سے نکل جاوے گی ۱۲م

زمین کے مالک نے اُسکو کھیتی کی اجارت کھیتی تیار ہونے تک دی ہو لیکن اگر زمین کا مالک کھیتی کے تیار ہو کر کٹنے تک اپنی زمین میں کھیتی کو بلا اُجرت چھوڑ دے تو اُس پر ضمان لازم نہ آئیگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے ایک غلام بشرط خیار بیچا پھر بائع نے اُس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر گھر میں داخل ہو یا یہ کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو پس تو آزاد ہے تو یہ کہنا بیع کے توڑنے میں شمار نہوگا اور اسی طرح اگر غلام سے کہا کہ تو یا یہ دوسرا غلام آزاد ہے یعنے یہ بھی بیع کا توڑنا نہوگا اور یہ مسئلہ منتقی میں مذکور ہے اور اس اخیر صورت کی نسبت ہشام اور بشر نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ جب مدت خیار کی بیع ٹوٹنے سے پہلے گزر جائیگی تو بیع واجب ہو جائیگی اور وہ دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر چکی کی بیع میں خیار کی شرط تھی پھر بائع اُسکو پیسنے کے کام میں لایا تو بیع فسخ ہوئی اور اگر مشتری نے اپنے خیار میں چکی سے اسواسطے پیسا کہ یہ معلوم ہو کہ اس چکی سے کسقدر پیسا جا سکتا ہے تو اُسکا خیار ساقط نہوگا اور اگر اُس سے زیادہ پیسا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک رات دن سے زیادہ پیسنا زیادتی میں شمار ہے اور اس سے کم کمی میں شمار ہے کہ اس سے خیار باطل نہیں ہوتا ہے یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے۔ اگر مبیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو بیع باطل ہو جائیگی خواہ خیار صرف بائع کو ہو یا صرف مشتری کو یا دونوں کو حاصل ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہلاک ہو پس اگر خیار بائع کو تھا تو بیع باطل ہو جائے گی اسلیئے کہ مبیع کی ایسی حالت ہو گئی کہ اسپر انشاء[له] عقد کرنے کی گنجایش نہیں ہے تو عقد کی اجازت دینے کی گنجائش بھی نہوگی پس بیع بالضرور فسخ ہو جائیگی پھر اگر وہ شی مثلی نہیں ہے تو مشتری کو قیمت دینی لازم آئیگی اور اگر مثلی ہے تو اُسکا مثل واجب ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں خیار مشتری کا ہو تو بیع باطل نہوگی ولیکن خیار باطل ہو جائے گا اور بیع لازم ہوگی اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اس شرط پر کہ اسکو خیار حاصل ہے اور وہ باندی مشتری کو دیدی پھر مدت خیار کے اندر مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا یا کسی سے اُس کا نکاح کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہوگا اور اُس کا نکاح کر دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کر دی پس دوسرے شخص سے اُسکا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ وہ باندی باکرہ تھی اور اس کے شوہر نے اُس سے وطی کر لی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑ دی اور وطی کرنے کے سبب اُس باندی میں سو درم کا نقصان آگیا ہے اور اس وطی کا مہر سو درم ہیں تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے شوہر کا دامنگیر ہو کر پورا مہر لیوے اور شوہر اسکو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامنگیر ہو کر وطی کا نقصان لے یعنے سو درم لے اور پھر مشتری اس سو درم کو جو اُس نے ضمان میں دیئے ہیں اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لے گا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہیں دی اور باندی بائع کے قبضہ میں تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا اور اسکے شوہر نے اس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے ثیبہ ہونے کی وجہ سے وطی سے

[له] قوله انشاء یعنی از سر نو اسپر عقد کرنا غیر ممکن ہی ۱۲ م

اُس مین کچھ نقصان نہین آیا تو نکاح فاسد ہی اگر مشتری اُس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہو جائیگا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ نہوگا اسواسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو فرج اُسکی مشتری کے واسطے حلال نہین ہوئی اور اگر مشتری اُسکے نکاح کو فسخ کردے تو اس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑے گا اور بسبب اُس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھیرنے کا اختیار نہین ہی اس جہت سے کہ وطی سے اُس مین نقصان نہین آیا اور اگر وطی زنا سے واقع ہو تو عیب مین شمار ہوگی کہ جسکے سبب سے اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی-کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اُسکو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر مشتری نے چند درم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پہ صلح کی کہ اپنا خیار توڑ کر بیع پوری کردے تو یہ صلح جائز ہی اور یہ زیادتی ثمن مین زیادتی لگائی جاوے گی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور بائع نے خیار توڑ دینے پر اسطرح صلح کی کہ مین ثمن سے اس قدر کم کردونگا یا یہ اسباب خاص بیع مین بڑھا دونگا تو یہ بھی بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر کوئی غلام ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک کا خیار حاصل ہی پھر مشتری نے بعوض درہمون کے سو دینار دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہی کہ اُسکے دینار واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہی-اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمدؒ سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان تین دن کے خیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر مین چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائین اور بیع واجب ہو جاوے تو ایسی صورت مین کیا منادی بھیجا جائیگا امام نے فرمایا کہ ہان مین اُسکے طرف منادی بھیجونگا پس اگر وہ ظاہر ہوگیا تو بہتر ورنہ اُسکا خیار باطل کردونگا مگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہو جاوے پھر مین نے کہا کہ اگر خصم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہین بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ خیار باطل کردو تو امام نے فرمایا کہ مین ایسا نہ کرونگا پھر مین نے کہا کہ اگر خصم بیان کرے کہ مین نے منادی کی اور اشہاد کیا پھر وہ مجھسے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی کرو-تو امام نے فرمایا کہ مین کہونگا کہ لوگو گواہ رہو[1] کہ یہ شخص بیان کرتا ہی کہ مجھسے جس سے جھگڑا ہی مین نے اُس کی تین دن تک منادی کی کہ مین ہر روز اُسکے پاس جاتا تھا اور منادی کرتا تھا پس وہ مجھسے چھپ جاتا تھا پس جیسا یہ کہتا ہی کہ اگر ایسا ہی ہی تو مین نے خیار باطل کردیا پھر اگر اسکے بعد مشتری ظاہر ہوا اور اُسنے انکار کیا تو مین مدعی سے خیار اور منادی کرنے پر گواہ طلب کرونگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی-کسی شخص نے ایک چیز تین دن کے خیار شرط پر خریدی اور تین دن کے اندر بائع کے دروازہ پر گیا تاکہ مبیع پھیر دے پس بائع اُس سے چھپ گیا اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ بائع کی طرف سے خصم قائم کرنے اُسکو بیع پھیر دیجاوے تو فقہا نے اس باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ قاضی خصم قائم کریگا مشتری کی رعایت سے اور محمد ابن سلمہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی درخواست قبول نہ کرے کیونکہ مشتری نے جب خریدا اور پوشیدہ ہو جانے کے احتمال کے باوجود کوئی کفیل بائع سے نہ لیا تو

[1] یعنی کچھ لوگ گواہ رہو کہ اس شخص نے مدعا علیہ کو تلاش کیا اور منادی کرائی جس کو گواہون نے دیکھا ہے ۱۲ م

اُس نے اپنی رعایت خود ترک کردی پس اُس کی رعایت نہ کیجاوے گی پس اگر قاضی نے کوئی خصم قرار نہ دیا نہ دیا اور مشتری نے قاضی سے منادی کرنے والے کی درخواست کی تو امام محمدؒ سے اس باب مین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہی کہ قاضی اس درخواست کو قبول کرکے بائع کے دروازہ پر ایک منادی بھیجے کہ وہ جاکر پکارے کہ قاضی کہتا ہی کہ فلان خصم تیرا تجھپر بیع واپس کرنا چاہتا ہی پس اگر تو حاضر ہو تو بہتر ورنہ مین بیع توڑ دونگا پس قاضی بدون منادی کے بیع نہ توڑیگا اور دوسری روایت مین یہ آیا ہی کہ قاضی منادی کی درخواست بھی قبول نہ کریگا پس امام محمدؒ سے پوچھا گیا کہ مشتری کو کیا کرنا چاہیے تو اُنھون نے کہا کہ مشتری کو یہ چاہیے کہ جب اُسکو بائع کے غائب ہوجانے کا خوف ہو تو بائع سے کوئی ثقہ وکیل لیکر اپنی مضبوطی کرے تاکہ اگر بائع چھپ جاے تو وکیل کو واپس کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جو جلد بگڑجاتی ہی اس شرط پر کہ تین دن تک کا خیار ہی تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ مشتری پر کچھ جبر نہ کیا جاوے اور استحسان کے روسے مشتری سے کہا جائے گا کہ یا بیع فسخ کرے یا مبیع کو لے اور تجھپر کوئی ثمن واجب نہ ہوگا تاوقتیکہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس بگڑجاے اور یہ اسواسطے کہ دونون طرف کا ضرر دفع ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی ایسی چیز کو کہ جو جلد بگڑجاتی ہی بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہوگیا تو بائع کو اختیار ہو گا کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور دوسرے مشتری کو اُس کا خریدنا حلال ہی اگرچہ وہ اسکے پہلے فروخت ہونے سے آگاہ ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر بائع یا مشتری کسی کو خیار حاصل تھا اُس نے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر مین آج ایسا نہ کرون تو میرا اخیار باطل ہی تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر ایسی شرط خیار عیب مین لگائی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یہ کہا کہ مین نے اپنا خیار کل آئندہ مین باطل کردیا یا کہا کہ مین نے اپنا خیار باطل کردیا جس وقت کل کا روز آوے گا پس کل کا دن آیا تو منتقی مین مذکور ہی کہ اُسکا خیار باطل ہوجائے گا اور یہ قول پہلے قول کے مثل نہین ہی کیونکہ یہ وقت لامحالہ آویگا بخلاف پہلی صورت کے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر ایک باندی بعوض ایک غلام کے فروخت کی اس شرط پر کہ بائع کو باندی مین خیار حاصل ہی تو غلام کا ہبہ کرنا یا نخاس مین پیش کرنا بیع کی اجازت مین شمار ہوگا اور باندی کا بیع کے واسطے پیش کرنا اصح قول کے موافق بیع کی فسخ ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی بشرط خیار مول لی پھر اسکے سوا دوسری باندی بائع کو واپس دیکر کہا کہ یہ وہی ہی جو مین نے تجھسے خریدی تھی تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور بائع کو جائز ہی کہ اسکو اپنی ملکیت مین لیوے اور اس سے وطی کرے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی۔ بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہی کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شیرۂ انگور اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو خیار حاصل ہی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ مشتری کے پاس شراب ہوگیا تو بیع ٹوٹ گئی اس مسئلہ کو منتقی مین ذکر کرکے کہا کہ مشتری شیرۂ انگور کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور اسی طرح امام محمدؒ سے مروی ہی۔ حاکم ابو الفضل

کہتے ہین کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہی کہ بائع اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر وہ تین روز گزرنے تک خاموش رہے تو مشتری کو مبیع لازم ہوگی پھر اُس بنا پر کہ جو بشر رح نے روایت کی ہی کہ بیع ٹوٹ جائیگی فرمایا کہ اگر اُن دونون نے باہم جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ وہ شراب سرکہ ہوگئی پھر بائع نے اپنے خیار کے موافق بیع کو لازم کرنا اختیار کیا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہی اور مشہور روایت کے موافق مشتری کا راضی ہونا اعتبار نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع کو خیار حاصل ہی پھر اُس غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی تو یہ فعل بیع توڑنے مین شمار نہوگا مگر اُس صورت مین بیع ٹوٹ جائیگی کہ اگر غلام پر کچھ قرض ہوجاے اور بعد قرض ہوجانے کے اگر بیع تمام کرنی چاہے تو جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر کسی نے اپنا غلام تین دن کے خیار شرط پر فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا پھر اُسکو مشتری کے پاس سے غصب کرلیا تو یہ کام بیع کے فسخ اور خیار کے باطل کرنے مین شمار نہوگا یہ فصول عمادیہ کی چھبیسوین فصل مین لکھا ہی - اگر کوئی غلام اس شرط پر کہ بائع کو خیار حاصل ہی فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کرلیا اور غلام نے مشتری کے پاس کسی کو قتل کرڈالا اور غلام بھی مرگیا اور مشتری نے اُسکی قیمت بائع کو دیدی تو خون کے وارث بائع سے قیمت لے لین گے اور بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے اُسکے مثل لیوے اور یہ صورت بمنزلہ غصب کے ہی - کسی نے ایک غلام خیار کی شرط پر بیچا اور غلام اُسکے قبضہ مین ہی پھر تین دن کے اندر کہا کہ مین نے بیع کو فسخ کردیا پھر اُسکے بعد کہا کہ مین نے بیع کو تمام کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع استحساناً جائز ہی اور اگر ایسی صورت مین بائع نے مبیع مین کچھ نقصان پیدا کردیا اور مشتری نے کہا کہ مین اُس کو اسی طرح لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن اگر بائع اُسکو سپرد کردے تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر مبیع کو کسی اجنبی نے ہلاک کردیا اور خیار بائع کا تھا تو بیع فسخ نہوگی اور بائع کا خیار باقی رہیگا خواہ مبیع مشتری کے قبضہ مین ہو یا بائع کے قبضہ مین ہو پس اگر بائع چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور ہلاک کرنے والے کا دامنگیر ہوکر ضمان لے لے اور اسی طرح اگر مبیع کو مشتری نے ہلاک کیا تو بائع کو اختیار ہی چاہے بیع کو فسخ کردے اور مشتری سے ضمان لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لے اور اگر مبیع مین بائع کے پاس کچھ عیب آگیا تو یہ عیب اگر آسمانی آفت سے یا خود مبیع کے فعل سے ہو تو بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور اگر چاہے تو اجازت دے پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہی کہ اگر چاہے تو مبیع پورے ثمن مین لے لے ورنہ ترک کردے کیونکہ مبیع قبضہ سے پہلے متغیر ہوگئی اور اگر اس صورت مین بائع کے فعل سے عیب آگیا ہو تو بیع باطل ہوجائے گی اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے عیب آگیا تو بیع باطل نہوگی اور بائع اپنے خیار پر باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرکے عیب پیدا کرنے والے کا دامنگیر ہوکر جرمانہ لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر مشتری سے ثمن حاصل کرے اور مشتری عیب پیدا کرنے والے سے جرمانہ لے اور اسی طرح عیب اگر مشتری کے فعل سے پیدا ہوا تو بھی بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار رہیگا کہ اگر چاہے تو فسخ کرکے مشتری سے قیمت لے

ف (ل) ورنہ اجازت دے کر مشتری سے ثمن لیوے بشرطیکہ اُسکے قبضہ مین ہو ۱۲م

اور اگر چاہے تو اجازت دیکر اُس سے ثمن حاصل کرے اور اسی طرح اگر مبیع مشتری کے قبضہ مین کسی اجنبی یا
مشتری کے فعل یا آسمانی آفت سے عیب دار ہو گئی تو بھی بائع اپنے خیار پر رہیگا اگر چاہے تو بیع کی اجازت
دیوے ورنہ چاہے تو فسخ کردے پس اگر اُسنے اجازت دی تو مشتری سے پورا ثمن لے لیگا اور مشتری اجنبی
سے جرمانہ لیگا اگر عیب اُسکے فعل سے ہوا ہو اور اگر بائع نے بیع فسخ کردی تو عیب اگر فعل مشتری یا
آفت آسمانی سے ہوا تو بائع اُس عیب دار مبیع اور جرمانہ کو مشتری سے لیگا اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے
ہوا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے جرمانہ مشتری سے لے ورنہ اجنبی سے لے ولیکن مشتری جو جرمانہ دیگا
وہ اجنبی سے واپس لیگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور ابو سلیمان نے امام ابو یوسفؒ سے امالی مین روایت کی ہے
کہ اگر مبیع بائع کے قبضہ مین کوئی جرم کرے اور خیار بائع کا ہو تو اگر بائع بیع کو توڑے پس بائع یا مبیع کو دے گا
یا اُسکا فدیہ دے گا اگر اُسنے بیع باقی رکھی یا خاموش رہا یہانتک کہ مدت گزر گئی اور مشتری نے اُس کو قبول
کیا اور اُسکے عیب جرم پر راضی ہو گیا تو مشتری جرم مین یا مبیع کو دیگا یا اُسکا فدیہ دے گا یہ محیط مین لکھا ہے
ایک شخص نے اپنا بیٹا اس شرط پر خریدا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر مشتری مر گیا اور بائع نے بیع کی اجازت
دیدی تو بیٹا آزاد ہو جائیگا اور اپنے باپ کا وارث نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر مکاتب یا ماذون نے
کوئی چیز فروخت کی اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کی اور مدت خیار مین مکاتب اپنی کتابت سے عاجز ہوا
یا ماذون اپنی اجازت سے مجور کیا گیا تو بیع لازم ہو جائیگی اور بالاتفاق خیار باطل ہو جائے گا یہ ینابیع مین
لکھا ہے۔ کوئی بکری تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی پھر بائع نے مدت خیار مین اُسکے پشم کاٹ لیئے تو یہ
بیع توڑنے مین شمار ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی
فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ مین وطی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے
تین دن کے خیار شرط پر ایک باندی فروخت کی پھر اس باندی نے بائع یا مشتری کے پاس کچھ مال حاصل
کیا یا اُسکے کچھ اولاد ہوئی تو یہ زوائد اصل کے ساتھ ملا دیے جائین گے یعنی اگر بیع تمام ہو تو یہ کل مشتری کے ہونگے
اور اگر فسخ ہو جاے تو بائع کے ہون گے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور واضح ہو کہ اگر خیار مشتری کا ہو تو
اس بیع کا نافذ ہونا اُن تین صورتون کے ساتھ جو مذکور ہوئین اور اُن کے سوا ایک اور صورت کے ساتھ
ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتری مبیع مین مالکانہ تصرف کرے اور قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ ہر فعل کہ مشتری نے
اپنے شرط خیار کے ساتھ مبیع مین کیا اگر وہ فعل ایسا ہے کہ مشتری امتحان کے واسطے اُسکے کرنے کا محتاج تھا اور کسی
حال مین اُس فعل کا کرنا ایسی چیز مین جو ملک نہین ہے حلال بھی تھا تو ایسے فعل کا ایک بار کرنا بیع کے اختیار
کرنے کی دلیل نہین ہے اور اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر امتحان کے واسطے اس فعل کا محتاج نہ تھا یا محتاج تھا
مگر غیر ملک مین وہ فعل کسی حال مین جائز نہین ہے تو ایسا فعل کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل ہے یہ ذخیرہ
مین لکھا ہے کسی غلام کی خرید مین اگر خیار مشتری کا تھا اور اُسنے اُسکو فروخت کیا یا آزاد دیا مدبر یا مکاتب یا رہن کیا

یا اُسکو ہبہ کیا خواہ سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو یا اسکو اُجرت پر دیا تو یہ سب باتین مشتری کی طرف سے اجازت بیع مین شمار ہون گی کیونکہ ایسے تصرفات خاص کر ملک مین ہوتے ہین یہ نہایہ مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اگر غلام مین سے کچھ آزاد کر دیا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ وطی کرنا یا شہوت سے بوسہ لینا یا شہوت سے مباشرت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُسکی فرج کی طرف دیکھنا سب مشتری کی طرف سے اجازت مین شمار ہی لیکن بدون شہوت کے چھونا اور اُسکی فرج کی طرف دیکھنا اجازت مین شمار نہوگا۔ بدائع مین لکھا ہی اور اگر باقی اعضاء کی طرف شہوت سے دیکھا تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ امتحان مین اسکی ضرورت ہی بخلاف بائع کے کہ اگر اُسنے بلا شہوت کے باقی اعضاء کو چھوا یا اُسکی فرج کی طرف دیکھا یا شہوت کے ساتھ اُسکے باقی اعضاء کی طرف دیکھا تو اُسکا خیار ساقط ہو جانا واجب ہی کیونکہ اُسکو اُسکی کچھ ضرورت نہین ہی اور یہ بدون ملک کے حلال نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور شہوت کی تعریف معتبر یہ ہی کہ اُسکے آلۂ تناسل کو انتشار ہو یا اُسکا انتشار بڑھ جائے اور بعضون نے کہا ہی کہ قلب سے خواہش ہو اور انتشار شرط نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر مشتری نے اُسکا بوسہ لیا یا اُسکو چھوا یا یا اُسکی فرج دیکھی پھر اُسکے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ کام شہوت کے ساتھ نہ تھا تو قسم کے ساتھ اسکا قول معتبر رکھا جائیگا اسی طرح امام محمدؒ سے منتقی مین روایت ہی پھر کہا کہ یہ بات ظاہر ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو چھوے یا اُسکی فرج دیکھے اور کہے کہ شہوت سے نہ تھا تو اُسکا قول معتبر ہوتا ہی پس ایسا ہی اس صورت مین بھی معتبر ہوگا اور اگر مباشرت بلا وطی واقع ہوئی پھر کہا کہ یہ بلا شہوت تھی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور صدر الشہید بوسہ کے باب مین کہتے تھے کہ حرمت مصاہرہ کا فتوی دیا جائیگا تا وقتیکہ اُسکا بلا شہوت ہونا ثابت نہو اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کے باب مین کہتے تھے کہ ایسا فتوی نہ دیا جائیگا تا وقتیکہ اُسکا شہوت سے ہونا ظاہر نہو پس صدر الشہید کے قول کے قیاس پر واجب ہی کہ اس مسئلہ مین مشتری نے اگر اس باندی کا بوسہ لیا اور کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو اُسکا قول قبول نہ کیا جائے اور اُسکا خیار ساقط ہو جائے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے اُسکا بوسہ لیا اور کہا کہ بدون شہوت کے تھا پس اگر مُنھ مین لیا ہی تو اُس کا قول قبول نہوگا اور اگر باقی بدن مین لیا ہے تو اسکا قول قبول ہوگا اور خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی صدر الشہید نے کتاب البیوع مین لکھا ہی کہ اگر باندی نے مشتری کے عضو تناسل کو دیکھا یا مشتری کا بوسہ لیا یا اُسکو شہوت سے چھوا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ کام اُسنے شہوت سے کیے ہین پس اگر مشتری نے اپنے اوپر ان کامون کے کرنے کا قابو دید یا تھا تو بالاتفاق اسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے قابو نہ دیا اور وہ اسکو مکروہ جانتا تھا اور باندی ایسا کر گزری تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایسا واقعہ بیع کی اجازت نہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ باندی کی طرف سے کسی طرح سے فعل ہو بیع کی اجازت نہین ہوتا ہی اور اس بات پر اجماع ہی کہ اگر مشتری کے سونے کی حالت مین باندی نے اُس سے

جماع کر لیا کہ اپنی فرج میں اُسکا عضو تناسل داخل کر لیا تو مشتری کا خیار ساقط ہو جائیگا یہ بدائع میں لکھا ہی اگر خریدی ہوئی باندی کو اپنے بستر پر بلایا[1] تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اسیطرح اگر اُسکا نکاح کر دیا ہو لیکن اگر اُسکا شوہر اُس سے وطی کر لے تو خیار باطل ہو جائیگا یہ سراجیہ میں لکھا ہی۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور اسباب اُسکے قبضہ میں ہو اور اسمیں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاے جو دور نہیں ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائیگی اور خیار باطل ہو جائیگا خواہ یہ عیب بائع کے فعل سے ہوا ہو یہ قول امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کا ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی اور اگر وہ عیب دور ہو سکتا ہو جیسے مرض تو مشتری کو بیع فسخ کرنے اور تمام کرنیکا اختیار رہیگا اور فسخ اُسی صورت میں کر سکتا ہی کہ مدت خیار کے اندر عیب جاتا رہے اور اگر باقی رہے اور مدت گزر جاے تو فسخ کا اختیار نہوگا اور بیع لازم ہو جائیگی یہ بدائع میں لکھا ہی اگر غلام بیمار ہوا اور خیار مشتری کا تھا پھر اُسنے بائع سے ملاقات کر کے کہا کہ میں نے بیع توڑ دی اور غلام تجکو واپس دیا اور بائع نے قبول نکیا اور نہ غلام پر قبضہ کیا پس اگر مدت گزر گئی اور غلام مریض ہی رہا تو مشتری کو لینا لازم ہی اور اگر مدت خیار میں اچھا ہو گیا اور مشتری واپس نہ کرنے پایا تھا کہ مدت گزر گئی تو مشتری کو اُس گفتگو کی وجہ سے جو بائع سے روکے باب میں کر چکا ہی واپس کرنیکا اختیار ہی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی۔ اگر مشتری کے قبضہ میں مدت خیار کے اندر مبیع میں کچھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اصل شے سے پیدا ہوئی ہو اور اُسی کے ساتھ متصل ہی جیسے کہ موٹا ہونا یا مرض سے اچھا ہو جانا یا آنکھ سے جالا جاتا رہنا تو ایسی زیادتی کی وجہ سے مبیع واپس نہیں ہو سکتی اور فسخ بیع نہیں ہو سکتی یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ہی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی اور اگر ایسی زیادتی ہی کہ جو اصل سے متصل ہی مگر اس سے پیدا نہیں ہی جیسے کپڑے کا رنگنا اور ستوؤں کے ساتھ مسکہ اور زمین کے ساتھ عمارت یا درخت لگانا تو ایسی زیادتی بالاتفاق واپس کرنیکی مانع ہی اور اسیطرح اگر زیادتی اصل سے پیدا ہو مگر اُس سے جدا ہو جیسے بچہ اور دودھ اور اون یا شبہہ سے وطی کا مہر و ارش وغیرہ تو یہ بھی واپس کرنیکی مانع ہیں یہ ینابیع میں لکھا ہی۔ اور جو زیادتی کہ اصل سے پیدا نہوا اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالاتفاق رد کی مانع نہیں ہی یہ نہر الفائق میں لکھا ہی پس اگر مشتری نے بیع کو اختیار کیا تو بالاتفاق زیادتی مع اصل اُسی کی ہی اور اگر فسخ بیع کو اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک زیادتی مع اصل واپس کرے اور صاحبین نے کہا کہ فقط اصل کو واپس کرے اور زیادتی مشتری کی ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی۔ اگر مبیع چوپایہ ہی اور خیار مشتری کا ہی اور وہ اُسپر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُسکی چال اور قوت دریافت کرے یا مبیع کپڑا ہی اور اُس کو اس غرض سے پہنا کہ اُسکی مقدار معلوم کرے یا وہ باندی تھی کہ اُسکا حال معلوم کرنے کے واسطے اُس سے خدمت لی تو مشتری اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر چال اور قوت دریافت کرنے سے زیادہ سوار ہوا تو یہ بیع پر راضی ہونے میں شمار ہوگا اور اُسکا خیار جاتا رہے گا اور اگر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو یہ بھی رضامندی ہی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی۔ اور خدمت لینے سے خیار باقی

---

[1] یعنی فقط زبان سے بلایا کوئی حرکت نہیں کی ۱۲ م

رہنا اُسوقت ہی کہ تھوڑی خدمت لی ہو اور اگر امتحان سے زائد خدمت لی تو بیع کے اختیار کرنے مین شمار ہی
یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کپڑا سردی کی تکلیف دور کرنے کے واسطے لپیٹا تو اُسکا خیار باطل ہوگیا یہ ظہیریہ مین
لکھا ہی۔ اور اگر جانور پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُسکو پانی پلاوے یا اُسکے لیے چارہ لاوے یا یہ کہ اُسکو
بائع کو واپس کردے تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ یہ اجازت بیع مین شمار ہو و لیکن استحساناً اجازت نہو گی اور
خیار باقی رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ بعض فقہا نے کہا کہ خیار باقی رہنا اُسی وقت ہی کہ واپس کرنا یا پانی پلانا یا چارہ
لانا بدون اُسپر سوار ہوے ممکن نہو اور اگر بلا سواری ممکن ہو تو خیار باطل ہو جائیگا اور اُسیطرح چارہ لادنے کے
واسطے سوار ہوا یعنی اگر چارہ ایک گٹھری مین ہو تو اُسکا بوجھ ایک طرف ہوگا پس اگر دوسری طرف بوجھ
دینے کے واسطے خود سوار ہوا تو خیار باطل نہوگا اور اگر دونون طرف دو گٹھریان ہین اور خود سوار ہوا تو خیار
باطل ہو جائیگا یہ مسئلہ سیر کبیر مین لکھا ہی۔ کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر باندی سے دوبارہ خدمت لی پس اگر
یہ خدمت پہلی قسم کی خدمت مین سے ہی تو یہ بیع کا اختیار کرنا ہی اور اگر دوسری قسم مین سے ہی تو اختیار کرنا نہین ہی
اور خدمت لینے مین زبردستی کرنا اول ہی مرتبہ مین بیع کے اختیار کرنے مین شمار ہوگا اور امام محمدؒ نے خدمت
لینے کی صورت کتاب الاجارات مین اسطرح بیان کی ہی کہ باندی کو حکم کرے کہ یہ اسباب کوٹھے پر لیجا یا اوپر سے
نیچے اُتار لا یا میرے سامنے یہ کام چالاکی سے کر یا میرے پاؤن داب بشرطیکہ شہوت سے نہو یا کھانا یا روٹی
پکانے کا حکم دیا بشرطیکہ تھوڑا کام ہو اور اگر عادت سے زیادہ کھانے اور روٹی پکانے کا حکم دیا تو یہ راضی
ہونے مین شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گھوڑے پر اُسکی رفتار معلوم کرنے کو سوار ہوا پھر اُسپر دوبارہ
سوار ہوا پس اگر دوبارہ اُسکی دوسری طرح سے چال معلوم کرنے کو سوار ہوا جیسے کہ پہلی مرتبہ اسواسطے سوار
ہوا کہ اُسکا خوش رفتار ہونا دریافت کرے پھر دوبارہ اُسکی چوکڑی دریافت کرنے کے واسطے سوار ہوا تو
اُسکا خیار باقی رہیگا اور کپڑے کو اگر ایک بار لمبائی چوڑائی دریافت کرنے کی غرض سے پہنا تھا پھر دوبارہ پہنا
تو خیار جاتا رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر زمین مع کھیتی کے مول لی پھر کھیتی کو پانی دیا یا اسمین سے کچھ چنا یا اُسکو
کاٹا یا اُسکو فروخت کرنیکے واسطے پیش کیا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر اندازہ کرنے کیواسطے پیش کیا ہو تو
باطل نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر زمین کے اندر خرمے کے درخت تھے پھر وہ کاٹ ڈالے یا اُنکین پھل آنیکا نر دیا
دیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ زمین مین کھیتی بونا یا اُسکو کھیتی کیواسطے آراستہ کرنا اگر مشتری کی
طرف سے ہو تو بیع پر راضی ہونیمین شمار ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو فسخ بیع مین شمار ہی اور اگر نہر عاریتہً تھی
اور اُس سے سینچا جیسے کہ پہلے پانی دیتا تھا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اسیطرح اگر اُسکو مستعار دیا یا اُجرت پر دیدیا تو
اُسکا خیار جاتا رہیگا خواہ اُس سے مانگنے والے نے سینچا ہو یا نہ سینچا ہو یہ تاتارخانیہ مین فتاوی عتابیہ سے منقول ہی اور
نہر اُگارنا اور کنوان پاٹنا اُسکے خیار کو ساقط کرتا ہی اور اگر کنوان گر گیا پھر اُسکو بنا دیا تو دوبارہ اُسکا خیار لوٹ
نہ آئیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر خریدی ہوئی زمین کی نہر مین سے اپنے چوپایون کو پانی پلایا یا خود پیا تو اُسکا

خیار نہ جائیگا کیونکہ یہ مباح ہی اور اگر اس زمین کے نہر سے دوسری زمین کو پانی دیا تو یہ مشتری کی طرف سے راضی ہونیمین شمار ہی بخلاف اس صورت کے کہ کسی دوسرے نے اُسکی ناواستگی مین پانی دیدیا ہو اور اگر مشتری کی بکریان گھاس چر گئین تو اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اگر دوسرے لوگون کی بکریان چر گئین تو حکم اسکے برخلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی کنوان یا نہر[1] خیار کی شرط پر خریدی پھر کنوئین مین بکری گرکر مرگئی یا پلیدی یا کوئی ایسی چیز جس سے پانی پلید ہوجاتا ہی اُسمین جا پڑی تو اُسکو تمام[2] پانی نکالنے سے پہلے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر مدت خیار کے اندر تمام پانی نکالڈالا یہانتک کہ پانی پاک ہوگیا تو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین کیا ہی اور مشائخ نے اس باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ وہ رد کر سکتا ہی اسلیے کہ عیب مدت خیار کے اندر اس طرح جاتا رہا کہ اُسکا کچھ اثر باقی نہین ہی تو مشتری کو خیار ہوگا یہ مسئلہ اسپر قیاس ہی کہ اگر مدت خیار کے اندر غلام کو مشتری کے پاس بخار آنے لگے پھر اسی مدت مین جاتا رہے تو مشتری کو خیار باقی رہتا ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالی نے اپنے اُستاد ابو بکر بلخی سے نقل کیا ہی کہ تمام پانی نکالنے کے بعد بھی اُسکو رد کا اختیار نہوگا اسلیے کہ اُسمین ایک طرح کا عیب باقی رہا کیونکہ عرفاً اگرچہ وہ پاک ہی مگر بعضے علما کے نزدیک پاک نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر اپنے پینے یا وضو کرنے یا چوپایون کو پلانے کیواسطے کنوین سے اس غرض سے پانی بھرا کہ پانی کی مقدار معلوم ہو تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ وہ اسکا محتاج ہی اور اگر کھیتی سینچنے کے واسطے پانی نکالکر کھیتی کو پانی دیا تو خیار باطل ہوگیا کیونکہ پانی کی مقدار معلوم کرنیکے واسطے اس کی احتیاج نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر چوپایہ کے کھُر کاٹے یا بعض رگ اُسکی لی تو خیار باطل نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر اُسکی رگ گردن مین نشتر لگایا یا ٹھوڑی کے نیچے نشتر مارا یا بیطارون[3] کا نشتر مارا تو یہ رضامندی مین شمار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ اگر اُسپر چارہ لادا تو خیار جاتا رہیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ اگر اُسپر اُسیکا چارہ لادا تو خیار نہ جائیگا اور اگر اُسکے اور بھی چوپایے ہین کہ اُن سب کا چارہ اس چوپایہ پر لادتا تھا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک گاے یا بکری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو خیار ہی پھر اسکا دودھ دوہا تو خیار جاتا رہیگا یہ فتاوی سراجیہ مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی کہ اگر مشتری خود مکان مین رہا یا دوسرے کو کرایہ پر یا بلا کرایہ اُسمین بسایا یا اُسکی کچھ مرمت کی یا اُسمین کوئی نئی عمارت بنائی یا اُسپر گچ کی یا کہگل لگائی یا اُسمین سے کچھ گرا دیا تو یہ سب بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی کے بدون کرائے اُسکی کوئی دیوار گر گئی تو خیار جاتا رہیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی گھر کہ جس مین وہ خود رہتا ہی بشرط خیار خریدا اور برابر اُسمین رہتا رہا تو خیار باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہے اور

---

[1] نہر کی صورت مین مسئلہ فرض کرنا مشکل ہی کیونکہ وہ اُلچی نہین جاتی اور شاید اسکے لائق طہارت مراد ہو ۱۲ [2] مراد یہ کہ جسقدر سے پاکی کا حکم موافق مفتی بہ کے دیا جاتا ہی ۱۲ م [3] بیطار چارپاؤن کے علاج کرنے والے ۱۲

اگر اُس گھر مین کوئی شخص اُجرت پر رہتا تھا اور بائع نے اُسکی رضا مندی سے وہ گھر فروخت کیا اور مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مشتری نے کرایہ لینا چھوڑ دیا تو یہ رضا مین شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی چیز خریدی اور اُسکو خیار شرط سے بیچ ڈالا تو بعض فقہانے کہا ہی کہ اُسکا خیار باطل ہوجائیگا اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کتابین خریدین اور خیار کی شرط کی اور ان کتابون سے اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے نقل لی تو خیار باطل نہوگا اگرچہ اوراق اُلٹ دیے ہون اور کتابون سے پڑھنے مین خیار باطل ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ فقہانے فرمایا ہی کہ اگر یون کہا جاے کہ نقل لینے سے خیار جاتا رہتا ہی اور کتاب مین پڑھنے سے نہین جاتا ہی تو اُسکی بھی وجہ ہی اور اس حکم کو اختیار کرنا روا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم لیا گیا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اگر بشرط خیار خریدے ہوے غلام کے پچھنے لگائے یا اُسکو دوا پلائی یا اُسکا سر منڈوایا تو یہ رضا مین شمار ہے یہ محیط مین لکھا ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت ہی کہ اگر غلام کو حکم دیا کہ تو اپنے سر کے بال تراش دے تو یہ رضا مین شمار نہوگا لیکن اگر اس سے دوا مقصود ہی تو رضا مین شمار ہی اسیطرح چونے کے لیپ کرنیکا یہی حکم ہے کہ خیار ساقط نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اسکے ساتھ دوا کرنا مقصود ہو ایسے ہی سر یا داڑھی دھونیکا حکم کرنا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر غلام نے مشتری کے حکم سے پچھنے لگاے تو یہ رضا مین شمار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خریدا اور اُسکو دیکھا کہ سر مین بہ اُجرت پچھنے لگاتا ہی اور دیکھکر چُپ رہا تو یہ رضا مین شمار ہوگا اور اگر بلا اُجرت پچھنے لگاتے دیکھا تو رضا مین شمار نہوگا کیونکہ یہ مثل استخدام[ف] کے ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ اگر وہ کہتا کہ میرے پچھنے لگادے پھر وہ پچھنے لگا دیتا تو رضا مین شمار نہوتا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اصل مین مذکور ہی کہ ایک باندی خریدی اور اُسکو حکم دیا کہ میرے لڑکے کو دودھ پلاوے تو یہ رضا مین شمار نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی خیار کے شرط پر خریدی اور بعد خرید کے اُسکو کنگھی کرنے اور تیل لگانے یا کپڑے بدلنے کا حکم دیا تو یہ رضا مین شمار نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر کوئی چیز بشرط خیار خریدی اور اُسکو قبضہ مین لے لیا یا اُسکا ثمن ادا کر دیا تو اس فعل سے اُسکا خیار باطل نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار شرط پر مول لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر غلام کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسی نے خود کمایا پھر غلام نے مشتری کی دانستگی مین اُسکی بلا اجازت یا اُسکی نادانستگی مین اُس مال کو ضائع کر دیا تو مشتری کا خیار باطل نہوگا اور اگر مشتری کا بیٹا جو کسی دوسرے شخص کا چھوکرا تھا اس غلام کو ہبہ کیا گیا اور غلام نے اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری کا بیٹا آزاد ہوجائیگا اور مشتری کا خیار بھی اس غلام کے حق مین باطل نہوگا اور اگر غلام کو مشتری کی ام ولد ہبہ مین ملی اور اُسپر غلام نے قبضہ کر لیا تو مشتری کا خیار غلام مین باطل ہوگیا اور امام نے فرمایا کہ بیٹا ام ولد کے مشابہ

ف ا استخدام خدمت لینا تاکہ اسکا حال ظاہر ہو ۱۲

نہین ہو اِس جہت سے کہ ام ولد بعد ہبہ کے بھی بحکم خیار اُسکی ملک مین باقی رہتی ہو اور بیٹا باقی نہین رہتا ہو اور اگر مشتری نے وہ چیز جو غلام کو ہبہ کی گئی تھی تلف کر دی تو اُسکا خیار غلام مین باطل ہو جائیگا اور ابن سماعہ نے یہ مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسیطرح روایت کیا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر کوئی غلام تین دن کے خیار شرط پر خریدا اور بائع نے مشتری کے قبضہ مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کا خیار باطل ہو جائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ مین دو روایتین آئی ہین اور اگر بائع نے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک مشتری کا خیار باطل نہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ مین کسی اجنبی نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک خیار باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر ایک گھر مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا گھر بکتا تھا اُسکو مشتری نے شفعہ کے حق سے لیا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور خیار باطل ہونے کے واسطے شفعہ کی راہ سے لے لینا کچھ ضروری امر نہین ہی صرف طلب کرنے سے باطل ہو جائیگا خواہ اُسکے ساتھ لے بھی لیا ہو یا نہ لے لیا ہو یہ نہر الفائق مین مذکور ہی اگر کسی نے خیار کی شرط پر کوئی چیز خریدی اور مدت خیار مین ثمن کے عوض اُسکو بائع کے پاس رہن کر دیا تو جائز ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کوئی مرغی خریدی کہ جسنے مدت خیار کے اندر انڈے دیے تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اُس صورت مین ساقط نہوگا کہ انڈے گندے ہون اور اگر کوئی جانور خریدا جس نے بچہ دیا تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اُس صورت مین ساقط نہوگا کہ بچہ مردہ ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور ینبیع مین یون لکھا ہی کہ اگر باندی مشتری کے قبضہ مین کوئی مردہ بچہ جنی پس اگر جننے سے اُس مین کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار باقی رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور واضح ہو کہ اگر بائع اور مشتری دونون کو خیار حاصل ہو تو ایک کی اجازت سے بیع تمام نہین ہوتی ہی تاوقتیکہ دونون کی اجازت نہو یہ مبسوط مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز مین خیار حاصل ہی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دیدی پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی اور نیز منتقی مین ما ہو رہی کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خریدا اور ہر ایک نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر دونون نے ایک ساتھ آزاد کر دیا تو ہر ایک کا آزاد کرنا اُس چیز مین جسکا وہ مالک تھا جائز ہو جائیگا ف واضح ہو کہ جب دونونکا خیار رہی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سب کے نزدیک غلام فروخت کرنیوالے کا آزاد کرنا غلام کے حق مین اور باندی بیچنے والے کا عتق باندی کے حق مین نافذ ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون کو خیار حاصل ہی پھر بائع نے مشتری کے حضور مین کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دیدی اور اسکے بعد مشتری نے بائع کے حضور مین کہا کہ مین نے بیع فسخ کر دی تو بیع فسخ ہو جائیگی (یعنے آگاہی مین ۱۲) پس اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنیسے پہلے تین دن کے اندر یا بعد ہلاک ہو گیا تو مشتری پر ثمن لازم آئیگا اس جہت سے کہ بائع نے بیع تمام کر دی تھی اور صرف مشتری

کا خیار رہگیا تھا اور اگر اُس غلام مین کوئی عیب اس گفتگو سے پہلے یا اُسکے بعد پیدا ہوگیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی اور مشتری پر ثمن لازم آئیگا اور بعد اس عیب پیدا ہونے کے مشتری کو واپس کرنیکا اختیار نہین ہی اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ پہلے مشتری نے فسخ کردیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی پھر غلام مرگیا تو مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اسیطرح اگر بعد اس گفتگو کے اُس غلام مین کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ جس سے نقصان آیا تو بیع فسخ ہی اور بیع کو واپس کرے اور اُسکے ساتھ عیب کی وجہ سے جو نقصان آیا ہی وہ بھی دے اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے غلام مین کوئی عیب آگیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع مشتری پر لازم ہی اور اُسکو ثمن دینا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر خیار بائع کا تھا یا مشتری کا تھا اور دونون نے بیع توڑدی پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے غلام مشتری کے پاس ہلاک ہوگیا تو مشتری پر یا ثمن واجب ہوگا اگر خیار مشتری کا ہو یا قیمت لازم آئیگی اگر خیار بائع کا ہو یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر دو شخصون نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ دونون کو خیار ہی اور ایک شخص دونون مین سے صریحًا یا دلالۃً بیع پر راضی ہوگیا تو دوسرا اسکو رد نہین کرسکتا ہے بلکہ امام اعظمؒ کے نزدیک اُسکا خیار باطل ہوجائیگا اور صاحبین نے کہا کہ اپنے حصہ کی بیع رد کرسکتا ہی اور اسیطرح کا اختلاف خیار رویت اور خیار عیب مین بھی ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک غلام دو شخصون سے ایک ہی صفقہ مین اس شرط پر خریدا کہ دونون بائعون کو خیار حاصل ہی پھر اُنہین کا ایک بیع پر راضی ہوگیا اور دوسرا راضی نہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونو نپر بیع لازم ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی۔

چوتھی فصل

دونون باہم بیع کرنے والون کے شرط خیار کرلینے مین اختلاف کرنیکے بیان مین اگر دونون بیع کرنیوالے شرط خیار مین اختلاف کرین تو اُسکا قول لیا جائیگا جو خیار کی نفی کرتا ہی اور اگر دونون مدت خیار کی مقدار مین اختلاف کرین تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو کمتر وقت کہتا ہی اور اگر مدت کے گزرنے مین اختلاف کرین تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو اُسکے گزرنے کا منکر ہے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر دونون نے شرط خیار مین اختلاف کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو خیار کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر خیار ایک کا تھا اور دونون نے اجازت یا فسخ مین مدت کے اندر اختلاف کیا تو قول اُسکا لیا جائیگا جسکو خیار تھا خواہ وہ فسخ کا دعوے کرے یا اجازت کا اور گواہ دوسرے کے لیے جائینگے اور اگر بعد مدت گزر جانے کے دونون نے اختلاف کیا تو جو شخص مدعی اجازت ہی اسیکا قول لیا جائیگا اور فسخ کے دعوی کرنیوالے کے گواہ لیے جائینگے ولیکن اگر خیار دونون کا ہو اور مدت کے اندر بیع ٹوٹنے یا اجازت ہونے مین اختلاف کرین تو قول فسخ کے دعوی کرنیوالے کا ہوگا اور گواہ دوسرے کے اور اگر بعد مدت گزرنے کے اختلاف کرین تو اجازت کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ دونون کے گواہ کے بیان مین تاریخ نہو اور اگر دونون کے گواہ تاریخ کے ساتھ گواہی ادا کرین

سلہ قولہ مدعی اجازت یعنی کہتا ہی کہ بیع کی اجازت دی گئی تھی ۱۲

تو فسخ و اجازت دونون کے باب مین اُس شخص کے گواہ معتبر ہون گے جسکے گواہون کی تاریخ پہلے ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی- امام محمد رح نے جامع کبیر مین فرمایا ہی کہ کسی شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور مدت گزر گئی پھر کسی ایک نے دونون مین سے یہ کہا کہ غلام تین دن کے اندر مر گیا تھا اور بیع ٹوٹ گئی اور قیمت واجب ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ نہین وہ زندہ ہی اور بھاگ گیا ہی تو قول اُس شخص کا معتبر ہوگا کہ جو اُسکے زندہ بھاگ جانیکا دعوی کرتا ہی اور اگر دونون گواہ قائم کرین تو گواہ بھی اُسی شخص کے معتبر ہون گے جو اُسکے زندہ بھاگ جانیکا مدعی ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر دونون اُسکے مرنے پر متفق ہون لیکن ایک کہے کہ وہ تین دن کے اندر مرا اور دوسرا کہے کہ تین دن کے بعد مرا تو قول اُسکا معتبر ہی جو تین دن کے اندر موت کا دعوے کرتا ہی اور گواہ دوسرے کے لیے جاینگے اور اگر دونون اِس بات پر متفق ہون کہ غلام تین دن کے بعد مشتری کے قبضہ مین مرا لیکن فسخ اور اجازت مین اختلاف کرین اور ایک اس بات پر گواہ قائم کرے کہ بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تھی اور دوسرا گواہ قائم کرے کہ تین دن کے اندر اجازت دیدی تھی تو بیع ٹوٹنے کے دعوی کرنیوالے کے گواہ لیے جاوینگے بعض فقہا نے کہا کہ یہ قیاس ہی اور بدلیل استحسان اجازت کے دعوی کرنیوالے کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر دونون تین دن کے اندر مرنے پر اتفاق کرین اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بیع کی اجازت کے دعوے کرنے والے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کی اجازت کا دعوی کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کے بیع توڑنے کا دعوے کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور گواہ دوسرے کے لیے جائین گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کے بیع توڑنے کا دعوی کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کی اجازت کا دعوی کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعوی کرنے والے کا قول اور دوسرے کے گواہ لیے جائینگے اور یہی حکم رہیگا اگر دونون کا خیار ہوا اور اسی طرح دونون اختلاف کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور نیز امام محمد رح نے جامع مین فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر تین دن کے اندر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر تین دن گزر گئے اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ تین دن کے اندر اُسکی قیمت دو ہزار درم ہو جانے کے بعد مشتری نے اُسکو خطا سے قتل کر ڈالا ہی اور مشتری نے انکار کر کے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اُسکو تین دن گزرنے کے بعد خطا سے قتل کر دیا ہے تو بائع کے گواہ قبول ہون گے اور اگر یہ صورت ہو کہ ایک نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام مشتری کے پاس تین دن کے اندر مر گیا ہی اور دوسرا گواہ لایا کہ بعد تین دن کے مرا ہی تو جو شخص تین دن کے بعد موت کا دعوی کرتا ہی اُسی کے گواہ قبول ہونگے

اور اگر ہم یہ حکم دین کہ قتل کی ضمان بائع کے واسطے واجب ہو تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کی مددگار برادری ضمان دیوے لیکن اگر بائع یہ قصد کرے کہ جو قیمت غلام کی قبضہ کے دن تھی اُسکی ضمان مشتری سے لے تو اُسکو یہ نہین پہونچتا ہو اور اسیطرح اگر بائع گواہ لایا کہ فلان شخص نے اس غلام کو تین دن کے اندر خطا سے قتل کیا ہو اور مشتری نے گواہ قائم کئے کہ اس شخص نے یا دوسرے[۱] نے تین دن کے بعد اُسکو خطا سے قتل کیا ہو تو بھی بائع کے گواہ قبول ہونگے اور بائع کے واسطے یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ قتل کے دن جو اُسکی قیمت تھی وہ قتل کرنیوالے کی مددگار برادری سے لے لے اور اگر بائع مشتری سے قیمت کی ضمان لینا چاہے تو یہ اختیار اسکو نہوگا اور اگر مشتری گواہ قائم کرے کہ خود بائع نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہو اور بائع گواہ لاوے کہ مشتری نے اُسکو تین دن کے بعد قتل کیا ہو تو بائع کے گواہ قبول ہونگے اور اگر بائع گواہ لایا کہ اس شخص اجنبی نے تین دن کے بعد اُسکو قتل کیا ہو اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس اجنبی یا دوسرے نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہو تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اس صورت مین مشتری اس شخص پر قتل ثابت کرنا چاہے کہ جیسے بائع نے یون گواہ قائم کیے ہین کہ اُسنے تین روز کے بعد قتل کیا ہو اور اس سے ضمان لینے کا ارادہ کرے تو یہ اختیار مشتری کو نہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر دونون اس بات پر متفق ہون کہ اس شخص نے اسکو تین دن کے اندر غصب کر لیا ہو اور بائع تین دن کے اندر مرنے کا دعویٰ کرے اور مشتری تین دن کے بعد موت کا دعویٰ کرے تو مشتری کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اسکا اُلٹا دعویٰ ہو تو بائع کے گواہ لیے جاوینگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ غصب کرنے والے سے قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور اسیطرح اگر غصب دو شخصون کی طرف سے واقع ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جس شخص پر اُسنے غصب ثابت کیا ہو اُس سے ضمان لے اور اگر قتل یا موت پر جس صفت کے ساتھ ہمنے بیان کیا ہو گواہ قائم نہون تو اُس شخص کا قول لیا جائیگا کہ جو تین دن کے اندر قتل یا موت کا دعویٰ کرتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو

پانچوین فصل

بعض بیع کے اندر خیار کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والے کے سوا دوسرے کیواسطے خیار کی شرط کرنے کے بیان مین۔ اگر دو کپڑے یا دو غلام یا دو چوپائے اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو دونون مین سے ایک مین تین دن تک خیار حاصل ہو یا اس شرط پر کہ بائع کو تین دن تک ایک مین خیار حاصل ہو تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین ایک صورت یہ ہو کہ جس چیز مین خیار ہو اسکو معین نہ کرے اور ثمن بھی ہر ایک کا علیحدہ بیان نہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ جس چیز مین خیار ہو اُسکو معین کرے لیکن ثمن ہر ایک کا بیان نہو اور تیسری صورت یہ ہو کہ ثمن کے حصہ کا بیان ہو و لیکن جس چیز مین خیار ہو وہ معین نہو اور ان تین صورتون مین دونون بیع کی بیع فاسد ہو اور چوتھی صورت کہ جس مین دونون مین بیع جائز ہوتی ہو یہ ہو کہ جس چیز مین خیار ہو اُسکو معین کرے اور ثمن مین سے ہر ایک کا حصہ علیحدہ بیان ہو پس اس صورت مین ایک کی

[۱] قولہ دوسرے نے یعنی دوسرے شخص معین پر دعوے کیا ۱۲ م

بیع قطعی طور سے جائز ہی اور دوسرے کی بیع خیار کے ساتھ پس جس شخص کے واسطے کہ خیار حاصل ہی اگر وہ اجازت دے یا مر جائے یا خیار کی مدت بدون بیع ٹوٹنے کے گزر جائے تو دونون کی بیع تمام ہو جائیگی اور مشتری کو دونون کا ثمن دینا لازم ہوگا اور دوسرے شخص کو ایک یا دونون کی بیع توڑنے کا اختیار نہین ہی یہانتک کہ ثمن ادا کرے یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز یا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری کو اُسکے آدھے مین خیار حاصل ہی تو خرید صحیح ہی خواہ ثمن کی تفصیل بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور بائع کے خیار اور مشتری کے خیار ہونے مین کچھ فرق نہین ہی پس اگر خیار مشتری کا ہو تو اُسکو اختیار ہی کہ جس آدھے مین اُسکو خیار حاصل ہی اُسکو واپس کرے اگرچہ اسمین بائع کے حق مین صفقہ کی تفریق لازم آتی ہے کیونکہ وہ اصل تفریق پر راضی ہو گیا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے دو غلام ہر غلام ہزار درم کے حساب سے خریدے اور بائع کے واسطے ایک مین معین کر کے خیار کی شرط کی حتّٰی کہ عقد جائز ہو گیا پھر مشتری نے کہا کہ مین اُس غلام کو جس مین خیار نہین ہی لیتا ہون؎۱ اور اُسکا ثمن ادا کرتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بائع نے چاہا کہ مشتری پورا ثمن ادا کرے اور مشتری نے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے یہ ارادہ کیا کہ جس غلام مین خیار نہین ہی وہ مشتری کے سپرد کرے اور اُسکا ثمن مشتری سے لے اور دوسرے غلام کے حق مین توقف کیا اور مشتری نے کہا کہ مین کچھ نہین لیتا ہون ورنہ تجکو کچھ ثمن دیتا ہون تاوقتیکہ تو دوسرے غلام کی بیع کی اجازت دے کہ مین دونون لے لون یا فسخ کر دے کہ مین اس غلام کو جسکی بیع تمام ہی اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لون تو اس بات کا مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے چاہا کہ دونون غلام مشتری کو دیکر دونون کا ثمن لیوے تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ دونون غلام لیکر دونون کا ثمن ادا کر دون تو بدون رضامندی بائع کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر اس صورت مین خیار مشتری کا ہو اور وہ قصد کرے کہ جس غلام کی بیع تمام ہی اُسکو لیکر اُسکا ثمن ادا کر دے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر اس بات مین جبر نہ کیا جائیگا اور اسیطرح اگر بائع نے یہ چاہا کہ جس غلام کی بیع تمام ہی اُسکو دیکر اُسکا ثمن حاصل کر دون اور مشتری نے اس سے انکار کیا تو مشتری کو ہر طرح اختیار حاصل ہی۔ اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ مین دونون غلام لیکر اُنکا ثمن ادا کر دون اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین تجکو دونون غلام دیکر دونون کا ثمن لیتا ہون ورنہ اپنے خیار پر باقی رہیگا تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور کسی غیر کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کر لی تو مشتری و غیر مین سے جو شخص بیع کی اجازت دیگا بیع جائز ہو جائیگی اور جو شخص فسخ کریگا فسخ ہو جائیگی پس بیع ایسی شرط کے ساتھ ہمارے تینون امامون کے نزدیک استحسانًا صحیح ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیع فسخ کی پس اگر پہلا شخص معلوم ہو تو مقدم رکھا جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر دونون نے

؎۱ قولہ لیتا ہون یعنی اپنے قبضہ مین لیے لیتا ہون ۱۲م

ایک ساتھ فسخ اور اجازت دی یعنے ایک نے فسخ کیا اور دوسرے نے معًا اجازت دی تو بیع کا فسخ اولیٰ ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے انتہی۔ کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تو میرا غلام میری شرط خیار کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کرے پس اُسنے بدون خیار کے بیع قطعی کے ساتھ یا اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور اگر اُسنے حکم کی فرمانبرداری کر کے حکم دینے والے کے واسطے خیار کی شرط کی تو حکم کرنے والے کو اور جسکو حکم دیا ہے دونوں کے واسطے خیار ثابت ہو جائیگا اور جو شخص دونوں میں سے بیع کی اجازت دے یا توڑ دے تو صحیح ہے لیکن اگر مامور یعنے حکم کیا گیا شخص بیع کی اجازت دیگا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور حکم کرنے والا اپنے خیار پر رہیگا اور باقی خیار اجازت رہیگا یہانتک کہ اس خیار کا کوئی وقت مقرر نہو گا اور اسیطرح اگر اُسکو مطلق بیع کے واسطے حکم دیا یا حکم دیا کہ اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کرے پھر اُسنے فروخت کیا اور حکم دینے والے یا کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار دونوں کو ثابت ہو جائیگا کیونکہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عقد کرنیوالا اگر دوسرے کے واسطے خیار کی شرط کرے تو خود اُسکے واسطے بھی خیار ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے خاص وہ غلام یا کوئی غلام خریدے اور اُسکو ثمن اور جنس سے آگاہ کر دیا حتی کہ وکالت صحیح ہو گئی اور اُس سے کہا کہ تو اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا پس اُسنے خریدا اور اپنے واسطے یا حکم دینے والے یا اجنبی کیواسطے خیار کی شرط کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گی۔ اور اگر اُسنے حکم دیا تھا کہ میرے واسطے خیار کی شرط کرے اور اُسنے بلا خیار خریدا یا خیار کی شرط اپنے واسطے کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہو گی ولیکن مامور پر لازم ہو جائیگی اور اسیطرح اگر اُسکو حکم دیا تھا کہ اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُسنے خریدنے میں اپنے خیار کی شرط نہ کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہو گی اور اگر اسکو حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُسنے خرید میں حکم کے موافق اُسی کے واسطے خیار کی شرط کی حتی کہ بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گئی پھر اس مامور نے خود بیع کی اجازت دیدی تو مامور کا خیار جاتا رہیگا اور حکم دینے والیکا خیار باقی رہیگا پس اگر اُسنے بیع کی اجازت دی تو غلام اسکا ہو گا اور اگر اُسنے بیع واپس کی تو غلام وکیل یعنے مامور کے ذمہ پڑیگا یہانتک کہ اگر بعد اُسکے غلام وکیل کے پاس مر جائے تو اُسکا مال تلف ہو گا اور اگر وکیل نے پہلے سے بیع کی اجازت نہ دی تھی یہانتک کہ حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ مجکو اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے تو غلام واپس کر دے پھر اسکے کہنے کے بعد غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم دینے والے کا مال تلف ہوا اور اگر حکم دینے والے کے اس کہنے کے بعد کہ تو غلام واپس کر دے وکیل نے کہا کہ میں اس عقد سے راضی ہوا پھر غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم دینے والے کا مال گیا اور اگر حکم دینے والے کے رد کرنیکے بعد وکیل نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع حکم دینے والے کی اجازت پر موقوف رہیگی پس اگر اُسنے دوسری بیع کی اجازت دیدی تو پہلی اور دوسری دونوں بیع نافذ ہو جائینگی اور ملک موکل کیواسطے ثابت ہو جائیگی اور

اگر دوسرے ثمن مین کچھ نفع ہو تو یہ نفع اسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے دوسری بیع توڑ دی تو وہی حال ہو جائیگا جو بیع ثانی سے پہلے تھا اور اگر دوسری بیع واقع ہونے کے بعد حکم دینے والے نے پہلی بیع توڑ دی تو غلام مامور کے ذمہ پڑیگا لیکن جو بیع اس سے پہلے واقع ہو لی تھی وہ اُسپر نافذ نہوگی پس اگر وکیل نے اسکے بعد از سر نو بیع کر لی تو نافذ ہو جائیگی اور اگر دوسرے ثمن مین کچھ نفع ہوگا تو وہ بھی اُسکے واسطے حلال ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے واسطے کوئی چیز اُسکے حکم سے خریدی اور حکم دینے والے کے حکم کے موافق اُسکے واسطے خیار کی شرط کی یہانتک کہ موافق قاعدہ کے حکم دینے والے اور وکیل دونون کو خیار ثابت ہو گیا بعد ازان بائع اور وکیل مین جھگڑا ہوا بائع نے کہا کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہی اور وہ اُسوقت موجود نہ تھا اور وکیل نے اس بات سے انکار کیا تو بدون قسم کے قول وکیل کا معتبر ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ اس مسئلہ مین وکیل سے قسم لینے کے باب مین دو روایتین آئی ہین اور اصح روایت یہ ہی کہ وکیل سے قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور وکیل کے قول کا اعتبار کرنا اُسیوقت ہی کہ بائع نے اپنے دعوی پر گواہ قائم نہ کئے ہون اور اگر اُسنے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہی تو بیع حکم دینے والے کو لازم ہوگی اگرچہ وہ موجود نہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم نہ کیے ولیکن وکیل نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی کہ حکم دینے والا راضی ہو چکا ہی پھر حکم دینے والے نے مدت خیار کے اندر حاضر ہو کر راضی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے بائع کے حضور مین بیع توڑ دی ہی تو اس مسئلہ کا یون حکم مذکور ہی کہ خرید وکیل کے ذمہ پڑیگی اور حکم دینے والے پر لازم نہ آویگی حتی کہ اگر حکم دینے والے نے ثمن وکیل کو نہین دیا ہی تو وکیل اُس سے نہ لے سکیگا اور خرید وکیل کے ذمہ پڑنا اُسوقت ہی کہ حکم دینے والے نے یہ بات مدت خیار کے اندر کہی ہو اور اگر مدت خیار کے بعد کہے تو بیع اُسی کے ذمہ ہوگی اور وہ اپنے قول مین سچا نہ سمجھا جائیگا کیونکہ اُسنے ایسی بات کہی ہی کہ جسکا استیناف[1] نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے یا وصی یا مضارب یا شریک یا وکیل نے کسی نابالغ کی طرف سے بیع کی اور اپنے واسطے یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کی تو جائز ہی اور اگر نابالغ مدت خیار کے اندر بالغ ہو گیا تو خیار باطل ہو جائیگا اور بیع تمام ہو جائیگی یہ قول امام ابو یوسف کا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا ہی ظاہر الروایت مین کہ خیار اُس لڑکے کا ہو جائیگا پس اگر اُسنے مدت خیار کے اندر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائیگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اگر مدت خیار کی گزر چکی تو بیع نافذ[2] ہو جائیگی یہ کافی مین لکھا ہی اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کر کے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر

---

[1] قولہ استیناف یعنی از سر نو ایسی چیز جائز نہین ہے تو بیع پوری ہو جائیگی اور اب اس کا قول مفید نہوگا ۱۲

[2] اصل مین ہے کہ نقض البیع بیع ٹوٹ جائے گی مترجم کے نزدیک یہ نسخہ کی غلطی معلوم ہوئی لہذا اُسکا ترجمہ وہ لکھا جو مذکور ہوا واللہ اعلم ۱۲

اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہو جائیگی اور یہی حال اُس غلام کا ہی کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی پھر اُسکے مالک نے تین دن کے اندر اسے مجبور کر دیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہی اگر کسی نابالغ کے واسطے باپ یا وصی نے کوئی چیز بعوض قرضہ کے جو اپنے ذمہ لیا ہی خرید کی اور خیار کی شرط کر لی پھر لڑکا بالغ ہوا اور باپ یا وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُن دونوں کے لیے جائز ہو گی اور لڑکے کو خیار حاصل رہیگا کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ فسخ کر دے پس اگر اُسنے اجازت دی تو اُسکے حق میں بیع تمام ہو جائیگی اور اگر فسخ کی تو اُسکا حق جاتا رہیگا اور باپ یا وصی کے حق میں اجازت دینے کے سبب سے خرید صحیح ہو جائیگی اور اگر لڑکے نے کچھ اجازت نہ دی یہانتک کہ وصی راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مر گیا تو اس یتیم کو اپنا خیار باقی رہیگا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ وصی نہیں مرا بلکہ مدت خیار کے اندر یا اُسکے گذرنیکے بعد غلام وصی کے قبضہ میں مر گیا یا وصی کے راضی ہونیسے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مدت خیار کے اندر اس یتیم نے انتقال کیا تو بیع مشتری کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے -

چھٹی فصل خیار تعیین کے بیان میں واضح ہو کہ خیار تعیین قیمی[1] چیزوں میں نہ مثلی چیزوں میں استحسانا چار چیزوں سے کم میں صحیح ہی یہ نہر الفائق میں لکھا ہی - اور چار چیزوں میں صحیح نہیں ہی یہ کافی میں لکھا ہی - اور اسکی صورت یہ ہی کہ دو یا تین غلاموں میں سے ایک کو یا دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری ایک پسند کر کے لے لیوے یہ بحر الرائق میں لکھا ہی اور خیار تعیین جیسا مشتری کی طرف جائز ہی ویسا ہی بائع کو بھی جائز ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی اور جب اسطرح کی بیع واقع ہو اور اُن دونوں پر مشتری قبضہ کرے تو دونوں میں سے ایک مشتری کی ملک ہو کر ثمن کے عوض اُسکے پاس ضمانت میں ہو گی اور دوسری بائع کی ملک رہیگی کہ مشتری کے پاس امانت میں ہو گی یہ حاوی میں لکھا ہی - پھر بعضوں نے اس خیار تعیین کے عقد کے ساتھ یہ شرط لگائی ہی کہ اُس میں خیار شرط بھی ہو اور یہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی اور بعضوں نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہی اور یہ جامع کبیر میں مذکور ہی اور فخر الاسلام کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہی کذا فی التبیین - اگر دونوں خیار شرط مع خیار تعیین پر راضی ہو جائیں تو خیار شرط کا بھی حکم ثابت ہو جائیگا اور وہ یہ ہی کہ ہر ایک کو دونوں کپڑوں میں سے تین دن کے اندر رد کرنا جائز ہی اگرچہ یہ امر اُس کپڑے کے معین کرنے کے بعد ہو کہ جس میں بیع واقع ہوئی ہی اور اگر دونوں میں سے ایک کو رد کیا تو یہ رد بوجہ خیار تعیین کے ہوگا اور دوسرے کی بیع خیار شرط کے ساتھ ثابت رہیگی اور اگر کسی کے واپس کرنے اور معین کرنے سے پہلے تین دن گذر گئے تو خیار شرط باطل ہو جائیگا اور ایک کی بیع قطعی ہو جائیگی اور مشتری پر واجب ہو گا کہ ایک کو معین کر لے یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور اگر خیار شرط

[1] قیمی وہ چیزیں کہ جن کے تاوان میں قیمت لازم آتی ہے اور اُنکے مثل نہیں دیجا سکتی اور مثلی وہ چیزیں کہ جن کے تاوان میں اُنکا مثل دینا پڑتا ہو ۱۲ م -

کا ذکر نہ کیا تو خیار تعیین کے واسطے امام اعظم رح کے نزدیک تین دن کی مدت مقرر کرنا ضرور ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی مدت معلومہ ہونا چاہیے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی وقت مقرر نہ کیا اور خیار کو مطلق چھوڑ دیا تو کرخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایسی بیع جائز نہین ہے - اور جامع صغیر مین اسی کی طرف اشارہ ہی - اور ماذون مین ہی کہ شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے اسی قول کی طرف میل کیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط کی بھی شرط لگائی اور جسکو خیار حاصل تھا وہ مرگیا تو خیار شرط باطل ہو جائیگا یہانتک کہ وارث کو دونون چیزون کے رد کرنیکا اختیار نہوگا اور خیار تعیین وارث[1] کو ثابت ہو جائیگا اور جب اُسنے دونون مین سے ایک کو متعین کرلیا تو دوسری امانت ہوگی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور قبضہ سے پہلے دونون مین سے ایک تلف ہوگئی تو تلف ہونے والی امانت کیواسطے اور باقی رہنے والی بیع کیواسطے متعین ہو جائیگی اور مشتری کو باقی مین اختیار ہی اگر چاہے لے یا واپس کرے اور اگر سب تلف ہوگئین تو بیع باطل ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دو باقی رہین تو اُسکو اختیار ہی کہ دونون مین سے جسکو چاہے لے اور اگر نہ چاہے تو دونونکو ترک کردے اور اگر سب تلف ہو جائین تو بیع باطل ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر دو مین سے ایک چیز قبضہ کے بعد تلف ہو جائے تو تلف ہونیوالی بیع کے واسطے متعین ہوگی اور باقی امانت ہی کہ اُسکو رد کرے اور اگر دونون آگے پیچھے تلف ہوئین تو پہلے تلف ہونیوالی اپنے تلف ہونیسے پہلے بیع کیواسطے متعین ہوگئی اور اُسکا ثمن دینا مشتری کو لازم ہی اور اگر دونون ساتھ تلف ہوگئین تو مشتری کو ہر ایک کا آدھا ثمن دینا لازم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اسی طرح اگر دونون آگے پیچھے بھی ہلاک ہون ولیکن پہلے تلف ہونیوالی معلوم نہو تو بھی ہر ایک کا آدھا ثمن دینا واجب ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی - اگر بائع نے کہا کہ دونون مین سے بھاری ثمن والی ہلاک ہوئی ہی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکے داموں والی تلف ہوئی ہی تو قول مشتری کا لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر فقط ایک نے دونون مین سے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور قسم ساقط ہو جائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو بائع کے گواہ قبول کیے جائینگے اور اگر دونون چیزونمین سے ایک چیز قبضہ سے پہلے بائع کے پاس عیب دار ہوگئی تو عیب دار بیع کیواسطے متعین نہوگی اور مشتری کو خیار رہیگا اگر چاہے تو عیب دار کو اُسکے پورے ثمن مین لے لیوے اور اگر چاہے تو دوسری کو لے لیوے اور اگر چاہے تو دونون کو چھوڑ دے اور اگر دونون چیزین عیب دار ہو جائین تو بھی یہی حکم ہے - یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے دونو پر قبضہ کر لیا اور اسکے قبضہ مین ایک عیب دار ہوگئی تو یہ بیع کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری امانت رہیگی اور اگر دونون عیب دار ہو جائین پس اگر آگے پیچھے عیب دار ہون تو پہلی مشتری پر لازم ہوگی اور دوسری بائع کو واپس کریگا اور نقصان عیب کی ضمان نہ دیگا یہ نیا بیع

[1] قولہ وارث لیکن یہ میراث نہین ملی بلکہ مورث کی ملکیت بائع سے مختلط تھی تو جدا کرنے کے لیے مختار ہے ۱۲

مین لکھا ہی - اور اگر بائع اور مشتری پہلی عیب دار ہونے والی مین جھگڑا کرین تو اُسکی صورت وہی ہی جو پہلے ذکر ہوئی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور اگر دونون[1] ایک ساتھ عیب دار ہو جائین تو کوئی بیع کیواسطے متعین نہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اُسکے ثمن کے عوض لے لے اور اُسکو دونونکے رد کرنیکا اختیار نہوگا اور خیار شرط باطل ہو جائیگا اور اگر اسکے بعد دونون مین سے ایک کا عیب بڑھ جائے یا ایک مین دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی یہ ینابیع مین لکھا ہے - اور اگر مشتری نے کسی ایک مین مالکانہ تصرف کیا تو اسکا تصرف جائز ہی اور وہ اُسی کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور اُسکا ثمن اُسپر واجب ہوگا اور دوسری امانت کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اگر بائع نے کسی ایک مین تصرف کیا تو اُسکا تصرف موقوف رہیگا اگر یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہوئی تو اُسکا تصرف باطل ہو جائیگا اور اگر امانت[2] رہے تو اُسکا تصرف اُسمین نافذ ہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے دونون مین تصرف کیا اور وہ دونون زندہ باقی ہین تو مشتری کو اپنا خیار باقی رہیگا پس جسکو نہ اختیار کرے اسکو واپس کریگا و لیکن اُنکو دونون واپس کرنیکا اختیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے دونون کو فروخت کر دیا پھر دونون مین سے ایک کو اختیار کیا تو جسکو اختیار کیا ہی اُسکی بیع صحیح ہی اور اگر مشتری نے دونون کپڑون مین سے ایک کو رنگا تو وہی بیع کے واسطے متعین ہو گیا اور دوسرے کو واپس کر دے اور اگر بائع نے دونون غلامون کو آزاد کر دیا تو جو اسکو واپس ملے گا اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اور اگر اس غلام کو جسکو مشتری نے اختیار کیا ہی آزاد کر دیا تو صحیح نہین ہی اور اگر دو باندیون مین سے دونون کو مشتری نے اپنے تحت مین لا کر ام ولد بنایا تو پہلی بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی اور دوسری کا عقر بائع کو دیگا اور دوسری کے بچہ کا نسب بسبب ملک نہونے کے مشتری سے ثابت نہوگا اور مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے کہ دونون مین سے کسکو اُسنے پہلے ام ولد بنایا ہی پس اگر مشتری بیان کرنے سے پہلے مرگیا تو خیار تعیین وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون کو پہلی دونون مین سے نہ معلوم ہوئی تو مشتری ہر ایک کے آدھے ثمن اور آدھے عقر کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور دونون باندیان اپنی آدھی قیمت بائع کو کما کر دینگی اور یہ بھی روایت کیا گیا ہی کہ دونون کے بچہ بھی اپنی آدھی قیمت بائع کو ادا کرنے کے واسطے سعی کرین[3] یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر بائع اور مشتری دونون نے دونون کے ساتھ وطی کی اور دونون کے بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک بائع و مشتری نے دونون بچون کا دعوی کیا تو مشتری جس سے پہلے وطی کرنا بیان کرے اُسمین اُسکی تصدیق کی جائیگی اور وہ

---

[1] دونون سے مراد اشیاء مبیعہ ہین یعنے وہ چیزین جو بیچی گئی ہین ۱۲

[2] قولہ امانت رہے یعنے انجام کار مین اگر یہ امانت کے لئے متعین ہو جاوے تو بائع کی ملکیت ہے ۱۲

[3] قولہ سعی کرین اسواسطے کہ ان مین سے ایک بچہ جو مشتری کا بیٹا ثابت نسب ہی وہ قطعاً آزاد ہی لیکن دونون مین یہ شبہہ ہی پس دونون نصف آزاد اور نصف قیمت کمائی کرکے ادا کرین ۱۲ م

دوسری باندی کا عقر بائع کو دیگا اور دوسری باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بائع مشتری والی باندی کا عقر مشتری کو دیگا اور اگر بائع اور مشتری دونوں بیان ہونے سے پہلے مر گئے اور مشتری کے وارثوں کو دونوں باندیوں میں سے پہلی معلوم نہوئی تو دونوں کی اولاد کا نسب کسی سے ثابت نہوگا اور باندیاں مع اولاد سب آزاد ہو جائینگی اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کا آدھا ثمن اور آدھا عقر بائع کو ضمان دیگا اور بائع آدھا عقر ہر ایک کا مشتری کو دیگا اور دونوں میں باہم مقاصّہ ہو جائیگا اور ان سب کے آزاد کرنیکے حق میں دونوں شریک رہینگے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور دو کپڑوں کی صورت میں اگر خیار بائع کا ہو اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جس کپڑے کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے اور مشتری کو ترک کرنے کا اختیار نہوگا کیونکہ اُسکی طرف سے بیع قطعی ہے اور بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے کیونکہ اُسکو دونوں میں سے مبیع کے اندر اختیار ہے اور بائع کو دونوں کے لازم کر دینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ مبیع دونوں میں سے ایک ہی ہے اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں میں سے ایک تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف ہوا اور باقی میں بائع کو خیار ہے اگر چاہے تو اُسکی بیع لازم کرے ورنہ فسخ کر دے اور تلف ہونے والے کا لازم کر دینا اُسکے اختیار میں نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں تلف ہو جائیں تو دونوں کی بیع باطل ہو جائیگی اور اگر قبضہ کے بعد دونوں تلف ہوئے پس اگر آگے پیچھے تلف ہوئے تو پیچھے تلف ہونے والے کی قیمت کی ضمان مشتری پر واجب ہے کیونکہ پہلا امانت میں تلف ہوا ہے اور اگر دونوں ساتھ تلف ہوئے تو مشتری کو ہر ایک کی آدھی قیمت دینا لازم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں یا ایک عیب دار ہو گیا تو بائع کا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا اور اُسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے پس اگر اُسنے بے عیب مشتری کو دیا تو مشتری کو اُسکے ترک کرنیکا اختیار نہیں ہے اور اسیطرح اگر بعد قبضہ ہونے کے عیب دار دیا تو بھی ترک نہیں کر سکتا ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب دار دیا تو مشتری کو بھی اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے ورنہ اُسکو ترک کر دے یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے عیب دار اُسکو دیا اور وہ راضی نہوا تو پھر اسکے بعد بائع کو اختیار نہیں ہے کہ بے عیب اُسکے ذمہ واجب کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع چاہے تو بیع فسخ کرکے دونوں کو واپس لے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اس صورت میں اگر مشتری کے پاس دونوں عیب دار ہو گئے ہوں تو مشتری پر ہر ایک کی آدھی قیمت واجب ہو گی یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے دونوں یا ایک میں تصرف کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے ایک میں تصرف کیا تو جائز ہے اور دوسرا بیع کیواسطے خاص ہو جائیگا اور اُسکے تئیں دوسرے کی بیع لازم کرنے اور فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر بائع نے دونوں میں تصرف کیا تو اُسکا تصرف دونوں میں جائز ہے ولیکن بیع فسخ ہو جائیگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور واضح ہو کہ جس صورت سے خیار شرط ساقط ہو جاتا ہے اُسی سبب سے خیار تعیین بھی ساقط ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے اپنے نوادر میں امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دو کپڑے اس شرط پر خریدے

کہ جو کپڑا پسند آئیگا وہ لے لیگا یعنی اگر پسند آیا تو یہ کپڑا دس درم کو اور اگر پسند آیا تو وہ کپڑا بیس درم کو لیگا اور اگر پسند آگئے تو دونوں کو لے لیگا پھر اُسنے ایک کو رنگا اور اُسی کو اختیار کر لیا اور دوسرا واپس کر دیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ لیا ہی جسکا ثمن بیس درم ہی اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو اختیار کیا ہی کہ جسکا ثمن دس درم ہی تو ثمن کے باب مین مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر مشتری نے کپڑے کی قمیص قطع[1] کرالی اور اُسکو نہ سلایا پھر اُنھون نے ثمن کے باب مین باہم جھگڑا کیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو جو ثمن مشتری کہتا ہی وہ لے لے اور اگر چاہے تو قطع کیا ہوا کپڑا لے لے اور اگر کپڑا قطع کرنے کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کیا جیسے رنگ تو بائع کو کپڑا لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اُسکو اسیقدر ثمن ملیگا جسقدر مشتری اقرار کرتا ہے معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے کسی سے دو کپڑے اس شرط پر لیے کہ ان مین سے ایک اُسقدر معلوم ثمن کے عوض لے لونگا پھر اُن مین سے ایک ضائع ہو گیا اور دوسرے کو مشتری نے قطع کرا لیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے جسکو قطع کرایا ہی اُسکو اختیار کر لیا تھا بعد اسکے دوسرا ضائع ہو گیا اور وہ میرے پاس امانت مین ضائع ہوا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہین ہی بلکہ جو ضائع ہوا اُسکو تو نے اختیار کیا پھر تو نے دوسرا قطع کرایا ہی پس تجھپر اس کپڑے کی جو قطع کرایا ہی قیمت چاہیے اور جو ضائع ہوا ہی اُسکا ثمن چاہیے ہی تو مشتری قطع کرائے ہوئے کی آدھی قیمت اور آدھے ثمن کا اور جو ضائع ہوا ہی اُسکے آدھے[2] ثمن کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور واضح ہو کہ خیار تعیین بیع فاسد مین بھی جائز ہی صرف اتنا فرق ہوگا کہ بیع فاسد مین جو مبیع کیواسطے معین ہو اُسکی قیمت دینی چاہیے اور باقی حال ویسا ہی ہی جیسا ہمنے بیع جائز مین بیان کیا ہی پس اگر دو غلام بیع فاسد[3] کے طور پر خریدے اور وہ دونون ایک ساتھ مر گئے تو مشتری ہر ایک کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے دونون کو آزاد کر دیا تو ایک آزاد ہوگا اور اُسکا معین کرنا مشتری کے اختیار مین ہی اور اگر کسی ایک کو معین کر کے آزاد کر دیا یا بیع کر دیا تو جائز ہی اور اُسپر اُسکی قیمت دینی واجب ہوگی اور مبہم کا آزاد کرنا بائع اور مشتری کسی کی طرف سے جائز نہین ہی اور اگر بائع نے ان دونون مین سے کسی کو معین کر کے آزاد کر دیا پھر اُسی معین کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا اور اگر وہی بائع کو واپس دیا گیا تو اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اور اگر بائع نے دونون کو آزاد کر دیا تھا اور دونون بائع کو واپس دے گئے تو ایک آزاد ہوگا اور اُسکا معین کرنا بائع کے اختیار مین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی

ساتوین فصل جو چیز بشرط خیار خریدی گئی تھی اُسکی تعیین مین واپس کرنیکے وقت اختلاف کرنے کے بیان مین اور بیع بشرط خیار کے جرم اور اُسکے متعلق کے بیان مین

۔ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز تین

---

[1] قطع کرالی یعنی بدون سلائی و رنگائی وغیرہ کے ۱۲ [2] قولہ آدھے ثمن کیونکہ ایک کپڑا امانت رہے گا اور بائع کا قول مقبول ہوگا ۱۲ [3] قولہ بیع فاسد یعنی ایسے طور پر خریدے کہ کسی شرط سے بیع فاسد ہی کیونکہ عمداً فاسد کرنا حرام ہی ۱۲

دن کے خیار شرط پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پھر بحکم خیار بائع کو پھیر دینے کے واسطے لایا پس بائع نے کہا کہ یہ وہ نہین ہے جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور مشتری نے کہا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر اس صورت مین مبیع پر قبضہ نہوا تھا اور مشتری نے ایک معین چیز مین جو بائع کے پاس موجود ہے بیع کی اجازت دینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ تیرے ہاتھ نہین بیچی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی فروخت کی ہے تو امام محمد رح نے اس صورت کو کسی کتاب مین ذکر نہین کیا اور فقہا نے کہا ہے کہ اس صورت مین قول بائع کا معتبر ہونا چاہیے یہ جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہے کہ مشتری کا خیار ہو لیکن اگر خیار بائع کا ہو اور مبیع پر قبضہ ہو چکا ہو اور مشتری مدت خیار کے اندر مبیع کو بائع کے واپس کرنیکے واسطے لاوے اور بائع یہ کہے کہ یہ وہ نہین ہے جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی اور تو نے مجھسے اپنے قبضہ مین لی اور مشتری کہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کی اور میرے قبضہ مین دی ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر مبیع پر قبضہ نہوا ہو اور بائع کسی معین مبیع مین بیع کے لازم کرنے کا قصد کرے اور مشتری کہے کہ مین نے اسکو نہین خریدا ہے تو ذکر کیا گیا ہے کہ اس صورت مین قسم کے ساتھ قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار کی شرط پر فروخت کیا اور مدت خیار کے اندر اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اُسکے مالک نے آگاہ ہوکر باوجود آگاہی کے بیع کی اجازت دیدی تو اس اجازت سے وہ فدیہ دینے کو اختیار کرنیوالا[۱] نہو جائیگا اور اجازت دینا صحیح ہے اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ غلام بائع کی ضمان مین عیب دار ہوگیا پس اگر مشتری نے اسکا لینا اختیار کیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس غلام کو دے یا اُسکا فدیہ دے اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو بائع کو بھی غلام کے دینے یا فدیہ دینے مین اختیار ہے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ یہ خطا غلام سے بائع کے قبضہ مین صادر ہوئی ہے اور اگر مشتری کے قبضہ مین صادر ہوئی ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو اُسکا خیار باقی رہیگا پس اگر اُسنے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور عقد کے وقت سے مشتری کی ملک ثابت ہو جائیگی پھر مشتری کو غلام یا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر خیار مشتری کا ہو اور غلام سے بائع کے قبضہ مین یہ خطا صادر ہوئی تو مشتری کو خیار عیب حاصل ہو جائیگا اور خیار شرط بھی باقی رہیگا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو وہ غلام کے دینے یا فدیہ دینے مین مختار ہوگا اور اگر اُسنے بیع توڑ دی تو بائع کو غلام کے دینے یا فدیہ دینے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے قبضہ مین مدت خیار کے اندر اُس غلام نے خطا کی تو اُسکو بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا لیکن اگر مدت خیار کے اندر اُسکا فدیہ دیدے تو خیار کی شرط کی وجہ سے اسکو واپس کر سکتا ہے کیونکہ جو عیب

---

[۱] قولہ اختیار کرنے والا کیونکہ جب غلام نے خطا سے قتل کیا تو حکم یہ ہے کہ چاہے غلام کو مقتول کے وارثون کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور ان دونون باتون مین سے جو بات اختیار کرے وہ اسپر لازم ہوگی تو یہان بیع کی اجازت سے شبہہ ہوتا تھا کہ اسنے فدیہ اختیار کیا پس دفع کر دیا کہ ایسا نہین ہے ۱۲

آگیا تھا وہ جاتا رہا اور اگر اُسنے فدیہ نہ دیا اور غلام کا دینا اختیار کیا تو خیار شرط ساقط ہو جائیگا اور جسوقت اُسنے خطا کے بدلے غلام کے دینے کا اقدام کیا اُسیوقت ملکیت مشتری کی غلام مین مقرر ہو گئی پس اُسپر ثمن واجب ہوگا کسی نے ایک گھر بائع یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کر کے یا قطعی بیع کے ساتھ خرید اپھر اُس گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین اُس مکان کے فی الحال قابض کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اگر بیع تمام ہو تو مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہو گی اور اگر بیع مین خیار ہو تو فسخ یا اجازت کے سبب سے جس شخص کا وہ گھر ہو جائیگا اُسکی مددگار برادری پر واجب ہو گی پھر صاحبین کے قول کے موافق اگر بیع قطعی ہو اور گھر مشتری کے قبضہ مین ہو یہانتک کہ دیت مشتری کے مددگار برادری پر واجب ہو جاے تو کتاب مین پھر اسکا ذکر نہین ہی کہ مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا یا نہ ہوگا اور واجب یہ ہی کہ خیار نہ حاصل ہو اسواسطے کہ گھر مین کوئی شخص مقتول پایا جانا حقیقۃً یا اعتباراً کوئی ایسا عیب نہین ہی کہ جو گھر مین سرایت کر گیا ہو اسواسطے کہ جرم قتل کی ضمان مین اُس گھر پر کوئی استحقاق نہین ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی

ساتوان باب۔ خیار رویت کے بیان مین اور اُس مین تین فصلین ہین۔

فصل اول۔ خیار رویت کے ثبوت اور اُسکے احکام کے بیان مین جس چیز کو نہ دیکھا ہو اُسکی خرید جائز ہے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میرے دامن مین جو کپڑا ہے اور اُسمین ایسی ایسی صفت ہی وہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یا کہا کہ جو موتی میری مٹھی مین ہی اُسکو فروخت کیا خواہ اُسکی صفت بیان کی یا نہ کی اور جیسے کہا کہ مین نے یہ باندی کہ جسکے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی تیرے ہاتھ فروخت کی۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ جو کچھ میرے دامن یا مٹھی مین ہی فروخت کیا تو اسطرح کی بیع آیا جائز ہی یا نہین اسکا ذکر مبسوط مین نہین ہی اور عامہ مشائخ نے کہا کہ اطلاق جواب یعنی مطلقاً بدون دیکھی چیز کی خرید جائز ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ یہ بیع بھی ہمارے نزدیک جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی جس شخص نے کوئی نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی تو اُسکو دیکھنے کے وقت اختیار ہی خواہ اُسکو پورے ثمن مین لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے خواہ اُسنے اُسی صفت پر پایا ہو کہ جو اُس سے بیان کی گئی تھی یا اس صفت کے برخلاف پایا ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ خیار رویت حکماً[1] ثابت ہو جاتا ہی کچھ شرط کی ضرورت نہین ہی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی اور خیار رویت دونون بدل مین ملکیت ثابت ہونے سے منع نہین کرتا ہی ولیکن بیع لازم ہو جانے سے منع کرتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور دیکھنے سے پہلے صراحۃً ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتا ہے اور دیکھنے کے بعد اسطرح ساقط کرنے سے ساقط ہوتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور عامہ مشائخ کے نزدیک فسخ کر دینے کا اختیار ہی اگرچہ نہ دیکھ لیا ہو اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اور اگر دیکھنے سے پہلے بیع کی اجازت

[1] صراحۃً ۱۲

[1] حکماً یعنی بیع خود مقتضی ہی کہ یہ حکم ثابت ہو جاوے خواہ شرط کرے یا نہ کرے ۱۲

(۱۷۸)

دیدی تو جائز نہو جائیگی اور اُسکا خیار رویت اپنے حال پر باقی رہیگا پس جب اسکو دیکھے تو اُسکو اختیار ہی اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کردے یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور جسطرح مشتری کے واسطے خیار رویت مبیع مین ثابت ہوتا ہی اسیطرح اگر ثمن عین ہو تو بائع کے واسطے بھی ثابت ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور خیار رویت کے ثابت ہونے کی شرط یہ ہی کہ مبیع اس قسم کی ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہے اور اگر اس قسم کی چیز ہی کہ جو متعین نہین[1] ہوتی تو اُسمین یہ خیار ثابت نہوگا یہ بدایع مین لکھا ہی۔ اور ناپ اور تول کی چیزین اگر عین ہون تو وہ بمنزلہ اعیان کے ہین اور اسیطرح چاندی اور سونیکے پتر اور برتن اور خیار رویت اُن چیزون مین کہ جنکا بطور قرض کے مالک ہو جیسے بیع سلم مین مسلم فیہ کا مالک ہوتا ہی تو یہ خیار ثابت نہین ہوتا ہی اور درم اور دینار مین بھی خیار ثابت نہین ہوتا ہی خواہ وہ نقد عین ہون یا قرض ہون اور ناپ اور تول کی چیزین اگر معین نہون تو وہ مثل درم اور دینار کے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور یہ خیار تمام اُن عقدون مین ثابت ہوتا ہی جو واپس کرنے سے فسخ ہو سکتے ہین جیسے اجارہ یا مال کے دعوے سے صلح یا بٹوارہ یا خرید وغیرہ یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور ہر عقد مین کہ جو واپس کرنے سے فسخ نہین ہوتا ہی جیسے کہ مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنے سے صلح کرنے کا عوض اور مانند اسکے کہ جن مین واپس کی ہوئی چیز اپنی ذات سے ضمانت مین رہتی ہی اور اپنے بدلے کے عوض ضمانت مین نہین ہوتی ہی یہ خیار ثابت نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ استروشنی نے فوائد بعض الائمہ مین ذکر کیا ہی کہ مین نے ائمہ بخارا سے اس بات کا فتوے لیا کہ خیار رویت اور خیار عیب بیع فاسد مین ثابت ہوتے ہین یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ ثابت ہوتے ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا کہ خیار رویت مطلق ہی یا اُسکا وقت معین ہوتا ہی تو بعضون نے کہا کہ دیکھنے کے بعد جتنے وقت مین فسخ بیع کرنا ممکن ہو اُسی وقت تک وقت معین ہی اور اگر دیکھنے کے بعد فسخ کرنے کا وقت ملے اور وہ فسخ نہ کرے تو خیار رویت ساقط ہو جائیگا اگرچہ اسوقت تک اس سے اجازت بیع کی صراحتاً یا دلالتاً نہ پائی گئی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور مختار یہ ہی کہ اُسکا کوئی وقت مقرر نہین ہی بلکہ جب تک کوئی ایسا امر نہ پایا جاوے جو خیار رویت کو باطل کرتا ہی اسوقت تک باقی رہتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور بحر الرائق مین ہی کہ یہی صحیح ہی انتہی۔ اور تاوقتیکہ مشتری کی جانب سے خیار رویت ساقط نہو جاوے بائع کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور خیار رویت مین میراث جاری نہین ہوتی ہی یہانتک کہ اگر مشتری دیکھنے سے پہلے مرجائے تو اُسکے وارثون کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر کوئی ایسی چیز فروخت کی کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا تھا جیسے کسی چیز کا وارث ہوا اور اُسکو نہ دیکھا یہانتک کہ اُسکو فروخت کر دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے دوسرے قول

[1] قولہ نہین الخ جیسے روپیہ واشرفی پس ان مین جیسے ٹھہرے ہون ویسے لے لے ۱۲

کے موافق بیع جائز ہے اور اُسکو خیار[له] نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کسی معین چیز کو بعوض نقد معین کے کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا اور بعوض قرض کے فروخت کیا اور پھر اُس معین کو دیکھکر واپس کیا تو اُس معین کے حصہ کی بیع ٹوٹ جائیگی اور قرض کے حصہ کی بیع نہ ٹوٹے[عه] گی کیونکہ اسکو قرض کے حصہ مین خیار رویت نہ تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایسی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہے پس اگر وہ متغیر ہوگئی ہے تو اُسکو خیار ہوگا اور اگر نہ متغیر ہوئی تو خیار نہوگا لیکن خریدتے وقت اگر اُسکو یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ مین نے اسکو پہلے دیکھا ہے تو اُسکو خیار ثابت ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے - اور اگر متغیر ہونیمین دونون نے اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری نے کہا کہ متغیر ہوگئی ہے اور بائع نے کہا کہ متغیر نہین ہوئی ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ قائم کرنے چاہیے اور بائع کے قول کا اعتبار کرنا اُسی صورت مین ہے کہ مدت اسقدر قریب ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی مدت مین ایسی چیز متغیر نہین ہوتی ہے اور اگر زیادہ مدت گزر گئی جیسے کہ ایک باندی کہ اُسکے شباب کی حالت مین دیکھا تھا پھر اُسکو بیس برس کے بعد خریدا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ وہ متغیر نہین ہوئی تو قول[سه] مشتری کا لیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہے - اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر اسطرح اختلاف کیا کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ تونے خریدتے وقت اسکو دیکھا ہے اور مشتری نے کہا کہ مین نے نہین دیکھا ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول لیا جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہے - اگر خریدی ہوئی چیز محدود تھی اور مشتری نے اس محدود پر قبضہ کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے اُسکی تمام حدین نہین دیکھی تھین تو اُسکا قول قبول نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دونون مین اختلاف ہو اور بائع دعوے کرے کہ یہ وہ نہین ہے جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری کہتا ہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسیطرح ہر جگہ کہ جسمین صرف مشتری کے کہنے سے عقد ٹوٹ جاتا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور جہان کہین صرف مشتری کے کہنے سے بدون بائع کی رضامندی یا حکم حاکم کے عقد نہین ٹوٹتا ہے تو وہان قول بائع کا معتبر ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچنے سے پہلے اُسکا اوجھ خریدا تو جائز ہے بخلاف اس صورت کے کہ خربزہ[عه] تراشنے سے پہلے اُسکے بیج خریدے تو جائز نہین ہے اگرچہ بائع اسکے کاٹنے پر راضی ہو جاے اور جبکہ اوجھ کی خرید کھال کھینچنے سے پہلے جائز ہوئی تو بائع پر اُسکا نکالنا واجب ہوگا اور مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر ذبح کرنے سے پہلے اوجھ خریدا تو جائز نہین ہے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے - اگر ایک ہروی کپڑے کی گٹھری دیکھی اور اُسکو قبول کر لیا پھر گٹھری کے مالک نے اُسمین سے ایک کپڑا کاٹ لیا پھر اُسکو آگاہ کر دیا کہ مین نے اسمین سے لے

له قولہ خیار الخ یعنی بائع کو یہ خیار نہین ملتا ہے ۱۲ عه قولہ قول مشتری کیونکہ مدت دراز کے بعد تغیر نہونا خلاف عادت ہے ۱۲ سه خربزہ اور فرق ظاہر ہے کہ خربوزہ خواہ مخواہ تراشنا لازم نہوگا بخلاف مذبوحہ بکری کے کہ اسکی کھال کھینچین گے -

ایک کپڑا کاٹ لیا ہی مگر اُس کپڑے کو اُسکو نہ دکھلایا یہانتک کہ جو کچھ گٹھری مین ہی وہ اس شخص نے خرید لیا تو اُسکو خیار رویت حاصل ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص نے دو کپڑے بیع کے واسطے پیش کیے پھر ایک کو ایک رومال مین لپیٹ دیا پھر مشتری کے پاس آیا اور بدون دیکھنے کے مشتری نے اُس سے خرید لیا اور یہ نہ جانا کہ یہ اُن دونون مین سے کون کپڑا ہی تو اُسکو بروقت دیکھنے کے خیار حاصل ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی - اور اگر بائع دونون کپڑون کو ایک ایک رومال مین لپیٹ کر مشتری کے پاس لایا اور کہا کہ یہ وہی دونون کپڑے ہین کہ جو مین نے تیرے سامنے کل کے دن پیش کیے تھے پس مشتری نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا دس درم کو لیا اور یہ دوسرا بھی دس درم کو لیا اور خرید کے وقت اُنکو نہ دیکھا تو اُسکو خیار رویت حاصل نہوگا اور اگر دونون کو مختلف ثمن کے ساتھ خریدا اسطرح کہ کہا یہ مین نے بیس درم کو خریدا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم کو خریدا تو اُسکو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے ان دونون مین سے ایک کو بیس درم کو لیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسا کپڑا ہی تو یہ بیع فاسد ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک گٹھری ہراتی کپڑون کی پیش کی اور اُسنے ہر کپڑے کو دیکھا پھر گٹھری کے مالک نے ایک کپڑا اُس مین سے نکال کے ایک رومال مین لپیٹا اور اُس کپڑے کو اُس شخص نے جسکے سامنے گٹھری پیش کی تھی خرید لیا تو اُسکے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اگرچہ گٹھری کے مالک نے بیان کیا ہو کہ یہ کپڑا اُسی گٹھری کا ہی یہانتک کہ اسطرح بیان کرے کہ جس سے وہ اُس کپڑے کو معین طور پر پہچان لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہی اور خریدتے وقت اُسکو نہ پہچانا جیسے کہ کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ مین دیکھا تھا پھر اُس کپڑے والے نے اُس کو ایک رومال مین لپیٹ کر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے نہ جانا کہ یہ وہی کپڑا ہی یا کوئی باندی کسی شخص کے پاس دیکھی تھی پھر اُسکو نقاب ڈالے ہوے اُسی کے پاس دیکھکر اُس سے خریدی اور یہ نہ جانا کہ یہ وہی باندی ہی تو اُسکو پھر دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین ہی اگر ایک پکھال کا پانی خریدا تو اُسکو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ بعض پانی بعض پانی سے اچھا ہوتا ہی اسیطرح اگر پانی کے خرید مین شرط کی تھی کہ دجلہ کا ہو اور وہ دجلہ کا نہ نکلا تو بھی خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ بعض جگہ بعض سے اچھی ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور خیار رویت تمامیت[1] صفقہ کا مانع ہی یہانتک کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گٹھری زطی[2] کپڑے کی خریدی اور اُسکو نہ دیکھا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے کسی کپڑے مین کچھ عیب پیدا ہوگیا تو اُسکو خیار رویت کی وجہ سے اُسمین سے کچھ واپس کرنیکا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر بعض مبیع کے سوا بعض مین بیع کی اجازت دیدی جیسے کہ دو کپڑے یا دو غلام یا اُسکے مانند خریدے اور قبضہ کرنیکے بعد اُنکو دیکھکر ایک کو پسند کرکے کہا کہ مین نے اسکو پسند کر لیا تو بیع تمام لازم نہو جائیگی اور خیار اپنے حال پر باقی رہیگا یہ محیط مین

---

[1] تمامیت صفقہ الخ یعنی خیار رویت مین صفقہ تمام نہین ہوتا ہے ۱۲ [2] زطی - زط ایک گروہ سواد عراق مین ہی انھین کی ساخت سے زطی کپڑا کہلاتا ہی ۱۲

لکھا ہی۔اگر دو چیزین خریدین اور اُنکو دیکھکر پھر ایک پر قبضہ کرلیا تو یہ راضی ہونمین شمار ہی یہ ابن رستم نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی اور ایک کا دیکھنا دونون کے دیکھنے کے مثل نہین ہی مگر اُسی صورت مین کہ جسکو دیکھا تھا اُسپر قبضہ کرکے اُسکو تلف کردیا تو اُسوقت مین اُسکو بیع لازم ہوگی اور اسمین امام ابو یوسف رح کا خلاف ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔دو شخصون نے ایک ایسی چیز خریدی کہ جسکو دونون نے نہین دیکھا ہی اور دونون نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر دونون نے اُسکو دیکھا پھر ایک نے اُسکو پسند کیا اور دوسرے نے اُسکے واپس کرنیکا ارادہ کیا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار[ف۱] نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ دونون کی رائے واپس کرنے پر متفق ہوجاے اور یہ قول امام اعظم رح کا ہی اسیطرح اگر بائع دو ہون اور مشتری ایک ہو اور خیار دونون بائعون کو حاصل ہو اور ایک اُن مین سے بیع توڑ دے اور دوسرا اجازت دے تو بیع جائز نہوگی تاوقتیکہ دونون کی رائے اجازت پر متفق نہو۔اور اگر دو شخصون نے ایک باندی خریدی کہ اُن مین سے ایک اُسکو پہلے دیکھ چکا تھا پھر دونون نے اُسپر قبضہ کرلیا اور جسنے نہین دیکھا تھا اُسنے اُسکو دیکھا اور دونون کی رائے اُسکے واپس کرنے پر متفق ہوئی تو دونون اُسکو واپس کرسکتے ہین اور اگر یہ صورت ہوئی کہ جس نے اُسکو دیکھا تھا اُسنے دوسرے کے واپس کرنے سے پہلے کہا کہ مین راضی ہوا اور مین نے بیع نافذ کردی تو جس شخص نے کہ نہین دیکھا تھا اُسکو تمام بیع کے واپس کردینے کا اختیار ہوگا اور شریک کا راضی ہونا بمنزلہ اُسکی رویت[ف۲] کے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔اگر کسی نے دو کپڑون مین سے ایک کو دیکھا اور دونون کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اُسکو دونونکے واپس کرنے یا لے لینے کا اختیار ہے یہ کافی مین لکھا ہی۔اگر کسی نے ایک ایسی گٹھری زطی کپڑون کی خریدی کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا ہی پھر اُس مین سے ایک کپڑا پہنا تو کل گٹھری مین اُسکا خیار باطل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔اور خیار رویت کی وجہ سے رد کرنا قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد بیع کا فسخ کرنا ہی اُسمین قاضی کے قضا اور بائع کی رضا کی حاجت نہین ہی اور صرف اتنے کہنے سے کہ مین نے واپس کیا بیع فسخ ہوجائیگی مگر بائع کی بدون آگاہی کے امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک واپس کرنا صحیح نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔اور اگر قبضہ کرلیا اور پھر اُسکو دیکھا تو اُسکو خیار حاصل رہیگا تاوقتیکہ وہ اجازت نہ دے یا اُسکی طرف سے کوئی ایسی بات نہ پائی جاوے[ف۳] جو رضامندی پر دلالت کرتی ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔اور خیار رویت مین بعد دیکھنے کے بائع کے حاضر ہوتے یا نہ ہونے[آگاہ ہونے ۱۲] دونون صورتون مین سب کے نزدیک رضامندی صحیح ہوجاتی ہی اور رضامندی کی دو صورتین ہین ایک رضامندی صحیح طور سے جیسے بعد دیکھنے کے کہدیا کہ مین اس سے راضی ہوا یا مین نے بیع کی اجازت دی اور دوسری صورت یہ ہی کہ کوئی ایسی بات کرے کہ جس سے رضامندی پائی جاوے جیسے خریدنے کے بعد اُسکو دیکھکر اُسپر قبضہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور عیب دار ہونے یا تصرف کرنیسے کہ جنسے خیار شرط باطل ہوجاتا ہی اُنھین سے خیار رویت بھی ۸۹

ف۱ قولہ اختیار نہین الخ اسواسطے کہ عیب پیدا ہونے سے واپسی ممتنع ہوگئی تو خیار مذکور باطل ہوکر صفقہ تمام ہوگیا ۱۲م

ف۲ کہ رویت کچھ فائدہ نہوا ۱۲م ف۳ نہ پائی الخ جیسے اسنے عیب جانکر غلام سے خدمت لی ۱۲

جاتا رہتا ہی پھر اگر ایسا تصرف ہو کہ جسکے سبب سے کسی غیر کا کچھ حق واجب ہو جاتا ہی جیسے کہ مطلقاً بیع کی مثلاً (یعنی اُسمین اپنی ذات کیواسطے خیار کی شرط نہ لگائی) یا رہن کیا یا اجارہ پر دیا تو خیار رویت دیکھنے سے پہلے اور بعد دیکھنے دونون صورتون مین باطل ہو جاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اور قبضہ کر لینے کے بعد فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا ایسے سبب سے کہ جو ہر طرح سے فسخ مین شمار ہی اُسکو واپس دیا گیا اور رہن ٹوٹ گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا تو خیار رویت عود نہ کرے گا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے غیر کا حق متعلق نہوا جیسے بیع اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کی یا ہبہ کر کے سپرد نہ کی یا بیع کے واسطے پیش کی تو خیار رویت باطل نہو گا اور اگر بیع مین اس قسم کے تصرفات دیکھنے کے بعد کریگا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ کفایہ مین ہی اور اگر بعض بیع کو دیکھنے کے بعد بیع کے واسطے پیش کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور صحیح قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی خریدے ہوے غلام کو مکاتب کر دیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا اور پھر اُسکو مشتری نے دیکھا تو اُسکو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر بعض مبیع اُسکے ہاتھ سے نکل گئی یا اُسکے پاس اسمین کچھ نقصان آگیا یا اسمین کچھ زیادتی[1] ہو گئی خواہ وہ زیادتی ملی ہوئی تھی یا جدا تھی تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر مبیع باندی تھی اور اُس سے وطی کر لی یا اُسکو شہوت سے چھوا یا شہوت سے اُسکی فرج کی طرف دیکھا یا مبیع کوئی گھوڑا تھا کہ اپنی ذاتی ضرورت کیواسطے اُسپر سوار ہوا یا مثل اسکے واقع ہوا تو بھی اُسکا خیار جاتا رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز دیکھنے سے پہلے کسی کے ہاتھ اپنی ذات کیواسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کر دی تو یہ بیع مثل بیع مطلق بدون شرط کے ہی اس سے خیار رویت دیکھنے سے پہلے ساقط ہو جاتا ہی یہ زیلعی کی شرح کنز مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر اُسکو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا اور مشتری کو سپرد کر دیا تو بھی خیار باطل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر دیکھنے سے پہلے اُسکو ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اسیطرح اگر دیکھنے کے ساتھ ثمن ادا کر دیا تو بھی خیار جاتا رہتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین سے کچھ تلف ہو جاے تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ حاوی لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے اُسمین کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے اسمین کچھ نقصان آتا ہی حالانکہ وہ نہین جانتا تھا کہ یہ وہی مبیع ہی تو بھی اُسکا خیار باطل ہو جائیگا مثلاً ایک خریدی ہوئی بکری کے پشم کاٹ لیے اور یہ نہ جانا کہ یہی بکری خریدی گئی ہی یا کوئی کپڑا پہنکر اسمین نقصان پیدا کر دیا حالانکہ یہ نہ جانا کہ یہی کپڑا بائع نے فروخت کیا ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ایسی باندی خریدی جسکو نہین دیکھا تھا پھر اُس باندی کو بائع نے مشتری کے پاس ودیعت رکھا حالانکہ مشتری اُس باندی کو نہین پہچانتا تھا کہ یہی خریدی ہوئی باندی ہی پھر وہ مشتری

[1] قولہ زیادتی الخ زیادتی ملی ہوئی جیسے جمال بڑھ گیا یا موٹا ہو گیا اور جدا زیادتی جیسے باندی کے بچہ پیدا ہوا ۱۲

پاس مر گئی تو مشتری اُسپر قابض شمار ہوگا اور اُسپر ثمن واجب ہوگا کیونکہ باندی اُسکی ضمان مین ہلاک ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد وہ باندی بائع کے پاس ودیعت رکھی اور وہ بائع کے پاس مشتری کے بیع پر راضی ہونے سے پہلے مر گئی تو یہ مشتری کا مال گیا اور اُسپر ثمن واجب ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی موزا خریدا اور بائع نے مشتری کو سونے کی حالتمین پہنا دیا پھر وہ خواب سے اُٹھا اور اُسکو پہنے چند قدم چلا اور اس جہت سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو مشتری کا خیار رویت باطل ہوگیا اور اگر کچھ نقصان نہ آیا تو خیار رویت باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی ایسا گھر خریدا کہ جسکو نہین دیکھا تھا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے اُسکو شفعہ کی راہ سے لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اُسکا خیار رویت باطل نہوگا یہ فتاوی[1] قاضیخان مین لکھا ہی۔ یہی مختار ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور کبریٰ مین مذکور ہی کہ اگر سیپ کے اندر کوئی موتی خریدا تو امام ابو یوسف رح نے کہا کہ بیع جائز ہی اور جب اُسکو دیکھے تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا اور امام محمد رح نے کہا کہ بیع باطل ہی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلے کے اندر یا جو کچھ اس کوٹھری مین ہی مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اُسکو دیکھنے کے وقت خیار ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ اس دار کے اندر یا اس گانون مین ہی مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ اسکے اندر جہالت بہت بڑھی ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کوئی مرغی ایک موتی نگل گئی پھر اُسکو مع موتی کے فروخت کیا تو بیع جائز نہین ہی اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو اگر مرغی مرجانے کے بعد موتی فروخت کیا تو بیع جائز ہی اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو ولیکن مشتری کو موتی مین خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر کوئی اسباب خرید کر اُسکو کسی جگہہ اُٹھا لیگیا تو اُسکو خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار ہوگا بشرطیکہ اُسکو اُسی جگہہ واپس لاوے جہان کے عقد ہوا تھا ورنہ رد کرنا صحیح نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ خواہ اُٹھا لیجانے سے اُسکی قیمت بڑھ گئی ہو یا گھٹ گئی ہو یہ تتمہ مین زیادہ کیا ہی۔ اگر کچھ دودھ اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کے مکان پر پہونچا دے پس اگر بیع فارسی زبان مین واقع ہوئی تو جائز ہی پس اگر مشتری نے وہ دودھ نہین دیکھا تھا اور جب بائع نے مشتری کے مکان پر پہونچا دیا تب اُسنے دودھ کو دیکھا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہی کہ اُسکو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار نہین ہی کیونکہ اگر اُسنے واپس کر دیا تو بائع کو اُسکے اُٹھا لانیکی ضرورت ہوگی اور یہ بمنزلہ ایسے عیب کے ہی کہ جو مشتری کے پاس پیدا ہوگیا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور خیار عیب یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے مبیع کے واپس کرنیمین جو خرچ پڑے وہ مشتری کے ذمہ ہوگا اور جامع الفصولین مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے گھر کے اندر کسی شخص کو بسایا تو اُسکا خیار رویت ساقط نہوگا لیکن اگر کرایہ پر بسایا ہو تو خیار باطل ہو جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کوئی زمین خریدی اور کسی کاشتکار کو اجازت دی کہ اُسمین کھیتی کرے تو اُسکا

---

[1] قولہ نہوگا حتی کہ کہا گیا کہ وہ شفعہ لیکر بعد رویت کے واپس کر سکتا ہی ۱۲

خیار باطل ہوجائیگا کیونکہ کاشتکار کا فعل مشتری کے حکم سے مثل فعل مشتری کے ہے یہ عینی کی شرح کنز مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اُس زمین کا کوئی کاشتکار تھا اور اس کاشتکار نے اس مشتری کی رضامندی سے اس زمین مین کھیتی کی باینطرح پر کہ مشتری نے اسکو اپنی پہلی حالت پر چھوڑ دیا پھر اُس زمین کو دیکھا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے یہ کفایہ مین لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی زمین دیکھنے سے پہلے کسی شخص کو مستعار دی تاکہ وہ اس مین زراعت کرے تو کھیتی کرنے سے پہلے خیار ساقط نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ و لوالجیہ مین مذکور ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو ایسی طرح سے بیچنے کا ارادہ کیا کہ مشتری کو خیار رویت باقی نہ رہے تو حیلہ[۱] اس باب مین یہ ہے کہ ایک کپڑے کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کرے کہ یہ اسکا ہے پھر یہ کپڑا مع زمین فروخت کردے پھر وہ شخص جسکے واسطے کپڑے کا اقرار کیا ہے اُس کپڑے کا استحقاق ثابت کر کے لے لے پس مشتری کا خیار باطل ہوجائیگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک ایسا گھر خریدا کہ جسکو دیکھا نہین تھا پھر اُسکو دیکھا اور یہ نہ کہا کہ پسند آمد یا نہ آمد یعنی پسند آیا یا نہ آیا اور کچھ لوگون سے یہ کہا گواہ باشید بر خریدن من این خانہ را یعنی میرے اس گھر کے خریدنے پر گواہ رہو پھر یہ قصد کیا کہ مین خیار رویت کے وجہ سے اس گھر کو واپس کردون تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک ایسا گھر خریدا کہ جو دوسرے شہر مین واقع ہے اور بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اُسکو تیرے سپرد کردیا پھر مشتری نے نہ دیکھنے اور نہ حقیقۃً قبضہ کرنے کی وجہ سے ثمن ادا کرنے سے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہے کہ خیار رویت کی وجہ سے واپس کردے اور اگر اُسنے واپس نہ کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ مشتری کے ساتھ اُس شہر کو جاوے یا اپنا کوئی وکیل اُسکے ساتھ کرے تاکہ وکیل ثمن پر قبضہ کرلے اور گھر اُسکے سپرد کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام خریدا اور اسکو اندھا پایا اور کہا کہ مین قصد کرتا ہون کہ اسکو اپنی قسم کے کفارہ مین آزاد کردون پس اگر کافی طور پر ادا ہوجائے گا تو لے لونگا ورنہ واپس کردونگا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے۔ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے دو کُر گیہون خریدے اور اُنکو نہین دیکھا پھر قبضہ سے پہلے یا بعد قبضہ کے اُن دونون مین سے ایک کی بیع کا اقالہ کردیا تو اُسکو باقی مین خیار رویت حاصل ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے ایک بے دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر بائع سے کہا کہ اُسکو فروخت کردے یا کہا کہ اپنے واسطے اسکو فروخت کردے تو اسی وقت وہ واپس ہوجائیگی خواہ بائع نے اُسکو فروخت کرلیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر یہ لفظ بعد دیکھنے کے کہا تو یہ صورت اس مسئلہ مین مذکور نہین ہے ہان اس مسئلہ کے بعد بکری کے مسئلہ مین اسطرح مذکور ہے کہ کسی نے ایک بکری خریدی اور اُسپر قبضہ نہین کیا یہانتک کہ بائع سے کہا اسکو فروخت کردے یا اسکو اپنے واسطے فروخت کردے تو یہ دونون لفظ یکسان ہین پس اگر اُسنے بکری کو نہ دیکھا ہوگا تو اس کہنے کے ساتھ ہی بیع ٹوٹ جائیگی اور خیار رویت کی وجہ سے بکری واپس ہوجائیگی اور اگر مشتری نے اُسکو دیکھ لیا تھا تو بیع نہ ٹوٹیگی تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ مین نے

[۱] قولہ حیلہ الخ ایسے حیلے سے اگر مشتری کی شرارت دور کرنی مقصود ہو تو خیر ورنہ حق باطل کرنا گناہ ہے اگرچہ بظاہر شریعت میں اسکو خیار نہ رہیگا

اسکو قبول کیا اور مین اس بکری کو بیچ لونگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک بکری بدون دیکھے ہوے خریدی اور بائع کو حکم دیا کہ اسکا دودھ دوہکر صدقہ کردے یا زمین پر پھینک دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو دودھ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اُسکا خیار بکری مین باطل ہو جائیگا یہ بحرالرائق مین جامع الفصولین سے نقل کیا ہی اگر کسی نے دو غلام خریدے اور قبضہ سے پہلے اُن دونون مین سے ایک کو کسی شخص نے خطا سے قتل کردیا اور مشتری نے اس مقتول کی قیمت اور اُسکا نفقہ اُسکے قاتل سے لے لیا تو اُسکا خیار دوسرے مین باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر مشتری کے پاس غلام ایسے زخم کے ساتھ مجروح کیا گیا کہ جسکے عوض کچھ مال لازم آتا ہی یا کوئی باندی خریدی تھی کہ اُسکے ساتھ مشتری کے سوا دوسرے شخص نے شبہہ مین وطی کرلی تو اسکو خیار رویت کی راہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری کے سوا کسی شخص نے اس باندی سے زنا کے طور پر وطی کی یا خود مشتری نے اس سے وطی کرلی یا غلام کو خود مشتری نے مجروح کیا تو ان تینون صورتون مین اسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی مگر اُس صورت مین واپس کرسکتا ہی کہ بائع راضی[1] ہو جائے اور اگر باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا پس اگر وہ بچہ زندہ رہا تو ہر حال مین اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر بچہ مرگیا تو بچہ پیدا ہونے سے اگر باندی مین کوئی ظاہر نقصان پیدا ہوگیا تو مشتری کو بدون رضامندی بائع کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے سے کوئی ظاہر نقصان نہین آیا تو بھی کتاب المضاربت کی روایت کے موافق یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھوڑی یا بکری تھی اور وہ بچہ جنی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اُسکے بچہ کو مشتری یا کسی دوسرے نے قتل کردیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچہ مرجائے تو اسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے پاس غلام کو بائع نے زخمی کیا یا قتل کردیا تو اصل مین مذکور ہی کہ بیع مشتری کے ذمہ واجب ہو جائیگی اور بائع پر قتل کردینے کی صورت مین قیمت واجب ہوگی اور زخمی کردینے کی صورت مین زخم کا جرمانہ دینا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ عیسیٰ ابن ابان سے روایت ہی کہ اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کردیا پھر اسکو اُسکے شوہر کے وطی کرنے سے پہلے دیکھا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار باقی ہی اور نکاح کردینے سے جو اس مین عیب آگیا اسکا بدلا دینے کیواسطے مہر کافی ہی اگرچہ عیب کا جرمانہ مہر سے زائد ہو اور بعض فقہا نے کہا کہ زیادتی جو باقی رہ گئی ہو اُسکا تاوان دے اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اُسکا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر بخار آنے کی حالت مین مشتری نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا اور بائع نے اُس غلام کو قبول کرنے سے انکار کیا[2] تو قاضی واپس کرنے کا اختیار باطل کرکے بیع کو جائز کردیگا پس اگر قاضی کے حکم دینے کے بعد غلام اچھا ہوگیا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار

---

[1] قولہ راضی اسواسطے کہ شاید اسکو نقصان دینا گوارا نہو ۱۲ [2] قولہ انکار کیا اسواسطے کہ وہ بخار مین مبتلا ہوگیا ہے اور معنی یہ کہ مشتری کے پاس بخار آنے لگا ۱۲ منہ

نہین ہے اور اگر غلام کے اچھے ہونے کی حالت مین بائع کے حضور مین اُسکے واپس کردینے پر گواہ کر لیے پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو بخار آنے لگا پھر اُسکا بخار جاتا رہا تو غلام بائع کے ذمہ پڑیگا یہ حاوی مین لکھا ہے اگر دیکھی ہوئی گیہون کی ڈھیری تخمینہ سے خریدی اور اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ خشک ہوکر کم ہوگئی تو اُسکو خیار رویت نہوگا اور یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے - واضح ہو کہ جس شخص کے واسطے خیار ہو وہ فسخ کردینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن تین شخص یعنی وکیل اور وصی اور وہ غلام کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دیگئی ہے اگر انمین سے کوئی شخص کسی چیز کو اسکی قیمت سے کم پر خریدے تو خیار عیب کی وجہ سے فسخ کردینے کا اختیار نہین ہے ہان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے فسخ کرسکتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے

دوسری فصل

اُن چیزون کے بیان مین جنکا تھوڑا سا دیکھنا خیار کے باطل ہونے کے حق مین کل کے دیکھنے کے مانند ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر نہ دیکھی ہوئی چیز دیکھی ہوئی چیز کے تابع ہووے تو نہ دیکھی ہوئی چیز مین اُسکو خیار نہوگا اور اگر دیکھی ہوئی چیز اصلی ہو تو اس بات پر لحاظ کیا جائیگا کہ دیکھی ہوئی چیز کے دیکھنے نے اگر نہ دیکھی ہوئی چیز کے حال سے آگاہ نہ کیا تو اُسکا خیار رویت باقی رہیگا اور اگر اُسکے حال سے آگاہ کردیا ہو تو اُسکا خیار رویت باطل ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی یا غلام خریدا اور اُسکا چہرہ دیکھکر پسند کیا تو اسکے بعد اُسکو خیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - اور اسیطرح چہرہ کا زیادہ حصہ دیکھ لیا تو تمام چہرہ کے دیکھنے کے مانند ہے اور اگر بنی آدم مین سواے چہرے کے تمام اعضاء دیکھ لیے تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - اور اگر گھوڑا یا خچر یا گدھا وغیرہ خریدا اور اسکے چہرہ کے سوا کچھ نہین دیکھا تو امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مشتری کو خیار باقی رہیگا تاوقتیکہ اُسکا آگا و پیچھا نہ دیکھے یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے - اور فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر چوپایون کے پہچاننے والون کا یہ قول ہو کہ چوپایون کے چارون پاؤن کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اُنکا دیکھنا بھی خیار ساقط ہونے کے واسطے شرط ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہے - اور کُھر یا سُم اور پیشانی اور دم کا دیکھ لینا کافی نہین ہے اور یہی صحیح ہے - یہ فتاوی غیاثیہ مین لکھا ہے - اور جو بکری اپنے پاس رکھنے کے واسطے خریدی ہو اُسکے تھن اور تمام بدن کا دیکھنا ضرور ہے کذا فی الظہیریہ - اور اگر گوشت کے واسطے بکری خریدی تو اُسکا ٹٹول کر دیکھنا ضرور ہے یہانتک کہ اگر اُسکو دور سے دیکھا ہو تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہے - اور اگر دودھ دیتی ہوئی گاے یا اُونٹنی خریدی پھر اُسکا تمام بدن دیکھا ولیکن اُسکے تھن نہین دیکھے تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - اور کھانے کی چیزون مین چکھنا اور سونگھنے کی چیزون مین سونگھنا ضرور ہے اور جہاد مین جو دف بجاے جاتے ہین اُنکی آواز سُننا ضرور ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اگر کوئی چکھنے کی چیز خریدی اور رات کو اُسکو بلا دیکھے چکھا تو اُسکا خیار ساقط ہوجائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی شے مال منقولہ مین سے حیوانات کے سوا خریدی پس اگر اُسکی کوئی خاص چیز مقصود ہوتی ہے جیسے مغافر[1] مین وجہ مقصود ہوتا ہے اور اُسکے مانند

[1] قولہ مغافر ظاہر امراد اس سے آہنی خود ہین جو لڑائی مین سر پر رکھے جاتے ہین ۱۲

تو جب تک اُس چیز کو نہ دیکھے تب تک اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر کوئی چیز خاص مقصود نہیں ہوتی ہی
اور اُس مین سے تھوڑا سا دیکھکر راضی ہوگیا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا بشرطیکہ جس قدر نہین دیکھی ہی وہ
صفت مین دیکھی ہوئی کے برابر ہو کذا فی فتاوی قاضیخان - اور اگر صفت مین برابر نہ پاوے بلکہ گھٹا ہوا
پاوے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو لپٹا ہوا اوپر سے دیکھ لیا اور اُسکو
کھولکر نہ دیکھا پس اگر وہ کپڑا سادہ ہی کہ اُسپر نقش یا کارچوبی وغیرہ نہیں ہی تو اُسکا خیار باقی نہین رہیگا اور اگر اُس پر
نقش ہین تو جب تک اُسکو کھولکر اُسکے نقش نہ دیکھے تب تک اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اُس پر نقش نہون بلکہ کارچوبی
وغیرہ ہووے اور اُسنے کام دیکھ لیا ہی تو پھر اُسکو خیار نہوگا اور اگر اُسکی کارچوب نہین دیکھی ہی تو اُسکو خیار حاصل ہی
یہ بدائع مین لکھا ہی - پھر بعض فقہا نے کہا ہی کہ یہ حکم اُنکے عرف کے موافق ہی اور ہم لوگون کے عرف کے موافق جبتک
کپڑا اندر سے نہ دیکھ لیگا اُسکا خیار ساقط نہوگا کیونکہ کپڑون مین اندر اور باہر سے اختلاف کر دینا قرار پا گیا ہی اور
یہ قول امام زفر کا ہی - اور مبسوط مین وہی حکم لکھا ہی کہ جو امام زفر نے کہا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور بچھونون
مین جبتک اُنکا رخ اور رنگ کی جگہ نہ دیکھ لے تب تک اُسکا ظاہر دیکھنے سے خیار ساقط نہوگا اور جس کپڑے
کے دو رخ مختلف ہون اُن دونون کا دیکھنا معتبر ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور فرش کے باب مین فقہا نے کہا ہی کہ
اُسکو تمام دیکھنا چاہیئے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر تکیے کے اندر کچھ بھرا ہوا ہی اور اُسکو اوپر سے دیکھ لیا پس اگر
وہ ایسی چیز سے بھرا ہی کہ جس سے تکیے بھرے جایا کرتے ہین تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر ایسی چیز سے
بھرا ہی کہ جس سے تکیے نہین بھرے جاتے ہین تو اُسکو خیار باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین معراج الدرایہ سے منقول ہی
اور اگر ایک استر لگا ہوا جبہ خریدا اور اُسکا استر دیکھ لیا تو اُسکے ابرا دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہوگا خواہ وہ استر
مقصود ہو مثلاً پوستین پر ہو یا نہ مقصود ہو اسواسطے کہ ابرا ہر حال مین مقصود ہوتا ہی لیکن اگر ایسی صورت ہو
کہ ابرا مقصود نہو مثلاً حقیر ہو تو حکم اُسکے برخلاف ہی اور اگر مشتری نے اُسکا ابرا دیکھ لیا تو اُس کو استر دیکھنے کے
وقت خیار نہوگا لیکن اُس صورت مین کہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین ہو یہ تاتارخانیہ مین برہانیہ سے منقول ہی
اور فتاوی نسفی مین ہی کہ اگر چند مکاعب[۱] خریدے اور اُنکے منھ بعض کے بعض کی طرف کر دیے اور مشتری نے
اُنکو پشت کی طرف سے دیکھا تو اُسکا خیار رویت باطل نہوگا اور اگر اُنکو رُخ کی طرف سے دیکھ لیا اور چمڑا نہ دیکھا تو
خیار رویت باطل ہو جائیگا یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی - اور بعض فقہا نے کہا کہ ہمارے زمانے مین چمڑے کے اندر
فرق کر دینے اور اُسکے مقصود ہونے کی وجہ سے چمڑے کا دیکھنا بھی ضرور ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور کان
کی مٹی اور سونارون کی مٹی مین جو کچھ نکلتا ہی اُسکا دیکھنا معتبر ہی - اگر کوئی زین مع اُسکے سامان کے خریدی
اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکا نمدا نہ دیکھا پھر اُسکا نمدا دیکھا تو اُسکو کل واپس کر دینے کا اختیار ہی اور اسی طرح
اگر چکی مع آلات خریدی اور اُسمین کی چیز جو اُس سے الگ ہی نہین دیکھی اور پھر اُسکو دیکھا تو اُسکو خیار حاصل

[۱] مکاعب ظاہراً ایسے موزے مراد ہین جنکی ایڑیون پر چمڑے کا کام زائد ہے اور فرہنگ مین دیکھو ۱۲

ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر دو موزے یا دو کیواڑ یا دو جوتیان یعنی جوڑا جوڑا خریدے اور ایک کو جوڑے مین سے
دیکھ لیا تو دوسرے کے دیکھنے کے وقت اُسکو خیار رہیگا[سلہ] یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور فتاوی مین مذکور ہی
کہ اگر مشک کا نافہ خریدا اور اُسمین سے مشک نکالا تو خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنے کا
اختیار نہ رہا کیونکہ نکالنے سے اُسمین عیب پیدا ہوگیا اور اگر مشک نکالنے سے عیب نہ پیدا ہو تو واپس کرسکتا ہی
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر بے دیکھی ہوئی شکر کی زنبیل خریدی پھر اُسمین سے شکر نکالکر چھان ڈالی تو اُسکا خیار ساقط
ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر کچھ تیل جو ایک شیشے مین بھرا ہوا ہی خریدا اور شیشے کو دیکھ لیا اور تیل
اپنی ہتھیلی یا اُنگلی پر نہین نکالا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ تیل کے دیکھنے مین شمار نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر
خریدی ہوئی چیز کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینہ کے اندر دیکھا یا وہ کسی حوض کے کنارے تھی کہ اُسکو پانی کے اندر
دیکھا تو یہ دیکھنے مین شمار نہین ہی اور اُسکو خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر پانی کے اندر کوئی ایسی
مچھلی کہ جسکا بدون شکار کے پکڑنا ممکن ہی خریدی اور اُسکو پانی کے اندر دیکھ لیا تو بعض فقہا نے فرمایا کہ
اُسکا خیار ساقط نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اگر مبیع کو باریک پردہ کے پیچھے سے دیکھا
تو یہ دیکھنے مین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر تاک کا
ایک انگور دیکھا تو اُسکو خیار باقی رہیگا یہانتک کہ ہر قسم کے انگورون مین سے کچھ کچھ دیکھے اور خرما کے درختون مین
اگر بعض کو دیکھکر راضی ہوگیا تو خیار رویت باطل ہوجائیگا اور خرمے کی قسمون مین سے ایک قسم کا دیکھنا سب کے
دیکھنے کے مانند گردانا گیا ہی اور اگر کھٹے اور میٹھے انار خریدے اور ایک کو دیکھ لیا تو دوسری قسم کے دیکھنے کے
وقت اُسکو خیار حاصل ہوگا اور بھی منتقی مین مذکور ہی کہ اگر خرمے کے گودھے[خوشہ ۱۲] خریدے اور بعض کو دیکھکر راضی ہوگیا تو
بیع لازم نہوجائیگی یہانتک کہ سب کو دیکھ لے اور اُس سے راضی ہوجائے اور یہی حال تمام اُن پھلون کا ہی کہ جو
ظاہر ہون اور ناپ تول یا شمار مین آتے ہون مگر درخت پر ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہی یہی مختار ہی یہ مضمرات
مین لکھا ہی - اور اگر مبیع عقار ہو تو عامہ روایات مین یہ مذکور ہی کہ اگر دار کو باہر سے دیکھا اور راضی ہوگیا تو اُسکا
خیار جاتا رہیگا - فقہا نے فرمایا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ دار کے اندر کوئی عمارت نہو اور اگر اُسکے اندر کوئی عمارت
ہو تو اندر سے دیکھنا یا جو کچھ مقصود ہی اُسکا دیکھنا ضرور ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور محیط
مین فرمایا ہے کہ اگر دار کے اندر دو بیت جاڑون کے اور دو بیت گرمیون کے اور دو بیت کاٹھ کے ہون تو
سب کا دیکھنا شرط ہی جیسا کہ دار کے صحن کا دیکھنا شرط ہی اور باورچی خانہ اور مزبلہ[پیخانہ وگھورا ۱۲] کا دیکھنا اور بالاخانہ کا دیکھنا
شرط نہین ہی لیکن ایسے شہر مین شرط ہوگا کہ جہان بالاخانہ مقصود ہوتا ہی جیسے شہر سمرقند مین اور بعضون
نے ان سب کے دیکھنے کی بھی شرط لگائی ہی اور یہی اظہر و اشبہ ہی انتہی اگر غلہ[سلہ] کے واسطے کوئی بیت ہو تو اس
روایت کے موافق جواب دیا جائیگا کہ بیت سے باہر دیوار کا دیکھنا کفایت کرتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر

سلہ خیار الخ کیونکہ جوڑا ہونے مین دونون متحد مین لیکن کام کے حق مین ہر ایک ٹھیک ہونا چاہیئے ۱۲ سلہ کرایہ پر چلانے یا بیچنے معروف ۱۲

کوئی تاک انگور کا خریدا تو کتاب مین مذکور ہی کہ اگر درختون کی چوٹیان باہر سے دیکھ لین اور ہر درخت کی چوٹی دیکھکر راضی ہوگیا تو خیار رویت باقی نہ رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور بستان کے باب مین فقہانے کہا ہی کہ اسکو اندر اور باہر سے دیکھنا چاہیئے یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ اگر خریدی ہوئی چند چیزین ہون اور خریدتے وقت بعض کو دیکھا اور بعض کو نہین دیکھا پس اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزون مین سے ہی پس اگر ایک ہی برتن مین ہو تو اسکو خیار نہوگا لیکن اگر باقی کو دیکھے ہوے کے موافق نہ پائے تو اسکو خیار ثابت ہوگا لیکن خیار عیب ثابت ہوگا خیار رویت ثابت نہوگا اور اگر ناپ یا تول کی چیز دو برتنون مین ہو پس وہ سب اگر ایک ہی جنس اور ایک ہی صفت کی ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور مشائخ عراق نے فرمایا ہی کہ اسکو خیار نہوگا اور یہی صحیح ہی اور اگر دو جنسون کی ہو یا ایک ہی جنس مین دو صفت کی ہو تو اسکو خیار حاصل ہوگا اور اس مین کچھ اختلاف نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع ایسی گنتی کی چیزین ہون کہ جن مین آپس مین فرق ہوتا ہی جیسے کسی تھیلے کے کپڑے خریدے یا ٹوکرے مین خربزے خریدے تو ہر ایک کا دیکھنا ضرور ہی اور اگر بعض کو دیکھا تو باقی مین اسکو خیار رہیگا ولیکن اگر واپس کرنیکا قصد کرے تو کل واپس کرنے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر گنتی کی چیزین آپس مین قریب برابری کے ہون جیسے اخروٹ یا انڈے وغیرہ تو انمین بعض کا دیکھنا کفایت کرتا ہی بشرطیکہ باقی کو دیکھے ہوے کے برابر یا اس سے بڑھکر[لہ] پاوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ ولیکن اگر واپس کرنا چاہے تو سب کو واپس کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ پس اگر ان صورتون مین جو مذکور ہوئین مشتری یہ دعوے کرے کہ مین نے باقی کو دیکھے ہوے کی صفت پر نہین پایا بلکہ اس سے کمتر پایا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہین ہی بلکہ تو نے اسی کی صفت پر پایا ہی تو قسم لیکر بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ لانا چاہیئے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی چیز جو زمین کے اندر پوشیدہ ہوتی ہی جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر وغیرہ خریدی تو بعض کا دیکھنا کافی نہین ہی اور تاوقتیکہ سب کو نہ دیکھ لے اسکو خیار باقی رہیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اگر اس مین سے اسقدر اکھاڑی کہ جس سے باقی کا حال معلوم کرسکتا ہی اور اسپر راضی ہوگیا تو اسکا خیار ساقط ہوجائے گا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور عامہ مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت مین مذکور نہین ہی اور فقط اس کا ذکر امالی مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر زمین کے اندر پوشیدہ چیز اس قسم کی ہی کہ بعد اکھاڑنے کے ناپ یا تول مین آتی ہی جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر اور مشتری نے بائع کی اجازت سے اسمین سے کچھ اکھاڑی یا خود بائع نے اکھاڑی پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز ناپ یا تول کے لائق ہی اور مشتری اسکو دیکھکر راضی ہوگیا تو سب کی بیع لازم ہوجائیگی اور بعض کا دیکھنا کل کے دیکھنے کے مانند شمار ہوگا بشرطیکہ باقی اسی کے مانند ہو اور اگر اکھاڑی چیز تھوڑی سی تھی کہ جو وزن مین نہین آسکتی تھی تو خیار باطل نہ ہوگا اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اسمین سے کچھ اکھاڑا پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز اسقدر ہی

[لہ] قولہ بڑھکر الخ باقی کا دیکھنا ایک جنس مین کافی ہی بشرطیکہ سب باقی کے مثل ہو یا بڑھکر ہو ۱۲

کہ اسکی کچھ قیمت ہی تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی خواہ مشتری اُس سے راضی ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور خواہ دوسری جانب زمین مین وہ چیز کم نکلے یا اُسمین سے کچھ بھی نہ نکلے یہ محیط مین مذکور ہی۔ اور اگر اکھاڑی ہوئی چیز اسقدر تھوڑی ہو کہ اسکی کچھ قیمت نہین ہی تو مشتری کا خیار باطل نہوگا اور ان مسئلون مین امام ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ زمین کی پوشیدہ چیزین گنتی سے فروخت ہوتی ہون جیسے مولی وغیرہ تو بعض کے دیکھ لینے سے باقی کا خیار باطل نہین ہوتا ہی بشرطیکہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اُکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بائع کی بلا اجازت اُکھاڑی اور اُکھاڑی ہوئی کی کچھ قیمت بھی ہی تو اُسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے اور یہی مختار ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور یہ سب حکم جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ جو چیز زمین مین پوشیدہ ہی اُسکا زمین کے اندر ہونا یقینی ہو اور اگر اُگنے سے پہلے یا اُگنے کے بعد فروخت کی مگر یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ زمین کے اندر اُگی ہی یا نہین اُگی ہی تو بیع جائز نہوگی اور اگر ایسی چیز کو جو زمین کے اندر موجود ہی جیسے پیاز وغیرہ فروخت کر دیا اور بائع نے کسی مقام سے کچھ اُکھاڑ کر کہا کہ مین تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہون کہ ہر جگہ اسی طرح کثرت کے ساتھ نکلین گی یا موجود ہی تو بیع جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر گاجرین فروخت کین اور بائع نے کہا کہ مجھکو یہ خوف ہی کہ اگر مین اُسکو اُکھاڑون اور تو راضی نہو تو میرا نقصان ہو اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ اگر مین اُکھاڑون اور اچھی نہ نکلے تو مین اُسکو واپس نہ کر سکونگا تو جو شخص اُسکے اُکھاڑنے مین تطوع کرے جائز ہی اور اگر دونون مین سے کسی نے اسکا قصد نہ کیا تو قاضی اُنکے عقد بیع کو فسخ کر دیگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی۔ اور اگر دو کیاریان گاجر کی خریدین اور ایک کو اُکھاڑا اور اُسکی گاجرین اچھی پائین اور دوسری کو اُکھاڑا اور اسکی گاجرین عیب دار پائین تو اُن مین سے کچھ بھی واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ اُکھاڑنے سے اُنمین عیب آگیا ولیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لیگا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجرین خریدین اور اُس تھیلے کے مُنھ پر بڑی بڑی گاجرین جمائی تھین اور اُسکے اندر چھوٹی چھوٹی پائین پس اگر چھوٹی گاجرین بڑی گاجرون کے دامون مین نہین بکتی ہین تو یہ عیب مین شمار ہوگا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان کے واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجرین خریدین اور زمین پر قبضہ کر لیا اور اپنے غلام کو بھیجکر حکم دیا کہ گاجرین اُکھاڑے پس اُسنے تمام گاجرین اُکھاڑ ڈالین پھر مشتری آیا تو کیا اُسوقت اسکو خیار رویت حاصل ہوگا امام نے فرمایا کہ ہان پس مین نے کہا کہ اُکھاڑنے سے اُسکی تہائی قیمت گھٹ گئی ہی اُنھون نے فرمایا کہ خیار[1] ہی اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی

[1] قولہ خیار ہی الخ ہمارے دیار مین رسم ہی کہ مولی و گاجر و شلغم وغیرہ کا کھیت تیار ہو جانے کے بعد نمونہ پر مشتری خرید کر خیار ساقط کرتا ہی اور بائع آیندہ اسکے ہر عیب سے برات کر لیتا ہی اور اس مین مضائقہ نہین ہی واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

تیسری فصل اندھے اور وکیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان مین اندھے کی خرید فروخت جائز ہی اور اُسپر تینون امامون کا اتفاق ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اُسکو اپنی خریدی ہوئی چیزمین خیار ہی اور فروخت کی ہوئی چیز مین خیار نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور جو چیزین چھونے کی ہین اُنمین اس اندھے کا اُلٹ پلٹ کرنا اور اُسکا چھونا آنکھون والے آدمی کے دیکھنے کے مانند ہی اور سونگھنے کی چیزون مین اُسکا سونگھنا اعتبار کیا جائیگا اور چکھنے کی چیزون مین چکھنا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور سب روایتون مین زیادہ مشہور روایت یہ ہی کہ وصف کا بیان کرنا شرط نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر کپڑا ہو تو اُس مین چھونے کے ساتھ اُسکے طول اور عرض کی صفت اور اُسکی عمدگی کے مرتبہ[1] کی بھی بیان کرنی ضرور ہی اور گیہون مین چھونا اور صفت بیان کرنا ضرور ہی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی - اگر پھلون کو درختون پر لگا ہوا خریدا تو اشہر روایات کے موافق اس مین وصف کا بیان کرنا ضرور ہی باقی کچھ ضرور نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور عقار مین جبتک اُسکا وصف بیان نہ کیا جائے تب تک اندھے کا خیار ساقط نہین ہوتا ہی اور یہی مذہب صحیح ہے یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی - اور یہی یعنی وصف کا بیان کرنا اُن سب چیزون مین معتبر ہی کہ جو چھونے یا سونگھنے یا چکھنے سے نہین پہچانی جاتی ہین جیسے چوپائے اور غلام اور درخت وغیرہ یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر یہ باتین عقد بیع ہونے سے پہلے واقع ہوگئی ہون تو اب اُسکو خیار نہوگا یہ فتاوی تمرتاشی مین مذکور ہی اور اگر اندھے کے سامنے وصف بیان کیا گیا اور وہ بیع پر راضی ہوگیا پھر وہ بینا ہوگیا تو اُسکا خیار عود نہ کریگا یہ بدائع مین ہی اور اگر کسی آنکھون والے نے کوئی چیز خریدی پھر وہ دیکھنے سے پہلے اندھا ہوگیا تو اُسکی آنکھون سے دیکھنے کا خیار اندھون کے مانند وصف بیان کرنے کے ساتھ ہوجائیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی اندھے نے وصف بیان کرنے سے پہلے کہدیا کہ مین راضی ہوگیا تو اُسکا خیار ساقط نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی -

امام محمد رحنے جامع صغیر مین امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کچھ طعام خریدا اور اُسکو نہین دیکھا اور اُسپر قبضہ کر لینے کے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے دیکھنے کے بعد اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے کوئی قاصد بھیجا اور قاصد نے دیکھنے کے بعد اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحنے فرمایا کہ وکیل اور قاصد دونون برابر[2] ہین اور مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے واپس کرے اور چاہے لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور قاعدہ اس مسئلہ مین یہ ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک جو شخص قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا جاتا ہی وہ خیار رویت باطل کرنے کا مالک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مالک نہین ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک اسوقت ہی کہ جب قبضہ کرنیکے وقت اُسکو دیکھتا ہو اور اگر پوشیدگی[3] کی حالت مین

[1] قولہ مرتبہ مثلاً دیباج قسم اول جس مین فی گز دو سیر ریشم کی تول ہو و مانند اسکے ۱۲ [2] قولہ برابر ہین یعنی وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط نہین ہوگا ۱۲ [3] قولہ پوشیدگی یعنی مثلاً لپٹا ہوا تھان قبضہ مین لے لیا یا شکستہ سوتی وغیرہ ۱۲

اُسپر قبضہ کرلیا پھر دیکھنے کے بعد قصداً خیار باطل کرنیکا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور وکیل کرنیکی صورت یہ ہی کہ مشتری کسی غیر سے کہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میرا وکیل ہو یا یون کہے کہ مین نے اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے تجکو وکیل کیا اور قاصد بھیجنے کی صورت یہ ہی کہ غیر شخص سے یون کہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میری طرف سے قاصد بنجا یا اُسپر قبضہ کرنیکے واسطے مین نے تجکو حکم دیا یا اُسپر قبضہ کرنیکے واسطے مین نے تجکو بھیجا یا کہا کہ تو فلان شخص سے کہہ کہ وہ تجکو مبیع دیدے یہ بحر الرائق مین فوائد سے منقول ہی اور اس بات پر سب اماموں کا اتفاق ہی کہ خرید کے واسطے جو وکیل کیا جاتا ہی اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور موکل کو یہ اختیار نہین رہتا ہی کہ اپنے دیکھنے کے وقت اُسکو واپس کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اس بات پر بھی اماموں کا اجماع ہے کہ جو شخص خریدنے کے واسطے قاصد ہوتا ہی وہ خیار باطل کرنیکا مالک نہین ہی اور اسکا دیکھنا بھیجنے والیکے دیکھنے کے مانند نہین ہی اور اگر بھیجنے والے نے مبیع کو نہ دیکھا ہو تو اسکو خیار رویت ثابت ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو خریدنے سے پہلے وکیل یا قاصد کیا اور اُسنے مبیع کو دیکھ لیا پھر موکل یا بھیجنے والے نے اُسکو اپنے آپ خریدا تو اُسکو خیار رویت ثابت ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اگر خرید کے وکیل نے کسی ایسی شی کو خریدا کہ جسے موکل نے دیکھا ہی اور وکیل اس بات کو نہین جانتا ہی تو وکیل کے واسطے خیار رویت ثابت ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اس صورت مین خیار رویت وکیل کے واسطے ثابت ہونا اُسیوقت ہی کہ جب وہ شخص کسی غیر معین چیز کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا گیا ہو اور اگر کسی معین چیز کے خریدنے کیواسطے کہ جسکو موکل دیکھ چکا ہی وکیل[1] کیا گیا اور وکیل نے اُسکو نہین دیکھا تھا تو وکیل کو اُس کے خریدنے مین خیار رویت حاصل نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ مبیع دیکھنے کے قصد سے کسی کو وکیل کرنا صحیح نہین ہی اور اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند نہوگا یہانتک کہ اگر کسی نے نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر ایک شخص کو اُسکے دیکھنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر تجکو پسند آوے تو لے لینا تو یہ جائز نہین ہی یہ بحر الرائق مین جامع الفصولین سے منقول ہی۔ اگر کسی شخص کو ایسی چیز مین جو خود بے دیکھے خریدی ہی دیکھکر غور کرنیکے واسطے اسطرح وکیل کیا کہ اگر راضی ہو تو بیع تمام کردے اور اگر راضی نہو تو بیع فسخ کردے تو اس طرح وکیل کرنا صحیح ہی اور اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہوگا کیونکہ موکل نے یہ بیع اُسکی راے اور نظر پر چھوڑدی ہی تو یہ وکالت صحیح ہوگی جیسے کہ خیار کی شرط کے ساتھ خرید کرنے مین فسخ یا اجازت کسی کے سپرد کیا صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

آٹھوان باب خیار عیب کے بیان مین اور اس مین سات فصلین ہین

فصل اول خیار عیب کے ثبوت اور اُسکے حکم و شرائط اور عیب کے پہچاننے اور اُسکی تفصیل کے بیان مین

خیار عیب بدون شرط کرنے کے ثابت ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی کسی نے اگر کوئی چیز خریدی کہ جسمین

[1] وکیل کیا گیا ہو پھر اسنے اتفاق سے وہی چیز خریدی جسکو موکل دیکھ چکا ہی تو وکیل کو خیار باقی ہی ۱۲

کوئی عیب خریدنے کے وقت یا اُس سے پہلے اُسکو معلوم نہ تھا اور پھر عیب تھوڑا یا بہت ظاہر ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے لے ورنہ واپس کردے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور واپس کرنیکا اختیار اُسوقت ہی کہ بلا مشقت اُس عیب کو زائل نہ کرسکتا ہو اور اگر زائل کرنے پر قادر ہو تو خیار نہوگا جیسے خریدی ہوئی باندی کا احرام باندھنا ظاہر ہوا تو مشتری اُسکو حلال کرسکتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس عیب دار کو رکھکر بائع سے نقصان لیوے یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر قبضہ سے پہلے عیب پر مطلع ہوجائے تو اس آگاہی پر مشتری اُسکو رد کرسکتا ہی اور صرف اُسکے اِس کہنے سے کہ مین نے واپس کیا بیع فسخ ہوجائیگی اور بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہو گی اور اگر قبضہ کے بعد اطلاع ہوئی تو بدون بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کے بیع فسخ نہو گی پھر اگر اُسنے بائع کی رضامندی سے بیع فسخ کی تو یہ اُن دونون کے حق مین فسخ ہو گی اور دوسرونکے حق مین نئی بیع شمار ہوگی اور اگر قاضی کے حکم سے فسخ ہوئی تو ان دونون کے حق مین اور انکے سوا غیرونکے حق مین بھی فسخ شمار ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور جو عقد واپس کرنیسے فسخ ہوجاتا ہی اور جسمین مبیع اپنے مقابل کے عوض ضمان مین ہوتی ہے تو ایسے عقد مین تھوڑے اور بہت دونون طرح کے عیب سے وہ شی واپس ہو جاتی ہے اور جو عقد کہ واپس کرنے سے فسخ نہین ہوتا ہی اور جسمین وہ شی اپنی ذات سے ضمان مین ہوتی ہی نہ بعوض جیسے مہر اور بدل خلع وقصاص تو ایسے عقد مین تھوڑے عیب سے واپس نہ کیجائیگی فقط بہت عیب کی وجہ سے واپس ہوسکتی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور تھوڑے عیب کی وجہ سے مہر کا واپس نہونا صرف اُسی صورت مین ہی کہ مہر ناپ یا تول کی چیز نہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو تو تھوڑے عیب سے بھی واپس ہوسکتی ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور بہت عیب مہر مین یہ ہوگا کہ اُسکو اعلی درجہ سے اوسط درجہ پر لاوے یا اوسط درجہ سے ادنی درجہ پر گرادے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور دونون قسمون مین حد فاصل یہ ہی کہ جو عیب چند اندازہ کرنے والون کے اندازہ مین جدا داخل ہوجاوے مثلاً ایک نے اُسکو بے عیب ہزار درم کا تجویز کیا اور عیب کے ساتھ اس سے کم تجویز کیا اور دوسرے نے اُسکو اس عیب کے ساتھ پورے ہزار کا تجویز کیا تو یہ عیب تھوڑا شمار ہوگا اور اگر چند اندازہ کرنیوالونکی اندازہ جدا نہو بلکہ یکسان ہو جیسے کہ چند اندازہ کرنیوالون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بے عیب ہزار درم کا ہی اور اس عیب کے ساتھ سبھون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہزار سے کم کا ہی تو یہ کھلا ہوا بہت عیب کہلائیگا ہی فتوے کیواسطے اختیار کیا گیا ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور خیار عیب کا یہ حکم ہی کہ مشتری کی ملک مبیع مین فی الحال ثابت ہو جاتی ہی مگر ملک لازم نہین ہوتی ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ خیار عیب مین وراثت جاری ہوتی ہے۔ انتہی اور اسکا کوئی وقت مقرر نہین ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خیار عیب ثابت ہونیکی چند شرطین ہین

لہ گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ بیچی ۱۲

از انجملہ بیع کے وقت یا اسکے بعد سپرد کرنے سے پہلے عیب ثابت ہونا چاہیے اور اگر بعد اسکے پیدا ہوگا تو خیار ثابت نہوگا اور از انجملہ مشتری کے پاس بھی قبضہ کر لینے کے بعد اس عیب کا ثبوت چاہیے اور تمام عیبون مین واپس کرنیکا حق ثابت ہونے کے واسطے عامۂ مشائخ کے نزدیک صرف بائع کے پاس عیب کا ثابت ہونا کافی نہین اور از انجملہ بھاگنے یا چوری کرنے یا بچھونے پر پیشاب کر دینے کے عیب مین عقل ہونا چاہیے اور از انجملہ ان تینون عیبون مین یکسان حالت ہونی چاہیے اور اگر حالت بائع کے پاس اور مشتری کے پاس مختلف ہوگئی تو واپس کرنیکا حق ثابت نہوگا اور از انجملہ قبضہ اور عقد کے وقت مشتری کا اس عیب سے ناواقف ہونا چاہیے اور اگر قبضہ یا عقد کے وقت مشتری اُسکو جانتا تھا تو اُسکو خیار نہ رہیگا اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ بائع نے مبیع کے سب عیبون سے اپنا ذمہ پاک کر لینا شرط نکیا ہو اور اگر شرط کر لیا ہو تو مشتری کو خیار نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ قدوری نے اپنی کتاب مین فرمایا ہی کہ تاجرون کی عادت مین جس چیز سے ثمن مین نقصان آتا ہو وہ عیب ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا ہی کہ جو چیز مال کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے مین نقصان پیدا کرتی ہو جیسے حیوان کے ہاتھ پاؤن شل ہونا اور برتنون کا شکستہ ہونا یا اُس سے اُس مال کے نفع مین کچھ نقصان آتا ہو تو یہ عیب ہی اور جس سے ان دونون باتون مین کچھ نقصان نہین آتا ہی اُسمین لوگون کے رواج کا اعتبار کیا جائیگا اگر وہ اُسکو عیب گنتے ہین تو عیب ہوگا ورنہ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور عیب ہونے یا نہونے مین عیب جاننے والونکی طرف رجوع کیا جائیگا اور وہ تاجر لوگ ہوتے ہین اور اگر مبیع ساختہ چیزون مین سے ہی تو مرجع اُس پیشہ کے لوگ ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اندھا ہونا اور کانا ہونا اور احول ہونا اور اُنگلی کا زائد یا ناقص ہونا عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اقبل ہونا اور اقبل وہ شخص ہوتا ہی جو ایسا معلوم ہو کہ گویا اپنی ناک کے کنارے کو دیکھتا ہی اور ابزمی یعنی سینے کا نکلا ہوا ہونا عیب مین شمار ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اسیطرح بہرا ہونا اور گونگا ہونا اور باقی عیب جو پیدایش مین ہوتے ہین سب عیوب مین شمار ہین اور گندہ دہن اور بغل کا بدبو کرنا باندی مین عیب ہی اور غلام مین عیب نہین ہی لیکن اگر بہت ہو تو عیب ہی اسواسطے کہ یہ پیٹ کی بیماری پر دلالت کرتا ہی اور بیماری فی نفسہ عیب مین شمار ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی بدائع و مبسوط و تبیین مین ہی اور بجر غلام اور باندی دونون مین عیب ہی اور بجر پیڑو کے پھولے ہونیکو کہتے ہین (البحر) قرن بھی عیب ہی اور وہ ایک ہڈی ہی کہ فرج مین پیدا ہو جاتی ہی اور وطی سے مانع ہوتی ہی اور عفل[1] بھی عیب ہی اور وہ ایک قسم کا گوشت ہی کہ فرج مین پیدا ہو جاتا ہی اور وطی سے مانع ہوتا ہی۔ یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور بعضون نے عفل کے یہ معنی بیان کیے ہین کہ اُس عورت کی فرج تھیلی کے مانند ہو کہ جس سے وطی کرنے والے کو کچھ لذت حاصل نہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایسی باندی خریدی کہ جسکے بائع یا اور کسی پاس بچہ پیدا ہوا تھا

[1] عفل اور قرن مین فرق یہ کہ قرن کی وجہ سے بالکل دخول نہین ہوتا اور عفل سے پورا دخول نہین ہوتا ۱۲ م

اور مشتری اُس سے آگاہ نہوا پھر اُسکو معلوم ہوا تو دو روایتوں مین ایک روایت کے موافق اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی اور اسی پر فتوی ہی - چوپایون مین فقط بچہ پیدا ہونا عیب نہین ہی لیکن اگر موجب نقصان ہو تو عیب ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی باندی کا پیٹ سے ہونا عیب ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر مشتری نے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جسکو حمل تھا اور مشتری کے پاس وہ بچہ جنی تو اُسکو بائع سے جھگڑا کرنیکا اختیار نہین ہی پس اگر وہ باندی نفاس کے اندر مر گئی تو پیٹ ہونیکے عیب کا نقصان بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری کو خریدتے وقت اُسکا پیٹ سے ہونا معلوم نہوا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور نصاب مین مذکور ہی کہ چوپایون اور سواری کے جانورونکا حمل سے ہونا عیب نہین ہی لیکن اگر اُسمین کسی کھلے ہوے نقصان کا موجب ہو تو عیب ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور رتق عیب ہی اور رتقا وہ عورت کہلاتی ہی جسکے کوئی سوراخ سوے سوراخ پیشاب کے نہو اور فتق عیب ہی اور فتق سے مراد وہ ریح ہی جو مثانہ کے اندر ہو اور اکثر اوقات اپنا زور کرکے مرد کو ہلاک کر دیتی ہی اور یہ بدون بدن کے اندر بیماری پیدا ہونیکے نہین پیدا ہوتی ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور غنا اس باندی کے اندر جو ام ولد بنائی جاوے عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور بقالی مین مذکور ہی کہ اگر اُس باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے پیدا ہوا ہو تو عیب ہی اور نوادر ابن رشید مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ جب باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے ہو تو یہ عیب میرے نزدیک اُن باندیون مین ہوگا کہ جو ام ولد بنانے کے واسطے خریدی جاتی ہین اور اُنکے سوا دوسری باندیون مین عیب نہوگا لیکن اگر نخاس والے اُسکو عیب جانتے ہون تو عیب ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور زنا کرنا باندی کے اندر عیب ہی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور غلام کے اندر اگر قلیل ہو تو عیب نہین ہی صرف وہ ایک کبیرہ گناہ ہی کہ جسکا اُسنے ارتکاب کیا اور اُسپر توبہ اور استغفار کرنا واجب ہوگا اور اگر وہ ہمیشہ زنا کرتا ہی کہ جس سے اُسکے مالک کی خدمت کرنے مین نقصان آتا ہی تو وہ عیب ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی - اور ایسے ہی اگر اُسپر حد واجب ہونا ظاہر ہو تو بھی عیب ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر باندی زنا کی اولاد ہو تو عیب ہی اور غلام مین عیب نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور تمام عیبون مین واپس کرنیکا حق ثابت ہونیکے واسطے دوبارہ مشتری کے پاس واقع ہونا ضرور ہی سوے عیب زنا کے جو باندی مین پایا جاوے کیونکہ امام محمد رح سے امالی مین روایت ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی بالغ خریدی کہ اُسنے بائع کے پاس زنا کیا تھا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اگرچہ اُسنے مشتری کے پاس زنا نہ کیا ہو اور نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی پھر وہ اُسکے پاس سے بھاگ گئی پھر اُسنے اسکو پایا اور گواہون کے ساتھ اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو بھاگنے کا عیب اُس باندی کو ہمیشہ کے واسطے لازم ہو جائیگا اور اس روایت سے صحیح ثابت ہوتا ہی کہ بھاگنے کے عیب کا بھی مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہین ہی اور اس بنا پر مستحق نقصان عیب اُس سے نہین لے سکتا ہی اگرچہ دوبارہ اُسکے پاس عود نہوا ہو اسیطرح جس شخص نے اُس سے خریدا وہ بھی بدون معاودت کے اُسکو واپس کر سکتا ہی مگر اول ظاہر ہی یہ

تبیین میں لکھا ہی اور اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جسکے ساتھ اغلام کیا جاتا تھا پس اگر وہ مفت اغلام کراتا تھا تو یہ عیب ہی کیونکہ یہ اُسکے اُبنہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر اُجرت پر اغلام کراتا تھا تو غلام میں عیب نہیں ہی۔ بخلاف باندی کے کہ اُسمین یہ کام ہر طور سے عیب ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ مخنث ہونا دو طرح کا ہوتا ہی ایک تو بُرے اور ردی کام کرنا اور وہ عیب ہی دوسرے سنگار کرنا اور آواز کی نرمی اور چلنے مین لچکنا پس اگر یہ باتین کم ہون تو واپس نہ کیا جائیگا اور اگر بہت ہون تو واپس کر دیا جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور عنین ہونا عیب ہی اور ایسے ہی خصی ہونا بھی عیب ہے اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ خصی ہی اور وہ مرد نکلا تو وہ واپس نہو گا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ مرد ہو پھر دیکھا تو وہ خصی نکلا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور خصیون کا بڑا ہونا عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور مسون کا ہونا عیب ہی بشرطیکہ اُس سے ثمن مین نقصان آتا ہو اور اگر ثمن مین نقصان نہ آتا ہو تو عیب نہین ہی اور تل کا بھی یہی حکم ہی کیونکہ تل سے کبھی زینت ہوتی ہی کہ اُس سے مالیت مین نقصان نہین آتا ہی جبکہ رخسارہ پر ہو اور کبھی بدنما کر دیتا ہی جبکہ ناک کی نوک پر ہو اور اس سے مالیت مین نقصان آتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور باندی یا غلام کا ختنہ نہونا عیب نہین ہی بشرطیکہ وہ دونون دار الحرب وغیرہ سے اُٹھا لائے گئے ہون یا دار الاسلام مین پیدا ہوئے ہون مگر نابالغ ہون اور اگر بالغ ہو گئے ہونگے تو عیب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ختنہ نہونے سے باندی کا عیب دار ہونا عرب کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے ملک مین باندی کا ختنہ نہین کیا جاتا ہی تو ختنہ نہونا اُسمین بالکل عیب نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اسیطرح فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر واپس کرنے سے پہلے غلام نے اپنی عورت کو طلاق دیدی تو واپس کرنیکا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر باندی کو اُسکے شوہر نے طلاق دیدی پس اگر طلاق رجعی ہو تو مشتری کو واپس کرنیکا اختیار ہی کیونکہ وہ رجعی طلاق دی ہوئی عورت اُسکی جورو کے حکم مین ہی اس دلیل سے کہ اُسکے شوہر کو بدون اجازت اُسکے مالک کے اُس سے رجعت کرنیکا اختیار ہی اور اگر طلاق بائن ہو تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائیگا کرخی رحمہ نے فرمایا ہی کہ اگر خریدی ہوئی باندی دودھ پلائی یا دامادی کے رشتہ سے مشتری پر حرام ہو تو عیب نہین ہی مثلاً اُسکی رضاعی بہن ہو یا اُسکی رضاعی مان ہو یا اُسکی بی بی کی مان ہو یا اُسکی بی بی کی بیٹی ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور غلام یا باندی پر قرض ہونا عیب ہی لیکن اگر بائع اُسکو ادا کر دے یا قرض خواہ اس کو معاف کر دین تو عیب نہ رہیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور قنیہ مین مذکور ہی کہ قرض عیب ہوتا ہی لیکن اگر ایسا تھوڑا ہو کہ جو نقصان مین شمار نہین کیا جاتا ہی تو عیب نہو گا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر غلام کو کسی کے پاس رہن یا اجرت پر دیا ہوا پایا تو بھی یہی حکم ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور کرخی کی کتاب مین مذکور ہی کہ اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہی اور اس عیب ہونیکی صورت یہ ہو سکتی ہی کہ یہ جرم عقد کے بعد قبضہ سے پہلے

نف یعنی اگر مشتری نے مبیعہ باندی کو منکوحہ پایا تو واپس کر سکتا ہی پھر اگر واپس کرنے سے پہلے الخ ۱۲

پیدا ہوا ور اگر عقد سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بائع بیع کردینے کی وجہ سے جرمانہ دینے کا اختیار کرنیوالا شمار ہوگا- پس اگر بائع نے اُسکے واپس کیے جانے سے پہلے ادا کردیا تو مشتری کو واپس کرنے کا حق باقی نہ رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- شراب پینے کے سبب سے اگر مالیت مین نقصان آتا ہو تو باندی مین عیب ہے اور غلام مین عیب نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ غلام امرد ہوا ور عیب ہونا اُسی صورت مین ہی کہ شراب پینا حد سے بڑھ گیا ہو لوگون مین ایسا نہ پایا جاوے اور اگر ایسا نہو تو باندی مین عیب نہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی پُرانی کھانسی اگر از قسم بیماری ہو تو عیب ہی اور عادت کے موافق کھانسی ہونا عیب نہین ہی اور برص عیب ہی اور جذام بھی عیب ہی اور وہ جلد کے نیچے پیپ پڑجاتی ہی کہ دور سے اُسکی بدبو آتی ہی اور اکثر اس سے اعضا بدن کے کٹ کے گرجاتے ہین اور وہ سب عیبون سے بدتر عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے- کالے اور ہرے دانت ہونا عیب ہی اور زرد دانتونکے باب مین مختلف روایتین آئین ہین یہ محیط مین لکھا ہی- اور دانت کا ساقط ہونا عیب ہی خواہ داڑھ ہو یا دانت ہو یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی بالغ باندی کا حیض بند ہوجانا عیب ہی اور بالغ باندی وہ ہی جسکی عمر سترہ برس کی ہی اور اسیطرح اگر باندی کے ہمیشہ بطور استحاضہ کے خون جاری رہتا ہو تو عیب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- اور یہ بات باندی کے کہنے سے معلوم ہوگی پس جب اسکے اقرار کے ساتھ بائع کا قسم کھانے سے باز رہنا بھی ملجائے تو واپس کردیجائیگی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی- اور فقہا نے فرمایا ہی کہ ظاہر الروایت کے موافق باندی کا قول اس باب مین معتبر نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی- اور اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو جواری پایا پس اگر اُسکا جوا عیب مین شمار ہے جیسے نرد یا شطرنج وغیرہ کے ساتھ جُوا کھیلنا تو عیب ہوگا اور اگر عرف مین اس قسم کا جُوا عیب نہین گنا جاتا ہے جیسے اخروٹ یا خربزون کے ساتھ جُوا کھیلنا جسکو فارسی مین گوز باختن و ستہ زدن و خربزہ زدن کہتے ہین تو عیب مین شمار نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی- اگر مملوک کو سوا اسلام کے غیر راہ پر پایا تو عیب ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہی اور اُسکو مسلمان پایا تو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر اُسکا اُلٹا ہو تو واپس کرسکتا ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی اسیطرح اگر نصرانی نے کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ نصرانی ہی پھر اُسکو مسلمان پایا تو اُسکو واپس کرنیکا خیار[۱] ثابت نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جو غلام بائین ہاتھ سے کام کرتا ہو اور داہنے ہاتھ سے کام کرنیکی قدرت نہ رکھتا ہو تو عیب ہی لیکن اگر تھوڑا بائین ہتھ ہو تو عیب نہین ہی جسکو ضبط کہتے ہین یعنی دونون ہاتھ سے کام کرسکتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی- اور بصارت مین ایسا ضعف ہونا کہ زیادہ تاریکی یا زیادہ روشنی مین نہ دیکھ سکے عیب ہی اور غمص یعنی آنکھون مین خشکی اور تشنج ہونا عیب ہی اور بدن مین ایسا زائد گوشت مثل غدود کے پیدا ہوجانا کہ جو ہلانے سے ہلتا ہی اور چنے سے کبھی خربوزہ کے برابر تک ہوتا ہی عیب ہی اور سلعہ عیب ہی اور وہ زخم کو کہتے ہین اور شمس الائمہ سرخسی نے اُسکی تفسیر اُن غدودون کے ساتھ کی ہی جو گردن پر ہوتے ہین یہ ظہیریہ مین

۱ قولہ خیار الخ اگرچہ اسکے ہاتھ سے لکھوا دیا جاوے گا ۱۲ ... سرد چہرہ ۱۲

لکھا ہے - اور حنف[۱] عیب ہے اور حنف دونوں انگوٹھوں میں ہر ایک کے دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں اور ابن الاعرابی نے یہ معنی بیان کیے کہ جو قدموں کی پیٹھ کے بل چلے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - اور صدف یعنی گردن کا جھکا ہونا عیب ہے اور منھ کا زیادہ پھیلا ہونا عیب ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے - اور دلغ ہونا عیب ہے لیکن اگر نشانی کے واسطے ہو جیسے بعض چوپایوں میں ہوتا ہے تو عیب نہوگا اور قدموں کے سروں کا نزدیک ہونا اور ایڑیوں کا دور ہو جانا عیب ہے اور پہونچے کا ٹیڑھا ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور آنکھ سے زیادہ آنسو جاری ہونا اگر بیماری سے ہو تو عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور شتر یعنی پلکوں کا الٹا ہونا عیب ہے کذا فی الظہیریہ اور ریح السبل[۲] عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور غارش آنکھ کی اور بغیر آنکھ کی سب عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور آنکھ کی پتلی پر ایک قسم کی سپیدی جسکو ناخنہ کہتے ہیں پیدا ہونا عیب ہے اور آنکھ کے اندر بال کا پیدا ہونا عیب ہے کذا فی الظہیریہ زردی اور سرخی کا درمیانی رنگ بال کا اگر ترکی یا ہندی باندیوں میں پایا جاوے تو عیب ہے اور اگر رومی یا صقالبہ باندیوں میں پایا جاوے تو عیب نہیں ہے کیونکہ اہل روم کے بال ایسے ہی ہوتے ہیں یہ فتاوی قاضی میں لکھا ہے - اگر سر یا بدن کے بعضے بال سپید اور بعضے سیاہ ہوں تو عیب ہے یہ مختار الفتاوے میں لکھا ہے بالوں کا معتدل رنگ سیاہ ہے اور اسکے سوا باقی رنگوں سے اگر ثمن میں نقصان آتا ہو اور سوداگر اسکو عیب سمجھتے ہوں تو عیب ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - حاوی میں لکھا ہے کہ اگر باندی کے سر کے بال سرخ ظاہر ہوں تو اگر اسکے بعض بال سر کے سرخ ہیں اور بعض سیاہ تو اسکو واپس کر سکتا ہے کیونکہ یہ عیب ہے اور اگر صرف اسکے بالوں میں سرخی ہے تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بالوں کا کالا ہونا بیع میں شرط تھا تو واپس کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے - بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام میں کہ جسکو سمجھ نہیں ہے کہ اکیلا کھانا پہننا نہیں جانتا ہے عیب نہیں ہے اور اگر چھوٹا سمجھ دار ہو جیسے کہ اکیلا کھا پہن سکتا ہو تو عیب میں شمار ہوگا لیکن واپس کرنیکا حق حالت یکساں ہونے کے وقت ثابت ہوگا کذا نقل فی المضمرات عن الزادین اگر یہ باتیں چھوٹے غلام میں بائع اور مشتری دونوں کے پاس اسکے چھوٹے پن میں پائی گئی ہیں یا دونوں کے پاس اسکے بڑے پن میں پائی گئیں تو یہ عیب ہے کہ جسکے سبب سے واپس کر سکتا ہے اور اگر حالت یکساں نہو جیسے کہ بائع کے پاس چھوٹے پن میں اور مشتری کے پاس بڑے پن میں پائی جاویں تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور جنون کے ماسوا میں چوری کرنے اور بھاگ جانے اور بچھونے پر پیشاب کرنے کی نسبت شمس الائمہ حلوانی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ ظاہر جواب یہ ہے کہ ان باتوں کا مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہے اور بعض مشائخ رح نے فرمایا ہے کہ شرط ہے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ مشائخ میں ان چیزوں کے دوبارہ واقع ہونے کی شرط ہونے میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح عام روایتوں میں مذکور ہے یہ محیط میں لکھا ہے - اگر مشتری نے کوئی پہلا عیب پایا پھر واپس کرنے سے پہلے وہ زائل

[۱] واضح ہو کہ لغت میں حنف پاؤں کے کج ہونے کو کہتے ہیں اسطرح کہ پاؤں کا سر ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوں ۱۲

[۲] ریح السبل آنکھوں کی بیماری ہے جس سے اندر کی رگیں زیادہ تر سرخی سے پھول جاتی ہیں ۱۲

ہو گیا تو اُسکا خیار باطل ہو گیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور بھاگنے کی تعریف یہ ہی کہ اپنے مالک سے سرکشی کرکے غائب ہو جائے اور اسی کو امام ظہیر الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی اور سفر کی مقدار سے کم تک بھاگنا عیب ہی اور اس مین مشایخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور جب شہر سے نکل گیا تو بالاتفاق عیب ہی خواہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگا ہو یا جسکو اجارہ پر دیا ہو یا عاریت دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا اُسکے پاس سے بھاگا ہو اور اگر شہر سے باہر نہین گیا تو اُسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور اشبہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ کہا جاے کہ اگر شہر بڑا ہو جیسے شہر قاہرہ تو عیب مین شمار ہو گا اور اگر چھوٹا ہو کہ اُسپر اُس شہر کے گھر اور لوگ مخفی نہین تو عیب نہو گا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور گانون سے شہر کو بھاگ آنا بھاگنے مین شمار ہی اور ایسے ہی اسکا الٹا بھی بھاگنے مین شمار ہی اور اگر غصب کرنے والے شخص کے پاس سے بھاگ کر اپنے مالک کے پاس چلا آیا تو عیب نہین ہی اور اگر غصب کرنے والے کے پاس سے بھاگا اور لوٹ کر نہ اپنے مالک کے پاس آیا اور نہ غصب کرنے والے کی طرف گیا پس اگر وہ اپنے مالک کا مکان جانتا تھا اور اُسکے پاس لوٹ آنے پر قادر تھا اور پھر نہ آیا تو عیب مین شمار ہو گا اور اگر مکان نہین جانتا تھا یا لوٹ آنے پر قادر نہ تھا عیب نہو گا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر دار الحرب مین غنیمت مین سے تقسیم ہونے سے پہلے بھاگا پھر لوٹا کر غنیمت مین لایا گیا تو بھاگنے والے مین شمار نہین ہی اور اگر غنیمت کے اندر فروخت کیا گیا اور غنیمت تقسیم ہوئی اور وہ ایک شخص کے حصہ مین آیا پھر دار الحرب مین بھاگا تو وہ بھاگنے والے مین شمار ہی خواہ وہ اپنے لوگون کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور چوری اگرچہ دس درم سے کم ہو عیب ہی اور بعضون نے کہا کہ ایک درم سے کم جیسے ایک پیسہ یا دو پیسے کی چوری عیب نہین ہی اور چوری خواہ اپنے مالک کی کی ہو یا کسی غیر کی ہو یکسان ہی اُسکے عیب ہونے مین کچھ فرق نہین ہی لیکن کھانیکی چیزون مین فرق ہی اسطرح اگر کھانے کے واسطے اپنے مالک کی چیز چرائی تو عیب نہین ہی اور اگر غیر کی چرائی تو عیب ہی اور اگر کھانے کی چیز فروخت کرنے کے واسطے چرائی تو خواہ مالک کی چرائی ہو یا غیر کی چرائی ہو عیب ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جامع الفصولین مین ہی کہ اگر غلام نے ایک پیاز یا خربوزہ یا پیسہ چرا لیا جیسے خدمتگار چرا لیا کرتے ہین تو عیب نہو گا اور اگر اجنبی کے غلہ سے کوئی خربوزہ چرا لیا تو عیب ہی اور یہی مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر کھانے کی کوئی چیز ذخیرہ کرنیکے واسطے چرائی تو عیب ہو گا اور مولی اور اجنبی اس باب مین برابر ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر گھر مین نقب لگایا اور کچھ لے نہین بھاگا تو یہ عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ فوائد ظہیریہ مین ہی کہ اس جگہ ایک عجیب مسئلہ ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر کسی نے ایک نابالغ غلام خریدا پھر اُسکو دیکھا کہ وہ بچھونے پر پیشاب کر دیتا ہی تو اُسکو واپس کر دینے کا اختیار ہی پس اگر اُسنے واپس نہ کیا تھا حتی کہ اُسکے پاس اُس غلام مین دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو اختیار ہی کہ نقصان عیب کی قدر بائع سے واپس لے پس جب اُسنے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہو گیا اور بالغ ہونے

عیب کی قدر بائع سے واپس لے لیں جب اُسنے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہوگیا اور بالغ ہونے کے ساتھ عیب جاتا رہا تو بائع کو جو کچھ نقصان کے عوض اُسنے دیا ہی اُسکے واپس لینے کا اختیار ہی یا نہین ہی پس اِس مسئلہ کی کوئی روایت کتابون مین موجود نہین ہی پھر شیخ فرماتے ہین کہ میرے والد مرحوم فرماتے تھے کہ سزاوار یہ ہی کہ واپس کرلے اور اس پر اُنھون نے دو مسئلون سے دلیل پکڑی تھی ایک یہ کہ اگر کسی نے کوئی باندی خریدی پھر بعد خرید کے دریافت ہوا کہ اُسکا شوہر موجود ہی تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہی اور اگر مشتری کے پاس اُس مین کوئی دوسرا عیب آگیا تو مشتری بائع سے نقصان عیب کی قدر واپس لیگا اور جب اُسنے نقصان کا عوض لے لیا پھر اُس باندی کے شوہر نے اُسکو طلاق بائن دیدی تو بائع کو اختیار ہی کہ جو کچھ اُسنے نقصان کے عوض دیا ہی واپس لے کیونکہ عیب جاتا رہا ہی اور ایسے ہی صورت ہمارے اس مسئلہ مین واقع ہی پس اسکا بھی یہی حکم ہونا چاہیے اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو مریض پایا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اگر اُسکے پاس دوسرا عیب آگیا تو اپنے نقصان کے قدر بائع سے واپس لے اور جب اُسنے واپس لے لیا پھر غلام اپنے مرض سے اچھا ہوگیا تو بائع کو جو اُسنے نقصان کے عوض دیا ہی واپس کر لینے کا اختیار ہی یا نہین ہی پس فقہا نے فرمایا ہی کہ اگر اچھا ہونا دوا سے ہو تو بائع سے واپس نہین لے سکتا ہی ورنہ واپس لے سکتا ہی اور ہمارے اس مسئلہ مین بلوغ ہونا بھی دوا کی راہ سے نہین ہی تو بائع کو جو اُسنے دیا ہی اُسکے لے لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور پیشاب کو نہ روک سکنا عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور چھوٹے پن کا جنون ہمیشہ کے واسطے عیب ہی اور معنی یہ ہین کہ اگر چھوٹے پن مین بائع کے پاس مجنون ہوا پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن مین یا بڑے پن مین مجنون ہوا تو واپس کر سکتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جو بائع کے پاس مجنون ہوا تھا تو اُسکے واپس کر دینے کا مشتری کو اختیار ہی اگرچہ مشتری کے پاس اُسکو جنون نہوا ہو اور اکثر فقہا کا مذہب یہ ہی کہ تا وقتیکہ مشتری کے پاس جنون عود نہ کرے تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور جو جنون کہ عیب ہے کہ جسکے سبب سے واپس ہو سکتا ہی وہ یہ ہی کہ ایک رات دن سے زیادہ ہوا ور اس سے کم عیب نہین ہی یہ تبیین اور عینی شرح کنز مین ہی ظہیریہ مین محاضر سے نقل کیا ہی کہ گرہ کاٹنا اور مردہ کا کفن کھسوٹنا اور راہزنی کرنا مثل چوری کرنے کے غلام مین عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر ایک غلام امرد خریدا پھر اُسکو ڈاڑھی مونڈا ہوا یا ڈاڑھی نُوچا ہوا پایا پس اگر یہ بات خریدنے سے اتنی مدت کے اندر معلوم ہوئی کہ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ یہ عیب بائع کے پاس تھا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی ترکی باندی خریدی کہ جو ترکی نہین جانتی تھی یا اچھی طرح نہین بول سکتی تھی اور مشتری اس بات سے واقف تھا مگر وہ یہ نہین جانتا تھا کہ تاجرون کے نزدیک یہ عیب ہوتا ہی پس اُس نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی پس یہ عیب اگر ایسا عیب ہی کہ جو لوگون پر پوشیدہ نہین ہی جیسے کانا ہونا اور مثل اُسکے تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر ایسا کھلا عیب نہین ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور کوئی ہندی باندی خریدی کہ

جو ہندی نہین جانتی تھی پس اگر تاجر لوگ اُسکو عیب گنتے ہون تو اُسکو رد کا اختیار ہوگا اور اگر عیب نہ گنتے ہون تو وہ واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی و کھانا پکانا نہین جانتی ہی تو یہ عیب نہین ہی بشرطیکہ اُسنے شرط نہ کر لی ہو اور یہی حکم غلام کا ہی اور اگر وہ دونون اچھی طرح کھانا پکانا جانتے تھے پھر اُسکو بائع کے پاس بھول گئے ہون تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور کبریٰ مین لکھا ہی کہ اگر ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ پے در پے اُسکی آنکھ مین درد پیدا ہوتا ہی پس اگر یہ بیماری اُسکو نئی پیدا ہوئی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قدیم سے بائع کے پاس سے ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اسکو دیکھا کہ پے در پے اُسکی ڈاڑھ مین درد پیدا ہوتا ہی پس یہ درد اگر اُسکو حال مین پیدا ہوا ہی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قدیم سے ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی محیط مین ہی کہ اگر خریدی ہوئی باندی نے کہا کہ مجھکو ڈاڑھ کے درد کی بیماری ہی تو اُسکے کہنے پر واپس نہ کیجائیگی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر اُسکی ایک آنکھ کرنجی ہو اور دوسری کرنجی نہو یا ایک سیاہ ہو اور دوسری سپید ہو تو یہ عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - ایک غلام خریدا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکو بخار ہی تو یہ عیب ہی اور مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اگر ایک ثیبہ باندی اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اُس سے وطی نہین کی ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُس سے وطی کی ہی تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - منتقی مین مذکور ہی کہ ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ عذرا[1] ہے اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر معلوم ہوا کہ وہ ثیبہ تھی تو بائع سے کچھ واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اس سے باندی مین کچھ نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو یہ حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کی ہی - ابن مالک نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ روایت کی ہی کہ مشتری بقدر نقصان بائع سے لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ نابالغ ہی پھر کھلا کہ وہ بالغ ہی تو اُسکو واپس نہ کریگا خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک باندی خریدی[2] پھر اُسکو دیکھا کہ وہ بدشکل یا سیاہ ہی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی بشرطیکہ اُسکی خلقت اعضاء پورے ہون یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ اُسکا چہرہ جلا ہوا ہے جس سے اُسکا حسن و قبح کچھ نہین معلوم ہوتا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب ہو جائے کہ جس سے واپس نہو سکے تو چہرہ جلی ہوئی باندی کی جیسی یہ ہی قیمت اندازہ کیجائیگی اور ایک بدن چہرہ جلی ہوئی باندی صحیح و سالم کی بدشکل کے حساب سے قیمت اندازہ کیجائیگی پس جس قدر دونون مین فرق ہوگا اُسی قدر مشتری بائع سے واپس لیگا یہ محیط مین زیادات سے منقول ہی اگر ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ

---

[1] قولہ عذراء قلت العذراء ہی الباکرۃ التی لما العذرۃ ای لم تزل عذرتہا والباکرۃ تعمہا وغیرہا لان الباکرۃ العذرۃ اذا زنت مرۃ فقط حتی زالت عذرتہا فہی فی حق بعض الحکم باکرۃ وان لم تبق عذراء وکذا قیل واقول اما ہہنا فکانہ لم یرد الا الباکرۃ بدلیل التقابل بالثیبۃ فافہم ۱۲ منہ

[2] یعنے سامنے نہ تھی فقط باندی کے نام سے خریدی اور ایسا ہی ما بعد مین ہے ۱۲

خوبصورت ہی پھر اُسکو بدشکل پایا تو واپس کرسکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ایک غلام خریدا کہ جسکے دونون گھٹنون پر ورم ہی اور بائع نے کہا کہ یہ ورم حال مین چوٹ لگجانے کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہی پھر اس بنا پر مشتری نے اُسکو خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ قدیمی ورم ہی تو واپس نہوگا شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ واپس نہونا اس صورت مین ہی کہ بائع نے سبب نہ بیان کیا ہو اور اگر سبب بیان کردیا پھر معلوم ہوا کہ ورم اس سبب سے نہین بلکہ دوسرے سبب سے ہی تو مشتری واپس کرسکتا ہی چنانچہ اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو بخار ہی پھر بائع نے کہا کہ اس کو تیسرے دن کا بخار ہی پھر وہ اسکے سوا دوسری طرح کا بخار معلوم ہوا تو مشتری اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اصل مسئلہ مین اگر بائع نے یون کہا ہو کہ تو خریدلے اگر ورم قدیمی ہوگا تو اسکا جوابدہ مین ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ قدیمی ہی تو مشتری واپس نہین کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر اس شرط پر خریدا کہ یہ ورم نیا ہی پھر معلوم ہوا کہ وہ پُرانا ہی تو مشتری واپس نہین کرسکتا ہی یہ مسئلہ فتاوی فضلی مین لکھا ہے کذا فی الذخیرہ ایک ایسا غلام خریدا کہ جسکے دونون کانون مین سے ایک کا سُوراخ دماغ تک نہین ہی تو یہ عیب ہی اور کان کا سُوراخ ہندی باندی مین اگرچہ بڑا ہو عیب نہین ہی اور ترکی باندی مین عیب ہے بشرطیکہ اُسکو لوگ عیب گنتے ہون یہ خلاصہ مین لکھا ہی بہت کھانا باندی مین عیب ہی غلام مین عیب نہین ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اور صلح الفتاوی مین لکھا ہی کہ ایک باندی خریدی کہ جسکے ایک زخم ہی اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اس زخم کے مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہی کہ اگر یہ عیب ایسا کھلا ہوا تھا کہ لوگون پر پوشیدہ نہین ہی تو مشتری واپس نہین کرسکے گا اور اگر یہ ایسا کھلا ہوا عیب نہ تھا تو واپس کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے -

دوسری فصل چوپایون وغیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان مین - ایک گاے خریدی اور اُسکو دیکھا کہ دودھ نہین دیتی ہی پس اگر ایسی گاے دودھ کیواسطے خریدی جاتی ہو تو وہ واپس کرسکتا ہی اور اگر گوشت کی غرض سے خریدی جاتی ہو تو اُسکو واپس نہین کرسکیگا اور اگر گاے اپنے تھنون کو مُنھ مین لیکر تمام دودھ چوس لیتی ہو تو یہ عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی چوپایون مین کم کھانا عیب ہی اور بنی آدم مین عیب نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فوائد شمس الائمہ مین ہی کہ اگر چوپایہ عادت سے بڑھکر کھانے والا ہو تو بھی عیب نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر ایک گدھا خریدا جو رینگتا نہین ہی تو یہ عیب ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر ایک بیل خریدا جو کام کرتے وقت سوتا ہی تو یہ عیب ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی خچر خریدا پھر اُسکو چال مین سُست پایا تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی لیکن اگر اس شرط پر خریدا ہو کہ وہ تیز رفتار ہی تو واپس کرسکتا ہی اور اگر وہ ہمیشہ کثرت سے لغزش کھاتا ہو تو عیب ہی اور اگر کبھی کبھی لغزش کھاتا ہو تو عیب نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر ایک مرغ خریدا کہ جو بے وقت بانگ دیتا تھا تو اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور اُسکو کان کٹا ہوا پایا پس اگر اُسنے قربانی کے واسطے خریدی تھی تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور یہی حکم کل جانورون کا ہے کہ جو

قربانی نہو سکتے ہون اور اگر اُسکو قربانی کے سوا کسی غرض سے خرید اتھا تو واپس کرنے کا اختیار نہین ہوگا لیکن اگر کان کٹے ہونے کو لوگ عیب سمجھتے ہون تو واپس کرسکتا ہی اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری نے کہا کہ مین نے قربانی کے واسطے خریدی تھی اور بائع نے اس سے انکار کیا پس اگر یہ خریدنا قربانی کے زمانہ مین واقع ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مشتری قربانی کے لوگون مین سے ہو کہ جن پر قربانی واجب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک گائے یا بکری پلیدی کھاتی تھی پس اگر ہمیشہ کھاتی تھی تو عیب ہی اور اگر ہفتہ مین ایک یا دو بار کھاتی تھی تو عیب نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے ایک چوپایہ خریدا اور اُسکو دیکھا کہ لکھیان کھاتا ہی پس اگر اکثر اوقات کھاتا ہو تو عیب ہے اور اگر کبھی کبھی کھاتا ہو تو عیب نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک گدھا خریدا اور چند گدھے اُس پر چڑھے اور جفتی کھائی تو کیا یہ ایسا عیب ہی کہ جس سے واپس ہوسکتا ہی حکایت کیا گیا ہی کہ یہ صورت بخارا مین واقع ہوئی تھی اور جب فتوی طلب کیا گیا تو اُس زمانہ کے مفتیون کا جواب متفق نہوا اور قاضی امام عبد الملک حسین نسفی نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اُس گدھے کے مجبور ہونے کی حالت مین اُن گدھون نے اُسکے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہین ہی اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اُسنے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے اُن گدھون کو دیدیا تو یہ عیب ہی پھر اس جواب پر سب مفتی متفق ہوگئے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور دخس عیب ہی اور وہ گھوڑے کے جنبر سم کے ورم کو بولتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور ورم کا ٹیڑھا ہونا عیب ہی اور چوپایہ کی ٹانگ مین ایک ایسی چیز کا نکل آنا جسکا حجم ہوتا ہی اور اُس مین سختی نہین ہوتی ہی عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گھوڑے کے مُنھ سے اسقدر پانی بہے کہ جس سے توبڑا تر ہوجائے تو یہ عیب ہے بشرطیکہ اُس سے ثمن مین نقصان آتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر چانور اپنے سر کو بندان سے اگرچہ مضبوط کرکے باندھ دیا جاتا ہو کسی حیلہ سے نکال لیتا ہو تو یہ عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور قدمون کا نزدیک ہونا اور رانون مین دوری ہونا عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور گھوڑے مین حرونی اور تابع نہونا عیب ہی اور لگام دینے کے وقت نہ کھڑا ہونا عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور ہر چیز جو گھوڑے وغیرہ کے عرقوب مین پیدا ہو مثل زیادتی یا پٹھا پھول جانے کے تو وہ عیب مین شمار ہی اور زوائد عیب ہی اور وہ پٹھون کے کنارے عجایہ کے پاس متفرق اور منقطع ہوتے ہین اور اُس سے لپیٹ جاتے ہین اور عجایہ اونٹ کے کھُری مین ایک پٹھا ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور چلنے مین دونون پانون یا پنڈلیون کا باہم رگڑکھانا عیب ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور مقدوع عیب دار ہوتا ہے اور کتاب الاصل مین اسکے معنی یون بیان کیے ہین کہ یہ لفظ ہقعہ سے مشتق ہی اور وہ ایک چکر ہوتا ہی جو اُسکے بائین جانب سینے مین ہوتا ہی اور یہ سپید ہوتا ہی کہ اُسکو شوم جانتے ہین اور منتقی مین اسکے معنی یہ بیان کیے ہین کہ مقدوع وہ ہی کہ اُسکے چلتے وقت اُسکی پیشاب گاہ اور کوکھ کے بیچ مین سے کوئی آواز سُنی جاوے انتشار بھی عیب ہی اور وہ تعب کے وقت پٹھا پھول جانے کو کہتے ہین اور بعضون نے یہ معنی بیان کیے کہ وہ آنکھ کی سیاہی کا اسقدر بڑھ جانا ہی کہ قریب سکے ہوجائے کہ آنکھ کی تمام سپیدی

کو گھر لے یہ محیط مین لکھا ہی- ایک گھوڑا خریدا اور اُسکو بوڑھا پایا تو بعضون نے فرمایا کہ سزاوار یہ ہی کہ واپس نہ کیا جاوے لیکن اس صورت مین کہ کم سن ہونے کی شرط کرلی ہو جیسے کہ باندی کے مسئلہ کا حکم ہی- جبکہ خریدنے کے بعد زیادہ سن کی پائی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- اور فتاوی آہو مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک گائے خریدی کہ جو مشتری کے مکان سے بائع کے مکان کو چلی جاتی ہی تو یہ عیب نہین ہی اور غلام کا دو تین مرتبہ ایسا کرنا بھی عیب نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے ایک اونٹنی مصراۃ خریدی یعنے اُسکے تھن بائع نے باندھ دیے تھے یہانتک کہ اُس مین دودھ جمع ہو کر ایسے ہو گئے کہ جیسے حوض کے اندر پانی بھر جاتا ہی اور مصراۃ حوض کو کہتے ہین تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور تصریہ ہمارے نزدیک عیب نہین ہی اسی طرح اگر اپنے غلام کی اُنگلی کے اوپر کے پور کا سرا کالا کر کے نخاس مین اس غرض سے بٹھایا کہ مشتری اُسکو کاتب سمجھے یا اُسکو روٹی پکانے والون کے کپڑے پہنائے تاکہ مشتری اُسکو باورچی گمان کرے تو بھی مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اگر کسی نے دو موزے خریدے اور اُنکو اسقدر تنگ پایا کہ ان مین اُسکا پاؤن نہین سماتا ہی تو شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے ذکر کیا ہی کہ پاؤن کا داخل نہونا اگر اس سبب سے ہی کہ اسکے پاؤن مین کوئی علت ہی تو واپس نہین کرسکتا ہی اور اگر پاؤن مین کوئی علت نہین ہی تو واپس کرسکتا ہی اور شیخ الاسلام ابوبکر محمد ابن الفضل نے یہ ذکر کیا ہی کہ اگر مشتری کی خرید اپنے پہننے کی غرض سے تھی تو واپس کرسکتا ہی اور اگر مطلقاً خریدے تھے تو واپس نہین کرسکتا ہی اور قاضی شیخ علی السغدی نے اُسکے واپس کردینے کا فتوی دیا ہی خواہ اُسنے پہننے کی غرض سے خریدا ہو یا اور کسی غرض سے خریدا ہو اور اگر یہ صورت ہو کہ دونون مین سے ایک کو دوسرے سے تنگ پایا تو اگر وہ مثل اور لوگون کے موزون کے عادت سے زیادہ تنگ تھا تو واپس کردے ورنہ واپس نہین کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اور اگر موزون مین اُسکا پاؤن خوب نہین جاتا تھا بدون اسکے کہ اُسکے پاؤن مین کوئی علت ہو پھر بائع نے کہا کہ تیرے پاؤن مین بڑھ جائیگا اور مشتری نے اُسکو لیکر ایک دن پہنا اور وہ نہ بڑھا اور ایسا واقعہ پیش آکر فتوی طلب کیا گیا تھا تو بعض ائمہ نے جواب دیا ہی کہ واپس نہین کرسکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کسی نے (ایک قسم کا ایسا موزہ) خریدا کہ جو لفافہ کے ساتھ پاؤن مین نہین آتا ہی اور بدون لفافہ کے آجاتا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی بشرطیکہ اپنے پہننے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی- اور فتاوی فضلی مین ہی کہ ایک جبہ خریدا اور اُس مین ایک مرا ہوا چوہا پایا تو یہ عیب ہی اور اس مسئلہ کی مراد یہ ہی کہ عیب اُسوقت تک ہوگا کہ جب اُس چوہے کا نکالنا جبہ مین نقصان پیدا کرے اور اگر جبہ کو پھاڑ کر نکالنے کی ضرورت نہو اور جبہ مین نقصان نہ آوے تو عیب نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ ایک نجس کپڑا خریدا اور اُسکے نجس ہونے سے آگاہ نہوا پھر اس سے واقف ہوا اور اُس کپڑے مین دھو ڈالنے سے کوئی نقصان نہین آتا ہی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی- اور اگر اس کپڑے مین تیل ہو تو یہ عیب ہی کیونکہ تیل بالکل کمتر

چھوٹتا ہی تو عیب مین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے ایک دکان خریدی اور قبضہ کرنے کے بعد اُسکے دروازہ پر یہ لکھا دیکھا کہ یہ دُکان فلان مسجد کے صرف مین وقف کی گئی تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ ایسی علامتون پر احکام کا مدار نہین ہوتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - کسی نے غیر کی دُکان مین اپنے رہنے کی جگہ فروخت کی اور مشتری کو آگاہ کر دیا کہ دُکان کا کرایہ اسقدر ہی پھر معلوم ہوا کہ دُکان کا کرایہ اس سے زیادہ ہی تو فقہا نے فرمایا ہی کہ اس سبب سے مشتری سکنہ کو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - جس مکان کو فروخت کرتا ہی اُسکے مغلاق کا سوراخ دوسرے کی دیوار مین ہونا عیب ہی اور اسی طرح اگر اسی کی دیوار مین بڑا نقب ہو تو عیب مین شمار ہوگا یہ وجیز مین لکھا ہی - کسی نے کچھ زمین خریدی پھر معلوم ہوا کہ لوگ اُسکو شوم جانتے ہین تو چاہئیے کہ اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی کسی نے ایسے گیہون خریدے کہ جو اشارہ کر کے بتا دیے گئے تھے پھر اُنکو ردی پایا تو عیب کی جہت سے اُنکو واپس نہین کر سکتا ہی - اسی طرح اگر ایک چاندی کا پیالہ جو معین ہی خریدا پھر اُسکو ردی پایا مگر اس مین میل نہ تھا اور نہ ٹوٹا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہی پس معلوم ہوا کہ ناپ تول کی چیزون مین ردی ہونا عیب مین شمار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر گیہون گھنے ہوئے یا بدبودار پائے تو اُنکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے چاندی اس شرط پر خریدی کہ وہ زخم دار ہی اور اُس پر قبضہ کر کے اُسکو گھلایا تو وہ زخم دار نہ نکلی پس مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اس واسطے کہ شرط کا جاتا رہنا بمنزلہ عیب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر روئین قلعی خریدی اور اس مین مٹی کا میل پایا تو خواہ تھوڑی ہو یا بہت واپس کر سکتا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور اگر ایک ساگ کی گڈیا[له] خریدی اور اُسکے اندر گھاس پائی پس اگر یہ عیب مین شمار ہی تو واپس کر سکتا ہی اور اسی طرح اگر پھلون کی ٹوکری یا ٹوکرا خریدا اور اُسکے نیچے گھاس پائی تو واپس کر سکتا ہی اسی طرح اگر ایک ڈھیری گیہون کی خریدی اور اسکے نیچے کھتے کے سیاہ گیہون پائے تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک زمین خریدی اور اُس مین لوگون کی گزرگاہ پائی تو حجت کے ساتھ اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر انگور کا تاک خریدا اور اُس مین کثرت سے چونٹیون کے گھر پائے تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اسی طرح اگر تاک مین غیر کی گذرگاہ یا اُسکے پانی بہنے کی راہ پائی تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا پھر معلوم ہوا کہ اسکا پانی دینا ایک ناوقت پر ہی کہ جو نہر پر یا کسی اور جگہ پر ٹھہرایا جاوے تو اُسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہی یہ محیط مین لکھا ہے - اسی طرح اگر اُس تاک کو پانی دینا بدون نہر کے بند کرنے کے ممکن نہو تو بھی واپس کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اسی طرح اگر ایک دیوار کو مشترک پایا تو عیب ہی اور اگر دیوار کو رھن پایا پس اگر اُسکو عیب مین گنتے ہون تو عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسکے پانی بہنے کا راستہ دوسرے کی زمین مین ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ پانی کا بہنا بدون کسی حق کے ہی اور مشتری خریدتے وقت اس وجہ سے واقف نہوا تھا کہ اس پانی بہنے کا حق نہین ہی تو اُسکو واپس کر سکتا ہی - اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اپنا نقصان واپس کرے یہ قنیہ مین

[له] یعنی کھجوروں کی زردی ہووے ۱۲

لکھا ہے اور اگر زمین اور خرما کے درخت خریدے کہ جنکے لیے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری کو یہ بات معلوم نہ تھی تو اُسکو خیار حاصل ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ مصحف شریف خریدا اور اُسکے حروف کٹے کٹے پائے یا اس شرط پر خریدا کہ اُس میں نقطے[۱] لگے ہوئے ہیں پھر کچھ نقطے ساقط پائے تو یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے اور بھی منتقی میں مذکور ہے کہ اگر قرآن شریف اس شرط پر خریدا کہ وہ پورا ہے پھر دیکھا تو اس میں سے دو آیتیں یا ایک آیت ساقط ہے تو اس عیب کی وجہ سے رد کر سکتا ہے اور میں نے دوسرے مقام پر لکھا پایا ہے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کے واسطے قرآن شریف خریدا اور معلم نے کہا کہ اس میں بہت خطا ہے پس اگر اُس میں لکھنے کی غلطی ثابت ہو تو اُسکو واپس دیکر اپنا ثمن واپس لیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک زمین خریدی کہ جو مشتری کے پاس سیل گئی اور بائع کے پاس بھی نمناک ہو جاتی تھی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری نے زمین کے اوپر سے کچھ مٹی اُٹھا ڈالی کہ جس سے ظاہر ہوا کہ مٹی اُٹھا دینے سے زمین سیل گئی ہے یا کسی دوسری جگہ سے اُس میں زیادہ پانی آگیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس بات کی طرف لحاظ نہ کیا جائیگا کہ مشتری کے پاس بائع کے پاس سے زیادہ سیل گئی یا اسی قدر سیلی ہے بلکہ اس بات کو دیکھا جائیگا کہ اگر اسی سبب سے کہ جس سے بائع کے پاس سیلتی تھی مشتری کے پاس بھی سیلی ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی تابع[۱۲] انگور کا خریدا اور مشتری کے پاس اُس میں تری ظاہر ہوئی پس اگر اُسی سبب سے ہو کہ جس سے بائع کے پاس تھی تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاوی صغری میں ہے۔ کسی نے اگر روئی اس شرط پر خریدی کہ وہ میٹھے پانی کی پکی ہوئی ہے پھر اسکے برخلاف معلوم ہوئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر لفظ شرط[۲] ذکر نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اسیطرح اگر حنا یا مثل اسکے اس شرط پر خریدی کہ سب بانگی کی جنس سے ہے پھر معلوم ہوا کہ جیسے پہلی بار دیکھا تھا اُس جنس سے نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر پانچ سو قفیز گیہوں خریدے اور اُن میں مٹی ملی ہوئی پائی پس اگر یہ مٹی اُسی قدر ہے کہ جیسی ایسے گیہوؤں میں ہوا کرتی ہے اور اُسکو لوگ عیب نہیں جانتے ہیں تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر اتنی مٹی اسقدر گیہوؤں میں نہیں ہوتی ہے اور اُسکو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر اُسنے تمام گیہوں واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا اور یہ نہیں کر سکتا کہ مٹی کو علیحدہ کر کے اُسکے حصہ ثمن کو لیکر واپس کرے اور گیہوں کو رکھ لے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ اُسنے مٹی کو گیہوؤں سے جُدا نہ کیا ہو اور اگر جُدا کر لیا اور اسقدر زیادہ مٹی نکلی کہ جسکو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر مٹی اور گیہوں کو ملا کر پیمانہ پورا کر کے واپس کرتا ہے تو سب کو واپس کر دے اور اگر صاف کرنے کی وجہ سے اس میں کمی آگئی اور ملانے سے پیمانہ پورا نہیں ہوتا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے ولیکن نقصان عیب واپس لے اور وہ بحساب گیہوؤں کے نقصان سے ہوگا[۳] لیکن اگر بائع اُن گیہوؤں کو اس کمی کے ساتھ لینے پر راضی ہو جائے تو اُسکو یہ اختیار حاصل[۴] ہے۔ علی ہذا القیاس

۱؎ نقطے زمانہ قدیم میں کبھی تین آیات پر اور کبھی دس آیات پر لگاتے تھے جیسے رکوع ہوتا ہے ۱۲م ۲؎ یعنی بلا شرط کے واپس کر سکتا ہے ۱۲م ۳؎ یعنی مٹی کا اعتبار نہ ہوگا ۱۲م ۴؎ یعنی نقصان نہ دے ۱۲م

ہر چیز جو گیہون کے مانند ہی جیسے تل وغیرہ اگر انکو خریدے اور اُس مین مٹی ملی ہوئی پاوے تو سب کا حکم اسی تفصیل کے ساتھ ہی جو ہم نے ذکر کی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر تیل خریدا اور اُسکے اندر تلچھٹ پائی تو اُسکا حکم بھی اسی طرح ہی یہانتک کہ فقط تلچھٹ کو واپس نہین کر سکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر مشک خریدا اور اس مین رصاص ملا ہوا پایا تو رصاص کو جدا کر کے اُسکے حصۂ ثمن کے عوض بائع کو واپس کر دے خواہ رصاص تھوڑا نکلے یا بہت ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رح نے اس قسم کے مسائل کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ اس طرح بیان کیا ہی کہ جس چیز کے تھوڑے سے چشم پوشی کی جاتی ہی اُسکی زیادہ بھی جدا نہ کیجائیگی اور جس چیز کے تھوڑے مین چشم پوشی نہین کیجاتی ہے اُس مین کی زیادہ بھی جدا کر دیجاویگی اور مشک کے اندر رصاص اگر تھوڑا بھی ہو تو چشم پوشی نہین کی جاتی پس اگر زیادہ ہوگا تو بھی جدا کر دیا جاویگا اور گیہون کے اندر تھوڑی مٹی مین چشم پوشی کی جاتی ہی اگر بہت مٹی ہوگی تو جدا نہ کیجاوے گی اور عامۂ مشائخ نے اس روایت کو لیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر خشک کی ہوئی چربی خریدی اور اُسکے اندر بہت سا نمک پایا تو اسکا حکم وہی ہی جو گیہون کے اندر مٹی ملی ہوئی پانے کا حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر تانبے کا[لہ] نقرہ خریدا اور اُسکو گلایا اور اس مین سے پتھر نکلا جیسے تانبے سے نکلتا ہی۔ تو مشتری کو اُسکے ثمن کے حصہ کے حساب سے لے لینے کا اختیار ہی اور بائع اگر یہ چاہے کہ ویسا ہی اُسکو لیکر ثمن واپس کرے تو کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

تیسری فصل ایسی چیزون کے بیان مین کہ عیب کی وجہ سے اُنکا واپس کرنا ممکن نہین اور جنکا واپس کرنا ممکن ہی اور جن چیزون مین نقصان لے سکتا ہی اور جن چیزون مین نہین لے سکتا ہی۔ قاعدہ یہ ہی کہ جب مشتری نے خریدی ہوئی چیز کے عیب پر واقف ہونے کے بعد اس مین مالکانہ تصرف کیا تو اُسکا واپس کرنے کا حق باطل ہو گیا اگر ایک چوپایہ خریدا اور اسکے کوئی زخم پایا اور اُسکی دوا کی یا اُسپر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اسکے کسی عیب کی دوا کی جو اُسکی دوا سے اچھا ہو گیا تو دوسرے عیب کی وجہ سے جو اچھا نہین ہوا ہی واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک مرتبہ خدمت لینا عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہی لیکن اگر غلام سے زبردستی خدمت لی تو رضا ہی اور اگر دو بار خدمت لی تو عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اسی پر فتوی ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور کتاب الاجارات مین خدمت لینے کی یہ صورت بیان کی ہی کہ غلام کو کسی اسباب کو چھت پر لیجانے یا وہان سے اُتارنے کا حکم دے یا باندی کو بدون شہوت کے اپنے پاؤن دبانے کا حکم دے یا کھانا یا روٹی پکانے کو کہے لیکن تھوڑی ہو اور اگر عادت سے زیادہ پکانے کیواسطے حکم دیا تو یہ راضی ہونے مین شمار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر گھوڑے پر اُسکی رفتار دیکھنے کے واسطے سوار ہوا یا کپڑے کو اُسکی مقدار دیکھنے کے واسطے پہنا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو واپس کرنے یا پانی پلانے یا اُسکے لیئے گھاس خریدنے کے واسطے سوار ہوا تو راضی ہونے مین شمار نہین ہی بشرطیکہ اُسکو بدون سواری کے چارہ نہو جیسے کہ مثلاً دور کا فاصلہ ہو یا وہ شخص چلنے سے عاجز ہو گیا ہو یا گھاس ایک ہی طرف ہو اور اگر دونون جانب ہو تو سوار ہونے کی ضرورت نہین ہے اور اگر

[لہ] یعنی امتحان نہین ہو ۱۲

سوار ہوگیا تو رضا مین شمار ہوگا یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اگر اُس چوپایہ پر دوسرے چوپایہ کی گھاس لادی خواہ اُسپر سوار ہوا یا نہوا تو رضا مین شمار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھر ہو پھر عیب پر واقف ہونیکے بعد اُسمین جا رہا یا اُسکی کچھ مرمت کی یا اُس مین سے کچھ گرایا تو خیار عیب ساقط ہوجائیگا یہ بدائع مین لکھا ہے اور اگر ایک دودھ والی باندی خریدی اور اسمین کچھ عیب پایا اور اسکو حکم دیا کہ ایک بچہ کو دودھ پلاوے تو یہ راضی ہونے مین شمار نہین ہے اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور کسی بچہ کو پلا دیا یا فروخت کردیا تو رضا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور نہ فروخت کیا اور نہ کھلایا تو بھی یہی جواب ہے صلح الفتاوی مین لکھا ہے کہ دودھ دوہنا بدون کھلانے اور بیع کرنے کے رضا مین شمار ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دودھ والی باندی خریدی اور باندی نے اپنے یا مشتری کے بچہ کو دودھ پلایا پھر مشتری نے اُسمین عیب پایا تو واپس کرسکتا ہے اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور تلف کردیا یا پینے کے کام مین لایا پھر اُس مین عیب پایا تو واپس نہین کرسکتا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ ایک گائے خریدی اور اُسکا دودھ پیا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہے اور نقصان عیب لے لیوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک بکری یا گائے مع اسکے بچہ کے خریدی اور اُسکے عیب سے آگاہ ہوا پھر اُسکے کسی لڑکے نے اُسکا تھن سے دودھ پیا تو اُسکو واپس کرسکتا ہے اور یہ رضا مین شمار نہوگا اگرچہ اُسنے لڑکے کو خود اُسکا دودھ تھن سے پلایا ہوا اور اگر مشتری نے اُسکا کچھ دودھ دوہا اور خود پی لیا یا اپنے لڑکے کو پلایا بعد اسکے کہ عیب پر واقف ہوچکا تھا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر اس بکری کے بال کاٹ لیئے اور پھر اُس مین عیب پایا پس اگر بال کاٹنے مین کچھ نقصان نہین آیا تو واپس کرسکتا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ بال کاٹنا میرے نزدیک کچھ نقصان نہین ہے اور دوسرے مقام پر منتقی مین مذکور ہے کہ اگر عیب جاننے کے بعد بکری کے بال کاٹ لیئے تو یہ رضامندی ہے اور اگر اُسکی کچھ رگ[1] لی تو یہ رضا نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے ایک انگور کا تاک خریدا اور اُسکے پاس اُس مین پھل آئے اور اُسنے پھلون کو اُتار کر زمین پر رکھا پھر تاک مین ایک عیب پایا کہ جس کو وہ نہین جانتا تھا پس اگر ان پھلون کے توڑنے سے اُسمین کچھ نقصان نہین آیا تو واپس کرسکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ چنگ بجانے والی ہے تو بیع جائز ہے پس اگر وہ چنگ بجانے والی نہ نکلی تو مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین کچھ عیب پایا اور اُسکے بعد اُسکو مارا پس اگر مارنے کا اثر اُسمین موجود ہے تو واپس نہین کرسکتا ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر طمانچہ یا دو تین کوڑے مارے اور اُسکا کچھ اثر ظاہر نہوا تو واپس کرسکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایسا خریدا کہ جسکی آنکھ مین سپیدی ہے اور بائع سے اس سپیدی کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مارنے کے سبب سے ہے کہ دس روز مین جاتی رہیگی پھر دس دن گزر گئے اور وہ زائل ہوئی تو واپس نہین کرسکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے علی ابن احمد سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر تین دن کے بعد یہ دعوی کیا کہ اسکو کھانسی ہے اور بعد اس دعوی کے غلام اُسکے پاس ایک مہینہ یا زیادہ دن تک رہا اور اُسنے

[1] رگ سے مراد ایسی رگ جو غذا پہنچانیکا ذریعہ ہے ۱۲

اُس سے کام لیا پھر اُسکے بعد کھانسی کا دعوی کیا پس وہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو واپس کر سکتا ہی یا نہین انھون نے فرمایا کہ اگر عیب جاننے کے بعد اُس سے کام لیا تو رضا مین شمار ہی یہ تاتارخانیہ مین یتیمہ سے منقول ہے اگر خریدی ہوئی باندی کے ساتھ وطی کی پھر اُسکے عیب پر آگاہ ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے لیوے خواہ وہ باندی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو لیکن اگر بائع اُسکو اسی طرح قبول کرنے پر راضی ہو تو ہو سکتا ہی[۱] اور اسی طرح اگر اُسکا شہوت سے بوسہ لے لیا یا اُسکو شہوت سے چھوا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اُسکو واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر مشتری کے سوا مشتری کے پاس کسی غیر شخص نے اُس سے زنا کیا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور نقصان عیب لے لیگا لیکن اگر بائع اسی طرح اُسکو واپس کرنے پر راضی ہو جاوے تو ہو سکتا ہی اور اگر کسی نے شبہہ سے وطی کر لی یہانتک کہ وطی کرنے والے پر عقر[۲] واجب ہو گیا تو مشتری واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع واپس لینے پر راضی بھی ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باندی کو خرید کر اُسکا نکاح کر دیا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کر لی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ بائع اُسکے واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہو یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور محیط سرخسی مین لکھا ہی کہ نقصان عیب لے سکتا ہی انتہی اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ مین اُس باندی کا شوہر تھا اور اُسنے مشتری کے پاس باندی سے وطی کی پس اگر وہ باندی ثیبہ تھی اور وطی سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُس مین نقصان نہ آیا تو واپس کر سکتا ہی اور یہ حکم جو ہم نے ثیبہ کا ذکر کیا اُسوقت ہی کہ اُس باندی کے شوہر نے بائع کے پاس ایک بار وطی کی ہو پھر مشتری کے پاس وطی کی ہو لیکن اگر اُسنے بائع کے پاس وطی نہ کی اور صرف مشتری کے پاس وطی کی تو کتاب الاصل مین اسکا حکم مذکور نہین ہی اور مشائخ نے اس مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ واپس کر سکتا ہی کذا النقل فی المضمرات عن النصاب و اگر باندی باکرہ ہو تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان لے لیگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی واپس کر لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک لکڑی کندی بنانے کو خریدی اور بیع[۳] مین اُسکی شرط کر لی پس اُسکو رات مین کاٹا اور یہ اقرار کر لیا کہ اسمین عیب نہین ہی پھر بدون شرط کرنے کے از سر نو اُسکا عقد کیا پھر اُسکو دن مین دیکھا اور عیب دار پایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر ایک بردون (دو فلہ چھوٹا ۱۲) خریدا اور اُسکو خصی کر ڈالا پھر اُسکے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ خصی کرنے سے اسمین نقصان نہ آیا ہو اسی طرح فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسکے برخلاف فتوی دیا کرتے تھے کذا فی الظہیریہ۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو اسقدر چھوٹا پایا کہ اُس کے قطع کرنے کا حساب پورا نہ تھا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اُسکو درزی کو دکھلا ئے اگر وہ قطع کر دے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا پھر اُسنے درزی کو دکھلایا تو وہ چھوٹا نکلا کہ قطع نہین ہو سکتا تھا تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور موزے اور ٹوپی کا بھی یہی حکم ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور

[۱] یعنی نقصان نہ لیگا ۱۲ م [۲] جرمانہ وطی ۱۲ م [۳] یعنی بیع کی ۱۲ م

اسی طرح اگر زیوف درم ادا کیے اور اس سے کہا کہ انکو خرچ کر اگر چل جاوین تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور اُسنے اس شرط پر لے لیے اور وہ اُسکے پاس نہ چلے تو استحساناً اُسکو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیریہ مین نوازل کی کتاب الصلٰوۃ سے منقول ہے مشتری نے اگر مبیع کو عیب دار پایا اور بائع نے اُس سے کہا کہ تو اُسکو فروخت کر اگر کوئی خریدے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور مشتری نے اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا اور وہ خریدی نہ گئی تو واپس نہین کر سکتا ہے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے اگر ایک غلام خریدا اور بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور بائع نے اقالہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ بیع کے واسطے پیش کرنا نہین ہے اور مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہے[1] یہ ظہیریہ مین لکھا ہے کسی نے ایک کپڑا خرید کر قطع کرایا اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ اس مین کوئی عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہے[2] پس اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی واپس کیے لیتا ہون تو اُسکو اختیار ہے اور اگر مشتری نے فروخت کر دیا تو اُسکا حق واپس کرنے کا باطل ہو گیا اور نقصان عیب کے عوض کچھ واپس نہین کر سکتا ہے خواہ اس عیب سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر مشتری نے اُسکو سلا لیا پھر اُس مین پہلا عیب پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی لیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے یہ جامع الصغیر مین لکھا ہے - اور ستوؤن کا بھی یہی حکم ہے جبکہ اُن کو گھی یا شہد کے ساتھ لتھ کر دیا ہو کذا فی المضمرات اور اگر عیب پر آگاہ ہونے کے بعد اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا یا اُجرت پر دیا یا رہن کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور قدوری مین لکھا ہے کہ کسی چیز کو خرید کر اُسکو اُجرت پر دیدیا پھر اُسکے عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ اجارہ کو توڑ کر اس چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کر دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسکو دوسرے کے پاس رہن کر دیا ہے تو ایسا نہو گا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور عیب پر واقف ہونے کے بعد اگر مبیع کسی کو ہبہ کر دی اور اسکے سپرد نہین کی تو اس کو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر عیب پر آگاہ ہونے سے پہلے بیع کے واسطے پیش کیا یا بدون سپرد کرنے کے ہبہ کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر کے کسی شخص کو ہبہ کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر بدون حکم قاضی کے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر کسی عیب پر جو غلام مین خریدنے کے وقت موجود تھا مطلع ہوا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - واضح ہو کہ مبیع کے اندر زیادتی دو قسم کی ہوتی ہے ایک متصلہ یعنی اُس سے ملی ہوئی اور دوسری منفصلہ یعنی اُس سے علیحدہ پھر متصلہ کی دو قسمین ہین ایک وہ جو مبیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے رنگ وغیرہ جو رنگ کے مانند ہون اور ایسی زیادتی سے بالاتفاق عیب کی وجہ سے واپس نہین ہو سکتی ہے خواہ بائع اسی طرح واپس کر لینے کو کہے یا نہ کہے اور دوسری وہ جو مبیع سے پیدا ہوتی ہے جیسے موٹا ہو جانا یا جمال بڑھ جانا یا آنکھ کا صاف ہو جانا اور ایسی زیادتی سے ظاہر روایت کے موافق عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہے

[1] اگر عیب پاوے ۱۲ م [2] ولیکن نقصان لے سکتا ہے ۱۲

یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے - پس اگر مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا اور نقصان عیب لینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں تجھکو نقصان عیب نہ دونگا ولیکن تو مجھے مبیع واپس کردے اور میں تجھکو پورا ثمن واپس کردونگا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اسکو اختیار ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے - اور زیادتی منفصلہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو مبیع سے پیدا ہو جیسے باندی کا بچہ اور درخت کے پھل اور جو اسکے معنی میں ہے جیسے جرمانہ اور عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کو بوجہ تمام اسباب فسخ کے ہمارے نزدیک منع کرتی ہے[1] اور دوسری وہ جو مبیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے کمائی اور کرایہ وغیرہ اور یہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کی باسباب فسخ مانع نہیں ہے اور طریقہ فسخ کا یہ ہے کہ عقد بیع کو اصل مبیع میں بدون زیادتی کے فسخ کردے اور زیادتی مفت بلاعوض مشتری کو دیدی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ زیادتی مشتری کے پاس موجود ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو پس اسکا تلف ہونا اگر آسمانی آفت سے ہو تو مشتری اصل مبیع کو عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے اور زیادتی کا ہونا بمنزلہ نہونے کے شمار ہوگا اور جو مشتری کے فعل سے تلف ہوئی تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو قبول کرلے اور پورا ثمن واپس کردے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے اور عیب دار ہو جانے کی وجہ سے واپس کردے اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے تلف ہوئی تو مشتری اسکو واپس نہیں کرسکتا اور نقصان عیب لے سکتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے - اور یہ تمام حکم جو مذکور ہوا اُس وقت ہے کہ مبیع پر قبضہ کرلینے کے بعد زیادتی پیدا ہوئی ہو اور اگر قبضہ کرلینے سے پہلے پیدا ہوئی اور وہ زیادتی ایسی متصلہ ہے کہ جو مبیع سے پیدا ہوتی ہے تو ایسی زیادتی واپس کرنے سے مانع ہوتی ہے اور اگر ایسی زیادتی متصلہ ہے کہ جو مبیع سے پیدا نہیں ہوتی تو مشتری اسکی وجہ سے قابض[2] ہو جائے گا اور ایسا ہوگا کہ گویا زیادتی بعد قبضہ کے پیدا ہوئی تو واپس کرنا ممکن نہوگا اور نقصان لیگا اور اگر زیادتی ایسی منفصلہ ہو کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہے جیسے کہ بچہ اور بھیڑی یا بکری کے بال یا دودھ یا پھل یا جرمانہ یا عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی واپس کردینے کو منع نہیں کرتی ہے پس اگر چاہے تو دونوں کو واپس کردے اور اگر چاہے تو دونوں کو پورے ثمن میں لے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے - اور اگر مشتری نے مبیع میں کوئی عیب نہ پایا ولیکن زیادتی میں عیب پایا تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا لیکن جبکہ قبضہ سے پہلے اس زیادتی کے پیدا ہونے سے مبیع میں کچھ نقصان آیا ہو تو مبیع میں نقصان آنے کے سبب سے اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ شرح الطحاوی میں لکھا ہے - اگر زیادتی اور اصل دونوں پر قبضہ کرلیا پھر مبیع میں عیب پایا تو اسکو اسکے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کردے کیونکہ زیادتی کے واسطے بعد قبضہ کے ثمن میں سے حصہ ہوگیا اور اگر زیادتی میں عیب پایا تو اسکو بھی اسکے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کرسکتا ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر زیادتی منفصلہ ہو اور مبیع سے پیدا نہوئی ہو جیسے مبیع کی کمائی یا اسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو ایسی زیادتی واپس کرنے کی مانع نہیں ہے اور جب واپس

[1] یعنی دوسری زیادتی منفصلہ ۱۲م [2] یعنی یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا مشتری نے قبضہ کرلیا ۱۲م

کریگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی مشتری کی ہوگی ولیکن اُسکو حلال نہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی بائع کی ہوگی اور اُسکو بھی حلال نہوگی اور اگر مشتری نے عیب پر راضی ہوکر مبیع کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق مبیع مع زیادتی کے اُسی کی ہوگی ولیکن اسکے حق مین حلال نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر مبیع پر مع زیادتی کے قبضہ کر لیا اور مبیع مین عیب پایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک فقط مبیع کو بعوض پورے ثمن کے واپس کردے اور صاحبین کے نزدیک مع زیادتی کے اُسکو واپس کرے اور اگر زیادتی مین عیب پایا تو زیادتی کو واپس نہین کرسکتا اور اگر زیادتی تلف ہوگئی اور مبیع عیبدار باقی رہی تو بالاتفاق اُسکو پورے ثمن کے عوض واپس کرسکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کچھ گیہون خریدے اور اُس مین سے مشتری کے پاس اُسکا غبار اُڑ گیا اور اُسکے پیمانہ مین کمی آگئی تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہے اور اسی طرح اگر اُن مین رطوبت تھی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی یا کوئی تر لکڑی خریدی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام لکھنے والا یا روٹی پکانے والا خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس یہ کام بھول گیا پھر مشتری اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو واپس کرسکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے خشک چھوارے شہر رے مین خریدے اور اُنکو کوفہ کو اُٹھا لیگیا پھر وہان جاکر اُنکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُنکے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ وہان اُن کو واپس نہین کرسکتا ہے جب تک کہ رے مین نہ پھیر لاوے اور اگر اس مسئلہ مین بجائے چھوارہ کے باندی فرض کیجاوے تو امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے کہ باندی چھوارہ کے مانند نہین ہے کیونکہ اُنھون نے فرمایا کہ میرے نزدیک باندی کا نرخ رے اور کوفہ مین قریب قریب ہے اور اسکے لیجانے مین ایسا خرچ بھی نہین پڑتا جو چھوارون کے لیجانے مین خرچ پڑتا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے امام محمدؒ نے زیادات مین ذکر کیا کہ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور وہ اُسکو جانتا تھا تو اُسکو اُسکے واپس کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر مشتری نے اُسپر قبضہ نہین کیا تھا یہانتک کہ وہ سپیدی صاف ہوگئی اور پھر سپیدی آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُسکو اختیار ہوگا اور صحیح وہی ہے جو ظاہر الروایت مین ہے۔ کیونکہ تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی کہ جسکے اگلے دونون دانت ٹوٹے تھے یا سیاہ تھے اور مشتری اس بات کو جانتا تھا اور اُسنے اُسپر قبضہ نہین کیا یہانتک کہ ٹوٹے ہوے دانت جم آئے یا سیاہی اُنکی جاتی رہی پھر وہ دونون دانت گر گئے یا سیاہی پھر آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی کیونکہ بائع نے جس چیز کا دینا اپنے اوپر جیسا لازم کیا تھا اُسکے سپرد کرنے سے وہ عاجز نہ رہا اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی یا اُسکے دونون دانت ٹوٹے ہوے تھے اور مشتری اس سے واقف تھا پھر سپیدی جاتی رہی یا دانت جم آئے پھر سپیدی آگئی اور دانت گر گئے پھر اس مین اسکے سوا کوئی اور عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اس عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے اور اگر سپیدی اُس آنکھ کی

کہ جسکی سپیدی جاتی رہی تھی دوبارہ نہ پیدا ہوئی ولیکن دوسری آنکھ مین سپیدی آگئی تو پھر کسی عیب کی وجہ سے باندی کو کبھی واپس نہ کر سکے گا اور اگر دوسری آنکھ مین سپیدی نہ آئی ولیکن جس آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تھی اُسی مین مشتری کے فعل سے دوبارہ سپیدی آئی اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکی آنکھ مین مارا کہ اس مین سپیدی آگئی پھر باندی مین کوئی دوسرا عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین اسکو ایسا ہی لیے لیتا ہون اور پورا ثمن تجھکو واپس کر دیتا ہون تو مشتری کو اختیار ہی کہ اُسکو واپس دیوے بخلاف اس صورت کے کہ مشتری کے پاس کسی اجنبی کے مارنے کی وجہ سے باندی کی آنکھ مین سپیدی آگئی تو اس صورت مین مشتری اُسکے عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع اُسکے واپس کر لینے پر راضی ہو جاے یہ کل حکم جو ہم نے ذکر کیا اسوقت ہی کہ مشتری نے جان بوجھ کر اُسکو خریدا ہو اور اگر اُسکو خریدا اور یہ نہ جانا کہ اُس کے ایک آنکھ مین سپیدی ہی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو معلوم ہوا تو واپس کر سکتا ہی پس اگر اُس نے واپس کی یہانتک کہ سپیدی جاتی رہی تو پھر اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ اُسکا استحقاق سلیمہ[1] کا تھا جبکہ عیب سے واقف نہ تھا اور اگر دوبارہ سپیدی آجاے تو بھی واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُس مین کوئی دوسرا عیب پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی ہی اور اس سے واقف نہوا اور نہ اُس پر قبضہ کیا یہانتک کہ اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی پھر اُسکی آنکھ مین سپیدی آگئی پھر مشتری اس عیب سے آگاہ ہوا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور مشتری اس سے واقف نہ تھا یہانتک کہ سپیدی جاتی رہی پھر سپیدی آگئی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور فتاوی فضلی مین ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور سپیدی جاتی رہی پھر دوبارہ آگئی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ اس سے واقف نہ تھا پھر آگاہ ہوا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اسیطرح اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسکے اگلے دونون دانت ٹوٹے ہوے یا سیاہ تھے اور مشتری اسکو نہین جانتا تھا اور اُسنے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اس سے واقف ہوا پھر سیاہی زائل ہو گئی یا دانت جم آئے تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر پھر دانت گر گئے یا پھر سیاہی آگئی ہو تو بھی واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر کوئی دوسرا عیب اُس مین پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی ذبح کیے ہوے پرندکے ریش اُکھاڑنا عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور فتاوی ابواللیث مین ہی کہ اگر ایک مریض غلام خریدا پھر اُسکا مرض مشتری کے پاس بڑھ گیا تو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی ولیکن نقصان عیب لے لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام کو کہ جسکو بائع کے پاس بخار آیا کرتا تھا خریدا اور اُسکو دوسرے یا تیسرے دن بخار آتا تھا اور مشتری اس سے آگاہ نہ تھا پھر مشتری کے پاس اسکو برابر بخار رہنے لگا تو منتقی مین ذکر کیا ہی کہ مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر مشتری کے پاس اس مرض کی وجہ سے غلام چارپائی سے لگ گیا تو یہ بخار کے سوا دوسرا عیب ہی اسکی وجہ سے نقصان لے سکتا ہے اور واپس نہین کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر اُسکے

[1] یعنے بے عیب ۱۲ م

کوئی زخم ہو کہ وہ پھوٹ کر بہے یا چیچک تھی کہ وہ پھوٹ گئی تو واپس کر سکتا ہی اور اگر اُسکے کوئی زخم تھا اور اس زخم کی وجہ سے مشتری کے پاس اُسکا ایک ہاتھ جاتا رہا یا اُسکا زخم موضحہ[1] تھا پھر مشتری کے پاس اُسکا زخم آمہ ہو گیا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر بائع کے پاس غلام کو باری کا بخار آتا تھا اور وہ جاتا رہا پھر مشتری کے پاس عود کر آیا پس اگر اُسکو دوسری بار بھی بخاری کا بخار آیا تو واپس کر سکتا ہی کیونکہ سبب متحد ہی اور اگر دوبارہ چوتھیا بخار آیا تو واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ سبب مختلف ہی اور اسی طرح اگر کوئی غلام خریدا اور مشتری کے پاس اُسکو کوئی مرض ظاہر ہوا تو اُسکا حکم اسی تفصیل سے ہی اور اسی سے اس قسم کے مسائل نکل سکتے ہین یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مشتری کے پاس اُسکو بخار آیا اور بائع کے پاس بھی اُسکو بخار آیا کرتا تھا تو شیخ ابن الفضل رح نے فرمایا ہی کہ اس مسئلہ کا حکم ہمارے اصحاب حنفیہ سے اس طرح محفوظ ہی کہ اگر اُسی وقت مین اُسکو بخار آیا کہ جس وقت مین بائع کے پاس آیا کرتا تھا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر غیر وقت مین آیا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور اگر مبیع مین زخم کا اثر ہو اور وہ ظاہر ہو جاوے اور مشتری اُس سے آگاہ نہو اور وہ زخم ہو جاوے اور جراح آگاہ کرین کہ اُسنے پورانے سبب سے عود کیا ہی تو واپس نہ کر سکیگا اور نقصان لے لیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے عیب مین بائع سے جھگڑا کیا پھر چند روز جھگڑا چھوڑ دیا پھر بائع سے جھگڑا شروع کیا اور بائع نے کہا کہ تو نے عیب کو جاننے کے بعد اتنی مدت کیون اُسکو روک رکھا اور مشتری نے کہا کہ مین یہ دیکھتا تھا کہ شاید اُسکا عیب جاتا رہے اسواسطے روک رکھا تھا تو امام محمد ابو بکر ابن الفضل رح نے فرمایا کہ اس سبب سے جھگڑا چھوڑ دینا عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہی اور اُسکو واپس کر دینے کا اختیار ہی اور اسیطرح اگر واپس کرنے کا قصد کیا اور اُسکو بائع کا پتہ نہ ملا اور اُسنے اُسکو کھلایا اور چند روز روک رکھا اور اُس مین کوئی ایسا تصرف نہ کیا کہ جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو پھر اسنے بائع کو پایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی - فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا ہی کہ مین نے اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی مذہب پر پایا یہ فصول عمادیہ مین ہی منتقی مین ہی کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک غلام خریدا پھر مشتری نے اُسکے فروخت کر دینے کا کسی کو حکم دیا پھر اسکے بعد مشتری کو اس مین کوئی عیب معلوم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وکیل نے مؤکل کے سامنے اُسکو فروخت کیا اور مؤکل نے وکیل سے کچھ نہ کہا تو یہ اُسکی رضامندی مین گنا جائے گا یہانتک کہ اگر بیع پوری نہو تو اس مشتری کو وہ غلام اپنے بائع کو اس عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اگر وکیل نے اُسکو آگاہ کیا کہ مین ابھی اُسکے فروخت کرنے کو جاتا ہون اور مشتری نے اُسکو منع نہین کیا تو یہ بھی رضا مین شمار ہی اور اسی طرح اگر اُس مشتری مؤکل کو کسی نے خبر دی کہ تیرے وکیل نے اُسکا بھاؤ ٹھہرایا ہی اور وہ اُس کو بیچنا

[1] موضحہ قال فی تیسیر الوصول الموضحة الشجة التی تبدی والمراد بہ جرح الراس والوجہ انتہیٰ یعنے سر یا چہرہ پر اگر کشادہ وہان زخم ہو تو موضحہ ہے وقال العینی فی شرح الہدایہ الآمة ہی التی تبلغ ام الراس یعنی آمہ اس شجہ کو کہتے ہین جو ام الراس تک پہونچ گیا ہو اور ام الراس کھوپڑی کی ہڈی ہے ۱۲ منہ

چاہتا ہی پس مؤکل نے اُسکو منع نہ کیا تو یہ بھی رضامندی مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر سنجاب یا لومڑیون کی کھالین خریدین اور اُنکو دباغت کے واسطے تر کیا پھر اُن مین کوئی عیب ظاہر ہوا تو بقدر نقصان واپس لے جیسے کہ ابریشم خرید کر اُسکو تر کرے اور نقصان ظاہر ہونے کی صورت مین نقصان عیب لینے کا حکم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی کسی شخص نے کوئی زمین خریدی کہ اُسپر خراج نہ تھا اور اس مین کوئی عیب پایا پھر اُس پر خراج باندھا گیا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر کسی غلام کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کردیا[1] پھر اُسکی ایک آنکھ مشتری کے پاس جاتی رہی تو مشتری اُسکے آدھے ثمن کا ضامن ہی اور اگر اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو نقصان کا ضامن ہوگا اور بائع کو خیار نہوگا اور اگر کوئی دار خریدا اور کچھ اُسمین سے فروخت کردیا پھر اُسمین عیب پایا تو امام اعظمؒ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نہ واپس کرسکتا ہی اور نہ کچھ لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر باغ انگور خرید کر اُسکے پھل کھائے پھر اُسکے عیب سے مطلع ہوا تو بائع کو واپس نہین کرسکتا ہی اگرچہ بائع اُس کے لینے پر راضی ہوجاے کذا فی المحیط قلت[2] و یاخذ نقصان العیب اور اگر کرم پیلے خریدے اور اُن کو آفتاب مین رکھدیا پھر اُس مین عیب پایا تو واپس کرسکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک بسولہ خریدا اور اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر سونا خریدا اور اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکے عیب سے آگاہ ہوا تو واپس کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی وکذا فی الخلاصہ اگر کسی نے کچھ لوہا برچھیون کے ہتھیار بنانے کے واسطے خریدا اور اُسکو لوہار کے بھٹے مین تجربے کیواسطے ڈالا اور اُس مین کچھ عیب پایا اور وہ ان ہتھیار بنانے کے لائق نہ نکلا تو واپس نہین کرسکتا ہی اور نقصان عیب لیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر آرہ خریدا اور اُسکو تیز کرایا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کرسکتا ہی یہ صغری مین لکھا ہی۔ اگر ایک چھری خریدی اور اُسکو تیز کیا پھر اُس مین عیب پایا پس اگر اُسکو سوہان سے تیز کیا ہی تو واپس نہین کرسکتا ہی کیونکہ اُسمین کمی آگئی اور اگر پتھر سے تیز کیا ہی تو واپس کرسکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی اگر پتھر کی نئی ہانڈی خریدی اور بائع نے کہا کہ اُس مین پکا پس اگر اُسمین عیب معلوم ہوگا تو مین پکانے کے بعد پھیر لونگا اور تیرا ثمن پھیر دونگا پھر مشتری نے اُسمین پکایا اور اُسمین عیب ظاہر ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کرسکتا ہی اور نقصان عیب لیگا اور اگر عیب پر واقف ہوا ولیکن یہ نہ جانا کہ یہ عیب پرانا ہی اور اُسمین ہاتھ لگا نہ تصرف کیا پھر عیب کا قدیم ہونا معلوم ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر کوئی غلام خریدا اور اُسکو پھر اسطرح پایا کہ اُسکا خون بعوض قصاص کے یا اسلام سے پھر جانے کے یا اسطرح کی رہزنی سے کہ اُسنے کسی کو قتل کیا تھا مباح پایا اور اسی وجہ سے وہ مشتری کے پاس قتل کردیا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری بائع سے اپنا تمام ثمن واپس لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہین لے سکتا ہی ولیکن اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہی پس اُسکی قیمت اس خطاواری کے ساتھ اور بدون خطاواری کے اندازہ کیجاوے اور جو کچھ فرق ان دونون قیمتون مین ہو

[1] یعنی زبان سے کہا کہ مین نے بیع کردی ۱۲م [2] مترجم کہتا ہے کہ نقصان عیب لے لے ۱۲م

وہ بائع سے واپس لے اور اگر کوئی غلام خریدا کہ جسنے چوری کی تھی اور مشتری کو اسکی خبر نہوئی اور مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو واپس کرکے اپنا تمام ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہین کرسکتا ہی ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہی پس اس غلام کی خطاوار اور بے خطا دونون طرح سے قیمت اندازہ کیجاویگی اور دونون قیمتون مین جو فرق ہی وہ بائع سے واپس لیگا اور اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی پھر مشتری کے پاس چوری کی اور دونون وجہون سے اُسکو شرعی سزا ملی تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہی جیسا بیان ہوا اور امام کے نزدیک بلا رضامندی بائع کے واپس نہین کرسکتا ہی کیونکہ نیا عیب پیدا ہوگیا اور چوتھائی ثمن واپس لیگا کیونکہ آدمی کا ہاتھ اُسکے آدھے کے برابر ہی اور وہ ہاتھ دو جرمون سے تلف ہوا تو چوتھائی ایک کو لازم ہوگی اور اگر بائع نے اُسکو قتل کردیا تو مشتری بائع سے تین چوتھائی ثمن واپس لیگا اور اگر غلام چند بار فروخت کیا گیا اور ایک سے دوسرے کے ہاتھ پڑا پھر اس صورت مین آخیر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مسئلہ استحقاق کے مانند سب بائع باہم ایک دوسرے سے واپس لینگے اور صاحبین کے نزدیک یہ امر بمنزلہ عیب کے ہی پس آخیر کا مشتری اپنے بائع سے رجوع کرسکتا ہی اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مشتری اس سے خبردار نہو اور اگر جانتا تھا تو صاحبین کے نزدیک کچھ نہین لے سکتا ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اصح روایت کے موافق رجوع کرسکتا ہی کیونکہ امام کے نزدیک یہ امر بمنزلہ استحقاق کے ہی اور استحقاق سے آگاہ ہونا امام کے نزدیک رجوع سے مانع نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہے اور یہی جامع الصغیر مین لکھا ہی پس اگر مشتری نے غلام کو مال کے عوض آزاد کردیا پھر وہ قتل کیا گیا یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین لے سکتا ہی اور اگر بدون مال کے آزاد کردیا تو ہمارے نزدیک رجوع کرسکتا ہی یہ جامع الصغیر مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکو بائع کے ہاتھ فروخت کردیا اور بائع نے اُسمین کوئی پرانا عیب پایا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ اسکو پہلے مشتری کو واپس کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار بعوض درہمون کے خرید کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر دینار خریدنے والے نے اس دینار کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا اور بلا حکم قاضی کے پہلے مشتری کو واپس کردیا تو پہلے مشتری کو یہ اختیار ہی کہ اسی عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کردے اور اسی طرح پر اگر کسی قرضخواہ نے درہمون کو اپنے قرضدار سے لیکر اپنے قبضہ مین کرلیا اور اُنکو اپنے قرضخواہ کو دیدیا پھر اُس قرضخواہ نے اُنکو نبہرہ پایا اور بدون حکم قاضی کے اُسکو واپس کردیے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پہلے کو یعنے اپنے قرضدار کو واپس کردے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی منتقی مین ہی کہ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو اندھا پایا اور مشتری نے بائع سے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہی کہ مین اسکو اپنے قسم کے کفارہ مین آزاد کردون پس اگر کفارہ مین اسکا آزاد کرنا جائز ہوگا تو لے لونگا ورنہ واپس کردونگا تو اُسکو اختیار ہی کہ اُسکو واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی

کسی نے ایک ہروی کپڑون کی گٹھری خریدی اور مشتری نے کپڑون مین عیب پایا اور اُسنے فقط گٹھری کو تلف کر دیا ہی تو منتقی مین لکھا ہی کہ تمام ثمن کے عوض کپڑونکو واپس کر سکتا ہی شیخ رح نے فرمایا کہ باندی اور غلام مین اگر اُن کے کپڑے تلف کر دینے کے بعد عیب پاوے تو اُنکا بھی حکم ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بعوض پورے ثمن کے اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور منتقی مین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ مشتری نے اگر خیار عیب مین بائع سے کہا کہ اگر مین تجھے آج واپس نہ کر دون تو مین عیب پر راضی ہو گیا پس یہ کہنا باطل ہی اور اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار باقی رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُس دار مین کسی اجنبی نے اپنے بانی ہونے کا دعوے کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے تو [illegible] زمین دار خریدہ ہی پس اگر مشتری کو منظور ہو تو پورے ثمن کے عوض اُسکو لے لے اور اگر چاہے تو واپس [illegible] عمارت کی فرمایا کہ مشتری نے اسمین کوئی عمارت بنالی ہو تو اُسکو اس عمارت کے توڑ دینے کا اختیار [illegible] واسطے اجنبی کے قیمت لینے کا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر اُس غلام نے کہ جسکو تجارت [illegible] ہوجانے کی اجازت دی گئی ہی کوئی چیز خریدی اور اُسکو عیب دار پایا اور حالانکہ بائع نے اُسکو ثمن معاف کر دیا یا اُسکو ہبہ کیا اور غلام نے اسکو قبول کر لیا تھا تو عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی مسئلہ مین اگر بجاے غلام کے آزاد فرض کیا جاوے اور قبضہ کر لینے کے بعد وہ مبیع مین عیب پاوے تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونے کے بعد یا اُس سے پہلے یون اقرار کیا کہ یہ مبیع سوا بائع کے فلان شخص کی ہی اور اُس شخص نے اسکو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہی کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونے کے باوجود کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اسکو یہ مبیع واپس کر دی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور فسخ کے ہو تاہم مشتری اول کو اپنے بائع کو واپس کرنیکا اختیار نہو گا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے مبیع کو فروخت کر دیا پھر اسکے پاس وہ واپس کر دی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح فسخ ہی پھر مشتری اُسکے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام بعوض ایک کر غیر معین[1] کے خریدا کہ جسکا وصف بیان کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے کر مین کچھ عیب پایا اور اُسکے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو کچھ واپس کر لینے کا اختیار نہین اور اگر خرید کے وقت کر معین ہو تو جسقدر نقصان کر مین ہی اُسیقدر غلام مین سے لینے کا اختیار ہی لیکن اگر بائع کر کا یعنے غلام کا خریدنے والا اس بات پر راضی ہو کہ مین اس کر کو واپس لیتا ہون اور غلام کو واپس دیتا ہون تو اُسکو یہ استحقاق ہی۔ کسی نے دوسرے شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُس سے سو درم کو خرید کیے یعنے قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیہون خرید لیے پھر اُسنے کر مین کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو

[1] کر غیر معین یعنی ایک کر گیہون سفید متوسط کٹھیا ۱۲ م

عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے قول کے قیاس پر واپس نہین کر سکتا ہی اور اسی طرح اگر قرض درم ہون اور قرض دینے والے نے اُسکے عوض دینار خریدے اور دیناروں پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے درہمون کو زیوف پایا تو اُسکو بدل لینے کا اختیار ہی یہ قول امام ابو یوسف رح کے موافق ہی یہ محیط مین لکھا ہی - واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنیکا حق ثابت ہی وہان اگر بائع کے روبرو[1] قبضہ سے پہلے یون کہے کہ مین نے بیع باطل کر دی تو بیع ٹوٹ جائیگی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہے گا اور بائع نے قبول کر لیا تو بھی بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر قبول نہ کیا تو بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر بدون حاضری بائع کے کہا تو بیع نہ ٹوٹیگی اگرچہ قبضہ سے پہلے کہا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر انگور کا تاک مع غلہ[2] کے خرید ا پھر اُسمین عیب پایا پس اگر واپس کرنیکا ارادہ کرے تو جسوقت اُسنے عیب دار پایا ہی اُسی وقت واپس کر دے کیونکہ اگر اُسنے غلہ کو جمع کیا یا چھوڑ دیا تو واپس کرنا منع ہو جائیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو غلام یا دو کپڑے یا مثل اسکے ایک صفقہ[3] مین خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے مین جس پر قبضہ نہین کیا ہی عیب پایا تو اسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو دونون کو پورے ثمن مین لے لے ورنہ دونون کو واپس کر دے اور ایسی صورت مین یہ اختیار نہین ہی کہ صحیح وسالم کو لے لے اور عیب دار کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر قبضہ کیے ہوے مین عیب پایا تو اُسمین اختلاف ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ فقط اُسکو واپس کر دے اور صحیح یہ ہی کہ دونون کو لے یا دونون کو واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا کہ مین عیب دار کو بھی لیتا ہون اور اسکا نقصان لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے دونون پر قبضہ کر لیا ہو پھر ایک مین عیب پایا تو اُسکو فقط عیب دار واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور بدون رضامندی بائع کے دونون کو واپس کر دینے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - پھر یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب دونون مین سے ایک کو باقی رکھکر اُس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہی اور اگر ایسی دو چیزین ہون کہ جس مین ایک سے نفع اُٹھانے کی عادت نہین ہی جیسے کہ ایک جوڑی موزے یا جوتیان یا کیواڑ خریدے اور اُن دونون مین ایک کو عیب دار پاوے تو اسپر اجماع ہی کہ دونون کو لے لیگا یا دونون کو واپس کر دیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر ایک جوڑی بیل خریدے پھر قبضہ کرنیکے بعد ایک کو عیب دار پایا اور فقط عیب دار واپس کر دینے کا قصد کیا تو ظاہر حکم یہ ہے کہ اُسکو ایسا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر دونون مین ساتھ کام کرنے کی عادت ہو گئی اور ہر ایک ایسا ہو گیا ہی کہ بدون اُس دوسرے کے کام نہین کرتا ہی تو مشتری کو صرف عیب دار واپس کر دینے کا اختیار نہین ہی اور وہ دونون بمنزلہ ایک چیز کے شمار ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی - اگر دو باندیان خریدین اور دونون پر قبضہ کیا یہانتک کہ اُن مین سے ایک مین عیب پایا اور اُسپر قبضہ کر لیا تو دونون اُسکے ذمہ لازم ہو جائینگی اور اگر بے عیب پر قبضہ کیا

[1] قولہ بائع کے روبرو یعنے روبرو سے یہ غرض ہی کہ بائع آگاہ ہو جاوے ۱۲ م [2] غلہ یعنی پھل ۱۲ م [3] یعنی ایک بولی ۱۲ م

[4] اگرچہ بعد قبضہ کے بدون رضامندی بائع کے ہو ۱۲ م

تو دونون کو واپس کرسکتا ہی اور اگر بے عیب کو دونون پر قبضہ کرنے کے بعد فروخت کردیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد دونون کو آزاد کردیا تو اُسکو عیب دار لازم ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر ایک ہروی کپڑون کی گٹھری خریدی اور اُسمین سے ایک کپڑا نکال کر اُسکو قطع کراکے سلا لیا یا اُسکو فروخت کردیا پھر گٹھری کے کسی کپڑے مین عیب پایا تو مشتری کو یہ اختیار ہی کہ گٹھری کے باقی کپڑے رکھ لے اور فقط عیب دار کو واپس کردے اور بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ کہے کہ مین واپس نہین کرتا ہون مجھے تمام کپڑے پھیر لینا پسند ہین لیکن اگر مشتری چاہے تو ہوسکتا ہی اور اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کراکر سلا یا نہ تھا اور بائع اس بات پر راضی ہوا کہ گٹھری مع قطع کیے ہوے کپڑے کے واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے ایک خرما کا باغ خریدا اور اُسکے پاس اُسمین پھل آئے پھر پھل آسمانی آفت سے تلف ہوگئے تو کسی عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر بائع نے اُسکو کھا لیا تو واپس نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی - کسی نے ایک خرما کا درخت مع اُسکے موضع[1] زمین اور پھلون کے خریدا اور مشتری نے اُسپر ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے اُسکے پھل جھاڑ لیے پس اگر اُسکے پھل توڑنے سے درخت یا پھل کو کچھ نقصان پہونچا مثلاً توڑنے کے قابل نہین ہوے تھے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کچھ نقصان نہین ہوا تو مشتری کو خیار نہین ہی پس اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کرلیا پھر ایک مین عیب پایا تو فقط اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونون پر قبضہ کرلیا پھر مشتری نے پھل توڑ لیے اور اُسکے توڑنے سے پھلون مین کچھ نقصان نہ آیا اور درخت کا بھی کچھ نقصان نہ ہوا پھر ایک مین عیب پایا تو اُسکو فقط ایک کے واپس کرنیکا اختیار نہین ہی اور ایک کے عیب کی وجہ سے دونون کو واپس کرسکتا ہی اور اگر مشتری کے پھل توڑنے سے کسی ایک مین نقصان آیا پھر اُسنے عیب پایا تو دونون مین سے کسی کو واپس نہین کرسکتا ہی اور نقصان عیب لے سکتا ہی لیکن اگر بائع اس عیب کے ساتھ جو مشتری سے پیدا ہوا ہی واپس کرلینا قبول کرے تو واپس ہونگے اسیطرح اگر ایک بکری خریدی کہ جسکی پیٹھ پر بال تھے اور بائع نے اُسکے بال کاٹ لیے اور مشتری نے ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا تھا یا خود مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد اُسکے بال کاٹ لیے تو اُسکا حکم مثل پھلون کے حکم کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے ایک گابھن بکری خریدی اور وہ بائع کے پاس بچہ جنی اور جننے سے اُسمین کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار نہین ہی اور اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کرلیا اور ایک مین عیب پایا تو اُسکو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کردے اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد بکری بچہ جنی تو واپس نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - کسی نے ایک بکری خریدی اور اُسکے تھنون مین دودھ تھا پھر بائع یا مشتری نے اُسکا دودھ دوہ لیا تو یہ دودھ بمنزلہ بچہ کے شمار ہوگا[2] کیونکہ متصل ہونے کے وقت مثل بچہ کے اُسکی کچھ قیمت نہ تھی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے مولی یا شلجم زمین کے اندر پوشیدہ خریدے اور مشتری نے سب کو اُکھاڑ لیا پھر سب اُکھاڑنے کے بعد اُسمین عیب پایا تو واپس نہین کرسکتا ہی لیکن نقصان عیب لے لیگا

---

[1] یعنی جسقدر وہ زمین مین قائم ہے ۱۲ [2] یعنی اسکا بھی وہی حکم ہی ۱۲

یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے درختون کا باغ خریدا اور اُسکے بعض درخت عیب دار پائے تو امام ابو بکر رح نے فرمایا ہی کہ سب کو لے یا سب کو واپس کر دے اور صرف عیب دار کو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر درخت متباینہ[1] ہون تو امام ابو بکر رح نے فرمایا کہ اگر قبضہ سے پہلے ہو تو یہی حکم ہی اور اگر قبضہ کے بعد ہوا ور باغ مع زمین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فقط درخت خریدے ہون تو فقط عیب دار کو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام بعوض ثمن معلوم کے خریدا پھر ایک اجنبی آیا اور اُسنے مبیع کے ساتھ ایک کپڑا مشتری کیواسطے زیادہ کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا تو یہ اجنبی متطوع[2] قرار دیا جائیگا اور اُس کپڑے کے واسطے ثمن مین سے حصہ مقرر ہوگا اور کپڑے کا مالک ضمناً اس بات پر راضی ہو گیا کہ اُسکے کپڑے کا حصہ بائع کو ملے پس اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دیگا اور کپڑے کا حصہ بائع کو ملیگا پھر اگر مشتری نے کپڑے مین بھی عیب پایا تو اُسکے مالک کو واپس کر دے اور بائع سے اُسکا حصہ لے لیگا اور اگر غلام مین کوئی عیب نہ پایا صرف کپڑے مین عیب پایا تو اُسکے مالک کو واپس کر دے اور اُسکا حصہ نہ لیگا پھر اگر بعد اُسکے غلام مین کوئی عیب پایا تو پورے ثمن مین بائع کو واپس کر دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک دروازے کے دونون کیواڑ خریدے اور بائع کی اجازت سے ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے دوسرا واپس کر دے اور ایک پر قبضہ کرنا دونون کے قبضہ کرنے کے مانند نہین ہی اور اگر مشتری نے ایک پر قبضہ کر کے اسکو عیب دار کر دیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہوا تو مشتری کا مال تلف ہوا ایک انگوٹھی خریدی کہ جسمین نگینہ تھا اور نگینہ کا اُکھاڑنا دونون مین سے کسی کو مضر نہ تھا پھر نگینہ یا انگوٹھی دونون مین سے کسی ایک مین قبضہ کے بعد عیب پایا تو اُسی عیب دار کو واپس کر سکتا ہی اور یہی حکم اُس تلوار کا ہے جسکے قبضہ پر چاندی چڑھی ہو اور ایسے پیٹی کا بھی یہی حکم ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر خرید کی ہوئی ایک چیز ہو اور قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد اُسکے کسی ٹکڑے مین عیب پایا تو اسکو فقط عیب دار کے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیز ون مین سے ایک ہی قسم کی ہو اور اُسکے بعض مین عیب پاوے تو فقط عیب دار کو واپس نہین کر سکتا ہی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور امام زاہد احمد طواویسی نے نقل کیا ہی کہ امام محمد رح کے قول کے قیاس پر واجب ہی کہ عیب کی وجہ سے ناپ یا تول کی چیز کا بعض ٹکڑا واپس کر دیا جاوے اگرچہ مجتمع ہو بشرطیکہ جدا کرنے سے عیب دار کا عیب بڑھ نہ جاوے اور اسیطرح اگر بعض چھوٹی پاوے اور اگر قصد کرے کہ چھلنی سے چھان کر چھوٹے دانے جو نیچے گر پڑے ہین انکو واپس کر دے اور باقی کو لے لے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی اور اسیطرح اگر اخروٹ یا انڈے خریدے اور اُنمین سے بعض چھوٹے پائے اور یہ قصد کیا کہ فقط اُنھین چھوٹون کو واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہی کہ

[1] متباینہ سے یہ مراد ہی کہ کھیت مین متفرق ادھر اُدھر بعض درخت لگانے کا دستور تھا ۱۲ م [2] متطوع یعنی مفت دینے والا ۱۲ م [3] یعنی بائع سے قیمت لے ۱۲ م [4] یعنی چاندی الگ کرنا مضر ہو ۱۲ م

اُنھون نے کہا کہ ناپ یا تول کی چیزون مین جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب سب ایک ہی برتن مین ہو اور اگر جدا جدا برتنون مین ہو اور اُس مین سے ایک برتن مین عیب دار پائی تو فقط اُس برتن کی چیز واپس کرسکتا ہی اور اُنھون نے اُسکو دو کپڑون یا دو قسمون مثل جو گیہون کے مانند شمار کیا ہی اور اسی پر فتوی دیتے تھے اور اُنکو یقین تھا کہ اصحاب حنفیہ سے یہ روایت آئی ہی اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لیا ہی اور مشائخ مین سے بعض نے کہا ہی کہ سب کے ایک برتن مین ہونے یا چند برتنون مین ہونے مین کچھ فرق نہین ہی اور اُسکو بعض کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اطلاق امام محمد رحمہ اللہ کا کتاب الاصل مین یعنے اسکی تفصیل نہ کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوی دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے چند لفافہ ابریشم کے خریدے اور ہر لفافہ مین سے تھوڑا تھوڑا عیب دار پایا پھر یہ قصد کیا کہ سب عیب دار جدا کر کے واپس کردے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن ایک لفافہ پورے کو عیب دار پا کر واپس کرسکتا ہی اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر سوت کی چند پنڈیان خریدین پھر ہر پنڈیہ مین سے کچھ کچھ عیب دار پایا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ فقط عیب دار کو جدا کر کے واپس کردے اور اگر بعضی پنڈیہ عیب دار پاوے تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ناپ یا تول کی چیز مین سے تھوڑی چیز کا کوئی مستحق پیدا ہو تو باقی کے واپس کرنیکا اختیار نہ رہیگا اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ استحقاق قبضہ کے بعد ظاہر ہو اور اگر قبضہ سے پہلے ہو تو باقی کو واپس کرسکتا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر خریدی ہوئی چیز کوئی کپڑا ہو اور اُسپر مشتری نے قبضہ کر لیا ہو پھر تھوڑے کپڑے کا کوئی مستحق پیدا ہو تو مشتری کو باقی کے واپس کردینے کا اختیار ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے پاس آسمانی یا کسی اور آفت سے بیع مین کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر مشتری کو ایک دوسرے عیب پر جو بائع کے پاس تھا اطلاع ہوئی تو اُسکو نقصان عیب لینے کا حق پہونچتا ہی اور مبیع کو واپس نہین کرسکتا ہی لیکن اگر مبیع کو مع اُس عیب کے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہی بائع لینا پسند کرے تو اُسکو اختیار ہی لیکن اگر اُسکا لینا کسی شرعی حق سے ممنوع ہو تو اختیار نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی واضح ہو کہ نقصان عیب لینے کا طریقہ یہ ہی کہ ایکبار مبیع کو بلا عیب اندازہ کیا جاوے پھر دوبارہ جس عیب کا نقصان چاہتا ہی اُسکے ساتھ اندازہ کیجاے پس اگر دونون قیمتون مین آدھے کا فرق ہو تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا اور اگر مشتری نے مبیع کو عیب پر واقف ہونے کے بعد فروخت کر دیا تو اسمین کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ جن صورتون مین مبیع مشتری کی ملک مین قائم ہو اور بائع کو اُسکا واپس کرنا برضامندی یا بلا رضامندی ممکن ہو تو ایسی صورتمین جب اُسکو اپنی ملک سے بطور بیع یا اُسکے مثل کے نکال دیگا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہی اور جن صورتون مین باوجود مبیع کے ملک مین قائم ہونے کے واپس کرنا ممکن نہو پس جب اُسکو اپنی ملک سے بطور فروخت کردینے یا اُسکے مثل سے نکال دیگا تو نقصان عیب لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے کسی عیب پر واقف نہوا یہانتک کہ

اُسکو مشتری وغیرہ نے قتل کر ڈالا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے قتل کر ڈالا تو خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو نقصان نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو خود قتل کر دیا تو بھی ظاہر الروایت مین یہی حکم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ وہ نقصان عیب لے سکتا ہی یہ شرح تکملہ مین لکھا ہی۔ اور جس شخص نے کوئی غلام خریدا اور اُسکو بلا مال آزاد کر دیا یا اُس کے پاس مر گیا پھر اُسکے عیب پر مطلع ہوا تو نقصان عیب لے سکتا ہی اور مدبر کرنا یا ام ولد بنانا مثل آزاد کرنے کے ہی اور اگر اُسکو کچھ مال لیکر آزاد کیا یا اُس سے کچھ مال لکھوا کر مکاتب کر دیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو کچھ نہین لے سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور یہی محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک جبہ خریدا اور اُسکو پہنا اور وہ پہننے کے سبب سے ناقص ہو گیا پھر اُسکے اندر ایک مرا ہوا چوہا پایا تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہی لیکن اگر بائع اُسکو ویسا ہی ناقص پھیر لینا پسند کرے تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُسکو عیب دار پایا اور بائع کہین غائب ہو گیا اور مشتری اگر اُسکے حاضر ہونے تک انتظار کرتا ہی تو مچھلی سڑی جاتی ہی پس اپنے مچھلی کو بھون کر فروخت کر دیا تو اُسکو نقصان عیب لینے کا اختیار نہین ہی اور اس ضرر کے دفع کرنے کی بھی کوئی راہ نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک جھکی ہوئی دیوار خریدی اور اُس سے واقف نہوا یہانتک کہ وہ گر پڑی تو اپنا نقصان لے سکتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ قدوری مین ہی کہ اگر اناج یا کپڑا خریدا اور کپڑے کو پھاڑ ڈالا یا اناج کو تلف کر دیا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو اسمین کچھ اختلاف نہین ہی کہ وہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہی اور اگر کپڑے کو پہنا یہانتک کہ پہننے سے وہ پھٹ گیا یا اناج کھا لیا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی۔ اگر ایک غلام خریدا اور اسمین سے کچھ فروخت کیا اور کچھ باقی ہی تو باقی کو واپس نہین کر سکتا ہی اور بکے ہوے حصہ کا نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی اور باقی کے حصہ کا نقصان عیب لینے کے باب مین ظاہر الروایت مین ہمارے اصحاب رح سے یون روایت ہی کہ نہین لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ اور محیط مین لکھا ہی اگر کچھ آٹا خریدا اور اسمین سے تھوڑا پکایا تو اُسکو کڑوا پایا پس امام ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ مشتری کو باقی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دینے کا اختیار ہی اور جسقدر پکایا ہے اُسکا نقصان لے سکتا ہی اور یہ خاص امام محمد کا قول ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہی کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ینابیع مین لکھا ہی اگر کچھ طعام خریدا اور اسمین عیب پایا حالانکہ اُسمین سے کچھ کھا بھی لیا تو جسقدر رکھ لیا ہی اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہے اور باقی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہی یہ قول امام محمد رح کا ہی اور اسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتوی دیا ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہی اور اگر اسمین سے آدھا فروخت کر دیا تو امام محمد رح کے نزدیک باقی واپس کر سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور جسقدر بیچا ہی اُسکا نقصان نہین لے سکتا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ طعام ایک ہی برتن مین ہو اور اگر دو برتنون مین ہو مثلاً دو تھیلیون یا دو زنبیلون وغیرہ مین ہو پھر ایک مین جسقدر تھا وہ کھا لے یا فروخت کر دے پھر کسی عیب پر جو بائع کے پاس سے موجود ہے واقف ہو تو

اُس باقی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض سب کے نزدیک واپس کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ اگر پگھلا یا ہوا گھی خریدا اور اُسکو کھالیا پھر بائع نے اقرار کیا کہ اُسمین چوہا گر کر مر گیا تھا تو اُسکو امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے کسی نے روٹیان خریدین اور بندھے ہوے بھاؤ سے کم پائین تو باقی کو لے سکتا ہے اور یہی حکم ہر چیز کا ہے جسکا نرخ بندھا ہوا ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اگر انڈے یا خربوزے یا ککڑی یا کھیرے یا اخروٹ یا کدو یا فواکہ خریدے اور بلا عیب جانے اُنکو توڑ ڈالا اور اُنکو ناکارہ پایا پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہے جیسے تلخ کدو یا گندا انڈا تو پورا ثمن واپس لیگا کیونکہ وہ مال نہین ہے پس اسکی بیع باطل ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عیب جانکر توڑ دیا ہو تو اُنکو واپس نہین کرسکتا ہے اور اخروٹون مین اسکے چھلکون کا اچھا ہونا معتبر نہین ہے اور اگر یہ چیزین ایسی ہون کہ اُس سے باوجود فاسد ہونیکے کچھ نقصان اُٹھایا جاسکتا ہے جیسے کہ اُسکو محتاج لوگ کھاسکتے ہون یا چارہ کے کام آئے تو نقصان عیب کو واپس لیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہے لیکن اگر بائع اُسکو اچھی طرح پھیر لینے پر راضی ہوجاوے تو اُسکو اختیار ہے اور یہ حکم اس صورت مین ہے کہ اس مین سے کچھ کھا نہ لیا ہو اور اگر چکھنے کے بعد اُسمین سے کچھ کھا لیا تو کچھ واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر بعضے فاسد پائے اور وہ تھوڑے سے تھے تو بیع استحساناً جائز ہے اور تھوڑے سے مراد اُسقدر ہین کہ جسقدر اخروٹون مین عادتاً فاسد ہوا کرتے ہین جیسے ایک سو مین ایک یا دو اور اگر خراب بہت ہون تو بیع جائز نہین ہے اور پورا ثمن واپس لیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے اگر نعامہ کے انڈے خریدے اور اُنکو توڑا اور دیکھا تو گندے نکلے تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ نقصان عیب لیگا اور پورا ثمن واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسکے چھلکے سے نفع لیا جاتا ہے تو اُسمین گندا ہونا عیب ہوگا اور ایسی صورت مین واجب ہے کہ کسیکا اختلاف نہو اور اگر نعامہ کے انڈے توڑے اور اُسمین مردار بچہ پایا تو متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا ہے کہ بیع جائز نہین ہے کیونکہ اُسنے دو چیزین خریدین اور ایک اُن مین سے مردہ ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ بیع جائز ہے کیونکہ میت اپنے معدن مین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جسقدر اُسمین سے درست ہے اُسکی بیع جائز ہے اور نہایہ مین لکھا ہے کہ یہی اصح ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ ایک اونٹ خریدا اور جب اُسکو اپنے احاطے کے اندر لایا تو وہ گر گیا پس کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اُسکو ذبح کر دیا پھر اُسمین کوئی قدیمی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو بائع سے نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور یہ قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہے اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ ذبح کرنیکے بعد عیب پر واقف ہوا ہو اور اگر عیب پر واقف ہوکر خود اُسنے یا کسی دوسرے نے اُسکی اجازت سے یا بلا اجازت اُسکو ذبح کر ڈالا تو کچھ نقصان نہین لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے کسی نے ایک حیوان خریدا اور اُسکو خود ذبح کر ڈالا اور اُسکی انتڑیون مین قدیمی فساد نکلا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اگر کوئی گوشت کھائی پھر عیب پر واقف ہو تو جو کھالی اُسکا نقصان لیگا اور باقی کو واپس کردیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہے اگر کوئی اونٹ خریدا اور مشتری کو کوئی عیب ظاہر ہوا

پھر وہ گر پڑا اور اُسکی گردن ٹوٹ گئی اور مشتری نے اُسکو ذبح کر دیا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے ایک اونٹ خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسمین عیب پایا اور اُسکو بائع کی طرف لیچلا تاکہ اُسکو واپس کر دے پھر وہ راہ مین ہلاک ہو گیا تو وہ مشتری کا مال ہلاک ہوا پھر اگر مشتری عیب ثابت کر دے تو نقصان عیب بائع سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر وہ بھاگ گئی (یعنی گواہ ۱۲) پھر مشتری اُسکے کسی عیب پر واقف ہوا پس جبتک وہ زندہ ہی بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر باندی مر گئی تو نقصان واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام باندی کے عوض خرید ا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی سے وطی کی پھر غلام کے مالک نے غلام کو دیکھا اور اُس سے راضی نہوا یا اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کر دیا تو اسکو یعنے اس غلام خریدنے والے کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو باندی خریدنے والے سے باندی کی وہ قیمت وصول کر لے جو اُسکے مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر چاہے تو باندی کو واپس لے پھر اگر باکرہ تھی تو نقصان نہین لے سکتا اور اگر ثیبہ تھی تو عقر نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک غلام باندی کے عوض فروخت کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر باندی خریدنے والے نے باندی مین ایک انگلی زائد پائی اور قاضی کے حکم سے اُسکو واپس کر دیا اور غلام کو لے لیا پھر باندی کا مالک اس بات سے آگاہ ہوا کہ باندی خریدنے والے نے واپس کر دینے سے پہلے اُس سے وطی کی ہی اور وطی سے باندی مین کچھ نقصان نہین آیا تھا اور یہ اطلاع اسوقت ہوئی کہ جب باندی اُسکے مالک کے پاس مر گئی یا اُسنے اُسکو فروخت کر دیا تو اُسکو کچھ نقصان نہین ملیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ حمیر[1] الوبری اور یوسف ابن محمد رح اور عمر ابن الحافظ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی نے ایک بیل ایک گائے کے عوض فروخت کیا اور گائے گابھن تھی اور مشتری کے پاس بچہ جنی اور بیل خریدنے والے نے بیل مین کچھ عیب پایا اور اُسکے مالک کو واپس کر دیا تو کیا اُس سے بیل کی قیمت لیگا یا گائے کی قیمت لیگا پس ان سب علما نے فرمایا کہ گائے کی قیمت لیگا یہ تاتارخانیہ مین تتیمہ سے منقول ہی اگر کسی نے ایک زمین خریدی اور اُسکو مسجد بنا دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو سب کے نزدیک واپس نہ کریگا اور نقصان عیب لینے مین اختلاف ہی اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہی کہ نقصان عیب لیگا چنانچہ اگر کوئی زمین خریدی اور اُسکو وقف کر دیا پھر اُسکے عیب پر آگاہ ہوا تو ہلال رح نے ذکر کیا ہی کہ نقصان عیب واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُس سے کسی میت کو کفن دیا پس اگر مشتری میت کا وارث ہی اور اُسنے ترکہ مین سے کپڑا خریدا ہی تو نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر کوئی اجنبی ہی کہ اُسنے نیک کام سمجھکر کفن دیا ہی تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے ایک درخت خریدا اور اُسکو کاٹا اور اُسکو سوائے ایندھن جلانیکے اور کسی کام کا نہ پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہی لیکن اگر بائع کٹے ہوئے درخت کو واپس کر لینے پر راضی ہو جاوے تو واپس کرے اور نقصان نہین لے سکتا ہی فقہا نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُس درخت کو ایندھن کیواسطے نہ خریدا ہو اور اگر ایندھن کے واسطے

[1] بکسر اول و فتح سوم ۱۲ م

خریدا ہی تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی امام محمد رح نے جامع مین ذکر کیا ہی کہ کسی مسلمان نے شیرۂ انگور خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے پاس شراب ہو گیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے سکتا ہی پس اگر بائع کہے کہ مین اُسی شراب کو واپس کیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ اُسکا واپس دینا شرع سے ممنوع ہی پس اگر مشتری نے بائع سے عیب مین جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ یہ شراب سرکہ ہو گئی تو نقصان عیب لے سکتا ہی اور عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہی لیکن اگر بائع قبول کرے تو واپس ہو سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی سے شراب خریدی اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دونون اسلام لائے پھر مشتری نے شراب مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع اُسکو قبول کرے ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہی پس اگر اُسنے نقصان عیب[1] لیا یہانتک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی لیکن اگر بائع راضی ہو جاے تو بائع کو اختیار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی شیخ ابو القاسم سے پوچھا گیا کہ کسی نے سرکہ خریدا اور جب مشتری کے خم مین اُسکو ڈالا تو معلوم ہوا کہ سرکہ بد بو دار ناکارہ ہی تو شیخ نے فرمایا کہ وہ مشتری کے پاس امانت رہیگا پس اگر تلف ہو جاے یا فاسد ہو جاے تو اُسپر ضمان نہوگی پھر پوچھا گیا کہ اگر مشتری نے اُسکو بگڑ جانیکی وجہ سے بہا دیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر یہ حالت اُسکی پہونچ گئی تھی کہ اُسکی کچھ قیمت نہ تھی تو جب دو گواہ اس بات پر گواہی دینگے تو مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر کسی مشتری سے دوسرے شخص نے مبیع کو خرید لیا اور دوسرے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکے پاس ایک دوسرے عیب پیدا ہو جانیکی وجہ سے واپس کرنیکا امکان نہ رہا اور اُسنے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسکے بائع کو یعنے پہلے مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے بائع سے نقصان عیب لے اور صاحبین کا اسمین خلاف ہی یہ صغری مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ اس دوسرے مشتری کے پاس مر گیا پھر اُسکے کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو پہلے بائع کے پاس تھا تو دوسرا مشتری نقصان عیب دوسرے بائع سے لے سکتا ہی اور دوسرا بائع یعنے پہلا مشتری پہلے بائع سے نقصان عیب نہین لے سکتا ہی کیونکہ نقصان عیب لینے سے دوسری بیع فسخ نہوگی اور دوسری بیع باقی رہنے کے باوجود دوسرا بائع پہلے بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُسکو آزاد دیا یا مدبر کر دیا تھا یا وہ کوئی باندی تھی کہ مشتری نے کہا کہ اس نے ام ولد بنایا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور قسم کھالی تو مشتری کا اقرار بائع پر معتبر نہوگا ولیکن خود اُسکے[2] اوپر حجت ہوگا تو آزاد کرنے کے اقرار سے غلام آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولا موقوف رہیگی اور مدبر کے اقرار مین مدبر موقوف ہوگا اور ام ولد کے اقرار مین بھی یہی حکم ہی اور اگر مشتری مبیع کے اندر کوئی ایسا عیب پاوے

---

[1] یعنے مشتری اول ۱۲ [2] یعنے مشتری ۱۲

جسکا بائع کے پاس ہونا معلوم ہو تو اُسکو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہو اور اسیطرح اگر مشتری یہ اقرار کرے
کہ یہ غلام اصلی آزاد ہی اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہو تو بھی نقصان عیب لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر
مشتری نے یہ دعوی کیا کہ بائع نے اس غلام کو فروخت کر دیا حالانکہ یہ فلان شخص کا مملوک ہی اور فلان شخص نے اسکے
اقرار کی تصدیق کی اور غلام کو لے لیا پھر مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا تو اُسکا نقصان نہین لے سکتا ہی اور
اگر فلان شخص نے مشتری کو جھوٹا بتلایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر پہلے عیب پر
واقف ہو لیا پھر فلان شخص کے مملوک ہونیکا اقرار کیا اور اُسنے اُسکو جھوٹا بتلایا تو واپس کر سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی -
اور اگر مشتری نے غلام مین کوئی قدیمی عیب پایا اور اُسکے پاس ایک دوسرا عیب پیدا ہو گیا یہانتک کہ واپس کرنا
ممکن نہ رہا اور یہ امر اس اقرار کرنے سے پہلے تھا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی اور مشتری نے نقصان عیب لے لیا پھر مشتری
نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو بائع اُس نقصان عیب کو جو مشتری نے
اُس سے لے لیا ہی واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور
اُس پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ مین نے اس غلام کے خریدنے کے بعد فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُسنے آزاد کر دیا ہی
مگر اُس شخص[۱۲] نے اُسکو جھوٹا بتلایا تو غلام مشتری کی طرف سے اُسکے اقرار پر آزاد ہو جائیگا اور اگر مشتری نے
پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اُسکو فلان
شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ نہ کہا کہ اُسنے آزاد کر دیا ہی اور اس شخص نے اس سے انکار کیا اور قسم کھا لی پھر
مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا تو بائع کو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک
غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی کہ جس نے
میرے خریدنے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا پس تین صورتون سے خالی نہین ہی
یا وہ شخص مشتری کے اقرار کی مالک ہونے اور آزاد کرنے دونون مین تصدیق کریگا یا مالک ہونے مین
بدون آزاد کرنے کے تصدیق کریگا یا دونون مین اسکو جھوٹا بتلائیگا پس پہلی صورت مین یہ غلام اُس فلان
شخص کا آزاد کیا ہوا غلام ہوگا اور اگر مشتری اس غلام مین کوئی قدیمی عیب پاوے تو بائع سے کچھ نہین
لے سکتا ہی اور دوسری صورت مین غلام اُس فلان شخص کو دیدیا جائیگا اور اگر اُسکا غلام رہیگا آزاد نہوگا پھر
اگر مشتری اس مین عیب پاوے تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور تیسری صورت مین غلام مشتری کی طرف سے
آزاد ہو جائیگا اور ولا موقوف رہیگی اور اگر مشتری غلام مین کوئی قدیمی عیب پاوے تو بائع سے نقصان عیب
لے سکتا ہی کذا فی المحیط اور اس صورت مین اگر فلان شخص دوسری بار اسکے سچے ہونیکا اقرار کرے تو بائع مشتری
سے اُس نقصان کو جو اُسنے عیب کی وجہ سے لیا ہی واپس کر لےگا اور اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام فلان شخص کا
تھا اور میرے خریدنے کے بعد اُسنے اسکو آزاد کر دیا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہے خواہ فلان شخص اسکی
تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

یعنی فلان ۱۲

چوتھی فصل عیب کا دعوی اور اُسمین خصومت اور گواہ قائم کرنے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ عیب کی دو قسمین ہین ایک ظاہر کہ جسکو قاضی آنکھون سے دیکھکر اور بالمشاہدہ پہچان سکتا ہی جیسے زخم اور اندھا ہونا اور زائد انگلی اور مثل اسکے اور دوسری قسم باطن یعنی پوشیدہ کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ دیکھکر نہین پہچان سکتا ہی اور ظاہر کی چند قسمین ہین ایک قدیمی عیب ظاہر جیسے کہ زائد انگلی اور دوسری جو نیا پیدا ہوا ہو ولیکن بیع کے وقت سے جھگڑا کرنیکے وقت تک اُسکے پیدا ہونیکا احتمال نہو[۱۵] جیسے چیچک کے داغ اور تیسری ایسا نیا پیدا کہ جو بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہو جانیکا احتمال رکھتا ہی جیسے زخم اور چوتھی وہ نیا پیدا کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونیکا احتمال نہین رکھتا ہی اور باطنی عیب کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اپنے نشانون سے جو موجود ہین پہچانا جاتا ہو جیسے ثیبہ ہونا اور حمل ہونا یا ایسی جگہ بیماری ہونا کہ جسپر مرد واقف نہین ہوتے ہین - دوسری وہ کہ جو اپنے آثار موجودہ سے نہ پہچانا جاے جیسے چوری کرنا اور بھاگ جانا اور جنون وغیرہ - پس اگر دعویٰ کسی عیب ظاہر مین ہو کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ پہچان سکتا ہی تو اُسکو دیکھے پس اگر اُس عیب کو پاوے تو خصومت کی سماعت کرے ورنہ سماعت نہ کرے پس اگر قاضی نے عیب پایا اور وہ عیب قدیمی ہی یا ایسا نو پیدا ہی کہ جو بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہونیکا احتمال نہین رکھتا ہی تو مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ اُسکو واپس کر دے کیونکہ ہمنے بالمشاہدہ اس عیب کو فی الحال موجود دیکھا اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ بائع کے پاس تھا کیونکہ ایسا عیب حادث نہین ہوتا یا اتنی مدت مین پیدا نہین ہو سکتا ہی لیکن مشتری اسوقت واپس نہین کر سکتا ہی کہ بائع دعوے کرے کہ مشتری کے راضی ہونے وغیرہ کی وجہ سے اُسکے واپس کرنیکا حق ساقط ہو گیا ہی اور اس باب مین قسم لیکر مشتری کا قول لیا جائیگا[۱۱] یہ محیط مین ہی - پھر جب بائع نے مشتری کو قسم دلانی چاہی تو سب روایتون کے موافق مشتری سے قسم لیجائیگی اور اگر بائع نے اُسکی قسم طلب نہ کی تو مشتری کو قسم دلانے مین اختلاف ہے اور ائمہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکو قسم نہ دلائی جائیگی پھر مشتری کے قسم دلانے کی صورت اکثر قاضیون کے نزدیک یہ ہی کہ اُس سے کہا جائیگا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا حق جس جہت سے مین مدعی ہون صریحًا یا دلالتًا ساقط نہین ہوا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایسا عیب ہو کہ جو اس مدت مین پیدا ہو جانیکا احتمال رکھتا ہی اور اُس سے مقدم ہونیکا بھی احتمال رکھتا ہی یا اُسکے معلوم کرنے مین مشکل پیش آئے تو قاضی بائع سے یہ استفسار کریگا کہ کیا یہ عیب مبیع کے اندر تیرے پاس موجود تھا پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو مشتری کو واپس کرنیکا حق حاصل ہوگا لیکن بائع کو مشتری کے واپس کرنیکا حق ساقط ہو جانیکا دعوی کرنیکا اختیار ہی پس اگر اُسنے یہ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ بائع کا یون ثابت ہو جائیگا کہ مشتری قسم کھانیسے باز رہا یا بائع نے گواہ قائم کیے اور اگر بائع نے اِس عیب کے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو اُسکا قول قسم لیکر اختیار کیا جائیگا بشرطیکہ مشتری کے پاس اس عیب کے بائع کے پاس ہونیکے گواہ نہون یہ محیط مین لکھا ہے اور بائع کو قسم دلانیکی صورت مین اختلاف ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ صحیح یون ہی کہ اس طرح قسم دلائی جاوے کہ

[illegible]

تو قسم کھائے کہ واللہ مشتری کا مجھے واپس کرنیکا حق بسبب اس عیب کے جسکا وہ دعویٰ کرتا ہے نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسا عیب ہو کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونیکا احتمال نہین رکھتا ہی تو قاضی اُسکو بائع کو واپس نہین کرا دیگا اور جب عیب باطنی ہو پس اگر وہ بدن اندر کے آثار موجود ہونے سے پہچانا جاتا ہو اور ایسی جگہ ہو کہ جسپر مرد واقف ہوسکتے ہین پس اگر قاضی کو مرض پہچاننے کی شناخت ہی تو خود ملاحظہ کرے اور اگر اُسکو شناخت نہین ہی تو جو شخص پہچانتا ہی اُس سے دریافت کرے اور دو عادلون کے قول پر اعتماد کرے اور اسمین زیادہ احتیاط ہی اور ایک ہونا کافی ہی پس اگر ایک عادل نے اس بات سے آگاہ کیا تو اُسکے قول سے جھگڑا قائم ہونیکے واسطے عیب ثابت ہوجائیگا[۱] پس قاضی بائع سے قسم لیگا اور صرف اُس ایک کے کہنے سے واپس نہ کردیگا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح جامع مین ذکر کیا ہی۔ اور شرح آداب القاضی مین جو امام خصاف کی تصنیف سے ہی لکھا ہی کہ اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر یہ عیب اُس قسم سے ہی کہ جو اتنی مدت مین پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہی اور یہ ایک یا دو کے کہنے سے پہچانا گیا یا دونون کو اسکے پہچاننے مین مشکل پیش آئی (اشتباہ ۱۲) اور باہم اُنمین اختلاف ہوا تو بائع کو واپس نہ دیا جائیگا بلکہ قسم لیگا اور اگر یہ عیب اس قسم کا نہین ہی کہ جو اتنی مدت مین پیدا ہونیکا احتمال رکھتا ہو پس اگر یہ ایک کے کہنے سے معلوم ہوا تو واپس نہ کرائیگا اور بائع سے قسم لیگا اور اگر دو کے کہنے سے معلوم ہوا تو کتاب الاقضیہ اور قدوری مین لکھا ہی۔ کہ قاضی اُن دونون کے کہنے پر واپس کردیگا اور ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح الجامع مین لکھا ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ عیب ایسا ہو کہ سوائے عورتونکے اُسپر کوئی مطلع نہین ہوتا ہی جیسے کہ حمل یا جو اُسکے مشابہ ہون پس قاضی اُسکو عورتونکو دکھلائے گا اور ایک عورت عادلہ کافی ہی اور دو مین زیادہ احتیاط ہی پس جبکہ ایک عورت عادلہ نے یہ کہا کہ اس باندی کو حمل ہی یا دو عورتون نے ایسا ہی بیان کیا تو جھگڑا قائم ہونیکے حق مین عیب ثابت ہوگا پھر بعد اسکے اگر ایک نے یا دونون نے یہ کہا کہ یہ حمل بیع کی مدت مین پیدا ہوا ہی تو قاضی بائع کو واپس نہ کریگا ولیکن بائع سے قسم لیگا پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تب اُسکو واپس کردیگا اور اگر ایک یا دونون عورتون نے کہا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی پس اگر یہ قبضہ کے بعد واقع ہو تو واپس نہ کریگا ولیکن بائع کو قسم دلائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی کہ ایک قول سے واپس نہ کرے اور اگر دو عورتون نے کہا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر واپس کردیگا اور خصاف نے آداب القاضی مین ذکر کیا ہی کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت مین آیا ہی کہ واپس نہ کریگا اور قدوری مین لکھا ہی کہ مشہور قول امام ابویوسف اور امام محمد رحہ کا یہ ہی کہ اُسکو واپس نہ کریگا اور بائع کو قسم دلاویگا اور جو قسم کھانے سے بازرہا تو اُن دونون عورتون کی گواہی اُسکے انکار سے مضبوط ہوجاویگی تو واپس کرنیکا حق ثابت ہوجائیگا اور صدر الشہید نے جامع الصغیر کے بیوع مین ذکر کیا ہی کہ اگر ایک عورت کہے کہ یہ باندی

---

۱ یعنی مقدمہ قابل سماعت ہوگا ۱۲

حاملہ ہی اور دو یا تین عورتین کہین کہ اسکو حمل نہین ہی تو بائع کے ذمہ جھگڑا اس عورت کے کہنے سے قائم ہو جائیگا اور دو یا تین کا قول کہ اسکو حمل نہین ہی اس ایک کے قول کا معارض نہین ہو سکتا ہی اور اگر بائع قاضی سے یہ کہے کہ جو عورت باندی کے حاملہ ہونیکو بیان کرتی ہی وہ جاہل[۱۵] ہی تو قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت کیواسطے ایک دانشتہ عورت کو مقرر کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی بالغہ خریدی پھر دعوی کیا کہ یہ خنثیٰ ہی یعنے اسکے مرد و عورت دونون کا نشان ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بائع سے اس بات پر قطعی قسم لیجائیگی کہ یہ عورت ایسی نہین ہی کیونکہ اُسکو مرد و عورت دونون نہین دیکھ سکتے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے باندی پر استحاضہ کا عیب لگایا تو اُسمین دعوے کے قابل سماعت ہونے کے واسطے عورتونکی طرف رجوع کرنے مین اور اُنکی گواہی پر قبضہ سے پہلے یا بعد واپس کر دینے مین وہی حکم ہی جو حمل کے دعوے مین بتفصیل گذر چکا ہی لیکن اتنا فرق ہی کہ اگر استحاضہ پر مرد گواہی دین تو اُنکی گواہی بھی قبول کی جاویگی کیونکہ خون کے ادرار کو مرد بھی دیکھ سکتا ہی تو مرد کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ اسکو حیض نہین آتا ہی تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کا دعوی قابل سماعت نہوگا لیکن اُس صورت مین کہ بسبب حمل یا بیماری کے حیض کے مرتفع ہونیکا دعوی کرے پس اگر اُسنے بسبب حمل کے دعوی کیا تو اُسکا دعوی سنا جائیگا اور اس باندی کو قاضی عورتونکو دکھلائیگا اور اگر اُن عورتون نے یہ کہا کہ یہ حاملہ ہی تو بائع سے اسپر قسم لی جائیگی کہ اسکو حمل اُسکے پاس نہ تھا اور اگر اُنھون نے کہا کہ یہ حاملہ نہین ہی تو بائع پر قسم نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر بسبب بیماری کے حیض مرتفع ہونے کا دعوی کرتا ہی تو طبیبون کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ اس باندی کو حیض بسبب حمل کے نہین آتا تو اسمین امام محمد رح سے دو روایتین آئی ہین ایک یہ کہ اگر باندی خریدنے کے وقت سے چار مہینہ دس دن ہوئے ہون تو اُسکا دعوی سنا جائیگا اور اگر اس سے کم ہون تو سماعت نہوگی اور دوسری روایت مین صرف دو مہینہ پانچ دن ہین اور اسی پر لوگونکا عمل ہی اور یہی فتوے کیواسطے مختار ہی کذا فی مختار الفتاوی اور جب قاضی نے اُسکے دعوے کی سماعت کی تو بائع سے سوال کریگا کہ کیا یہ باندی ایسی ہی ہی جیسی مشتری کہتا ہی پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو بائع کو واپس کر دیگا اور اگر اُسنے کہا کہ یہ فی الحال ایسی ہو گئی ہی اور میرے پاس ایسی نہ تھی تو بائع کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائیگا کیونکہ بائع و مشتری فی الحال یہ عیب موجود ہونے مین ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہین پس اگر مشتری نے بائع سے قسم لینا طلب کیا تو اُسکو قاضی قسم دلائیگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اُسکو واپس دیجائیگی اور اگر مشتری نے گواہ قائم کئے تو انقطاع حیض کے دعوے مین قبول نہونگے اور استحاضہ کے دعوی مین مقبول ہونگے اور اگر بائع نے یہ کہا کہ فی الحال اسکو حیض منقطع ہو جانا جھوٹ ہی تو اسمین اختلاف ہی کہ اُس سے

---

[۱۵] قولہ جاہل ہی یعنی دائی کا کام نہین جانتی ۱۲ م

قسم لیجاویگی یا نہیں پس امام کے نزدیک اُسکو قسم نہ دلائی جائیگی اور صاحبین کے نزدیک دلائی جائے گی یہ
نہر الفائق مین لکھا ہی۔ کتاب الاقضیہ مین لکھا ہی کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور مشتری نے یہ عیب لگایا کہ
اسکے ایک زخم سر بائع کے پاس سے ہی اور قاضی نے بائع کو قسم دلائی اور اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا
اور مشتری نے اُسکو واپس کروی پھر اسکے بعد بائع نے یہ دعوی کیا کہ باندی مشتری کے پاس حاملہ ہوگئی ہی
اور اسدم بھی حمل سے ہی تو قاضی اِس باب مین مشتری سے سوال کریگا پس اگر مشتری نے کہا کہ مجھکو اسکا
کچھ علم نہین ہی تو قاضی اُسکو عورتون کو دکھلا دیگا پس اگر عورتون نے کہا کہ یہ حاملہ ہی تو صرف ان عورتونکے
کہنے سے مشتری کو واپس کردینا ثابت نہوگا لیکن مشتری کے ذمہ جھگڑا قائم ہوجائیگا پس اُسکو اللہ تعالی کی
قسم دلائی جاویگی یعنے یہ قسم کھاوے کہ اسکے پاس حمل پیدا نہین ہوا ہی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو اُسکے ذمہ کوئی
جھگڑا نہوگا اور واپسی اپنے حال پر رہیگی اور اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تو بائع کا دعوی ثابت ہوجائے گا
پس بائع باندی کو مع عیب زخم کے نقصان کے مشتری کو واپس کردیگا پس اگر بائع نے کہا کہ مین باندی کو مع عیب حمل
اپنے پاس ہنے دیتا ہون اور عیب زخم کا نقصان نہ دونگا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اگر اِس مسئلہ مین یہ صورت واقع ہو
کہ قاضی نے جسوقت مشتری سے پوچھا کہ اسکو حمل ہی اُسنے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہی اور مین اُس سے
آگاہ نہ تھا تو قاضی اُسکے دعوے کی سماعت کریگا اور بائع کو قسم دلاویگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بائع کے
پاس کا حمل ہونا ثابت نہوگا اور اگر مشتری نے اپنے پاس ہونیکا اقرار کرلیا ہی[1] تو بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ باندی
اُسکو واپس کردے اور اُسکے ساتھ زخم کا نقصان بھی دے اور اگر بائع نے قسم کھانیسے انکار کیا تو ثابت ہوگیا
کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مشتری کا بائع کو واپس کردینا صحیح تھا اور یہی کتاب الاقضیہ
مین مذکور ہی کہ اگر ایسا ہوا کہ جسوقت قاضی نے باندی کو بسبب عیب زخم کے بائع کو واپس کردینے کا حکم دیا اور
مشتری کے بائع کو باندی واپس کرنے سے پہلے بائع نے یہ دعوی مشتری پر کیا کہ یہ باندی حاملہ ہی اور حمل مشتری
کے پاس پیدا ہوا ہی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ بائع کے پاس کا ہی تو قاضی واپس کردینے مین جلدی نہ کریگا
اور مشتری کے اُس دعوے پر کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہی بائع سے قسم لیگا اور اِس صورت مین مشتری کے
اوپر قسم عائد نہین ہوتی ہی کذا فی المحیط اور جب عیب باطنی ہو کہ بدن کے ساتھ آثار[2] کے قیام سے معلوم نہو
جیسے بھاگنا یا جنون یا چوری یا بستر پر پیشاب کردینا تو ایسے عیب مین اُسکے فی الحال ثابت ہونیکی ضرورت ہی
اور اُسکے فی الحال موجود ہونیکو پہچاننے کے واسطے امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ
قاضی بائع سے یہ سوال کرے کہ کیا یہ عیب اسمین فی الحال موجود ہی۔ فقہا نے کہا ہی کہ بائع سے اُسوقت ایسا
سوال کریگا کہ جب مشتری کا دعوی صحیح ہو اور مشتری کا دعوی اُسوقت صحیح ہوگا کہ جب بائع کے پاس ال ن

---

[1] کیونکہ اسنے بائع کے پاس سے ہونا اقرار کیا تو اسکے پاس موجود ہونے کے زمانہ مین وہ ضرور حاملہ تھی ۱۲ م

[2] یعنی بدن مین کوئی ایسا نشان نہین ہوسکتا جس سے یہ عیب ظاہر ہو ۱۲ م

عیبون کے ہونیکا دعوی کرے اور مشتری کے پاس بھی پائے جائین لیکن جنون مین صرف بائع کے پاس ہونے کا اور مشتری کے پاس پائے جانیکا دعوی کافی ہی مگر بھاگنے اور چوری اور بستر کے اوپر پیشاب کرنے کے عیبون مین کچھ اور زیادہ چاہیے اور وہ یہ ہی کہ مشتری یون دعوی کرے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھے اور مشتری کے پاس بھی پائے گئے اور حالت یکسان ہی اور حالت یکسان ہونیسے یہ مراد ہی کہ بائع اور مشتری دونون کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے جاوین یا دونون کے پاس بالغ ہوجانے کے بعد پائے جاوین پس اگر بائع کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے گئے اور مشتری کے پاس بالغ ہونے کے بعد پائے گئے تو اسطرح پایا جانا دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی نہوگا اور عیب جنون مین خواہ بائع یا مشتری کے پاس بالغ ہونیسے پہلے ہو یا دونون کے پاس بالغ ہونے کے بعد ہو یا بائع کے بالغ ہونے سے پہلے اور مشتری کے پاس بالغ ہوجانے کے بعد ہو تو بھی دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر بھاگنے کا یا اُسکے مانند ایسے عیبون کا جن مین واپس کرنا اس بات پر موقوف ہی کہ وہ عیب دونون کے پاس پایا جاوے جسطرح بستر پر پیشاب کرنا اور جنون اور چوری کا دعوی کیا تو ایسے عیب مین جب بائع فی الحال موجود ہونیکا انکار کرے تو قاضی بائع کو قسم نہ دلائیگا یہانتک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم کرے کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی لیکن اگر بائع نے اُسکے فی الحال موجود ہونیکا اقرار کر لیا تو اُسکے پاس موجود ہونیکا سوال کیا جائیگا پس اگر اُسنے اپنے پاس موجود ہونیکا اقرار کر لیا تو قاضی مشتری کے التماس سے اسکو واپس کر دیگا اور اگر اُسنے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو مشتری سے اس بات پر گواہ طلب[1] کریگا کہ یہ غلام بائع کے پاس سے بھاگا تھا پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو قاضی غلام بائع کو واپس کر دیگا ورنہ بائع سے قسم لیگا کہ تو قسم کھا کہ واللہ مین نے اسکو فروخت کیا اور سپرد کیا حالانکہ یہ میرے پاس تا وقت تسلیم کبھی نہین بھاگا تھا اور اگر مشتری اس عیب کے فی الحال موجود ہونے پر گواہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کہ یون قسم کھاے کہ واللہ میرے پاس ہرگز نہین بھاگا ہی اور اگر مشتری گواہ نہ لایا اور نہ بائع نے اقرار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع سے قسم نہ لیجائیگی اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور بدون بائع کے دعوی کرنیکے مشتری سے اس بات پر قسم نہ لیجائیگی کہ مین عیب پر راضی ہو چکا ہون اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رح کے نزدیک ہی پھر اگر بائع نے دعوی[2] کیا تو اکثر قاضیون کے نزدیک مشتری سے قسم لینے کی یہ صورت ہی کہ قاضی اُس سے کہے کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا واپس کرنیکا حق ساقط نہین ہوا ہی جیسا کہ بائع دعوی کرتا ہی نہ صریحًا اور نہ دلالتًا کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا اور مشتری نے دو گواہ قائم کیے کہ جن مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کے موجود ہونے کے

---

[1] یعنی قاضی ۱۲ [2] کہ مشتری عیب پر راضی ہو چکا ہی ۱۲

ساتھ اُسکو فروخت کیا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا تھا تو ایسی گواہی قبول نہ کیجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک غلام کو دو صفقہ مین مول لیا اسطرح کہ آدھا اُسکا پچاس دینار کو خریدا پھر بائع سے دوسرا آدھا سو دینار کو خریدا پھر اُس مین کوئی عیب معلوم کیا اور یہ دعوی کیا کہ دونون خریدون سے پہلے کا فی ہی اور بائع نے کہا کہ دونون کے بعد میرے پاس پیدا ہوا ہی تو قول بائع[1] کا لیا جائیگا اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین بائع کو دوسرے آدھے مین قسم دلاتا ہون اور پہلے آدھے مین مجکو تامل ہی کیونکہ دوسری بیع کے وقت عیب موجود ہونیکا مجکو یقین ہی پہلی بیع کے وقت عیب ہونیکا شک ہی تو مشتری کو یہ اختیار پہونچتا ہی پس اگر بائع نے قسم کھالی تو بیع مشتری کو لازم ہو گی ورنہ واپس ہوجاویگی اور دوسرے آدھے مین قسم دلانیکے بعد مشتری کو اختیار ہی کہ پہلے آدھے مین بھی قسم لے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر دوسرے آدھے مین جھگڑا کرنے سے پہلے مشتری نے پہلے آدھے مین جھگڑا کیا اور بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا اور اُسکو پہلا آدھا واپس کر دیا گیا پھر اسی انکار قسم پر مشتری نے دوسرے آدھے کو واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی تا وقتیکہ دوسرے آدھے مین از سر نو جھگڑا نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دونون ٹکڑون مین جھگڑا کیا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور پہلے آدھے مین بائع کی طرف سے عیب کا اقرار کرنا دوسرے آدھے مین بھی عیب کے اقرار کرنے مین شمار ہوگا اور اُسکا اُلٹا یعنے دوسرے مین اقرار کرنا پہلے مین اقرار کرنے مین شمار نہو گا اور ایک مین بائع کا قسم سے انکار کرنا دوسرے آدھے مین انکار نہ قرار دیا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بائع سے دونون ٹکڑون مین اکٹھا جھگڑا کیا تو ایک[2] بائع پر صرف ایک ہی قسم ہوگی کیونکہ مشتری نے دونون دعوے جمع کر دیے ہین پس ایک ہی قسم پر اکتفا کیا جاویگا جیسا کہ چند قرضون کو ایک دعوے مین جمع کر دینے کی صورت مین ہوتا ہی پس اگر بائع نے قسم سے انکار کیا تو پورا غلام اسکے ذمہ پڑے گا اور جو ایک ٹکڑے مین قسم کھالی اور دوسرے ٹکڑے مین قسم کھانے سے انکار کیا تو جسمین انکار کیا ہی وہی ٹکڑا اسکے ذمہ پڑیگا دوسرا اسکے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر بائع دو ہون اور اُن دونون نے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ایک صفقہ یا دو صفقہ کر کے فروخت کیا اور اُن دونون مین سے ایک مر گیا اور دوسرا اُسکا وارث ہوا پھر مشتری نے اُس غلام مین کوئی عیب لگایا پس مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو بائع سے ایک ٹکڑے مین جھگڑا کرے اور اگر چاہے تو اُسی بائع سے جو زندہ ہے دونون ٹکڑون مین جھگڑا کرے پس اگر اُسنے ایک ٹکڑے مین جھگڑا کیا تو جو ٹکڑا اُسنے خود فروخت کیا ہی اُس ٹکڑے مین البتہ[3] اور یقین کے ساتھ قسم دلاویگا اور جو ٹکڑا اُسکے مورث نے فروخت کیا ہی اُسپر اُسکے جاننے کی قسم لیگا یعنے بائع یون قسم کھاے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے مورث نے یہ ٹکڑا فروخت کیا اور سپرد کیا درحالیکہ اُسمین یہ عیب تھا کذا فی محیط السرخسی مع زیادۃ التعیین من المترجم پس اگر بائع نے دونون ٹکڑون مین سے

[1] اور مشتری گواہ لاوے ۱۲ م [2] یعنے اگر بائع واحد ہو ۱۲ م [3] یعنے مین نے بیچکر سپرد کیا درحالیکہ البتہ ویقیناً اسمین یہ عیب تھا ۱۲ م

ایک مین قسم کھا لی تو دوسرے ٹکڑے مین قسم کھانے سے بے پروا نہ کیا جاویگا اور اگر ایک ٹکڑے کے دعوے مین اُسنے قسم سے انکار کیا تو یہ انکار دوسرے ٹکڑے کے حق مین لازم نہوگا یعنی دونون ٹکڑے اُسکے ذمہ نہ پڑین گے اور اگر مشتری نے دونون ٹکڑون کو جمع کر کے جھگڑا پیش کیا تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو بیع ایک صفقہ مین ہوئی یا دو صفقہ مین واقع ہوئی پس اگر دو صفقون مین واقع ہوئی ہو تو دونون ٹکڑون پر قسم دلاوے گا اور دونون ٹکڑون کی قسم جمع کر دیگا اسطرح کہ واللہ مین نے مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور اُسکو سپرد کر دیا اور اسمین یہ عیب نہ تھا اور میرے ساتھی نے اسکے ہاتھ دوسرا آدھا فروخت کیا اور اُسکو سپرد کیا اور مین اس مین یہ عیب نہ جانتا تھا اور یہ حکم سب امامون کے نزدیک بالاتفاق ہے اور اگر صفقہ ایک ہی ہو تو بھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قسم پر اکتفا کیا جائیگا کہ وہ اپنے حصہ پر البتہ اور یقین کے ساتھ قسم کھاے اور یہی قسم اُسکے مورث کے حصہ کی قسم کی نائب ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر باندی نے یہ دعوی کیا کہ وہ حرہ ہے پس تیسرے مشتری نے اُسکو اس کہنے پر اپنے بائع کو واپس کر دیا اور اُسکے بائع نے اُسکو قبول کر لیا پھر دوسرے بائع نے اُسکو پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا اور اُسنے قبول نہ کیا تو فقہانے فرمایا ہے کہ اگر باندی نے آزاد کیے جانیکا دعوی کیا تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنیکا اختیار ہے اور اگر باندی نے یہ دعوی کیا کہ وہ اصلی حرہ ہے پس فروخت کرنے اور سپرد کرنے کے وقت اگر اُسنے فرمانبرداری کی تھی تو اب یہ دعوی بمنزلۂ دعوی آزادی کے ہوگا اور اگر اُسنے فرمانبرداری نہ کی تھی اور پھر دعوے کیا کہ وہ اصلی آزادہ ہے تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر اس باندی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہین ہو گزری کہ جس سے رقیت کا اقرار ثابت ہوتا ہے تو آزادی کے دعوے مین اُسیکا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو اختیار رہیگا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس کر لے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور باندی وہان بیع کے وقت موجود نہ تھی پھر اُسپر مشتری نے قبضہ کر لیا اور اُسنے رقیت کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ باندی دوسری بیع کے وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر باندی نے دعوی کیا کہ مین حرہ ہون تو قاضی اُسکا قول قبول کریگا اور ہر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے پھر اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونیکا اقرار کر لیا تھا اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اسکے رقیت کے اقرار کرنے کے گواہ نہین ہین تو دوسرا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس نہین کر سکتا ہے کیونکہ اُسنے یہ دعوی کیا تھا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونیکا اقرار کیا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ ظہیریہ مین

لکھا ہی کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ مین یا دو صفقہ مین خریدے اسطرح کہ ایک کے دام ایک ھزار درم
فی الحال ادا کرے اور دوسرے کے دام ایک ہزار درم ایک سال کی میعاد پر ادا کرے پھر دونون مین سے
ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ تونے وہ واپس کیا ہی
جسکے دام دینے کی میعاد قرار پائی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ وہ واپس کیا کہ جسکے ثمن کی میعاد نہ تھی تو
قول بائع کا معتبر ہوگا خواہ وہ غلام جو مشتری کے پاس ہی ہلاک ہوگیا ہو یا نہ ہوگیا ہو اور باہم قسم نہ دلائی
جاویگی اور اگر دونون نے دونون کے دامون مین جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ واپس کیے ہوے کے اسقدر درم تھے
اور مشتری نے اسکا اُلٹا کہا تو قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی زید نے عمرو کے ہاتھ
ایک غلام بیچا اور دوسرا اُسکو ہبہ کیا اور عمرو نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر دونون مین سے ایک مر گیا پھر
عمرو نے ارادہ کیا کہ زندہ غلام کو بسبب عیب کے واپس کرے اور کہا کہ مبیع یہی تھا اور زید نے کہا کہ یہ ہبہ
کیا ہوا ہی تو قول زید کا معتبر ہوگا کہ وہ ہبہ کیا ہوا ہی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر لے اور اگر
مشتری نے دعوی کیا کہ ہبہ کیا ہوا مر گیا تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کر سکتا ہی ولیکن بائع کو زندہ غلام
مین ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار بعد اس قسم کھانے کے ہوگا کہ مین نے مشتری کے ہاتھ اس زندہ کو فروخت نہین
کیا ہی اور اسیطرح مشتری کو بائع سے ثمن واپس کرنیکا اختیار بعد اس قسم کے کھانیکے ہوگا کہ مین نے بائع
سے مرے ہوے کو نہین خریدا تھا اور بائع مشتری سے مرے ہوے غلام کی قیمت لیگا (دینے ہبہ سے
رجوع کرنیکی صورت مین) اور اگر دو غلام خریدے اور ایک اُن دونون مین کا مر گیا اور زندہ کو عیب
کی وجہ سے واپس کرنیکا قصد کیا اور کہا کہ اُسکا ثمن درم ہین اور بائع نے کہا کہ دینار ہین تو قول مشتری
کا معتبر ہوگا اور اگر غلام ایک ہو اور عیب کی وجہ سے اُسکے واپس کرنیکا قصد کیا ہو اور بائع نے کہا
کہ مبیع یہ نہین دوسرا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ سے املاء مین روایت ہی
کہ کسی نے دوسرے شخص سے دو غلام ایک ہزار درم کو ایک صفقہ مین خریدے اور دونون پر قبضہ
کرنے کے بعد ایک مین عیب پایا پھر دونون کی قیمت مین جو بیع واقع ہونے کے دن تھی اختلاف کیا
پس مشتری نے کہا کہ عیب دار کی قیمت دو ہزار درم اور دوسرے کی قیمت ایک ہزار درم تھی اور بائع نے
اُسکا اُلٹا دعوی کیا تو دونون مین سے کسی کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور جسدن دونون نے جھگڑا
کیا ہی اُسدن دونون غلامون کی قیمت دیکھی جاویگی پس اگر جھگڑے کے دن دونون مین سے ہر ایک کی قیمت
ایک ہزار درم ہو تو عیب دار آدھے ثمن پر واپس کرا دیا جاویگا مگر بعد اسکے کہ ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے
دعوے پر قسم کھاوین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور ایسی صورت مین اگر دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے
تو زیادتی کے باب مین دونون کے گواہ لیے جاوینگے پس مشتری کے گواہونکی گواہی کے موافق واپس
کیے ہوے غلام کی قیمت دو ہزار درم قرار دیجاویگی اور بائع کے گواہونکی گواہی کے موافق دوسرے کی

قیمت دو ہزار درم قرار دیجاویگی پس مشتری عیب دار کو آدھے ثمن مین واپس کر دیگا اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا اور دوسرا غلام باقی رہا اور باقی مین کوئی عیب پایا اور اُسکی قیمت اور مرے ہوے کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو مرے ہوے کی قیمت مین بائع کا قول معتبر ہوگا اور زندہ کی قیمت یون اندازہ کیجاویگی کہ جھگڑے کے دن ایسے غلام کی کیا قیمت ہے اور اگر مرے ہوے کی قیمت پر دونون نے گواہ قائم کیے تو بھی بائع کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر مرے ہوے کی قیمت پر گواہ نہ قائم کیے بلکہ زندہ کی قیمت پر گواہ قائم کیے تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ نوازل مین ہے کہ کسی شخص نے سرکہ جو ایک مٹکے کے اندر بھرا ہوا ہے خریدا اور اُسکو اپنی مشک کے اندر بھر کرلے گیا پھر اُس مین ایک مردار چوہا پایا پس بائع نے کہا کہ یہ چوہا تیری مشک کے اندر تھا اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ تیرے مٹکے مین تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہے۔ کہ کسی نے کچھ تیل معین جو کسی معین برتن کے اندر ہے خرید کیا اور اُسپر چند روز گزر گئے اور جب اُس برتن پر قبضہ کیا تھا اسوقت سے اُس برتن کا منھ بند کیا ہوا رہا پھر جب اُسکا مُنھ کھولا تو اُسمین ایک مردار چوہا پایا اور بائع نے اپنے پاس ایسا واقع ہونے سے انکار کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا کیونکہ وہ عیب سے انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کی تاویل یون بیان کی گئی ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ برتن کا منھ قبضہ کے وقت بند تھا اور چوہے کے پاے جانے کے وقت تک بیچ مین اُسکا کھلنا یا نہ کھلنا معلوم نہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ برابر برتن کا منھ بند رہا ہے اور چوہا پاے جانے کے وقت تک کبھی نہین کھلا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو لے آیا اور کہا کہ مین نے اسکو داڑھی مونڈا ہوا پایا ہے اور بائع نے انکار کیا تو قول بائع کا لیا جائیگا پس اگر مشتری نے یہ ثابت کر دیا کہ غلام آج کے روز داڑھی مونڈا ہوا موجود ہے پس اگر بیع پر اتنا زمانہ نہین گزرا کہ جسمین مشتری کے پاس داڑھی نکلنے کا وہم کیا جاے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنیکا اختیار ہوگا اور اگر خرید پر اتنا زمانہ گزر چکا تو تا وقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ وہ بائع کے پاس داڑھی مونڈا ہوا تھا یا بائع سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کر جاے تب تک واپس نہین کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے منتقی مین ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسمین کوئی عیب لگایا اور یہ بھی کہا کہ مین نے اسکو آج خریدا ہے حالانکہ ایسا عیب ایک روز مین نہین پیدا ہو سکتا ہے اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک مہینہ ہوا کہ فروخت کیا ہے اور حال یہ ہے کہ ایسا عیب ایک مہینہ مین پیدا ہو سکتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا۔ کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسمین کچھ عیب پایا پس اُسنے بائع سے جھگڑا کیا اور صاحب شرط کے پاس لایا حالانکہ سلطان نے اُسکو فیصلہ کا متولی نہ کیا تھا پس اُسنے ڈگری بائع پر کر کے باندی اُسکو واپس کر دی اور مشتری کیواسطے پورے ثمن کا حکم دیدیا تو مشتری کو اپنا ثمن لینے کی گنجایش ہے۔ کسی نے ایک چوپایہ خریدا اور اُسکو بسبب عیب کے

واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تو عیب پر واقف ہونے کے بعد اپنی ضرورت کے واسطے اسپر سوار ہوا ہی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ مین اسواسطے سوار ہوا ہون کہ تجکو واپس کر دون تو قول مشتری کا معتبر ہی اور اس مسئلہ کی تاویل بعض مشائخ کے قول پر یہ ہی کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ مشتری کو بدون سوار ہوئے واپس کرنا ممکن نہ تھا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے کہا کہ تو پانی پلانے کے واسطے بلا ضرورت اسپر سوار ہوا ہی تو بھی مشتری کا قول لینا چاہیے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر مشتری نے مبیع کے اندر کسی عیب کا دعوی کیا حالانکہ بائع جانتا ہی کہ یہ عیب اسمین فروخت کرنے کے دن موجود تھا تو اُسکو جائز ہی کہ مبیع کو نہ واپس لے تا وقتیکہ قاضی اُسکے واپس کرنے کا حکم نہ دے اور میرے والد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب بائع نے دوسرے سے خریدی ہو کیونکہ اگر بدون حکم قاضی کے واپس کر لیگا تو اُسکو اپنے بائع کو واپس کرنیکا اختیار نہو گا اور اگر اُسنے دوسرے سے نہین خریدی ہی تو اُسپر لے لینا واجب ہی اور اُسکو امتناع کی مجال نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - کسی نے کوئی چیز خریدی اور اسمین قبضہ سے پہلے کچھ عیب معلوم کیا اور کہا کہ مین نے مبیع باطل کر دی پس اگر بائع کے حضور مین کہا کہ بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ بائع قبول نہ کرے اور اگر بائع کی غیبت مین ایسا کہا تو بیع باطل نہو گی اور اگر قبضہ کے بعد عیب معلوم کیا اور کہا کہ مین نے بیع باطل کر دی تو صحیح یہ ہی کہ بدون قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی کے بیع باطل نہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو اس حال مین فروخت کیا کہ اسکے فلان جگہ ایک زخم تھا اور مشتری باندی کو لایا اور اُسکے اُس جگہ زخم موجود تھا اور اُس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے کہا کہ یہ زخم وہ زخم نہین ہی اور جس زخم کا مین نے اقرار کیا تھا اُس سے یہ اچھی ہو چکی ہی اور یہ نیا زخم تیرے پاس پیدا ہوا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہو گا یہ محیط مین لکھا ہی اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے باندی کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اُسکے دونون آنکھونمین سے ایک آنکھ مین سپیدی تھی پھر مشتری باندی کو لایا اور اُسکی بائین آنکھ مین سپیدی تھی اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ سپیدی اُسکے دائین آنکھ مین تھی اور وہ جاتی رہی اور یہ بائین آنکھ کی سپیدی تیرے پاس پیدا ہوئی ہی تو مشتری کا قول قبول ہو گا اور اسیطرح اگر باندی کے سر مین زخم ہو اور بائع یہ اقرار کرے کہ مین نے اس باندی کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اسکے سر مین زخم تھا باقی مسئلہ وہی رہے تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر سر کے زخم کی صورت مین بائع یہ کہے کہ اسکا زخم موضحہ[۵۲] تھا اور وہ تیرے پاس منقلہ ہو گیا تو اس باب مین قول بائع کا معتبر ہو گا اور اسیطرح آنکھ کی سپیدی کی صورت مین اگر بائع کہے کہ اُسکی آنکھ مین ایک نقطہ تھا اور اب تیرے پاس بڑھ گیا حالانکہ باندی کی تمام آنکھ یا اکثر سفید ہو رہی ہی تو قول بائع کا معتبر ہی اور اگر اُسکی آنکھ مین ایک نقطہ سپید ہو اور بائع کہے کہ اسکی سپیدی مثل الی کے یا اُس سے کم تھی تو شیخ رحمہ اللہ نے

[۱ہ] یعنے انکار کرنا دیانت کے خلاف ہے [۵۲] موضحہ جس سے ہڈی کھل جاوے منقلہ جس سے ہڈی ٹوٹ جاوے ۱۲م

فرمایا کہ اگر بائع کا قول قریب قریب اسکے ہو تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اگر فرق ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ مین نے باندی کو ایسے حال مین بیچا کہ اُسکو بخار آتا تھا پھر مشتری اُسکو بخار کی حالت مین لے آیا اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بخار بڑھ گیا ہی تو بائع کی تصدیق نہ کیجاویگی اور مشتری واپس کر سکتا ہی اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے باندی کو فروخت کیا اور اسمین عیب تھا پھر مشتری اُسکو لایا اور اسمین کچھ عیب موجود ہی اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اسمین یہ عیب نہ تھا اور فقط اس مین ایسا ایسا عیب تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اُسکو ایسے حال مین بیچا تھا کہ اُسکے سر مین عیب تھا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے کی غرض سے لایا اور سر کے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو مشتری کا یہ کہنا معتبر ہوگا کہ اسمین یہی عیب تھا اگرچہ بائع اُسکو جھوٹا بتلاوے اور حاصل یہ ہی کہ اگر بائع عیب کی نسبت کسی عضو کی طرف کرے اُسکو بیان کر دیوے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی جگہ کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ مطلق چھوڑ دیوے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے لایا اور کہا کہ مین نے اسکو شوہر دار پایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ اسکا شوہر تھا ولیکن مر گیا اور مشتری اُسکے شوہر دار ہونیکا دعوی کیے جاتا ہی تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت نہوگا اور یہ اختیار ہوگا کہ بائع کو قسم دلاوے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ فلان شخص اسکا شوہر ہی اور وہ شخص اُسوقت غائب تھا موجود نہ تھا تو اُسکے گواہون کی طرف التفات نہ کیا جائیگا لیکن اگر اُسنے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اسکے نکاح کا اقرار کیا ہی تو قبول کیے جاوینگے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ فلان شخص اسکا شوہر تھا ولیکن بیع سے پہلے اُسنے طلاق بائن دیدی تھی اور مشتری اُسکے شوہر موجود ہونیکا دعوی کیے جاتا ہی تو قول بائع کا معتبر ہوگا پس اگر شوہر اُسکا حاضر ہوا اور اُسنے نکاح کا دعوی کیا اور طلاق سے انکار کیا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شوہر موجود تھا ولیکن تجکو سپرد کرنے سے پہلے اُسکو اُسنے طلاق دیدی تھی یا اُسکا شوہر مر گیا اور مین نے تجکو بے شوہر سپرد کی ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر مشتری کے پاس کوئی اُسکا شوہر پایا گیا اور بائع نے کہا کہ اسکا شوہر میرے پاس اُسکے سوا دوسرا شخص تھا کہ اُسنے بیع سے پہلے اسکو طلاق بائن دیدی تھی یا مر گیا تھا تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی - اگر کوئی خادم خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسنے اُسمین کوئی عیب لگایا پھر خادم کو واپس کرنے لایا اور بائع نے کہا کہ یہ میرا خادم نہین ہی اور مشتری نے کہا کہ وہی خادم ہی جو مین نے تجھسے خریدا ہی تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک غلام ایک شخص کے پاس تھا اور دو شخصون مین سے ہر ایک نے اُسپر دعوی کیا کہ مین نے اُسکو قابض کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہی اور اُسنے ثمن ادا نہین کیا ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام قابض کو

بعوض دونون ثمنون کے سپرد کر دیا جائیگا پھر ہر ایک جسقدر ثمن کا دعوی کرتا ہی اُسقدر اُسکو دلا دیا جاویگا اسیطرح اگر دونون مین سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہی میری ملک مین پیدا ہوا ہی اور مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ دعوی ثمن مین ہی اور سب اسمین برابر ہین پس اگر اُس نے اُسمین کوئی عیب پایا تو دونون مین سے ایک کو واپس کریگا اور دونون کو واپس نہ کریگا اور اگر نقصان عیب کسی ایک سے لے لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نقصان عیب لیوے لیکن نہ اس صورت مین کہ دوسرا شخص عیب دار لینے پر راضی ہو جاوے اور اگر غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر وہ اُسکے قدیمی عیب سے واقف ہوا تو دونون سے نقصان عیب لیگا اور اسیطرح اگر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اُسکے عوض کا مال اُسنے لے لیا اور پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو دونون سے نقصان عیب لیگا اور دونون کو واپس نہین دے سکتا ہی اور کوئی دونون مین کا اُسکو لے نہین سکتا ہی اور اگر دونون نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہی تو عیب کی وجہ سے دوسرے کو واپس دیا جائیگا گویا قابض نے اُسکو پہلے سے خریدا ہی اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے سے خریدا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام بھگوڑا ہی تو مجھسے اسکو خرید لے اُسنے کہا کہ کتنے کو بیچتا ہی اُسنے کچھ دام اُسکو بتلائے پھر مشتری نے اُسکو خرید لیا اور پھر اُسکو بھگوڑا پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور یہ ظاہر ہی پس اگر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو بھگوڑا پاکر واپس کرنا چاہا اور مشتری اول نے اُسکے بھگوڑا ہونے سے انکار کیا اور مشتری ثانی بائع اول کے اقرار کے گواہ لایا تو اس سے اُسکو کچھ استحقاق حاصل نہوگا اور اگر بائع اول نے مشتری اول سے یہ کہا تھا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ بھگوڑا ہی یا اس شرط پر کہ مین اُسکے بھگوڑے ہونے سے بری ہون اور باقی صورت مسئلہ کی یہی رہی جو مذکور ہوئی تو دوسرا مشتری اُسکو پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہی اور اگر بائع اول نے یہ کہا ہو کہ مین نے اسکو فروخت کیا اس شرط پر کہ مین بھگوڑے ہونے سے بری ہون اور یہ نہ کہا تھا کہ مین اسکے بھگوڑے ہونے سے بری ہون تو دوسرا مشتری پہلے مشتری کو واپس نہین کر سکتا ہی تاوقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ اُسنے اسکو فروخت کیا درحالیکہ وہ بھگوڑا تھا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو دوسرے مشتری کو اختیار ہی کہ غلام اپنے بائع کو بسبب اُسی اقرار کے جو بائع اول نے کیا تھا واپس کر دے کیونکہ قرض لازمی چیز ہے اور قرضخواہ کو اختیار ہی کہ قرض مین مبیع کو واپس کرا دیوے اور قرض کا اقرار مثل بھگوڑے ہونیکے اقرار کے بیع سے پہلے یا اُسکے بعد دوسرے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان کہ جسنے بھگوڑے ہونیکا اقرار نہ کیا تھا بیع کے فسخ کرنیکے حق مین نہین ہی اور شوہر دار ہونیکا اقرار قرضدار ہونیکے اقرار کے مانند ہی اس باب مین کہ دوسرا مشتری اپنے بائع کو اس اقرار کی وجہ سے

جو بائع اول نے کیا ہی واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اُس سے اُس غلام کو دوسرے شخص نے چوکایا اور مشتری نے کہا کہ اس مین کوئی عیب نہین ہے پھر اُن دونون کے درمیان بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے غلام مین کوئی ایسا عیب پایا کہ جو پیدا ہو سکتا ہے اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی اور جس شخص نے کہ مشتری سے چوکایا تھا اُس سے مشتری کا یہ کہنا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی اُسکے واپس کرنیکے حق کو باطل نہ کریگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- اور اگر مشتری نے چوکانے والے سے یہ کہا تھا کہ تو اسکو خرید لے اور اسمین فلانا عیب نہین ہی پھر اُن دونون مین بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے وہی عیب لگایا اور قصد کیا کہ اُسی عیب کے سبب سے بائع کو واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بجاے غلام کے کپڑا فرض کیا جاوے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت رہے تو دونون صورتون مین مشتری کا دعوی نہ سنا جائیگا اور کپڑا بائع کو واپس نہ کر سکیگا اور اگر عیب اس قسم کا ہو کہ جو پیدا نہین ہو سکتا ہی یا اتنی مدت مین نہین پیدا ہو سکتا ہی تو قاضی اُسکے بیچنے والیکو غلام واپس کر دیگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے یہ اقرار کیا کہ اسکی باندی بھگوڑی ہی پھر ایک شخص کو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور یہ نہ بیان کیا کہ وہ بھگوڑی ہی اور وکیل نے اُسکو فروخت کر دیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری موکل کے اِس اقرار سے واقف ہوا اور اپنے بائع کو واپس کرنی چاہی اور بائع نے اُسکو جھٹلایا اور کہا کہ وہ تا وقت تسلیم کبھی نہین بھاگی ہی تو مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ وکیل کو واپس کر دے اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ میرا غلام بھگوڑا ہی تو اُسکو فروخت کر اور اُسکے بھگوڑے ہونیسے بریت کر لینا پس اُسکو وکیل نے فروخت کیا اور اُسکے بھگوڑے ہونیسے بریت نہین کی پھر قبضہ سے پہلے مشتری کو موکل کا مقولہ معلوم ہوا تو اُسکو اس مقولہ پر واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی فصول سے منقول ہی کہ کوئی شخص ایک ایسی باندی لایا کہ جسکی ایک انگلی زاید تھی تاکہ ایک شخص کو واپس کرے اور اُس شخص نے باندی اُسکے ہاتھ فروخت کرنیسے انکار کیا اور مشتری نے اُسکے خریدنے پر گواہ قائم کئے پھر بائع نے کہا کہ تو نے خریدی تھی مگر مین نے ہر عیب سے بریت کر لی تھی اور اُسپر اُسنے گواہ قایم کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یہ عمادیہ مین لکھا ہی- کسی نے ایک غلام خریدا اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ غلام فروخت کر دیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری اسکو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا اور اگر بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص حاضر تھا اور اُس سے انکار کرتا تھا اور مشتری اول بھی اس سے انکار کرتا ہی تو ان دونون کا انکار بمنزلہ اقالہ کے ہوگا اور غلام واپس نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اے چوٹٹی یا اے بھگوڑی یا اے زنا کرنیوالی یا اے مجنونہ مثلاً یا یون کہا کہ اس چوٹٹی نے ایسا کیا تو یہ کہنا اس بات پر اقرار نہ شمار ہوگا کہ ایسے عیب اسمین موجود ہین یہانتک کہ اگر اُسکو

فروخت کر دیا اور مشتری نے ایسا ہی پایا تو بائع کے اس کہنے کی وجہ سے اسکو واپس نہیں کر سکتا ہی یہ خیار الفتاوی
مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بائع اور مشتری دونون نے اُسکے بھگوڑے ہونیکا اقرار
کیا اور یہ اقرار دونون سے بیع کے اندر واقع ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور غلام کا بھگوڑا
ہونا چھپایا پھر دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ بھگوڑا نہیں ہی پھر
تیسرا مشتری اُسکے بھگوڑے ہونے سے اور اُسکے بھگوڑے ہونے کے اقرار سے جو پہلے بائع اور پہلے مشتری
کے درمیان بیع کے وقت واقع ہوا تھا واقف ہوا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور پہلے مشتری کا اُسکے
بھگوڑے ہونے کا اقرار اُن بائعون کے حق مین جنھون نے اُس سے نہین خریدا ہی نافذ نہوگا اور اگر
پہلے مشتری نے اُسکو بدون اپنے اور بائع اول کے غلام کے بھگوڑے ہونے کے اقرار کے خریدا پھر
مشتری اول نے اُسکے بھگوڑے ہونے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے بائع اول کو واپس کر دیا پھر بائع
اول نے اُسی مشتری یا دوسرے شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسکو اور کسی شخص کے ہاتھ فروخت
کیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر تیسرے مشتری کو اُسکا بھگوڑا ہونا اور
وہ ماجرا جو پہلے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان واقع ہوا تھا کہ قاضی نے غلام کو بھگوڑے ہونیکے گواہ
قائم کیے ہونیکی وجہ سے بائع کو واپس کرا دیا تھا معلوم ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کر دے
یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر دعوی کیا کہ وہ بھگوڑی ہی اور اُسپر گواہ لایا
اور اس وجہ سے قاضی نے اُسکو واپس کر دیا پھر کسی شخص نے اس بات پر دلیل قائم کی کہ یہ میری باندی ہی میری
ملک مین پیدا ہوئی ہی اور قاضی نے اُسکو باندی دلا دی پھر اُسنے اسی مستحق علیہ کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا اور
مشتری نے اُسکے بھگوڑے ہونے مین جھگڑا کیا اور حاکم کا اُسکے بھگوڑے ہونیکا فیصلہ دلیل مین پیش
کیا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ امام یا اُسکے امین نے غنیمت محرزہ[1] فروخت کی اور
مشتری نے اُسمین عیب پایا تو ان دونون پر واپس نہین کر سکتا ہی کذا فی الکافی۔ ولیکن امام کسی شخص کو اُسکے ساتھ
جھگڑا کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور اُس شخص کا عیب کا اقرار قبول نہوگا اور جو انکار کرے تو اُسپر قسم عائد نہوگی
اور صرف وہ اسواسطے مقرر ہی کہ اُسکے مقابلے مین مشتری گواہ قائم کرے اور جسوقت اُس شخص[2] نے عیب کا
اقرار کر لیا اُسیوقت معزول تصور کیا جائیگا پھر جب عیب کی وجہ سے وہ مال غنیمت واپس کر دیا جاوے پس
اگر تقسیم ہونے سے پہلے ہو تو غنیمت مین ملا دیا جاویگا اور اگر بعد تقسیم ہونے کے ہو تو وہ ثمن کے عوض فروخت
ہوگا اگرچہ ثمن کم ہوا یا زیادہ ہو گیا اگر بیت المال مین سے ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا
اور اپنی صحت مین اُسکو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مر گیا اور بیٹا اُسکا وارث ہوا اور سوا اُسکے کوئی
وارث نہ تھا پھر اس وارث نے اس غلام مین کوئی قدیمی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی مگر وہ

---

[1] جو کافرون کے ملک سے دار الاسلام مین نکل آئی ہی ۱۲ [2] جسکو امام نے مقرر کیا ۱۲

قاضی سے استدعا کریگا تاکہ قاضی میت کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے پس بیٹا اس خصم کو واپس کر دیگا پھر وہ اُسکے باپ کے بائع کو واپس کر دیگا اور اگر میت کا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو بیٹا اس وارث کو واپس کریگا پھر یہ وارث میت کے بائع کو واپس کریگا اور امام محمدؒ نے اسکی کچھ تفصیل نہیں فرمائی کہ اُسوقت کیا حکم ہے کہ جب میت نے بیٹے سے پورا ثمن لے لیا ہو اور اُسوقت کیا حکم ہے کہ جب پورا ثمن نہ حاصل کیا ہو اور امام محمدؒ کا مطلق چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں صورتوں میں حکم یکسان ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ اور اگر وارث نے اپنے مورث کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری مرگیا اور بائع اُسکا وارث ہوا اور اُسمین کوئی عیب پایا پس اگر کوئی دوسرا وارث موجود ہو تو اُسکو واپس کر دیگا اور اگر سوا اسکے دوسرا وارث نہو تو واپس نہین کر سکتا ہے اور نقصان نہین لے سکتا ہے اور اسیطرح اگر کسی نے اپنے واسطے اپنے پسر نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور گواہ کر لیے پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی اُسکے بیٹے کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے تو باپ اُسکو واپس کر دے پھر باپ اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے بائع کو واپس کر دیوے اور یہی حکم ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر کسی مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہے اور نہ اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر مکاتب بعد عیب جاننے کے اپنی کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جاے تو اُسکا مالک اُسکی مبیع کو واپس کر دیگا اور مکاتب اُسکا متولی ہوگا اور اگر مولی نے مکاتب کو فروخت کر دیا یا مرگیا تو مولی خود اُسکو واپس کریگا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کا ذمہ غلام کے ہر عیب سے بری کر دیا تو مالک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے بری کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اسیطرح اگر اُسنے اپنی ماں کو خریدا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی مکاتب نے اپنے بھائی یا چچا یا بہن کو خریدا تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے موافق یہ لوگ بھی اسی کے ساتھ مکاتب ہو جائینگے پس انکا حکم اور باپ یا بیٹے کے خرید کا حکم برابر ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق یہ لوگ اُسکے ساتھ مکاتب نہونگے لیکن بسبب عیب کے اُن کے واپس کر دینے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ اُنکے فروخت کرنیکا مختار ہے پس اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہوگا اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خریدی اور اُسمین عیب پایا پس اگر اُسکے ساتھ اُسکا ولد ہو تو جیسا ام ولد کی بیع کرنیکا اختیار نہین رکھتا ہے اسیطرح اُسکے واپس کرنیکا بھی مختار نہوگا لیکن نقصان عیب لے لیگا اور نقصان عیب لینے کا خود ہی مکاتب متولی ہوگا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے اور اگر مکاتب کے مولی نے ایسا کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر اس ام ولد کے ساتھ ولد نہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے اپنے مکاتب سے کوئی غلام خریدا تو وہ شخص عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہین کر سکتا ہے اور نہ اُسکے بائع

سے جھگڑا کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی مکاتب نے یا کسی حُر نے کوئی غلام خریدا اور اُس کو مکاتب کر دیا پھر اُسمین عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی اور اگر مکاتب نے یا حُر نے بائع کو عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہی یہانتک کہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد اُسکے مالک کو اور حر کے وارث کو عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے اُسکے مالک نے بائع کو بری الذمہ کیا تو صحیح نہین ہی اور یہی حال حُر کے وارث کا بھی ہی کہ اُسکا بری الذمہ کرنا بھی صحیح نہین ہی - اگرچہ حُر کے مرض الموت مین ہو اور اگر پہلے مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد مالک اُسکا بائع کو بری الذمہ کرے خواہ اُسوقت تک دوسرا مکاتب عاجز ہوا ہو یا نہوا ہو تو بری کرنا صحیح ہی اور اسیطرح اگر حُر کے وارث نے مورث کے مرنے کے بعد بائع کو بری کیا تو بھی صحیح ہی - اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پہلا مشتری مر گیا پھر غلام مین کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا جو پہلے بائع کے پاس تھا پھر مشتری اول کے وارث نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو صحیح ہی یہانتک کہ اگر غلام اُسکو واپس دیا جاے تو وہ پہلے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ فی الحال واپس کرنا ممتنع ہو گیا تھا اور اگر مالک مکاتب نے کسی غلام کو کسی شخص سے خود پہلے خریدا پھر اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مکاتب عاجز ہوا پھر مالک نے غلام مین کوئی عیب پایا اور اپنے بائع کو واپس کر دینا چاہا تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہی اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی قرضدار غلام نے کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی اپنے غلام کو اپنے مالک کے ہاتھ بعوض اُسکے مثل قیمت کے فروخت کیا پھر مالک نے اسپر قبضہ کر لیا پھر غلام مین کوئی عیب پایا پس اگر ثمن نقد دے دیا یا دین تھا اسطرح کہ درم یا دینار تھے یا کیلی یا وزنی غیر معین چیز تھی یا کوئی اسباب تھا لیکن وہ غلام کے پاس تلف ہو کر اُسکے ذمہ دین ہو گیا تو ان صورتون مین مالک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر ثمن نقد نہ دیا ہو لیکن ایسا اسباب ہو کہ جو غلام کے پاس موجود ہی تو واپس کر سکتا ہی اور قبضہ سے پہلے سب صورتون مین واپس کر سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی کسی قرضدار غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی ایک غلام خریدا اور اُسکو اپنے مالک کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر اُس غلام قرضدار کو قرضخواہوں نے قرض معاف کر دیا پھر مالک نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نکریگا اور نہ نقصان لیگا اور اگر قبضہ نہ کیا ہو تو واپس کر سکتا ہی - بائع نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی اور اُسنے ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو ثمن ہبہ کر دیا تو مشتری عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ہبہ کیا تو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام کو فروخت کیا اور ثمن اُسکا مشتری کو ہبہ کیا یا اُسکو ثمن سے بری الذمہ کر دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو قبضہ سے پہلے واپس کر سکتا ہی اور بعد قبضہ کے واپس نہین کر سکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے

پانچوین فصل عیبون سے برائت کرنے اور اُن سے ضمانت کرنے کے بیان مین۔ عیبون سے بری کردینے کے ساتھ فروخت کردینا حیوان وغیرہ مین جائز ہی اور اس برائت مین وہ سب عیب داخل ہوجاتے ہین جنکا بائع کو علم نہین ہی اور جنکا علم ہی اور جنسے مشتری واقف ہی یا واقف نہین ہی اور ہمارے اماموں کا یہی قول ہی خواہ عیبون کی جنس بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو خواہ اُنکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس برائت کرنے سے ہر عیب سے جو بیع کرنے کے وقت مبیع مین موجود ہی یا جو اسکے بعد سپرد کرنے کے وقت تک پیدا ہو بائع بری ہو جاتا ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ جو بعد بیع کے پیدا ہوا اُس سے بری نہین ہوتا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہی بری ہی تو سب کے نزدیک بعد بیع کے پیدا ہونیوالے عیب سے بری نہوگا اور اسیطرح اگر کسی خاص قسم کے عیب کی تخصیص کرے تو صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہی اور بعد کو پیدا ہو بری ہی تو بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون نے اس بات مین اختلاف کیا کہ یہ عیب عقد کے بعد نیا پیدا ہوا ہی یا بیع کے وقت کا ہی تو اسکا حکم امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح سے مروی نہین ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ بائع کا قول معتبر ہوگا مگر اسطرح قسم لیکر کہ وہ اپنے علم پر قسم کھاے کہ یہ نیا پیدا ہوا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب برائت مطلق بیان کی تھی اور اگر برائت صرف بیع کے وقت کے عیبون سے تھی اور پھر اُنھون نے اسطرح اختلاف کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر دو گواہون نے کسی باندی کے مقدمہ مین ہر عیب سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک گواہ نے اسکو بدون برائت کے خرید کیا اور اُسمین کوئی عیب پایا تو واپس کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر دونون نے بھگوڑی ہونے سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک نے اُسکو خریدا اور اُسکو بھگوڑی پایا تو واپس کرسکتا ہی اور اگر دونون نے اس بات پر گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ مین اُسکے بھگوڑی ہونے سے بری ہوتا ہون پھر ایک گواہ نے اسکو خرید لیا اور بھگوڑی پایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر بائع نے ہر عیب سے برائت کرلی تو اسمین عیب اور بیماریان سب داخل ہوجائینگی اور اگر کل بیماریون سے برائت چاہی تو سب مرضون سے برائت ہوگی اور اسمین داغ اور زائد انگلی اور اُس زخم کا اثر جو اچھا ہوگیا ہی داخل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر ہر غائلہ سے برائت کرلی تو غائلہ کا لفظ چوری اور بھاگنے اور فسق و فجور کو شامل[1] ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر ہر سیاہ دانت سے برائت کرلی تو اُسمین سرخ اور سبز دانت بھی داخل ہوجائینگے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور اُسکے ہر قرحہ سے جو اُسمین موجود ہی بریت کرلی تو اُسمین وہ قرحہ جنسے خون جاری رہتا ہی داخل

[1] یعنے ایسی چیزون سے بری ہوگا ۱۲

ہو جائینگے اور ایسے زخمون کے نشان جو اچھے ہوگئے ہین داخل ہونگے اور داغ کے نشان داخل نہونگے کیونکہ داغ اور چیز ہے اور قرحہ اور چیز ہے اور اگر کہا کہ مین اسکے سر کے ہر آمہ۱؎ زخم سے بری ہون پھر ناگاہ اُسکے سر مین موضحہ زخم نکلے تو موضحہ سے بری نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے ہر حق سے جو تیری جانب ہے بری ہے تو اسمین عیوب داخل ہوجائینگے اور یہی مختار ہے اور درک داخل نہوگا (یعنی ضمان درک دینا چاہیے) یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہے کسی نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اُسمین ایک شگاف مشتری کو دکھلایا اور مشتری نے کہا کہ مین نے تجکو اس سے بری کیا پھر اسکے بعد مشتری بائع سے وہ کپڑا لینے آیا اور اُسکے شگاف کو دیکھکر کہا کہ یہ اتنا نہین ہے کہ جتنے سے مین نے تجکو بری کیا تھا وہ ایک بالشت تھا اور یہ ایک ہاتھ ہے تو اس باب مین قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر باندی یا غلام کے آنکھ کی سپیدی مین اسطرح اختلاف۲؎ ہوا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو ہر عیب سے جو اس مین موجود تھے بری کیا یا اُسکے عیبون سے بری کیا پھر مشتری نے کہا کہ یہ عیب بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو بھی اُسکا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجکو اس برص۳؎ کے عیب سے بری کیا پھر کہا کہ یہ وہ نہین ہے یہ تو بعد بری کرنے کے پیدا ہوا ہے تو بھی اُسی کا قول لیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے ہر عیب سے جو اسکی آنکھ مین موجود ہے برائت کر لی پھر ناگاہ وہ کانا نکلا تو بائع بری نہوگا اور اسیطرح اگر کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے جو اُسکے ہاتھ مین موجود ہے بری ہون پھر ناگاہ وہ ہاتھ کٹا ہوا پایا گیا تو بری نہوگا۴؎ اور اگر ایک اُنگلی یا دو اُنگلیان کٹی ہوئی ہون تو بری ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر دو انگلیان کٹا ہوا ہو تو وہ دو عیب ہین اور اُس سے بری نہوگا جبکہ برارت ہاتھ کے ایک عیب کے ساتھ ہو اور اگر تمام انگلیان مع آدھی ہتھیلی کے کٹی ہوئی ہون تو یہ ایک عیب ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر کہا کہ مین بری ہون ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہے مگر بھاگنا اُسکا پھر مشتری نے اُسکو بھگوڑا پایا تو بائع اُس سے بری ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہے بری ہون مگر بھاگنے سے تو مشتری کو واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ مین اسکے ہر شے جو اسمین موجود ہے شگاف کی قسم سے بری ہون اور اُس کپڑے مین بہت شگاف تھے کہ اُنکو سی دیا تھا یا پیوند کر دیا تھا یا رفو کر دیا تھا تو وہ ان سب سے بری ہوگا اور اسی طرح

۱؎ آمہ وہ زخم سر جو کھوپڑی کی ہڈی تک پہونچا ہوا اور موضحہ جس سے ہڈی کی سپیدی ظاہر ہو اسکی جمع مواضح ہے اور جس موضحہ مین پانچ اونٹ جرمانہ ہے وہ سر اور چہرہ کے ہین اور ان دونون کے سوا دیگر موضحہ مین عادل پنچون کے کہنے کے موافق جرمانہ ہوگا ۱۲ م ۲؎ کمی و بیشی ۱۲ ۳؎ سفید داغ ۱۲
۴؎ قولہ بری نہوگا کیونکہ ہاتھ ہی موجود نہین ہے ۱۲

اگر اُس مین شگاف آگ کے جلنے کے ہون یا عفونت[1] تو بھی وہ ان سب سے بری ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام اِس شرط پر خریدا کہ اُسمین ایک عیب ہے پھر اُسمین دو عیب پائے اور بسبب موت یا اُسکے مانند کے اُس غلام کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ اختیار بائع کو ہے اور امام محمد رح کہتے ہین کہ مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ دونون عیبون مین سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کرلے پس اُس غلام کو دونون عیبون کے ساتھ اندازہ کیا جاویگا اور پھر اسی غلام کو اُس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہین چاہتا ہے اندازہ کیا جاویگا پھر جو فرق ان دونون قیمتون مین ہو وہ لے لیگا اور اسیطرح اگر اُسنے تین عیب پائے اور اُسکے پاس ایک اور عیب پیدا ہوجانے کے سبب سے واپس کرنا ممکن نہ رہا تو تین عیبون مین سے جن دو عیبونکا نقصان چاہے واپس کرلے اور یہ امام محمد رح کے نزدیک ہے پس ایک بار اُس غلام کو اِس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہین چاہتا ہے اندازہ کیا جاوے اور ایک بار اُس غلام کو مع تینون عیبونکے اندازہ کیا جاوے اور جو کچھ فرق ان دونون قیمتون مین ہو وہ واپس لیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام اِس شرط پر خریدے کہ ایک انمین کا عیب دار ہے پھر ایک کو عیب دار پایا تو اُس کو واپس نہین کرسکتا ہے اگر ایک مین دو عیب پائے تو اُسکو واپس کرسکتا ہے اور اسیطرح اگر ہر ایک مین ایک عیب پایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہے اور اس صورت مین ایک بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر قبضہ سے پہلے ایسا پایا تو دونونکو ایک ساتھ واپس کردے اور اگر قبضہ کرچکا ہے تو مشتری جس ایک کو چاہے واپس کردے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے پس اُنکے نزدیک خیار مشتری کو حاصل ہے پس اگر اُسنے ایک غلام پر قبضہ کیا اور اُسمین کوئی عیب معلوم نہوا پھر دوسرے غلام پر عیب جانکر قبضہ کیا پھر جس غلام پر پہلے قبضہ کیا تھا عیب دار پایا تو اُسکو اختیار ہے کہ جس ایک کو چاہے واپس کردے پس اگر اُسنے اس غلام کے واپس کرنیکا قصد کیا کہ جسپر عیب جانکے قبضہ کیا تھا اور بائع نے کہا کہ تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہے کیونکہ تو نے اسکا عیب جانکر اسپر قبضہ کیا پس تو اسکے عیب پر راضی ہوچکا ہے تو بائع کے کلام پر التفات نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے دونونکا عیب جانکر پھر دونونپر قبضہ کیا یا ایک پر قبضہ کیا تو ایسا قبضہ دونون کے اختیار کرنے مین شمار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک چیز اِس شرط پر فروخت کی کہ مین ہر ایک عیب سے بری ہون تو ایسا کہنا اُس غلام کے اندر عیب ہونیکا اقرار کرنا نہین ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے ایک یا دو عیبون سے بریت کی شرط لگائی تو یہ بریت اُس عیب کے موجود ہونے کے اقرار مین شمار ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ اگر کسی نے دو غلام اِس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ہر عیب سے بری ہے اور دونون مشتری کو سپرد کردیے پھر ایک کا کوئی شخص حقدار پیدا ہوا اور مشتری نے دوسرے مین عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا پس دونون غلامونکو صحیح و سالم مانکر ثمن اُن دونون پر تقسیم کیا جائیگا پس جو غلام کہ حقدار نے لے لیا ہے جب اُسکا حصہ معلوم ہوچکا تو اُسیقدر مشتری بائع سے واپس کریگا

[1] قولہ عفونت یعنے گل جانا ۱۲ م

اور اگر دو غلام ایک ہی ثمن میں اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہی پھر دونوں میں سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام میں کہ جسکے ایک عیب سے برائت ہو چکی ہی ایک عیب پایا تو ثمن دونوں پر تقسیم کیا جائیگا اس طرح کہ جو غلام حقدار کو گیا اسکی قیمت صحیح و سالم کی اور اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونوں قیمتوں پر ثمن تقسیم کیا جاوے پس جب اُس غلام کا حصہ معلوم ہو جاوے جو حقدار نے لیا ہی تو اسیقدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اسمین کوئی عیب نہیں ہی ولیکن ایک عیب سے اُسنے بریت کر لی اور مشتری نے اسی شرط پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر اسمین دو عیب پائے اور کسی سبب سے اُسکا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اُس غلام کے صحیح و سالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اُس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتدا ءً غلام میں یہ نہ کہا تھا کہ اسمین کوئی عیب نہیں ہی کیونکہ ایسی صورت میں اُس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگا کر اُسکے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہی اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں چند عیب پائے تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہوگا پس اگر اُسکے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلے تو اُسکا حصۂ ثمن مشتری واپس کر لیگا پس دونوں کو بے عیب مانکر ثمن اُنپر تقسیم کیا جائیگا اور اگر دونوں کو اس شرط پر خریدا کہ بائع ایک کے سر کے تین زخموں سے بری ہی پھر مشتری نے ایک کے سر میں تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہوا پس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخموں کے ساتھ ثمن دونوں پر تقسیم کیا جاوے اور مستحق کا حصۂ ثمن مشتری بائع سے واپس کر لیوے) یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور تیسرا شخص اُسکے عیبوں کا مشتری کے لیے ضامن ہو گیا پھر مشتری نے اُسمین کچھ عیب پاکر واپس کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے قیاس میں ضامن پر ضمانت نہوگی اور یہ عہدہ[1] پر ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ عیبوں کا ضامن ہی اور یہ مثل ضمانت درک کے ہی استحقاق میں اور اسیطرح اگر مشتری کیواسطے کسی شخص نے چورایا ہوا ہونے اور آزاد ہونیکی ضمانت[2] کی پھر مشتری نے اُسکو آزاد یا چورایا ہوا پایا تو ضامن سے ضمانت لیگا اور اسیطرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونیکی ضمانت کی پھر مشتری نے اُسکو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا ثمن لے لیگا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مر گیا اور بائع پر نقصان عیب واپس کرنیکا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور مشتری کو بقدر حصۂ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رح

---

[1] یعنی بیع کا عہدہ بائع پر ہی وہی اسکا عہدہ دار ہوگا نہ ضامن اور واضح ہو کہ ضمان درک کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص مشتری کے واسطے ضامن ہو کہ جو حادثہ بعد بیع کے بیع میں پیدا ہوگا اسکا میں ضامن ہوں ۱۲ منہ

[2] یعنی یہ غلام مسروقہ یا آزاد نہیں ہی اُسکا میں ضامن ہوں ۱۲ م

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ یہ جائز ہی پس اگر ثمن مین کوئی عیب پاوے تو بائع کو واپس کرے کہ اسکو اختیار ہوگا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن ضامن سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی

چھٹی فصل - عیبون سے صلح کرنیکے[۱] بیان مین امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر کوئی غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکا ثمن ادا کر دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری کے ساتھ فروخت (یعنے ثمن دین ہی۱۲) کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درم شمرده فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دیدے تو یہ صلح جائز ہی اور اگر عیب سے (یعنے صلح بانکار ۱۲) ایک دینار پر صلح کی پس اگر اس دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہی اور ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مشتری نے اُس غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن (یعنے صلح باقرار ۱۲) نقد لے لیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُسکے بائع نے اس عیب سے چند درہمون پر صلح کی تو جائز نہین ہی پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مر گیا اور اُسنے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزون سے غیر معین ہو اور ناپ یا تول بیان کر دی جاوے اور دونون قبضہ کر لین پھر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور (یعنے دین ہوا ۱۲) بائع سے صلح کر لے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہو تو یہ استیفا ہی استبدال نہین ہی پس صلح جائز ہو گی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہی خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہی پس جہان افتراق عین بدین پایا جاوے جائز ہی اور جس موقع پر افتراق دین بدین ہو وہان جائز نہین ہی اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزون مین سے معین ہو اور دونون قبضہ کر لین اور پھر کسی قدر ثمن پر اُسکی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ میعادی ہو یا نقد ہو جائز ہی بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہی وہ تلف ہو چکا ہو اور اگر وہ تلف نہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن میعادی پر صلح جائز نہین ہی اور فی الحال ادا کرنیکی صورت مین جائز ہی بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا وہ معین ہو یہ محیط مین لکھا ہی - اور عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہی پس جو کچھ بائع سے اُسکے بدلے لیا ہی یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہی - وہ اُسکو واپس کر دیگا جبکہ اُسکی ملک مین زائل ہو جائے اور اگر اُسکی ملک سے نکل جانے کے بعد زائل ہو تو واپس نہ کریگا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب سے

سلہ[۱] واضح ہو کہ عیب سے صلح کرنے مین یا تو بائع عیب سے منکر ہوگا یا مقر ہوگا اور ثمن یا غیر معین یعنی دین ہوگا جیسے درم و دینار اور کیلی و موزون غیر معین یا ثمن معین ہوگا جیسے کیلی و موزون معین وغیرہ اور صلح یا ثمن کے موجود ہونے کی صورت مین واقع ہوئی یا بعد تلف ہونیکے واقع ہوئی اور علی ہذا القیاس مثمن کی جانب سے اور بدل صلح یا نقد دینا ٹھہرایا یا میعادی اور افتراق بدل الصلح پر قبضہ سے پہلے ہوا یا بعد اور صلح یا ثمن کے بعض حصہ کے واپس کرنے پر ٹھہری یعنی کم کر دینے پر یا دوسری چیز خواہ نقد یا جنس یا میعادی ٹھہری اور انھین وجوہ کے باہم اختلاط کی صورتین و مسائل اس فصل مین ہین

ایک درم پر صلح کی تو جائز ہے اگرچہ اُس میں کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کہا کہ مین نے تجھسے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر مشتری نے باندی کی آنکھ مین عیب لگایا اور بائع نے اُسکی آنکھ پر کچھ دے کر صلح کر لی تو جائز ہی اگرچہ عیب کا ذکر نہ کیا ہو اور محل عیب کا ذکر کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسوان حصہ گھٹا دے اور کوئی اجنبی بعوض گھٹائے ہوئے کے ماسوا[1] کے لیوے اور اجنبی اسپر راضی ہو گیا تو جائز ہی اور مشتری کا گھٹانا جائز ہے بائع کا جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے کپڑا دھلایا پھر وہ پھٹا ہوا پایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ وہ دھوبی کے پاس کا ہے یا بائع کے پاس کا پھر باہم اس طرح صلح کر لی کہ ایک درم دھوبی دے اور ایک درم بائع اور مشتری اس کپڑے کو قبول کرے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر باہم اس بات پر صلح قرار پائی کہ ایک درم دھوبی دے اور ایک درم مشتری اور بائع اسکو قبول کرے تو بھی جائز ہے بعض نقہائے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے اور مراد یہ ہی کہ دھوبی پہلے ایک درم مشتری کو دے پھر مشتری اُسکو بائع کو دے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور فتاوی فضلی رحمہ اللہ مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس مین کوئی عیب پایا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ بائع اسقدر درم ادا کرے اور باندی کو مشتری لے لے تو صلح جائز ہی اور اگر دونون نے اس طرح پر صلح کی کہ مشتری اسقدر درم ادا کر دے اور باندی کو بائع لے لیوے تو جائز نہین ہے لیکن اگر مشتری اُس باندی کو اُسکا پورا ثمن ادا کرنے کے بعد اُس سے کم ثمن پر بائع کے ہاتھ فروخت کر دے تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور ایسا ہی فتاوی قاضی خان مین ہے - کسی نے ایک کپڑا خرید کر اُسکی قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ اس مین کوئی عیب پایا اور بائع نے اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس کا ہی پھر بائع نے اس طور پر صلح کی کہ مین اس کپڑے کو لیے لیتا ہون اور ثمن مین سے مشتری مجھسے کم لے تو یہ جائز ہی اور ثمن سے جسقدر بائع کے پاس رہ گیا وہ بمقابلہ اُس نقصان کے شمار کیا جاویگا جو مشتری نے کپڑے کے قطع کرانے مین کر دیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کتاب اصل مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اُسپر قبضہ کر لیا اور پھر اُس مین کچھ عیب لگایا اور پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ باندی کو بائع لے لے اور مشتری کو انچاس دینار واپس کرے تو صلح کرنا جائز ہے اور ایک دینار جو بائع نے لے لیا اس مین لحاظ کیا جائیگا کہ اگر بائع یہ اقرار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہی تو امام ابو حنیفہ[رح] اور امام محمد[رح] کے نزدیک وہ دینار اسکو حلال نہوگا اور مشتری کو واپس کر دینا واجب ہی اور امام ابو یوسف[رح] کے قیاس پر واپس کرنا واجب نہین ہی اور اگر بائع اس بات سے منکر تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہی بس اگر وہ عیب ایسا ہی کہ اُسکا مثل نہین پیدا[2] ہو سکتا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو

---

[1] یعنے بعد گھٹانے کے جو ثمن باقی رہا وہ دے کرے لے ۱۲ [2] جیسے زائد اُنگلی ۱۲

بالاتفاق یہ دینار بائع کو حلال ہے اور اگر بائع نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ چپ رہا تو چپ رہنا اور انکار کرنا دونوں کا حکم ایک ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑا لیا اس شرط سے کہ وہ باندی پھیر لینا قبول کرے اور مشتری کو پورا ثمن واپس کردے تو یہ صورت اور ایک دینار باقی رکھنا دونوں برابر ہیں اور اگر بجائے کپڑے کے کچھ درہم ہوں پس اگر اسی مجلس میں اُن درہموں پر قبضہ ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ درم میعادی ادا کرنے کے تھے تو کسی وجہ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع صرف ہے اور اگر بجائے درم کے کچھ طعام تھا کہ جس کا وصف بیان کرکے اُسکے ادا کرنے کی مدت قرار پائی تھی درحال یہ کہ بائع اس بات سے انکار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہے اور دونوں نے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا اور عیب ایسا ہے کہ جس کا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو طعام باطل ہو گیا کیونکہ یہ معاوضہ دین کا دین سے ہے اور ثمن کے دینار اُس باندی صحیح کی قیمت پر اور اُسکی عیب دار قیمت پر تقسیم کیے جاوینگے اور جس قدر ثمن باندی کے مقابل آوے گا اسقدر مشتری کو واپس کردیگا اور جو کچھ نقصان کے مقابل آوے وہ رکھ لے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس میں قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی بیع کے ساتھ زیادتی میں شمار ہوگی تو وہ ثمن کہ جس سے غلام خریدا ہے وہ غلام اور باندی دونوں کی قیمت پر تقسیم ہوگا یہانتک کہ اگر ایک میں کوئی عیب پاوے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض[1] واپس کردیگا اور اگر یہ صلح مشتری کے غلام پر قبضہ کرنے کے بعد واقع ہوئی تو باندی عیب کے بدلے شمار ہوگی یہانتک کہ اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو ثمن میں سے جو حصہ غلام کے عیب کے عوض ہے اسقدر پر باندی واپس کردیگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحؒ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے اُس میں کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لیکر عیب سے صلح کرلی اور دونوں پر مشتری نے قبضہ کر لیا پھر دونوں غلاموں میں سے ایک کا کوئی حقدار نکلا تو جو غلام کہ حقدار نے لیا اُسکا حصہ ثمن مشتری واپس کرلیگا گویا اُسنے دونوں غلاموں کو ایکبار خریدا ہے اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر اُس میں کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لیکر صلح کی اور ثمن ادا کردیا پھر خریدے ہوئے غلام کا کوئی حقدار پیدا ہوا تو دوسرے غلام کی صلح باطل ہو جائیگی یہ محیط میں ہے اور ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک مہینہ تک اپنی حاجت کے واسطے بائع کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط پر عیب سے صلح کی تو جائز ہے اور فقہانے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شہر کے اندر اُسکے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط کی ہو اور اگر شہر سے باہر سوار ہونے کی شرط کی یا شہر کے اندر یا باہر کا ذکر نہ کیا مطلق صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مشتری کے پاس سے بیع کسی اُسکے حق دار نے لے لی اور اُس نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اُس کے بائع نے کچھ قلیل مال پر صلح کی تو اس بائع کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے پورا ثمن واپس کرلے یہ فتاوی صغری کے

[1] قولہ عوض الخ اور اسکے معلوم کرنیکی یہ صورت ہے کہ غلام کی قیمت سالم اور قیمت عیب دار پر ثمن تقسیم کیا جاوے جسقدر فرق ہو وہی حصہ عیب ہے تو یہی باندی کی قیمت ہوئی ۱۲ م

مسائل استحقاق مین لکھا ہی کسی مشتری نے باندی کے اندر عیب ہونے کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا پھر کسی قدر مال لیکر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اس عیب سے بری کرے پھر یہ معلوم ہوا کہ اُس باندی مین یہ عیب نہ تھا یا تھا لیکن وہ اس عیب سے اچھی ہو گئی تو بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے وہ مال جو اُسنے صلح کے بدلے دیا ہی واپس کرلے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اگر کسی مشتری نے باندی کی آنکھ مین سپیدی ہونے کا عیب لگایا اور بائع کے ساتھ اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری اُسکو ایک درم کم دیوے تو جائز ہی پھر اسکے بعد اگر سپیدی جاتی رہی تو درم بائع کو واپس کردے گا اور اسی طرح اگر باندی کے حمل ہونے کا عیب لگایا اور بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ ایک درم کم دیوے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکو حمل نہ تھا تو مشتری پر درم واپس کرنا واجب ہی اور اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اُسکو کسی کے نکاح مین پایا اور بائع کو واپس دینا چاہا اور بائع نے کچھ درم دیکر اس سے صلح کرلی پھر باندی کے شوہر نے اُسکو طلاق بائن دیدی تو مشتری کو وہ درم واپس کردینا واجب ہین یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُسکی قمیص قطع کرائی اور اُسکو سلایا پھر اُسکے بعد خواہ فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہانتک کہ اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا یا عیب ظاہر ہونے کے بعد اُسکو فروخت کردیا پھر اس عیب کے عوض چند درم لیکر صلح کرلی تو صلح جائز ہی اور اسی طرح اگر اُسکو سُرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہانتک کہ عیب سے صلح کرلی تو بھی جائز ہی اور اگر اسکو قطع کرایا اور نہ سلایا یہانتک کہ اُسکو فروخت کردیا پھر عیب سے صلح کرلی تو صلح صحیح نہین ہی اور سیاہ رنگنا امام اعظمؒ کے نزدیک فقط قطع کرنے کے مانند ہی اور صاحبین کے نزدیک قطع کرنے اور سلانے کے مانند ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے ایک گدھا خریدا اور اُس مین کوئی قدیمی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا پھر دونون مین ایک دینار پر صلح کرادی گئی پھر اُس مین دوسرا عیب پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ گدھا مع دینار کے واپس کردے یہ قنیہ مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک کر گیہون دس درم کو خریدے اور کر پر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ کر مین اتنا عیب پایا کہ دسوین حصہ کا نقصان پڑتا تھا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس عیب کے عوض ایک کر جو معین دینے پر اس سے صلح کی تو یہ جائز ہی اور یہ جو نقصان عیب کے عوض ہونگے اور اگر کر جو کا غیر معین ہو اور اُسکا وصف بیان کرکے اُسکی میعاد مقرر کی جاوے تو صلح باطل ہی کیونکہ یہ صورت بمنزلہ ایسی بیع سلم کی صورت کے ہی کہ جس مین راس المال ادا نہ کیا گیا ہو پس اگر اُسنے دسوان حصہ ثمن کا دیدیا اور کہا کہ یہ ایک کر جو کا حصہ ہی تو جائز ہی اور جو سلم مین ہو جاوینگے اور اسیطرح اگر اُسکو پورا ثمن دیدیا تو بھی جائز ہی اور اگر اُسکو دسوان حصہ ثمن کا دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ حصہ جو کا ہی تو جو کچھ ادا کیا ہی وہ منجملہ ثمن کے ہوگا تو دسوان حصہ کر شعیر کا ثابت ہوگا اور نو دسوین[۱] حصہ باطل ہو جاوینگے یہ محیط مین لکھا ہی

[۱] قال المترجم وذلک لانہ لما جعل النقد من جملۃ الثمن ای عشرہ صار ما ادی من کر الشعیر عشرہ لان کل درہم من العشرۃ عشر الثمن وفیما عشر الدرہم وہو حصۃ الشعیر فیکون فی درہم واحد عشر من الشعیر فیثبت قدر ما ادی علی وجہ المسلم ویطل الباقی لانہ صار بمنزلۃ سلم لم یدفع راس مالہ فلیتامل ۱۲ منہ

ساتوین فصل وصی اور وکیل اور مریض کی بیع و شری کے بیان مین اگر وصی نے میت کا مال فروخت کیا تو اُسکا عہدہ اُسکے ذمہ ہی اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کیا جاویگا - اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ثمن ادا کرنے سے پہلے (ضمان درک ۱۲) اُس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری سوا ے ثمن کے ایک ہزار درم کا قرضدار ہوکر مرگیا اور سوا ے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اُس غلام مین کچھ عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کر دیا تو قرضخواہ اُس تصرف کو نہین توڑ سکتا ہی اور وصی بائع سے آدھا ثمن لیکر قرضخواہ کو دے گا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اُسنے اقالہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہانتک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرضخواہ کے قرض سے واقف ہوا تو اُسکو واپس نہ کر دے گا بلکہ فروخت کر کے ثمن دونون کو تقسیم کر دیگا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہوگا نہ قاضی کی بیع کر دینے سے پہلے اور نہ اُسکے بعد اور اگر قاضی واقف نہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب مین جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کر دے گا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہو جائے گا پس اگر دوسرے قرضخواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جس کو غلام واپس دیا گیا ہی مختار کیا جائے گا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرضخواہ کو غلام کا آدھا ثمن دیدے پس ثمن دونون کے درمیان آدھا آدھا ہو گیا اور چاہے تو واپسی کو توڑ دے اور وہ غلام وصی واپس کر دے تاکہ دونون کے قرضہ مین فروخت کیا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پس اگر قاضی کے واپس کر دینے کے بعد غلام مر گیا ہو یا اُس مین کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہو گیا ہو یا اُسنے اُسکو آزاد دیا مدبر کر دیا ہو یا باندی کی صورت مین اُسکو ام ولد بنا لیا ہو تو بائع کو آدھا ثمن ادا کرنا متعین ہوکر ضرور ہوگا پس اگر غلام کی قیمت واپسی کے دن اُسکے ثمن سے اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ ایسا ٹوٹا اُٹھاتے ہین تو وہ عفو کر دی جائیگی اور اگر اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ اُسکو نہین اُٹھاتے ہین تو عفو نہ کیجاوے گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے ایک غلام اپنے صحت مین ہزار درم کو خریدا اور غلام پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ بیمار ہوا اور اُسپر ایک ہزار درم قرض تھے پھر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے واپس کیا یا بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور اُسنے اقالہ کر لیا پس اگر مشتری اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو جو کچھ اُس نے کیا ہی سب صحیح ہوگا اور اگر مرض سے اچھا نہوا اور مر گیا اور غلام کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر یا اُس سے کم ہی اور سوا ے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو اُسکا حکم بھی مثل وصی کی صورت کے ہوگا کہ جب اُسنے غلام قاضی کے بدون حکم کے واپس کر دیا تھا یا اُسنے بیع کا اقالہ کر دیا تھا اور غلام کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر یا اُس سے کم تھی - اور اگر بائع نے غلام کو قبول نہ کیا یہانتک کہ مشتری نے اپنے مرض کی حالت مین قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی غلام کو واپس کر دیگا خواہ دوسرے قرضخواہ کے قرض سے واقف ہو یا نہو پس اگر مشتری اپنی بیماری مین وہ غلام بائع کو واپس کرنے کے بعد مر گیا تو اُسکا حکم مثل وصی کی اس صورت کے حکم کے ہی کہ

جب اُسنے عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے غلام واپس کیا تھا اور قاضی دوسرے قرضخواہ کے قرض سے واقف نہوا تھا لیکن اتنا فرق ہی کہ اس صورت مین اگر غلام کی قیمت اُسکے ثمن سے زیادہ ہوگی تو بائع مختار نہ رہے گا بلکہ واپسی توڑ دیجائیگی اور غلام فروخت کر دیا جائیگا اور اُسکا ثمن دونون کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر بائع نے کہا کہ مین غلام لیئے لیتا ہون اور آدھی قیمت دیتا ہون تاکہ محاباۃ[1] رفع ہو تو یہ اختیار اُسکو نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی بیع کرنے کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی پھر اُس سے عیب کے باب مین جھگڑا کیا گیا اور اُسنے بیع کو بدون حکم قاضی کے قبول کیا تو بیع وکیل کے ذمہ پڑے گی اور موکل کے ذمہ نہوگی اور بیع وکیل کی ہوجائیگی اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مؤکل سے جھگڑا کرے اور اگر اس مین جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب مؤکل کے پاس کا ہی تو اُسکے گواہ قبول نہ کیے جائینگے اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ وہ عیب ایسا ہو کہ جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہی اور اگر وہ عیب قدیمی ہو کہ جسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہی تو عامۂ روایات بیوع و رہن و وکالت و ماذون مین یہ مذکور ہی کہ وہ وکیل کے ذمہ پڑے گی اور یہی صحیح ہی اور اسی کو فقیہ ابو بکر بلخی نے لیا ہی - اور اگر یہ واپس کرنا قاضی کے حکم سے تھا پس اگر گواہ کے ساتھ تھا تو مؤکل کو لازم ہوگی خواہ عیب قدیمی ہو یا حادث ہو اور اگر واپسی کا حکم وکیل کے قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ہو تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہی اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس کی گئی پس اگر وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہی تو یہ واپسی مؤکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسا عیب تھا کہ جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی اور وکیل کو یہ اختیار ہوگا کہ مؤکل سے جھگڑا کرے پس اگر وکیل نے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ یہ عیب مؤکل کے پاس کا ہی تو وہ شئے قاضی مؤکل کو واپس کر دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر وکیل کے پاس گواہ نہون تو اسکو اختیار ہی کہ مؤکل سے قسم لیوے پس اگر وہ قسم سے باز رہا تو قاضی اُسکو واپس کر دے گا اور اگر اُسنے قسم کھا لی تو وہ شئے وکیل کے ذمہ پڑیگی اور یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ وکیل آزاد اور عاقل ہو اور اگر مکاتب یا ایسا غلام ہو کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا جھگڑا انھین دونون کے ساتھ رہے گا اور وہ دونون اپنے مولے پر رجوع نہین کر سکتے ہین ولیکن وہ غلام کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی اس ثمن کے عوض فروخت ہوگا اور مکاتب کے ذمہ قرض لازم ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہی - عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار وکیل کو ہی اور اسی کو واپس بھی دیا جائیگا تا وقتیکہ وہ زندہ اور اتنا عاقل ہو کہ عہدۂ وکالت لازم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس عہدہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسطرح کہ مجور غلام ہو یا لڑکا مجور رہو تو مؤکل کو واپس کیا جائیگا پس اگر وکیل اس عہدہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ مر گیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوڑا تو مؤکل کو واپس کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے شخص کے غلام کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے آپ کو اپنے مالک سے میرے

---

[1] یعنی واپسی مین جو محاباۃ لازم آتی ہی کہ زیادہ قیمت کی چیز بعوض کم ثمن کے واپس ہوتی ہے ۱۲ منہ

واسطے ہزار درم کو خرید اُسنے کہا کہ اچھا پس وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ مجھکو میرے ہاتھ فلان شخص کے واسطے ہزار درم کو فروخت کر دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو وہ غلام حکم کرنے والے کا ہوگا پس اگر اُس نے غلام مین کوئی عیب پایا اور بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر غلام کو اپنے آپ کو خریدنے کے دن یہ عیب معلوم تھا تو اُسکی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر غلام کو معلوم نہ تھا تو حکم کرنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور وہی غلام اُس مین والی خصومت ہوگا اور خود غلام کو بدون حکم کرنے والے کی رائے دریافت کرنے کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی باندی مؤکل کے واسطے خریدی اور اُسکو مؤکل کے سپرد نہ کیا یہانتک کہ اس مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے خواہ مؤکل حاضر ہو یا غائب ہو اور مؤکل کو سپرد کر دینے کے بعد اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے لیکن اگر مؤکل حکم کر دے تو ہو سکتا ہے پس اگر پہلی صورت مین بائع نے یہ دعوے کیا کہ مؤکل اس عیب پر راضی ہوگیا ہے اور مؤکل وہان موجود نہ تھا اور بائع نے وکیل یا مؤکل کی قسم طلب کی تو ہمارے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور جبکہ وکیل سے قسم نہ لی گئی اور وکیل نے باندی بائع کو واپس کر دی پھر مؤکل حاضر ہوا اور اپنے رضامند ہونے کا دعوی کیا اور باندی کو بائع کے پاس سے واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور اگر بائع نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کئے تو اُسکے گواہ قبول کیے جاوینگے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ مؤکل عیب پر راضی ہوگیا ہے تو اُس کا اقرار صحیح ہے یہانتک کہ اُسکو جھگڑا کرنے کا حق باقی نہ رہیگا کذا فی فتاوی قاضی خان - اور اگر وکیل نے یہ اقرار کیا کہ مؤکل نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو اُسکے اقرار کی اُس کی ذات پر تصدیق کیجاویگی اور بیع اُس کے ذمہ پڑیگی لیکن اگر مؤکل لینے پر راضی ہو جاوے یا اس بات پر گواہ قائم ہون کہ مؤکل نے بائع کو عیب سے بری کیا تو مؤکل کو لازم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور اگر اس مسئلہ مین خرید کے وکیل کی جگہ عیب مین خصومت کرنے کا وکیل ہو اور بائع دعوے کرے کہ مشتری عیب پر راضی ہوگیا ہے تو وکیل کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہان تک کہ مؤکل خود حاضر ہو کر قسم[ف۱] کھاوے یہ محیط مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اُسکو مؤکل کے سپرد کر دیا اور مؤکل نے اُس مین کچھ عیب پایا تو وکیل کو واپس کر دے پھر وکیل بائع کو واپس کریگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اُس مین قبضہ سے پہلے کچھ عیب پایا اور بائع کو عیب سے بری کر دیا تو جائز ہے اور بیع مؤکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد ایسا کیا تو بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ مؤکل کو کذا فی الخلاصہ جس شخص نے وکیل سے خریدا ہو وہ عیب کی وجہ سے وکیل ہی کو واپس کریگا اگرچہ ثمن مؤکل کے پاس پہونچ گیا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی ایسا غلام خریدا جسکے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا پھر قبضہ سے پہلے اُسکے عیب پر واقف ہوا

ف۱ کہ مین راضی نہین ہوا ۱۲

تو وکیل کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پس اگر اُسنے واپس کر دیا تو واپس ہو جائیگا اور اگر عیب پر راضی ہو گیا پس عیب اگر تھوڑا ہو تو بیع موکل پر نافذ ہو گی اور اگر بہت ہو تو وکیل کے ذمہ ہو گی اور یہ استحسان ہی ولیکن اگر موکل راضی ہو جاے تو بیع کا نفاذ اُسی پر ہو گا یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے موافق اگر مبیع مع عیب کے اس قدر ثمن کے جس کے عوض خریدی گئی ہی برابر ہوا ور وکیل اُسپر راضی ہو جاوے تو مبیع موکل کے ذمہ پڑے گی اور زیادات مین ہی کہ اگر قبضہ سے پہلے وکیل عیب پر راضی ہو گیا تو مبیع موکل کو لازم ہو گی اور اگر قبضہ کے بعد راضی ہوا تو وکیل کے ذمہ پڑے گی موکل کو لازم نہو گی اور اُس مین تفصیل تھوڑے عیب اور بہت کی مذکور نہین ہے اور صحیح وہ ہی کہ جو منتقی مین مذکور ہی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر موکل نے عیب دیکھنے کے بعد وکیل سے کہا کہ مین اس عیب پر راضی نہین ہوتا ہون پھر وکیل اُس پر راضی ہو گیا تو موکل کو اختیار ہی کہ مبیع اُسکے ذمہ ڈالے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوڑا ہی اور یہ معلوم نہوا کہ وکیل کا یہ اقرار وکیل ہونے سے پہلے ہی یا اُسکے بعد ہی پھر اُسنے غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر وہ شخص وکیل کی گفتگو پر مطلع ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ وکیل کو واپس کر دے اور وکیل اپنے موکل کو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر مشتری نے وکیل کا یہ اقرار کہ یہ غلام بھگوڑا ہی بیع کرنے سے پہلے سُنا تھا پھر وہ غلام اُس سے خرید کیا تو اُسکو یہ اختیار نہو گا کہ وکیل کو واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر وکیل سے خرید کرنیوالے شخص نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اپنا ثمن وکیل سے لیگا اگر اسکو ادا کر چکا ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہی تو موکل سے لیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُس مین عیب پایا اور اُسکو پہلے مشتری کو واپس کر دیا پس اگر اُس نے قبضہ سے پہلے قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی سے واپس کیا ہی تو پہلے مشتری کو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا تھا پھر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر یہ واپسی بقضاے قاضی بگواہان ہو یا پہلے مشتری کے قسم سے انکار کرنے پر یا عیب کے اقرار کرنے پر واقع ہوئی تو پہلے مشتری کو واپس کر دینے کا اختیار ہو گا بشرطیکہ یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عیب پہلے بائع کے پاس کا ہی اور بقضاے قاضی باقرار عیب کے معنی یہ ہین کہ مشتری اول نے اقرار سے انکار کیا پھر وہ اقرار بگواہ ثابت کیا گیا اور اگر اُسکو پہلے مشتری کی رضامندی سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی اور صحیح قول یہ ہی کہ جو عیب ایسے ہین کہ پیدا ہو سکتے ہین جیسے مرض وغیرہ اور جو عیب کہ نہین پیدا ہو سکتے ہین جیسے زائد انگلی دونون کا حکم یکسان ہی یہ کافی مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُسکو کسی شخص سے بیع سلم ٹھہرائی پھر قبضہ سے پہلے دونون جُدا ہو گئے پھر اُس دار مین کوئی عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ دار اپنے بائع کو واپس کر دے اور

اگر دونون جدا نہوے اور ان دونون نے بیع سلم توڑدی تو بھی اُسکو یہ اختیار ہی کہ بائع کو واپس کردے اور یہ حکم ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے عقار کی بیع اُنکے نزدیک ناجائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر اسے سَو دینار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر دوسرے مشتری نے اپنے بائع سے ملاقات کرکے پچاس دینار ثمن مین زیادہ کردیے اور زیادتی صحیح ہوئی اور مشتری نے وہ زیادتی بائع کو دیدی پھر دوسرے مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اسی بائع کو واپس کردیا تو اپنا ثمن اور زیادتی واپس کرلے اور پہلے مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے بائع کو واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر بائع اور مشتری دونون نے دوبارہ از سرِ نو پہلے ثمن سے کم یا زیادہ پر بیع کی پھر اُسکو عیب کیوجہ سے واپس کیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کرے خواہ یہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا ہوسکتا ہے یا نہین ہوسکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر دوسرے مشتری نے ثمن مین ایک معین اسباب بڑھایا پھر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے پہلے مشتری کو واپس کردیا تو پہلا مشتری پہلے بائع کو واپس کرسکتا ہی اور اگر دوسرے مشتری نے غلام مین کوئی عیب نہ پایا لیکن وہ اسباب دوسرے بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہوگیا اور قیمت اسباب کی پچاس دینار تھی تو ایک تہائی غلام کا عقد بیع ٹوٹ جائیگا اور یہ تہائی دوسرے بائع کی ملک مین آجائیگی پس اگر دوسرے مشتری نے اسکے بعد غلام مین کوئی عیب پایا اور باقی دو تہائی قاضی کے حکم سے دوسرے بائع کو واپس کردیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار ہی کہ وہ غلام اسی عیب کی وجہ سے پہلے بائع کو واپس کردے اور اگر وہ اسباب تلف نہوا ولیکن مشتری نے تہائی غلام مین بیع کا اقالہ کرلیا پھر باقی مین عیب پایا تو دوسرا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کرسکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کرلیا اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور قسم کھالی اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کرلیا اور غلام کو اپنے پاس رکھا پھر غلام مین کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے - تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کیا اور قسم کھالی اور دوسرے مشتری سے قسم نہ کھلائی پھر غلام مین کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے تو اسکو اختیار نہین ہی کہ بائع اول کو واپس کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور مشتری کو جب یہ بات معلوم ہی کہ وہ بیع کے دعوی کرنے مین صادق ہی تو اُسکو اپنا یہ معاملہ اللہ کے نزدیک سمجھکر واپس کرنے کی گنجایش نہین ہی لیکن اگر اُسنے اس بات کا عزم کیا کہ مین اگر کبھی گواہ بھی لاؤن گا تو بھی دوسرے مشتری سے جھگڑا نہ کرونگا تو اللہ کے نزدیک بھی اُسکو واپس کرنے کی گنجایش ہی - یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اسی صورت مین

اگر دوسرے مشتری نے بیع واقع ہونیکی تصدیق کی پھر کہا کہ وہ بطور تلجیہ کے تھی یا اس مین خیار شرط یا خیار رویت تھا یا وہ بیع فاسد تھی کہ ٹوٹ گئی تو بھی پہلا مشتری عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر سکتا ہی اور اگر بیع کے اقرار کے بعد دونون نے اسبات کی تصدیق کی کہ اس بیع کے ساتھ خیار کی شرط تھی پھر اُسکو خیار والے نے توڑ دیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر دونون نے قاضی کے سامنے بیع کا اقرار کیا پھر دونون اپنے اس اقرار سے یون پھر گئے کہ ہم نے کچھ اقرار نہین کیا ہی تو قاضی ان دونون کا انکار بیع کے فسخ مین شمار کریگا یہانتک کہ اگر دوسرا مشتری غلام کو اپنے پاس رکھنے یا آزاد کرنیکا ارادہ کرے تو صحیح نہوگا اور دوسرا بائع پہلے بائع کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ فلان شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مشتری نے یہ غلام اس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ہی اور وہ شخص موجود تھا ولیکن دونون خرید فروخت سے انکار کرتے تھے تو پہلا مشتری واپس نہین کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام بارہ دینار کو چکایا اور بائع نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے وہ تجھکو ہبہ کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر کے بارہ دینار بائع کو ہبہ کر دیے اور اُسنے اپنے قبضہ مین لے لیے پھر مشتری یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہی اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے کذا فی القنیہ

نوان باب اُن چیزون کے بیان مین جنکی بیع جائز ہی اور جنکی بیع جائز نہین ہی اور اس مین دس فصلین ہین

فصل اول دین کی بیع بعوض دین کے اور ثمنون کی بیع اور قبضہ سے پہلے بسبب جدا ہو جانیکے عقد کے باطل ہو جانیکے بیان مین - دین کی بیع بعوض دین کے جائز ہی جبکہ دونون بدل پر حقیقۃً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد یا ایک پر حقیقۃً اور دوسرے پر حکماً قبضہ ہونیکے بعد دونون شخص مجلس سے جدا ہون خواہ وہ بیع صرف ہو یا نہو اور دونون بدل پر حقیقۃً قبضہ ہونیکی یہ صورت ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار دس درم کو خریدا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دونو نکے حضور مین درم و دینار موجود نہ تھے پھر دونون اُسی مجلس مین ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوے تو یہ بیع جائز ہی اور اسیطرح اگر پیسے یا طعام بعوض درہمون کے خریدا اور یہ بیع صرف نہوئی اور یہ چیزین اُن دونون کے حضور مین موجود نہ تھین پھر اُسی مجلس مین دونون ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوے تو جائز ہی اور دونون بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہی کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے اور اُسکا اُسپر ایک دینار قرض تھا

پھر ہر ایک نے اپنا قرض بعوض دوسرے قرضہ کے خریدا یہانتک کہ یہ صورت بیع صرف کی ہوئی یا بیع صرف کی صورت نہ واقع ہوا اسطرح پر کہ کسی کے دوسرے پر پیسے یا طعام قرض تھا اور دوسرے کے اس شخص پر چند درم قرض تھے پھر ہر ایک نے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے کے قرضہ کے خرید لیا اور جدا ہو گئے تو بیع جائز ہی اور ایک بدل پر حقیقۃً اور دوسرے پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونیکی یہ صورت ہو کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے پس اس قرضدار نے ان قرض کے درہمونکو ایک دینار کے عوض مول لیا اور دینار ادا کر دیا اور مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع جائز ہی اور اسیطرح اگر کسی شخص کے دوسرے پر کچھ گیہون قرض تھے پھر ان گیہوؤن کے قرضدار نے ان گیہوؤن کو چند درم کے عوض قرض خواہ سے مول لیا اور وہ درم اُسی مجلس مین ادا کر دیے تو جائز ہی اور صلح الفتاوی مین مذکور ہو کہ اس گیہوؤن کے مسئلہ مین بیع جائز نہو گی اگرچہ درم اسی مجلس مین ادا کر دیے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو صلح الفتاوی مین مذکور ہی یہ اُس صورت پر محمول ہی کہ وہ گیہون اُس شخص پر بطریق بیع سلم کے تھے اور اگر یہ گیہون بطریق قرضہ کے ہون یا کسی بیع کا ثمن ہون تو جس طرح ہمنے ذکر کیا ہی بیع جائز ہو گی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر فقط ایک بدل پر حقیقۃً یا حکماً قبضہ ہونیکے بعد دونون جدا ہو جاوین پس اگر اُس ایک بدل پر حقیقۃً قبضہ ہونے کے بعد دونون جدا ہوے تو سوائے بیع صرف کے اور بیع مین جائز ہی اور بیع صرف مین جائز نہین ہی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ کسی نے ایک دینار دس درم کو خریدا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی پھر دینار پر قبضہ کر لیا اور دس درم سپرد نہ کیے یا دس درم پر قبضہ کر لیا اور دینار سپرد نہ کیا یہانتک کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر پیسے یا طعام بعوض درہمون کے خریدا یہانتک کہ بیع صرف نہ واقع ہوئی اور ایک بدل پر حقیقۃً قبضہ کرنے کے بعد دونون جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر فقط ایک بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد دونون جدا ہوے تو بیع جائز نہین ہی خواہ بیع صرف ہو یا نہو اور اُسکا بیان یہ ہی کہ کسی شخص کا دوسرے پر ایک دینار قرض تھا اور اس دینار کے قرضدار نے اسکو دس درم کو مول لیا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دس درم ادا کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو یہ بیع صرف باطل ہی اور اسیطرح اگر اُسکے پیسے یا طعام قرض تھا اور اُس پیسے یا طعام کے قرضدار نے چند درہمون کو خریدا اور درہم ادا کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور ایسی فصل کا یاد رکھنا واجب ہی حالانکہ لوگ اُس سے غافل ہین کذا فی الذخیرہ کسی نے دوسرے سے ہزار درم بعوض سو دینار کے مول لیے اور درہمون کے خریدار نے دینار ادا کر دیے اور درم بیچنے والے نے درہمون کو نہ ادا کیا اور اس درم بیچنے والے کے درم خریدنے والے پر اس بیع صرف واقع ہونے کے پہلے سے ہزار درم قرض تھے پھر اُس درم بیچنے والے نے اُسکے خریدار سے کہا کہ میرے قرضے کے ہزار درم جو تجھپر واجب ہین اس عقد صرف مین جو درم تجھپر واجب ہوے ہین انھین بطور مقاصہ لگا لے اور مشتری اسپر راضی ہو گیا تو یہ بیع صرف استحساناً جائز ہی اور بیع صرف واقع ہونے کے بعد بسبب خرید کے جو قرضہ واجب ہو اُسکے مقاصہ کر لینے مین

۱۲۱۱

اختلاف ہے مثلاً کسی نے دوسرے سے چند درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار اسکو ادا کر دیا اور درہمون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اس درم خریدنے والے نے درم فروخت کرنے والے سے بعوض اتنے درہمون کے ایک کپڑا خریدا پھر درہمون کے بائع نے درہمون کے مشتری سے یہ کہا کہ جو میرے درم مجھپر اس کپڑے کے عوض واجب ہوئے اُنکو تو ان درہمون مین لگا لے جو تیرے درم مجھپر بیع صرف کی وجہ سے واجب ہوئے ہین اور دونون اسپر راضی ہو گئے تو ابو سلیمان کی روایت مین مذکور ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور زیادات مین بھی اسیطرف اشارہ ہے اور ابو حفص رح کی روایت مین مذکور ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین لکھا ہے ۔ اگر ایک معین پیسہ دو معین پیسون کے عوض بیچا تو معین ہونیکے سبب سے بیع جائز ہے یہانتک کہ اگر قبضہ سے پہلے ایک تلف ہو جاوے تو بیع باطل ہو جاویگی اور اگر دونون مین سے کوئی شخص اسکے مثل ادا کرنا چاہے تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے ۔ اور اگر ایک غیر معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسونکے فروخت کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ دونون اسی مجلس مین قبضہ کر لیوین اور اگر ایک معین پیسہ دو غیر معین پیسونکے عوض بیچا یا اسکا اُلٹا کیا تو جائز نہین تا وقتیکہ جو قرض ہے اُسپر اُسی مجلس مین قبضہ نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے ۔ اور امام اجل شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ جو حکم ان پیسونکا مذکور ہوا وہی حکم بخارا کے درہمونکا ہے یعنی غطارفہ کا اور ایسا ہی حکم رصاص اور ستوق کا ہے اور مشائخ نے کہا ہے کہ عدالی کا بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ۔ یہانتک کہ اگر ایک عدالی وغیرہ بعوض دو عدالی وغیرہ کے فروخت کیا پس اگر ہاتھون ہاتھ لین دین ہوا تو جائز ہے یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے ۔ اور اگر چند پیسون کو بعوض درہمون کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو دونون مین سے خیار حاصل ہے اور دونون قبضہ کرکے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر خیار دونون مین سے ایک کا ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے یہ بدائع مین لکھا ہے ۔ اور قدوری نے بھی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کچھ پیسے بعوض پیسون کے اس شرط پر خریدے کہ دونون کو خیار حاصل ہے اور دونون قبضہ کرکے جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو تو بیع جائز ہے قدوری نے کہا کہ واجب ہے کہ یہ قول امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح دونون کا ہو اور مراد قدوری کی یہ ہے کہ جب خیار ایک کا ہو تو دونون کے نزدیک بیع جائز ہونی چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ۔ اگر ایک پیسہ معین دو معین پیسونکے عوض خیار کی شرط پر فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے ۔ اور اگر بعوض چند غیر رائج پیسون کے ایسے مقام پر خریدا کہ جہان اُن پیسونکا رواج نہین ہے پس اگر یہ پیسے معین تھے تو جائز ہے اور اگر غیر معین تھے تو جائز نہین ہے ۔ امام محمد نے جامع مین فرمایا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک کر طعام قرض لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ کر جو اُسپر قرض ہے سو درم کو خرید لیا تو جائز ہے اور اُس قرض دینے والے پر قرض لینے والے کا اُسی کر کے مانند دوسرا کر واجب ہوگا پس اُسکی خرید صحیح ہے بخلاف اس صورت کے

کہ اگر کُر کے قرض دار کے سوا دوسرے شخص نے وہ کُر خریدا تو جائز نہین ہی اور جب اُس صورت مین خرید جائز ہو گئی پس اگر اُن سو درہمون کو اسی مجلس مین نقد ادا کر دیا تو خرید پوری ہو گئی اور اگر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو خرید باطل ہو گئی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر قرض لینے والے کا قرض دینے والے پر ابھی کوئی کُر گیہوون کا آتا ہو پھر ہر ایک نے دونون مین سے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے قرضہ کے خریدا اور دونون جدا ہو گئے کیونکہ ایسی صورت مین بیع جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہوا امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قرضہ کا کُر گیہوون کا قرض لینے والے کی ملک نہو گا جبتک کہ بعد قبضہ کے وہ اُسکو نابود[1] نہ کرے پس فی الحال قرض لینے والے کے ذمہ کوئی چیز واجب نہین ہی پس خرید صحیح نہو گی اور جب اُسنے اُسکو نابود کر دیا پھر اب اُس سے خریدا تو بلا اختلاف خریدنا صحیح ہی پھر اگر مشتری یعنی قرض لینے والے نے سو درم اُسی مجلس مین ادا کر دیے پھر اُس قرضہ کے کُر مین کچھ عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی بلکہ ثمن مین سے نقصان عیب واپس لیگا اور اگر وہ کُر قرض کہ جسپر قبضہ ہو چکا ہی تلف ہو گیا ہو تو اُسکا حکم وہی ہو گا جو ہم نے ذکر کیا ہی لیکن پہلی[2] صورت مین اختلاف ہو گا اور دوسری[3] صورت مین اجماع ہو گا۔ اور اسیطرح ہر ناپ یا تول کی چیزون مین سوائے درم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہون تو یہی حکم ہی اور اگر قرض لینے والے نے اُس کُر کو جو اُسپر قرض ہی اُسی کے مانند دوسرے کُر کے عوض خریدا تو خرید جائز ہی بشرطیکہ یہ کُر عین نقد ہو اور اگر دین[4] ہو گا تو جائز نہین ہی لیکن اگر اُسی مجلس مین قبضہ ہو جاوے تو جائز ہو گا پس اگر قرض لینے والے نے قرض مین کچھ عیب پایا تو پہلی صورت کے برخلاف اُسکو واپس نہین کر سکتا اور نہ اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر قرض لینے والے نے قرض لیے ہوے کُر کو بعینہ خریدا حالانکہ اُسپر اُسکا قبضہ ہو چکا ہی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح کے نزدیک خریدنا صحیح نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہی اور اگر قرض دینے والے نے قرض لینے والے سے اُسی کو خرید لیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ سب کھرے ہین اور اُسنے اُن پر قبضہ کر لیا پھر اُس قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ درم بعوض دس دینار کے خریدے تو صحیح ہی پھر جبکہ یہان بالاتفاق خرید صحیح ہو گئی پس اگر اُسنے دینار اُسی مجلس مین ادا نہیے اور دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر دینارون پر اُسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو بیع پوری ہو گئی پس اگر قرض لینے والے نے وہ قرض کے درم زیوف یا نبہرہ پائے تو اُنکو واپس نہین کر سکتا اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے کسی شخص کے پاس دس درم ثابت تھے اور اُسنے کسی شخص کے

[1] نابود کرنے سے یہ مراد ہی کہ کسی طور سے خواہ انتفاع حاصل کر کے یا کسی اور طور سے اُسکو معدوم کرے ۱۲ منہ [2] یعنی اگر تلف نہوا ہو ۱۲ منہ [3] جبکہ تلف ہو چکا ہی ۱۲ منہ [4] قولہ دین یعنی وصف بیان کر کے اپنے ذمہ ٹھہرایا ہو ۱۲ م [5] کیونکہ اسکی ملک ہو چکا ہی ۱۲ م

ہاتھ بارہ ٹوٹے ہوئے درہمون کے عوض فروخت کرنا چاہے تو بیع جائز نہوگی اور اگر اُس کے جائز ہونے کا حیلہ تلاش کرے (یعنی گناہ گاری[۱۲]) تو حیلہ یہ ہے کہ اس سے بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے اور دس درم پر قبضہ کرا کے پھر دو درم اُس سے معاف کرا لے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا کہ جو ناپ یا تول یا شمار کی جاتی ہے اور مدعا علیہ نے مدعی سے وہ چیز دس دینار کو خریدی پھر باہم دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہین آتا تھا تو بیع باطل ہے خواہ وہ دونون جدا ہو ہوئے ہون یا نہوے ہون اور اگر درم یا دینار یا پیسے اپنے دعوے مین بیان کیے اور اُن کو مدعا علیہ نے بعوض درہمون کے خریدا اور درم ادا کر دیے پھر دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہین چاہیے تھا پس درم اور دینار کی صورت مین اگر دونون جدا نہوئے اور اُسی مجلس مین جو خریدا ہے اُسکے مانند لیا تو بیع ہو جائیگی اور اگر مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور پیسونکی صورت مین عقد بیع باطل نہوگا اگرچہ جس چیز کو خریدا ہے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک بڑا درم بعوض چھوٹے درم کے یا ایک جید درم بعوض ردی درم کے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ اسمین اُن دونون کی کوئی ٹھیک غرض ہے لیکن اگر دونون درم مقدار اور صفت مین برابر ہون تو بعضون نے کہا ہے کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ بیع ناجائز ہے اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب مین اشارہ فرمایا ہے اور امام ابو احمد حاکم[۱] اسی پر فتوے دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہے۔ سکے کے درم تین طرح کے ہوتے ہین ایک یہ کہ دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو یا تین چوتھائی پیتل اور چوتھائی چاندی ہو یا پانچ چھٹا پیتل اور چھٹا چاندی ہو یا پیتل ہی اسمین اکثر ہو اور دوسری قسم اسکی یہ ہے کہ دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یا تین چوتھائی چاندی اور چوتھائی پیتل ہو یا چاندی ہی اسمین اکثر ہو اور تیسری قسم یہ ہے کہ پیتل اور چاندی برابر ہو آدھا آدھا اور آدھا وہ پس پہلی قسم کے درم دو مختلف چیزین پیتل اور چاندی کے حکم مین گنے جائینگے اور دونون مین سے کوئی چیز کسی کی تابع نہوگی اور ہر ایک کا حکم علیحدہ اعتبار کیا جائیگا اور اگر اس قسم کے درہمون سے خالص چاندی یا جو چیز خالص چاندی کے حکم مین ہے خریدی پس اگر خالص چاندی کا وزن اُس چاندی سے جو درہمون مین ہے کم ہو یا علیحدہ چاندی کا وزن اِس چاندی سے جو درہمون مین ہے برابر ہو یا اُسکا وزن معلوم نہو تو ہمارے علما کے نزدیک بیع جائز نہوگی۔ اور اگر خالص چاندی کا وزن اُس چاندی سے جو درہمون مین ہے زیادہ ہو تو بیع جائز ہوگی اور چاندی کے مقابل چاندی ہو جاویگی اور خالص چاندی مین جو زیادتی ہے وہ پیتل کے مقابلہ مین ہو جاویگی اور ایسی بیع مین بیع صرف کی شرطین معتبر ہونگی یہانتک کہ اگر کوئی شرط اُسکی شرطون مین سے رعایت نہ کی گئی تو بیع صرف فاسد اور پیتل کے حق مین بھی باطل ہو جاویگی

[۱] حاکم بعض نے فرمایا کہ حاکم نقد وہ ہے کہ سوا لاکھ جزئیات یاد رکھتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ جمیع پر حاوی ہو و بالجملہ تعریف مختلف ہے جیسا کہ حاکم حدیث کی تعریف مین اختلاف ہے مفصلہ فی التہذیب ۱۲ منہ

اور اگر ایسے قسم کے درہمون سے سونا خریدا تو ہر طرح جائز ہو مگر بیع صرف کی شرطون مین سے اگر کوئی شرط فوت ہوئی تو بیع صرف باطل ہوگی اور پیتل کی بیع بھی باطل ہو جاویگی اور اگر اس قسم کے درہمون مین بعض کو بعض کے ساتھ فروخت کیا تو برابری کے ساتھ یا بڑھتی کے ساتھ ہر طرح جائز ہو اور دونون پر قبضہ کر لینا اس بیع کی شرط سے ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو - اور اگر ایسے درم کہ جسمین اکثر میل ہو اور کم چاندی ہو بعوض اسی جنس کے درہمون کے خریدے اور دونون مین سے ایک اُدھار[1] رکھے گئے تو بیع جائز نہین ہو اگرچہ یہ درم رائج ہون اور اسی طرح اگر دو مختلف جنسون کے ہون اور ایک بدل اُدھار رکھا جاے تو بیع جائز نہوگی اور اسیطرح جنکو ادا کیا ہو اگر وہ درم رائج ہون اور جو اُدھار ہین وہ غیر رائج ہون تو بھی جائز نہین ہے یہ عتابیہ مین لکھا ہو - اور دوسری صورت کے درہمون مین کہ جنکے میل مین چاندی غالب[2] ہو اسطرح کہ دو ثلث چاندی اور ایک ثلث پیتل ہو اور وہ خالص چاندی کے بدلے فروخت ہوئے تو برابر برابر کے سواے جائز نہین ہو کذا فی الذخیرۃ - اور اسیطرح بعض درم اس قسم کے اگر اسی قسم کے بعض کے ساتھ فروخت ہون تو سواے برابر برابر کے جائز نہین ہو یہ بدائع مین لکھا ہو اور تیسری صورت کے درہمون مین کہ جسمین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو اور وہ خالص چاندی کے عوض فروخت ہوئے پس اگر وہ چاندی جو درہمون مین ہو پیتل سے زائد ہو تو اُنکی بیع خالص چاندی کے ساتھ فقط برابر برابر جائز ہو اور اگر چاندی غالب نہو بلکہ پیتل اور چاندی ٹھیک برابر ہون تو اُنکا حکم پہلی قسم کے حکم کے موافق ہو یہ محیط مین لکھا ہو - اور ان درہمونکے عوض بیع کرنا یا انکا قرض دینا جائز نہین ہو مگر وزن ہی کے حساب سے لیکن اگر خرید فروخت مین انکی طرف اشارہ کر دیا گیا تو یہ انکی مقدار اور وصف کا بیان ہو جائیگا جیسا جید کی طرف اشارہ کرنے سے ایسا ہی ہوتا ہو - اور اگر سپرد کرنے سے پہلے ایسے درم تلف ہو جائین تو بیع نہ ٹوٹے گی اور بیع صرف مین ان درہمونکا حکم اُن درہمونکے مانند ہو کہ جنمین میل اکثر ہے یہانتک کہ اگر ان درہمونکو انکی جنس سے فروخت کیا جاوے تو اعتبار[3] کے ساتھ جائز ہو اور اگر خالص چاندی کے عوض فروخت کیا جاوے تو جائز نہوگا تاوقتیکہ خالص چاندی درہمونکی چاندی سے زائد نہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو - جامع مین ہے کہ اگر درہمون مین دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو اور اسکے عوض کسی شخص نے کچھ اسباب وزن سے خریدا تو ہر حال مین جائز ہو اور یہ درم متعین نہون گے اور اگر ان درہمون مین سے چند درہمون کے عوض بدون معین کیے ہوے گنتی سے خریدا حالانکہ یہ درم انکے درمیان مین وزن کے حساب سے ہین تو ایسی بیع مین کچھ خیر نہین[4] ہو اور اگر انکو معین کر کے گنتی سے

---

[1] خواہ از جانب مشتری یا از جانب بائع ۱۲م [2] یہ چاندی کے حکم مین ہین ۱۲م [3] یعنے شرط مذکور کا اعتبار ہوگا ۱۲منہ [4] شاید مراد مکروہ ہی اور یہی غالب استعمال ہو واللہ اعلم وقولہ فیما بعد کچھ خوف نہین ہو یا کچھ ڈر نہین ہو مراد یہ ہو کہ خیر جائز ہی ۱۲منہ

خریدا تو اسمین کچھ خوف نہین ہی اگرچہ لوگونین اُنکے ساتھ باہم بیع کرنا وزن سے جاری ہو پھر اسکے بعد اگر انکے سوا دوسرے درم ادا کیے تو ان درہمون کے وزن کی حاجت ہوگی اور اگر انہین درہمون کو ادا کیا تو بدون وزن کے ادا کرنا صحیح ہی جیسا کہ خالص درہمون مین ہوتا ہی اور اگر ان درہمون کو معین کیا اور اُنکا شمار رکھدیا اور کہا کہ مین نے تجھسے یہ اسباب بعوض اتنے درہمون کے خریدا کہ انکا اتنا وزن ہی - اور لوگون مین انکے ہوزن سے فروخت کرنے کی عادت جاری تھی یہ وزن پر رہیگا[1] اور اگر لوگون مین ان کی گنتی سے فروخت کی عادت جاری تھی پس اگر اُن کو بدون معین کیے گنتی کی راہ سے اُن کے عوض کوئی چیز خریدی تو جائز ہی اگرچہ انہین ہلکے اور بھاری ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر درم اس قسم کے ہون کہ اُسمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو تو یہ درم بمنزلہ زیوف اور نبہرہ کے ہین اور اگر انکے عوض کوئی چیز خریدی پس اگر یہ درم اشارہ سے معین نہ تھے تو خرید جائز نہین ہی مگر وزن کی راہ سے جائز ہی جیسا کہ کُل کھوٹی چاندی ہونیکی صورت مین جائز ہوتی ہی اور اگر درہمون کو اشارہ سے معین کر دیا تو بدون وزن کرنے کے انکے عوض خرید کرنا جائز ہی اور اگر درہم ایسے ہون کہ اُنمین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو انکا حکم بالکل ان درہمونکے مانند ہی کہ جن مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایسے درہمونکے ساتھ کوئی اسباب خریدا پھر ان درہمونکا رواج جاتا رہا اور لوگون نے ان درہمونکے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو امام اعظم کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی پھر غور کیا جاوے گا کہ اگر مبیع بعینہ موجود ہی تو بائع اسکو لے لیگا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو مشتری اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور صاحبین نے کہا کہ بیع جائز رہیگی لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مشتری پر وہ قیمت واجب ہوگی جو قبضہ کے دن تھی اور امام محمد رح کے نزدیک اُس آخر دن مین جو قیمت تھی کہ جبتک لوگون نے ان درہمون کے ساتھ معاملہ رکھا تھا واجب ہوگی اور اگر پیسونکے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان پیسون کا رواج جاتا رہا تو اسمین بھی اسی قسم کا اختلاف ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور عیون مین شرط مذکور ہی کہ ناروا جی تمام ملک مین ہو اور اگر بعض شہرون مین ہو اور بعض مین نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل نہوگی اور مشائخ نے کہا کہ یہ جو عیون مین مذکور ہی امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسا نہین ہی اور واجب ہی کہ بسبب ناروا جی اُسی شہر کے کہ جسمین بیع واقع ہوئی ہی بیع منتقض ہو جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا بعوض چند معین درہمون کے جو اس قسم کے تھے کہ اُنمین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل تھا خرید کیا اور یہ درم اُن لوگونین وزن یا گنتی کے حساب سے چلتے تھے اور اُسنے یہ درم ادا نہ کیے یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئے تو بیع نہ ٹوٹیگی اور مشتری بائع کو اُسکے مثل ادا کرے

[1] یہ اُسوقت ہی کہ وزن سے فروخت کی عادت ہو ۱۲ منہ

اور یہ حکم اُس وقت ہوگا کہ اُنکی گنتی یا وزن معلوم ہو تاکہ مشتری اُنکے مثل گنتی یا وزن کے حساب سے ادا کر سکے جیسا امام محمد رح نے کتاب بین لکھا ہی اور اگر گنتی یا وزن معلوم نہو تو بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر درم اس قسم کے تھے کہ جسمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل تھا تو وہ بمنزلہ بنہرہ اور زیوف درہمون کے ہونگے کہ اُنکے تلف ہونے سے بیع نہ ٹوٹیگی اور مشتری اُنکے وزن کے حساب سے ادا کر دیگا بشرطیکہ اُنکا وزن معلوم ہوا اور اگر معلوم نہوگا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو اُن مین بھی یہی حکم ہی اور اگر درہمون مین دو تہائی پیتل ہوا اور وہ اسباب کے طور پر وزن کے حساب سے فروخت ہوے ہون تو واجب ہی کہ معین کرنے سے متعین ہو جاوین پس سپرد کرنے سے پہلے بسبب تلف ہو جانے کے بیع باطل ہو جائیگی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کذا فی المحیط اور اگر اس قسم کے درم کاسد ہو کر ایسے ہو گئے کہ لوگون مین اُنکا رواج نرہا تو اُنکا حکم بمنزلہ فلوس کاسدہ اور زیوف[ف] اور رصاص کے ہے یعنی بے چلن ہیں۱۲ یہانتک کہ انکی طرف اشارہ کرنے سے متعین ہو جائینگے اور اُنہی معین کی ذات کے ساتھ عقد متعلق ہوگا یہانتک کہ اگر ادا کرنے سے پہلے تلف ہو جاوین تو عقد باطل ہو جائے گا ولیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ بائع اور مشتری دونون اُس حال سے واقف ہون اور دونون مین سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا اس بات کو جانتا ہے پس اگر دونون نہ جانتے ہون یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونون جانتے ہون لیکن ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا اس سے واقف ہے تو عقد ان معین کے ساتھ اور اُسکی جنس کے ساتھ متعلق نہوگا بلکہ جو درم رائج ہین کہ جن سے لوگ اس شہر مین معاملہ کرتے ہین اُنسے متعلق ہوگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب یہ درم بالکل رائج نہون اور اگر کچھ رائج ہون کہ کوئی ان کو لیتا ہو اور کوئی نہ لیتا ہو تو اُنکا حکم زیوف[ف] درہمون کا حکم ہی اور انکے ساتھ خرید کرنا جائز ہی اور عقد بیع خاص ان کی ذات سے متعلق نہوگا بلکہ ایسے زیوف درہمون کی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بشرطیکہ خاص کر بائع اُنکے حال سے واقف ہو اور اگر بائع انکے حال کو نہین جانتا ہی تو عقد ان مشار الیہ کی جنس سے متعلق نہوگا بلکہ اس شہر کے جید درہمون کے ساتھ متعلق ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور خلاصہ اور بزازیہ مین منتقی سے منقول ہی کہ اگر پیسے گران یا ارزان ہو گئے یعنی مہنگے یا سستے۱۲ تو قول امام اعظم رح اور اول قول امام ابو یوسف رح مین مشتری پر اُنکے سوا دوسرے واجب نہونگے اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول مین بیع کے دن جو قیمت مبیع کی تھی وہ دینی پڑیگی اور قرض مین قبضہ کے دن کی قیمت دینی پڑیگی اور اسی پر فتوی ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی

[ف] زیوف الخ رصاص رانگ کے درم اور شاید زیوف سے ستوقہ مراد ہون جو مثل تانبے کے مانند ہوتے ہین وہ نہ زیوف کو بیت المال یعنے خزانہ نہین لیتا ہے اور اسکے سوائے بازاری تاجرون مین برابر چلتے ہین اور ستوقہ البتہ نہین چلتے ۱۲ م [ف] زیوف جس مین پیتل ہو اور پیتل بہ نسبت چاندی کے زائد ہو ۱۲ م

اگر درم کے اقسام مختلف ہون بعض اُن مین کے ایسے ہون کہ اُن مین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہو اور بعضون مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو اور بعضون مین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ایک قسم کے درم کے بعوض دوسری قسم درم کی زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہے اور اُدھار مین خیر نہین ہے[سلہ] اور اگر اُن کی ایک جنس کو اسی درم کی جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا تو جس قسم مین کہ چاندی غالب ہے تو اُس مین صرف برابر ہی برابر کے ساتھ جائز ہے اور جس قسم مین کہ پیتل غالب ہے یا چاندی اور پیتل دونون برابر ہین تو اُس مین برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونون طرح جائز ہے ولیکن صورۃً چاندی کا لحاظ کرکے یہ شرط ہے کہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور ایسے مسئلہ پر قیاس کرکے مشائخ نے کہا کہ اگر عدالی جو ہمارے زمانہ مین رائج ہین اُن مین سے اگر ایک بعوض دو کے فروخت کیا تو ہاتھون ہاتھ لین دین کرنے سے جائز ہوگا[سلہ] اور یہ جامع کبیر سے مذکور ہے کذا فی المحیط اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے عدالی اور غطارفہ مین اس طرح کی بیع کے جواز پر فتوی نہین دیا ہے کیونکہ یہی مال ہمارے ملک مین بہت بڑھکر ہے پس اگر اسی مین زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز رکھا جاوے تو سود کا دروازہ کھل جاوے گا یہ ہدایہ اور تبیین مین لکھا ہے۔

دوسری فصل پھلون اور انگور کے خوشون اور پتون اور فالیزون کی بیع اور کھیتی اور رطبہ اور گھاس کی بیع کے بیان مین۔ پھلون کی بیع ظاہر ہونے سے پہلے بالاتفاق صحیح نہین ہے اور اگر ان کو نفع اُٹھانے کے لائق ہو جانے کے بعد فروخت کیا تو صحیح ہے[سلہ] اور اگر نفع اُٹھانے کے لائق ہو جانے سے پہلے ان کو فروخت کیا مثلاً ایسے تھے کہ نبی آدم یا چوپایون کے کھانے کے لائق نہ تھے تو صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری پر اُسکا فی الحال توڑ لینا واجب ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ اُن کو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا ہو پس اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پھل درختون پر چھوڑ رکھے جاوین تو بیع فاسد ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ اُنکا بڑھنا پورا نہو لیا ہو اور اگر بڑھنا پورا ہو گیا ہو اور اُنکو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر اُن کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط پر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف رحہ کے نزدیک قیاساً صحیح نہین ہے اور امام محمد رحہ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے اور اسرار مین لکھا ہے کہ فتوے امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ کذا فی الکافی۔ اور تحفہ مین لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول صحیح ہے کذا فی النہر الفائق۔ اگر کسی نے تمام پھل فروخت کیے اور بعضے ظاہر ہو گئے تھے اور بعضے ظاہر نہوے تھے تو ظاہر مذہب کے موافق بیع صحیح نہین ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی اور امام فضلی رحہ دونون شیخ پھلون اور بینگن اور خربزون وغیرہ مین استحساناً تعامل الناس جوانکا فتوی دیتے تھے اور جو پھل موجود ہوتے اُنکو عقد مین اصل گردانتے اور جو معدوم ہوتے اُنکو تابع گردانتے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر پھلون کو مطلقاً خریدا اور بائع

سلہ یعنی مکروہ تحریمی ہے ۱۲ منہ سلہ مترجم کہتا ہے کہ اس پر فتوی نہین ہے چنانچہ آگے آتا ہے ۱۲ منہ سلہ یعنی بالاتفاق ۱۲

کی اجازت سے انکو درخت پر چھوڑ دیا تو انکی زیادتی مشتری کو حلال ہو اور اگر بائع کی بلا اجازت اُن کو چھوڑ رکھا اور وہ اپنی ذات مین بڑھ گئے تو جسقدر زیادتی اُنکی ذات مین ہوئی وہ صدقہ کردے اور اگر انکی پرورش پوری ہونے کے بعد بلا اجازت اُنکو چھوڑ رکھا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے اُن کو مطلقاً فروخت کیا اور مشتری نے اُنکو درخت پر چھوڑ رکھا اور درخت کو کسی مدت معلومہ تک اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہے اور اُسکو زیادتی حلال ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر پھلون کو مطلقاً بدون توڑ لینے کی شرط کے خریدا اور اُس درخت مین پھر پھل آئے پس اگر بائع نے ہنوز مشتری اور پھلون کے درمیان تخلیہ نہ کیا اور قبضہ نہ دیا تھا تو بیع فاسد ہوجائے گی اور اگر قبضہ دینے کے بعد ایسا ہوا تو بیع فاسد نہوگی اور دونون کی شرکت ہوجاوے گی اور زائد پھلون کی مقدار بیان کرنے مین مشتری سے قسم لیکر اُسکا قول معتبر رکھا جاوے گا اور یہی حال بیگن اور خربزون کا ہی اور اگر مشتری یہ چاہے کہ جو پھل نئے آئے ہین وہ میرے ہون تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ بیگن اور خربزہ اور رطبہ کے اصول خریدے تاکہ جو کچھ پیدا ہو وہ اسکی ملک مین پیدا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر انگور کے خوشے خریدے اور اُن مین کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہین پس اگر ہر قسم کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہین تو بیع جائز ہی اور اگر بعض قسم کے کچے اور بعض قسم کے پک گئے ہین تو جائز نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ بیع دونون صورتون مین جائز ہی اور یہ جواز اُس وقت ہی کہ کل فروخت کردیا ہو اور اگر تھوڑا سا فروخت کیا اور اُس مین کے بعض کچے اور بعض پکے ہین یا سب کچے ہین تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر وہ تاک دو شخصون مین مشترک ہوا اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا اور اُس مین کے بعض کچے یا سب کچے ہین تو بیع جائز نہین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ کسی اجنبی کے ہاتھ سوائے اپنے شریک کے فروخت کیا ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا تو رکن الاسلام علی سغدی نے یہ فتوی دیا ہے کہ بیع جائز نہین ہی یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اسکے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ کل فروخت کردے پھر آدھی یا تہائی وغیرہ حصہ کی بیع فسخ کردے اور اگر انگور کے خوشے پکنے اور گدر ہوجانے کے بعد خواہ مشاع ہو یا غیر مشاع[1] ہو فروخت کیے تو جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر انگور مع غلہ کے خرید کیا اور اس پر قبضہ کرلیا پس اگر کاشتکار راضی ہوا تو بیع جائز ہی اور اُسکو ثمن مین سے حصہ ملے گا اور اگر وہ راضی نہوا تو بیع جائز نہوگی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اگر کچھ پھل خریدے کہ جن مین بعض کی صلاحیت ظاہر ہوگئی ہے اور باقی قریب صلاحیت کے ہین اور اُنکا درخت پر چھوڑ رکھنا شرط کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہے اور اگر باقی کا پکنا بہت دیر کے بعد ہو تو پکے ہوؤن کی بیع جائز ہے اور باقی کی بیع ناجائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے تاک انگور کے عنب اس شرط پر خریدے کہ وہ سو من ہین پھر اُس مین سے صرف نوے من نکلے تو مشتری کو اختیار ہی کہ بائع سے دس من کے حصہ ثمن کا مطالبہ کرے

[1] مشترک غیر مقسوم ہو یا نہو ۱۲ منہ

یہ ظہیریہ میں لکھا ہی کسی نے شہتوت کے پتے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان نہ کی لیکن وہ عرفاً معلوم ہی تو صحیح ہی اور اگر شاخیں چھوڑ دیں تو اُسکو دوسرے سال کاٹنے کا اختیار رہی اور اگر انکو ایک مدت تک چھوڑ دیا پھر اُنکے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار ہی بشرطیکہ اُس سے درخت کو نقصان نہ پہونچتا ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہی - اور اگر سرخ شہتوت کے پتے درخت پر ظاہر ہو جانے کے بعد خریدے اور اُنکو قطع نہ کیا یہانتک کہ وقت اُسکا جاتا رہا تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر پتے مع شاخون کے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان کر دی تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہی کہ وقت نکل جانے کی وجہ سے بیع کو واپس کرے اور اُسپر پتے توڑنے کے واسطے جبر کیا جاویگا لیکن اگر شاخون کا کاٹنا درخت کو مضر ہوتا ہو تو بائع کو اختیار دیا جاویگا کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اگر چاہے تو کاٹنے پر راضی ہو جاوے اور اگر صرف پتے بدون شاخون کے خریدے پس اگر اس شرط پر خریدے کہ اُنکو اُسی وقت توڑ لیگا تو جائز ہی اور اگر اس شرط پر خریدے کہ اُن کو تھوڑا تھوڑا کر کے توڑ لیگا یا اس شرط پر کہ اُن کو درخت پر چھوڑ رکھے گا تو بیع جائز نہیں ہی اور اگر کسی طرح کی شرط نہ کی اور اُن کو خریدا پس اگر اُسی روز درخت پر سے توڑ لیا تو بیع جائز ہی اور اگر اُسی روز نہ توڑے تو بیع فاسد ہو گئی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی - اور اس باب میں حیلہ یہ ہی کہ درخت کو جڑ سے خریدے پھر پتون کو توڑے پھر درخت بائع کے ہاتھ فروخت کرے یا ہبہ کر دے یہ مختار الفتاوے میں لکھا ہی - اور بید کے درخت کی بڑھی بیچنی جائز ہی اگرچہ وہ دمبدم بڑھتے ہیں اور کراث[گندنا ۱۲] کی بیع جائز ہی اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہی کیونکہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہی اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ اُن میں لوگون کا تعامل نہیں ہی اور وہ دمبدم بڑھتی ہیں تو اُن میں جائز نہیں ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی امام فضلی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ بید کے درخت کی بڑھی بیچنی نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور اگر خربزون کی فالیز ایک شخص کی تھی اور اُس میں تھیلیان نکلنے سے پہلے اُس لفظ کے ساتھ فروخت کیا میں خیار زار را فروختم تو یہ بیع خربزون کے درختون پر جائز ہے اور جو تھیلیان نکلتی ہیں اُنپر جائز نہیں ہوگی ہان اُنپر جو کچھ تھیلیان نکلیں گی اُسکی ملک میں ہون گی[۱] اور اگر یہ ارادہ کیا کہ اُسکو زمین میں چھوڑ دے اور شرعی طور پر اُسکو ولایت حاصل رہے تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ گھاس اور خربزے کے درخت بعض ثمن کے عوض خریدے اور بعض ثمن کے عوض زمین کو کرایہ پر واسطے چند روز معلومہ کے لیوے اور جامع صغیر میں لکھا ہی کہ جائز نہیں ہی کذا فی الخلاصہ - اور صاحب حیلہ کو چاہیئے کہ درخت یا پھلون یا گھاس کی بیع مقدم کرے اور پیچھے زمین اجارہ پر لیوے کیونکہ اگر اس نے اجارہ کو مقدم کیا تو جائز نہوگا یہ مختار الفتاوے میں لکھا ہی - اور اگر خربزے کے درخت فروخت کیے اور زمین کو مستعار دیا تو بھی جائز ہی لیکن عاریت[۲] دینا لازمی نہوگا اور اس شخص کو اپنی عاریت دینے سے رجوع کر لینے کا اختیار

---

[۱] مگر مالک زمین کو اختیار ہی کہ مشتری سے ابھی درخت اُکھڑوا دے اسی واسطے آگے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ کیا آہ ۱۲ منہ

[۲] کیونکہ عقد عاریت لازمی نہیں ہوتا ہے ۱۲ م

ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - ایک فالیز دو شریکون کی ہی اور ایک نے اپنا حصّہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ اُسکے توڑنے مین بائع کے سوا دوسرے شریک کو ضرر پہونچتا ہی اور کسی شخص پر ضرر اُٹھا لینے کے واسطے جبر نہین کیا جاتا ہی اگرچہ وہ راضی ہو گیا ہو پس لازم یہ ہے کہ تمام فالیز دونون شریکون سے خریدے پھر بیع کو دوسرے شریک کے حصہ مین فسخ کردے یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ فالیز تیرے ہاتھ دس درم کو فروخت کیا اور یہ کہنا تبیان نکلنے سے پہلے تھا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور خربزے کے درختون پر واقع ہوگی اور اسکے بعد جو تبیان نکلین گی مشتری کی ہون گی اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط پر بیع واقع ہوئی تو جائز نہین ہی پس اگر وہ فالیز مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اس مین سے فروخت کردیا تو جائز نہین ہی پس اگر اُسنے اپنا حصہ فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا تو بائع کا حصہ مشتری کو ملے گا تاوقتیکہ بیع نہ ٹوٹے اور اگر اس شریک نے کہ جس نے فروخت نہین کیا ہی دوسرے شریک کی بیع کی اجازت دے دی اور راضی ہو گیا تو پھر اُسکو اختیار ہی کہ راضی[1] نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک کھیتی جو بقل ہے فروخت کی پس اگر اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو کاٹ لے یا اس مین اپنے چوپایہ چھوڑ دے کہ وہ اُسکو چر لین تو بیع جائز ہی اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پکنے کے وقت تک اُسکو کھیت مین چھوڑ دے تو جائز نہین ہی اور ایسے ہی رطبہ کی بیع بھی اسی تفصیل پر ہی اور یہی مختار ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے لیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - فتاوے ابواللیث مین مذکور ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک تھی کہ اُس مین دونون کی کھیتی تھی اور ایک شریک نے آدھی کھیتی یعنے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ بدون زمین کے فروخت کردیا پس اگر کھیتی پک گئی ہو تو بیع جائز ہے اور اگر پکی نہو تو جائز نہین ہی لیکن اگر اُسکا ساتھی راضی ہو تو جائز ہی خواہ اُسنے مطلقاً فروخت کی ہو یا کاٹ لینے کی شرط کرلی ہو اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط کی ہو تو جائز نہین ہے اگرچہ اُسکا شریک راضی ہو جاوے اور اگر دونون مین سے ایک نے آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے فروخت کردی تو بیع جائز ہی اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جاوے گا پھر پہلی صورت مین جبکہ آدھی کھیتی کی بیع ناجائز ٹھہری پس اگر اُسنے عقد بیع کو فسخ نہ کیا یہانتک کہ کھیتی پک گئی تو وہی عقد بیع جائز ہو جائیگا اور اگر پہلی صورت مین کھیتی مع زمین کے دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شخص اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کردے پس اگر کھیتی نہ پکی ہو تو بیع جائز نہو گی کذا فی المحیط - اور یہی مختار ہے فقیہ ابواللیث کا کذا فی محیط السرخسی اور اس تفصیل پر حکم ہی کپاس اور تمام قسم کی کھیتیون کا جبکہ وہ دو شخصون مین مشترک ہون اور ایک اپنا حصہ بدون زمین کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ فروخت کردے اور اگر آدھی کھیتی مع

[1] یعنے رضامندی سے پھر جاوے ۱۲ منہ

آدھی زمین کے اپنے ساتھی کے ہاتھ فروخت کردی یا کسی اجنبی کے ہاتھ بدون اپنے ساتھی کی رضامندی کے بیچی تو بیع جائز ہے اور اجناس مین ہے کہ اگر آدھی مشترک کھیتی اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کردی تو ظاہر الروایہ مین جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ اگر ایک درخت دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہی اور اگر تین شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ دونون ساتھیون مین سے ایک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر دونون کے ہاتھ فروخت کردیا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک تھی اور زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر کاشتکار نے اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے کیونکہ وہ سپرد کرنے مین تقسیم کا محتاج نہین ہی اور اگر ایسی کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی جامع الاصغر کی کتاب المزارعت مین لکھا ہی کہ شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر زمیندار نے ایسی زمین بیچی کہ جس مین اُسکی اور کاشتکار کی مشترک کھیتی تھی تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ کھیتی ہنوز سبزی ہو اس صورت مین کاشتکار کی اجازت پر بیع موقوف ہوگی خواہ اُسنے زمین مع کھیتی فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فروخت کی ہو پس اگر اُسنے زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کردی اور کاشتکار نے زمین اور کھیتی دونون کی بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاویگی اور ثمن زمین کی قیمت اور کھیتی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر زمین کے حصہ مین آوے وہ زمیندار کا ہی اور جو کھیتی کے حصہ مین پڑے وہ زمیندار اور کاشتکار مین آدھا آدھا[1] تقسیم ہوجاوے گا اور اس صورت مین اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو کھیتی پکنے تک توقف کرے ورنہ چاہے تو ابھی بیع توڑدے اگر زمیندار نے فقط زمین فروخت کی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو زمین مشتری کی ہوگی اور کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک رہے گی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر زمیندار نے زمین اور اپنا حصہ کھیتی کا فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو مشتری زمین کو (جو بذر پورا ہوا ہو) اور زمیندار کے کھیتی کے حصہ کو پورے ثمن مین سے لیگا اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور پختہ ہونے کی صورت مین اگر کاشتکار نے بیع فسخ کرنی چاہی پس اگر بیع کے وقت کھیتی پکی ہوئی تھی تو صحیح یہ ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اسی صورت مین اگر فقط زمین یا مع اپنی کھیتی کے حصہ کے فروخت کیا ہو تو بیع بلا توقف جائز ہی اور اگر زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کردی تو زمین کی اور زمیندار کی کھیتی کے حصہ کی بیع نافذ ہوجاوے گی اور کاشتکار کے حصہ

---

[1] یہ اس صورت مین کہ کھیتی آدھے کی بٹائی پر ہو ۱۲ م

کی بیع متوقف رہے گی پس اگر اُسنے اجازت دیدی تو اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہوجاوے گی اور اُسکی کھیتی کے حصہ کا عوض ثمن مین سے ملے گا اور باقی ثمن زمیندار کا ہوگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا بشرطیکہ خریدنے کے وقت اُسکو اس طرح کی کاشتکاری کا علم نہوا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک زمین مین کھیتی تھی اور زمیندار (یعنے واپس کرنیکا ۱۲) نے زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی بدون زمین کے فروخت کردی تو بیع جائز ہی اور اسی طرح اگر آدھی زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو جائز ہی اور اگر آدھی کھیتی بدون زمین کے فروخت کی تو جائز نہین ہی لیکن اگر ایسی بیع زمیندار اور کاشتکار کے درمیان واقع ہو تو کاشتکار کو اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی اور اگر زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ بیج زمیندار کا ہو اور اگر کاشتکار کا ہو تو جائز ہونا چاہیئے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اس صورت مین اگر کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کاشتکار اور زمیندار کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی۔ جامع الاصغر کے باب مزارعت مین لکھا ہی کہ اگر تہائی کے کاشتکار نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی کہ زمیندار نے اگر اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا یا کاشتکار نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور کھیتی اس وقت تک پکی نہ تھی یہانتک کہ اُسکی بیع بسبب اسکے کہ شریک کو ضرر نہ پہونچے ناجائز قرار پائی تھی پھر اس شریک نے اسکے بعد اپنا حصہ بھی اُسی مشتری کے ہاتھ فروخت کردیا تو وہ پہلی بیع جائز ہوجاوے گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پھر جاننا چاہیئے کہ آدھی کھیتی بدون زمین کے بیچنا صرف اُسی موقع پر ناجائز ہی کہ جہان کھیتی والے کو کھیتی برقرار رکھنے کا استحقاق حاصل ہو جیسے کہ اپنی ملکیت مین کھیتی بوئی ہی لیکن اگر اُسکو برقرار رکھنے کا حق حاصل نہو جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین بطور غصب چھین کر زبردستی اُس مین کھیتی کرلی تو آدھی کھیتی کی بیع جائز ہوگی اور اسی قیاس پر یہ مسئلہ بھی ہی کہ اگر آدھی عمارت بدون زمین کے فروخت کی پس اگر وہ عمارت بنانے مین حقدار تھا تو جائز نہین ہے اور اگر اُسنے بطور غصب زبردستی بنائی تھی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی تتمہ مین ہے کہ بقالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہی کہ اگر کسی نے زمین خریدی اور اُس مین کھیتی بوئی اور کھیتی اور زمین مین شریک کرلیا تو جائز ہے اور اگر فقط کھیتی مین شریک کیا تو جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر درخت پر لگی شاخ خریدی تو جائز ہی اور اگر ساگ کے کھیت مین لگا ساگ خریدا تو جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر خرما کے درخت پر لگے ہوئے تازہ چھوارے ٹوٹے ہوئے خشک چھواروں کے عوض بدون پیمانہ کے خریدے تو جائز نہین ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی۔ کسی نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دی کہ وہ اُس مین درخت لگاوے اور اُسنے شہتوت کے درخت اُس مین لگائے پھر مدت گزرنے کے بعد زمیندار نے اپنی زمین اور اپنا پودون کا حصہ فروخت کردیا تو صحیح ہی پس اگر قبضہ سے پہلے

مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول پر ہو اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی کیونکہ عقار کی بیع ان دونون کے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے - اگر گندے کو جم کر اونچا ہو جانے کے بعد ایک مٹھا کاٹ کر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اتنے اور اتنے مٹھے فروخت کیے تو جائز نہین ہے اسی طرح گیہون کے درخت کا بھی حال ہے اگر ان کو فی الحال بڑھ جانے کے بعد کاٹ کر فروخت کرے تو جائز ہے اور اسی طرح درختون مین اگر اُن کو فروخت کیا اور وہ فی الحال کاٹنے یا اکھاڑ لینے کے واسطے قائم تھے تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - گھاس کا بیع کرنا اور اُس کا اجارہ پر دینا جائز نہین ہے اگرچہ وہ گھاس اُسکی زمین مین ہو سوائے اسکے کہ مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زمین مین آنے نہ دیوے اور جب اُسنے روکا تو غیر کو یہ حق پہونچتا ہے کہ یون کہے کہ تیری زمین مین میرا بھی حق ہے پس یا تو مجھکو اُس تک پہونچنے دے یا اُس گھاس کو کاٹ کر میری طرف پھینک دے اور یہ حکم یعنے گھاس مین غیر کا حق متعلق ہونا اُسوقت ہے کہ وہ گھاس خودا گی ہو اور اگر اس زمین کے مالک نے اس زمین کو گھاس اُگانے کے واسطے سینچا اور آراستہ کیا ہو اور اس مین گھاس اُگی ہو تو ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین مذکور ہے کہ ایسی گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ یہ اُس کی ملک ہے - اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا ہے اور اسی مین مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کے آس پاس خندق بنائی اور اُسکو نرکل اُگانے کے واسطے مہیّا کیا اور اُس مین نرکل اُگے تو وہ اُس کی ملکیت ہو جاوینگے اور اسی پر اکثر مشائخ ہین کذا فی بحر الرائق اور اگر اُسکو کسی شخص نے اُس کی بلا اجازت کاٹ لیا تو اُس کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور گھاس کے اجارہ لینے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ زمین کو چوپایہ کھڑا کرنے یا کسی دوسرے نفع کے واسطے جس قدر اُجرت یا ثمن پر اُس کا مالک راضی ہو اجارہ لیوے پس اس سے دونون کی غرض حاصل ہو جاوے گی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے - اور گھاس کے حکم مین سب قسم کے چارے کہ جنکو چوپایہ چرتے ہین خواہ وہ خشک ہون یا تر داخل ہین بخلاف درختون کے کہ وہ داخل نہین ہین کیونکہ گھاس وہ ہے جس کی ساق نہو اور درخت وہ ہے جس مین ساق ہو پس درخت گھاس مین داخل نہوگا یہانتک کہ اگر درخت اسکی زمین مین اُگے تو اُس کو فروخت کر سکتا ہے اور کماۃ کا حکم گھاس کے مانند ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اگر اپنی زمین سے[۱] شکار کے پرند کے انڈے کہ ہنوز وہ ہاتھ مین نہین آئے فروخت کیے تو اُن کا بیچنا جائز نہین ہے کذا فی الحاوی -

[۱] قال ذلک ان تعول فی الترجمہ اگر اپنی زمین کے صید کے پرندے کے انڈے فروخت کیے گئے حالانکہ وہ ابھی ہاتھ نہین آئے ہین تو جائز نہین ہے یہ حاوی مین ہے ۱۲ منہ

تیسری فصل مرہون اور اجارہ دی ہوئی اور غصب کیے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندی اور ارض قطعیہ اور اجارہ اور اکارہ کی بیع کے بیان مین - مرہون یعنے رہن کی ہوئی چیز کی بیع مین اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکی بیع موقوف ہو اور یہی صحیح ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو حتے کہ اگر رہن کرنے والے نے قرض ادا کردیا یا رہن رکھنے والے نے اُسکو قرضہ معاف کردیا یا رہن اُسکو پھیر دیا یا بیع کی اجازت دی اور اُسپر راضی ہوگیا تو پہلی بیع تمام ہوجاوے گی اور از سر نو عقد بیع کرنے کی ضرورت نہوگی کذا فی الغیاثیہ - اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ مبیع میرے سپرد کیجاوے تو قاضی دونون مین عقد بیع فسخ کردے گا یہ محیط مین لکھا ہو اور جو چیز اجارہ پر لی گئی تھی اُسکی بیع مرہون کی بیع کے مانند عامہ مشائخ کے نزدیک موقوف رہتی ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر خرید کے وقت مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کسی کے پاس رہن یا اجارہ پر ہو تو اُسکو خیار حاصل ہوگا کذا فی الذخیرہ - اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق صحیح ہے کہ اُس کو باوجود علم ہونے کے بھی خیار حاصل ہوگا یہ عتابیہ مین لکھا ہو - اگر اُجرت پر لینے والے نے بائع اور مشتری کے درمیان بیع فسخ کرنے کا ارادہ کیا تو صدر الشہیدؒ نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو یہ اختیار ہے اور طحاوی کی روایت مین یہ ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہو اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس مین دونون روایتین آئی ہین اور فتوے اسی پر ہو کہ اُسکو یہ اختیار نہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو اور اگر اجارہ دراز ہو اور اُسنے فروخت کردیا پھر فسخ کے ایام آگئے تو اکثر مشائخ کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوجاوے گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو - اور اس بات مین اختلاف ہے کہ مرتہن فسخ بیع کرا سکتا ہو یا نہین پس بعضون نے کہا کہ فسخ کرا سکتا ہو اور بعضون نے کہا کہ نہین اور یہی صحیح ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہو پھر اگر اُجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت نہ دی یہانتک کہ دونون مین اجارہ ٹوٹ گیا تو پہلی بیع نافذ ہوجاوے گی اور یہی حال مرتہن کا ہو کہ اگر بیع نہ توڑی یہان تک کہ راہن نے قرض ادا کردیا تو پہلی بیع نافذ ہوجاوے گی اور رہن کرنے والے اور اُجرت دینے والے کو فسخ کرنے کا حق بالکل نہین ہو پس اگر اُجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاوے گی اور مبیع اُسکے ہاتھ سے نہ نکالی جاوے گی یہانتک کہ اُسکا مال[عـه] اُسکے پاس پہونچ جاوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو - اور اگر اُجرت پر دی ہوئی چیز اُجرت پر لینے والے کے پاس اپنا[عـه] مال حاصل کرنے کے واسطے روکنے کی صورت مین تلف ہوجانے کا خوف رکھتی ہو تو بخلاف رہن کے اس سے قرضہ ساقط نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو گھر کے مالک نے اُس اُجرت پر دیے ہوے گھر کو بدون اُجرت پر لینے والے کی رضامندی کے فروخت کردیا پھر اُجرت پر

عـه یعنے کرایہ جو پیشگی دے چکا ہو ۱۲ منہ عـه یعنی دیا ہوا کرایہ ۱۲ منہ سلہ یعنے مشتری نے قاضی سے بیع فسخ نہ کرائی یا ہنوز قاضی نے حکم نہ دیا تھا دمحتمل ہے کہ علاوہ یہ ہو کہ مرتہن نے بیع فسخ نہ کی بنا بر قول بعض مشائخ واللہ اعلم ۱۲ منہ

لینے والے نے اُجرت مین کچھ بڑھا کر از سر نو اجارہ کا عقد کرنا چاہا تو بیع موقوف نافذ ہو جاویگی کیونکہ دوبارہ اجارہ کرنا پہلے اجارہ کے فسخ کو شامل ہی پس جب وہ فسخ ہوا تو بیع نافذ[1] ہو جاویگی یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر اجرت پر دینے والے نے اُجرت پر دی ہوئی چیز کسی کے ہاتھ اُجرت پر لینے والیکی بلا اجازت فروخت کر دی پھر اُسکو اُجرت پر لینے والے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ دوسری بیع صحیح ہی اور پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُسنے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر اُجرت پر لینے والے نے دونون بیع کی اجازت دیدی تو پہلی بیع نافذ ہو جاویگی اور دوسری باطل ہو جاویگی یہ فتاوے صغری مین لکھا ہی - اگر کسی نے اپنا اُجرت پر دیا ہوا غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو اُجرت پر لینے والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس سے ضمان لے بخلاف مرتہن کے کہ اُسکو یہ اختیار ہی کہ اُس مرہون کی قیمت کی ضمان لیوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اُجرت پر لینے والے نے یہ سنا کہ اُجرت کی چیز فروخت ہو گئی اور مشتری سے یہ کہا کہ یہ چیز میرے اجارہ مین ہی ولیکن تیرا احسان ہو گا کہ تو اتنی مدت تک چھوڑ دے کہ مین اپنی اُجرت جو مین نے بائع کو دی ہی لے لون تو یہ اجازت دینے مین شمار ہی اور بیع نافذ ہو جاویگی یہ قنیہ مین لکھا ہی - رہن کرنے والے سے اگر کسی نے غلام خرید کر فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا پھر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا بیع یا آزاد کرنا بلا اختلاف نافذ ہو جاویگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اگر رہن کرنے والے نے بلا اجازت مرتہن کے مرہون کو فروخت کیا پھر اُسکو مرتہن کے ہاتھ فروخت کیا تو مرتہن کے ہاتھ بیع جائز ہو جائیگی اور پہلی بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر راہن نے رہن کی ہوئی چیز بلا اجازت مرتہن کے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر مرتہن کی بلا اجازت دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دونون بیع مین سے ایک کی مرتہن نے اجازت دی تو وہ بیع نافذ ہو گی جس کے ساتھ اجازت مرتہن لاحق ہوئی اور ثمن مرتہن کے پاس آویگا کہ وہ اُس ثمن سے اپنا حق پورا لے لیوے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر بجائے دوسری بیع کے رہن یا اجارہ واقع ہوا اور مرتہن اس رہن یا اجارہ کی اجازت دیدے تو بیع جو پہلے واقع ہوئی ہی نافذ[2] ہو جاویگی - اور رہن اور اجارہ باطل ہو جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے ایک رہن کیا ہوا غلام فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو مرتہن سے لیکر اپنے قبضہ مین لانے سے پہلے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اور مشتری اُسکی قیمت مرتہن کو ضمان دیگا اور بائع کا اُسپر کچھ ثمن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - رہن کرنیوالے نے مرہون کو فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر فک رہن سے پہلے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر فک رہن کیا تو پہلی بیع کا نافذ[3] ہونا اولی ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کی تو بیع موقوف رہیگی

[1] پہلے کہ بیع اولی سے اجارہ سے ۱۲ منہ [2] قال و ذلک لانہ لما رضی باسقاط حقہ باجازۃ الاجارۃ سقط حقہ ثم تفارق البیع والاجارۃ فیقدم الاولی وہو البیع ۱۲ منہ [3] یعنی وہی نافذ ہو گی ۱۲

اور یہی صحیح ہی پس اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو بیع تمام ہو جاوے گی اور لازم ہو جاوے گی اور اگر انکار کیا اور بائع کے پاس گواہ ہین تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الغیاثیہ - اور اگر بائع کے پاس گواہ نہوں اور اُسنے مشتری کو سپرد نہ کی یہانتک کہ وہ ہلاک ہو گئی تو بیع ٹوٹ جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی جس شخص نے دوسرے کی ملک کی کوئی چیز فروخت کی پھر اُسکو دوسرے[1] سے خرید کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جائز نہین اور بیع فاسد نہین بلکہ باطل ہو گی اور صرف اُسی صورت مین جائز ہو گی کہ جب بیع کرنے سے پہلے اُسکی ملکیت کا سبب قائم ہو حتی کہ اگر غاصب نے غصب کی ہوئی چیز فروخت کی پھر اُس شئے کے مالک کو ضمان دیدی تو بیع جائز ہو جاویگی اور اگر غاصب نے مالک سے اُسکو خرید ایا مالک نے اُسکو ہبہ کی یا اُسکو اُس سے میراث مین پہونچی تو اس سے پہلے اُسکی بیع نافذ نہو گی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - بشر رحمہ اللہ تعالی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا طعام غصب کیا اور اُسکو صدقہ کر دیا اور وہ ہنوز مسکینون کے ہاتھون مین موجود تھا کہ غاصب نے اُسکے مالک سے اُسکو خریدا تو اُسکی خرید جائز ہی اور اپنے صدقہ سے رجوع کر لے اور اُسکی قسم کے کفارہ کے عوض جائز نہو گا اور اگر مسکینون نے طعام کو بعد خریدنے کے تلف کر دیا تو وہ اُسکے ضامن ہونگے اور اگر غاصب نے خرید نہ کیا اور اُسکی قیمت کی ضمان دیدی تو اُسکا صدقہ جائز ہو گا اور قسم کا کفارہ ادا ہو جائیگا اور صدقہ سے رجوع نہ کریگا اور اگر غاصب کے مالک سے خریدنے کے وقت وہ طعام مسکینون کے ہاتھ مین تلف ہو گیا تو خرید باطل ہی لیکن اگر غاصب یون کہے کہ مین اُس طعام کو خریدتا ہون جو تیرا مجھپر ہی تو خرید جائز ہی اور صدقہ بھی جائز ہی - امام محمد رح نے جامع مین ذکر فرمایا ہی کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا پھر غاصب نے کسی کو حکم دیا کہ تو اس غلام کو اسکے مالک سے میرے واسطے خرید لے اور اُسنے خرید لیا تو خرید صحیح ہی اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جاویگا اور اسیطرح اگر کسی اجنبی نے غاصب کو حکم دیا کہ تو میرے واسطے اُسکو خریدا اور غاصب نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہی اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا یہ محیط مین لکھا ہی - ابن سماعہ رح نے امام محمد سے روایت کی ہی کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا اور اُسکو غاصب نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر غاصب نے اُسکے مالک سے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صلح قیمت سے درہم و دینار پر واقع ہوئی تو غاصب کی بیع جائز ہو گی اور اگر کوئی اسباب[2] دیکر صلح کی تو یہ از سر نو بیع ہی پس پہلی بیع باطل ہو جاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اگر غاصب نے اُسکو آزاد کیا پھر اُسکی قیمت کی ضمان دی تو اُسکا آزاد کرنا جائز نہو گا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اگر غصب کرنیوالے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اُسکے مالک نے بیع کی اجازت دی تو قیاساً اُسکا عتق نافذ نہو گا

---

[1] دوسرے یعنے مالک سے خرید کر اپنے مشتری کو سپرد کی ۱۲ منہ [2] عروض کا ترجمہ اسباب کے ساتھ اصطلاح مترجم ۱۲ منہ

اور یہی امام محمد کا قول ہی اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحساناً اُسکا عتق نافذ ہو جاوے گا
اور اگر کسی نے غاصب سے خرید کر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکے مالک نے پہلی بیع کی اجازت دی تو مشتری
کی دوسری بیع نافذ ہو گی اور اُسمین کچھ اختلاف نہین ہی غصب کرنے والے نے اگر مغصوب کو کسی کے
ہاتھ فروخت کر دیا پھر اُسکو مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یہانتک کہ چند بار وہ ہاتھون
ہاتھ فروخت ہوا پھر مالک نے کسی ایک بیع کی اجازت دی تو یہی عقد بیع نافذ ہو جائیگا کسی نے ایک
غلام غصب کیا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا
پھر مالک نے غاصب سے ضمان لیلی تو پہلی بیع نافذ ہو جاویگی اور مشتری کی بیع باطل ہو جاویگی
کذا فی فصول العمادیہ۔ اور اگر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور مشتری نے اُسکے عوض کا مال
لے لیا پھر غلام کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دیدی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال مشتری کا
ہو گا اور جسقدر آدھے ثمن سے زائد ہو گا وہ صدقہ کر دیگا اور اگر غلام مر گیا یا قتل کیا گیا پھر مالک نے
اجازت دی تو اُسکی اجازت صحیح نہین ہی اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا پھر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر
اُسکے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی تو ہاتھ کٹنے کے عوض کا مال غلام کو ملیگا یہ تاتارخانیہ
مین لکھا ہی۔ ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ کسی نے ایک شخص کا غلام غصب
کر کے اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکا مالک آیا اور اُسنے بیع کی اجازت دی پس فرمایا کہ اگر اُسکا مالک غلام
کے لے لینے پر قادر تھا تو اُسکی اجازت جائز ہو گی ورنہ نہین اور اگر اس غلام کو شہر رے مین غصب کیا تھا
اور غلام کوفہ مین موجود ہی اور غاصب اور غلام کا مالک دونون رے مین موجود ہین اور اُسکے مالک نے
بیع کی اجازت دی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسکی اجازت[۵۱] جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے
کہا کہ اگر اُسکا مالک اُسکو زندہ جانتا ہی تو اُسکا اجازت دینا جائز اور اگر اُسکا زندہ یا مردہ ہونا نہین جانتا ہی
تو اُسکا اجازت دینا باطل ہی اور یہ دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر مالک نے
غاصب سے جھگڑا کیا اور قاضی نے غلام اسکو دینے کا حکم دیا پھر اُسنے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایۃ
مین صحیح ہی اور اگر اُس غلام کا قیام نہ جانتا ہو[۵۲] اسطرح پر کہ وہ بھاگ گیا پھر اُسنے بیع کی اجازت دی تو
ظاہر الروایۃ مین اُسکی اجازت صحیح ہی اور اجازت سے پہلے جو چیز پیدا ہو مثلاً غلام[۵۳] نے کچھ مال حاصل کیا یا باندی
کے کوئی بچہ پیدا ہوا یا اُس سے شبہہ سے وطی کرنے کے عوض عقر ملا یا غلام کے ہاتھ کٹنے کے عوض مال ملا تو
یہ سب مشتری کا ہو گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ جامع مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے کی باندی غصب کر لی اور
پھر ایک شخص نے اُسی[۵۴] کا ایک غلام غصب کر لیا اور دونون نے غلام اور باندی کو باہم بیع کر لیا اور دونون

[۵۱] یعنے اُسکا اجازت دینا مطلقاً صحیح ہی بیع جائز ہو جاویگی ۱۲ منہ [۵۲] یعنے وہ زندہ ہی یا کیا حال ہی ۱۲ منہ
[۵۳] یعنے بجاے غلام باندی کے قرض کیجاوے ۱۲ [۵۴] جسکی باندی ایک شخص نے غصب کر لی ہی ۱۲ م

نے قبضہ کر لیا پھر مالک کو یہ خبر پہونچی اور اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو بیع باطل ہوگی اور اگر غلام اور باندی کے مالک دو شخص ہون اور اُن دونون کو اُسکی خبر پہونچی اور دونون نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہوجاویگی اور باندی غلام غصب کرنے والے کی ہوجاویگی اور غلام باندی غصب کرنے والے کا ہوجاویگا اور غلام غصب کرنے والے پر قیمت غلام کی واجب ہوگی اور اسکو مالک کو ادا کرے اور باندی غصب کرنیوالے پر باندی کی قیمت اُسکے مالک کو ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک ہی شخص کے ایک نے کچھ درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسکے کچھ دینار غصب کیے اور دونون نے باہم بیع کر کے قبضہ کر لیا اور جدا ہوگئے پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور ہر ایک نے جو غصب کیا ہی اُسکے مثل کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوجاویگی اور فلوس درم و دینار کے علم مین ہین اور اگر ایک غاصب نے اُسکے درم غصب کئے اور دوسرے نے اُسی کی باندی غصب کر لی اور دونون نے باہم بیع کر لی پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہی پس اگر باندی غصب کرنے والے نے درم لیے پھر مالک نے اجازت دی اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگئے تو امانت مین تلف ہوگئے ولیکن باندی خریدنے والا اُنکے مثل درہمونکا خود ضامن[1] ہوگا پس اگر باندی غصب کرنیوالے کے درہمون پر قبضہ کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی پھر اُسنے درہمون پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہی کہ غاصب یا مشتری جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے مشتری سے ضمان لی تو وہ بائع پر رجوع نہ کرے گا اور اگر بائع سے ضمان لی تو وہ اُسکے مثل مشتری سے واپس لے گا اور وہ اُسی کے ہونگے اور جب اُسنے مشتری سے رجوع کر لیا تو جو کچھ اُس سے لیا ہی وہ اُسکو سپرد کیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ بھاگے ہوے کی بیع ناجائز ہی پس اگر وہ بھاگنے سے لوٹ آیا اور اُسکو مشتری کے سپرد کر دیا تو امام محمد سے روایت ہی کہ وہ بیع جائز ہوگی اور اسی کو کرخی اور ایک جماعت مشائخ نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی قاضی اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی۔ اور اُنکی شرح مین یون مذکور ہی کہ اگر بھاگا ہوا غلام حاضر ہوجاوے اور بائع مشتری کے سپرد کر دے تو بیع جائز ہوجاوے گی اور دونون مین سے جو شخص انکار کرے خواہ بائع سپرد کرنیسے یا مشتری قبضہ کرنیسے تو اُسپر جبر کیا جاویگا اور از سر نو بیع کرنیکی ضرورت نہوگی لیکن اگر مشتری اس جھگڑے کو قاضی کے روبرو پیش کرے اور بائع سے قبضہ دلانیکی درخواست کرے اور سپرد کرنیسے اُسکا عجز ثابت ہو اور قاضی دونون کے درمیان عقد بیع کو فسخ کر دے پھر غلام حاضر ہو تو اُسوقت مین نئی بیع کرنیکی ضرورت ہوگی اور دوسری روایت محمد رح سے یہ آئی ہی کہ ایسی بیع جائز نہین ہی اور نئی بیع کرنیکی ضرورت ہوگی اور ایک جماعت مشائخ نے اُسی کو اختیار کیا ہی اور ابو عبد اللہ البلخی اسی پر فتوے دیتے تھے اور شیخ الاسلام نے ۲۰۰

[1] یعنے بوجہ اپنے غصب کے ۱۲

شرح کتاب البیوع کے باب بیوع فاسدہ مین ایساہی ذکر کیا ہی کذا فی المحیط - اور فقہانے فرمایا کہ مختار یہی ہی اور پہلی روایت کی تاویل یہ ہی کہ غلام کے لوٹ آنے کے وقت وہ دونون پھر باہم راضی ہوجاوین یہ غیاثیہ مین لکھا ہی - اگر ایک شخص بھاگے ہوے غلام کے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا بھاگا ہوا غلام میرے پاس موجود ہی اور مین نے اسکو پکڑ لیا ہی تو اسکو میرے ہاتھ بیچ ڈال ور اسنے بیچ ڈالا تو جائز ہی - یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور جبکہ اسکی بیع جائز ہوئی پس اگر مشتری نے اسپر قبضہ کرنے کے وقت اس بات پر گواہ کر لیے تھے کہ مین اسپر اسواسطے قبضہ کرتا ہون تاکہ اسکے مالک کو واپس کردون تو اب قابض شمار نہوگا پس اگر مشتری کے واپس کرنے اور جدید قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور مشتری بنا ثمن واپس کریگا اور اگر اسنے گواہ نہین کیے تھے تو قابض شمار ہوگا[۱] یہ فتح القدیر مین لکھا ہے ۔ اور اگر اسنے آن کر یہ کہا کہ وہ غلام فلان شخص کے پاس موجود ہی اور اسنے اسکو پکڑ لیا ہی تو میرے ہاتھ اسکو بیچ ڈال ور اسنے اسکی تصدیق کرکے اسکے ہاتھ فروخت کردیا تو بیع جائز نہین ہی لیکن یہ بیع فاسد ہوگی کہ اگر مشتری اسپر قبضہ پالیگا تو مالک ہوجائیگا یہ محیط السرخسی مین لکھا ہی - اگر کوئی غلام خریدا اور وہ قبضہ سے پہلے بھاگ گیا تو اس عقد کے فسخ کرنیکا مشتری کو اختیار ہی اور تا وقتیکہ غلام بھاگا ہوا حاضر نہو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اس بیٹے کو یا کسی یتیم کو جو اسکے پاس پرورش پاتا ہی وہ غلام ہبہ کردیا تو جائز ہی اور بھاگے ہوے غلام کا کفارہ مین آزاد کرنا جائز ہی بشرطیکہ اسکا زندہ ہونا اور اسکی جگہ معلوم ہو یہ نہایہ مین لکھا ہی - اگر غصب کیا ہوا غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا پھر مالک نے وہ غلام اسی حالت مین کہ وہ بھاگا ہوا تھا غاصب کے ہاتھ فروخت کردیا تو بیع جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - زمین خراجی کی بیع جائز ہی اور مراد اس سے ارض سواد ہی اور زمین قطیعہ کی بیع بھی جائز ہی اور قطیعہ وہ زمین ہے کہ اسکو امام[۲] نے کسی قوم کے واسطے جدا کرکے انھین کیواسطے خاص کردی ہو یہ حاوی مین لکھا ہی - اور واضح ہو کہ ارض اجارہ اُس زمین کو کہتے ہین کہ جو خراب پڑی تھی اور اسکو کسی شخص نے اسکے مالک کے حکم سے لیکر آباد کیا اور اسمین زراعت کی اور ارض اکارہ وہ زمین ہی کہ جو کاشتکارون کے پاس ہو اب ہم کہتے ہین کہ اگر ایسی زمین کو اسکے مالک نے فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر اُس شخص نے فروخت کیا جسکے پاس اُسکا آباد کرنا یا کاشت ہی تو جائز نہین ہی اگر زمین کو اسنے فروخت کیا اور وہ کسی دوسرے کی کاشت مین تھی تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کاشتکار اتنی مدت مین استحقاق رکھتا ہی خواہ بیج دونون مین سے کسی کا ہو پس اگر کاشتکار نے اجازت دیدی تو اسکے عمل کی کچھ اجرت نہ ملیگی اور مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو کل دونون حصے مشتری کو ملین گے یعنے جبکہ زمین مین غلہ ہو تو مشتری کا ہوگا اور اگر اسنے بیع کی اجازت نہ دی تو جائز نہوگی اور یہی

---

[۱] کیونکہ غاصب تھا ۱۲ [۲] یعنی امام المسلمین خلیفہ ۱۲ منہ

حال تاک انگور کا ہی خواہ پھل ظاہر ہوگئے ہون یا نہوے ہون بعض فقہا نے کہا کہ زمین کے مسئلہ کا حکم اس تفصیل سے ہی کہ اگر بیج کاشتکار کے ہون تو اُسکے حق کی بیع جائز نہوگی اور اگر زمیندار کے ہون اور تخم ریزی ہوگئی ہی تو بھی ناجائز ہی اور اگر زمین مین بیج نہ پڑا ہو تو بیع جائز ہی اور ایسے ہی تاک انگور مین بھی اگر پھل ظاہر نہوے ہون تو بیع جائز ہی اور امام ظہیر الدین اسی پر فتوی دیتے تھے کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی و لیکن ہل چلالیا اور نہرین کھود لی ہین تو ظاہر الروایۃ مین اسکی بیع نافذ ہوجاویگی اور یہی اصح ہی اور اگر تاک انگور کو بیچا تو اُسکی بیع عامل کے حق مین نافذ نہوگی خواہ اُس نے تاک مین کچھ درستی کی ہو یا نہ کی ہو یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک گانون خریدا اور اُس سے مسجد اور مقبرہ کا استثنا نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ فساد بیع اس صورت مین ہی کہ مسجد آباد ہو اور اگر اُسکا گرد و پیش خراب ہوگیا اور لوگ اس سے بے پرواہ ہوگئے ہین تو بیع فاسد نہوگی اور اگر کوئی زمین زراعت خریدی اور اسمین ایک قطعہ وقف کا ہی تو مثل مسجد کے اُسکی بیع بھی ناجائز ہی اسکو شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی اور رکن الاسلام علی السغدی رح نے فرمایا ہی کہ اُسکی بیع جائز ہی اور تفرید مین مذکور ہی کہ اُن دونون نے رکن الاسلام کے قول کی طرف رجوع کرلیا ہی اور یہی مختار ہی اور اگر ملکی زمین وقفی زمین کے ساتھ فروخت کی اور ثمن سے وقفی زمین مین سے ملکی زمین کا حصہ استثنا نہ کیا تو دو قولونمین سے اصح قول کے موافق ملکی زمین کی بیع جائز ہوا اور اگر ملکی زمین خریدی اور اسمین لوگونکا عام راستہ ہی تو بیع فاسد نہوگی اور راستہ ہونا عیب ہی اور ملتقط مین لکھا ہی کہ راستہ اگر محدود نہو اور اُسکی مقدار معلوم نہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی قریہ فروخت کیا اور اُسکے اندر مسجد ہی اور قریہ کی بیع مین مسجد کا استثنا کیا تو مسجد کے حدود ذکر کرنے مین یا نہ کرنے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ حدود کا ذکر کرنا شرط نہین ہی اور اسی پر فتوی ہی اور ایسا ہی اختلاف حوضون اور عام لوگون کے راستہ مین ہی اور مقبرہ کے حدود کا ذکر کرنا ضرور ہی و لیکن اگر مقبرہ بلند ٹیلہ ہو تو ضرور نہین ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ ایک پہاڑ مین گوگرد تھا تو اُسکو وہان سے لاکر فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہی اسی طرح اگر پہاڑ کے احجار مین سے لاکر فروخت کیا جاے تو بھی کچھ خوف نہین ہی اور اسی طرح اگر اُس پہاڑ مین پستہ کے درخت تھے اور اُسمین سے پستہ لاکر فروخت کیا گیا تو بھی یہی حکم ہی اور یہی حکم نمک کا ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جس جگہ سے لایا جاوے وہ کسی کی ملک نہو اور اگر کسی کی ملک ہوگی تو کسی چیز کی بیع جو ہمنے ذکر کی ہین جائز نہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھی فصل حیوانات کی بیع کے بیان مین جو مچھلی دریا کنوئین مین ہی اُسکی بیع ناجائز ہی پس اگر اُس شخص نے کوئی خطیرہ بنایا ہو اور اُسمین مچھلی آجاے تو دو حال سے خالی نہین کہ یا اُسنے خطیرہ اسیواسطے بنایا تھا یا اسواسطے نہین بنایا تھا پس پہلی صورتمین جو چیز خطیرہ کے اندر آجاے وہ اسکی ملک ہی اور کوئی اسکو نہین لے سکتا ہی پھر اگر اُسکے اندر کی مچھلی بدون شکار کرنے کے پکڑی جاسکے تو اُسکی بیع جائز ہی اور اگر بدون

شکار کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو اُسکی بیع جائز نہین ہی اور دوسری صورت مین جو چیز حظیرہ کے اندر آجاویگی وہ اُسکی ملک نہوگی تو اُسکی بیع بھی جائز نہوگی لیکن جب مچھلی اُسکے اندر آجاے اور وہ حظیرہ کو بند کرلے تو اُسکا مالک ہوجاویگا پس اگر وہ بلا حیلہ پکڑی جا سکے تو اُسکی بیع جائز ہی اور اگر بدون شکار کے پکڑی نجا سکے تو جائز نہین ہی- اور اگر اُسنے حظیرہ کو اسواسطے نہین بنایا تھا ولیکن اُسنے مچھلی پکڑکر حظیرہ مین ڈالدی تو اُسکا مالک ہوجاویگا پس اگر وہ بلاشکار ہاتھ آوے تو اُسکی بیع جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی پھر جن صورتون مین پانی کے اندر مچھلی کا بیع کرنا جائز ہی اُن صورتون مین جب مشتری اُسپر قبضہ کریگا اور اُسکو دیکھے گا تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اگر کسی نے ایک مچھلی پکڑکر پانی کے گڈھے مین ڈالدی پس براہ حکم جو صورتین تفصیل کے ساتھ ہم نے حظیرہ مین بیان کی ہین وہی یہان نکلتی ہین یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر مچھلی کسی بڑی نہر مین پڑی ہو تو اُسکی بیع کسی حال مین جائز نہین ہی اگرچہ بیع کے بعد بائع اسکے سپرد کردینے پر قادر ہوجاے اور یہی حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر اُسنے مچھلی پکڑی پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹکر نہر مین جا پڑی مگر اتنا فرق ہی کہ اس صورت مین فسخ بیع سے پہلے اگر سپرد کردینے پر قادر ہوجاوے تو بیع جائز ہیگی اور مشتری کو خیار رویت رہیگا خواہ اس سے پہلے اُسنے مچھلی کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اور یہ حکم امام ابو الحسن کرخی کے نزدیک ہی اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اسکی بیع جائز نہین ہی اگرچہ وہ سپرد کردینے پر قادر ہوجاوے یہ ینابیع مین لکھا ہی اور اگر حظیرہ کے اندر مچھلی اور قصب ہو اور اُسنے دونون کو ایکبار فروخت کردیا پس اگر مچھلی بدون شکار کرنے کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو کل کی بیع فاسد ہی خواہ اس سے پہلے اُسنے مچھلی شکار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر بدون شکار کے مچھلی کا پکڑنا ممکن ہو پس اگر اُس نے اس سے پہلے مچھلی شکار نہ کی ہو تو مچھلی کی بیع فاسد ہی اور قصب کی بیع مین فقہا نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق فاسد ہوگی اور صاحبین کے قول کے موافق فاسد نہوگی اور صحیح یہ ہی کہ صاحبین کے قول کے موافق بھی قصب کی بیع فاسد ہوگی اور اگر اس سے پہلے اُس نے مچھلی کا شکار کیا تھا تو بالاتفاق کل کی بیع جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور کبوترون کی اگر گنتی معلوم ہو اور اُنکا سپرد کرنا ممکن ہو تو اُنکی بیع جائز ہی پس اگر وہ اپنے برج[1] مین موجود ہون کہ جنکا نکلنے کا راستہ بند ہی تو اُسکی بیع جائز ہو نہین کوئی اشکال نہین ہی اور اگر وہ اُڑنے کی حالت مین ہون اور عادت سے یہ بات یقینی ہو کہ وہ آوینگے تو بھی یہی حکم ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- اگر ایک بُرج کہ جسمین کبوتر رہتا تھا اُسکو مع کبوتر کے کسی نے بیچنا چاہا پس اگر رات[2] مین فروخت کردیا تو جائز ہی منتقی مین مذکور ہی کہ اگر پانی کے اندر کوئی جڑیا یا کوئی مچھلی فروخت کی اور وہ لوٹکر اُسکے پاس آجاتی ہی یا کوئی ایسا پرندہ جو آسمان مین اُڑتا ہی اور اُسکے پاس چلا آتا ہی فروخت

یعنی جو حکم تفصیل سے خطیرہ مین بیان کیا ہی اسی تفصیل سے یہان بھی دیا جائیگا ۱۲

کیا تو بیع جائز ہی اور جب وہ لوٹ کر اُسکے پاس آوے تو اُسوقت سپرد کر دیگا اور اسیطرح اگر کوئی ہرن پالو کہ وہ تھا ان سے مانوس ہی اور لوٹ کر اُسکے پاس چلا آتا ہی تو اُسکی بیع بھی جائز ہی اور اگر مانوس ہونے کے بعد وہ وحشت کرنے لگے اور بلا شکار کے ہاتھ نہ آوے اور اُسکو فروخت کرے تو بیع ناجائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اگر کوئی ہونہار گھوڑا ایسا بدکتا ہو کہ بدون حیلہ کے اسکا اسکو پکڑنا ممکن نہو تو اُسکی بیع ناجائز ہے یہ سراجیہ مین ہی- شہد کی مکھیون کو جبکہ اکٹھا موجود ہون بیع کرنا جائز نہین ہی اور یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی لیکن اگر اسکے چھتون مین شہد ہو اور چھتے کو مع اُن مکھیون کے جو اُسکے اندر ہین خرید کرے تو جائز ہی اور امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر شہد کی مکھیان اکٹھی جمع ہون تو اُنکا بیع کرنا جائز ہی- کذافی الحاوی- اور شہد کی مکھیون کی بیع امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی- اور فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ جونک کا خرید کرنا جائز ہی اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالی نے لیا ہی کذافی المحیط اور یہی مختار ہی- اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اُجرت پر لیا کہ وہ اُسکے جونک لگا وے تو بالاتفاق جائز ہی- یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور کرم پیلے کے انڈے بیچنا امام محمد رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ واقعات مین لکھا ہی- اور سانپ اور بچھو اور گرگٹ اور جو انکے مانند زمین کے جانور ہین اُنکا بیچنا جائز نہین ہے اور جو چیزین دریا مین ہوتی ہین ان مین سوائے مچھلی کے مینڈک اور کیکڑا وغیرہ کا بیچنا جائز نہین ہے اور کھی ان کی ہڈی اور کھال سے نفع اُٹھانا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور نوازل مین لکھا ہی کہ سانپ اگر دوا کے کام مین آوین تو اُنکی بیع جائز ہی اور اگر کسی کام نہ آوین تو بیع جائز نہین ہی اور صحیح یہ ہے کہ کل چیزون کی بیع جن سے کچھ نفع حاصل ہو جائز ہی- یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- سیکھے ہوئے کتے کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہی اور ایسی ہی بلی اور وحشی درندہ جانورون اور پرندون شکاری کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہی خواہ وہ سکھے ہوئے ہون یا نہون یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور جو کتا کہ سیکھا ہوا نہو اُسکی بیع جائز ہی بشرطیکہ وہ سکھلانے کے قابل ہو ورنہ جائز نہین ہی- یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ شیر کی بیع مین بھی ہمارا یہی قول ہے کہ اگر وہ تعلیم قبول کرے اور اُس سے شکار کیا جا سکے تو اُسکی بیع جائز ہی کیونکہ چیتے اور باز ہر حال مین سیکھ جاتے ہین تو اُنکی بیع بھی ہر حال مین جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ چھوٹے بھیڑیے کی بیع کہ جو تعلیم[1] نہ قبول کرے جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ چھوٹا بھیڑیا اور بڑا دونون برابر ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- ہاتھی کا بیچنا جائز اور بندر کے بیچنے مین امام اعظم رح سے دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہی کہ جائز ہی اور یہی مختار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور

[1] اصل مین یون ہی ہی اور شاید نسخہ کی غلطی ہو بجاے اسکے تعلیم قبول کرے ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

سوائے سُور کے تمام حیوانات کی بیع جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت بیچنی جائز ہے اور اُن گھروں کی زمین بیچنی جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور بغداد کے گھر اور بازار کی دکانیں جو سُلطانی ہیں اُن کا بیچنا جائز نہیں ہے اور اُس میں کسی کا شفعہ بھی نہیں ہے کذا فی التہذیب[۱]

پانچوین فصل احرام باندھنے والے کا شکار کو بیع کرنے اور محرمات کی بیع کے بیان میں محرم یعنی احرام باندھنے والا اگر شکار کو فروخت کرے تو جائز نہیں ہے اسی طرح حرم کا شکار بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور حرم کے اندر شکار کا بیچنا جائز نہیں ہے خواہ محرم فروخت کرے یا حلال (کہ جسنے احرام نہیں باندھا ہے) یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ حرم کے اندر دو حلالوں نے کسی شکار کی جو حل میں ہے خرید و فروخت کی تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے ولیکن حرم سے حل کی طرف نکل کر اُسکو سپرد کریگا اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے احرام باندھا اور اُسکے قبضہ میں دوسرے کا شکار ہے اور اُس شکار کو اُسکے مالک نے فروخت کیا اور وہ حلال تھا تو بیع جائز ہے اور سپرد کر دینے کے واسطے مجبور کیا جاویگا اور اگر اُسنے تلف کر دیا تو اُسپر جزا لازم آوے گی اور اگر کسی محرم نے ایک شکار کے بیچنے کیواسطے کسی حلال کو وکیل بنایا اور اُسنے فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل ہے۔ کذا فی الحاوی۔ اور اگر حلال نے کسی محرم کو ایک شکار کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے[۲] اگر کسی شخص نے ایک شخص کو کسی شکار بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے احرام باندھا اور وکیل نے شکار فروخت کر دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی حلال نے دوسرے حلال سے ایک شکار خریدا اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک نے احرام باندھا تو بیع ٹوٹ جاوے گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور جو ذبیحہ کہ مجوسی یا مرتد یا سوائے اہل کتاب کے دوسرے کا ہو اُسکی بیع جائز نہیں ہے اور اسی طرح وہ ذبیحہ کہ جسپر بسم اللہ کہنا عمداً چھوڑ دیا گیا ہو اُسکی بیع بھی ناجائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور تجرید میں لکھا ہے۔ کہ اسی طرح ایسے بچہ کا کہ جو نہیں سمجھتا ہے اور مجنون کا ذبح کیا ہوا بیچنا بھی جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور جس شکار کو محرم نے ذبح کیا ہو یا حلال نے حرم میں ذبح کیا ہو اُسکا بیچنا بھی جائز نہیں ہے اور اہل کتاب[۳] کا ذبیحہ بیچنا جائز ہے یہ محیط

[۱] ہذہ المسئلۃ کانہا ذکرت استطراداً ۱۲ م [۲] قولہ جائز نہیں یعنی محرم کا وکیل ہونا اور اُس کا کوئی ایسا تصرف جائز نہوگا نہ یہ کہ توکیل باطل ہے فانہ مختلف فیہ فان المحرم محل لذلک بالذات فافہم ۱۲ منہ [۳] اہل کتاب کا ذبیحہ آہ مترجم کہتا ہے اس زمانہ میں اس مسئلہ میں مشہور اختلاف ہے اور عوام الناس نے اپنی نظر کے موافق نصرانیان زمانہ کے ذبائح میں اسی روایت پر مدار رکھا ہے اور حق یہ ہے کہ جو اہل کتاب اپنی کتاب الٰہی ٹھیک ٹھیک جانتے ہوں اُن کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے نصرانی یا یہودی کا ذبیحہ جائز نہ فرمایا بلکہ اہل کتاب یعنی جو اپنی کتاب آسمانی پر چلتے ہوں اور تفصیل و تحقیق مسئلہ کی مترجم کی جامع تفسیر اُردو موسومہ مواہب الرحمٰن میں ہے ۱۲

مین لکھا ہی - اور کافر اگر کسی مُردار کو آپس مین فروخت کرین تو جائز نہین ہی اور اگر اپنے ذبیحہ کو باہم فروخت کرین حالانکہ اُن کا ذبیحہ یہ ہو کہ بکری کا گلا گھونٹ دین یا اُسکو اس قدر مارین کہ مرجاوے تو اُنکا آپس مین بیع کرنا جائز ہی یہ واقعات مین لکھا ہے اگر دو ذمیون نے شراب یا سُور کی باہم خرید و فروخت کرلی پھر قبضہ سے پہلے دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اسلام لایا تو بیع ٹوٹ جاوے گی یعنے فسخ کرنے کا حق ثابت ہوجاوے گا اور اگر دونون نے شراب پر قبضہ کرلیا پھر دونون یا ایک مسلمان ہوا تو بیع جائز ہوگی خواہ ثمن پر قبضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو یہ حاوی مین لکھا ہے - اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان غلام خریدا تو بیع جائز ہے اور اُس پر جبر کیا جاوے گا کہ اسکو فروخت کردے خواہ یہ ذمی نابالغ ہو یا بالغ ہو یہ تاتارخانیہ مین تجنیس سے منقول ہے اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر سے ایک مسلمان غلام بطور بیع فاسد کے خریدا تو مشتری پر جبر کیا جاوے گا کہ واپس کردے اور بائع پر جبر کیا جاوے گا کہ اُسکو فروخت کردے[۱] اور اگر ذمی نے اُس غلام کو آزاد یا مدبر کردیا تو جائز ہے اور وہ مدبر سعی[۲] کرے گا اور یہی حکم ہے اگر وہ باندی تھی کہ اُسکو ذمی نے ام ولد بنایا ہو اور ذمی کو زدوکوب کی تکلیف پہونچائی جاوے گی[۳] اور اگر باندی کو اُس نے مکاتب کردیا یعنے مسلمان تھی تو کتابت جائز رہے گی اور نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر ذمی نے قرآن شریف خریدا ہو اور اسی طرح اگر ذمی کسی مسلمان غلام کے ایک حصہ کا مالک ہوا تو ٹکڑے کا حکم پورے کے حکم کے مانند ہے اور اگر دونون عقد کرنے والون مین سے ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان دونون کے درمیان صرف وہی امر جائز ہوگا جو دو مسلمانون مین جائز ہوتا ہے اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو شراب کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہین ہے اور اگر چند یتیم نصرانی تھے کہ اُن کا ایک غلام اسلام لایا تو سب پر جبر کیا جائیگا کہ اُس کو فروخت کردین پس اگر اُن کا کوئی وصی ہوگا تو وہ فروخت کرے گا اور اگر نہوگا تو قاضی اُن کا کوئی وصی مقرر کردے گا کہ وہ اُن کی طرف سے فروخت کرے گا اور اگر کسی مسلمان نے کوئی مسلمان غلام کسی کافر کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیا اور اُسکے سپرد کردیا تو جائز ہے اور کافر پر جبر کیا جاوے گا کہ اُسکو فروخت کردے یہ حاوی مین لکھا ہی - اور عیون مین مذکور ہے کہ ہاتھی وغیرہ مردارون کی ہڈیان بیچنے مین کچھ خوف نہین ہے لیکن آدمی اور سُور کی ہڈی بیچنا جائز نہین ہی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ ہاتھی وغیرہ کی ہڈی پر چکنائی نہ باقی ہو اور اگر باقی ہوگی تو وہ نجس ہی اور اُسکی بیع ناجائز ہی اور فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کُتا ذبح کرکے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز ہی اور اسی طرح اگر اپنا گدھا ذبح کرکے اسکا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ اُنھون نے ذبح ہونے کے بعد

---

[۱] یعنی مسلمان کے ہاتھ ۱۲ منہ [۲] یعنی مشقت کرکے مال ادا کرکے آزاد ہوجائیگا ۱۲ [۳] بوجہ ام ولد بنانے کے واللہ اعلم ۱۲ م [۴] قولہ جائز ہی اسواسطے کہ ذبح کرنے سے نجاست نہ رہی لیکن آدمی کو کھانا حرام رہا ہان اگر شکرہ وغیرہ کو دیدے تو کارآمد ہوگا پھر یہ روایت اسپر بنا کرتا نجس العین نہین جیسے گدھا اور لعاب، خون اُسکا نجس ہے اور متاخرین نے اسی پر فتوی دیا ہے ۱۲ م

اس گوشت کے پاک ہونے مین اختلاف کیا ہے اور صدر الشہید نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پاک ہے اور اگر کسی نے سور کو ذبح کر کے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - ذبح کیے ہوئے درندون کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے گدھون کا فروخت کرنا (یعنی گوشت کا ۱۲) صحیح روایت کے موافق جائز ہی اور مردار درندونکا گوشت بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور درندون اور گدھون اور خچرون کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوے یا دباغت کیے ہوے ہون تو اُن کی بیع جائز ہی اور جو ایسے نہون تو اُن کی بیع جائز نہین ہے اور یہ حکم اس بنا پر ہی کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چمڑے پاک ہوجاتے ہین سوائے آدمی اور سور کی کھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہوگئے تو اُن سے نفع اُٹھانا جائز ٹھہرا پس اُن کی بیع ہوسکتی ہے اور مردار کے بال اور اسکی ہڈی اور پشم اور سینگ سے نفع اُٹھانے مین کچھ خوف نہین ہے اور ان سب کی بیع جائز ہے اور پٹھے کے باب مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اس سے نفع اُٹھانا اور اُس کا بیچنا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور سور کے بال بیچنا جائز نہین ہے اور کوبچیان بنا کر اُس سے نفع اُٹھانا موزہ دوزون کو جائز ہے اور انسان کے بالون کا بیچنا اور اس سے نفع اُٹھانا جائز نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ جامع الصغیر مین لکھا ہے اور اگر کسی [1] نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اُسکو بہت بڑا ہدیہ پیش کیا نہ بطور خرید و فروخت کے دیا تو اُس مین کچھ خوف نہین ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور عورت کا دودھ اگرچہ کسی پیالہ مین ہو بیچنا جائز نہین ہی خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اُسکے تلف کردینے والے پر ضمان نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہے اور یہی مختار ہے - یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اور ملاقیح اور مضامین کی بیع منعقد نہین ہوتی ہے اور ملقوح اُسکو کہتے ہین جو مادہ کے رحم مین ہو قال المترجم مضامین وہ نطفے ہین جو باپ کی پیٹھ مین ہون - اور اسی [2] حکم سے یہ بھی حکم نکلتا ہی کہ گابھن کرانے مین نر کی منی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سور اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہین ہے یہ تہذیب مین لکھا ہی - گوبر اور مینگنی کا بیچنا اور اُن دونون سے نفع اُٹھانا جائز ہے اور گوہ [3] سے کچھ نفع اُٹھانا جائز نہین ہے تاوقتیکہ وہ مٹی سے نہ ملجاوے اور مٹی اُس پر غالب نہوجاوے اور اسی طرح گوہ کا بیچنا بھی جائز نہین ہے تاوقتیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط مین لکھا ہی - اور رباطات کا گوبر بیچنا جائز نہین ہے مگر جب اُس کو کوئی شخص جمع کر کے فروخت کرے تو جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اور کبوتر کی بیٹ اگر بہت [4] ہو تو اُس کا بیچنا

[1] یعنی اگر کسی کے پاس موئے مبارک آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور اُس سے کوئی شخص اُس موے مبارک کو لے تو بطور بیع کے اُسکی عوض کچھ دینا جائز نہین ہے اور اگر اُسکو بطور بھاری ہدیہ پیش کرے تو مضائقہ نہین ہی ۱۲ منہ [2] قال المترجم لاحاجۃ الی استخراجہ منہ فان حرمۃ بیع عسب الفحل منصوصۃ وقد عدہ بعضہم من الکبائر ۱۲ منہ [3] غدرہ پلید چیز نجس ولیکن بنا برین گوبر و مینگنی کو بھی شامل ہے والمراد ما ذکرنا ۱۲ منہ [4] یہ قید اسواسطے ہی کہ خفیف بے قیمت ہوتی ہے پس مال نہوگی ۱۲ منہ

ور ہبہ کرنا جائز ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ حلال اگر حرام کے ساتھ ملجاوے جیسے شراب اور چوہا گھی یا گوندھے
ہوئے آٹے مین جا پڑے تو اُسکے فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہے بشرطیکہ بیان کر دیا جاوے کہ یہ
اس طرح مختلط ہے۔ اور یہ جواز اُسوقت تک ہے کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اُسکے برابر نہ ہوجاوے
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور سواے کھانے کے اُس سے اور طرح نفع اُٹھانے مین کچھ خوف نہین ہے
اور خانیہ مین لکھا ہے کہ اگر ایک قطرہ پیشاب یا خون۲؎ کا سرکہ یا زیتون کے تیل مین جا پڑے تو اُسکا فروخت
کرنا جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور جو چیز۳؎ ایسی ہو کہ اُس پر حرام چیز غالب ہو تو اُس کا بیچنا یا ہبہ
کرنا جائز نہین ہے اور اسی طرح اگر زیتون کے تیل مین مردار کی پگھلی ہوئی چربی پڑ جاوے پس اگر تیل غالب
ہو تو اُسکی بیع جائز ہے اور اگر چربی غالب ہو تو جائز نہین ہے اور واضح ہو کہ حلال کے حرام پر غالب ہونے کی
صورت مین نفع۴؎ اُٹھانے کا حکم جو مذکور ہوا اور اُس سے یہ مراد ہے کہ سوائے بدن۵؎ کے اور کامون مین نفع اُٹھایا
جاوے اور بدن مین نفع اُٹھانا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور بربط اور طبل اور مزمار اور دف اور
نرد اور ان کے مانند چیزون۶؎ کو بیچنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے قول مین جائز ہے اور صاحبین نے
کہا کہ توڑ دینے سے پہلے ان چیزون کا بیچنا جائز نہین ہے اور یہ مسئلہ اجارات اصل مین بلا تفصیل مذکور ہے
اور سیر کبیر مین صاحبین کے قول کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ ان چیزون کو اگر ایسے شخص کے ہاتھ
فروخت کیا کہ جو انکو خود استعمال مین نہین لاتا ہے اور نہ ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہے کہ جو ان کو استعمال مین
لاوے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز ہے اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ بیچا کہ جو ان کو استعمال مین لاتا ہے یا
ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہے جو ان کو استعمال مین لاوے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز نہین ہے۔ اور
شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو حکم اصل کتاب مین مطلقاً مذکور ہے وہ اس تفصیل پر جو سیر کبیر مین
مذکور ہے محمول ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر ان چیزون کو کسی شخص نے تلف کر دیا پس اگر تلف کر دینا
قاضی کے حکم سے تھا تو کوئی۷؎ شخص ضامن نہو گا اور اگر قاضی کے حکم سے نہ تھا تو بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی
اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہی حکم ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور فتوی صاحبین کے
قول پر ہے یہ تہذیب مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے اپنا غلام بعوض اسکے فروخت کیا کہ مین اپنے اونٹ مشتری کی
زمین مین چراؤنگا یا اسکے عوض کہ مین اسکے کنوئین سے پانی پیونگا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر غلام بائع یا
مشتری کی باندیون مین سے کسی باندی کے عوض فروخت کیا اور اُس باندی کو معین نہ کیا تو بیع منعقد ہو گی
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ سواے خمر یعنی شراب۸؎ کے جتنی پینے کی

۱؎ یہ حکم بعض بیع کے واسطے ہی کھانے کے واسطے نہین ہے ۱۲ م ۲؎ خون سے بہتا ہوا خون مراد ہونا چاہیے ۱۲ م ۳؎ یعنی اختلاط حرام
و حلال اس طرح ہو کہ حلال پر حرام غالب ہو جاوے ۱۲ منہ ۴؎ یعنی نفع اُٹھانے کے جواز کا ۱۲ ۵؎ مثلاً ملنا و کھانا ۱۲ ۶؎ یعنی آلات لہو و لعب ۱۲
۷؎ شار الی انہ لا یختص بالمحتسب من لہ نوع خصوصیۃ ۱۲ م ۸؎ قال المترجم وینبغی ان یکون المراد بالخمر ما یتخذ من العنب اذ الخمر عندہ لیطلق علیہ علی القول
ولذلک اورد لفظ الخمر فی الترجمۃ ۱۲ منہ

چیزین حرام ہین سب کی بیع جائز ہی اور اُنکے تلف کرنے والون کو ضمان دینی پڑے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان چیزون کی بیع جائز نہین ہے اور اُن کے تلف کرنے والے پر ضمان واجب نہو گی یہ محیط مین لکھا ہے - فتاوے عتابیہ مین ہے کہ شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین کہ جو اُس سے شراب بنا دیگا کچھ خوف نہین ہی اور زمین ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین کہ جو اُسکا کلیسا[۱] بنا دیگا کچھ ڈر نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور مکاتب[۲] اور مدبر اور ام ولد اور جس غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو ان سب کی بیع جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے ام ولد کو فروخت کر کے سپرد کر دیا تو مشتری اس کا مالک نہ ہوگا اور یہی حکم اس غلام کا ہی جس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو اور ایسے ہی مدبر کا بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر مکاتب فروخت ہونے پر راضی ہو گیا تو اس باب مین دو روایتین ہین اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور مجمع مین لکھا ہے کہ مکاتب نے اگر اپنی بیع کی اجازت دیدی تو فاسد نہ ہوگی اور یہی روایت مختار ہی اور عامۂ مشائخ اسی پر ہین یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہے اور اگر آزاد یا ام ولد یا مدبر یا مکاتب مشتری کے پاس ہلاک ہو گئے تو وہ ضامن نہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہی بخلاف مکاتب کے[نزدیک امام اعظم رحمہ] کہ اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس مر گیا تو بالاتفاق اُس کا ضامن نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایک قیمتی مال بعوض مکاتب یا ام ولد کے خریدا اور مال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ بطور ملک فاسد کے ہوگا اور ام ولد کو اُسی[۳] کے ہاتھ فروخت کر دینا جائز ہے اور ایسے ہی مدبر کو اُسی کے ہاتھ بیچنا جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی نے مُردار یا خون کے عوض کوئی چیز خریدی تو اُس کا مالک نہوگا کیونکہ یہ مال نہین ہی اسلیئے کہ اس سے تموّل نہین ہوتا ہی اور اس قیاس پر اگر کسی نے مُردار کی کھال کے عوض کوئی چیز خریدی اور یہ ایسی کھال تھی کہ اُسکو لوگ دباغت کے واسطے رکھ چھوڑتے ہین تو بیع منعقد ہو جائیگی اگر کسی نے مُردار یا خون کے عوض کوئی غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مر گیا تو سیر کبیر مین لکھا ہی کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مشتری اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی - اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور باندیون کی اولاد جو ایسے لوگون سے ہو بمنزلۂ اصول[۴] کے شمار کی جاتی ہے اور اسی طرح حالت کتابت مین خریدا ہوا بیٹا اور ر

۱؎ کلیسا عبادت خانہ نصرانیان گرجا ۱۲ منہ ۲؎ مکاتب سے یہ مراد ہی کہ مادام مکاتب رہے اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو جاوے تو فروخت ہو سکتا ہی ۱۲ م ۳؎ یعنی خود ام ولد کے ہاتھ ۱۲ ۴؎ مترجم کہتا ہی یعنی مثلاً مکاتب کا بیٹا مکاتب کی باندی سے پیدا ہوا تو وہ بھی بمنزلۂ اصل کے یعنی باپ کے مکاتب رہیگا اور یہ مربوط ہی مابعد سے و اگر [illegible] مالک لوگ مراد ہون تو عبارت سابق سے معلوم کیا جاوے مگر فتاوی کہان ہی [illegible] عبارت [illegible] ۵؎ [illegible] الشافعی [illegible] ۱۲ منہ

اور ماں باپ کا بھی یہی حکم ہی مگر سوائے اُنکے اور ناتے والے کتابت مین داخل نہین ہوتے ہین اور مکاتب کو اُنکا بیع کردینا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔

چھٹی فصل ربوا اور اُسکے احکام کے بیان مین۔ واضح ہو کہ ربوا[۱] شرع مین اس مال کو کہتے ہین کہ جو مال کے عوض مال لینے مین زیادتی ہو کہ اُسکے مقابل مین مال نہو اور یہ ربوا ہر ناپ یا تول کی چیزون مین جو اپنے جنس کے ساتھ بیچی جاوین حرام ہی اور اُس کی علت مقدار اور جنسیت ہے اور مقدار سے ہماری مراد ناپ کی چیزون مین پیمانہ ہے اور وزنی چیزون مین وزن ہے پس جب ناپ کی چیزین جیسے گیہون اور جو اور چھوارے اور نمک اور تول کی چیزین جیسے سونا اور چاندی وغیرہ جو اوقیہ کے حساب سے بیچی جاتی ہین اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر فروخت کیجاوین تو بیع صحیح ہے اور اگر کوئی بڑھتی ہوگی تو بیع صحیح نہین ہے اور اس جنس کی ردی اور جید دونون برابر ہوتی ہین یہان تک کہ جن چیزون مین ربو جاری ہوتا ہے اگر اُن مین کی جید بعوض ردی کے بدون برابری کے بیچی جاوے تو صحیح نہین ہی اور ایک لپ بھر کے چیز بدلے دو لپ بھر کے فروخت کرنا جائز ہی اور ایک سیب دو سیبون کے عوض بیچنا جائز ہی اور جو آدھے صاع سے کم ہو وہ ایک لپ بھر کے شمار مین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیز جو سوائے کھانے کے ہے اپنی جنس کے ساتھ زیادتی سے فروخت کی جیسے گچ اور لوہا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور جس چیز مین مقدار اور جنسیت دونون پائی جاوین اُسمین زیادتی سے بیچنا اور اُدھار بیچنا دونون جائز نہین ہین اور اگر دونون مین سے ایک پائی جاوے اور دوسری نہ پائی جاوے تو زیادتی حلال ہی اور اُدھار بیچنا حرام ہی اور اگر دونون نہ پائی جاوین تو زیادتی اور اُدھار دونون حلال ہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور جن چیزون مین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیل کے حساب سے بڑھتی بیچنے کی حُرمت پر صریح حکم فرما دیا ہی۔ وہ ہمیشہ کیلی رہینگی یعنی ناپ کی چیزون مین رہینگی اگرچہ لوگ اُسکا ناپنا چھوڑ دین جیسے گیہون اور جو و چھوارے اور نمک اور جن چیزون مین رسول اللہ صلعم نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہی وہ ہمیشہ وزنی رہینگی اگرچہ لوگ اُنکا وزن کرنا ترک کردین جیسا سونا اور چاندی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جن چیزون مین آنحضرت صلعم کا صریح حکم نہین ہی ولیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے وقت مین پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہیگی اگرچہ لوگ اُسکو وزن کرکے بیچنے کی عادت کرین اور جسکا کہ اسوقت مین وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہیگی اور جس چیز مین کہ کچھ صریح حکم نہین ہی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اُسکا حال معلوم ہی تو اُس مین لوگون کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگون مین وہ پیمانہ کے حساب سے بکتی ہے تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہی تو وزنی ہی اور اگر پیمانہ اور وزن دونون کے حساب سے بکتی ہی تو وہ کیلی اور وزنی دونون ہوگی اور یہ سب جو مذکور ہوا امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہے کذا فی المحیط پس اس بنا پر جو مذکور ہوا اگر گیہون کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سونے کو اپنی جنس کے ساتھ

[۱] واضح ہو کہ ربوا سے مراد وہ نفع کا مال ہے جو ہندوستان مین سود معروف ہے ۱۲ منہ

پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
جائز نہ ہوگا اگرچہ لوگون کے عرف مین اسی طرح بکتی ہو یہ کافی مین لکھا ہے۔ پس اگر کیلی چیز کو وزن کے
حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ جس طور پر فروخت کی گئی
ہین باہم برابر ہون تاوقتیکہ انکا برابر ہونا اپنے اصل[1] طور پر[2] نہ معلوم ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور شیخ رحمہ نے
نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس چیز کا کیلی ہونا صریح حکم سے ثابت ہوگیا ہے اگر اُسکو وزن کرکے
درہمون کے عوض فروخت کرے تو جائز ہے اسی طرح جس کا وزنی ہونا صریح ثابت ہوا ہے اگر پیمانہ کے حساب
سے درہمون کے عوض فروخت کیجاوے تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور جو چیزین کہ مثل تیل وغیرہ
کے منون[3] یا اوقیون[4] کے حساب سے فروخت ہوتی ہین وہ وزنی ہین۔ یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے
پس جو چیز کہ رطلی ہے یا اوقیہ کے حساب سے بکتی ہے اگر اُس کو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب
سے برابر برابر اُسکی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہوا (یعنی تول کر ۱۲) اور جس قدر اُس کیل مین سماتا ہے اُس کا
وزن معلوم نہووے فروخت کرین تو جائز نہین ہے اور اگر اُن دونون کو کیل کے حساب سے زیادتی
سے فروخت کرین اور وزن مین وہ دونون برابر رہین تو بیع صحیح ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور مبسوط مین لکھا ہے
کہ بدبودار گیہون اور جید گیہون ایک جنس ہین اور ایسے خرما مین سیراب کردہ زمین کا اور بخسی[5] بے سینچی زمین کا
دونون ایک جنس ہین اور فارسی چھوارہ[6] اور دقل دونون ایک جنس ہین باوجود اسکے کہ وصف مین اختلاف
ہے اور ایسے گلکہ اور رخوہ چھوارہ ایک جنس ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور فقہا نے یتیم کے مالون مین سے
جن مالون مین ربوا جاری ہوتا ہے اُس مین جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہے پس وصی کو یہ جائز نہین ہے کہ اُسکا
جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقف کے مال مین بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے
ایک انڈے کا دو انڈون کے عوض اور ایک چھوارے کا دو چھوارے کے عوض اور ایک اخروٹ کا
دو اخروٹون کے عوض بیچنا صحیح ہے اور ایک پیسے معین کو دو معین پیسون کے عوض فروخت کرنا امام اعظم اور ابو یوسف
کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ تر انگور کا خشک کے ساتھ برابر
پیمانہ کے حساب سے بیچنا امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کا اس مین خلاف ہے اور اسی طرح
ہر پھل کہ جو خشک ہوجاتے ہین جیسے انجیر اور مشمش اور اخروٹ و کمثری[7] اور انار اور آلو بخارا ان مین تر بدلے
ترکے اور خشک بدلے خشک کے بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور چھوارے کا حلوا چھوارے

[1] یعنی اگر کیلی ہے تو کیل کے حساب سے اور وزنی ہے تو وزن کے حساب سے ۱۲م [2] یعنی جو اصل سابق مین مذکور ہوئی ہے ۱۲ منہ [3] مترجم
کہتا ہے کہ بتبادر اس سے ہندوستان کا من ہے اگرچہ اصل مین من کا لفظ اس معنی مین نہین ہے مگر مراد واحد ہے یا لفظ من کا ترجمہ باعتبار اختلاف معروف و
من سیر شاہی تبریزی وغیرہ کے ذکر کیا جاوے بہر حال سیر کا ذکر کرنا بلحاظ عموم کے اولیٰ ہے پس تنبیہ ہے کہ سیر کہہ سکتے ہین ۱۲ منہ [4] بجر اصل ہے ۰ زمین بیجد بدون
پانی دیئے اگاتی ہے اور بخسی منسوب بان دستی بر عکس آن ۱۲ منہ [5] ایک قسم ہے عمدہ چھوارے کی ۱۲ [6] کمثری منتخب زبان ہے کہ میوہ امرود نہ ہو المعروف ۱۲م
۲ اور بیان میوہ مشمش وغیرہ ۱۲

کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنے مین کچھ خوف نہین ہو لیکن اگر یہ بیع ایسی جگہ واقع ہو جہان چھوارہ وزن سے بکتا ہے۔ تو اس طرح اُدھار بیچنا جائز نہین ہی اور اگر ایسی جگہ واقع ہو کہ جہان چھوارہ پیمانہ سے بکتا ہے تو اُدھار بھی جائز ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ ابوالحسن کرخی رحؒ نے ذکر کیا ہے کہ درخت خرما کے سب پھل ایک جنس ہین اور باقی پھلون مین ہر قسم کے درخت کے پھل ایک جنس ہوتے ہین جیسے کہ انگور سب ایک جنس ہین اگرچہ اس کے اقسام مختلف ہین اور اسی طرح امرود ایک جنس ہین اگرچہ اُس کے بھی اقسام مختلف ہین اور یہی حال سیب کا ہے یہان تک کہ ایک قسم کا انگور دوسری قسم کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہین ہے اور یہی حال سیب اور امرود کا ہے اور امرود کو سیب کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی سیب کو انگور کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ تازہ انگور کو دوشاب کے ساتھ بیچنا ہر طرح جائز ہونا چاہیے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ نمناک گیہون کو نمناک گیہون کے ساتھ بیچنا جائز ہی اور ایسے ہی نمناک کا خشک کے ساتھ بیچنا اور تازہ تر کا تازہ تر کے عوض بیچنا اور تازہ تر کا خشک کے عوض بیچنا بھی جائز ہی اور تازہ تر باقلا کا تر کے عوض بیچنا جائز ہی اور خشک انگور کا بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا اور بھگوئے ہوئے کا بغیر بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے یہ سب امام اعظم رحؒ اور امام ابویوسف رحؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحؒ کے نزدیک جائز نہین ہے مگر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ دونون خشک ہو کر برابر ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ بھُنے ہوئے گیہون بغیر بھُنے ہوئے گیہون کے عوض بیچنے مین مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہی کہ جائز نہین ہے اگرچہ دونون پیمانہ سے برابر ہون اور بھُنے ہوئے گیہون بھنے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ پیمانہ کی راہ سے برابر ہون یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور گیہون کو آٹے یا ستو کے عوض برابر یا زیادتی سے بیچنا صحیح نہین ہے اور آٹے کو آٹے کے عوض کیل کی راہ سے برابر بیچنا ہمارے نزدیک صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور چوکر کو آٹے کے عوض بیچنا امام ابویوسف رحؒ کے نزدیک اعتبار کے طور پر جائز ہے اس طرح لحاظ کیا جاوے کہ خالص چوکر اُس چوکر سے جو آٹے کے اندر ہے زائد ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح اعتبار کے طور پر جائز نہین ہی بلکہ جب پیمانہ کی راہ سے دونون برابر ہون تو جائز ہے یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہی اگر آٹے کو آٹے کے عوض وزن کر کے بیچا تو جائز نہین ہے جیسے گیہون کو گیہون کے عوض وزن کر کے بیچنا جائز نہین ہے اور ستو کو ستو کے عوض بیچنا اور چوکر کو ستو کے عوض بیچنا بھی یہی حکم رکھتا ہے[1] اور اگر چھانا ہوا آٹا بے چھانے ہوئے آٹے کے عوض بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ دونون برابر ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے آٹے کو چنے کے عوض بیچنا جائز ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ گیہون کو روٹی کے عوض اور روٹی کو گیہون کے عوض بیچنا اور روٹی کو آٹے کے عوض اور آٹے کو روٹی کے عوض بیچنا بعضون کے نزدیک برابری

غورہ انگور کا ۱۲

پیمانہ ۱۲

[1] جو آٹے کو آٹے کے عوض بیچنے مین بیان ہوا ۱۲ منہ

کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونون طرح جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ گیہون اور آٹا کیلی ہی -
اور روٹی وزنی ہی پس ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ زیادتی اور برابری سے جائز ہوگی بشرطیکہ دونون
نقدا دا کیے جاوین اور اگر دونون مین سے کوئی اُدھار ہو پس اگر روٹی نقد ہو تو ہمارے سب امامون
کے نزدیک بیع جائز ہی اور اگر گیہون یا آٹا نقد ادا کیا جاوے اور روٹی اُدھار ہو تو امام ابو یوسف رح کے
نزدیک جائز ہی اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی روایت آئی ہی اور اسی پر فتوے ہے یہ
ظہیریہ مین لکھا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روٹی کا ایک قرص بعوض دو قرصون
کے ہاتھون ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ دونون مین بڑے چھوٹے ہونے کا فرق ہو اور اس سے
صاف ظاہر ہی کہ اامون کے نزدیک روٹی کا ہر طرح بیچنا جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اور مجتبیٰ مین لکھا ہے کہ
اگر ایک گردہ روٹی نقد بعوض دو گردہ روٹی اُدھار کے بیچا تو جائز ہے اور اگر دونون روٹیان
نقدا دا کی جاوین اور ایک روٹی اُدھار ہو تو جائز نہین ہی اور اگر روٹیون کے ٹکڑے فروخت کیے
تو نقد اور اُدھار ہر طرح جائز ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روٹی
کا قرض لینا جائز نہین ہی نہ وزن سے اور نہ عدد سے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وزن اور عدد
دونون طرح سے اُسکا قرض لینا جائز ہے کیونکہ تعامل الناس ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وزن سے
جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی - یہ تبیین مین لکھا ہے - اور شرح مجمع مین لکھا ہی کہ فتوے امام محمد رح کے
قول پر ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - آٹے کو ستو کے عوض بیچنا خواہ برابری کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ
امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر ہاتھون ہاتھ ادا
کیے جاوین تو برابری اور زیادتی دونون طرح سے بیچنا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اصل مین مذکور ہی کہ
گیہون کو گیہون کے عوض اٹکل پر بیچنا ناجائز ہی - اور فقہا نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب گیہون اتنے
ہون کہ پیمانہ مین ناپے جاسکین اور اگر تھوڑے ہون تو بعض کو بعض کے ساتھ بیچنا جائز ہی اور ایسا ہی
حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کا ہی اور اگر گیہون بعوض گیہون کے اٹکل پر بیچے گئے پھر دونون پیمانہ کئے گئے اور
دونون برابر نکلے تو بیع جائز ہو جائیگی اور قاعدہ[له] کلیہ یہ ہی کہ جس جگہ دونون بدلون کا معیار شرعی
مین برابر ہونا عقد بیع کے جائز ہونے کے واسطے شرطاً اعتبار کیا گیا ہو وہان وقت عقد بیع واقع
ہونے کے اس معیار کی راہ سے برابر ہونے کا علم شرط ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے کچھ طعام
بعوض طعام مثل کے خریدا اور مشتری نے یہ طعام بائع کے حوالہ کردیا اور مشتری نے جو خود خریدا تھا
اُسکو چھوڑ دیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور دونون جدا ہوگئے تو ہمارے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور کھانے کو

له قولہ قاعدہ کلیہ یعنی جہان بیع جائز ہونے کے بعد شرع نے یہ شرط لگائی ہو کہ یہ دونون چیزین بہ پیمانہ یا وزن مین برابر ہونی چاہیے
ہین تو یہان برابری معلوم ہونا بیع کے وقت شرط ہی حتی کہ اگر یہ علم نہو تو بیع باطل ہی اگرچہ اتفاق سے دونون برابر نکلین ۱۲

کھانے کے عوض اُسی کی جنس یا اسکے خلاف جنس کے ساتھ بیچنے مین دونون کا اسی مجلس مین باہم قبضہ
کر لینا ہمارے[انتہی ۱۲] نزدیک شرط نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر گیہوؤن کو جَو کے عوض زیادتی کے ساتھ ہاتھون
ہاتھ لیکر فروخت کیا تو جائز ہی اگرچہ جَو کے اندر گیہون کے دانہ اسقدر رہون کہ جتنے جَو مین ہوا کرتے ہین
ایسے ہی اگر گیہون کو گیہونکے عوض فروخت کیا تو جائز نہین ہی مگر جب دونون برابر ہون تو جائز ہی اگرچہ
ہر ایک مین جَو کے دانہ موجود ہون یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کچھ گیہون جو بالیون کے
اندر ہین بعوض صاف کیے ہوئے گیہوؤن کے خریدے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی لیکن اگر یہ معلوم ہو
کہ صاف کیے ہوے گیہون اُس سے زائد ہین تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر گیہوؤن کی جَریِ[۱] گیہوؤن
کے عوض پیمانہ یا اٹکل سے فروخت کیا تو جائز ہی بشرطیکہ اُسنے چھوڑ رکھنے کی شرط نکی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اصل مین مذکور ہی کہ اگر زیتون کا تیل بعوض زیتون کے یا تلون کا تیل بعوض تلون کے یا ایسی بکری جسکی پیٹھ
پر پشم تھے بعوض پشم کے یا ایسی بکری کو کہ جسکے تھنون مین دودھ تھا بعوض دودھ کے یا شیرہ انگور کو بعوض انگور
کے یا تر خرما کو بعوض دوشاب کے یا دودھ کو بعوض روغن کے یا روئی کو بعوض روئی کے بیج کے یا خرما کی
گٹھلیون کو بعوض چھوارے کے یا ایسا گھر کہ جسمین سونے کے پتر تھے بعوض سونے کے یا ایسی تلوار کہ جس مین
چاندی لگی تھی بعوض چاندی کے یا صاف کیے ہوے گیہون بعوض ایسے گیہوؤنکے جو بالیون مین ہین فروخت
کیا پس اگر خالص یا جدا کیا ہوا پوشیدہ یا ملے ہوے سے زائد ہو تو بیع جائز ہی اور جو چیز علیحدہ دیجاتی ہی اگر وہ ملی
ہوئی سے کم یا اسکے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہو تو بالاجماع بیع جائز نہین ہی اور یہ حکم یعنے خالص
کا زائد ہونا اُسوقت ہی کہ جب دوسرے بدل کا فضلہ[۲] کچھ قیمت رکھتا ہو اور اگر اُسکی کچھ قیمت نہو تو بیع جائز
نہوگی جیساکہ اگر گھی کو مسکہ کے عوض فروخت کیا تو جائز نہین ہی لیکن جبکہ یہ بات معلوم ہو جاوے کہ
خالص گھی اُس گھی کے برابر ہی جو مسکہ مین سے نکلیگا تو بیع جائز ہوگی اور یہ قید یعنے فضلہ کا قیمت دار
ہونا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے صراحۃً روایت کیا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کپاس کو بعوض اُسکے
سوت کے فروخت کیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہی اور یہ اظہر ہے اور اگر اوٹی ہوئی روئی کو
بے اوٹی ہوئی روئی کے بیچا تو جائز ہی بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو جاوے کہ خالص روئی اُس سے
زائد ہی جو بے اوٹی ہوئی مین نکلے گی اور اگر بے اوٹی ہوئی بعوض کپاس کے فروخت کی تو ضرور ہی کہ خالص
اُس سے زیادہ ہو جو کپاس مین نکلے گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور کپاس کو روئی کے عوض بالاجماع
ہر طرح بیچنا جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور روئی کے سوت کو روئی کے کپڑے[یعنی کپڑا ۱۲] کے عوض ہاتھون ہاتھ
فروخت کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اسیطرح ہر جنس کا سوت اسی جنس کے کپڑے کے عوض بیچنا جائز ہی بشرطیکہ ۱۰

[۱] قولہ جَرِی یعنی گیہوؤن کا کھیت جسمین دانہ دار بالیان نہ ہون ۱۲ م [۲] یعنی دوسرے مین جو اور ایک چیز ہے
جیسے گیہون مین بھوسہ اور تل مین کھلی وغیرہ ۱۲

ایسے کپڑے وزن سے نہ بکتے ہون یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور ایک قفیز تل خوشبو مین بسائے ہوئے کو دو قفیز تل بے بسائے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے اور زیادتی خوشبو کے مقابلہ مین رکھی جاویگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ خوشبو کا اعتبار صرف اُسی وقت ہوگا کہ جب اُس سے وزن مین کچھ زیادتی ہو کہ اگر وہ تل خالص رہجاوین تو اُنکا وزن گھٹ جاوے یہ حاوی مین لکھا ہے اور بنفشہ اور خیری کا تیل دو جنس ہین اور مختلف تیلون کے اصول اجناس ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور تل اور زیتون کا تیل دو جنس ہین اور اسیطرح اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلون مین فرق ہوگیا تو اُنکو دو جنس شمار کرینگے اگرچہ اُنکی اصل ایک ہی ہو پس فقہا نے فرمایا کہ بسائے ہوئے تلون کے تیل کی ایک قفیز کو بے بسائے ہوئے تلون کے تیل کی دو قفیزون کے عوض بیچنا جائز ہے اور خوشبو کو بمقابلہ زیادتی کے گردانا ہے اور زیتون کا ایک رطل تیل کہ جس مین خوشبو ملائی ہے بعوض بے خوشبو ملائے ہوئے ایک رطل کے بیچنا جائز نہین ہے کیونکہ خوشبو زائد ہے پس گویا اُسنے زیتون کا تیل بعوض زیتون کے تیل اور زیادتی کے فروخت کیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر ایک مکوک[1] تل بنفشہ مین پرورده بعوض پانچ مکوک تل بے پرورده کے ہاتھون ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہے اور اگر پرورده پیمانہ مین بے پرورده کے برابر ہو تو جائز نہین ہے اور اسیطرح جن ستوؤن مین روغن اور شکر ملائی ہوئی ہو اُن کو بعوض بے ملائے ہوئے کے برابر بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر ایک بکری بعوض بکری کے گوشت کے خریدی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر گوشت کے عوض ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کہ جسکی چربی اور انتڑیان نکال ڈالی گئی ہین خریدی پس اگر دونون برابر ہون تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے۔ اور اگر بعوض گوشت کے ایسی بکری ذبح کی ہوئی کہ جسکی کھال نہین کھینچی گئی ہے خریدی پس اگر یہ گوشت اُس سے کم ہو کہ جتنا ذبح کی ہوئی مین ہے یا اُسکے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی کے گوشت سے زائد ہو تو جائز ہے۔ اور اگر گوشت کے عوض زندہ بکری خریدی تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہو لیکن جب یہ بات معلوم ہوجاوے کہ یہ گوشت اس بکری کے گوشت سے زائد ہے تو جائز ہے اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہے۔ اور استحسانًا ہر حال مین جائز ہے اور یہ قول امام اعظم اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی کا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ نقد معین کیا جاوے اور اُدھار جائز نہین ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اگر ایک ذبح کی ہوئی بکری بعوض ایک زندہ بکری کے خریدی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دو زندہ بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر دو ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی

[1] پیمانہ معروف ۱۲

بکری کے خریدین تو جائز ہی کیونکہ ایسی صورت مین گوشت بمقابلہ گوشت کے رہا اور جسقدر مسلوختین[1] مین زیادتی ہی وہ غیر مسلوخہ کے سقط کے مقابلہ مین رہا اور اگر دو ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز نہین ہوا سلیے کہ گوشت مع سقط کی زیادتی سود ہوگی اور اگر دو کھال کھینچی ہوئی بکریان ایک کھال کھینچی ہوئی بکری کے عوض خریدین تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہان گوشت ہی گوشت کا مقابلہ ہے۔ پس زیادتی سود ہے لیکن اگر دونون وزن مین برابر معلوم ہون تو جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ گوشت کا اعتبار اپنی اصل[2] پر ہوتا ہی پس گاے اور بھینس ایک جنس ہین کہ ان مین سے ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز نہین ہی اور اونٹ مین بختی اور اعرابی ایک جنس ہین اور ایسے ہی بھیڑ اور بکری ایک جنس ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ کچا گوشت پکے کے عوض برابر بیچنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہی اور زیادتی حرام ہی لیکن اگر پکے ہوے گوشت مین کچھ مصالحہ پڑا ہو تو زیادتی حرام نہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اونٹ اور گاے اور بکری کے گوشت اور انکے دودھ مختلف جنسین ہین کہ اس مین بعض کو بعوض بعض کے زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ بیچنا جائز ہی اور ادھار مین خیر[3] نہین ہی اور ایسے ہی چکنی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسین ہین کہ بعض کو بعض کے ساتھ زیادتی سے ہاتھون ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اسکے ادھار مین بہتری نہین ہی۔ یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور پہلو وغیرہ کے مانند کی چربی گوشت کے تابع ہی اور وہ پیٹ کی چربی اور چکنی کے ساتھ دو جنسین ہین اور ان سب مین ادھار جائز نہین ہی۔ اور سری اور پاے اور چمڑے کو ہاتھون ہاتھ ہر طرح بیچنا جائز ہی لیکن ادھار جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور شراب کا سرکہ بعوض شکر کے سرکہ کے زیادتی سے بیچنا جائز ہی۔ کذا فی الحاوی اور بھی خرما[4] قل کا سرکہ انگور کے سرکہ کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز ہی۔ یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر سرکہ شیرۂ انگور کے عوض زیادتی سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ شیرۂ انگور ثانی الحال مین سرکہ ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ چھاچ کو تازہ دودھ کے عوض بیچنا بشرطیکہ چھاچ دو حصہ اور تازہ دودھ ایک حصہ ہو تو جائز ہی اور اگر چھاچ ایک حصہ ہو اور تازہ دودھ دو حصہ ہو تو اسمین بہتری نہین ہی اس جہت سے کہ تازہ دودھ مین مسکہ زیادہ ہوتا ہی اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ اگر تازہ دودھ دو حصہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اسکا مسکہ نکالنے سے وہ ایک رطل سے گھٹ جائیگا تو جائز ہی اور اگر کم نہوگا تو اسمین بہتری نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور پرندونکا گوشت ایک کو دو کے عوض ہاتھون ہاتھ بیچنے مین

[1] مسلوختین صاف کی ہوئی اور سقط سے مراد سوائے گوشت کے کھال اوجھ وغیرہ ہی ۱۲ م [2] یعنے جسکا گوشت ہو ۱۲
[3] یعنے ناجائز ہے ۱۲ [4] خراب قسم خرما ۱۲

کچھ ڈر نہین ہی اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور امام ابو حنیفہ سے روایت کیا گیا ہی کہ اُنھون نے پرند کو بعوض پرند کے گوشت کے اگرچہ دونون ایک قسم کے ہون زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز رکھا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور ایک مرغی کو دو مرغیون کے عوض بیچنے مین کہ جو فذبح کی گئی ہون خواہ وہ بھونی ہوئی ہون یا نہون کچھ ڈر نہین ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی اور مچھلی مین ایک کو دو کے عوض بیچنا جائز ہی کیونکہ مچھلی وزن نہین کی جاتی ہی[1] اور اگر کسی جنس کی مچھلی وزن کی جاتی ہو تو اُس مین سواے برابر برابر لینے کے بہتری نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور جس شہر مین گوشت وزن سے نہ بکتا ہو وہان ایک تابہ[2] دو تابون کے عوض بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اس باب مین اہل شہر کا حال دیکھا جاوے گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک کوزہ پانی کو دو کوزہ پانی کے عوض بیچا تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی کیونکہ پانی اُن دونون کے نزدیک کیلی یا وزنی نہین ہی تو زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا اور برف اگر وزن سے بکتا ہو تو اُسکو برف کے عوض بیچنا جائز ہی مگر برابری شرط ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور لوہا اور رانگا اور کانسہ مختلف جنسین ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اگر کوئی کپڑا سونے کے تارون سے بنا ہوا خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اس مین جواز کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضرور ہی کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور کپڑے کی جنسین اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہین اگرچہ اُن کا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی اور جو مری[3] بغداد مین بُنا جاتا ہی وہ اور ہی اور جو خراسان مین بُنا جاتا ہی وہ دوسرا ہی یہ حاوی مین لکھا ہے یعنے دو جنس ہین الخ اور ایسے ہی کتان سے بُنا ہوا اور روئی سے بُنا ہوا دو ہین اور ایسے ہی زندنجی اور وذاری دو جنس مختلف ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور ارمنی نمدہ[4] اور طالقانی دو جنس ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور روئی کا سُوت کتان کے عوض یا صوف کو بالون کے عوض ایک حصہ کو دو حصون کے ساتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر کوئی اُن مین کا اُدھار ہوگا تو جائز نہوگا کیونکہ یہ وزن سے بکتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اسیطرح ریشم کا تاگا روئی کے تاگے کے عوض فقط نقد بیچنا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین مذکور ہی کہ روئی کا سوت نرم باریک اسکے کھُرّے کے سُوت کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور جب چھوارے مین سے گٹھلی نکال ڈالی گئی ہو اُسکو بے گٹھلی نکالے ہوئے کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر نمدے کو صوف کے عوض فروخت کیا پس اگر نمدا

[1] یہان سے ظاہر ہوا کہ ہندوستان مین بحساب وزن کے بکنے کے یہ حکم نہونا چاہیے ۱۲ منہ [2] قولہ تابہ طباق وغیرہ اور اگر موافق عرف کے چھابہ کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو گنجایش ہی ۱۲ منہ [3] قال فی الاصل کالہروی مع المروی وقیل ان یراد کالہروی الذی یباع بالمروی واللہ اعلم ۱۲ منہ [4] نمدہ ترجمہ لبد وجاء فی الحدیث علیہ کسا ملبد اے غشن والمراد ہہنا ما ذکر ۱۲ منہ

ایسا ہی کہ ریختہ ہو جانے کے بعد صوف ہو جائیگا تو اسمین وزن کی برابری کا اعتبار ہوگا اور اگر ایسا
نہین ہی تو اعتبار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ صابون کو صابون کے عوض برابر برابر بیچنا جائز
ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ غلام اور آقا کے درمیان سود نہین ہوتا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ غلام پر اتنا قرضہ
نہو کہ جتنے کا وہ خود ہی اور اگر ایسا قرضہ ہوگا تو جائز نہوگا اور محیط کی کتاب الصرف مین لکھا ہی کہ غلام اور اُسکے آقا مین
سود نہین ہوتا ہی اگرچہ اس غلام پر قرض ہو کذا فی التبیین اور مدبر اور ام ولد بھی غلام کے مانند ہین
بخلاف مکاتب کے کہ اُسکا یہ حکم نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور متفاوضین[1] مین سود نہین ہوتا ہی اور
ایسے ہی دو شریک عنان اگر مال شرکت مین باہم خرید و فروخت کرین تو بھی سود نہین ہی اور اگر سوا مال
شرکت کے ایسا کرین تو جائز نہین ہی کذا فی التبیین اور مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب مین ربوا
نہین ہی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے
فرمایا کہ ان دونون مین دار الحرب مین بھی ربوا ثابت ہوتا ہی اور اسیطرح اگر کوئی مسلمان دار الحرب مین امان لیکر
گیا اور وہان اُسنے کسی ایسے مسلمان کے ساتھ کہ جو دار الحرب مین ایمان لایا ہی اور دار الاسلام کی طرف
ہجرت نہین کی ہی خرید و فروخت کی تو اُسکے ساتھ سود لینا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہی اور
امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ جائز نہین ہی لیکن اگر وہ مسلمان[2] دار الاسلام مین ہجرت کر آیا اور
پھر دار الحرب کو لوٹ گیا تو اُس سے سود لینا جائز نہوگا کذا فی الجوہرۃ النیرہ[3]۔ اور ایسے ہی اگر دار الحرب مین
دو شخص ایمان لائے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی تو اُنکو باہم سود لینا جائز[4] ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔
اور اگر ایسے دو مسلمانون نے دار الحرب مین باہم بطور فاسد بیع کی تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے
نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جائز نہین ہی یہ تبیین مین لکھا ہے۔

ساتوین فصل۔ پانی اور برف کی بیع کے بیان مین۔ جو پانی کنوین اور نہر مین ہی اُسکا فروخت کرنا
جائز نہین ہی کذا فی الحاوی۔ اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ ڈول اور رسی کو اُجرت پر دیدے[5] یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
اور جب اُس پانی کو نکال کر اپنی مشک[6] یا اور کسی برتن[7] مین بھر لیا تو یہ احراز ہی پس اُسکا حقدار ہوگیا
تو مثل پکڑے ہوے شکار کے اُسمین تصرف اور اُسکو فروخت کر سکتا ہی۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح مینھ
کے پانی کو اپنے برتن مین محرز کرنے سے مالک ہو جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ایسے پانی کا فروخت کرنا
جسکو کسی شخص نے اپنے حوض مین جمع کر لیا ہی تو شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے شرح کتاب الشرب مین ذکر

[1] یعنی شریکین بالمفاوضہ ۱۲ م [2] یعنی بالاتفاق ۱۲ [3] یعنی عند الامام الاعظم ۱۲ [4] یعنی خریدار کے
ہاتھ اسکا پانی فروخت نہ کرے بلکہ ڈول رسی اُسکو اُجرت پر دے اور اُجرت اسقدر بڑھا لے کہ پانی کی بھی
قیمت آجاوے ۱۲ منہ [5] قال فی الاصل جرۃ یعنی گھڑا وغیرہ وانما عدل تفہیما ۱۲ منہ [6] اور اکثر فقہا نے
شرط لگائی کہ وہ برتن ایسا ہو کہ زیادہ اُس مین پانی جذب نہو جاتا ہو ۱۲ منہ

کیا کہ اگر حوض گچ کیا ہوا یا تانبے یا پیتل کا ہو تو بیع ہر حال مین جائز ہے پس شیخ الاسلام نے گویا صاحب حوض کو پانی اپنے حوض مین کر لینے کی وجہ سے پانی کا نگاہدار گردانا ہے ولیکن شرط یہ ہے کہ پانی کا جاری رہنا بند ہو جاوے تاکہ مبیع غیر مبیع کے ساتھ مختلط نہو جاوے اور اگر حوض تانبے یا پیتل کا یا گچ کیا ہوا نہو تو اسمین مشائخ نے ایسا ہی اختلاف کیا ہے جیسا کہ گرمیو نمین برف کے مجمدہ[1] کے اندر برف کے بیچنے مین اختلاف ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مختار اس مسئلہ مین یہ ہے کہ اگر بائع نے اسکو چکانے کے طور پر پہلے سپرد کر دیا پھر اسکے بعد بیع قرار پائی تو جائز ہے اور اگر پہلے فروخت کر کے پھر سپرد کیا تو جائز نہین ہے - کذا فی المحیط - اور صحیح یہ ہے کہ سپرد کرنے سے پہلے اسکا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ تین دن تک سپرد کر دیوے اور اگر بعد تین دن کے سپرد کیا تو بیع جائز نہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے ایک برف کا چہ بچہ بیچا تو اصح یہ ہے کہ بیع جائز ہے خواہ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کیا یا بیع کر کے پھر سپرد کیا ہو اور اسی کو فقیہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے - اور پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کرنے مین زیادہ احتیاط ہے - یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور فقیہ ابو نصر محمد بن سلام البلخی سپرد کرنے سے پہلے اور بیچھے بیع کو جائز رکھتے تھے جبکہ بیع کرنے اور سپرد کرنے مین زیادہ مدت نہو جاے اسطرح کہ بیع کے ایک یا دو دن بعد سپرد کر دیوے اور اگر تین دن بعد سپرد کیا تو جائز نہین کہتے تھے اور یہی مذہب اکثر مشائخ ماوراء النہر کا ہے پھر جب بیع جائز ہوئی تو مشتری کو سپرد کرنے مین دیکھنے کے وقت خیار رویت ثابت ہوگا پس اگر اُسنے سپردگی واقع ہونے کے بعد دیکھا پس اگر سپردگی پورے تین دن گذرنے پر واقع ہوئی تو اُسکو خیار رویت حاصل نہوگا اور اگر تین دن سے پہلے واقع ہوئی تو عقد بیع سے تین دن تک اُسکو خیار رویت حاصل ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر صرف سینچنے کا پانی فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر پانی مع زمین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر ایک زمین کو مع دوسری زمین کے پانی کے فروخت کیا تو امام محمد رح نے اس صورت کو ذکر نہین فرمایا ہے اور فقیہ ابو نصر بن سلام نے کہا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر کہتے ہین کہ اسی کی طرف امام محمد رح نے اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - کسی نے ایک سقے سے کسی قدر مشکین آب فرات[2] کی خریدین پس اگر مشک معین تھی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ لوگونکا تعامل ہے اور پکھال و گھڑے وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اور یہ جواز استحسانًا اور قیاس کی دلیل سے ہے اور اگر اُس مشک کی مقدار معلوم نہو تو بیع جائز نہین ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ سے ایک درم لیکر تو میرے چوپایون کو اتنے مہینہ پانی پلا دے تو

[1] مجمدہ جاے اجتماع برف و سیانی فی کتاب النصب اسم اختلفوا فیہا علی ثلثۃ صور ۱۲ م [2] فرات بمعنے آب خالص و شیرین و نام دریاے معروف زیر کوفہ اور یہی یہان مراد ہے ۱۲ منہ

جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنی مشکین پلا دے تو جائز ہے بشرطیکہ اُسکو مشک دکھلا دیوے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے تیری زمین قراح[1] بھر پانی سے سیراب کر دونگا پھر اُسکے لیے نہر کھول کر اُسکو سیراب کیا تو اس شخص کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ اپنے چوپایون کو میری نہر یا میرے فلان حوض سے پانی پلا لے تو یہ جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

آٹھوین فصل مبیع یا ثمن کے نا معلوم ہونے کے بیان مین۔ جس شخص نے بیع مین ثمن کو مطلق چھوڑ دیا اسطرح کہ مقدار ذکر کی اور صفت ذکر نہ کی تو اُس شہر مین جو نقدی زیادہ چلتی ہو گی اُسی پر بیع واقع ہو گی اور اگر شہر مین نقود مختلف رائج ہون تو بیع فاسد ہو جاوے گی لیکن اگر ان مین سے ایک بیان کر دے تو یا کوئی زیادہ رائج ہو تو وہی لیا جاویگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب ان نقدون کی مالیت مختلف ہو اور اگر مالیت مین برابر ہون تو بیع جائز ہو جاوے گی اور جو مقدار بیان کی ہے وہ ہر قسم کے نقد مین سے لی جاسکتی ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک قسم کے درم آحادی ہون اور دوسری قسم کے ثنائی ہون یا ثلاثی ہون تو ثنائی کے دو یا ثلاثی کے تین کی مالیت مثل احادی کی ایک کی مالیت کے ہے اور ثنائی یا ثلاثی مین سے ایک کو اُنکے عرف مین درم نہین کہتے ہین بلکہ درم یا احادی مین سے ایک کو یا ثنائی مین سے دو کو یا ثلاثی مین سے تین کو کہتے ہین یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور ثمن کا ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بلا ثمن بیع کر دیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے قبول کیا تو بیع باطل ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی نے اپنے قرضدار سے کہ جس پر اُسکے دس درم قرض تھے یہ کہا کہ کیا تو نے یہ کپڑا میرے ہاتھ دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم مین کے باقی دامون کو بیچا اور اُسنے کہا کہ ہان مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہے[2] اور اگر اُسنے یون کہا کہ کیا یہ کپڑا تو نے میرے ہاتھ دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور اُسنے کہا کہ ہان مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت مین دس درم مین سے کچھ حصہ مجہول باقی رہا یعنے دس پورے ہونا ضرور نہین بخلاف اسکے پہلی صورت مین دس پورے ہو جاتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ مبیع یا ثمن کا نا معلوم ہونا بیع کے جائز ہونیکا مانع ہے جبکہ اس نا معلوم ہونیکے ساتھ سپرد کرنا متعذر ہو اور اگر سپرد کرنا متعذر نہو تو عقد بیع فاسد نہو گا جیسے کہ کسی ڈھیری کے پیمانون کی تعداد معلوم نہو مثلاً ایک معین ڈھیری فروخت کی اور یہ معلوم نہو کہ یہ کتنے پیمانہ تھی اور جیسے کچھ معین کپڑون کی گنتی نہ معلوم ہو اسطرح کہ کچھ معین کپڑے فروخت کیے اور اُنکی گنتی نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ تمام ڈھیر بیچا اس حساب سے کہ ایک قفیز

[1] قراح بالفتح زمینے کہ آب و درخت ندشتہ باشد ۱۲ منہ [2] یعنے اسکے بعد پھر قرضخواہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا ۱۲ منہ

اُسکی ایک درم کو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسمین سے ایک قفیز کی بیع ایک درم کے عوض جائز ہے اور باقی کی بیع جائز نہین ہے لیکن اُسوقت جائز ہوسکتی ہے کہ مشتری کو جدا ہونے سے پہلے سب قفیزین معلوم ہوجاوین پس اُسکو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز کو ایک درم کے عوض سب خرید لے ورنہ سب کو ترک کردے اور اسکو بیع ایک درم کے عوض لازم ہوگی اور امام ابو یوسف ور امام محمد رح نے فرمایا کہ پوری ڈھیری کی بیع ہر قفیز ایک درم کے حساب سے جائز ہے خواہ مشتری کو تمام قفیزین معلوم ہون یا نہ معلوم ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ سب ڈھیری ہر دو قفیز اسکے دو درم کے حساب سے یا ہر تین قفیز اُسکے تین درم کے حساب سے فروخت کردی تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے پس اگر مشتری اور بائع مین جھگڑا ہوا یہانتک کہ بائع نے سب کو یا بعض کو ناپ کر مشتری کے سپرد کردیا تو جسقدر سپرد کیا ہے وہ سب امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو لازم ہوگا اور باقی کی بیع باطل ہوگی اور ایسا ہی اختلاف ہر وزنی چیز مین ہے کہ جس کے اسکے ٹکڑے کرنے مین کچھ ضرر نہو جیسے شہد یا زیتون کا تیل وغیرہ یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اور گز سے ناپنے کی چیزون مین اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ سب زمین اسمین سے ہر گز ایک درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کردی تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ کل کی بیع جائز نہین ہے یعنے نہ ایک گز کی بیع جائز ہے اور نہ باقی کی جائز ہے لیکن اگر مشتری کو تمام گز اُسی مجلس مین معلوم ہوجاوین تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر جاننے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو بیع کا فاسد ہونا بڑھ جائے گا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی ایک گز ایک درم کے حساب سے سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو کچھ خیار نہین ہے اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ سب کپڑا اسکے ہر دو گز دو درہمون کے حساب سے یا تین گز اسکے تین درہمون کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کردیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حکم اُن وزنی چیزون کا بھی ہے کہ جنکے ٹکڑے کرنے مین بائع کو مضرت پہونچتی ہو ولیکن جو چیزین گنتی کی ہین اُنمین لحاظ کیا جاویگا اگر وہ چیزین باہم قریب برابر کے ہون تو اُنکا حکم وہی ہے جو کیلی اور وزنی مین مذکور ہوا اور اگر ایسی گنتی کی چیزون مین باہم تفاوت ہو مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے یہ گلہ بکریون کا ہر بکری اسکی دس درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اسمین ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ گزون کے ناپنے کی چیزون مین مذکور ہوا اور اگر بائع نے یہ کہا کہ اس گلہ کو ہر دو بکریان اسکی بیس درم کے حساب سے مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو سب کے قول مین بالاتفاق پورے گلہ مین بیع جائز نہین ہے اور اگر مشتری کو اسی مجلس مین سب کی گنتی معلوم ہوگئی اور اسنے بیع کو اختیار کرلیا تو بھی جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر بعین ڈھیری مین سے سوائے ایک قفیز کے سب ڈھیری کو بیچا تو سب کی بیع سوائے ایک قفیز کے جائز ہوگی بخلاف اِس صورت کے کہ کہا کہ مین نے اس بکری کے گلہ کو اسمین سے ایک بکری غیر معین کے

سوا فروخت کیا تو بیع فاسد ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک موتی اس شرط پر بیچا کہ یہ ایک مثقال وزن میں ہے پھر مشتری نے اُسکو اس سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے سپرد[1] کردیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ گیہوں اور یہ جو[2] ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قفیزوں کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے یہانتک کہ کل قفیز معلوم ہوں اور جب معلوم ہوگئیں تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز گیہوں کی ایک درم کے حساب سے خرید لے اور صاحبین کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے اور اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے ایک قفیز ایک درم کو ہے تو ایک قفیز کی بیع جائز ہوگی کہ جسمیں آدھے گیہوں اور آدھے جو ہونگے اور باقی کی بیع جائز نہوگی اور جب مشتری کو سب قفیز معلوم ہوگئیں تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر بائع نے اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دس قفیز ہے اور ہر قفیز ایک درم کو ہے تو ہر ایک آدھے ثمن میں مشتری کو لازم ہوگی یہانتک کہ اگر بعد قبضہ کرنے کے ایک میں عیب پاوے تو فقط اُسکو آدھے ثمن میں واپس کرسکتا ہے۔ اور اگر اس حساب سے بیچا کہ دونوں میں سے ایک قفیز ایک درم کو ہے پھر ایک میں عیب پایا تو خاص اُس عیب دار کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کرسکتا ہے پس اگر گیہوں کی قیمت جو کی قیمت سے دوچند ہو تو جو کو ایک تہائی ثمن میں اور گیہوں کو دو تہائی ثمن میں واپس کریگا اور اگر بائع نے کہا کہ قفیز دونوں میں سے ایک درم کو ہے پس گویا کہ اُسنے یہ کہا کہ ہر قفیز اُن دونوں میں سے ایک درم کو ہے اور اگر کسی نے ایک ڈھیری گیہوں کی اور ایک گلہ بکریوں کا اس شرط پر بیچا کہ ڈھیری دس قفیز ہے اور گلہ میں دس بکریاں ہیں اس حساب سے کہ ایک بکری اور ایک قفیز دس درم کو ہے پس اگر مشتری نے ہر ایک کو دس پایا تو بیع جائز ہے اور جو گلہ میں گیارہ بکریاں پائیں تو سب کی بیع فاسد ہے اور اگر گلہ میں دس بکریاں پائیں اور ڈھیری میں گیارہ قفیز پائیں تو بیع صحیح ہے اور اگر اُس نے ہر ایک کو نو[3] پایا تو بیع جائز ہوگی اور ہر درم کو ایک بکری اور ایک قفیز پر تقسیم کیا جاوے اور جو بکری کہ زائد ہے اُسکے ساتھ ان گیہوؤں میں سے ایک قفیز ملائی جاوے پس جب سب گیہوں کا حصہ معلوم ہوجاوے تو اُسمیں سے دسواں نکال ڈالا جاوے اور باقی ثمن کے عوض سب کو لینے یا ترک کرنے کا وہ مختار ہوگا اور اگر اُسنے گلہ کو نو اور ڈھیری کو دس پایا تو ڈھیری کی ایک قفیز کی بیع فاسد ہوگی کیونکہ اُسکا ثمن معلوم نہیں ہے کس واسطے کہ اُسکا ثمن نہیں بیچا جاسکتا مگر اسکے بعد کہ ثمن اُسپر

۱ہ قولہ سپرد کردیا الخ متاخرین نے کہا کہ یہاں قیاس چھوڑکر فتوے ہونا چاہیے کہ بیع رد کی جاوے ۱۲ منہ ۲ہ یہ نہ کہا کہ گیہوں کی ایک قفیز یا جو کی ایک قفیز ۱۲ منہ

۳ہ قولہ بیع جائز الخ قول نسخ موجودہ میں یہی موجود ہے کہ ہر ایک کو نو پایا حالانکہ بکریوں میں اشکال ہے اور شاید صحیح یہ ہے کہ بکریاں دس اور فقط گیہوں کو نو پایا واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

اور اُس بکری پر کہ جو کم ہے تقسیم کیا جائے اور امام اعظم رح کے نزدیک جب بعض مبیع میں صفقہ فاسد
ہو جاوے تو کل میں فاسد ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کل میں فاسد نہیں ہوتا ہے اسلیے نو بکریوں
اور نو قفیزوں میں اُنکے نزدیک بیع جائز ہو گی اور مشتری کو خیار حاصل ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے
قدوری میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ یہ گوشت ہر رطل اتنے کے حساب سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت
کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو
خیار نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے انگور خریدے اس حساب سے کہ ہر ٹوکرا اتنے کو اور وہ ٹوکرا ان
لوگوں میں معروف تھا پس اگر انگور ایک ہی جنس کے ہوں تو واجب ہے کہ ایک ٹوکرے کی بیع
امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہو جیسا کہ ڈھیری میں ہر قفیز ایک درم کے حساب سے بیچنے میں ایک قفیز کی
بیع جائز ہوتی ہے اور اگر انگور کی جنسیں مختلف ہوں تو امام اعظم رح کے نزدیک بالکل بیع جائز نہو گی جیسا کہ بکری
کے گلہ میں کسی بکری کی بیع جائز نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک اگر انگور کی ایک ہی جنس ہو تو سب انگوروں کی بیع
جس حساب سے اُسنے ذکر کیا ہے جائز ہو گی اور ایسے ہی اگر جنسیں مختلف ہوں تو بھی یہی حکم ہے اسطرح
صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اس طرح ذکر کیا کہ اگر
انگور ایک جنس کے ہوں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر کئی جنس کے ہوں تو اسمیں اختلاف ہے اور فقیہ نے
فرمایا کہ مسلمانوں پر آسانی کرنے کے واسطے فتوے صاحبین کے قول پر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور منتقی میں
مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اینٹوں کا انبار ہر ہزار اینٹ کو دس درم
کے حساب سے فروخت کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اسمیں سے ایک ہزار اینٹ
دس درم کو تیرے ہاتھ فروخت کی پس اگر اُتنے ہزار اینٹ گن دیں تو اسکی بیع تمام ہو جاوے گی اور
جب تک شمار نہیں کی ہیں تب تک ہر ایک کو دونوں میں سے بیع سے انکار کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں
لکھا ہے اور خزانہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے تاک کے انگور اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک ہزار من
ہیں پھر معلوم ہوا کہ نو سو من ہیں تو بائع کو سو من کا حصہ ثمن حلال ہے اور امام اعظم رح کے قیاس کے
موافق باقی کا عقد فاسد ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر بیع کیلی ہو اور سب پیمانوں کا شمار
بتلا دیا تو جسقدر پیمانوں کا ذکر کیا ہے اُنھیں کے ساتھ عقد متعلق ہو گا مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے تیرے
ہاتھ یہ ڈھیری اس شرط پر فروخت کی کہ یہ سو قفیز ہے کہ ہر قفیز اسمیں کی ایک درم کو ہے یا یوں کہا کہ سو قفیز
سو درم کو ہے اور ہر قفیز کا ثمن بھی علیحدہ بیان کیا یا نہ بیان کیا ہو پس اگر مشتری نے بائع کے کہنے کے موافق پایا
تو بہتر ہے اور وہ مشتری کا ہو جاویگا اور اُسکو خیار نہوگا اور اگر مشتری نے ڈھیری کو سو قفیز سے زیادہ پایا تو زیادتی
بیع میں داخل نہو گی بلکہ بائع کی ہو گی اور مشتری کو سو درم کے عوض اُسیقدر ملیگا کہ جسقدر بائع نے بیان

سلہ پختہ اینٹ ۱۲ سلہ [illegible] ۱۲ سلہ ایک سو من ۱۲ [illegible] واللہ اعلم [illegible] ۱۲ منہ

کیا ہی اور اس صورت مین بھی اُسکو خیار حاصل نہوگا اور اگر اسکو مشتری نے سو قفیز سے کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو بعوض حصہ ثمن کے لے لے ورنہ ترک کردے اور حصۂ نقصان کو خواہ ہر قفیز کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا کل کا ایک ہی ثمن بیان کیا ہو ہر طرح دیدیگا اور مقصود پہلے کیل سے متعین ہوجاویگا اور جو اسکے بعد ہین اُنکا اعتبار نہین اور یہی حکم سب کیلی چیزون مین اور سب وزنی چیزون مین ہی کہ جنکے ٹکڑے کرنے مین مضرت نہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک کپڑا دس درم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے یا کوئی زمین سو درم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ وہ سو گز ہے پھر مشتری نے اسکو کم پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری نے اُسکو زیادہ پایا تو وہ مشتری کا ہوگا اور بائع کو خیار نہوگا اور کم پانے کی صورت مین وصف مرغوب فوت ہوجانے سے بسبب اختلال رضامندی کے مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہے مگر ثمن مین[1] سے کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا یا یہ زمین تیرے ہاتھ اس شرط پر کہ یہ دس گز ہی ہر گز کو ایک درم کے حساب سے فروخت کیا پھر مشتری نے اُسکو دس گز پایا تو وہ دس درم کے عوض اُسکے ذمہ پڑیگی اور اُسکو خیار نہوگا اور اگر مشتری نے اسکو پندرہ گز پایا تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو سب کو ہر گز ایک درم کے حساب سے خریدلے ورنہ ترک کردے اور اگر اُسنے نو گز یا اُس سے کم پایا تو اُسکو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض اگر چاہے[2] تو خریدلے یہ ینابیع مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز ایک درم کے حساب سے خریدا پھر اُسکو ساڑھے دس گز پایا تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو دس درم کو خریدلے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اُسکو نو درم کے عوض لے لینے کا اختیار ہی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر اُسنے ساڑھے دس گز پایا تو گیارہ درم کو لے سکتا ہی اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اُسکو دس درم کے عوض لینے کا اختیار ہی اور امام محمد رح نے کہا کہ اگر اُسنے ساڑھے دس گز پایا تو ساڑھے دس درم کو لے سکتا ہی اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو ساڑھے نو درم کو لے سکتا ہی اور ان قولون مین سے امام اعظم رح کا قول صحیح ہی اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم گزون سے ناپنے کی اُن چیزون مین ہی کہ جنکے کنارون مین تفاوت ہوتا ہی اور اگر ایسی چیز ہو کہ اسکے کنارون مین تفاوت نہو جیسے کہ کرباس وغیرہ پس جب ایسی چیز کو اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی بعوض کسی قدر دامون کے خریدے اور اُسکو زائد پاوے تو زیادتی مشتری کو نہ دیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی حکم گزون سے ناپنے کی سب چیزون مین ہی جیسے لکڑی وغیرہ اور یہی حکم ہر وزنی چیز کا ہے کہ جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہوتا ہی جیسے پیتل یا تانبے وغیرہ کا ڈھلا ہوا برتن مثلاً یون کہے کہ مین نے یہ برتن تیرے ہاتھ سو درم کے عوض اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ دس من ہی پھر مشتری نے اُسکو ناقص یا زائد پایا

[1] اس واسطے کہ ثمن بمقابلہ اوصاف نہین ہوتا ہے تاوقتیکہ حکم عین بیع پیدا کرے مثلاً فی گز ایک درم کو ہے ۱۲

[2] اُسکو اختیار ہے ۱۲ م

وہی حکم ہے خواہ بائع نے ہر من کا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس کنارے سے اس کنارہ تک بیچتا ہون اور وہ تیرہ ۱۳ گز ہے اور ناگاہ وہ پندرہ گز نکلا اور بائع نے کہا کہ مین نے غلطی کی تو اُسکے کہنے پر التفات نہ کیا جاویگا اور یہ کپڑا اسی ثمن کے عوض جو اُسنے بیان کیا ہے قاضی کے حکم مین مشتری کو ملے گا اور دیانت کی راہ سے زیادتی مشتری کے سپرد نہ ہونی چاہیے[1] یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز اس شرط پر کہ اُسکا وزن سو مثقال ہے دس دینار کو خریدی اور دونون قبضہ کرکے جدا ہوگئے پھر مشتری نے اُسکا وزن دو سو مثقال پایا تو یہ سب دس دینار کے عوض مشتری کو ملیگا اور ثمن مین کچھ زیادتی نہ کیجاویگی اور اگر اُسکو مشتری نے اسی یا نوّے مثقال پایا تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر ہر دس مثقال کے واسطے کوئی ثمن علیحدہ بیان کردیا اور کہا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ یہ سو مثقال دس دینار کو ہے کہ ہر دس مثقال ایک دینار کے حساب سے ہے اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے اُسکا وزن ایک سو پچاس مثقال پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے یہ بات مشتری کو معلوم ہوئی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن مین پانچ دینار زیادہ کرکے سب کو پندرہ دینار کے عوض لے لے ورنہ ترک کردے اور اگر جدا ہونے کے بعد اُسکو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس ڈھلی ہوئی چیز کی ایک تہائی کی بیع باطل ہوجاویگی اور باقی مین مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دس دینار کے عوض اُسکا دو تہائی حصہ لینے پر راضی ہوجاوے ورنہ سب کو واپس کرکے اپنے دینار پھیر لے اور اگر مشتری نے اُسکو پچاس مثقال پایا اور جدا ہونے سے پہلے یا بعد یہ معلوم ہوگیا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو وہ چیز واپس کرکے اپنے سب دینار پھیر لے یا راضی ہوجاوے اور ثمن مین سے پانچ دینار واپس کرلے اور اسی طرح اگر سونے کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز بعوض درہمون کے خریدی تو اُسکا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور اگر ڈھلی ہوئی چیز کو اُسی کی جنس کے عوض برابر وزن پر فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو زائد پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے اس سے آگاہ ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن کو بڑھاوے ورنہ ترک کردے اور اگر جدا ہونیکے بعد اُس سے آگاہ ہوا تو بیع باطل ہوجاویگی کیونکہ مقدار زائد کے مقابل حصۂ ثمن پر قبضہ نہ پایا گیا اور اگر مشتری نے اُسکو کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسپر راضی ہوکر اپنے ثمن کی زیادتی واپس کرلے ورنہ سب کو واپس کردے خواہ بیع کے وقت ایک درم کے وزن کو ایک درم کے حساب سے بیچنا بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور گنتی کی چیزون مین حکم یہ ہے کہ اگر گنتی کی چیزین باہم قریب برابر برابر کے ہون جیسے اخروٹ اور انڈے تو اُنکا حکم کیلی اور وزنی چیزونکا حکم ہے پس اگر سب کا ایک ثمن یا ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان کیا ہو تو عقد مبیع اُسکی مقدار سے

[1] یعنے عند اللہ اُسکو وہ لینا روا نہین ہے ۱۲

متعلق ہوگا اور اگر عددی چیزین باہم متفاوت ہون جیسے بکری و گاے وغیرہ پس اگر اُس نے ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان نہ کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گلہ بکری کا ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ سو ہین یا اُسنے ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا مثلاً اسی صورت مین یون کہا کہ ہر بکری دس درم کو ہے پس اگر مشتری نے موافق کہنے کے سو بکریان پائین تو خیر اور اگر زیادہ پائین تو سب کی بیع فاسد ہو جائیگی خواہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اسسے کم پائین پس اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان نہین کیا ہی تو بھی بیع فاسد ہی اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا ہی تو بیع جائز ہی ولیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو بعوض اُس ثمن کے جو بیان کیا ہے خریدلے ورنہ ترک کر دے اور یہی حکم سب عددی چیزون مین جو باہم متفاوت ہون جاری ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گلہ بکریون کا اسکی ہر دو بکریان بیس درم کے حساب سے فروخت کین اور سب بکریون کی تعداد ایک سو بتلائی تو بیع فاسد ہی اگرچہ اُسکو مشتری نے موافق بیان کے پایا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر کیلی چیز کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس قفیز سے زیادہ ہے پھر اُسکو دس قفیز سے زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا دس سے کم پایا تو جائز نہین ہی اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ دس قفیز سے کم ہی پھر اُسکو دس سے کم پایا تو جائز ہی اور اگر دس یا زیادہ پایا تو جائز نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جائز ہی اور اگر کسی دار کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہی تو سب صورتون مین بیع جائز ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اور اگر گیہون کو اس شرط پر بیچا کہ وہ ایک کر سے کم ہین[1] یا اُس سے زیادہ ہین پھر اُسکو کم یا زیادہ پایا تو جائز ہی اور اگر پورا کر پایا تو بیع فاسد ہو جاویگی اور اگر گیہون کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کر یا اُس سے کم ہین تو ہر طرح جائز ہی اور مشتری کے ذمہ لازم ہونگے کیونکہ اگر اُسنے پورا کر یا اُس سے کم پایا تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع مین داخل نہوگی اور اُسکو ایک کر[2] بعوض سو درم کے ملیگا اور اسیطرح اگر اُن گیہون کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کم یا اُس سے زائد ہین تو بھی یہی حکم ہی لیکن فرق یہ ہی کہ جب اُسنے کم پائے تو حصۂ نقصان کو نکال ڈالیگا اور اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر گیہون کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک کر ہین پھر اُنکو ناپا تو ایک قفیز کم پایا تو باقی کا عقد امام اعظم رح کے نزدیک فسخ ہو جاے گا اور یہی صحیح ہی اور اسی بنا پر اگر سو اخروٹ ہر اخروٹ ایک پیسے کے حساب سے خریدے پھر بعضے اخروٹ خالی پائے تو عقد بیع جائز نہوگا کذا فی الحاوی۔ اور فساد بیع باقی کی طرف متعدی ہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور اسی طرح اگر سو انڈے ہر انڈا ایک دانگ کے حساب سے خریدے اور بعضے انڈے گندے پائے تو گندے انڈون کا

---

[1] یعنی کمی پر فروخت کیا یا زیادتی پر فروخت کیا ۱۲ [2] ایک دفعہ کہا کہ ایک کر یا کم ہین ۱۲ مگر کمی پر تیقن نہ کیا جاوے گا کیونکہ زائد پائے گئے ہین ۱۲

عقد فاسد[1] ہو جائیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ فساد باقی کی طرف متعدی ہوگا اور اگر کسی نے کچھ انگور معین کسی خاص انگور کے باغ کے اس شرط پر خریدے کہ یہ اتنے من ہیں پھر انکو اسیقدر یا اس سے کم یا زیادہ پایا تو پہلے مسئلہ پر قیاس کر کے انکی سب صورتوں کا حکم نکلتا ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک کپڑوں کی گٹھری اس شرط پر کہ یہ دس کپڑے ہیں فروخت کی پھر ایک کپڑا گھٹا یا بڑھا پایا تو بیع فاسد ہو گئی کذا فی الکافی اور اگر ہر کپڑے کا ثمن بیان کر دیا گیا تھا اور پھر گھٹا تو باقی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا (چاہے لے یا چھوڑ دے ۱۲) اور اگر بڑھا تو بیع فاسد ہو جاویگی اور بعضوں نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک گھٹنے کی صورت میں بھی بیع فاسد ہو جاوے گی اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں جائز ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے کسی شخص کے پاس گیہوں یا کوئی ناپ کی دوسری چیز تھی یا تول کی چیز تھی کہ اس شخص کے نزدیک وہ چار ہزار من تھی اور اسنے اسکو چار شخصوں کے ہاتھ ہر ایک کے ہاتھ اس میں سے ایک ہزار من بعوض ثمن معلوم کے فروخت کی پھر اسمیں کمی پائی تو بعضوں نے کہا کہ چاروں مشتریوں کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہیں تو موجودہ کو بعوض حصۂ ثمن کے لے لیں ورنہ ترک کر دیں اور ٹھیک جواب وہ ہے جو بعضوں نے دیا ہے کہ اسمیں تفصیل ہے کہ اگر بائع نے ان سب کے ہاتھ ایکبارگی بیچا تھا تو البتہ یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر اسنے آگے پیچھے بیچا تھا تو کمی پچھلے مشتری پر پڑیگی پہلو نپر نہ پڑیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جسقدر پاتا ہے اسکو لے لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک مشک[2] زیتون کا تیل سو درم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ مشک اور جو کچھ اسمیں تیل ہے سب اسکا ہوگا بشرطیکہ اس سبکا وزن سو رطل ہو پھر مشتری نے اسکو وزن کیا تو سب نوے رطل نکلا کہ جسمیں بیس رطل کی مشک اور ستر رطل تیل تھا تو نقصان خاصکر تیل میں شمار ہوگا پس ثمن کو مشک کی قیمت اور اسی رطل تیل کی قیمت پر تقسیم کرینگے پس جو کچھ تیل کے پڑتہ میں پڑیگا اسمیں سے نقصان طرح دیکر باقی مشتری پر واجب ہوگا ولیکن مشتری کو باقی میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکو اس ثمن پر جو ہم نے بتلایا ہے خریدے ورنہ ترک کر دے اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک سب کا عقد فاسد ہو جانا چاہیے اور اگر مشتری نے مشک کو ساٹھ رطل اور تیل کو چالیس رطل پایا پس اگر لوگوں کی آپس کی خرید و فروخت میں مشک اس مقدار کو نہیں پہونچا کرتی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن میں لیلے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے مشک کو سو رطل اور تیل کو پچاس رطل پایا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر مشک کا وزن بیس رطل اور تیل کا وزن سو رطل پایا تو مشک اور اسی رطل تیل بعوض پورے ثمن کے مشتری کے ذمہ لازم ہوگا اور باقی بائع کو واپس کر دیگا اور اسیطرح اگر مشک علیحدہ تھی اور تیل علیحدہ تھا پھر

[1] ارادوا نہ باطل قیل ہذا اذا لم ینفع بہا مطلقاً قلت قد صرح لذلک ۱۲ منہ [2] وظنی انہ علی اصل ان الصفقۃ متی فسدت فی الکل عندہ فلا فالہما فعلی ہذا ینبغی ان یجوز عندہما فی الباقی واللہ اعلم ۱۲ منہ [3] بجائے مشک کے اگر کُپا کہا جاوے تو اظہر اور قریب الفہم ہے مگر بخوف جدال کے اثر مترجم نے ترک کیا مگر تنبیہ کر دی کہ مشک یہاں کا محاورہ عرفا ہے ۱۲ منہ

مشتری نے اُن دونون کو ایک ساتھ ملاکر خریدا تو اُسکا حکم بھی اُسی تفصیل کے ساتھ ہوگا جو مذکور ہوئی ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے زیتون کا تیل اس شرط پر خریدا کہ اُسکو میرے برتن[1] مین وزن کریگا اور برتن کے ہر وزن کے بدلے پچاس رطل کم لگاتا جائیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر اس شرط پر خریدا کہ جو کچھ اس برتن کا وزن ہی اُسقدر کم لگا دیگا تو جائز ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی برتن مین سے زیتون کا تیل اور دوسرے برتن مین سے گھی خریدا اور دونون کو بدون برتن کے اس شرط پر خریدا کہ یہ سب سنو رطل ہین پھر گھی کو چالیس رطل اور تیل کو ساٹھ رطل پایا تو تیل مین سے دس رطل بائع کو واپس کر دیگا اور گھی کے ثمن مین سے دس رطل کا ثمن کم کر لیگا اور اسی طرح اگر ایک گون کے گیہون اور دوسری گون کے جو بغیر گون کے اس شرط پر خریدے کہ یہ سب سنو من ہین تو اسکا حکم بھی یہی حکم ہی اور اسیطرح اگر سنو کو تین کیلی چیزون کی طرف نسبت کیا تو عقد بیع مین ہر قسم کی چیز سو کی ایک تہائی واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک معین[2] برتن کہ جسکی مقدار نہ معلوم ہو یا ایک معین پتھر کہ جسکی مقدار معلوم نہو دونون کے اندازہ پر بیع کرنا جائز ہی اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جائز نہین ہی اور اول اصح ہے کذا فی الکافی۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ برتن منکبس[3] یا منقبض یا منضبط نہوتا ہو اور اگر منکبس ہوتا ہو جیسے زنبیل اور ٹوکری وغیرہ تو جائز نہین ہی لیکن صرف پانی کی مشک مین استحساناً بسبب لوگون کے تعامل کے جائز ہی اور اسیطرح اگر پتھر کے ریزہ ریزہ ٹوٹ کر چھڑتے ہون تو بھی جائز نہین ہی اور اسیطرح اگر ایسی چیز کے وزن کے اندازہ سے بیچا کہ جو خشک ہوکر کم ہوجاتی ہی جیسے خربزہ ککڑی وغیرہ تو بھی جائز نہین ہے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور ایسی عقد بیع کے صحت پر باقی رہنے کے واسطے یہ شرط ہی کہ وہ برتن یا پتھر اپنے حال پر باقی رہے پس اگر مبیع کے سپرد کرنے سے پہلے وہ تلف ہوگیا تو بیع فاسد ہوجاوے گی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ کسی شخص کے پاس ایک درم موجود تھا اور اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین مثلاً یہ کپڑا تجھسے اسکے عوض خریدتا ہون اور یہ اشارہ اُس درم کی طرف کیا پھر بائع نے اُس درہم کو ستوق پایا تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی خریدنا چاہی اور ایک ہمیانی لایا اور کہا کہ مین نے یہ باندی بعوض اس ہمیانی کے یا بعوض اُس چیز کے جو اس ہمیانی مین ہی خریدی پھر بائع نے جو ہمیانی مین تھا اُسکو اُس شہر کے نقد کے برخلاف پایا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُسکو واپس کرکے جو نقد اُس شہر مین جاری ہی لیوے اور اگر اُسنے اُسمین اُسی شہر کا نقد پایا تو اُسکو

[1] صورت یہ ہی کہ ایک مرتبان دیا کہ اسمین تیل تولتا جاوے اور ہر تول مین پچاس رطل اس مرتبان کا وزن سمجھ کر کم کرتا جاوے پس اگر ایک تول مین سو رطل چڑھا تو گویا پچاس رطل تیل اور پچاس رطل برتن کا وزن ہوا اور چونکہ تخمینہ ہی اسواسطے بیع فاسد ہی ۱۲ منہ [2] صورت اولی یون ہی کہ ایک روپیہ کے عوض یہ معین پیالہ بھر کے دس پیالے مثلاً اور دوسری کی صورت ایک روپیہ کا اس معین پتھر کے وزن بھر مثلاً ۱۲ منہ [3] منکبس یعنی کھرا دبانے سے اُسکا عمق کم ہوجاتا ہو یعنی یا دت قطر عرضی یا طولی اور انقباض کمی باعتبار قطرین عرضی وطولی وانبساط زیادت باعتبار قطرین عرضی وطولی فافہم ۱۲ منہ

اختیار نہوگا اور یہ صورت برخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ باندی بعوض اُس چیز کے جو اس خم مین ہی خرید لی پھر بائع نے دہ درم جو اُس خم مین تھے دیکھے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور یہ خیار خیار کمیت کہلاتا ہی نہ خیار رویت کیونکہ خیار رویت نقود مین ثابت نہین ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی نے کوئی چیز اُسکی رقم[1] کے ساتھ خریدی (یعنی ایسی علامت بتائی گئی کہ جس سے ثمن کی مقدار معلوم ہو) اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا پھر اگر اسکے بعد اُسی مجلس مین معلوم ہوجاوے تو عقد جائز ہوجاویگا اور امام شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ اگر اُسی مجلس مین اُس رقم سے آگاہ ہو تو بھی عقد جائز نہو جائیگا ولیکن اگر بائع برابر اپنی رضامندی پر قائم رہا اور مشتری بھی اسکے ساتھ راضی ہوا تو رضامندی طرفین کے سبب سے دونون مین عقد ابتدائی منعقد ہوجاویگا کذا فی الذخیرہ - اور اگر آگاہی سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو عقد باطل ہوگا اور اسیطرح اگر یون فروخت کیا کہ مین نے اُسیقدر کو بیچا جتنے کو فلانے نے بیچا ہے اور بائع اسکو جانتا ہی اور مشتری نہین جانتا ہی پس اگر مشتری اُسی مجلس مین آگاہ ہوگیا تو عقد صحیح ہی ورنہ باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایک کپڑا اسکی رقم کے ساتھ خریدا پھر بائع نے ثمن بیان کرنے سے پہلے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے بیع کرنا جائز ہے اور اگر بائع نے پہلے مشتری کو ثمن سے آگاہ کیا اور ہنوز اُس نے بائع کو اجازت کی جواب نہ دیا تھا یہانتک کہ بائع نے اُس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین ہے اور اگر مشتری نے ثمن سے آگاہ ہونے سے پہلے اُس کپڑے کو تلف کر دیا تو اُس کو قیمت دینی پڑے گی کذا فی الظہیریہ[2] - اصل مین مذکور ہے اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ چیز تجھ سے اتنے کے برابر کہ جتنے کو لوگ بیچا کرتے ہین لیلی تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مثل اتنے دامون کے لیتا ہون جتنے کو فلانے نے خریدا ہے پس اگر دونون کو عقد بیع کے وقت اُن دامون کی مقدار سے آگاہی ہوگئی تو بیع جائز ہوگی اور اگر دونون آگاہ نہوے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر اس کے بعد پھر دونون کو آگاہی ہوئی پس اگر یہ آگاہی اُسی مجلس[3] مین ہوئی تو عقد بیع جائز ہوجاوے گا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا کیونکہ

---

[1] رقم بسکون قاف ایسی علامت کہ جس سے مقدار ثمن معلوم ہو جیسے کپڑے وغیرہ پر نشان ڈالدیتے ہین جسکو آنک کہتے ہین ۱۲ منہ

[2] اس مقام پر یہ عبارت بھی مذکور ہے والرقم بسکون القاف علامۃ یعلم بہا مقدار ما وقع بہ البیع یعنے رقم بسکون وہ علامت جس سے معلوم ہو کہ بیع کتنے پر واقع ہوتی ہے اور مترجم نے پہلے لکھدی ہے ۱۲ منہ

[3] یعنے درحالیکہ دونون مجلس بیع سے جدا نہوے تھے ۱۲ منہ

جو ثمن مشتری پر لازم آتا ہے وہ فی الحال ہی ظاہر ہوا اور ایسے خیار کو خیار تکشیف الحال کہتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور شرح شافی مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز مثل اُن داموں کے جتنے کو فلانے نے فروخت کی ہے فروخت کی پس اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جسکے بھاؤ مین فرق نہین پڑتا ہے جیسے روٹی اور گوشت تو جائز ہے اور اگر ظلی کپڑون کی گٹھری بعوض اُسکی اندازقیمت[1] یا حکم کے خریدی تو بسبب جہالت کے جائز نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو دس گیارہ کے نفع[2] پر بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ بائع نے کتنے کو خریدی ہے تو بیع فاسد ہے یہانتک کہ مشتری اس سے آگاہ ہو پھر یا بیع کو اختیار کریگا یا ترک کردیگا یہ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے پس اگر مشتری آگاہ ہوکر راضی ہوگیا تو بیع جائز ہوجاویگی اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے یہ روایت کی کہ یہ بیع فاسد ہے اور اُسکے معنی یہ ہین کہ بیع اجازت[3] پر موقوف ہے اور اگر مشتری نے آگاہ ہونے سے پہلے اُسپر قبضہ کرکے اُسکو آزاد یا فروخت کردیا یا مشتری مرگیا تو آزاد کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ مبیع قرابت کے حکم سے مشتری کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری کو قبضہ کرلینے تک اُسکے ثمن سے آگاہی نہوئی تھی تو اُسپر قیمت واجب ہوگی محیط مین لکھا ہے۔ اور کسی دار یا حمام کے دس گز کا بیچنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے جبکہ دار سوگز[4] ہو اور امام صاحب کے نزدیک اسطرح کہنا کہ دس گز کو سو گزون مین سے یا نہ کہنا اصح قول کے موافق دونون برابر ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور صاحبین کے قول کے موافق اگر بائع نے تمام گز نہ بیان کیے ہون تو مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی خاص دار کے دس حصون مین کا ایک حصہ فروخت کیا تو اُسکے جائز ہونے پر اجماع ہے اور اگر کہا کہ ایک گز اس خاص دار مین کا فروخت کیا پس اگر یہ بیان کردیا کہ اس طرف سے لیکن ہنوز یہ نہ بتلایا کہ وہ کس جگہ کا گز ہے تو بیع منعقد ہوگی لیکن نافذ نہوگی حتے کہ بائع پر سپرد کرنے کے واسطے جبر نکیا جاویگا اور اگر اُس گز کا موضع کسی طرف سے معین نہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر بالکل جائز نہین[5] ہے اور صاحبین کے قول پر جائز ہے اور وہ دار ناپا جاویگا اگر دس گز نکلے تو مشتری دار کے دسوین حصہ کا شریک ہوجاویگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ صاحبین کے قول پر مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع اُن کے نزدیک جائز ہے اور اگر ایک دار مین کا ایک حصہ فروخت کیا اور اُسکا موضع معین نہ کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ مین نے اس کپڑے مین سے ایک گز تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا موضع

---

[1] یعنے جو کچھ اسکی قیمت فلان شخص اندازہ کرے یا فیصلہ کردے ۱۲ [2] یعنے دس کے گیارہ مع نفع یعنی ہر دہائی پر ایک نفع ۱۲ منہ [3] مشتری کی اجازت ۱۲ [4] قولہ جبکہ دار سوگز ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ مراد نہین ہے کہ صاحبین کے نزدیک جواز بیع کے واسطے یہ شرط ہے کہ دار سو گز ہو بلکہ بیان مسئلہ یون ہے کہ اگر سو گز کے دار مین سے دس گز فروخت کیا یعنے مقدار معلوم ہونا چاہیے ہے کہ جسکا حصہ کھلا ہوا ہو ۱۲ منہ [5] یعنے جائز نہین ہے ۱۲

معین نہ کیا یا یہ کہا کہ مین نے اس لکڑی مین سے ایک گز تیرے ہاتھ بیچا اور اسکا موضع معین نہ کیا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اسمین ویساہی اختلاف ہے جیسا کہ وار کے مسئلہ مین مذکور ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے کسی لکڑی یا کپڑے مین سے ایک گز کسی جانب معلوم سے خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر بائع نے اسکو کاٹکر مشتری کے سپرد کر دیا تو بیع بھی جائز نہین۱؎ ہے لیکن اگر مشتری اسکو قبول کرلے تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ یہ جائز ہے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ یہ فاسد ہے ولیکن اگر کاٹکر اُسنے مشتری کے سپرد کر دیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے لینے سے انکار کرے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے اس گھر مین سے اپنا حصہ تیرے ہاتھ اتنے کو فروخت کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری اُسکے حصہ کی مقدار کو اُس گھر مین سے جانتا ہو اگرچہ بائع اُسکو نہ جانتا ہو ولیکن بائع کا مشتری کے قول کی تصدیق۲؎ کرنا شرط ہے اور اگر مشتری اسکے حصہ کو نہ جانتا ہے تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہے خواہ بائع کو اسکا علم ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر کسی نے ایک جزو پانچ سہمون۳؎ مین سے یا دو سہم اُنمین سے یا اپنا نصیب اُنمین سے یا اپنا نصیب پانچ نصیبون مین سے یا ایک جزو یا ایک نصیب اسمین۴؎ سے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک استحسانا جائز ہے قیاسا جائز نہین ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے کسی نے دوسرے شخص سے ایک میدان یا زمین خریدی اور بائع نے اُسکے حدود ذکر کر دیے اور طول و عرض کو گزون کی پیمائش سے ذکر نہ کیا تو جائز ہے مشتری نے جب حدود کو جان لیا اور ہمسایہ کو نہ جانا۵؎ تو جائز ہے اور اگر حدود کو ذکر نہ کیا اور مشتری نے حدود کو نہ پہچانا تو درحالیکہ دونون پوری مبیع کو پہچانتے ہون بیع جائز ہے بشرطیکہ دونون باہم اختلاف نہ کرین یہ خلاصہ مین لکھا ہے کسی مین کے گڈھے کے اندر کچھ گیہون بھرے ہوے تھے اُنکو کسی شخص نے فروخت کیا حالانکہ مشتری اُن گیہوؤن کی مقدار نہین جانتا ہے اور نہ اُس کھتے کی انتہا جانتا ہے تو مشائخ نے کہا کہ مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر مشتری کو کھتے کی انتہا معلوم ہے ولیکن گیہوؤن کی مقدار نہین معلوم ہوئی تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُس کھتے کے نیچے دکان یا اُسکے مانند کوئی چیز نکلے تو ایسا نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ سو بکریان بعوض ان سو بکریون کے ہر ایک بکری ایک بکری کے عوض فروخت کی تو بیع فاسد ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گاے جو زندہ تھی۶؎ ہر رطل ایک درم کے حساب سے فروخت کی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہوگئی تو مشتری اُسکی قیمت کا۷؎ ضامن ہوگا اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ بکری ہر تین رطل

۱؎ یعنے لازم نہین ہے ۱۲ ۲؎ یعنے جسقدر مشتری مقدار بیان کرتا ہے ۱۲ ۳؎ قولہ سہمون سہم و نصیب وایک حصہ عرف مین چھوٹے حصہ کو کہتے ہین ۱۲ ۴؎ یعنے دانہ زمین سے ۱۲ ۵؎ کہ کون لوگ ہین ۱۲ ۶؎ یعنے یہ کہنا اس حال مین تھا کہ گاے زندہ تھی ۱۲ منہ ۷؎ یعنے بیع فاسد ہے پس مبیع مقبوضہ کی قیمت کا ضامن ہوگا ۱۲ منہ

ایک درم کے حساب سے بقدر اُسکے جثہ[ل] کے فروخت کی تو بیع باطل ہے اور اسیطرح اگر اُسکا تمام وزن پچاس رطل بیان کر دیا اور مشتری نے اُس سے ہر تین رطل ایک درم کے حساب سے خریدا تو بھی باطل ہے اور اسیطرح اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ انار اُسکے وزن بھر درہمون کے عوض بیچا تو باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ غلام اتنے کو بیچا اور اُسکا نام لیا اور اُسکو مشتری نے نہین دیکھا ہے تو بیع باطل ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بیچا تو بیع فاسد ہے بشرطیکہ بائع کا دوسرا غلام بھی ہو پس اگر بائع اور مشتری دونون اس بات پر متفق ہو گئے کہ مبیع یہ غلام ہے تو بیع جائز ہوگی اور قولہ بیع جائز ہوگی اسکے معنی مین مشائخ کا اسیطرح اختلاف ہے کہ بعضون نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلی بیع اتفاق کے وقت جائز ہو جاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین بلکہ دوسری بیع دست بدست منعقد ہو جاویگی نہ یہ کہ پہلی منقلب ہوکر جائز ہو جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور شرح کتاب العتاق مین ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا غلام اتنے کو فروخت کیا اور اُسکا ایک ہی غلام ہے پس اگر اُسنے کہا کہ اپنا غلام جو فلان مکان[ل] مین موجود ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مکان کا پتہ نہ دیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ عام مشائخ کے نزدیک بیع جائز نہین ہے شیخ رہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی المحیط کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سب جو کچھ اس دار مین ہے غلام اور چوپایے اور کپڑے سب فروخت کر دیے اور مشتری نہین جانتا کہ دار کے اندر کیا کیا چیز ہے تو بیع فاسد ہوگی اور بجاے دار کے (کہ جسکا ترجمہ جا بجا گھر کیا گیا ہے) بیت کا لفظ ذکر کیا اور باقی اپنے حال پر رہے تو بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ صندوق یا یہ تھیلا ذکر کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الظہیریہ۔

نوین فصل اُن چیزون کی بیع کے بیان مین جو دوسری چیز سے متصل ہون اور ایسی بیع کے بیان مین

جس مین استثنا ہو جو دودھ تھنون کے اندر ہے یا جو بچہ پیٹ مین ہے اُسکا بیچنا جائز نہین ہے اور اُس پشم کا جو بکری کی پیٹھ پر ہے روایت مشہورہ مین جائز نہین ہے کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر عقد واقع ہونے کے بعد بائع نے پشم یا دودھ کو سپرد کر دیا تو بھی جائز نہیں اور وہ عقد صحیح نہو جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور جانورون کی جفتی[ل] مین بیع بالکل[ل] نہین ہوتی ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے گیہون جو بالیونکے اندر ہو جو بالیون مین اُنکا بیچنا ناپ اور تول دونون طرح سے جائز ہے اگرچہ ہنوز دانہ سخت نہ ہوگے ہون یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور بیع مزابنہ جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چھوارے درخت پر لگے ہوے ہین اُنکو ٹوٹے ہوے چھوارون کے عوض اُنھین کے کیل کے مثل پر اندازہ و کوت سے فروخت کرے اور بیع محاقلہ بھی جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ بالیون کے گیہوؤن کو اُنھین کے مثل پیمانہ پر اندازہ و کوت کرکے گیہوؤن کے عوض فروخت کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اگر ایسے گیہوؤن کا بھوسہ خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر روندنے کے بعد دانہ نکالنے سے پہلے خریدا تو جائز ہے

[ل] یعنے تمام بکری بوزن اُسکے جثہ کے ۱۲ [ل] یعنے مقام ۱۲ [ل] یعنے گابھن کرائی بطور بیع کے ناجائز ہے وقد مرت المسئلہ ۱۲ [ل] یعنے محض باطل ہے ۱۲ م

یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور بیع ملامسہ بھی جائز نہین ہی اور وہ یہ ہی کہ بائع اور مشتری کسی چیز کو چکا دین اور دونون کا اس بات پر اتفاق ہوجاوے کہ جب مشتری اُس چیز کو چھولے تو بائع کی طرف سے بیع ہوگئی اور کنکری پھینکنے کی بیع جائز نہین ہی اور وہ یہ ہے کہ کنکری پھینکے اور وہان چند کپڑے رکھے ہون پس جس کپڑے پر کنکری جا پڑے وہی مبیع ہی اور اس مین کچھ فرق نہین ہی کہ وہ معین ہو یا غیر معین ہو یعنے یہ فرق معتبر نہین ہی ولیکن یہ ضرور چاہیے کہ وہ دونون پہلے سے ثمن پر راضی ہولین اور اسی طرح بیع منابذہ بھی جائز نہین ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دونون مین سے کسی نے دوسرے کے کپڑا پھینکنے کو نہ دیکھا اس بنا پر[1] یہ پھینکنا بیع ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ گیہوؤن کا درخت بدون گیہوؤن کے فروخت کرنا جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر سیپ فروخت کی اور موتی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور موتی مشتری کا ہوگا۔ یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر خربوزے کے اندر کے بیج کسی نے خریدنا چاہے اور بائع نے فروخت کردیے اور خربوزہ والا اس بات پر راضی ہوگیا کہ خربوزہ تراش دے تو بیع باطل ہی بالکل جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی جواہر الاخلاطی اور اسی طرح اگر چھوارے[2] کے اندر کی گٹھلی اور تلی کے اندر کا تیل اور زیتون کے اندر کے تیل کا بھی یہی حکم ہی اور اگر بائع نے اُسکو مشتری کے سپرد کردیا تو بھی جائز نہین ہی[3] یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی جلاہے کو اپنا سوت دیا کہ تو میرے واسطے عمامہ اچھے ریشمی تار[4] ڈال کر بُن دے اور اُسنے بُن دیا پھر اُس سے وہ ابریشم جو اُسنے عمامہ مین بُنا ہی خرید کیا تو جائز ہے یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر مٹکا جو بیت کے اندر رکھا ہوا ہی کہ جسکا نکالنا بدون دروازہ توڑنے کے ممکن نہین ہی فروخت کیا تو جائز ہی اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ بیت سے باہر لاکر سپرد کرے اور اگر مشتری نے جانا کہ بیت کے اندر بائع اُسکو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہین رکھتا ہے پس اگر بدون توڑنے کے قدرت نہین رکھتا ہے تو اُسکو توڑیگا اور نکالیگا اور بعضون نے کہا کہ بیع باطل ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر اس خاص کپاس کے حبوب[5] فروخت کیے تو جائز نہین ہے اور منتقی مین لکھا ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہی کہ جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کھال و را و جھ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کیا تو جائز نہین ہی پس اگر اسکے بعد بائع نے ذبح کیا اور کھال اور اوجھ جُدا کرکے دیدیا تو عقد جائز نہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے شہتیر جو چھت مین پڑا ہوا ہی یا ایک گز ایک کپڑے کی کسی جانب معلوم مین سے یا ایک گز کسی لکڑی کی خاص جگہ مین سے یا تلوار کی چاندی کہ جو بلا ضرر نہین چھوٹ سکتی ہی یا آدھی کھیتی کہ جو ابھی پکی نہ تھی یا دو شخصون مین مشترک تھی کہ ایک نے اپنا حصہ اپنے

[1] قولہ اس بنا پر یعنی پھینکنا اس معنی مین سمجھین ۱۲ م [2] محتمل ست کہ مراد تخم ہر کہ باشد یعنے پھل کے اندر کے بیج ۱۲ منہ [3] یعنے بیع منقلب ہوکر جائز نہو جائیگی ۱۲ م [4] قولہ تار یا تانہ ۱۲ منہ
[5] حبوب۔ اسکے بنولے ۱۲ منہ

شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ سب بیع فاسد ہین پس اگر بائع اس بات پر راضی ہو گیا کہ شہتیر اُکھاڑ دے یا کپڑے اور لکڑی مین سے ایک گز قطع کر دے یا تلوار مین سے چاندی جدا کر دے یا کھیتی کو جبکہ سب اُسی کی تھی کاٹ دے تو مشتری کو اس سے پہلے کہ بائع کوئی ایسا فعل کرے بیع فسخ کر دینے کا اختیار ہے پس اگر مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے بائع نے کوئی فعل ان مین سے کیا تو عقد مشتری کے ذمہ لازم ہو جائے گا اور اُسکو خیار نہو گا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ دیوار مین سے شہتیر رکھنے کی جگہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا بالاتفاق ناجائز ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے اور انگوٹھی کے اندر نگینہ فروخت کرنے کی دو صورتین ہین کہ اگر اُسکے نکالنے مین ضرر ہو تو بیع جائز نہو گی اور انگوٹھی اگر مشتری کے قبضہ مین ہو تو امانت رہیگی اور اگر اُسکے قبضہ مین تلف ہو جاوے تو کچھ نہ دینا پڑیگا اور اگر اُسکے نکالنے مین کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے اور اس صورت مین اگر انگوٹھی اسکے پاس تلف ہو جاوے تو اُسپر نگینہ کا ثمن واجب ہو گا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے انگوٹھی کے اندر ایک نگینہ یا چھت کے اندر ایک شہتیر کہ ہر ایک ان مین سے بدون ضرر کے نہین نکل سکتا تھا فروخت کیا تو آیا مشتری اُسکا مالک ہو گا یا یہ بیع موقوف ہے تو امام محمد رح نے جدا کر دینے سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ یہ بیع موقوف رہیگی مشتری مالک نہو گا تاوقتیکہ بائع کو اُس مین خیار حاصل رہے کہ اگر چاہے تو سپرد کرے اور چاہے نہ سپرد کرے یعنی مبیع کے اُکھاڑنے سے پہلے کی حالت کی جانب اشارہ فرمایا اور جب اُسکا ایسا حال ہو جاوے کہ بائع اُسکے سپرد کرنے سے انکار نہ کر سکتا ہو تو مشتری مالک ہو جاویگا اور اگر مشتری نے اسمین کچھ جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ بائع نے پوری انگوٹھی یا بیت دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ دوسری بیع پہلی بیع کو توڑ دے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین اس جنس کے مسئلوں کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے کہ جن چیزون مین ہم بائع پر یہ جبر کر سکتے ہین کہ مشتری کے سپرد کرے اور مشتری نے بنا بر اس بیع کے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری کے ذمہ لازم ہو گی اور جن چیزون مین ہم مشتری کے سپرد کرنے کے واسطے بائع پر جبر نہین کر سکتے اور بائع نے اُسکے سپرد کر دی تو مشتری قابض نہو گا اور ضائع ہو جانے کی صورت مین اُسپر ضمان واجب نہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی نے کچھ صوف جو بچھونے مین بھرا ہوا ہے فروخت کیا اور بائع نے اُسکے اُدھیڑنے سے انکار کیا پس اگر اُسکے اُدھیڑنے مین ضرر ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ضرر نہو تو جائز ہے پس اگر اُدھیڑنے کے باب مین دونون اختلاف کرین تو بائع پر واجب ہو گا کہ تھوڑا سا اُدھیڑ کر مشتری کو دکھلا دے پس اگر وہ دیکھکر راضی ہو گیا تو باقی اُدھیڑنے کے واسطے بائع پر جبر کیا جاویگا اور اسیطرح زمین کے اندر گاجر کی بیع کا بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور دُکان کے اندر کی عمارت[1] اور زمین کے درختون کی بیع کے جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اُسکے جدا کرنے مین

[1] یعنی اُکھاڑ ڈالنے ۱۲ اسلئے کسی قسم کی تعمیر ہو کہ جس سے آبادانی مقصود ہوتی ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ گھر ہو ۱۲ منہ

بائع کی ملک کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہے - ابن سماعہ کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی
سے کہا کہ اگر بالفرض مین نے ایک شہتیر غصب کر لیا اور اُسکو ایک بیت کی چھت مین ڈالا یا مین نے
کچھ پختہ اینٹین غصب کر لین اور اُس سے ایک دار بنایا یا مین نے ایک چوکھٹ غصب کر لی اور اُسکو
ایک دروازہ مین لگایا پھر مین نے وہ بیت یا دروازہ یا دار فروخت کر دیا تو کیا ایسی بیع کو آپ جائز
سمجھتے ہین اور جب مشتری اس غصب سے آگاہ ہو تو کیا اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی
نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - کسی کاشتکار کی کسی شخص کی
زمین مین عمارت تھی پس اگر وہ عمارت کوئی بنا یا درخت تھا تو جائز ہے بشرطیکہ زمین مین چھوڑ
رکھنے کی شرط نہ کی ہو اور اگر کھیت کی گوڑائی یا نہر کا اُگارنا یا اُسکے مثل ہووے تو جائز نہین ہے یہ
ظہیریہ مین لکھا ہے - اور اگر مبیع کوئی دار یا زمین ہو کہ جو دو شخصون مین بلا تقسیم مشترک ہو پھر ایک نے زمین
سے ایک بیت معین یا ایک قطعہ زمین معین تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کر دیا تو بیع جائز نہین ہے نہ اُسکے
حصہ کی اور نہ اُسکے شریک کے حصہ کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے دار یا زمین مین سے اپنا پورا حصہ
فروخت کر دیا تو بیع جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اور پانی بہنے کے راستہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہین ہے
اور گزرگاہ[له] کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہے یہ تبیین مین لکھا ہے - اگر کسی[سله] نے ایک ایسی باندی کہ جسکے پیٹ مین بچہ تھا کہ
جسکے حق مین یہ وصیت کی گئی تھی کہ یہ بچہ فلان شخص کو دیا جاوے فروخت کر دی پھر جس شخص کو دیدینے کیواسطے
وصیت کی گئی تھی اُسنے بیع کی اجازت دیدی پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد باندی بچہ جنی تو اُس شخص کو
ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی تو ثمن مین سے اُسکا حصہ ہوگا لیکن اگر قبضہ سے پہلے
وہ بچہ مر گیا تو کچھ حصہ نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی اور اُس شخص نے کہ جسکے واسطے بچہ کی وصیت کی گئی تھی بیع
کی اجازت نہ دی یا بچہ کو آزاد کر دیا تو اب مشتری باندی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیگا اور بچہ جننے کے بعد
اُس شخص کا اجازت دینا کسی حال مین صحیح نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اگر مبیع مین سے ایسی چیز کو استثنار
کیا کہ جسکا جدا بیچنا جائز ہے تو استثنار جائز ہوگا چنانچہ اگر ایک ڈھیری فروخت کی مگر ایک صاع اُسمین سے یعنی
ایک صاع کا استثنار کیا یا یون کہا کہ بیچے یہ مٹکا سرکہ یا تیل کا فروخت کیا مگر دس سیر - اسی طرح اگر کوئی
عددی چیزین ہون کہ جو باہم قریب قریب ہین اور ان مین سے استثنار کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مبیع مین
سے ایسی چیز کا استثنار کیا کہ جسکا الگ بیچنا جائز نہین ہے تو استثنار صحیح نہوگا جیسے کوئی باندی بدون اُسکے
حمل کے یا کوئی بکری بدون اُسکے کسی عضو کے یا ایک گلہ بکریونکا بدون ایک بکری کے یا چاندی[سله] چڑھی
ہوئی تلوار بدون اُسکے چاندی کے فروخت کی تو بیع جائز نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر کوئی عمارت
یا دار فروخت کرنے مین اُسمین کی لکڑی کو استثنار کیا یا کچی اور پکی اینٹین اور مٹی کو استثنار کیا

له یعنی خاص راستہ جو مملوک ہو ۱۲ سله مثلاً وارث نے ۱۲ م سله تو اجبکہ چاندی بلا ضرر جدا ہو سکتی ہو ۱۲ م

تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری نے اُسکو توڑ ڈالنے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر درخت پر لگے ہوے پھل فروخت کرنے مین اُسمین سے چند رطل معلومہ کا استثنار کیا تو جائز نہین ہے اور اگر پھل ٹوٹے ہوے ہون اور سب کو فروخت کرنے مین اسمین سے ایک صاع کا استثنار کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ روایت[1] امام حسن بن زیاد کی ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہونا چاہیے اور اگر ایک خرما کا باغ فروخت کیا اور اُسمین سے ایک درخت معلوم استثنار کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک دھیڑی سو درم کے عوض سوائے اُسکے دسوین حصہ کے فروخت کی تو مشتری کو پورے ثمن مین اُسکا نودسوان حصہ ملیگا اور اگر بائع نے کہا کہ اس شرط پر فروخت کرتا ہون کہ اسکا دسوان حصہ میرا رہیگا تو مشتری کو اُسکا نودسوان حصہ بعوض ثمن کے نودسوین حصہ کے ملیگا اور امام محمدؒ سے اسکے برخلاف روایت کیا گیا ہے کہ دونون صورتوں مین بعوض پورے ثمن کے ملیگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ سو بکریان بعوض سو درہم کے اس شرط پر بیچتا ہون کہ یہ بکری میری رہے یا میرے واسطے یہ بکری رہے تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ بدون اس بکری کے بیچتا ہون تو ننانوے ۹۹ بکریان بعوض سو درم کے مشتری کو ملینگی کذا فی فتح القدیر اور اگر کہا کہ یہ سو بکریان تیرے لیے بعوض سو درم کے بدون اسکے آدھے کے ہین تو آدھی بکریان بعوض سو درم کے ہونگی اور اگر کہا کہ میرے واسطے اُسکی آدھی رہینگی تو مشتری کو اُسکی آدھی پچاس درم کو ملینگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کچھ بکریان یا کپڑے کی گٹھری بعوض سو درم کے فروخت کی اور اُسمین سے ایک غیر معین کو استثنار کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر معین کا استثنار کیا تو جائز ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور یہی حکم ہر ایسی عددی چیز و کیلی ہے جو باہم متفاوت ہون یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور ایسی باندی کی بیع کہ جسکے پیٹ کا بچہ آزاد کر دیا گیا ہو جائز نہین ہے اور اس مسئلہ کی نظیر گیارہ مسئلہ اور ہین یک وہ ہے کہ عقد اور استثنار دونون جائز ہون اور وہ یہ ہے کہ باندی کے دیدینے کی کسکو وصیت کی اور اُسکے پیٹ کا بچہ استثنار کیا یا پیٹ کے بچہ کو دیدینے کی وصیت کی اور باندی کا استثنار کیا تو استثنار صحیح ہے اور چار مسئلہ ایسے ہین وہ ہین کہ جنمین عقد اور استثنار دونون فاسد ہوتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اگر باندی کو فروخت کیا یا اُسکو مکاتب کیا یا اُجرت پر دیا یا قرضہ سے اُسکے دینے پر صلح کی اور اُس کے پیٹ کے بچہ کا استثنار کیا تو یہ سب عقود فاسد ہین اور چھ صورتین ایسی ہین وہ ہین کہ جنمین عقد جائز ہے اور استثنار باطل ہے اور وہ یہ کہ اگر باندی کو ہبہ یا صدقہ کر کے سپرد کر دیا یا اُسکو مہر مین دیدیا یا عمداً خون کرنیکی صلح مین اُسکو دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے خلع کرلنے مین دیدیا یا اُس باندی کو آزاد کر دیا اور ان سب صورتون مین اُسکے پیٹ کے بچہ کا استثنار کیا تو ان سب عقود مین استثنار باطل ہے اور عقود نافذ ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور امالی مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے

---

[1] یعنے عدم جواز کی ۱۲

کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یہ غلام ہزار درم کو مگر نصف اُسکا پانسو درم کو تو پورے غلام کی بیع ایک ہزار یا پانچسو[۵] درم کو جائز ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ مگر نصف اُسکا سو درم کو بیچا تو پورا غلام مشتری کو ایک ہزار ایک سو درم کو ملیگا اور بھی امالی مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ میرے واسطے اُسکا آدھا بعوض تین سو درم یا تہائی ثمن یا سو دینار کے رہیگا تو ان سب صورتون مین بیع فاسد ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے خاص راستہ کا رقبہ اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو اُس مین آمد و رفت کا حق رہیگا تو بیع جائز ہی اور اسیطرح اگر دار کے مالک نے نیچے کا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اُسکو بالاخانہ اسپر برقرار رکھنے کا حق رہے تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور ابن سماعہ رح نے اپنے نوادر مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ فروخت کیا مگر اسمین کا ایک رستہ اس جگہ سے اور دار کے دروازہ تک استثنا کیا اور اسکا طول و عرض بیان کر دیا اور اسکو اپنے یا غیر کے واسطے شرط کر لیا تو بیع جائز ہی اور جو ثمن کہ ذکر کیا ہی وہ سب سوائے راستہ کے باقی دار کا ہوگا اور اگر دار کی فروخت مین یہ شرط کی کہ اسمین ایک راستہ بائع کا ہوگا اور اُس کا طول و عرض بیان کر دیا تو یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کہا کہ مین اپنا یہ دار تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچتا ہون کہ یہ بیت میرا رہیگا تو صحیح نہین ہی اور اگر کہا کہ سوائے اس بیت کے بیچتا ہون تو بیع جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ سوائے اُسکی عمارت کے فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور بنا بیع مین داخل نہوگی اور اگر کوئی زمین فروخت کی اور اسمین سے ایک درخت معین کو مع اسکے جاے قرار کے استثنا کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اُس درخت کی شاخون کو اپنی ملک مین لٹکنے نہ دے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف مین ابی یوسف و زفر مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو سوائے سَو[۱] گز کے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہی اور مشتری کو خیار ہوگا جبکہ وہ دار کے تمام گزون کی پیمایش سے واقف ہو پس اُسکو اختیار ہی کہ اگر راضی ہو تو بائع اُسکے ساتھ دار مین سو گز کا شریک ہوگا اور اگر نہ راضی ہو تو بیع کو ترک کر دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو یہ طعام سوائے دس[۱] قفیز کے اسمین سے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہی اور جب اُسمین سے دس[۱] قفیز نکالی جاوین تو مشتری کو خیار ہوگا اور اگر کسی[۱] چیز کو بعوض سو دینار کے باستثناء ایک دینار کے

[۱] قال المترجم وفی الاصل اذا باع بمائۃ الا دینارًا الخ یعنے سو پر سوائے ایک دینار کے فہذا یحتمل ان یقصد بارادہ ان ذکر التمیز فے المستثنے بہذا الوجہ معروف الے المستثنے منہ بعین ما ذکر فی المستثنے وہذا فصل اختلف فیہ وقد ذکرہ فی باب الاستثناء فے مواضع من الکتاب وعلی ہذا یتعلق الحکم بہ بنوع اسلوب العربیۃ ولا مجال للترجمۃ فے ذلک ویحتمل ان یرادبہ کما ذکرہ المترجم فالمراد بہ الثمن ولما کان ہذا فے صورۃ واحدۃ ووضع واحد لم یذکرہ فی العنوان فلیتامل ۱۲ منہ

ان سو دیناروں میں سے فروخت کیا تو بیع ننانوے[۹۹] دینار پر قرار پاویگی کذا فی البحر الرائق

دسوین فصل- ایسی دو چیزونکے فروخت کرنیکے بیان مین کہ جنمین ایک کی بیع جائز ہی نہ ہو اور فروخت کی ہوئی چیز کو جتنے کو بیچا ہی اُس سے کم پر خریدنیکے بیان مین- جو شخص آزاد و غلام دونون کو جمع کرکے فروخت کرے یا ذبح کی ہوئی اور مردار بکری دونون کو جمع کرکے فروخت کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونون کی بیع باطل ہی خواہ ہر ایک کا ثمن علٰحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر ہر ایک کا ثمن علٰحدہ بیان کیا ہو تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری کی بیع جائز ہی یہ کافی مین لکھا ہی- اگر کھال کھینچی ہوئی مذبوحہ دو بکریان خریدین پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی نکلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جسنے اُسپر عمداً اللہ کا نام نہین لیا ہی تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونون ہمارے نزدیک برابر ہین کذا فی المبسوط- اگر کسی نے محض غلام کو اور مدبر یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کرکے فروخت کیا تو محض غلام کی بیع اُسکے حصۂ ثمن کے عوض جائز ہوگی اور جسنے وقف اور ملک کو جمع کیا اور ثمن کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک[۱] کی بیع صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی- اگر کسی نے دو مٹکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک[۲] شراب کا ہی پس اگر ہر ایک کا ثمن علٰحدہ نہ بیان کیا گیا تو دونونکا عقد فاسد[۳] ہوگا اور اگر بیان کر دیا گیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس طرح بیچڈالا کہ ہر ایک کی قیمت پانچسو درم ہی تو مقبوض کی بیع جائز ہی اور غیر مقبوض کی بیع جائز نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو ہمارے تینون اماموں کے نزدیک فقط اُسکے غلام کی بیع جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور قیمت نہ ادا کی یہانتک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اُسی بائع کے ہاتھ ہزار درم کو اس تفصیل سے کہ ہر ایک پانسو درم کا ہی فروخت کر دیا تو اُسکے غلام کی بیع جائز ہوگی اور جو خریدا ہی اُسکی بیع جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اور منتقی مین ہی کہ کسی شخص نے ایک دار اور ایک مسلمانون کا راستہ جو محدود و معلوم تھا جمع کرکے خریدا پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد راستہ کا استحقاق ثابت کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ مختلط تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کر دے ورنہ اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر راستہ اُس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار نہوگا اور دار اپنے حصۂ ثمن کے عوض مشتری کے ذمہ پڑیگا اور اگر راستہ اسطرح محدود نہو کہ اُسکی مقدار دریافت نہو جاوے تو بیع فاسد

---

[۱] وقال المترجم ثم قالوا ان الملک یکون بکل الثمن ویخیر اذا لم یعلم بہ وقت العقد ۱۲ منہ

[۲] یعنے ایک مٹکا شراب ہی ۱۲ [۳] بالاتفاق ۱۲

ہو جاویگی اور اگر بجائے راستہ کے مسجد خاص[1] کو ملا کر خریدے تو اُسکا حکم راستہ معلومہ کا حکم ہے اور اگر مسجد جماعت ہو تو سب کی بیع فاسد ہو جاویگی اسلیئے کہ جامع مسجد کی بیع جائز و حلال نہین ہے اسیطرح اگر وہ گری ہوئی پڑی ہو یا میدان ہو کہ جسمین کچھ عمارت تو نہین موجود ہے مگر در اصل وہ جامع مسجد ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زمین دو شخصون مین مشترک ہو کہ دونون مین سے ایک نے پوری زمین اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی کے دعوے سے ایک ایسے دار[2] پر صلح کی جو دونون مین مشترک تھا تو اس صورت مین بھی یہی فرماتے تھے کہ صلح فاسد ہے اور اگر کسی نے ایک غلام خرید کر پانسو روپیہ نقد دیے اور پانسو وہ جو اُسکے فلان شخص پر قرض تھے ثمن مین ٹھہرائے یا پانسو کی یون میعاد ٹھہرائی کہ جب عطا ہونگے[3] تو دونگا تو قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ سب کی بیع فاسد ہے یہ محیط مین لکھا ہے - کسی نے دوسرے سے ایک محدود زمین دس درم اور ہزار من[4] گیہوؤن کے عوض کہ جسکا وصف بیان کر دیا تھا خریدی لیکن گیہون ادا کرنیکی جگہ بیان نہ کرنے کی وجہ سے گیہوؤن کے حصہ کی بیع امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسد ہو گئی پس آیا یہ فساد باقی کی طرف امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق متعدی ہو گا یا نہین تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق شیخ نے فرمایا کہ باقی کی طرف فساد متعدی نہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ خود کوئی چیز فروخت کی یا اُسکی طرف سے اُسکے وکیل نے بیچی اور مشتری نے ہنوز ثمن نہین ادا کیا ہے اور مبیع کی ذات مین کچھ نقصان بھی نہین آیا ہے تو ایسی حالت مین اِس مشتری یا اُسکے وارث سے نہ اُس شخص سے جسکو ہبہ کی گئی یا اُسکے لیے وصیت کر دی گئی ہو بائع کو یہ جائز نہین ہے اور نہ اُسکی طرف سے اُسکے لیے ایسے شخص کو جائز ہے کہ جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہ ہو کہ جتنے کو بیچی ہے اُسکی جنس سے اُس سے کم ثمن پر اپنے واسطے یا غیر کے واسطے مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید کرے اور اس مقام پر اور شفعہ مین درم و دینار ایک جنس شمار کیے جاتے ہین کذا فی الکافی - اور اگر مشتری پر ثمن ادا کرنے مین کچھ باقی رہجاوے تو بھی[5] یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر پہلے اُسکو دینارون کے عوض بیچا پھر درہمون کے عوض کم پر خرید کیا تو جائز نہین ہے اور اگر پہلے اسکو دینارون کے عوض بیچا پھر چاندی کے پترون کے عوض کمی سے خریدا تو جائز ہے اور اگر پیسون کے عوض کمی پر خریدا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ناجائز ہے[6] اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اور اگر دوسری جنس ثمن کے عوض خریدی یا عیب دار ہو جانے کے بعد خریدی

[1] قولہ مسجد خاص جو عام جماعت کے لیے نہ ہو ۱۲ م [2] اور اصل عربی فرمودہ کہ این عبارت در بعض نسخ منتقی یا فتہ شد ۱۲ منہ
[3] یعنے پورے دار پر ۱۲ [4] اسلیے کہ وعدہ عطا ر وعدہ مجہول ہے وکذا الاول ۱۲ [5] قولہ من قال المترجم من سے مراد من شرعی جو قریب سیر کے ہوتا ہے اور ہم خطبہ مین تفصیل کر چکے ۱۲ منہ [6] یعنے تا وقتیکہ پورا ثمن ادا نہو جاوے تب تک یہی حکم ہے ۱۲ [7] یعنے سکہ نہ تھا ۱۲

تو جائز ہے۔ یہ تہذیب مین لکھا ہے۔ اور ایسی صورت مین اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے یا بعد کو زیادتی کے ساتھ خریدی تو جائز ہے اور اگر نرخ گھٹ گیا اور مبیع مین اس نرخ کی وجہ سے گھٹی آئی پھر بائع نے اُسکو جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خرید کیا تو جائز نہین ہے اور نرخ کا اعتبار نہو گا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے آدھے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر آدھے کو آدھے ثمن سے کم پر خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر بائع نے مشتری پر حوالہ[1] کر دیا پھر اُسکو کمی کے ساتھ خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بائع اول نے دوسرے مشتری سے جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر وہ چیز پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیع سب لوگون کے حق مین فسخ متصور (یعنی فسخ ١٢) ہو تو پہلے بائع کی خرید کمی کے ساتھ جائز نہو گی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیع صرف اُن دونون کے حق مین فسخ کا اور تیسرے کے حق مین نئی بیع کا حکم رکھے تو پہلا بائع اُسکو اپنے فروخت کیے ہوے دامون سے کمی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو اس ثمن سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر اُن درہمون کو زیوف پایا اور واپس کر دیا تو جواز باطل نہو جاوے گا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر (یعنی بائع نے ١٢) ثمن سے صلح کر لی اور بائع نے اُسپر قبضہ بھی کر لیا پھر اُس چیز کو کمی سے خریدا پھر کپڑے مین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہو گی اور اگر بائع نے درہمونکو ستوق[2] پایا ہو تو خرید فاسد ہو جاویگی اور اگر اُس چیز کو کہ جسکو بائع نے فروخت (یعنی خرید بیچی ١٢) کیا ہے بائع کے باپ یا بیٹے نے کمی کے ساتھ اپنے لیے خرید لیا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دونون حالتون مین جائز ہے اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کمی سے خرید لیا تو جائز نہین ہے اگرچہ اُسمین نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سو درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سو درم کو فروخت کی پھر اُس باندی کو غلام اور سو درم کے عوض خریدا تو آدھی باندی کی بیع جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درم اُدھار پر فروخت کیا اور کسی اجنبی کیواسطے خیار کی شرط کی پھر اُس اجنبی نے بیع کی اجازت دیدی پھر اُس اجنبی نے اُسکو پانسو درم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید[3] لیا تو جائز ہے اور اگر جو شخص بائع ہے وہی خریدے تو جائز نہین ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی

[1] یعنی مثلاً بائع نے اپنے قرضخواہ زید کو مشتری پر حوالہ کر دیا یعنی اُترا دیا کہ اس سے تو اس قدر لے لے اور مشتری نے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے اور حوالہ کے شرائط کتاب الحوالہ مین آتے ہین انشاء اللہ تعالی ١٢ منہ
[2] ستوق کیونکہ ستوق مین پیتل غالب ہوتا ہے اور وہ جنس درم مین شمار نہین ہے اسواسطے بیع متحقق نہونے سے خرید ثانی باطل قرار دیجاویگی بخلاف زیوف کے کہ زیوف مین اسکے برعکس ہے اور تجار لوگ اپنے معاملات مین اُسکو رد نہین کرتے ہین بخلاف بیت المال کے وقد فصلنا کل ذلک فی المقدمۃ ١٢ منہ
[3] یعنی مشتری سے خریدا ١٢

پھر اسکے بعد جسکو ہبہ کی ہی اُسنے ہبہ کرنے والے یعنے مشتری کو ہبہ کر دی پھر اُس مشتری سے اُسکے بائع نے کمی پر خریدی تو جائز ہی اور اسیطرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اُس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اُسنے بیچا تھا اُس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً مبیع ہبہ کر کے اُسکے سپرد کر دی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کمی سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درم کو بیچنے کے واسطے کسیکو وکیل کیا اور وکیل نے اُسکو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اُس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اُسکے حکم سے جتنے کو بیچا ہے اُس سے کمی پر خریدے تو جائز نہین ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اُسکے مولے کو کمی کے ساتھ خرید کرنا جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر اُسنے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو وکیل کیا تاکہ وہ کمی کے ساتھ خریدے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ جو چیز فروخت کی ہی اُسکے ساتھ ملا کر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کمی کے ساتھ خریدنے مین اُس دوسری چیز کی بیع صحیح ہوتی ہے مثلاً ایک باندی پانسو درم کو خریدی اور اُسکو اور اُسکے ساتھ ملا کر دوسری کو بائع کے ہاتھ ثمن ادا کرنے سے پہلے پانسو درم کو بیچا تو جس باندی کو نہین خریدا تھا اُسکی بیع جائز ہوگی اور خریدی ہوئی کی بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی کہ کسی چیز کو بعوض ایسے ثمن کے جو فی الحال ادا کیا جاوے فروخت کر کے پھر اُسکو اُسی ثمن کے عوض میعاد مقرر کر کے خرید کرنا جائز نہین ہی اور اگر ایک ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا اور پھر اُسکو ایک ہزار کو دو برس کے وعدہ پر خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر ثمن مین ایک درم یا زیادہ بڑھا دے تو جائز ہی اور ثمن ثانی کی زیادتی بمقابلۂ اُس نقصان کے قرار دیجاویگی جو میعاد بڑھانے کی وجہ سے ثابت ہوگئی ہی کذا فی المحیط

دسوان باب۔ اُن شرطون کے بیان مین جن سے بیع فاسد ہوتی ہی اور جن سے بیع فاسد نہین ہوتی ہی

جاننا چاہیے کہ بیع مین جو شرط کی گئی یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد بیع چاہتا ہی یعنے وہ عقد کے ساتھ بلا شرط واجب ہو جاتی ہے پس ایسی چیز کی شرط کرنیسے عقد مین فساد نہین آتا ہی جیسے کہ بائع کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ مبیع مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ ثمن بائع کے سپرد کرے اور یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد نہ چاہتا ہو یعنے بلا شرط عقد کے ساتھ واجب نہو لیکن یہ شرط اس عقد سے مناسب ہی یعنے اس عقد کا استحکام کرتی ہی مثلاً اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کا کوئی کفیل دیوے اور کفیل اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو اور وہ اُس مجلس مین موجود ہو اور کفالت قبول کر لے یا موجود نہو اور دونون کے جدا ہونے سے پہلے حاضر ہو کر کفالت قبول کر لیوے تو استحساناً بیع جائز ہوگی اور اسیطرح اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن دیوے اور وہ رہن

اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو تو بھی بیع استحسانًا جائز ہی کیونکہ رہن اگرچہ مقتضیات عقد مین سے نہین ہی مگر موجب عقد کا موکد ہی اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر وہ رہن معین نہو ولیکن اُسکا نام لے دیا گیا ہو پس اگر وہ اسباب ہو تو جائز نہین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو کہ جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہی تو جائز ہی اور اگر رہن معین نہو اور اُسکا نام بھی نہ لیا گیا ہو اور صرف دونون مین یہ شرط قرار پائی ہو کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن کرے تو بیع فاسد ہوگی لیکن اگر دونون رضامندی کے ساتھ اُسی مجلس مین وہ رہن معین کر دین اور مشتری جدا ہونے سے پہلے اُسکو بائع کے سپرد کر دے یا یہ کہ مشتری ثمن کو فی الحال ادا کر دے اور میعاد کو باطل کر دے تو بیع استحسانًا جائز ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر کفیل معین نہو اور نہ اُسکا نام لیا گیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر کفیل اُس مجلس عقد مین موجود ہو خواہ اُسنے کفالت سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن کفالت قبول نہ کی یہان تک کہ دونون جدا ہو گئے یا اُسنے کوئی اور کام شروع کر دیا تو بیع استحسانًا فاسد ہو جاویگی خواہ اسکے بعد وہ قبول کرے یا نہ قبول کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر یہ شرط کی کہ جیّد گیہوون کا ایک کُر رہن کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ جہالت مفسد بیع نہین ہی اور اگر بیع مین کسی رہن معین کی شرط کی پھر مشتری نے رہن کے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا ولیکن اُس سے کہا جاویگا کہ یا تو رہن یا اُسکی قیمت یا ثمن ادا کر دے یا عقد فسخ کر دیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر مشتری نے ان سب صورتون سے انکار کیا تو بائع کو پہونچتا ہی کہ بیع کو فسخ کرادے یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلان شخص کفیل بالدرک[1] رہے تو یہ بمنزلہ ایسے شرطیہ خریدنے کے ہی کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے پس یہ بیع صحیح ہوگی اگر کفیل اُس مجلس مین حاضر ہو اور کفالت کر لے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی - اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کر دیگا کہ ثمن اُس سے لے لیوے تو بیع قیاسًا و استحسانًا فاسد ہی اور اگر یہ شرط ہوئی کہ مشتری بائع کو اپنے سوا دوسرے پر ثمن لینے کا حوالہ کر دیگا تو قیاسًا فاسد ہے اور استحسانًا جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور بعض مشائخ نے حوالہ کی صورت مین یہ کہا ہی کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار[2] پر اُتار دے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اُتار دینے کی شرط کی تو جائز ہی اور حاکم نے اپنے مختصر مین ذکر کیا ہی کہ یہ ہر طرح جائز ہی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہین ہی لیکن شرع مین اُسکا جواز وارد ہوا جیسے شرط خیار اور میعاد یا شرع مین اُسکا ورود نہین ہوا ولیکن لوگون مین متعارف ہی مثلاً کوئی نعل[3] اور اُسکا تسمہ اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دیوے تو بیع استحسانًا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر چمڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع

[1] کفیل بالدرک الخ آنچہ بعد بیع حادث شود بران کفالت کند یعنی اگر مبیع مین مثلاً استحقاق وغیرہ پیدا ہو تو یہ شخص ثمن کا ضامن رہے ۱۲ منہ [2] یعنے قرضدار مشتری ۱۲ [3] نعل عربیہ وغیرہ مین تسمہ دار جوتیان ہوتی ہین چنانچہ اکثر لوگ اُسکو جانتے ہین ۱۲ منہ

اُسکا موزہ یا قلنسوہ بناوے بشرطیکہ اُسکا استر اپنے پاس سے لگادے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہی کیونکہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر ایک موزہ کہ جس مین شگاف تھا اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دے یا کوئی کپڑا کہ جسمین چھید تھا کسی گدڑی فروش سے اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دے اور اُسپر پیوند لگادے تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر کرباس اس شرط پر خریدا کہ اُسکو قطع کرکے سی دے تو جائز نہین ہی کیونکہ ایسا عرف نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جسکا شرع مین جائز ہونا کسی صورت مین وارد نہوا اور نہ وہ لوگون مین متعارف ہی پس ایسی شرط مین اگر دونون عقد کرنیوالون مین سے کسی کا نفع یا جسپر عقد قرار پایا ہی اُسکا نفع ہو اور وہ غیر[1] پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کردے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے عطا کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کردے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اُسنے بیع کرنے مین ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام مجھے بطور زیادت[2] کے عطا کرے تو یہ جائز ہی اور یہ ثمن کے اندر زیادتی مین شمار ہوگا[3] یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اُسکو فروخت کرے تو بائع اُسکے ثمن کا زیادہ حقدار ہی تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گدھا اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اسکو لیکر اس نہر سے تجاوز نہ کریگا اور مجھکو پھیر دے گا تو مین اُسکو قبول کرلونگا ورنہ نہین پھیرونگا تو یہ بیع صحیح نہین ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ تا وقتیکہ تو اُسکو لیکر کل تک تجاوز نہ کریگا تو بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی چیز اسواسطے خریدی کہ بائع کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع فاسد ہی اور اگر کچھ پھل اسواسطے خریدے تا کہ بائع اُسکو توڑدے یا بائع ایک ہزار درم مشتری کو قرض دے تو بیع فاسد ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اُسکو کچھ ہبہ کرے یا صدقہ دے یا کوئی چیز اُسکے ہاتھ بیچڈالے یا اُسکو کچھ قرض دے تو بیع فاسد ہی اور اگر فلان شخص اجنبی کے قرض دینے کی شرط کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ پھر جب اُس خریدی ہوئی چیز کے نفع کی شرط کی تو عقد کا فاسد ہوجانا صرف اُسی صورت مین ہی کہ وہ چیز یہ لیاقت رکھتی ہو کہ دوسرے پر [اگر قرض دینا لازم ہوگا ۱۲] اُسکا استحقاق حاصل ہو اور ایسی چیز رقیق ہی اور سواے رقیق کے اور حیوانات کہ جنکا غیر پر حق ثابت

[1] قولہ غیر پر کسی حق آہ یعنی بنی آدم ہو فلو قال من بنی آدم کما قال اہل المتون کان اخصر ولکن لم تفہم منہ الوجہ المفہوم بہذا فافہم ۱۲ منہ [2] یعنی یہ ہی کہ ثمن مین اسقدر اور بڑھا دے ۱۲ [3] قال المترجم فعلی ہذا اذا کان العبد الذی یرید زیادۃ یساوی اشتراہ ینبغی ان لا یجوز اللہم الا ان یقال انہ متی دخل فی الثمن صار الکل ثمنا و الثمن بتراضیا علیہ الاجری فے الحیوان لربوا فتامل ۱۲ منہ

نہین ہوتا ہی اور اُسکے نفع کی شرط پر خریدی یعنے ایسی شرط کے ساتھ کہ جسمین اسکا نفع ہی تو عقد فاسد نہو گا یہانتک کہ اگر کوئی چیز سواے رقیق کے حیوان مین سے اس شرط پر خریدی کہ اُسکو فروخت نکریگا یا ہبہ نکریگا تو بیع جائز ہو گی اگرچہ اسمین معقود علیہ کا نفع مشروط ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کوئی غلام یا باندی اس شرط پر فروخت کی کہ تو اُسکو نہ بیچنا اور نہ اُسکو ہبہ کرنا اور نہ اُسکو اپنی ملکیت سے نکالنا تو بیع فاسد ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو کھانا کھلاوے تو بیع جائز ہی اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اُسکو خبیص[1] یا گوشت کھلاوے تو بیع فاسد ہو گی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو آزاد کردے تو ظاہر الروایۃ مین بیع فاسد ہو گی یہانتک کہ اگر مشتری نے اُسکو قبضہ کرنیسے پہلے آزاد کردیا تو اُسکا عتق نافذ نہو گا اور اگر اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکو آزاد کردیا تو پہلا عقد جائز ہو جائیگا اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا استحسان ہی حتیٰ کہ مشتری پر ثمن واجب ہو گا اور صاحبین کے نزدیک عقد جائز نہو جائیگا اور اُسکو قیمت دینی پڑیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اس بات پر اجماع ہی کہ اگر وہ غلام مشتری کے پاس آزاد کرنیسے پہلے مرجاوے تو اُسکو قیمت دینی پڑے گی اور اسیطرح اگر مشتری نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا اُسکو ہبہ کردیا تو بھی اُسپر قیمت واجب ہو گی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری اُسکو دیبا کے کپڑے پہناویگا یا یہ کہ اُسکو نہین ماریگا یا یہ کہ اُسکو ایذا نہ پہونچاویگا تو بیع فاسد ہو گی یہ فتاوے قاضیخان[2] مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اُسکو مدبر بناوے یا ام ولد بناوے تو بیع فاسد ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر منفعت کی شرط دونون عقد کرنیوالونمین سے ایک اور دوسرے اجنبی کے درمیان جاری ہوئی باین طور کہ مشتری نے اس شرط پر خرید کیا کہ بائع کو اتنے درم فلان اجنبی قرض دیوے اور مشتری نے اُسکو قبول کرلیا تو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الجامع مین ذکر کیا ہی کہ عقد فاسد نہو گا اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ عقد فاسد ہو جائیگا اور جو قدوری نے ذکر کیا ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے تجھسے یہ چیز اس شرط پر خریدی کہ تو مجکو یا فلان شخص کو قرض دے اور اس صورت[3] مین قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہی کہ عقد فاسد ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جسکو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہو جاتا تھا جب اجنبی پر شرط کیجاویگی تو عقد باطل ہو گا یعنی قاعدہ یہ کہ جو شرط بائع پر لگانی نہین جائز ہی اگر غیر بائع پر عقد مین مشروط ہو تو عقد باطل ہو گا آزانجملہ مثلاً اگر کسی شخص نے ایک گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کو بیس[4] درم ہبہ کرے تو یہ باطل ہی اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ فلان شخص مجکو بیس[4] درم ہبہ کرے

---

[1] خبیص ایک قسم کا حلوا ہوتا ہے ۱۲ منہ [2] قلت فعندہ تحتمل الشرط بالمفہوم المراد فاحتمل ان یکون الحکم بالفساد بہذا الوجہ ولذلک ذکرہ صاحب الذخیرہ فافہم ۱۲ منہ

توبھی باطل ہے اور ہر ایسی شرط کہ جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہوتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائیگی تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلان شخص اجنبی مجھ سے اِس قدر گھٹا دے تو بیع جائز ہے اور اسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے اور ابن سماعہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہے کہ اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ بائع مشتری کے بیٹے یا اجنبی کو ثمن مین سے اِس قدر دیوے تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ اُس کو مشتری فروخت نہ کرے اور نہ اسکو ہبہ کرے یا کوئی گھوڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو ہبہ یا فروخت نہ کرے یا کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اُسکو نہ کھاوے نہ فروخت کرے تو کتاب المزارعت مین جو مذکور ہے وہ اس بیع کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے کذا فی الہدایہ حسن رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک چوپایہ اس شرط پر خریدا کہ مشتری اُسکو چارہ نہ چراوے تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ شرط ہے کہ مشتری اُسکو ذبح کر ڈالے تو جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اُسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا یہ کہ اُسکے ہاتھ فروخت نہ کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر صرف یہ شرط لگائی کہ مشتری اُسکو فروخت یا ہبہ کر دے اور فلان شخص کا ذکر نہ کیا تو بیع جائز ہوگی اور منتقی مین لکھا ہے کہ اسی طرح ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری اُسکو بدون اجازت فلان شخص کے فروخت نہ کرے یا کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ مشتری اُسکو نہ گرا دے اور نہ اُسکو بناوے بدون اجازت فلان شخص کے تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اُسکو اپنی ذات کے واسطے خریدے تو بیع جائز ہوگی اور اگر کہا کہ یہ چیز مین نے تیرے ہاتھ بعوض سو درم کے حرام کمائی اور رشوت کی راہ سے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ مین اُسکا ثمن اُسکے فروخت سے ادا کرونگا تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کوئی دار اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو مسلمانون کے لئے مسجد بناوے تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اُسکو فقیروں پر صدقہ کر دے تو بھی فاسد ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس دار کو سقایہ یا مسلمانون کا مقبرہ بنائے تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاوی

---

۱ قولہ گھٹا دیوے مثلاً ثمن بارہ درم مین سے چار درم دے اور اس بیع نکالا الخ ... ہوتی ہے اور اس سے بیع فاسد ہوتی ہے ۱۲ منہ ۲ قولہ چارہ یعنی باندھکر گھر مین کھلاوے ۱۲ منہ ۳ سقایہ سبیل خانہ ۱۲ منہ

دستوری مسئلہ ۱۱۷

قاضی خان مین لکھا ہی- فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر شیرۂ انگور مین یہ شرط کی کہ اسکو شراب بناوے تو بیع[1] جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اگر کہا کہ مین یہ غلام تیرے ہاتھ تین سو درم کو اس شرط پر بیچتا ہون کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو بیچتا ہون اور شرط یہ ہی کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو لیتا ہون اور ایکسال تیری خدمت کریگا تو یہ بیع فاسد ہی کیونکہ اس بیع مین اجارہ کی شرط ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ مین اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایک برس تیری خدمت کیواسطے بیچتا ہون تو بھی بیع فاسد ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی- اور اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکو جلا دے یا کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اسکو ڈھاوے تو بیع جائز ہے اور شرط باطل ہی یہ بدائع مین لکھا ہے- اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس مین نہ نفع ہی اور نہ ضرر ہے مثلاً کچھ کھانا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکو کھالے یا کوئی کپڑا اس شرط پر کہ اسکو پہن لے تو بیع جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ اس سے وطی کرے یا یہ کہ وطی نہ کرے تو امام محمدؒ کے نزدیک دونون صورتون مین جائز ہی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے- منتقی مین ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ مین اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایسے ہزار درم کو جو تیرے فلان شخص پر قرض ہین وہ تجھکو اس کی طرف سے ادا کرنے[2] کی غرض سے بیچتا ہون تو بیع جائز ہوگی اور بائع اُس فلان شخص کی طرف سے ادا کرنے مین متطوع قرار دیا جائے گا اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو اس مشتری کا فلان پر ہی اور وہ ایک ہزار درم ہین فروخت کیا اور فلان شخص بھی راضی ہوا تو بیع جائز ہوگی اور وہ مال اُس قرضدار پر جس پر قرضہ تھا بائع کا ہوجاوے گا یہ محیط مین لکھا ہی- اگر کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکا ثمن بائع کے قرض خواہ کو ادا کرے تو بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکی طرف سے اس کے قرض خواہ کے واسطے ایک ہزار کا ضامن ہو تو بیع فاسد ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے- اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردے اس شرط پر کہ مین تجھکو سو درم[3] اس کام کے دون گا پس اس شخص نے اُس فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا اور بیع مین وہ شرط ذکر نہ کی تو بیع جائز ہوگی اور اُس شخص کو سو درم دینا لازم نہ ہون گے اور اگر اُس نے دیدیے ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُس سے رجوع کرے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کردے کہ مین تجھکو سو درم ہبہ کرون گا (واپس کرے ۱۲) تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے

[1] قولہ جائز لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ۱۲ [2] قولہ ادا یعنے ثمن سے تیرے قرضدار کا قرضہ تجھے ادا ہوجاوے ۱۲ منہ [3] قولہ سو درم یہ شرط مفسد ہی لیس جب بیع کے وقت مذکور نہ ہوئی تو بیع جائز رہی ۱۲ منہ

کہا کہ مین تیرا یہ غلام اُن سو درم کے عوض خریدتا ہون جو فلان شخص پر ہین تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ مین اپنا کپڑا تیرے ہاتھ بعوض اُن سو درمون کے جو تیرے فلان شخص پر آتے ہین اس شرط پر بیچتا ہون کہ وہ شخص اس سے جو تیرا اُس پر آتا ہے بری ہو جاوے تو یہ جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو شرط پر فروخت کی کہ مین اُس کے ثمن سے اس قدر کم کرون گا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ مین اُس کے ثمن سے اس قدر تجھکو ہبہ کر دون گا تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ مین نے تیرے ذمہ سے اتنا کم کر دیا یا کہا کہ اس شرط پر کہ اس قدر مین نے تجھکو ہبہ کیا تو بیع جائز ہوگی کیونکہ ہبہ قبل واجب ہونے کے کم کرنے[ف۱] کا حکم رکھتا ہے اور پہلی صورت مین ہبہ کی شرط بعد واجب ہونے کے تھی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط خیار کر کے اس شرط پر خریدا کہ اگر مشتری اُسکو بیع کے واسطے پیش کرے یا اُس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے خیار پر باقی رہے گا تو یہ بیع[ف۲] فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پر ایک دینار تھا اور اُس نے اُس سے ایک کپڑا اُس شرط پر خریدا کہ اُس دینار کا مقاصہ نہ کرے تو ظاہر الروایۃ کے موافق بیع فاسد ہوگی یہان تک کہ اگر بجاے کپڑے کے کوئی غلام ہوا اور اُس کو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کر دیا تو اُس کا عتق نافذ نہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک استحسانًا وہ عقد جائز ہو جاوے گا یہان تک کہ مشتری کو اُس کا ثمن دینا پڑیگا اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگا یہان تک کہ اُسکو قیمت دینی پڑے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے انگور کے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع باغ کی دیوارین بنوا دے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خریدار ہو مین اُسکی دیوارین بنوا دون گا تو بیع جائز ہوگی اور دیوارین بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جاویگا لیکن اگر اُسنے نہ بنوائین تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے ورنہ واپس کر دے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی چیز کی فروخت مین یہ قرار پایا کہ ثمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیع مین یہ شرط قرار پائی تو بیع جائز نہوگی اور اگر بیع مین یہ شرط نہ تھی ولیکن بعد بیع کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پہونچتا ہے کہ وہ ایکبارگی لے لیوے یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اسکو مشتری کے مکان مین ادا کرے پس لحاظ کیا جاوے گا کہ اگر وہ چیز شہر مین ہو اور اُسکا مکان بھی شہر مین ہو تو استحسانًا اس شرط کے ساتھ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اگر اُس کا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اُسکا مکان شہر مین ہو تو بالاجماع جائز نہوگی اور اسی طرح اگر دونون شہر سے باہر ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکے مکان تک اٹھوا دینے کی شرط کی تو بالاجماع جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے

ف۱ یعنے گھٹا دینے کے حکم مین ہے ۱۲ منہ ف۲ قولہ فاسد یعنی خدمت لینے یا نخاس مین پیش کرنے کی شرط مفسد ہے ۱۲ منہ

اگر کسی نے ایندھن کسی گانون مین صحیح طور پر خریدا اور الفاظ بیع کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اُس کو اُٹھوا دے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہے اور شرط نہین ہے پس بائع کا جی چاہے تو اُٹھوا دے ورنہ نہ اُٹھوا دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خریدا کہ فلان شخص اس مبیع کو اُسکے سپرد کرے خواہ اُسکو یہ معلوم ہوا کہ اس فلان شخص کی اس مین کچھ چیز ہے یا نہ معلوم ہوا تو بیع فاسد ہوگی اور حسن رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ اس کو یہ معلوم ہوا کہ فلان شخص کی اس مین کچھ چیز ہے پس اگر اس نے مبیع کو سپرد کر دیا تو بیع جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اجازت دیدے ورنہ بیع باطل کر دے یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے ثمن مین سو درم زیادہ کر دیے بشرطیکہ تو اُسکو میرے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچ اور اُسنے ایسا ہی کیا تو بیع جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سو درم پر قرار پاوے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ مین تجھکو ثمن مین سو درم زیادہ ہبہ کرون گا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو ثمن دوسرے شہر مین ادا کرے گا تو بیع فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ثمن فی الحال دینا قرار پایا ہو اور اگر ایک مہینہ کی میعاد پر ایک ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری ثمن دوسرے شہر مین ادا کرے گا تو ایک مہینہ کے وعدہ پر ایک ہزار درم کے عوض بیع جائز ہوگی اور دوسرے شہر ادا کرنے کی شرط باطل ہوگی کیونکہ اُسنے ایک ہزار کو ایک مہینہ معلوم کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور دوسرے شہر کا ذکر فقط ادا کرنے کی جگہ معین کرنے کے واسطے تھا (یعنی مدت معلومہ ۱۲) اور جگہ معین کرنا ایسی چیزون مین جن مین باربرداری اور خرچہ نہین ہے صحیح نہین ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس مین باربرداری اور مشقت ہوتی ہے تو اُسکے ادا کرنے کی جگہ معین کرنا صحیح ہے اور بیع بھی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی نے اس شرط پر فروخت کیا کہ نقد اتنے کو اور اُدھار اتنے کو یا ایک مہینہ کے اُدھار پر اتنے کو اور دو مہینے کے اُدھار پر اتنے کو تو جائز نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین یہ مشک اور اسکے اندر جو یہ زیتون کا تیل ہے تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہون کہ مشک پچاس رطل ہے اور زیتون کا تیل پچاس رطل ہے کہ ایک رطل اُن دونون مین کا بعوض ایک درم کے ہے پھر مشتری نے مشک ساٹھ رطل پائی اور تیل چالیس رطل پایا تو ثمن تیل اور مشک کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا پھر ثمن پر اُن دس رطلون کا حصہ جو اُسنے مشک مین زائد پائے ہین بڑھا دیا جاوے گا اور اُن دس رطلون کا حصہ کہ جو اُسنے تیل مین سے کم پائے ہین گھٹا یا جاویگا پھر اُسکو اختیار دیا جاویگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو لے ورنہ چھوڑ دے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کوئی دیسی گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ خوش رفتار ہے تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی بکری اس شرط پر خریدی کہ اُسکے پیٹ مین بچہ ہے یا کوئی اونٹنی اس شرط پر خریدی کہ اُسکے پیٹ مین بچہ ہے تو ظاہر الروایت مین جائز نہین ہے جیسا کہ اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ اُس کے ساتھ بچہ ہے تو جائز نہین ہے یہ

ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر دوسرے سے ایک ہزار درم بخارا مین اس شرط پر قرض لیئے کہ اسکے مثل سمرقند مین ادا کرے گا یا ایک ہزار درم ایک مہینہ کے وعدہ پر بخارا مین اس شرط پر قرض لیئے کہ اُن کے مثل سمرقند مین ادا کرے گا تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ گابھن ہی تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ[1] سے ہی تو فقیہ ابوبکر بلخی نے ذکر کیا کہ مشایخ نے اس بیع کے جائز ہونے مین اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ یہ بھی مانند چوپایون مین حمل کی شرط کرنے کے جائز نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ بیع جائز ہے اور فقیہ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ یہی قول میرے نزدیک اصح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ یہ شرط اگر بائع کیطرف سے ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مشتری کی طرف سے ہو تو جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہی تو بیع جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی فروخت کی اور اُسکے حاملہ ہونے سے برأت کر لی خواہ اُسکو حمل تھا یا نہ تھا تو بیع جائز ہی - یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر کوئی گاے اس شرط پر خریدی کہ وہ حلوب[2] یا لبون ہے تو طحاوی نے کہا کہ جائز نہین ہے اور شیخ امام اُستاد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور کرخی نے کہا کہ جائز ہے اور اسی کو فقیہ[3] نے لیا ہے اور اسی پر صدر[4] الشہید نے فتویٰ دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ دودھ والی ہی تو ابوبکر محمد بن الفضل نے ذکر کیا کہ بیع فاسد ہے اور فقیہ ابو جعفر سے ذکر کیا گیا کہ جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ہنر کے ہے پس یہ ایسا ہی کہ گویا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ لکھنے والا یا روٹی پکانے والا ہی اور اُس صورت مین بیع جائز ہی پس ویسے ہی اس صورت مین بھی جائز ہوگی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی خربوزہ اس شرط پر خریدا کہ وہ شیرین ہے یا زیتون یا تل اس شرط پر خریدا کہ اس مین اتنے مین تیل نکلے گا یا دھان خام خریدے بدین شرط کہ ان دھانون مین فیصدی[5] اتنے من سفید چاول نکلینگے یا کوئی بکری یا بیل زندہ اس شرط پر خریدا کہ اُس مین اتنے من گوشت نکلے گا تو ان سب کی بیع فاسد ہی کیونکہ مشروط کا پہچاننا قبل عمل کے ممکن نہین[6] ہے یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ اسقدر دودھ دیگی تو سب روایتون کے موافق بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر اُسکو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک مہینہ

---

[1] قولہ پیٹ سے یعنے حاملہ ہی اور اگر بطور برات عیب ہو تو جائز ہے ۱۲ منہ [2] قولہ حلوب یعنے فی الحال اس نے بچہ دیا ہے یا لبون یعنے قریب سال کے گذر چکا ہے کہ وہ گابھن ہونے والی ہے ۱۲ [3] ابو اللیث رحمہ اللہ تعالے ۱۲ [4] حسام الدین رحمہ اللہ تعالے ۱۲ [5] قولہ یعنے ہر سو من مین اتنے من ۱۲ [6] قولہ نہین یعنے یہ امر کہ ان تلون مین اتنا تیل ہے بدون تیل نکالنے کے صحیح نہین معلوم ہو سکتا ہے علی ہذا باقی مین بھی یہی بات ہے ۱۲ منہ

بعد بچہ دے گی تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی[1] نے کہا کہ مین یہ گائے تجھ سے اس شرط پر خریدتا ہون کہ وہ دودھ دیتی ہی اور بائع نے کہا کہ مین بھی اسی طرح بیچتا ہون پھر دونون نے عقد کرتے وقت بلا ذکر اس شرط کے عقد کر لیا پھر اس گائے کو ایسا نہ پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ایسا ایسا راگ گاتی ہی پھر وہ ناگاہ ایسی نکلی کہ گانا بھی نہین جانتی تو بیع جائز ہی اور مشتری کو خیار نہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اس صفت کو عیب سے برائت چاہنے کے طور پر ذکر کیا ہو یعنی گانا عیب ہے اور بائع نے جب یہ ذکر کیا تو یہ ذکر کرنا اُسکا بطور اظہار عیب کے تھا اور فتاوی مین مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے قول پر اور دو قولون مین سے امام محمدؒ کے ایک قول پر اس شرط کے ساتھ بیع فاسد ہے اور پہلا حکم اختیار کیا گیا ہے یعنی جواز اور اسی بنا پر لڑنے والے مینڈھے اور لڑنے والے مُرغ کی بیع بھی جائز ہوگی جبکہ یہ صفت اس مین بطور عیب کے برائت چاہنے کے ذکر کی ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہی - اگر اخروٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ ناکارہ ہے تو بیع جائز نہوگی مگر اس صورت مین کہ اخروٹ بہت ہون کہ جتنے ایندھن کے واسطے خریدے جا سکتے ہون تو جائز ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی کبوتر اس شرط پر خریدا کہ وہ ایسی ایسی آوازین بولتا ہے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ ایسی آوازین بولنے کے واسطے کبوتر پر جبر نہین کیا جا سکتا ہے اور مشروط کا فی الحال پہچاننا ممکن نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر کوئی کتا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کٹنا ہے یا کوئی کبوتر اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گردان ہے تو بیع جائز نہوگی لیکن اگر یہ شرط بطور عیب بیان کرنے کے ذکر کی تو بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کوئی دار خریدا اور اس دار کے ساتھ فناء دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہوگی اگر کوئی زمین فروخت کی اور اُسکے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر مشتری اس مین کوئی نئی بات پیدا کریگا اور پھر اُس زمین کا کوئی حقدار نکلے گا تو بائع مشتری کی پیدا کی ہوئی چیزون کا ضامن ہوگا تو یہ بیع جائز نہین ہے کیونکہ بائع مثل گڑھے وغیرہ چیزون کا ضامن نہوگا صرف وہ عمارت اور پودون اور کھیتی کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ہر روز اتنی روٹی پکاتی ہی یا اسقدر لکھتی ہی تو جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر ایک شخص نے سا[2] گا کھیتی اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُس مین اپنے چوپایہ چھوڑ دے تو استحسانا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے اور قیاس کی دلیل سے فاسد ہے - اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اُسکا خراج بائع کے ذمہ ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کچھ محصول بائع کے ذمہ رکھنا شرط کیا پس اگر اصل خراج مین سے کوئی چیز بائع کے ذمہ رکھنا چاہی تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر اصل خراج سے زیادتی بائع کے ذمہ رکھنا شرط کی تو بیع جائز ہوگی اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اُس کا خراج تین درم ہے

---

[1] یعنے عقد سے پہلے ۱۲ [2] قولہ ساگا کھیتی یعنی ہنوز اُس مین بالیان نہین آئی ہین ۱۲ منہ

پھر معلوم ہوا کہ چار درم ہیں یا کہا کہ چار درم ہیں پھر معلوم ہوا کہ تین درم ہے تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب معلوم ہوا اور اگر نہ جانتا تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا اگر چاہے تو اس زمین کو اُسکے پورے خراج کے ساتھ قبول کرے ورنہ ترک کردے اور اگر خراجی زمین بغیر خراج کے خریدی یا بغیر خراجی زمین مع خراج کے خریدی اس طرح کہ بائع کی کوئی خراجی زمین تھی کہ اُس کا خراج اُس زمین پر لگا کر اُسکو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسکو معلوم کیا[1] ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکی چوری کا ہمیشہ ذمہ دار رہے اور اُس کا مجنون ہونا چاند دیکھے تک بائع کے ذمہ ہے پھر چاند دیکھنے سے پہلے وہ مجنون ہوگیا اور اُسنے بائع کو واپس کردیا اور اُسنے اُس پر قبضہ نہ کیا پھر مشتری کے پاس ہلاک ہوگیا تو فقہا نے فرمایا کہ بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی پس جب اُسنے بائع کو واپس کیا اس طرح کہ بائع اُسکو اپنے ہاتھ سے گرفت کرسکتا تھا تو مشتری اُسکی ضمانت سے بری ہوگیا اور بائع کا اُسپر کچھ نہین چاہیئے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - امام رُکن الاسلام علی السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک زمین کا خراج دس[2] درم ہین اور اُسکے مالک نے اُسکو پندرہ درم خراج پر فروخت کیا کہ اس پر پانچ درم اپنی دوسری زمین کا خراج بڑھا دیا تو اُنھون نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر کم کردیا ہو تو بھی یہی حکم ہے پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ اگر اصل خراج اس زمین کا معلوم نہو اور بائع اور مشتری اُسکی مقدار مین اختلاف کرین مشتری کم کا دعوی کرے اور بائع زیادہ کا تو کیا اُس گانون کی ایسی زمین کے خراج کو دیکھا جاوے گا اور اگر مشتری بائع کو یہ قسم دلاوے کہ وہ نہین جانتا کہ اصل خراج اس زمین کا اتنا ہے تو کیا وہ قسم دلا سکتا ہے پس امام رحمہ[3] اللہ تعالے نے جواب مین فرمایا کہ خراج کے باب مین مخاصم بادشاہ کا نائب ہوگا پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ آپ اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ اگر گانون خراجی ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ اُسپر خراج کیونکر باندھا گیا صرف یہ ہو کہ وہ لوگ خراج کو پانی کے حساب سے تقسیم کرتے ہین اور ایسے ہی قدیم سے اُن مین چلا آتا ہے پھر ایک شخص نے کچھ زمین بغیر خراج کے یا تھوڑے خراج کے ساتھ فروخت کی تو آیا یہ جائز ہے پس اُنھون نے فرمایا کہ یہ عرف حکم شرعی کے مخالف ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ بائع اُسکا خراج اپنے ذمہ اُٹھاویگا اور مشتری نے اُس پر قبضہ کرلیا پھر شفیع نے یہ گمان کرکے کہ اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اُس زمین کو شفعہ مین لے لیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ بیع فاسد ہے تو امام ابو علی نسفی رحمہ نے فرمایا کہ یہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد مین شفیع کا حق شفعہ ثابت نہین ہوتا جبتک بائع کا واپس کرنے کا حق باطل نہو جاوے پس اگر شفیع نے اس زمین کو دونون کی رضامندی سے لیا تو یہ ابتدائی بیع ہو جاویگی پس اگر شفعہ کے ساتھ لینے مین دونون نے یہ شرط کی تھی کہ بائع اُسکا خراج اپنے ذمہ رکھے تو شفیع واپس کرسکتا ہے

[1] یعنی جانتا ہے ۱۲ [2] یعنی علے سغدی ۱۲ [3] یعنی وہ قسم دلاسکتا ہے ۱۲

وجیز و ظہیریہ مین لکھاہے۔ اور اگر اس شرط پر خریدی کہ پڑوسی لوگ اُس کا بار اُٹھاوین تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری سے اُسکی جبایت[۱] نہ لیجاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس شرط پر خریدی کہ جبایت اول مشتری کے ذمہ نہو گی اور اگر دونون اس بات پر متفق ہو گئے تو بیع جائز ہو گی یہ خلاصہ مین لکھاہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی اور اُسکا خراج ذکر نہ کیا اور اس کو بیع مین شرط نہ گردانا تو بیع جائز ہے پھر لحاظ کیا جاوے گا کہ اُسکا خراج اگر اسقدر زیادہ ہے کہ جو لوگون مین عیب گنا جاتا ہے تو مشتری کو بسبب عیب کے خیار حاصل ہو گا اور اگر ایسا نہو تو اُسکو خیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھاہے۔ اگر کوئی زمین بیچی اور کہا کہ اُسکا خراج اس قدر ہے پھر اُس سے زیادہ معلوم ہوا پس اگر وہ زیادتی اس قدر ہو کہ جسکو لوگ عیب گنتے ہین تو مشتری واپس کرسکتا ہے اور اگر کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ اسپر نوائب نہین بندھے ہین پھر مشتری سے نوائب طلب کیے گئے تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اگر بائع زندہ ہو تو اُسکو اور اگر مر گیا ہو تو اُسکے وارثون کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر دار کو اس شرط پر خریدا کہ اُسکا قانون آدھا دانگ ہے پھر وہ زیادہ نکلا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی دُکان اس شرط پر خریدی کہ اس مین بیس درم کرایہ آتا ہے پھر معلوم ہوا کہ پندرہ درم آتا ہے پس اگر اس سے اُس کی مراد یہ تھی کہ پہلے زمانہ مین اُس مین بیس درم کرایہ آتا تھا تو عقد بیع فاسد نہو گا اور اگر یہ مراد تھی کہ آیندہ بھی اُس مین اسی قدر آتا رہے گا تو عقد فاسد[۲] ہو گا اور اگر مطلق چھوڑ دیا اور اس لفظ کی تفسیر اور اس سے کچھ ارادہ نہ کیا تو عقد فاسد ہو گا یہ محیط مین لکھا ہے کوئی زمین اس شرط پر بیچی کہ اُس مین اسقدر درخت ہین اور مشتری نے اُن کو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُس مین اسقدر بیت ہین اور مشتری نے اُنکو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اسی طرح خیار حاصل ہو گا اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اُس مین اس قدر درخت ہین کہ اُن پر پھل آ گئے ہین اور سب کو مع پھلون کے فروخت کیا اور اس مین ایک درخت ایسا تھا کہ جس پر پھل نہین آئے تھے تو بیع فاسد ہو گی جیسا کہ اگر ایک بکری ذبح کی ہوئی فروخت کی پھر ناگاہ اُسکا ایک پانؤن ران سے کٹا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہو گی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھاہے۔ اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اُس مین خرما کا درخت اور اور درخت ہین پھر اُس مین کوئی درخت نہ نکلا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہو گا اور اگر اس زمین کو مع درختون اور خرما کے درخت کے بیچا یا اس شرط پر بیچا کہ اُس مین خرما کے درخت یا اور درخت ہین دونون برابر[۳] ہین اور اسی طرح اگر ایک دار مع نیچے کے مکان اور بالاخانہ کے بیچا پھر دیکھا گیا کہ اُس مین بالاخانہ نہین ہے تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ دار مع اُسکے

---

[۱] قولہ جبایت جو سلطان اپنی رعیت پر مانند ٹکس کے باندھے وہ البتہ حرام ۱۲ منہ [۲] کیونکہ آئندہ نہین معلوم ہو سکتا کہ کتنے کرایہ پر اُٹھے گی ۱۲ منہ [۳] یعنی دونون صورتون کا حکم یکسان ہے ۱۲

شہتیرون اور دروازون اور لکڑیون کے تیرے ہاتھ فروخت کیا پھر معلوم ہوا کہ اُسمین نہ شہتیر[۱] ہے اور نہ دروازے اور نہ لکڑی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اُسکے اندر دو دروازہ اور دو شہتیر ہون تو اُسکو خیار نہوگا اور[۲] اگر ایک دروازہ یا ایک شہتیر ہو تو خیار ہوگا اور اگر یون کہا کہ مین نے اس دار کو تیرے ہاتھ جو کچھ اُسمین شہتیرون اور دروازون اور لکڑیون اور درختون سے ہو فروخت کیا پھر مشتری نے ان چیزون مین سے کچھ نہ پایا تو اُسکو خیار نہوگا اور اگر کوئی تلوار اس شرط پر خریدی کہ وہ بقدر سو درم چاندی کے محلی[۳] ہے یا کوئی جوتا اس شرط پر کہ اُسمین تسمہ لگا ہے یا کوئی انگوٹھی اس شرط پر کہ اُسکا نگینہ یاقوت ہے یا کوئی نگینہ اس شرط پر کہ اسمین سونے کا حلقہ پڑا ہے پھر دیکھا تو تسمہ وغیرہ نہ نکلے یا یہ چیزین شرط کے موافق تھین لیکن قبضہ سے پہلے تلف ہوگئین تو مشتری کو ان صورتون مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن مین لیوے ورنہ ترک کر دے لیکن نگینہ کی صورت مین جب یہ شرط کی کہ اُسمین سونے کا حلقہ ہے اور حلقہ نہ پایا گیا تو بیع فاسد ہوگی اور قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ ہر شی جسکی بیع مین اُسکا غیر تبعًا بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے جب ایسی شی فروخت کیجاوے اور اُسکے ساتھ اس غیر کی شرط کیجاوے پھر یہ شی بدون اُس غیر کے پائی جاوے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس شی کو پورے ثمن مین لیوے ورنہ ترک کر دیوے اور جس شی کی بیع مین اسکا غیر تبعًا بلا ذکر داخل نہین ہوتا ہے تو ایسی شی جب فروخت کیجاوے اور اُسکے ساتھ اُسکا غیر مبیع مین شرط کیا جاوے پھر یہ غیر نہ پایا جاوے تو مشتری اُس شی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لیگا یہ محیط مین لکھا ہے ف اور جب اُس شی کا حصۂ ثمن معلوم نہو تو بیع فاسد ہو جاویگی جیسا کہ اوپر کے مسئلہ مین مذکور ہوا فافہم۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کسم سے رنگا ہوا ہے پھر وہ سپید نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا جیسا کہ اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسمین عمارت ہے اور اُسمین کچھ عمارت نہ نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ سپید ہے پھر وہ کسم کے رنگ کا نکلا تو بیع فاسد ہو جاویگی چنانچہ اگر ایک دار اس شرط پر بیچا کہ اُسمین عمارت نہین ہے پھر اُسمین عمارت پائی گئی تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسکی عمارت پختہ اینٹون کی ہے اور وہ کچی اینٹون کی نکلی تو تجرید مین مذکور ہے کہ بیع فاسد ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر ایک کپڑا اس شرط پر بیچا کہ وہ عصفر[۱۲ کسم] کا رنگا ہوا ہے اور وہ زعفران کا رنگا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہوگی اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اسکا تانا ایک ہزار ہے پھر وہ گیارہ سو نکلا تو کپڑا مشتری کے سپرد کیا جاویگا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ چھ گز ہے اور وہ پانچ نکلا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ کپڑا قز[۵] یا خز کا فروخت کیا

---

[۱] دھنیان وغیرہ ۱۲ [۲] اور بیع پوری ہوگی ۱۲ [۳] چاندی چڑھی ہوئی ۱۲ [۴] قولہ محلی حلیہ یعنے زیور سے آراستہ اور محلی وملمع مین فرق یہ کہ حلیہ چاندی یا سونے کے پترون سے ہوتا ہے جو علیحدہ ہو سکتا ہے بخلاف ملمع کے جو محض پانی ہے ۱۲ منہ [۵] قولہ قز یا خز اسکی تفسیر کتاب اللباس جلد چہارم مین مذکور ہے ۱۲ منہ

اور اُس کپڑے مین ملاو تھا پس اگر تانا شرط کے موافق تھا اور بانا غیر تھا تو بیع باطل ہوگی اور اگر بانا شرط کے موافق تھا تو بیع جائز اور رقز کی صورت مین مشتری کو خیار ہوگا اور خز کی صورت مین اختیار نہوگا بشر رح فرماتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ ایک نے دوسرے سے ایک کپڑا اس شرط پر لیا کہ وہ کتان کا ہے پھر اُسمین ایک تہائی سوت نکلا تو فرمایا کہ اسکو واپس کرسکتا ہے اور اگر قطع کرا لیا تو کچھ واپس نہین لے سکتا[1] اور اگر اسمین اکثر سوت ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر ستو اس شرط پر خریدے کہ اسمین ایک سیر مسکہ لتھ کیا ہے اور دونون نے قبضہ کر لیا اور مشتری اُسکو دیکھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ اُس نے آدھ سیر سے لتھ کیا ہے تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار نہوگا جیسا کہ اگر صابون اس شرط پر خریدا کہ اسمین اتنے کپتے تیل دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اُس سے کم دیا ہے اور مشتری صابون خریدنے کے وقت دیکھتا تھا تو بلا خیار بیع جائز ہوگی اور اسیطرح اگر ایک قمیص اس شرط پر خریدی کہ وہ دس گز کی بنی ہے اور مشتری اُسکو دیکھتا تھا پھر وہ نو گز کی بنی ہوئی نکلی تو بیع بلا خیار جائز ہوگی اور اگر دوسرے شخص کے ہاتھ کچھ ابریشم فروخت کیا اور بائع نے مشتری کو تول دیا اور مشتری اسکو لے گیا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور کہا کہ مین نے اُسکو کم پایا پس اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ کمی ہوا کے سبب سے آگئی ہے یا ایسا نقصان ہو کہ دو دفعہ تولنے سے آجاتا ہے تو بائع پر کچھ لازم نہوگا اور اگر نقصان ہوا سے نہو اور اسقدر نہو کہ جو دو بارہ تولنے سے واقع ہوتا ہے پس اگر مشتری نے یہ اقرار نہین کیا تھا کہ یہ اتنے من ہے یعنے جسقدر تول دیا اُسکا اقرار نہین کر چکا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ حصہ نقصان کا ثمن نہ دیوے اور اگر ثمن ادا کر چکا ہو تو واپس لے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا تھا کہ اتنے من میرے قبضہ مین آگیا ہے پھر کہا کہ مین نے کم پایا تو اُسکو کمی کا ثمن نہ دینے یا واپس لینے کا اختیار نہوگا اگر دانہائے گندم کو خریدا پھر اُسمین آدھا بھوسا پایا تو اُسکو آدھے ثمن مین لیگا بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے ایک گٹھا گیہونکا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے پھر اُسنے کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے اور نہ ترک کر دے اسیطرح اگر کوئی کتاب اس شرط پر خریدی کہ وہ کتاب النکاح امام محمد رح کی تصنیف ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ کتاب الطلاق یا کتاب الطب ہے یا وہ کتاب النکاح تھی مگر امام محمد رح کی تصنیف نہ تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ سپید پر سیاہ تحریر یہی کتاب ہے اور یہ امر جنس واحد ہے ہان اختلاف اسمین فقط انواع کا ہوتا ہے اور وہ مانع جواز بیع نہین ہے اور اگر کوئی شاۃ[2] اس شرط پر خریدی کہ وہ بھیڑی ہے پھر وہ بکری نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ چکی چلانیکا ہے پھر اُسکو ایسا نہ پایا تو واپس کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی شخص انسان[3] کو اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ باندی ہے

ف[1] یعنے نقصان نہین لے سکتا ہے ۱۲ منہ ف[2] قولہ شاۃ بھیڑ و بکری دونون کو شامل ہے مگر اُسنے اپنی مرغوب شرط کر لی تھی ۱۲ منہ ف[3] یعنے آدمی کی صورت نظر آتی تھی اور یہ متمیز نہ تھا کہ مرد ہے یا عورت مثلاً برقعہ پڑا ہوا تھا یا اندھیرا تھا یا دور تھا ۱۲ منہ

پھر کھلا کہ وہ غلام ہی تو ان دونون مین بیع واقع نہوگی اور یہ استحسان ہی کہ اُسکو ہمارے علمانے اختیار کیا ہی اور اسطرح کے مسئلون مین قاعدہ یہ ہی کہ جب عقد بیع مین اشارہ کے ساتھ نام رکھدیا جائے اور پھر مشار الیہ اسکے سوا دوسرا پایا جائے پس اگر وہ باعتبار جنس کے دوسرا ہو تو بیع باطل ہوگی چنانچہ اگر کسی شخص نے ایک نگینہ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یاقوت ہی پھر وہ شیشے کا نکلا تو بیع باطل ہوگی اور اگر مشار الیہ اُسی جنس کا ہو ولیکن صفت مین فرق ہو تو بیع جائز اور مشتری دیکھنے کے وقت مختار ہوگا چنانچہ اگر ایک نگینہ اس شرط پر خریدا کہ وہ یاقوت سرخ ہی۔ اور دیکھا تو وہ یاقوت زرد نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ٹوپا اس شرط پر خریدا کہ اُسمین روئی بھری ہی پھر مشتری نے اسکو اُدھیڑا تو صوف پایا پس بعضے مشائخ نے کہا کہ بیع فاسد ہی اور مشتری اُسکو اور اُسکے ساتھ اُدھیڑنے کے نقصان کو واپس کر دے اور بعضون نے کہا کہ بیع جائز ہی اور بقدر نقصان واپس[1] کر لے اور یہ اصح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر کوئی جبہ اس شرط پر خریدا کہ اسکا ابرا ایسا ہی اور استر ایسا اور بھراؤ ایسا ہی پھر ابرا شرط کے موافق پایا اور استر اور بھراؤ اُسکے برخلاف تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر ابرا شرط کے برخلاف پایا تو بیع باطل ہوگی اور اگر کوئی قبا اس شرط پر بیچی کہ اُسکا استر کوہی ہی پھر وہ مروی نکلا تو بھی یہی حکم ہی اور مشتری مختار رہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اُسکا بھراؤ قز کا ہی پھر وہ روئی کا نکلا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ زمین خریدی اور اُسکا ثمن ادا کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اس کو اس شرط پر خریدا تھا کہ وہ دو جریب ہی پھر وہ کم نکلی اور بائع نے کہا کہ مین نے اُسکو جیسی ہی ویسی بیچی تھی اور کچھ شرط نہین کی تو بائع کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاویگا اور اگر کوئی گدھا بیچا اور کہا کہ اس شرط پر بیچتا ہون کہ لوٹ کا ہی تو مشتری واپس کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ مین اس شرط پر بیچتا ہون کہ اگر اُسکا کوئی حقدار پیدا ہو تو مجھ سے تو ثمن واپس نہ کرے تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی باندی ثیبہ[2] اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اُس سے تا سپردگی مشتری وطی نہین کی ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اُس سے وطی کی تھی تو بیع لازم ہوگی اور مشتری واپس نہین کر سکتا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ باکرہ ہی پھر وہ باکرہ نہ نکلی پس اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین نے اسکو باکرہ نہین پایا اور بائع نے کہا کہ مین نے فروخت کر کے تیرے ہاتھ اسکو باکرہ سپرد کیا ہی پھر اُسکی بکارت جاتی رہی تو بائع کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور بائع یون قسم کھائیگا کہ مین نے اُسکو بیچا اور سپرد کیا درحالیکہ وہ باکرہ تھی اور یہ مذکور نہین کہ قاضی اسکو دائیون کو دکھلائیگا اور کتاب الاستحسان مین مذکور ہے کہ دایہ کو دکھلائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک مچھلی اس شرط پر خریدی کہ وہ دس رطل ہی اور اسکو تول کر مشتری کو

---

[1] یعنے بائع سے
[2] ثیبہ جس عورت سے وطی کی گئی ہو وہ ثیبہ ہو جاتی ہی مگر کنواری آزاد عورت سے اگر ایک دفعہ خفیہ زنا واقع ہوا تو کہا گیا ہی کہ وہ کنواری کے حکم مین ہی اقول درحقیقت وہ ثیبہ ہی پس ثیبہ وہی ہی جس سے وطی کی گئی ہو ۱۲ منہ

دیدیا پھر مشتری نے اُسکے پیٹ مین ایک پتھر پایا کہ اُسکا وزن مثلاً تین رطل تھا اور مچھلی اپنے حال پر باقی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر اس کے معلوم کرنے سے پہلے اُسنے مچھلی کو بھون لیا تو مچھلی کے دسؔ رطل وزن کی قیمت اور اُسکے سات رطل کے وزن کی قیمت دونون کو اندازہ کرکے جو کچھ فرق ہو اُسقدر حصہ[۱] مشتری واپس لے اور اگر اُسکے پیٹ مین مٹی یا اُسکے مانند ایسی چیزین پائی جاوین کہ جسکو مچھلی کھاتی ہے تو بیع بلا خیار مشتری کو لازم ہوگی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خریدا کہ وہ دسؔ سیر کا ہی اور قبضہ کرلیا پھر وہ پانچ سیر کا نکلا تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری کے پاس اُسمین کچھ عیب آگیا اور بائع نے بسبب عیب کے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس طشت کے دس سیر ہونے پر اُسکی قیمت بیسؔ درم تھی اور پانچ سیر ہونے پر دسؔ درم تھی اور عیب سے اُسمین ایک درم کا نقصان آگیا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن بسبب نقصان وزن کے واپس لے اور بھی دسوان حصہ ثمن کا بسبب عیب کے واپس لے کہ جو ایک[۲] درم ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ آواز نہین کرتا ہی پھر اُسکو دیکھا کہ آواز کرتا ہے تو اُسکو اختیار ہی کہ واپس کردے اور یہ جواب اِس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ جب اُسکا آواز کرنا عادت سے زیادہ ہو کہ جسکو لوگ عیب شمار کرتے ہون یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ جبنی نہین ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ بچہ جبنی ہی تو اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کردے کہ اُسکا ثمن میرے ذمہ اور غلام فلان مشتری کا ہوگا تو ظاہر الروایت کے موافق ایسی بیع جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچ ڈال اس شرط پر کہ مین تیرے لیے ثمن مین سے پانچسو درم کا ضامن ہون تو بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی کپڑا اس شرط پر خریدا کہ یہ نیشاپوری ہی پھر وہ بخارا کا نکلا یا عمامہ اس شرط پر لیا کہ وہ شہرستانی [نام شہر ۱۲] ہی پھر وہ سمرقندی [نام شہر ۱۲] نکلا تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے [نام شہر ۱۲] اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ کوفہ کی پیدائیش ہی پھر معلوم ہوا کہ بصرہ کی پیدائیش ہی تو واپس کردیگا اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ ہراتی ہی پھر وہ بلخی نکلا تو ہمارے تینون امامونکے نزدیک بیع فاسد ہوگی تو اور بشر مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر کوئی کشتی اس شرط پر خریدی کہ وہ ساکھو کی ہی پھر اُسمین سوائے ساکھو کے اور لکڑی پائی گئی پس اگر اور لکڑی کا ہونا اُسکی درستی کیواسطے ضروری تھا تو مشتری کو پورے ثمن مین لے لینا پڑیگی اور خیار نہوگا اور اگر پوری کشتی ساکھو کے سوا دوسری لکڑی کی تھی

۱ے قولہ حصہ یعنی تمام ثمن اسکے دسؔ رطل اور سات رطل کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر دونون مین تفاوت ہوا اسقدر حصہ ثمن واپس لیگا ۱۲ منہ ۲ے اس صورت مین ۱۲

تو ان دونوں کے درمیان بیع واقع نہوگی اور بشر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہراتی کپڑا کتنے کا ہے اور وہ کپڑا ہراتی ساخت کا بنا تھا اُسنے کہا کہ اتنے کا ہے پھر دونوں میں بیع ہو گئی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کہنا ہراتی ہونیکی شرط کر دینے کے مانند ہے اور یہی میرا قول ہے اور مراد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس سے یہ ہے کہ اگر ظاہر ہوگا کہ یہ مروی ہے تو بیع باطل ہو جاویگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر مبیع معین میں مدت کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جاویگا اور اگر ثمن میں مدت کی شرط کی اور ثمن دین تھا پس اگر وہ مدت معلوم ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مجہول ہو تو فاسد ہوگی اور منجملہ مجہول مدتوں کے نوروز اور مہرگان کے وعدہ پر بیع کرنا بھی ہے اور امام محمد رحمہ نے نوروز اور مہرگان کا مسئلہ جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیع مطلقاً فاسد ہوتی ہے اور صحیح حکم یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے نوروز مجوس کا یا نوروز سلطان کا بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی ایک بیان کر دیا اور دونوں اُسکا وقت پہچانتے ہیں تو بیع فاسد نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور بیع میں حاجیوں کے آنے تک یا کھیتی کاٹنے یا اُسکے روندنے اور روئی چننے اور پھل جھاڑنے تک کی مدت مقرر کرنا جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر نصاریٰ کے روزے تمام ہونے تک کی شرط لگائی اور حال یہ ہے کہ نصاریٰ نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے تو جائز ہے اور اُنکا روزہ رکھنا شروع کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے پس اگر مدت فاسدہ کو اُسکے گزرنے سے پہلے ساقط کر دیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائیگا اور امام زفر رحمہ کے نزدیک جائز نہوگا اور ہمارا قول صحیح ہے اسواسطے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عقد موقوف رہتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاسد کرنے والی چیز نکال ڈالی جاوے تو جائز ہو جاویگا اور اسکو کرخی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے صریح روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور باقی بیوع فاسدہ کو کرخی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ مفسد کے دور کرنے سے جائز ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہوتی ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع کرتے وقت ثمن ادا کرنیکی کوئی مدت نہیں مقرر کی پھر بعد اسکے ثمن ادا کرنیکا کوئی وقت ان وقتوں میں سے مقرر کیا تو بیع جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اگر ہوا چلنے کے مہینے کی مدت مقرر کی تو بیع باطل ہے اور اگر رجب کے مہینے میں کہا کہ میں نے رجب تک کی مدت مقرر کی تو یہ آئندہ رجب تک ہوگی اور اگر کہا کہ رجب گزرنے تک کی مدت مقرر کی تو وہ اُسی رجب تک ہوگی اور میلاد کے وعدہ تک کی بیع فاسد ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں ایسا ہی ذکر کیا ہے پس اگر مراد میلاد بہائم ہے تو اُسکا جواب ایسا ہی ہے جیسا کتاب میں مذکور ہوا اگر مراد میلاد عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ تو یہ حکم جو مذکور ہوا اس صورت پر محمول[1] کیا جاوے گا کہ جب دونوں اُسکا وقت نہ پہچانتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک اسباب ہزار درم کو دس مہینے کے وعدہ سے اس شرط پر خرید اگر

[1] والصحیح عندی اطلاق محمد رح اذ لن یوجد میلاد عیسے علیہ السلام فی شئے من الازمنۃ الآتیۃ فضلاً عن معرفتہ ۱۲ منہ

جس قسم کا نقد اُسوقت رائج ہوگا وہی ثمن مین دونگا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تھوڑا ثمن ہر ہفتہ مین ادا کرے یہان تک کہ مہینہ کے گذرنے پر پانسو درم ادا کرے تو بیع فاسد ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر مشک کو تول سے خریدا اور اُسمین رانگ ملا ہوا پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رانگ واپس کرکے بقدر اُسکے وزن کے ثمن مین سے کم کرلے اور اگر چاہے تو بیع کو ترک کردے اور اگر گھی وزن سے خریدا اور اُسمین رُب ملا پایا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اسقدر تھا جو گھی مین ہوا کرتا ہو اور عیب نہین گنا جاتا ہو تو مبیع اُسکو پورے ثمن مین لے لینا پڑیگا اور اگر اتنا ہو کہ عیب گنا جاتا ہو پس اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر ایسی چیز ہو کہ گھی مین نہین ہوتی پس اگر چاہے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کردے اور اگر کسی نے ایک تھیلی ہراتی یا غیر ہراتی کپڑون کی یا ایک زنبیل خرما کی خریدی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ بائع نے قصد کرکے کپڑے تھیلی مین سے یا چھوارے زنبیل مین سے نکالے پھر تھیلی اور زنبیل فروخت کردی اور کپڑے چھوڑ دیے یا فروخت نہ کیے ولیکن اُس سے نفع اُٹھایا تو کپڑے اور چھوارے مشتری کے ذمہ لازم ہونگے اور وہ بسبب تھیلی یا زنبیل کے اُنکے لینے سے انکار نہین کرسکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک دانہ موتی خریدا اور اُس مین وزن کی شرط کرکے دونون نے قبضہ کرلیا پھر اُسکو کم پایا اور وہ اُسکو تلف کرچکا ہو تو امام اعظم رحہ کے قیاس مین کچھ واپس نہین لے سکتا ہو ولیکن امام نے اسکو قبیح جان کر قیاس بنا اسمین ترک کردیا کیونکہ موتی کی کمی سے ثمن مین سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہو اور یہ حکم دیا کہ اُسکو اختیار ہو کہ نقصان واپس کرلے اور باب الاجارہ اور آخر کتاب الصرف مین لکھا ہو کہ اگر موتی اس شرط پر بیچا کہ اُسکا وزن ایک مثقال ہو پھر وہ دو مثقال نکلا تو زیادتی بلا ثمن مشتری کے سپرد کی جاویگی اسلیے کہ جن چیزون مین ٹکڑے کرنا ضرر کرتا ہو اُن مین وزن بمنزلہ وصف کے ہوتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایک باغ خریدا کہ جسمین خرما وغیرہ کے درخت ہین اور یہ شرط کی کہ وہ دس جریب ہو اور بدون ناپنے کے اُسپر قبضہ کرلیا اور چند سال تک اُسکے پھل کھائے پھر اُسکو نو جریب پایا تو امام اعظم رحہ کے قیاس مین اُسکو واپس نہین کرسکتا ہو اور نہ کچھ واپس لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اور امام محمد رحہ سے روایت ہو کہ کسی نے ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہو اور اسمین انگور کے درخت ہین اور چند سال تک اُسکے پھل کھائے پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ جریب ہو تو امام محمد رحہ نے فرمایا کہ اندازہ کیا جاوے کہ یہ زمین پانچ جریب ہو تو کتنے کی ہوگی اور اگر دس جریب ہوتی تو کتنے کی ہوتی پھر اُن دونوکے درمیان مین جو فرق ہو اُسیقدر بائع سے واپس لیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہون ایک زنبیل مین ہین پھر ایک قفیز ایک درم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اُسنے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اسمین سے ایک قفیز ایک درم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہوگئے تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک اُن دونو مین سے باقی

پنجاہ

قفیز کا آدھا آدھے ثمن مین لے لیوے ورنہ ترک کردے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک درم کو لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو لیکن اگر بائع چاہے تو ہوسکتا ہو اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہین کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز مین کچھ حق نہوگا صرف اُسکو باقی مین لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہی پھر اگر بائع نے دونون قفیزون کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اُسمین کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اول نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوا واپس کیے ہوے کے لیوے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونون مین سے آدھا آدھا لیوے تو بائع کو یہ پہونچتا ہو اور اگر باقی قفیز تلف ہوگیا اور واپس کیا ہوا کہ جس مین عیب ہو باقی رہا اور مشتری اول نے اُس کا ترک کرنا چاہا تو مشتری کو پہونچتا ہو اور اگر کل کا لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہو اور اگر چاہا کہ اُسکا آدھا لے اور آدھا چھوڑ دے تو اُسکو بھی کرسکتا ہو اور اگر تلف ہونیوالا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہو اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جسمین عیب نہین ہو تو مشتری کو اختیار ہو کہ اُسکا آدھا لے اور سب نہین لے سکتا ہو اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہو کہ انکار کرے یہ محیط مین لکھا ہو کسی نے ایک زمین مع اُسکے پانی[1] کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اُسکے سینچنے کا پانی نہین ہو اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اُسکے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصہ ثمن بائع سے واپس کرلے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کچھ طعام[2] پیمانہ سے خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا تو اُسکا کھانا اور بیچنا اور اُس سے نفع اُٹھانا جائز نہین ہو یہانتک کہ اُسکو دوبارہ پیمانہ کرے اور اسیطرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کرکے خریدا تو بھی مشتری کو جائز نہین ہو کہ اُس پیمانہ پر اقتصار کرے اور اُسکا بیچنا اور کھانا بدون دوبارہ پیمانہ کرنے کے جائز نہوگا کذا فی المحیط۔ پھر عامۂ مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہو کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اُسکا پیمانہ کیا اور مشتری اسکو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد بیع کے اُسکا پیمانہ کیا تو اُسمین تصرف کرنا جائز ہو اگرچہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی التہذیب۔ اور اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت مین اسکا پیمانہ کیا تو اسمین اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کچھ گیہون اندازہ[3] پر خریدے اور بعد قبضہ کرنے کے اُنکو دوسرے کے ہاتھ پیمانہ سے فروخت کیا تو اُن مین ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہو اور اسیطرح اگر کسی سے ایک کُر گیہون اس شرط پر کہ وہ ایک کیل مین قرض لیے پھر

[1] یہان شرب یعنے سینچنے کے پانی کو حکم عین دے دیا فلیتنبہ ۱۲ منہ [2] قولہ طعام یعنی اناج و تیسل اگندم ۱۲ منہ

[3] قولہ اندازہ یعنی بدون پیمانہ کے ڈھیری خریدی ۱۲ منہ

اُن کو پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو اسمین بھی ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہی خواہ یہ مشتری پیمانہ کرے خواہ وہ قرض لینے والا بائع اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کرلے اور اگر کچھ گیہون اندازہ سے خریدے اور اُنکو بعد قبضہ کرنے کے دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا اپنی زمین مین سے کچھ گیہون یا ہبہ کے طور پر کچھ گیہون پائے اور اُنکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا ثمن مین[له] کچھ گیہون اس شرط پر کہ وہ ایک کُر ہین اُسکے قبضہ مین آئے اور پیمانہ کرنے سے پہلے اُنکو اندازہ سے بیچ ڈالا تو یہ جائز ہی ایسا ہی ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کیا ہی اور اگر کچھ گیہون پیمانہ سے خریدے اور پھر پیمانہ کرنے سے پہلے اُنکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ پر بیچ ڈالا تو امام محمد رح کا کتاب الاصل مین اطلاق دلالت کرتا ہی کہ یہ ناجائز ہی اور ابن رستم نے اپنی نوادر مین ذکر کیا ہی کہ جائز ہی اور اگر اُنکو پیمانہ کرنے سے پہلے پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین اور واضح[سله] ہو کہ جو حکم کیلی چیزون مین معلوم ہوا وہی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے شخص سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہی تو اسکو ناپنے سے پہلے اُسکی بیع کرنے اور اسمین تصرف کرنے کا اختیار ہی اور اگر عددی چیز عدد کی شرط سے دوسرے سے خریدی تو اسکا دوبارہ شمار کرنیکا حکم امام محمد رح نے ظاہر کتابون مین ذکر نہین کیا اور مشائخ کہتے ہین کہ کرخی نے ذکر کیا ہی کہ امام اعظم رح کے قول پر تصرف جائز ہونیکے واسطے اُسکا دوبارہ گننا شرط ہی اور صاحبین کے قول پر شرط نہین ہی اور شرح قدوری مین لکھا ہی کہ گنتی کی چیزون مین دوبارہ شمار کرنا ایک روایت مین واجب ہی اور دوسری روایت مین واجب نہین ہی اور قدوری نے اسی روایت کو صحیح کہا ہی اگر کسی نے کچھ مال پیمانہ یا وزن کے حساب سے بطور بیع فاسد کے خریدا اور بدون پیمانہ کے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکو فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے اُسپر قبضہ کیا تو بیع ثانی جائز ہوگی اور دوبارہ پیمانہ کا حکم صرف دونون بیع صحیح مین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر ایک کُر طعام پیمانہ کے حساب سے سو درم کو خریدا پھر اُسکو بائع کی طرف سے اپنے واسطے ناپ کرالیا پھر اُسنے دوسرے کے ہاتھ پہلے ثمن کے عوض تولیۃً[سله] بیچ ڈالا تو دوسرے مشتری کو بدون دوبارہ پیمانہ کرنیکے اُسپر قبضہ کرنا جائز نہین ہی اور اگر پہلے مشتری نے دوسرے مشتری کے سامنے اُسکو اپنے واسطے پیمانہ کرلیا تھا پس اگر دوسرا مشتری پیمانہ کرنے سے اُسکو ایک قفیز زائد پاوے تو زیادتی پہلے مشتری کو واپس کردے خواہ یہ زیادتی ایسی ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے مین جاری ہوتی ہی یا ایسی نہو پس اگر دوسرے مشتری نے وہ زیادتی پہلے مشتری کو واپس کردی تو لحاظ کیا جاویگا کہ اگر یہ زیادتی ایسی ہی کہ دوبارہ پیمانہ کرنے مین آگئی تو پہلے مشتری کی ہوگی کہ وہ اُسکو اپنے بائع کو واپس نہ کریگا اور اگر ایسی نہین ہی تو پہلا مشتری بھی اپنے بائع کو واپس کردے

[له] یعنے کوئی چیز گیہون کے عوض فروخت کی ۱۲ منہ [سله] یعنے انداز پر فروخت کرتے ہین ۱۲ [سله] واضح قول محمد رح لمکان النص ۱۲ [سله] یعنے بطور بیع تولیہ کے ۱۲

اور اگر دوسرے مشتری نے اُسکو کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پہلے مشتری سے حصہ نقصان لے خواہ یہ نقصان دوبارہ پیمانہ کرنے سے آتا ہو یا نہ آتا ہو پس اگر یہ نقصان ایسا ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے سے آتا ہی تو پہلا مشتری اپنے بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہو اور ایسا نہونا گواہون سے یا بائع کی تصدیق سے ثابت ہوگا تو اس نقصان کو واپس لے سکتا ہی اور یہ حکم بیع تولیہ کا تھا اور اگر بیع ثانی بیع مرابحہ ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اسی مسئلہ مین اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ اگر پہلے مشتری نے اس طعام مین سے ایک قفیز فروخت کر کے مشتری کو دیدی پھر باقی کو بطور بیع تولیہ کے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کر ہی پھر مشتری ثانی نے اُسکا پیمانہ کیا اور اُسکو پورا کر پایا تو یہ جائز ہی اور اُس کو خیار نہوگا لیکن کر کا ثمن اکتالیس حصون پر تقسیم کیا جاوے گا پھر جو کچھ ایک قفیز کے حصہ مین پڑے گا وہ دوسرے مشتری سے ساقط کیا جاویگا اور باقی اُسکو دینا پڑے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کردے اور اس مسئلہ مین اگر دوسری بیع مرابحۃً واقع ہووے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی ایک کر سو درم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ چالیس قفیز ہے اور اُسکو پیمانہ کر لیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر تری پا کر وہ پچاس قفیز ہو گیا اور اُسکو پانی نے فاسد کر دیا پھر اُس مشتری نے اُسکو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا اور کچھ بیان نہ کیا تو جائز ہے اور مشتری ثانی کو اُس مین سے چالیس قفیز ملے گا اور دس قفیز اُسکے پاس باقی رہ جاوینگے اور اگر اُسنے ان دس زائد قفیزون کو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا تو پانچوین حصّہ ثمن پر فروخت کرے گا اور یہ صاحبینؒ کا قیاس ہی اور امام اعظمؒ کے نزدیک مرابحۃً نہین فروخت کر سکتا ہی اور اگر دوسرے مشتری کے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو پانی پہونچا تو دوسرا مشتری اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن مین لے لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے ایک کر گیہون سو درم کو اس شرط پر کہ وہ چالیس قفیز ہین خریدے اور اُنکو پیمانہ کیا تو چالیس قفیز نکلے پھر مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا پھر بائع نے اُس کو پیمانہ کیا پس وہ ایک قفیز بڑھ گیا یا گھٹ گیا اور دونون اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ نقصان یا زیادتی پیمانہ کرنے کی وجہ سے ہے تو زیادتی بیع اصل بائع کو ملے گی اور نقصان بھی اسی کے ذمہ رہیگا حتیٰ کہ ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جاویگا اور اسی طرح اگر اُس کر کو پانی پہونچا اور ایک قفیز بڑھ گیا اور بائع اُسپر راضی ہو گیا تو یہ سب اُسی کا ہوگا لیکن اگر اُسکو نہین جانتا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ عیب کی وجہ سے واپس کر کے اقالہ باطل کردے اور پہلی بیع عود کرے گی اور اسی طرح اگر وہ گیہون بیع کے وقت تازہ تر تھے اور پورا کر تھے پھر خشک ہو کر مشتری کے پاس کم ہو گئے پھر دونون نے اقالہ کیا اور بائع نے اُسکا پیمانہ کیا اور کم پایا اور جانا کہ یہ خشک ہونے کی وجہ سے ہے یا دونون سچائی سے اسپر متفق ہوئے تو یہ سب بائع کو ملے گا اور ثمن مین سے

کچھ کم نہ کیا جاوے گا یہ محیط مین لکھا ہی اور قاعدہ یہ ہی کہ اگر مبیع عین مشار الیہ ہو کر جو بشرط کیل فروخت ہوتی ہی تو پیمانہ کرنے سے پہلے جو زیادتی اُس مین پیدا ہو وہ بائع کی ہوگی اور پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کی ہوگی اور اگر مبیع معین مشار الیہ نہو تو پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے جو زیادتی ہو وہ بائع کی ہی اور قبضہ کے بعد مشتری کی ہوگی اگر کچھ طعام ایک درم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک قفیز ہی پھر پیمانہ کرنے سے پہلے وہ تر ہوگیا پھر اُسکو پیمانہ کیا پس وہ سوا قفیز نکلا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اُس مین سے ایک قفیز لے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری کے سامنے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے زائد ہوگیا تو زیادتی مشتری کی اور بسبب تری کے اُسکو خیار ہوگا اور اگر بعد پیمانہ کرنے کے کم ہوگیا تو پورے ثمن مین لے گا اور اگر اس سے پہلے کم ہوا تو حصہ ثمن مین لے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے واسطے اُسکے سامنے پیمانہ کردیا اور وہ ایک قفیز نکلا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا کہ دوبارہ پیمانہ کیے جانے سے اتنا زیادہ یا کم نکلا کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے مین واقع ہوتا ہی تو مشتری کو پورے ثمن مین لازم ہوگا کیونکہ جس چیز پر عقد واقع ہوا وہ پیمانہ کرنے سے معین ہوگئی اور پہلے پیمانہ مین خطا ظاہر نہین ہوئی حتی کہ اگر زیادتی یا نقصان اسقدر نہو کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے مین آجاتا ہی تو اگر زیادتی ہوگی تو بائع کو واپس کیجاویگی اور اگر کمی ہوگی تو حصۂ ثمن مین [ملہ] دونون حالتون مین لے گا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز ایک درم مین خریدا اور بائع نے اُس سے ایک قفیز نکال کر مشتری کو ناپ دیا اور ہنوز اُسکے سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اُس قفیز کو پانی پہونچا اور ہر قفیز ایک چوتھائی [ملہ] بڑھ گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو صرف ایک قفیز جس مین سے چاہے دیوے اور مشتری کو اُسکے لینے کا خیار حاصل ہوگا اور اگر ڈھیری اور وہ قفیز کم ہوجاوے اس طرح کہ پہلے نمناک تھی پھر خشک ہوگئی تو مشتری کو پورا قفیز چاہیئے اور دونون مین سے کسی کو خیار نہوگا اور جو ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز خریدا اور تمام ڈھیری مین سے ایک قفیز پر قبضہ کرلیا پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر ایک قفیز معین دوسری قفیز معین کے عوض باہم بیع کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہوکر چوتھائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہوگی اور اُسکو خیار ہوگا اور بیع فاسد نہوگی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جسکا قفیز خشک ہی اُسکو ایک قفیز کے لینے اور ترک کرنے مین امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک خیار حاصل ہوگا اور اگر ایک قفیز معین کو بعوض ایک ڈھیری کے ایک قفیز [ملہ] کے بیع کی اور ڈھیر والے نے ایک قفیز اُس مین سے پیمانہ کرلیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اُس قفیز کو پانی پہونچا تو خشک قفیز والے کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو ایک قفیز نمناک لیوے ورنہ ترک کردے اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع فاسد ہوجاوے گی اور اگر صرف علیحدہ

سلہ یعنی ایک قفیز پر ایک چوتھائی ۱۲ سلہ قولہ دونون حالتون مین الخ اول حالت جو وہ مسئلہ اول محیط سرخسی مین آیا کہ اگر اس سے پہلے کم ہو تو حصہ ثمن مین لے گا اور دوسری حالت وہ جو یہان مذکور ہے ۱۲ منہ سلہ قولہ ایک قفیز الخ یعنی ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز کے عوض ۱۲ منہ

گیا ہو اقفیز تر ہوا تو اُسپر ایک خشک قفیز کا سونپنا واجب ہی اور دونون مین سے کسی کو خیار نہو گا کذا فی محیط السرخسی

گیارھوان باب بیع غیر جائز کے احکام مین۔ واضح ہو کہ بیع دو قسم کی ہی ایک باطل اور دوسری فاسد پس باطل وہ ہی کہ جسکا محل بیع قیمت دار مال نہو جیسے کہ شراب یا سور یا حرم کا شکار یا مردار یا دم مسفوح خرید کیا اور ایسی بیع ملک کا فائدہ نہین دیتی اور فاسد وہ ہی کہ جس کے دونون بدل مال ہون مثلاً کوئی چیز بعوض شراب یا سور یا صید حرم یا مدبر یا مکاتب یا ام ولد کے خریدی یا اُس مین کوئی شرط فاسد لگائی یا مثل اسکے تو ایسی بیع بعوض قیمت مبیع کے منعقد ہوتی ہی اور قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہوجاتی ہی کذا فی محیط السرخسی اور مشائخ نے اختلاف کیا کہ مبیع ضمانت مین رہتی ہی یا امانت مین پس بعضون نے کہا کہ امانت مین اور بعضون نے کہا کہ ضمانت[1] مین رہتی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور شرط یہ ہی کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو اور بلا اجازت بائع کے بیع فاسد مین قبضہ پانا قبضہ نہ پانے کے حکم مین ہی اور زیادات مین لکھا ہی کہ اگر بیع فاسد مین مشتری نے بلا اجازت اور بلا ممانعت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ قبضہ اُسی مجلس مین ہو تو استحساناً صحیح ہوگا اور ملک ثابت ہوجاویگی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً اور استحساناً دونون طرح صحیح نہین اور ملک ثابت نہ ہوگی اور اگر بائع نے قبضہ کی اجازت دی اور مشتری نے اُسی مجلس مین یا بعد جدا ہونے کے قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح اور ملک قیاساً اور استحساناً ثابت ہوجاوے گی ولیکن یہ ملک توڑے جانے کا استحقاق رکھتی ہی اور جو چیز مشتری نے بطور بیع فاسد کے خریدی اُس مین تملیک[2] یا نفع اُٹھانے کی راہ سے اُسکو تصرف کرنا مکروہ ہی ولیکن باینہمہ اگر اُسنے اُس مین تصرف کر لیا تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور اُسکے سبب سے بائع کا حق واپسی باطل ہوجاوے گا خواہ یہ تصرف ایسا ہو کہ بعد واقع ہونے کے توڑ دیا جاسکتا ہو جیسے بیع وغیرہ یا ایسا نہو جیسے آزاد کرنا وغیرہ ولیکن اجارہ اور نکاح[3] کا تصرف بائع کے حق واپسی کو باطل نہین کرتا ہی کذا فی المحیط اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد یا مدبر یا بیع کیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہوگیا اور اسی طرح اگر باندی کو ام ولد بنایا تو بھی یہی حکم ہی اور وہ مشتری کی ام ولد ہوجائیگی اور اسپر باندی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور عقر کی نسبت بیوع مین لکھا ہے کہ اُس کا ڈانڈ نہ دے اور کتاب الشرب مین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہی کہ وہ عقر کا ضامن نہین ہی اور اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی پس اگر غلام کتابت کا مال ادا کرکے آزاد ہوگیا تو مشتری پر قیمت کی ضمان متقرر ہوگئی اور اگر مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر محض مملوک ہوگیا پس اگر یہ امر مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے پہلے تھا تو بائع اس غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد واقع ہوا تو بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر کسی شخص کو غلام دینے کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر وصیت کرنے والا زندہ ہو تو بائع واپس کر سکتا ہی اور اگر مر گیا تو واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ جس شخص کو وصیت کی اُسکو اس غلام پر از سر نو ملکیت حاصل ہوئی بخلاف وارث کی ملکیت کے کہ اس میں اگر مشتری

[1] اور یہی مختار ہے ۱۲
[2] کسی دوسرے کو مالک کر دینا ۱۲
[3] جیسے خرید کردہ باندی کا نکاح کر دیا ۱۲

بطور بیع فاسد کے خرید کر مر جاوے تو بائع اُسکے وارثون سے واپس لے سکتا ہی اور اسی طرح اگر بائع مر جاوے تو اُسکے وارثون کو بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے کپڑا قطع کرکے سلایا یا اُسمین استر دیگر کچھ بھروایا تو بائع کا حق فسخ منقطع ہوگیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرکے اُس کو قطع کرایا اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مشتری قطع کرانے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اُسکی قیمت کا ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مبیع ایک زمین خالی تھی کہ اُس مین مشتری نے کوئی گھر بنایا یا درخت لگائے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بائع کا حق فسخ باطل ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور بیع فاسد مین مشتری کے ذمہ مبیع کی قیمت واجب ہوتی ہی اگر وہ قیمتی[۵۱] چیزون مین سے ہو یا اُسکا مثل اگر وہ مثلی چیزون مین سے ہو اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مبیع مشتری کے پاس تلف ہو یا وہ اُسکو تلف کرے یا ہبہ کرکے سپرد کردے اور بائع کا واپس کرنے کا حق بھی جاتا رہے اور اسیطرح اگر اُسنے رہن کی یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی تو بھی یہی حکم ہی پس اگر اُس نے فک رہن کیا یا ہبہ سے رجوع کرلیا یا مبیع اُسکے[۵۲] پاس ایسے سبب سے آگئی کہ جو ہر طرح[۵۳] فسخ ہی تو بائع کو واپس کرلینے کا اختیار ہوگا اور یہ واپس کرنا اُسوقت تک ہی کہ قاضی نے مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم نہ کیا ہو اور اگر ایسا حکم دیا تو بائع کا حق واپسی جاتا رہا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر مبیع مشتری کے پاس قائم ہو کہ نہ بڑھی ہو اور نہ گھٹی ہو تو بیع فسخ کرکے بائع کو واپس دیجاوے گی لیکن اگر فساد بہت قوی ہو کہ بدل یا مبدل[۵۴] مین سمایا ہو تو ہر ایک کو دوسرے کے سامنے فسخ کرنے کا اختیار ہی اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر ایک دوسرے کی موجودگی اور ناموجودگی مین فسخ کرسکتا ہی اور اگر فساد ایسا قوی نہو بلکہ صرف کسی ایسی شرط لگانے سے کہ جسمین دونون عقد کرنے والون مین سے کسی کا نفع ہی آگیا ہو تو ہر ایک کو قبضہ سے پہلے فسخ کا اختیار ہی اور قبضہ کے بعد وہی دوسرے کے سامنے فسخ کا مالک ہی جسنے شرط کی ہی اور دوسرا نہین ہی اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین کچھ زیادتی ہوگئی پس دو حال سے خالی نہین ہی کہ یا وہ زیادتی متصلہ ہوگی یا منفصلہ ہوگی اور ہر ایک کی دو دو قسمین ہین متصلہ یا اصل سے پیدا ہوگی جیسے حسن و جمال یا اصل سے پیدا نہوگی جیسے کپڑے مین رنگ یا ستو مین مسکہ اور منفصلہ بھی یا اصل سے پیدا ہوگی جیسے بچہ اور عقر اور پھل یا اصل سے پیدا نہوگی جیسے کمائی اور ہبہ اور صدقہ پس اگر وہ زیادتی متصلہ اصل سے پیدا ہو تو اس سے بائع کا حق واپسی نہین جاتا ہی اور اگر متصلہ اصل سے پیدا نہو جیسے رنگ وغیرہ تو بائع کا حق واپسی جاتا رہے گا اور مشتری پر یا قیمت واجب ہوگی یا اسکا مثل

۵۱ قولہ قیمتی یعنے ایسی چیزون مین سے ہون جس کے عوض قیمت تاوان دینی لازم آتی ہے کہ اُسکا مثل نہین ہوسکتا ہے ۱۲
۵۲ درصورتیکہ اسکو بیع کردیا ہے ۱۲ ۵۳ قولہ ہر طرح یعنے بطور اقالہ نہو جو ان دونون مین اقالہ کہلاتا ہے ولیکن دوسرون کے حق مین گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ فروخت کی ۱۲ ۵۴ یعنے مبیع و ثمن ۱۲

اگر مثلی ہو اور اسی طرح اگر بیع روئی تھی کہ اُسکو مشتری نے کاتا یا سوت تھا کہ اُسکو بنا یا گیہون تھے کہ اُن کو پیسا تو بائع کا حق جاتا رہا اور مشتری کو قیمت یا مثل دینا پڑے گی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو پس اگر وہ اصل سے پیدا ہو تو فسخ کی مانع نہین اور مشتری دونون کو واپس کر سکتا ہے اور اگر باندی مین بچہ جننے سے کچھ نقصان آیا تو مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا کیونکہ اسکا بچہ اس نقصان کو پورا کرتا ہی اور اگر یہ زیادتی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری اسکا ضامن نہین ولیکن نقصان ولادت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے خود تلف کر دی تو ضمان دے گا اور اگر بیع تلف ہو گئی اور زیادتی قائم ہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی واپس لے اور بیع کی جو قیمت قبضہ کرنے کے وقت تھی وہ مشتری سے لے اور اگر وہ زیادتی منفصلہ اصل سے پیدا نہو تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو مع زیادتی کے واپس کرے اور یہ زیادتی اُسکو حلال نہوگی اور اگر مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو اُس پر ضمان نہوگی اور اگر اُسنے خود تلف کر دی تو بھی امام اعظم رحکے نزدیک ضمان نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر ضمان ہوگی اور اگر مشتری نے بیع کو تلف کر دیا اور زیادتی اُسکے پاس رہ گئی تو اُسپر بیع کی ضمان واجب اور زیادتی اُسی کی ہوگی اور اگر مشتری کے پاس بیع مین کچھ نقصان آیا پس اگر یہ نقصان آسمانی آفت سے ہو تو بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے بیع کو لیکر اس نقصان کا جرمانہ لے اور اگر مشتری کے فعل یا خود بیع کے فعل سے نقصان آوے جب بھی یہی حکم ہی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان آیا تو بائع اس سے جرمانہ لے سکتا ہی اور مشتری سے اجنبی واپس نہ لے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے لے پھر مشتری اجنبی سے لے اور اگر اس اجنبی نے بیع کو قتل کر ڈالا تو بائع مشتری سے قیمت لے سکتا ہی اور قاتل سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور مشتری اُس قاتل کی مددگار برادری سے تین سال مین قیمت وصول کریگا اور اگر بائع کے فعل سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو بیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہانتک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اور اسکی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ پایا جاوے جو روکنے مین شمار ہی تو اُسکا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہیگا اور اگر اُسکی طرف سے روکنا پایا جاوے پھر وہ تلف ہو جاوے تو دیکھا جاویگا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم کے سبب سے ہوا تو بیع واپس کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن نہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہین ہوئی تو مشتری اُسکا ضامن ہی اور بائع کے جرم کا نقصان اُسکے ذمہ سے کم کر دیا جاویگا اور اگر بائع نے اُسکو قتل کر دیا یا بیع ایسے کنوئین مین کہ جسکو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہے گی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کر کے اُسکو نفع سے بیچ ڈالا تو اُس کا نفع صدقہ کر دے اور اگر اُسکے[1] ثمن سے کوئی چیز خرید کر اُس مین نفع اُٹھایا تو یہ نفع اُسکو حلال ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہو گیا پھر بائع نے قاضی

[1] قال المترجم یہ مسئلہ مبسوط مین باب بیوع مکروہ مین آیا ہے اور اُس سے واضح ہے کہ باندی متعین ہے اُسکا نفع ناجائز ہے اور ثمن غیر متعین پس بائع کو اسکا نفع جائز ہے ۱۲ منہ

کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری دار کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو شفیع[1] کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کو لے لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ مین کر لیا پھر اُسکو آزاد دیا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اُس کی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ تھی تو اُسپر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام بعوض اپنے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اُسکا مالک ہو جاوے گا اور مکاتب یا مدبر یا ام ولد کا خریدار اسکا مالک نہوگا اگرچہ باجازت بائع کے قبضہ کیا ہو اور اسی طرح اگر کوئی غلام غیر کے مال سے اُسکی بلا اجازت خریدا تو غلام کا خریدار اُسکا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے سے مالک نہوگا تا وقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت ندے اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعوض شرب[2] کے یا ایسے پانی کے جو حوض یا نہر یا کنوئین مین جو غیر محرز ہی خریدا یا بعوض دانون کے جو ہنوز کاٹے نہین گئے ہین خریدا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اس سے وطی کرنا نہ چاہیئے پس اگر اُس نے وطی کر لی اور اُسمین نطفہ نہ ڈالا تو بائع اُسکو واپس لے سکتا ہی اور جب اُس کو واپس کر لیا تو مشتری اُسکا عقر بائع کو دیگا اور اگر اُس مین نطفہ ڈالدیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب ہوئی تو شمس الائمہ سرخسی کے قول پر عقر مشتری پر نہوگا اور بنابر آنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اس مسئلہ مین دو روایتین ہین کتاب البیوع کی روایت سے اُسپر عقر نہین ہی اور کتاب الشرب کی روایت سے اسپر عقر واجب ہے یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ مین لانے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا اور بائع نے اُسکے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر کوئی غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو آزاد نہوگا پھر اگر اُسکے بعد کہا کہ وہ آزاد ہی پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد ہو جاوے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کچھ گیہون بطور بیع فاسد کے خریدے اور بائع کو حکم دیا کہ اسکو پیسے اور اُس نے پیسا تو آٹا[3] بائع کا ہوگا اور اسی طرح اگر بکری ہو اور بائع کو اُسکے ذبح کرنے کا حکم دے اور وہ ذبح کرے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک قفیز گیہون بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میرے اناج مین ملا دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ فعل مشتری کے قبضہ کرنے مین شمار ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ اُس کا مثل[4] بائع کو ادا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی قدر

[1] قولہ شفیع کو اختیار ہوگا اقول فیہ نظر ۱۲ منہ [2] سینچنے کا مقرری حصہ ۱۲ [3] یعنی حمل نہین رہا ۱۲ [4] کذا فی النسخۃ الموجودۃ ولست احصلہ فلتراجع المقدمۃ ۱۲ [5] کیونکہ گیہون مثلی ہین ۱۲

مہر مقرر کر کے اُسکا نکاح کر دیا اور اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کی اور وہ باندی باکرہ تھی پھر بائع نے نالش کر کے وہ باندی لے لی تو نکاح جائز اور مہر بائع کو ملیگا پھر اگر یہ مہر اتنا ہی جو اس باندی کی بکارت زائل ہونے کے نقصان کو پورا کرتا ہی تو مشتری پر کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر یہ نقصان مہر سے زیادہ ہے تو بائع بقدر کمی کے مشتری سے لیگا یہ محیط مین لکھا ہے اور ایک باندی کو بعوض دو باندی کے کچھ مدت کے وعدہ پر اُدھار بیچا جائز نہیں ہی اور اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور اسکے پاس اسکی ایک آنکھ جاتی رہی تو مشتری اسکو مع نصف[1] قیمت کے بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری کے سوا کسی دوسرے نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی تو بائع کو اختیار ہی کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے ضمان لے یا مشتری سے اُسکی قیمت لے پھر مشتری آنکھ پھوڑنے والے سے لے اور اگر وہ باندی دو بچے جنی اور ایک مرگیا تو بائع باندی اور باقی بچہ کو لیگا اور مردہ بچہ کی قیمت کی ضمان نہ لیگا اور نقصان ولادت کی ضمان اگر اُس بچہ سے پوری نہو تو مشتری سے لیگا اور اگر ایک بچہ مشتری کے جرم سے مرا تو وہ اُسکی قیمت کا ضامن ہی اور اگر فقط باندی مرگئی تو بائع دونوں بچوں کے ساتھ باندی کی قیمت لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر کے بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کیا اور اُسکا ثمن ادا کر دیا پھر بائع نے چاہا کہ غلام واپس لے تو مشتری کو اختیار ہی کہ اپنا ثمن پورا لے لینے تک غلام کو روک رکھے پس اگر بائع مرگیا اور سوا اُس غلام کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو مشتری اس غلام کا اُسکے قرضخواہوں مین سے زیادہ حقدار ہی پس اُسی کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جاوے گا پھر اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے برابر ہو تو سب مشتری لے لیگا اور اگر زیادہ ہو تو زیادتی بائع کے قرضخواہوں کے واسطے ہوگی اور اگر دوسرا ثمن کم ہو تو باقی کے واسطے مشتری بھی تمام قرضخواہوں کے ساتھ جو کچھ ترکہ مین نظر آوے حصہ رسد شریک کیا جاویگا اور اگر وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اُسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری نے اس غلام کو بعوض ایک ہزار درم قرضہ کے جو خریدنے سے پہلے بائع کے ذمہ چاہیئے تھا بطور بیع فاسد کے خریدا اور بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس غلام کو واپس لینا چاہا اور مشتری نے اپنے قرضہ وصول کر لینے کی وجہ سے اُسکو روکنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا پس اگر بائع مرگیا اور اُسپر بہت سے قرضے تھے اور غلام مشتری کے پاس تھا پس ایسی صورت مین کہ جب بیع فاسد واقع ہوئی تو مشتری اس غلام کا زیادہ حقدار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونوں نے بیع توڑ دی پھر بائع نے مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بائع نے یہ کہا کہ مین نے تجھکو غلام سے بری کیا پھر مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری بری ہوگا کیونکہ جب اُسنے غلام سے بری کیا تو اُسکی ضمانت سے بری کیا پس وہ امانت مین رہا پس امانت کے ہلاک ہونے سے ضمان لازم نہ آویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام پانسو کو بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسکی قیمت بھی پانسو تھی اور

---

[1] کیونکہ آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ آدمی مین نصف قیمت ہے ۱۲

قبضہ کر لیا پھر نرخ کی راہ سے اُسکی قیمت بڑھکر ایکہزار ہو گئی پھر مشتری نے اُسکو بیچ ڈالا تو قبضہ کے دن کی قیمت اعتبار کر کے مشتری کو صرف پانسو دینا پڑیگی اور اگر کسی ایسے غلام کو جسکی قیمت ایکہزار تھی غصب کیا پھر بڑھکر اُس کی قیمت دو ہزار ہو گئی پھر اُسکو غاصب نے اُسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر غلام مرگیا پس اگر خریدنے کے بعد وہ غلام غاصب کو ملا تھا تو اُسپر دو ہزار واجب ہون گے اور اگر نہین ملا بلکہ مرگیا تو اُسپر ایک ہزار واجب ہون گے کیونکہ غصب مین زیادتی امانت ہوتی ہے اور خریدنے سے قبضہ ہی کے ساتھ ضمانت ہو جاتی ہے اور قبضہ یہان نہین پایا گیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے غلام کے غصب کرنے والے نے جب اُسکو اُسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید کر کے آزاد کر دیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہو جاوے گا کیونکہ اُسنے قبضہ کے بعد آزاد کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مشتری نے مبیع کو بیع فاسد مین بائع کو واپس کر دیا تو جس طرح واپس کیا ہو خواہ بطور بیع یا ہبہ یا صدقہ یا عاریت یا ودیعت کے سب طرح بیع فسخ ہو جاوے گی اور اسی طرح اگر اُسکو بائع کے وکیل خرید کے ہاتھ بیچا اور اُسکو سپرد کیا تو اُس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور اگر اُسکو بائع کے ایسے غلام کے ہاتھ کہ جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دی ہے اور اُسپر قبضہ نہین ہے فروخت کیا تو جائز نہین ہے ولیکن بیع فاسد تھی پس پہلی بیع فسخ ہو جاوے گی اور ضمان سے بری نہوگا تاوقتیکہ مبیع بائع تک نہ پہونچے اور اگر اُس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر قرض تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ضمان مقرر ہو جاوے گی اور اگر ایسے غلام سے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی اور اُسپر قرض ہے خرید کیا تھا اور اجازت سے قبضہ کر لیا تھا پھر غلام نے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہوگی اور اس غلام کے واسطے قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُس غلام پر قرض نہ تھا تو دوسری بیع ناجائز ہے لیکن پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اُسکے مالک کو واپس کرنے کی وجہ سے ضمانت سے بری ہو جاویگا کیونکہ غلام کے مالک کو واپس دینا مثل غلام کے واپس دینے کے ہے اور اگر اس خریدے غلام کو بائع کے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح اور ضمانت لازم ہو جاویگی اور پہلی بیع فسخ نہوگی اور اگر پہلا بائع کی طرف سے خرید کا وکیل تھا اور اُسنے اپنے اس مشتری سے اپنے موکل کے واسطے خرید کیا تو دوسری بیع صحیح ہے اور مشتری کا ثمن اُسپر واجب ہوگا اور اُسکی ضمان پہلے مشتری پر واجب ہوگی پس اگر دونون ثمنون مین برابری ہو تو دونون برابر بدلا سمجھ لین اور اگر کسی مین زیادتی ہو تو وہ دوسرے کو دیدے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع کوئی کپڑا تھا کہ اُس کو مشتری نے مثلاً سُرخ یا زرد رنگا کہ جس سے مبیع مین زیادت ہو گئی تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کپڑے کو لے اور رنگ کی وجہ[1] سے جو زیادتی ہوئی ہے مشتری کو دے اور اگر چاہے تو اُس سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بطور بیع فاسد کے بیچی اور مشتری نے
۲۰ اُسکو مسجد گردانا تو ظاہر الروایت کے موافق تاوقتیکہ اس مین عمارت نہ بناوے حق فسخ باطل نہوگا اور

[1] یعنے قیمت مین جو زیادتی ہوئی ہے ۱۲ منہ

جب عمارت بنالی تو امام اعظم رح کے نزدیک فسخ کرنے کا حق باطل ہوگیا اور درختون کا بو دینا عمارت بنانے کے مانند ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا پھر مشتری نے اُسکو تجارت کی اجازت دی اور اُس پر قرض ہوگیا پھر بائع نے غلام واپس کر لینے مین مشتری سے جھگڑا کیا تو غلام اُسکو واپس یا جاویگا اور قرضخواہونکو اُس غلام[۵۱] سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور مشتری غلام کی قیمت اور قرض مین سے جو کم ہو وہ قرضخواہونکو دیگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور بائع کی اجازت سے اُس پر قبضہ کیا پھر بیع فاسد ہونیکی وجہ سے بائع نے چاہا کہ اُسکو مشتری سے واپس لے اور مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ مین نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہی پس اگر بائع نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر تکذیب کی تو اُسکو پھیر لے سکتا ہی پس اگر بائع نے باندی واپس لی پھر وہ شخص جو غائب تھا حاضر ہوا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی تو اُسکو اختیار ہی کہ باندی کو بائع سے پھیر لے اور اگر بائع اول نے مشتری کی تصدیق کرکے اس سے قیمت لے لی پھر وہ شخص حاضر ہوا تو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے باندی واپس کرے خواہ اُس شخص نے مشتری اول کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین نے اُسکو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور اُسکا نام[۵۲] نہ لیا اور بائع نے اُسکی تکذیب کی تو بائع اُس باندی کو واپس لے سکتا ہی پس اگر اُسنے واپس لی پھر ایک شخص آیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسی[۵۳] شخص کو کہا تھا پس اگر اس شخص نے مشتری کی تکذیب کی تو واپس ہوجانا صحیح رہا اور اگر تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دونون عقد بیع کرنیوالے اختلاف کرین اسطرح کہ ایک بیع صحیح ہونیکا دعوی کرے اور دوسرا بیع فاسد ہونیکا دعوی کرے پس اگر فاسد ہونیکا مدعی کسی شرط فاسد یا مدت فاسد کی وجہ سے فساد کا دعوی کرتا ہی تو سب روایتون کے موافق صحت کے مدعی کا قول اور فساد کے مدعی کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر فساد کا دعوی کسی ایسے سبب سے کرتا ہی جو نفس عقد مین ہی مثلاً کہتا ہی کہ اسنے اس چیز کو بعوض ایک ہزار درم اور ایک رطل شراب کے خریدا ہی اور دوسرا کہتا ہی کہ صرف ایکہزار درم کو خریدا ہی تو بھی ظاہر الروایت کے موافق بیع صحیح ہونے کے مدعی کا قول اور مدعی فساد کے گواہ جیسا کہ پہلی صورت مین ہی معتبر ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی

بارھوان باب بیع موقوف کے احکام اور دو شریکون مین ایک کے بیع کرنیکا بیان

اگر کسی شخص نے غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اجازت کے صحیح ہونیکے واسطے شرط یہ ہی کہ دونون عقد کرنیوالے اور جس چیز پر عقد ہوا ہی قائم ہون اور ثمن اگر نقود مین سے ہی تو اُسکا قائم ہونا شرط نہین ہی اور اگر اسباب[۵۴]

---

[۵۱] یعنی قرضخواہ لوگ غلام مذکور کو ماخوذ نہین کر سکتے ہین بس اُسکو فروخت نہین کرا سکتے ہین ۱۲ منہ
[۵۲] یعنے معین نہ کیا ۱۲ [۵۳] یعنے خریدار سے میری مراد یہ شخص تھا ۱۲ [۵۴] اسباب یعنی عروض وھو من اصطلاح المترجم کما نبہ علیہ فی المقدمۃ ۱۲ منہ

مین سے ہی تو اُسکا بھی قائم ہونا شرط ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی پھر جب اجازت ایسی صورت مین صحیح ہو کہ جسمین ثمن معین کرنے سے معین ہو سکتا ہی اور وہ ثمن قائم ہو تو ثمن بائع کو ملیگا اجازت دینے والے کو نہین ملیگا اور اجازت دینے والا بائع سے اپنے مال کی قیمت لیگا اگر مال قیمتی چیزون مین سے ہو یا اُس کا مثل لے گا اگر مثلی چیزون مین سے ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر ثمن بائع کے پاس اجازت سے پہلے یا بعد تلف ہو گیا تو امانت مین تلف ہوا اور اگر مبیع مشتری کے پاس تلف ہو ئی تو مالک کو اختیار ہو گا کہ دونون[1] مین سے جس شخص سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے مشتری سے ضمان لی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا اگر اُسکو ادا کر دیا ہے اور اگر اُسنے بائع سے ضمان لی پس اگر مبیع اُسکے پاس ضمانت مین تھی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر امانت مین تھی پس اگر اُسنے پہلے سپرد کر کے پھر بیع کی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر پہلے بیع کی پھر سپرد کی تو بیع نافذ نہو گی اور جو کچھ اُسنے ضمان مین دیا ہی وہ مشتری سے لیگا کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر مالک مر گیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہو گی اور مالک کی اجازت کے بعد مشتری اُس زیادتی کا بھی جو بیع کے بعد اجازت سے پہلے پیدا ہو ئی ہی مالک ہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے غیر شخص کیواسطے خریدی تو یہ بیع اسپر نافذ ہو گی لیکن یہ اگر مشتری لڑکا یا محجور[2] ہے تو بیع موقوف رہیگی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب درمیانی نے غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو پس اگر نسبت کر دی اور یون کہا کہ یہ غلام فلان شخص کے واسطے فروخت کر دے اور بائع نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص کے واسطے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور صحیح یہ ہی کہ بیع موقوف ہونیکے واسطے اسیقدر کافی ہے کہ ایجاب یا قبول کسی مین فلان شخص کی طرف نسبت ہو اور فروق کرابیسی مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص کیواسطے اتنے کو خریدا اور بائع کہتا ہی کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اصح روایت کے موافق عقد بیع باطل ہو جاویگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے درمیانی آدمی سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ فلان شخص کے واسطے بیچا اور درمیانی کہتا ہی کہ مین نے قبول کیا یا مین نے خریدا یا کہتا ہی کہ مین نے تجھ سے اس غلام کو فلان شخص کے واسطے خریدا اور بائع کہتا ہی کہ مین نے بیچا تو ایسا عقد مشتری کے ذمہ نافذ ہو گا اور موقوف نہ رہیگا اور دوسرے مقام پر لکھا ہی کہ اگر غلام کے مالک نے درمیانی سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اور درمیانی نے کہا کہ مین نے فلان شخص کیواسطے قبول کیا یا فلان شخص کیواسطے خریدا یا درمیانی نے پہلے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے یہ غلام فلان شخص کیواسطے خریدا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح یہ ہی کہ یہ عقد موقوف رہیگا اور درمیانی پر نافذ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے دوسرے شخص سے کہ جسکا غلام نہ تھا کہا کہ مین نے تیرا یہ غلام اپنے واسطے ایکہزار درم کو خریدا اور اُس غلام کا مالک

[1] بائع و مشتری ۱۲ [2] محجور جو تصرفات سے ممنوع ہو جیسے غلام محجور بالاتفاق و مثلاً آزاد سفیہ محجور از جانب قاضی صاحبین رح کے نزدیک فقط ۱۲ منہ

حاضر تھا اُسنے کہا کہ مین نے اجازت دی اور سپرد کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک کے کلام سے اُس وقت بیع ہو جاویگی کسی نے دوسرے کا غلام بدون اُسکی اجازت کے فروخت کیا اور اُس کے مالک نے کہا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اور تجکو اچھی توفیق ملی تو یہ اُسکا کلام بیع کی اجازت مین شمار ہوگا اور مشتری سے اُسکو واپس لے سکتا ہی اور اگر اُسکے مالک نے ثمن لے لیا تو یہ اجازت ہوگی اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ تو نے مجکو بیع کی مشقت سے بچایا یا اچھا کیا اللہ تجھے جزاے خیر دے تو یہ بھی بیع کی اجازت نہین ہی ولیکن امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا یہ کہنا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا استحساناً اجازت ہے کذا فی فتاویٰ قاضیخان اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ جبتک مین زندہ ہون اس بیع پر راضی ہون یا جبتک زندہ ہون مین نے اسکی اجازت دی تو یہ اجازت مین شمار ہی اور اگر کہا کہ مین اُسکو نگاہ رکھونگا جبتک زندہ ہون تو یہ اجازت نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین لکھا ہی کہ یہ کہنا کہ تو نے بڑا کام کیا اجازت مین شمار ہی بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ کسی نے دوسرے کا غلام بلا اُسکی اجازت کے فروخت کیا پھر اُسکو خبر پہونچی اور اُسنے بائع سے کہا کہ مین نے ثمن تجکو ہبہ کیا یا تجکو صدقہ مین دیا تو یہ اجازت مین شمار ہی بشرطیکہ مبیع موجود ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ مالک کو خبر پہونچی کہ کسی درمیانی نے اُسکی ملک فروخت کردی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہین ہی اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مالک کو بیع کی خبر پہونچی اور اُسکے ثمن کی مقدار جاننے سے پہلے اسنے اجازت دیدی پھر مقدار ثمن کی معلوم کی اور بیع کا واپس کرنا چاہا تو اُسکا اجازت دینا معتبر ہوگا نہ واپس کرنا اگر کسی درمیانی نے یا اُس شخص نے جسکے پاس ودیعت تھی ودیعت رکھنے والے کی بلا اجازت فروخت کی پھر مالک گواہ لایا کہ مبیع کے قائم ہونیکی حالت مین اُسنے[سلہ] بیع کی اجازت دی تھی تو مشتری سے ثمن وصول کرنے پر قادر ہوگا لیکن اگر درمیانی کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا وکیل ہوکر آوے تو لے سکتا ہے کسی نے دوسرے کا غلام فروخت کیا اور وہ مر گیا پھر مالک نے دعویٰ کیا کہ مین نے اُسکو بیع کرنیکا حکم کیا تھا تو اُسکی تصدیق کی جاوے گی اور اگر مالک نے کہا کہ مجکو بیع کی خبر پہونچی اور مین نے اس کی اجازت دی تو اُسکی تصدیق نہ کیجاوے گی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی کسی نے دوسرے کا غلام سو درم کو اُسکی بلا اجازت فروخت کیا پھر مشتری اُس غلام کے مالک کے پاس آیا اور خبر دی کہ فلان شخص نے تیرا غلام لینے کو بیچ ڈالا پھر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درم کو بیچا ہی تو مین نے اجازت دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر فلان شخص نے سو یا زیادہ درم کو بیچا تو بیع جائز ہوگی اور اگر سو سے کم بیچا تو جائز نہوگی اور ایسے ہی اگر سو دینار کو بیچا تو بھی جائز نہوگی اور اجازت اُسکی اُسی قسم کے نقد پر رہیگی جو اُسنے اجازت مین بیان کیا ہی اور اسی طرح اگر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا تو بیع جائز ہی[سلہ] تو اُسکی بھی یہی صورتین ہین جو بیان ہوئین اور اگر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درم کو بیچے گا تو مین اُسکی اجازت دونگا تو بیع جائز نہوگی اور

سلہ یعنے مین نے ۱۲ سلہ یعنے مین نے اجازت دی ۱۲

یہ اجازت نہین ہی بلکہ وعدہ ہی پس اگر اُسنے اسکے بعد بیع کیا تو اسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ اجازت نہ دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا کپڑا بلا اسکی بلا اجازت فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو رنگا پھر کپڑے کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہی اور اگر اُسکو قطع کر لیا اور سلا لیا تو اجازت سے بھی بیع جائز نہوگی کیونکہ مبیع تلف ہوگئی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر درمیانی نے کوئی چیز دوسرے شخص کے واسطے خریدی اور دوسرے کی طرف اُسکی نسبت نہ کی یہان تک کہ خرید اُسی درمیانی کے واسطے ہوگئی پھر مشتری اور جس شخص کے واسطے خریدی ہی دونون نے گمان کیا کہ خریدی ہوئی چیز اُسی کیواسطے ہی جسکے لیے خریدی ہی پھر مشتری نے قبضہ کے بعد اُسی ثمن کے عوض کہ جتنے کو خریدی ہی اُس شخص کے سپرد کر دی اور جس شخص کے واسطے خریدی تھی اُسنے قبول کر لی پھر مشتری نے چاہا کہ بدون اُسکی رضامندی کے اُس سے واپس کر لے تو اُسکو ایسا اختیار نہین پہونچتا ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اسطرح کہ اُس شخص نے کہا کہ مین نے تجکو خریدنے کا حکم دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے بدون تیرے حکم کے اسکو تیرے واسطے خرید کیا ہی تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا کیونکہ مشتری نے جب یہ کہا کہ مین نے اُسکو تیرے واسطے خریدا ہی تو یہ اُسکی جانب سے اُس شخص کا حکم دہی کا اقرار کرتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایکہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکو بائع کے ہاتھ سو دینار کو بیچڈالا پس اگر بائع نے اُس پر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے فسخ کرنے مین شمار ہوگا اور جبتک قبضہ نہین کیا تبتک بیع فاسد فسخ نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا غلام بدون اُسکے مالک کی اجازت کے ایکہزار درم کو بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول کر لیا پھر اُسکو دوسرے شخص نے تیسرے شخص کے ہاتھ بدون اُسکے مالک کی اجازت کے ایکہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری ثالث نے اُسکو قبول کر لیا تو دونون عقد موقوف رہینگے اور جب اُسکے مالک کو خبر پہونچی اور اُسنے دونون عقد کی اجازت دی تو دونون عقد آدھے آدھے ہو جاوینگے اور ہر ایک کو دونون مشتریون مین سے خیار حاصل ہوگا یہ کذا فی المحیط۔ اور ایسے ہی اگر درمیانی ایک ہو کہ اُسنے دونون کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہی اور کرخی رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ درمیانی کا اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے دونون کے ہاتھ ایک ساتھ فروخت کیا کیونکہ اگر دونون عقد آگے پیچھے واقع ہوئے تو دوسرا عقد پہلے کا فسخ کرنے والا ہوگا اور بعض نے مشائخ حنفیہ مین سے دوسرے عقد کو پہلے عقد کیواسطے فسخ کرنیوالا نہین جانا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے کسی غیر کا کپڑا بلا اُسکی اجازت کے اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچڈالا حالانکہ یہ لڑکا چھوٹا ہی جسکو اجازت ہی یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ فروخت کیا جسکو اُسنے اجازت خرید و فروخت کی دیدی ہی خواہ اُس غلام پر قرض ہی یا نہین ہی پھر اُس بائع نے کپڑے کے مالک کو آگاہ کیا کہ مین نے تیرا کپڑا بیچڈالا اور یہ نہ بتلایا کہ کسکے ہاتھ بیچا ہی تو یہ بیع ناجائز ہوگی مگر ایک صورت کہ جسمین اپنے غلام قرضدار کے ہاتھ بیچا ہو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور بیع کا استحقاق نکاح اور اجارہ اور رہن سے زائد ہی یعنی بیع اُنپر مقدم رکھی جاویگی یہانتک کہ اگر کسی

درمیانی نے کسی شخص کی باندی فروخت کی اور دوسرے درمیانی نے اُسکا کسی دوسرے سے نکاح کر دیا یا اجرت پر دیا یا رہن کیا پھر مالک نے دونون[1] کی ایک ساتھ اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور اسکے سوائے جو عقد ہو وہ باطل ہوگا اور آزاد کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اپنے سوائے[2] دوسرے عقود پر مقدم ہی اور ہبہ اور اجارہ رہن پر مقدم[3] ہی اور عقد ہبہ اجارہ پر مقدم ہی اور دار کے حق مین بیع ہبہ پر مقدم ہی اور غلام کے حق مین دونون برابر ہین یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرا غلام اپنے سے اور فلان شخص سے کل کے دن ایک ہزار درم کو خریدا تھا پس اُسکے مالک نے کہا کہ مین راضی ہون تو کچھ بیع جائز نہوگی اور اگر کہا کہ مین نے تیرا یہ غلام کل کے دن خرید آدھا اپنے سے پانسو درم کو اور آدھا فلان شخص سے پانسو درم کو پس اگر مالک کہے کہ مین نے اجازت دی تو اُس آدھے کی بیع جسکو فلان شخص سے خریدا ہی جائز ہوگی کذا فی المحیط - اور اجازت مالک سے پہلے مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہی اور ایسا ہی درمیانی کو قبل اجازت مالک کے اختیار ہی یہ ذخیرہ کردری مین لکھا ہی اور بیع موقوف مین سے ایک اُس مجبور لڑکے کی بیع ہی کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہی کہ اُسکا خرید فروخت کرنا اُسکے باپ یا وصی یا دادا یا قاضی کی اجازت پر موقوف رہیگا اور ایسے ہی بیوقوف اور اُس مجبور لڑکے کی بیع و شری کہ جو بالغ ہوکر بیوقوف رہا وصی اور قاضی کی اجازت پر موقوف ہی اور مجبور غلام نے اگر مالک کے مال مین سے یا جو اُسکو ہبہ کیا گیا ہی کوئی چیز فروخت کی یا کچھ خریدی تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام قرضدار کو جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دی تھی بدون قرضخواہونکی اجازت کے فروخت کیا تو قرضخواہون کی اجازت پر موقوف رہیگا اور اگر مالک نے ایسے غلام کو جسکے لیے تجارت کی اجازت دیگئی ہی بدون قرضخواہون کی اجازت کے فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہوگیا پھر قرضخواہون نے بیع کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی اور یہ ثمن قرضخواہونکا مال تلف ہوگا اور اگر بعضون نے بیع کی اجازت دی اور بعضون نے غلام اور مشتری کی موجودگی مین بیع توڑدی تو اجازت صحیح نہین ہی اور بیع باطل ہوجاویگی اور منجملہ بیع موقوف کے یہ ہی کہ اگر مریض نے اپنے مرض الموت مین کسی اپنے وارث کے ہاتھ اپنے مالون مین سے کوئی معین مال فروخت کیا تو بیع موقوف ہی پھر اگر وہ مرض سے اچھا ہوگیا تو بیع جائز ہوگئی اور اگر اس مرض مین مرگیا اور وارثون نے اجازت دی تو بیع باطل ہوجاویگی اور از انجملہ مرتد کی بیع ہو اگر اُسنے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی تو موقوف رہیگی پس اگر وہ اپنے مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا تو اُسکا تصرف باطل ہوگیا اور اگر مسلمان ہوگیا تو اُسکی بیع نافذ ہوجاویگی اگر کسی نے اپنی زمین کسی کاشتکار کو ایک مدت معلومہ کیواسطے اس شرط پر دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے اُسکو بویا یا نہین بویا پھر زمین کے مالک نے اُسکو فروخت کیا تو یہ بیع

[1] یعنے دونون عقد کی کہ ایک بیع ہی اور دوسرا نکاح یا اجارہ ہی ۱۲ [2] یہ قید توضیح کے واسطے ہی کیونکہ کوئی شی اپنی ذات پر مقدم نہین ہوسکتی ہی یہ بدیہی بات ہی ۱۲ منہ [3] قولہ مقدم یعنے مثلاً رہن و اجارہ کی اجازت معاً ہو تو رہن باطل ہوگا اور اجارہ جائز ہوگا اور اگر اجارہ و ہبہ کا معارضہ ہو تو ہبہ مقدم ہوگا ۱۲

کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ فتاویٰ[۵۱] قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اُسکو کسی دوسرے کے ہاتھ دس درم کی زیادتی پر فروخت کیا پھر مشتری نے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت سے یہ بیع جائز نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی- ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی کہ ایک شخص نے دوسرے شریک کی بلا اجازت اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اسکو آزاد کردیا پھر دوسرے شریک نے بیع کی اجازت دی تو اُسکے حصہ کی بیع جائز نہین ہوگی یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہی- نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ اگر دو شریکون مین سے ایک نے آدھا دار مشترک غیر منقسم فروخت کیا تو یہ اُسکے حصہ کی بیع ہوگی اور اگر ایک میانی شخص نے دو شخصون کی شرکت کا آدھا دار فروخت کیا تو یہ بیع دونون کے حصون سے متعلق ہوگی پس اگر ایک نے دونون مین سے اجازت دیدی تو اُسکے نصف حصہ سے متعلق ہوگی اور یہ قول امام ابی یوسف رح کا ہی اور امام محمد رح اور زفر رح نے فرمایا ہی کہ چوتھائی دار کی بیع جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی- ایک ڈھیری اناج کی دو شخصون مین مشترک تھی ایک نے اُسمین سے ایک قفیز فروخت کرکے مشتری کو ناپ دیا پھر شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دی یا نہ دی ہر طرح بیع جائز ہوگی اور تمام ثمن بائع کا ہوگا اور اگر ایک نے ایک قفیز فروخت کیا پھر شریک نے اجازت دی پھر اُسنے مشتری کو ناپ دیا پھر باقی ضائع ہوگیا تو شریک کا بائع پر آدھا قفیز چاہیے ہی اور مشتری سے لینے کی اُسکو کوئی راہ نہین ہی اور اگر شریک نے بیع کی اجازت نہ دی تھی اور باقی اناج ضائع ہوا تو وہ شریک مشتری سے آدھا قفیز لے لیگا[۵۲] اور اگر ایک شریک نے ایک قفیز مشترک ڈھیری مین سے جدا کرکے اُسکو فروخت کیا اور دوسرے شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دی تو ثمن دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر شریک نے اجازت نہ دی اور مشتری سے آدھا قفیز لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع سے پورا[۵۳] قفیز لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی و لیکن اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے آدھا ثمن واپس کرلے ورنہ بیع ترک کردے یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہی- ایک گانون دو شخصونمین مشترک تھا کہ ایک نے اُسمین سے چند گھر اور دو باغین قراح[۵۴] فروخت کیے تو نصف مین جائز ہی اور اگر آدھا قراح فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اسیطرح اگر ایک حجرہ اُسمین سے فروخت کیا تو بھی جائز نہین ہی اور ایسے ہی دونون کی مشترک زمین کا راستہ بیچنا جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ دوسرا راضی ہو اور اگر دار مین سے ایک بیت بیچا پھر باقی دار فروخت کیا تو آدھے مین جائز ہی اور اگر آدھی عمارت بدون اُسکی زمین کے فروخت کی تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر گیہون یا کوئی وزنی[۵۵] چیز دو شخصونمین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک یا اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر یہ شرکت اس سبب سے ہوئی کہ دونون نے اپنے اختیار سے ملا دیا تھا یا بلا اختیار ملجانیکے سبب سے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ

---

۵۱ اسواسطے کہ یہ اجارہ ہی ۱۲ ۵۲ کیونکہ بیع پوری نہین ہوئی ۱۲ ۵۳ یعنے یہ قفیز نصف باقی سے پورا کرا لے ۱۲ منہ ۵۴ قراح کمائی ہوئی زمین جو کھیتی و باغ لگانے کے قابل ہو یا کھیت ہو ۱۲ منہ
۵۵ یعنی جو چیز وزن سے بکنے کی ہے ۱۲

بیچنا جائز ہی اور اجنبی کے ہاتھ جائز نہین مگر جبکہ اُسکا شریک اجازت دیوے اور اگر یہ شرکت بسبب میراث یا خرید یا ہبہ کے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اجنبی کے ہاتھ بھی اپنے شریک کی اجازت کے بعد بیچنا جائز ہی اور اپنے شریک کے حصہ مین تصرف کرنے کا مالک نہوگا یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی نوازل مین مذکور ہی کہ ایک شریک نے بدون اپنے شریک کی اجازت کے باغ مین سے اپنا حصہ سوائے زمین کے فروخت کیا پس اگر وہ درخت کاٹنے کی میعاد پر پہونچ گئے تھے تو بیع جائز ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اور واقعات مین لکھا ہی کہ ایک خرما کا درخت کہ جسپر خرمے پھلے ہوئے تھے دو شخصون مین مشترک تھا یا ایک زمین کہ جس مین کھیتی تھی دو شخصون مین مشترک تھی پس اسکی بیع کا مسئلہ کتاب مین مذکور نہین ہی اور چاہیے کہ جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا حصہ اس گھر مین سے اتنے کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری اُسکا حصہ جانتا ہی اور بائع نہین جانتا تو یہ بیع جائز ہے بشرطیکہ بائع نے یہ اقرار کر لیا ہو کہ اسکا حصہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مشتری کہتا ہے اور اگر مشتری نہین جانتا ہے تو امام محمد رح اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ بیع جائز نہین ہی خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ جائز ہے خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اگر کپڑے یا بکریان یا اُسکے مانند جو چیزین کہ منقسم ہوتی ہین دو شخصون مین مشترک تھین کہ ایک نے اپنا حصہ مثلاً ایک بکری یا کپڑے مین فروخت کیا تو یہ جائز ہی اور شریک اُسکو امام محمد رح کی روایت پر باطل نہین کر سکتا ہی اور حسن بن زیاد رح نے روایت کی کہ بیع جائز نہین مگر جبکہ اُسکا شریک اجازت دیوے اور اسی کو طحاوی نے لیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک زمین اور کنوان دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ کنوئین مین سے مع اُسکے راستہ کے کہ جو زمین مین ہوکر تھا فروخت کر دیا تو کنوئین کی بیع جائز اور راستہ کی جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور راستہ کی بیع اُسکے شریک کی اجازت پر موقوف ہوگی پس اگر اُسنے اجازت دی تو سب کی بیع جائز ہو جاویگی اور اگر آدھا کنوان بدون راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر آدھی عمارت مع آدھی زمین کے فروخت کی تو جائز ہی خواہ اجنبی کے ہاتھ بیچی یا شریک کے ہاتھ اور اگر آدھی عمارت بدون آدھی زمین کے اجنبی یا شریک کے ہاتھ فروخت کی تو جائز نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ عمارت واجبی حق سے بنائی ہو اور اگر ناحق ہو تو آدھی عمارت کی بیع اجنبی یا شریک کے ہاتھ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک شخص کا غلام بیچا اور مشتری نے غلام پھیر دینا چاہا اور کہا کہ تو نے اُسکے مالک کی بلا اجازت فروخت کیا ہی اور بائع نے اُس سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اُسکے مالک کے حکم سے فروخت کیا ہی پھر مشتری نے غلام کے مالک کے اس اقرار پر کہ اُسنے بائع کو غلام کے بیچنے کی اجازت نہین دی تھی گواہ پیش کیے یا اس بات پر گواہ پیش کیے کہ بائع نے ایسا اقرار کیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور اگر بائع نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ غلام کے مالک نے اُسکو

بیع کی اجازت نہین دی تو بیع باطل ہوجاویگی بشرطیکہ مشتری اُسکا خواستگار ہوا اور اگر غلام کے مالک نے قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور غائب ہوگیا اور بائع نے فسخ کرانا چاہا تو قاضی بیع کو فسخ کردے گا پھر اگر مشتری نے درخواست کی کہ فسخ مین تاخیر کی جاوے تاکہ غلام کے مالک سے اُسکے حکم نہ دینے پر قسم لے تو تاخیر نہ کیجاویگی پس اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور اُسنے قسم کھالی تو غلام مشتری سے لے لیا جاویگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو بیع عود کرے گی اور اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور مشتری غائب تھا تو غلام کو نہین لے سکتا ہے اور بائع کو اختیار ہوگا کہ غلام کے مالک سے یہ قسم لے کہ واللہ مین نے تجکو اس غلام کے بیچنے کا حکم نہین کیا ہے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو اُسکا حکم دینا ثابت ہوگیا اور اگر قسم کھالی تو بائع ضمانت[1] دیگا اور اُسکی بیع نافذ ہوجاوے گی اور اگر غلام کا مالک اپنے حاضر ہونے سے پہلے مرگیا اور اُسکا وارث یہی بائع ہوا اور اُسنے اُسکے حکم دینے سے انکار کیا اور گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور اگر اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے غلام کے مالک کے مرجانے کے بعد اقرار کیا کہ اُسنے بیع کا حکم نہین کیا تھا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اُسکا وارث بائع اور بائع کے سوا دوسرا بھی ہوا پس اگر دوسرے نے اُسکے حکم دینے سے انکار کیا تو اسکا دعوی سنا جاویگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکو قسم دلاوے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ غلام کے مالک نے اُسکی بیع کرنے کا حکم اس بائع کو دیا ہے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو حکم دینا ثابت ہوا اور اگر قسم کھالی تو آدھا غلام لے لیا جاوے گا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا اور باقی آدھے مین اُسکو اختیار ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جب مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اُس حکم دینے والے کی ملک ہے اگر اُس نے انکار کیا تو اُس حکم دینے والیکا قول لغو ہوگا تاوقتیکہ اس بات کے گواہ نہ پیش کرے کہ وہ اُس غلام کا مالک ہے کذا فی الکافی۔

تیرھوان باب اِقالہ کے بیان مین۔ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اقالہ دونون عقد کرنیوالونکے حق مین فسخ اور ان دونونکے سوا دوسرونکے حق مین ازسرنو بیع ہوتا ہے مگر اُس صورتمین کہ اُسکا فسخ قرار دینا ممکن نہو مثلاً خریدی ہوئی باندی بچہ جنی تو عقد باطل ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کوئی باندی ایکہزار کو بیچی پھر ایک ہزار پر بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور اگر ڈیڑھ ہزار پر اقالہ کیا تو ایکہزار پر اقالہ صحیح ہوگا اور باقی پانچ سو کا ذکر لغو ہے اور اگر دونون نے پانچ سو پر اقالہ کیا پس اگر مبیع مشتری کے پاس اپنے حال پر باقی ہے اور اُسمین کچھ عیب نہین آیا ہے تو یہ اقالہ ایکہزار پر صحیح ہوجاویگا اور پانچسو کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس بائع پر واجب ہوگا کہ ایک ہزار مشتری کو واپس کرے اور اگر اُسمین کچھ عیب آگیا ہو تو پانچسو پر اقالہ صحیح ہے اور یہ کمی بمقابلہ نقصان کے ہوگی اور اگر اقالہ بعوض دوسری جنس کے ہو تو عامہ کتب مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ اقالہ پہلے ثمن پر صحیح ہوجاویگا اور دوسری جنس کا ذکر کرنا لغو ہوگا اور اگر مبیع مین زیادتی پیدا ہوگئی پھر دونون

---

[1] یعنے قیمت غلام کا ضامن ہوگا ۱۲

نے اقالہ کیا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ وہ زیادتی متصلہ[۵۱] ہو یا منفصلہ اور اگر یہ زیادتی قبضہ کے بعد ہو پس اگر منفصلہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ باطل ہوگا اور اگر متصلہ ہو تو صحیح ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ سے اقالہ کرے اور میں تجھکو ثمن میں ایک سال تک تاخیر دون گا یا کہا کہ مجھ سے اقالہ کرلے اور میں پچاس درم تجھکو چھوڑ دون گا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تاخیر اور کم کردینا صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے اور اسلیے ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ ایسے دو لفظون کے ساتھ کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل ہو صحیح ہو جاتا ہے مثلاً ایک نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کرلے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اقالہ کیا تو انکے نزدیک صحیح ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوتا مگر صرف[۵۲] دو ماضی کے لفظون کے ساتھ مانند بیع کے اور فتاویٰ مین امام محمدؒ کا قول مختار رکھا گیا ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بیچی پھر مشتری سے کہا کہ تو مجھ سے بیع کا اقالہ کرلے اور اُسنے کہا کہ مین نے تجھ سے اقالہ کیا تو ظاہر الروایت مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ اقالہ نہوگا تاوقتیکہ بائع اسکے بعد یہ نہ کہے کہ مین نے قبول کیا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے بیع چھوڑ دی اور بائع نے کہا کہ مین راضی ہوا یا مین نے اجازت دی تو یہ اقالہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ بائع نے کہا کہ بیع مجھکو پھیر دے اُسنے کہا کہ پھیر دی تو یہ اقالہ صحیح نہوگا تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ مین نے قبول کی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اگر بائع نے مشتری سے اقالہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ ثمن لا اور بائع نے قبول کیا تو یہ مثل بائع کے اس کہنے کے ہے کہ تو مجھ سے اقالہ کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ دلال بائع کے مطلق حکم[۵۳] سے بیع ڈالنے کے بعد ثمن لیکر بائع کے پاس آیا اور بائع نے کہا کہ مین اتنے کو نہین دونگا پھر دلال نے مشتری کو خبر دی اور اُسنے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا ہون تو بیع فسخ نہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور تعاطی سے اقالہ منعقد ہوتا ہے اگرچہ ایک کی طرف سے ہو اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ مشتری نے طعام پر قبضہ کرلیا اور بعض ثمن سپرد کیا پھر چند روز بعد کہا کہ ثمن گران ہے پس بائع نے وہ بعض ثمن کہ جسپر قبضہ کیا تھا واپس دیا پس اُس شخص کے مذہب پر کہ جو کہتا ہے کہ ایک جانب کی تعاطی سے بیع منعقد ہو جاتی ہے یہ اقالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ کوئی شخص ابریشم خرید کرکے گیا پھر بائع سے کہا کہ یہ میرے کام کا نہین ہے تو اسکو لے اور میرا ثمن واپس کردے بائع نے انکار کیا مشتری نے کہا کہ مین نے ثمن سے اسقدر تجھکو چھوڑا باقی مجھے پھیر دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ اقالہ ہوگا نہ ابتدائی بیع۔ بائع[۵۴] نے مشتری سے بیع کا فسخ کرنا طلب کیا اور اُسنے کہا کہ میرا ثمن دیدے پس بائع نے اُس کو ایک تبالہ لکھکر دیدیا اُسنے لیکر بیع واپس کردی تو یہ فسخ ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا بیچا

---

[۵۱] قولہ زیادتی متصلہ اقول لفظ زیادتی کا استعمال بر سبیل غلط العام ہے اور زیادتی متصلہ جیسے حسن وجمال وغیرہ اور منفصلہ جیسے بچہ وغیرہ ۱۲ منہ [۵۲] یعنی دونون صیغے ماضی ہونے چاہییے ہین جیسے بیع مین ہے ۱۲ [۵۳] قولہ مطلق حکم اس سے یہ مراد ہے کہ بائع نے دلال کو حکم دیا کہ اس کو فروخت کردے اور ثمن کی جنس ومقدار کچھ نہین بیان کی ہے ۱۲ م

[۵۴] یعنی بائع کو پورا ثمن واپس کرنا پڑے گا ۱۲

اور مشتری نے اُس سے کہا کہ مین نے اُس کپڑے کی بیع مین تیرے ہاتھ اقالہ کیا ہی تو اُسکی قمیص قطع کرانے اُسنے دونون کے جُدا ہونے سے پہلے ایسا ہی کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ اقالہ ہوجاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اقالہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہی کہ دونون اقالہ کرنے والے راضی ہون اور مجلس بھی متحد ہو اور بیع صرف کے اقالہ مین دونون بدل پر باہم قبضہ ہو اور مبیع تمام اسباب فسخ کے ساتھ محل فسخ ؎۱ ہو جیسے کہ خیار شرط یا رویت یا عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو اور اگر اُس مین ایسی زیادتی ہوجاوے کہ ان سببون کے ساتھ فسخ کرنا ممنوع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ صحیح نہوگا اور یہ شرط ہی کہ اقالہ کے وقت مبیع قائم ہو پس اگر اُس وقت تلف ہوچکی ہو تو اقالہ صحیح نہوگا دلیکن ثمن کا اُس وقت قائم ہونا شرط نہین ہی اگر کسی معین کو بعوض دین کے مثل درم و دینار کے خواہ یہ دونون معین کیے جاوین یا نہ کیے جاوین اور فلوس و کیلی اور وزنی اور عددی کہ جو وصف کرکے اپنے ذمہ رکھی گئی ہین ؎۲ فروخت کیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ معین مال مشتری کے پاس موجود ہی تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ ثمن موجود ہو یا تلف ہوگیا ہو اور اگر اُس معین مال کے تلف ہونے کے بعد اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر مال عین اقالہ کے وقت موجود ہو پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے تلف ہوجاوے تو اقالہ باطل ہوجاوے گا اور اسی طرح اگر مبیع دو غلام ہون اور بائع اور مشتری دونون ؎۳ نے قبضہ کرلیا پھر دونون غلام مرگئے پھر دونون نے اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر ایک اقالہ کے وقت مرگیا تھا اور دوسرا موجود تھا اور اقالہ صحیح ہوگیا پھر واپس کرنے سے پہلے دوسرا بھی مرگیا تو اقالہ باطل ہوجاویگا اور اگر دونون نے ایک معین مال کو دوسرے معین کے عوض باہم بیع کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر ایک کے پاس وہ مال تلف ہوگیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تلف ہونے والے کے خریدار کو اُسکا مثل دینا چاہیئے اگر وہ مثلی ہو یا اُسکی قیمت دوسرے کو دیکر اپنا مال معین واپس کرلے اور اسی طرح اگر دونون نے اقالہ کیا اور وہ دونون مال معین اُس وقت موجود تھے پھر اقالہ کے بعد واپس دینے سے پہلے ایک تلف ہوگیا تو اقالہ باطل نہ ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون واپس دینے سے پہلے تلف ہوئے تو اقالہ باطل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے انگور کا باغ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سپرد کیا اور مشتری نے ایک سال اُس کے پھل کھائے پھر دونون نے اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر زیادتی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تلف ہوجاوے یا اُسکو کوئی اجنبی تلف کردے تو بھی اقالہ صحیح نہین ہوتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر اناج کی بیع سلم مین ایک غلام دیا اور اناج پر قبضہ کیا پھر غلام مرگیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو صحیح ہی اور اسکو اس غلام کی قیمت دینی پڑیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام بعوض گداختہ چاندی یا ڈھلی ؎۴ ہوئی چاندی کی چیز کے خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کیا پھر غلام مشتری کے پاس مرگیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ چاندی بائع کے پاس موجود تھی تو اقالہ صحیح

؎۱ قولہ فسخ یعنے جن سببون سے عقد فسخ ہوسکتا ہے وہ یہان طاری ہوسکتے ہون ۱۲ ؎۲ تاکہ دین ہوجاوین ۱۲
؎۳ یعنے بائع نے ثمن پر اور مشتری نے مبیع پر ۱۲ منہ ؎۴ یعنی سکہ دار نہین ہی مثلاً چاندی کا خاصدان وغیرہ ہے ۱۲ منہ

ہوگا اور بائع کو وہ چاندی پھیر دینی چاہیئے اور مشتری سے غلام کی قیمت سونے کی قسم[۱] سے لے نہ چاندی کی قسم سے اگر وہ غلام اقالہ کے وقت موجود تھا پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے مرگیا تو بائع کو چاہیئے کہ وہ چاندی واپس کردے اور غلام کی قیمت مین خواہ سونا لے یا چاندی یہ بدائع مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے تر صابون خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ اُسکے پاس خشک ہوکر بسبب خشکی کے وزن مین گھٹ گیا پھر دونون نے بیع فسخ کرلی تو فسخ صحیح ہے اور مشتری کو اس نقصان کے سبب سے کچھ نہ دینا پڑے گا۔ کسی نے گوشت یا مچھلی یا اور کوئی ایسی چیز جو جلدی بگڑ جاتی ہے خریدی پھر مشتری ثمن لانے کو اپنے گھر گیا اور وہان اُسکو دیر ہوئی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جاوے گی تو استحساناً اُسکو جائز ہے کہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے اور دوسرے کو اُس سے خریدنا بھی جائز ہے پھر دیکھنا چاہیئے کہ اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن سے زائد ہو تو بائع پر واجب ہے کہ زیادتی صدقہ کردے اور اگر کم ہو تو یہ نقصان بائع کے مال مین ہوگا پہلے مشتری کے ذمہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک گدھا خرید کر قبضہ کیا پھر چار روز کے بعد اُسکو لایا اور بائع کو واپس دیا اور بائع نے صریحاً قبول نہ کیا اور بائع اُسکو چند روز اپنے کام مین لایا پھر ثمن واپس دینے سے اور اقالہ قبول کرنے سے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور مشتری نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو بائع کو اُس سے وطی کرنا حلال نہین ہے جبتک کہ ترک خصومت پر عزم نہ کرے کیونکہ مشتری کے انکار سے بیع فسخ نہین ہوتی ہے[۲] اور اسی طرح اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعوی کرتا ہے تو بائع کو اُس سے وطی کرنا حلال نہین ہے پھر اگر مشتری نے دعوی کرنا چھوڑا اور بائع نے سُن لیا کہ اُسنے جھگڑا چھوڑ دیا ہے تو اُسکو وطی کرنا حلال ہوگیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خرید کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے آدھا غلام کسی کے ہاتھ بیچا بعد ازان باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اسی طرح اگر اُسنے غلام فروخت نہ کیا ولیکن اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اسکے عوض کا مال اُسنے لے لیا پھر باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور ثمن دیدیا اور غلام پر قبضہ نہ کیا پھر بائع نے اُس سے ملاقات کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو غلام اور ثمن ہبہ کیا تو یہ کہنا بیع کا توڑنا ہے اور ثمن کا ہبہ کرنا صحیح نہین ہے یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہے۔ ایک قوم کشتی مین سوار تھی اور اس مین کے کسی شخص سے ان لوگون نے کشتی مین کچھ اسباب خریدا پھر کشتی کے ڈوب جانے کا خوف پیدا ہوا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشتی مین سے کچھ اسباب پھینکدینا چاہیئے تاکہ کشتی ہلکی ہوجاوے پس اسباب بیچنے والے نے کہا کہ جو شخص تم مین سے اُس اسباب کو جو مجھ سے خریدا گیا ہے پھینکے گا تو مین نے بیع کا اقالہ کیا پس اُنھون نے پھینکدیا تو استحساناً اقالہ صحیح ہوجاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا پھر دعوی کیا کہ مین نے اسکو ثمن ادا کرنے سے پہلے جتنے کو خریدا تھا اس سے کم پر بائع کے ہاتھ بیچڈالا ہے

[۱] یعنے مثلاً دینار ۱۲ [۲] پھر اگر بائع نے ترک خصومت پر عزم کرلیا تو اُسکو حلال ہے کہ باندی سے وطی کرے ۱۲ منہ

اور بائع نے دعوی کیا کہ اُسنے بیع کا اقالہ کر لیا ہی تو انکار اقالہ کے باب مین مشتری کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاوے گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بائع دعوی کرتا ہو کہ مین نے اسکو مشتری سے ثمن ادا ہونے سے پہلے جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خرید اہے اور مشتری اقالہ کا دعوی کرتا ہو تو دونون مین سے ہر ایک کو قسم دلائی جاوے گی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی جو شخص بیع کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہی وہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظم رح اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اقالہ کرنے کا مالک ہی اور وکیل خرید کی نسبت شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ وہ اقالہ کرنے کا مالک نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی موکل کا اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے ساتھ صحیح ہی اور وارث اور وصی کا اقالہ جائز ہی اور موصی لہ کا اقالہ جائز نہین ہی یہ فتنہ مین لکھا ہی اور کیلی چیزون مین بدون کیل کے اقالہ جائز ہی[ف۱] اور اقالہ کا شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہین ہے مثلا ایک کپڑا زید کے ہاتھ فروخت کیا اور کہا کہ تو نے اسکو سستا خریدا ہی اور اُسنے کہا کہ اگر کوئی زیادہ کا خریدار پاوے تو اُسکے ہاتھ بیچ ڈالنا پھر اُسنے پایا اور زیادہ کو بیچ ڈالا تو دوسری بیع منعقد نہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک فاسد شرطون سے اقالہ باطل نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ فسخ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ جسکا کسی شخص پر میعادی قرض ہی اگر قرضدار سے اس قرض کے عوض کوئی چیز خریدی اور قبضہ کر لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو قرض کی میعاد عود نہ کریگی اور اگر اسکو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے اس طرح واپس کیا جو ہر وجہ سے فسخ ہوا[ف۲] تو میعاد عود کرے گی اور اگر قرض کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون صورتون مین عود[ف۳] نہ کرے گی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی۔ ایک گائے بیچی اور اپنے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سستی کے ساتھ فروخت کی ہی پس مشتری نے کہا اگر سستی ہو تو اُسکو بیچ اور اپنے واسطے نفع اُٹھا اور مجھکو میری اُس گائے کا ثمن جو تو نے میرے ہاتھ بیچی ہی پہونچا دے پس بائع نے اسکو بیچا اور نفع اُٹھایا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ولیکن مشتری نے اُس سے کہا ہو کہ اپنے واسطے بیچ لے تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور نفع بائع کا ہوگا ورنہ بیع کے واسطے وکیل کرنا ہوگا اور نفع موکل یعنی مشتری کا ہوگا۔ ایک عورت نے ایک زمین جو اُسکے اور اُسکے بالغ بیٹے کے درمیان مشترک تھی فروخت کی اور بیٹے نے بیع کی اجازت دی پھر اُس عورت نے بیع کا اقالہ کیا اور بیٹے نے اقالہ کی اجازت دی پھر دوبارہ اُس عورت نے بیٹے کی بلا اجازت فروخت کی تو بیع جائز ہی اور اُسکی اجازت پر موقوف نہوگی کیونکہ اقالہ کی وجہ سے بیع عقد کرنے والے کی ملک مین آجاتی ہی موکل اور اجازت دینے والے کی ملک مین نہین جاتی ہی۔ تاک[ف۴] انگور بعوض سونے کے خریدا اور بجائے اُسکے گیہون دیدیے پھر دونون نے بیع فسخ کر لی تو اُس کو حکم دیا جاوے گا کہ گیہون طلب کرے اور اگر جید درہمون کے عوض کوئی چیز خریدی اور بجائے اُنکے زیوف دیدیے اور بائع نے اُنسے چشم پوشی کی پھر دونون نے اقالہ کر لیا تو ہو سکتا ہی کہ مشتری بائع سے جید درم واپس[ف۵] کرلے۔ ایسی کوئی چیز خریدی کہ

ف۱ یعنی کیل ہونا اقالہ کے واسطے ضروری نہین ہے ۱۲ منہ ف۲ یعنی گویہ بیع واقع نہین ہوئی ہے ۱۲ ف۳ عود نہ کرے گی بلکہ فی الحال واجب الادا ہوجاوے گا ۱۲ ف۴ باغ انگور چہار دیواری دار ۱۲ ف۵ یعنی مشتری کو ایسا اختیار ہے قفنا ۱۲

جس مین باربرداری اور مشقت ہی اور مشتری اُسکو دوسری جگہ لے گیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو واپسی کا صرف بائع کے ذمہ ہوگا کسی نے ایک گائے خریدی اور اسپر قبضہ کیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور گائے ہنوز مشتری کے پاس تھی کہ وہ اُسکا دودھ دُہتا تھا اور رکھتا جاتا تھا تو بائع کو اختیار ہی کہ اس سے دودھ کی مثل[51] طلب کرے اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہوجاویگا اور مشتری سے دودھ کی ضمان ساقط نہوگی بسبب اسکے کہ اقالہ موجود کے حق مین ظاہر ہوا نہ معدوم کے حق مین یہ قنیہ مین لکھا ہی- اگر کوئی زمین مع اُسکی کھیتی کے خریدی اور مشتری نے اُس کھیتی کو کاٹ لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو زمین کا اقالہ اُسکے حصہ ثمن کے عوض صحیح ہی بخلاف اس صورت کے کہ اگر کھیتی پک جانے کے بعد اقالہ کیا تو جائز نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- کسی نے کوئی چیز خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر ثمن کے درم کاسد[52] ہوگئے پھر دونون نے اقالہ کیا تو بائع انھین کاسد درہمون کو واپس کریگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر کوئی ایسی زمین خریدی جسمین درخت تھے کہ اُنکو مشتری نے کاٹ لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ پورے ثمن پر صحیح ہی اور بائع کو درختون کی قیمت سے کچھ نہ ملیگا اور درخت مشتری کو دیدیے جاوینگے اور یہ حکم اُسوقت مین ہی کہ بائع درختون کے کٹ جانے سے آگاہ ہوا اور اگر اقالہ کے وقت آگاہ نہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے[53] ورنہ ترک کردے یہ قنیہ مین لکھا ہی- اقالہ کا اقالہ کرنا جائز ہی ولیکن بیع سلم کے اقالہ کا اقالہ ایسا نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- اور اگر اقالہ کے بعد مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی اور اگر بائع نے بیع کا اقالہ کیا پھر اُس بائع نے اپنے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو جائز ہی اور اسی طرح اگر اپنے بائع کے ہاتھ بیع کیا تو بھی جائز ہی کذا فی محیط السرخسی-

چودھوان باب بیع مرابحہ اور تولیہ اور وضیعہ کے بیان مین - بیع مرابحہ وہ ہی کہ مثل پہلے ثمن[54] پر کچھ نفع زیادہ لیکر فروخت کرے اور تولیہ وہ بیع ہی کہ مثل پہلے ثمن پر بدون زیادتی کے فروخت کرے اور وضیعہ وہ بیع ہی کہ مثل پہلے ثمن سے کسی قدر نقصان معلوم کے ساتھ فروخت کرے اور یہ سب جائز ہین یہ محیط مین لکھا ہے- اگر کوئی چیز مرابحہ بیچی پس اگر ثمن مثلی ہو جیسے کیلی اور وزنی چیز تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ نفع معلوم ہو خواہ وہ نفع ثمن اول کی جنس سے ہو یا نہو اور اگر ثمن مثلی نہو جیسے اسباب پس اگر وہ شے مرابحۃً ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اُس اسباب کا مالک نہین ہی تو بیع جائز نہوگی اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اُس اسباب کا مالک ہی پس اگر بعوض اس اسباب کے جو اُسکے ہاتھ مین ہی اور دس کے نفع پر بیچے تو جائز ہی اور اگر دہ یازدہ[55] کے نفع پر بیچے تو جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ ثمن اُسی مجلس مین یعنی مین[12] معلوم ہوجاوے تو جائز ہی اور اُس کو خیار حاصل ہوگا پس اگر اُس نے بیع اختیار کر لی تو استحسانا اُسکے ذمہ گیارہ لازم ہونگے اور اسی طرح اگر وہ شے

[51] قولہ اسواسطے کہ دودھ مثلی چیزون مین سے ہی ۱۲ [52] کاسد ہوگئے اے چلن جاتا رہا ۱۲ منہ [53] قولہ یعنی اقالہ قبول کرے ۱۲ [54] قولہ مثل پہلے ثمن آول یعنی پہلے ثمن کے مثل ثمن پر اور مثل اسواسطے کہا کہ بعینہ پہلا ثمن ہونا ضرور نہین ہی ۱۲ منہ [55] قولہ یعنے دس کے گیارہ یعنی فی دہائی ایک کا نفع ۱۲ منہ

بتولیہ بیچی اور مشتری نہین جانتا کہ کتنے مین اُسکو پڑے گی تو جائز نہین ہے مگر اُس صورت مین کہ ثمن اُسی مجلس مین معلوم ہو جاوے تو جائز ہے اور اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اُسکے عوض ایک دینار اور کپڑا دیا تو راس المال دس ہوگا یہانتک کہ اگر اُسکو مرابحۃً فروخت کیا تو دوسرے مشتری کو دس درم دینے پڑینگے اور اگر ایک کپڑا بعوض دس درم کے جو اس شہر کے نقد کے برخلاف مین خریدا اور اُسکو ایک درم نفع سے بیچا تو دس درم ویسے ہی لین گے جیسے اُسنے ادا کیے ہین اور ایکدرم اُس شہر کے نقد مین سے ملے گا اور اگر نفع کو راس المال کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ مین تیرے ہاتھ وہ یازدہ کے نفع سے بیچتا ہون تو نفع ثمن کی جنس سے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بجاے جید درمون کے زیوف ادا کیے اور بائع نے اس سے چشم پوشی کی تو اُسکو یہ جائز ہے کہ جید کے حساب سے نفع لیکر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر اُسنے ثمن کے عوض کوئی اسباب دیا یا رہن دیا[1] اور وہ تلف ہو[2] گیا تو[3] درمون پر نفع لے کر مرابحۃً فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ کوئی اسباب مرابحۃً فروخت کیا اور اُسکو خبر دی کہ میرا راس المال دس دینار ہین پھر مشتری نے اُسکو ثمن ادا کرنا چاہا تو اُسنے کہا کہ مین نے اُسکو شامی دیناروں کے عوض خریدا ہے حالانکہ یہ بیع[4] بغداد مین واقع ہوئی ہے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اُسکو سوائے نقد بغداد کے دوسرا[5] نہ ملے گا اور اگر وہ اس بات پر گواہ لایا کہ مین نے اسکو شامی دیناروں سے خریدا ہے تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور مشتری کو خیار[6] حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے مبیع کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہے اور اسی طرح اگر اُسنے فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب یا خیار یا اقالہ کے اُسکو واپس مل گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے و لیکن اگر وہ بیع تمام ہو جاوے پھر بسبب میراث یا ہبہ کے اُسکے پاس واپس آ دے تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہے اور اگر مبیع سب ایسی ہو جو ناپی یا تولی یا گنی جاتی ہے بشرطیکہ اعداد مین تفاوت[7] نہو تو مشتری کو اُس مین سے تھوڑی بیچنا جائز ہے اور اگر وہ مبیع پوری مختلف ہو یا اعداد مین تفاوت ہو کہ بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہو پس اگر مرابحۃً بعض کو غیر منقسم فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر معین کر کے فروخت کیا پس اگر ثمن اکٹھا ہو تو جائز نہین اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا گیا تو امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اس ثمن پر جو بیان ہوا ہے نفع لیکر مرابحۃً بیچ سکتا ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اگر ایک جنس کے دو کپڑون کی بیع سلم مین دس درم دیے اور اُن دونون کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی[8] اور وقت کے آنے[9] پر اُن دونون پر قبضہ کر لیا پھر ان دونون کو پانچ پر نفع سے بیچنا چاہا تو تاوقتیکہ بیان نہ کر دے مکروہ ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکا آدھا جل گیا تو یہ جائز

[1] جو کہ ثمن کے برابر تھا ۱۲ [2] یہانتک کہ مشتری کے ذمہ سے بائع کا قرضہ ساقط ہوگیا ۱۲ [3] یعنی ثمن پر درم ہون یا دینار ہون ۱۲
[4] یعنی بیع مرابحہ ۱۲ [5] خواہ شامی ہو یا کوئی اور ہو ۱۲ [6] چاہے خریدے یا ترک کرے ۱۲ [7] یعنی قریب قریب برابر ہون ۱۲
[8] پس ہر ایک بظاہر پانچ درم تک ہوتا ہے اگرچہ تصریح نہین ہے ۱۲ منہ [9] یعنی جو مدت بیع سلم کے آنے کی ٹھہری ہے ۱۲

نہین کہ باقی آدھے کو آدھے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اگرچہ باقی کپڑا باعتبار گزون کے آدھا ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔
غلام کے غصب کرنے والے پر اگر وہ قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے دیا جاوے کہ جو بھاگنے کے وقت غلام کی قیمت تھی پھر وہ بھاگنے سے لوٹ آوے تو غاصب کو جائز ہی کہ مرابحۃً اس قیمت پر فروخت کرے جو اُسنے تاوان دی ہے مگر وہ کہے گا کہ یہ غلام مجھکو اتنے مین پڑا ہی ایسے ہی اگر ایک غلام شراب کے عوض خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ بھاگ گیا اور قاضی نے اُسپر حکم کیا کہ بائع کو قیمت ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا کچھ عوض لینے کی شرط پر ہبہ کیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مال صلح[1] کے مانند اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی لیکن امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر عوض مثل ہبہ کی قیمت کے ہی تو کچھ مضائقہ نہین کہ دیون کہے کہ مجھے یہ مال اتنے مین پڑا ہی اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین نے اسکو خریدا ہی کسی کو ایک غلام میراث مین ملا اور اُسنے اسکو ایک ہزار درم کو بیچا پھر دونون نے باہم قبضہ کر لینے کے بعد یا پہلے بیع کا اقالہ کر لیا اور اُسکو مرابحۃً بیچنا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر ایک مختوم گیہون دو مختوم جو کے عوض جو غیر معین تھے فروخت کیے اور دونون نے قبضہ کر لیا تو گیہون کو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیزون کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اور اگر گیہون کی ایک قفیز کو دو قفیز جو کے عوض جو غیر معین ہین خریدا پھر گیہون کو چوتھائی گیہون کے نفع سے فروخت کیا تو جائز نہین ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ایک چاندی کا کنگن خریدا پھر اُسکو ایک درم کے نفع سے بیچا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو کپڑون کو خریدا اور ہر ایک کا ثمن بیان نہ کیا تو ایک کو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسکا ثمن بہت گران دیا پھر اُسی ثمن پر اُسکو مرابحۃً فروخت کیا تو جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ایسی زیادتی اُسنے کردی ہی کہ جتنا لوگ[2] نہین اٹھاتے ہین تو مین اچھا نہین سمجھتا ہون کہ اُسکو مرابحۃً فروخت کرے تاوقتیکہ بیان نہ کردے کہ مین نے ثمن گران دیا ہی۔ اگر دو شخصون نے کیلی یا وزنی چیز یا ایسی گنتی کی چیز جو باہم قریب قریب ہین خریدی اور اُسکو تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور اگر کپڑا یا اُسکے مانند کوئی چیز ہو اور اُسکو دونون نے تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر درمون کے عوض دینار خریدے اور دینارون کو مرابحۃً بیچنا چاہا تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے کوئی اسباب خریدا اور اُسکے ثمن سے زیادہ اُسپر رقم ڈال دی اور اُسکو اس رقم پر مرابحۃً بیچا تو جائز ہے مگر یہ نہ کہے کہ مجھکو اتنے مین پڑا ہی اور ایسے ہی اگر کسی چیز کو میراث مین پایا یا اُسکو ہبہ مین ملی اور اُسپر رقم ڈال کر مرابحۃً

[1] کیونکہ ہبہ بشرط عوض مثل بیع کے ہی حتی کہ حق شفعہ ثابت ہوتا ہے ۱۲ منہ [2] قال المترجم اس کلام سے یہ مراد ہی کہ اتنے دام کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہین کرتا ہے اور یہی مراد ہر جگہ ہے جیسا کہ مترجم نے مقدمہ مین تنبیہ کردی ہے ۱۲

بیچا تو بھی جائز ہی اور یہ سب اُس وقت مین جائز ہوگا کہ بائع اپنے نزدیک یہ جانتا ہو کہ مشتری جانتا ہے کہ رقم
سوائے ثمن کے ہوتا ہی اور اگر یہ جانتا ہی کہ مشتری کے علم مین ثمن اور رقم برابر ہین تو ایسا کرنا خیانت ہوگا پس
مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور اگر آدھا غلام سو درم کو خریدا پھر باقی آدھا دو سو درم کو خریدا
تو اُسکو اختیار ہی کہ جس آدھے کو چاہے اُسکے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اور اگر چاہے تو سب کو تین سو درم پر
مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہی- اور راس المال مین دھولائی اور رنگائی اور نقش کرائی کی
مزدوری اور بٹنے کی مزدوری اور بکریان ہانکنے کی مزدوری اور حمالی ملانا جائز ہی اور اصل یہ ہے کہ تاجرون کا
عرف بیع مرابحہ مین معتبر ہی پس جن چیزون کا راس المال مین ملانا انکے عرف مین ہوگا وہ ملائی جاوینگی ورنہ نہین
ملائی جاوینگی یہ کافی مین لکھا ہی- اور جو کچھ اُس شخص نے سفر مین اپنی ذات پر خرچ کیا ہی کھانے اور کرایہ وغیرہ سے
وہ اُس مین نہ ملاوے کیونکہ اُس مین عرف کا نہونا ظاہر ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی- اور چرواہے کی اُجرت اور غلام کو
کوئی ہنر سکھلانے یا قرآن پڑھانے یا علم پڑھانے یا شاعری سکھانے کی اُجرت یا مال کے حفاظت سے رکھنے کے
مکان کا کرایہ رأس المال مین نہ ملاوے اور اسی طرح غلامون کے محافظ یا اناج کے محافظ کی اُجرت بھی نہ ملاویگا اور
ایسے ہی طبیب کی اُجرت اور رائض اور بیطار کی اُجرت اور آبق[1] کی مزدوری اور خادمون کی اُجرت اور جرم کا جرمانہ
اور جو اُس سے راہ مین ظلم سے لیا گیا (چابک سوار ۱۲) راس المال مین نہ ملاوے مگر اُس صورت مین کہ اُنکے ملانے کی عادت جاری ہو
یہ نہر الفائق مین ہے اور پچھنے لگانے والے کی اُجرت نہ ملاوے اور اناج کے ثمن مین پیمانہ کرنے والون کی اُجرت
نہ بڑھاوے یہ حاوی مین لکھا ہی- اور ظاہر الروایت مین دلال کی اُجرت بڑھاویگا اور چوپایون کی بیع مین جھولون یا
اُسکے مانند چیزون کا ثمن نہ ملاوے اور غلام کی بیع مین کھانے اور کپڑے کا خرچ ملاوے مگر وہ نہ ملاوے جو اسراف
اور زیادتی ہو اور چوپایون کے چارہ کے دام ملاوے لیکن اگر کوئی چیز اُسے مثل دودھ یا صوف یا روغن کے
پیدا ہو کر اسکو ملگئی ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے ساقط کرے اور جو زیادہ ہو اُسکو ملاوے بخلاف اس صورت کے
کہ اگر اُسنے چوپایہ یا غلام یا گھر کو اُجرت پر دیا اور اُسکی اُجرت لیلی تو باوجود اُسکے جو کچھ اُسنے اُن چیزون پر خرچ کیا ہی
وہ رأس المال مین ملا کر مرابحہ فروخت کریگا کیونکہ اُجرت اُن کی ذات سے نہین پیدا ہوئی ہے ایسے ہی مرغی
کے انڈون کو حساب کرے گا اور جو اس سے زیادہ خرچ کیا ہوگا اسکو ملاوے گا اور گچ کرانے اور کہگل لگانے
اور کنوان کھدوانے کی اُجرت جبتک یہ چیزین گھر کے اندر باقی ہون رأس المال مین ملاوے گا پس اگر یہ
چیزین زائل ہو جاوین تو نہین ملاوے گا اور ایسے ہی کھیتی اور انگور کو سینچنے کی اُجرت اور اُسکے پیراستہ
کرانے کی اُجرت بھی ملاوے گا اور اگر کپڑا اپنے آپ دھویا یا خود کہگل لگائی یا ایسے ہی اعمال خود کیے
تو کچھ نہ ملاوے گا یا اگر ایسے کام کسی نے احسان کے طور پر یا عاریتاً کر دیے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین
لکھا ہے- نہر کھدوانے اور کاریز بنانے اور پانی کا باندھ بنانے اور جوتنے اور درخت لگانے مین جو خرچ ہو وہ ۱۰/۱

[1] یعنے جو شخص بھگوڑے غلام کو پکڑ کر لایا ہے جو اُسکو محنتانہ دیا ہے ۱۲ م

ان چیزون کے باقی رہنے تک ملاویگا اور ایسے ہی پھل جھاڑنے والے اور میوہ چننے والے کی اُجرت بھی ملا دے اور اُنکی حفاظت کرنے والے کی اُجرت نہ ملاوے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری خریدی اور اُس کے ذبح کرنے اور کھال کھینچنے اور نمک دینے کے واسطے کوئی مزدور کیا تو ان سب کی اُجرت راس المال مین ملاویگا اور ایسے ہی اگر تانبا خریدا اور اُسکے برتن بنانے والے کو اُجرت پر مقرر کیا تو اُسکو بھی حساب کرلے اور ایسے ہی لکڑی کی صورت مین دروازہ بنانے کے واسطے بڑھئی کی اُجرت بھی ملاوے اور ایسے ہی اگر لکڑی خریدی اور اُسکا کوئلہ کیا تو آگ روشن کرنے والے اور بھٹی بنانے والے اور کوئلہ نکالنے والے کی اُجرت راس المال مین ملاوے ایسا ہی محیط مین لکھا ہے۔ اگر غلام کا نکاح کر دیا تو اُسکا مہر راس المال مین نہ ملاوے اور اگر باندی کا نکاح کر دیا تو اُسکا راس المال مین سے مہر کم نہ کرے اگر موتی خریدے اور اُس مین سوراخ کرائے تو اُسکی اُجرت ملالے اور یاقوت کی صورت مین اگر چھید کرانا اسکو ناقص کرتا ہو تو چھید کرائی کی مزدوری نہ ملاوے اگر چھید کرانیسے اُسکی قیمت بڑھتی ہو یا چھید کرانا ضروری ہو تو ملاوے اگر ابرا اور استر خریدا اور دونون کا جبہ بنایا اور اُسمین ایسی روئی بھری جو اُسکو وراثت یا ہبہ مین ملی ہے تو دھلائی اور سلائی کو ثمن مین ملا دے اور اگر کپڑا اُسکو وراثت مین ملا اور اُسکے نیچے ایسا پوستین لگایا کہ جسکو اُسنے خریدا ہے یا پوستین میراث مین ملا ہو اور ابرا اُسنے خریدا تو پوستین کا ثمن اور سلائی راس المال مین ملا دے اور اگر دو کپڑے کہ ایک خریدا ہو اور دوسرا میراث مین ملا ہو پھر دونون کو مرابحۃً بیچا اور کہا کہ دونون مجکو دس درم مین پڑے ہین تو جائز نہین ہے کیونکہ میراث کا کپڑا اُسنے کسی چیز کے عوض نہین خریدا ہے اور اگر اُسنے اس میراث کے کپڑے کو ایک درم خرچ کرکے عصفر سے رنگا یا پھر دونون کو مرابحۃً فروخت کیا اور کہا کہ مجکو دس درم مین پڑے ہین تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر بائع نے بیع مرابحۃ مین خیانت کی تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے اور اگر بیع تولیہ مین اُسنے خیانت کی تو ثمن مین سے کم کر دیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور خیانت کی صورت مین اگر مبیع واپس کرنیسے پہلے تلف ہو گئی یا اُس مین کوئی ایسی چیز پیدا ہو گئی کہ جس سے فسخ ممنوع ہوتا ہے اور یہ خیانت ظاہر ہونیکے وقت ہوا تو مشتری کو پورے ثمن پر لازم ہو گی اور اُسکا خیار امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اور یہی امام محمد رح کا مشہور قول ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر مبیع مین کچھ عیب تھا اور اُسکو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جب مشتری نے اسکو دیکھا تو اُسپر راضی ہو گیا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی[1] اگر اُسکو اُسنے مرابحۃً خرید کیا پھر اُسکو اسکا مالک لے آیا تو اُسکو اختیار ہے کہ جتنے کو لیا ہے اُسپر نفع لیکر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع مین بائع کے پاس یا مشتری کے پاس آسمانی آفت سے یا مشتری کے فعل سے یا خود مبیع کے فعل سے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو مرابحۃً پورے ثمن پر بدون بیان کرنے کے ہمارے تینون[2] امامونکے نزدیک بیچنا جائز ہے اور اگر بائع کے فعل یا اجنبی

[1] ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲ منہ [2] امام اعظم رح و امام ابو یوسف اور امام محمد رح ۱۲

کے فعل سے اسمین کچھ عیب پیدا ہوا تو جب تک بیان نہ کرے اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور ایسے ہی اگر مبیع مین کچھ زیادتی پیدا ہوئی جیسے پھل یا بچہ یا صوف اور وہ اُسکے پاس موجود ہی پھر اُسکے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے تلف ہو گئی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور اگر آسمانی آفت سے تلف ہوئی تو بدون بیان کے مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور اگر کوئی ثیبہ باندی خریدی اور اُس سے وطی کی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو بیچنا جائز ہی اور اگر باکرہ ہو تو بدون بیان کرنیکے اسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ نے جلا دیا تو بلا بیان اُسکو مرابحۃً بیچ سکتا ہی اور اگر اُسکے کھولنے یا لپیٹنے مین مسک کر نقصان آوے تو اُسکو بیان کرنا لازم ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر کسی دار یا زمین کو کرایہ پر چلایا بدون اسکے کہ اُسمین کچھ نقصان آوے تو اُسکو جائز ہی کہ بدون بیان کے مرابحۃً فروخت کرے اور اگر کوئی شی اُدھار خریدی تو بدون بیان کرنیکے اُسکو مرابحۃً فروخت نکرے اور یہ حکم ایسی میعاد مین ہی کہ جسکی شرط لگائی ہو اور اگر شرط نہ لگائی گئی ہو لیکن اُسکی رسم تاجرونکے درمیان جاری ہو جیسے کہ اکثر[1] بیع مین شی کو فروخت کرکے اُسکے ثمن کا ایکبارگی مطالبہ نہین کرتا ہی بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے ہر مہینہ یا ہر دن مین بائع لے لیتا ہی تو ایسی صورتمین اکثر مشائخ کے نزدیک بیان کرنا ضرور نہین ہی پھر جو مدت کہ شرط کی گئی ہو اگر ایسی صورت مین بدون بیان کے فروخت کیا اور مشتری اُس سے آگاہ ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رضا مند ہو کر اسکو لے لے ورنہ واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی پس اگر مشتری نے مبیع کو تلف کردیا یا خود تلف ہو گئی پھر مدت کی شرط سے آگاہ ہوا تو بیع لازم ہو جاویگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی- اگر کسی نے قرضہ کے عوض قرضدار سے کوئی چیز خریدی حالانکہ دوسرے سے ان دامونکو نہ لیتا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا بدون بیان کے جائز نہین ہی اور اگر دوسرے سے بھی ان دامونکو لے لیتا تو مرابحۃً بیچ سکتا ہے خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید مین فرق ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- ہر جگہ کہ جہان بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اُس سے آگاہ ہو تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین بیع تمام کرے ورنہ مبیع واپس کردے پس اگر مبیع اُسکے پاس موجود نہو تو اُسکو پورا ثمن دینا پڑیگا اور خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی- اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مرابحۃً فروخت کریگا اور اسیطرح اگر بیچنے کے بعد اُسنے کم کردیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اُسکو مع حصۂ[2] نفع کے کم کر دیگا اور اگر بائع نے بیع مرابحۃ سے اسکو بیع تولیہ کردیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جاویگا اور اگر مشتری نے ثمن مین زیادہ کردیا تو اُسکو اصل اور زیادتی دو نو پر مرابحۃً بیچے گا اور یہ مذہب ایمہ ثلاثہ کا ہی اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اُسکا ثمن نہین ادا کیا ہی پھر اُسکو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہی

---

[1] یعنے بائع اکثر فروخت کرتے ہین اور ثمن کو پورا ایکبارگی نہین لیتے ہین ۱۲ منہ [2] یعنے نفع مین سے جتنا حصہ پڑتے مین پڑے ۱۲ منہ

پس اگر اسکے بعد اسکو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اُسپر یہ واجب نہین ہی کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے مین مہلت دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کو پورا ثمن ہبہ کر دیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اُسپر مرابحۃً بیچنا جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اسکو نفع سے بیچا پھر اُسکو خریدا پس اگر مرابحۃً بیچنا چاہے تو جو نفع اُٹھا ہی اُسکو ساقط کرے اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کر لیا تو مرابحۃً فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک اخیر ثمن پر مرابحۃً بیچ سکتا ہی۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اُسکو پندرہ درم کو بیچا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسکو دس درم مین خریدا تو اُسکو پانچ درم پر مرابحۃً فروخت کرے اور کہے کہ مجکو پانچ درم مین پڑا ہی اور یہ نہ کہے کہ مین نے پانچ درم مین خریدا ہی اور اگر اُسکو دس درم مین خریدا اور بیس درم مین بیچا پھر اُسکو دس درم مین خریدا تو اُسکو مرابحۃً سے بیچنا جائز نہین ہے ایک غلام نے کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر اتنا قرض تھا کہ جو اُس غلام کی قیمت کو محیط ہی اُسنے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو اُسکا مالک دس درم پر مرابحۃً فروخت کریگا اگر اُسکے مالک نے دس درم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو وہ غلام دس درم پر نفع سے فروخت کریگا اور مکاتب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہی اور اگر اسکے مالک نے یہ بیان کر دیا کہ مین نے اسکو اپنے مکاتب یا قرضدار غلام سے کہ جسکو مین نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا ہی تو اُسکو پندرہ درم پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضاربت خریدا تو اُسکے حصہ نفع کے اوپر اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہی ایسا ہی اگر ایسے (یعنی اپنے ۱۲) شخص سے خریدا جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسے شریک سے جسکو شرکت عنان ہی کوئی چیز خریدی تو اُسکو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ شی خاص شریک کی ہو اور اُسکو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر وہ شی شرکت کی ہو اور اُسکو خاص اپنے واسطے خریدا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ شریک کے حصہ کو خرید پر مرابحۃً سے فروخت کرے اور اپنا ذاتی حصہ پہلے ثمن پر مرابحۃً سے فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک ہزار ایک سو درم پر مرابحۃً سے فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری کو معلوم ہوا کہ پہلی خرید ایک ہزار درم پر تھی اور اُسنے جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ پیش کیے پس بائع نے کہا کہ پہلے مین نے اسکو ایک ہزار درم مین خریدا تھا پھر اُسکو بائع کو ہبہ کر دیا پھر ایک ہزار ایک سو درم مین خریدا ہی تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی پس اگر اُسنے مشتری کے علم پر قسم طلب کی اور کہا کہ ہبہ کے وقت اور ایک ہزار ایک سو کی خرید کیوقت یہ حاضر تھا تو اُس سے اسکی آگاہی پر قسم لیجاویگی اور اگر مشتری اول نے یہ دعوی نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ سو درم زائد مین نے اُسکے کھانے اور بار برداری مین جہان سے خریدا تھا یہانتک لانے مین خرچ کیے ہین پس اگر اُسنے مرابحۃً فروخت کرتے وقت یہ کہا تھا کہ مجکو اتنے مین پڑا ہی تو اُسکا قول قسم سے معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ مین نے اُسکو ایک ہزار ایکسو کو خریدا ہی تو اُسکا قول

اس باب مین کہ یہ ایک سو درم خرچ پڑے ہین مقبول نہوگا کسی نے ایک کپڑا پندرہ درم کو خریدا اور ثمن ادا کردیا پھر اسکو دہ یازدہ[سلہ] کے نفع پر فروخت کیا اور خبر دی کہ مجکو دس درم مین پڑا ہے پھر دس درم اور اسکا نفع لے لیا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے غلطی کی مجکو پندرہ درم مین پڑا ہے اور مشتری نے اسکو جھٹلایا تو اس راس المال کے دعوی مین بائع کی دلیل مقبول نہوگی اور اگر مشتری نے اسکی تصدیق کی تو اس سے کہا جائیگا کہ ساڑھے پانچ درم ادا کرے یا مبیع کو واپس کرے اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام اعظم کے نزدیک مشتری سے زیادتی نہ لیجاویگی صرف بائع سے کہا جائیگا کہ اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کرکے کپڑا لے لے اور جو تو نے لیا ہے واپس کردے اور اگر چاہے تو اتنے داموں مین جو تجکو ملے مبیع کو سپرد کردے کہ اس سے زیادہ نہ دیے جاوینگے اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے پانچ درم مین خریدا اور خیانت کرکے اپنا راس المال دس درم بتلایا اور اسپر اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع پر قسم نہ آویگی اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میرا راس المال پانچ درم ہین یا اسپر گواہ قائم کئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک واپس کیا جاویگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین بلکہ اگر مشتری چاہے تو مبیع واپس کرے ورنہ جو ثمن ادا کیا ہے اسکے عوض لے لے اور اگر ان دونون مسئلون مین بیع تولیہ واقع ہوئی ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک زیادتی اور نقصان مین دونون ایک دوسرے سے واپس لینگے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا نقصان کی صورت مین ہے اور ایسے ہی انکے قول کا قیاس زیادتی مین ہے اور اسیطرح اگر اس کپڑے کو دس درم پر ایک درم کے نفع سے خریدا تو سب صورتون مین اسکا حکم دہ یازدہ کا حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے وہ یازدہ کے نفع سے یا جو اسکے مانند ہے فروخت کیا پس مشتری ثمن[سلہ] سے آگاہ ہونے کے وقت اگر چاہیگا تو اسکو لیگا ورنہ ترک کردیگا اور اگر عقد بیع واقع ہونے سے پہلے ثمن سے آگاہ ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہے اگر کسی نے ایک کپڑا پانچ درم کو خریدا اور دوسرے چھ درم کو دوسرا خریدا پھر دونون نے دونون کپڑے ایک ہی صفقہ مین نفع یا نقصان سے فروخت کیے تو ان دونون کے راس المال کے حساب سے ثمن دونون مین تقسیم ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا جو دس کی مالیت تھا دس درم مین خریدا اور دوسرے نے ایک کپڑا جو بیس کی مالیت تھا دس مین خریدا اور اسکو حکم کیا کہ اپنے کپڑے کے ساتھ فروخت کردے پس اسنے بیچتے وقت مشتری سے کہا کہ دونون مجھے بیس[۲] مین پڑے ہین اور مین تیرے ہاتھ انکو دس درم کے نفع سے بیچتا ہون پس اسنے دونون کو خرید کر قبضہ مین لیا اور حکم دینے[سلہ] والے کے کپڑے مین عیب پاکر واپس کرنا چاہا اور کہا کہ مین نے دونون کو ایک صفقہ مین بیس[۲] درم کو خریدا ہے اور ثمن اور نفع کے تین ٹکڑے ہوکر یہ کپڑا دو ثلث ثمن پر واپس کرتا ہون اور بائع نے کہا کہ دو صفقہ مین بیع

[سلہ] قولہ دہ یازدہ مراد یہ ہے کہ ہر دس درم کی چیز گیارہ درم کو اسی حساب سے پس اگر وہ چیز سو درم کی ہو تو ایک سو دس درم پر مرابحۃً مین پڑیگی اور اسی طرح اگر صاف کہدیا کہ ہر دس درم پر ایک درم نفع لونگا تو یہ بھی اسی کے مانند ہے ۱۲م [سلہ] قولہ ثمن یعنے دہ یازدہ کے حساب سے کل ثمن کسقدر ہوا ۱۲ [سلہ] قولہ حکم دینے والے یعنے جسنے فروخت کا حکم دیا جسکا کپڑا بیس درم قیمتی ہے ۱۲

ہوئی پس آدھے مین واپس کر تو مشتری کا قول اُسکی قسم سے معتبر ہوگا کہ قسم کھائیگا کہ واللہ مین نہین جانتا کہ ایسا ہی جیسا بائع کہتا ہی اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ مقبول ہون گے اور بائع سے دو ثلث ثمن واپس کر لیگا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے پندرہ درم لیگا اور پانچ درم دیگا اور اگر مشتری نے دو صفقونکا دعوی کیا اور بائع نے ایک صفقہ کا تو بائع کا قول لیا جاویگا اور مشتری کے گواہ یہ کافی مین لکھا ہی۔ پس اگر مشتری نے بائع مامور کے کپڑے مین عیب پاکر واپس کیا تو دس[۱۰] درم مین واپس کرے گا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے اور اگر حکم دینے والے کے کپڑے مین عیب پایا تو اُسکو پندرہ درم مین واپس کرے کیونکہ مشتری نے اصل مین پندرہ درم کا دعوی کیا ہی اور بائع نے پانچ درم زائد کا اقرار کیا ہی پس اگر چاہے تو تصدیق کرکے اُس سے لیوے ورنہ چھوڑ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ بائع کو اپنے اقرار پر اصرار ہو اور اگر ایسا نہو تو یہ پانچ درم نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کوئی چیز جتنے مین اُسکو پڑی ہی دوسرے کو بطریق تولیہ دیدی اور مشتری کو نہ معلوم ہوا کہ کتنے کو اُسکو پڑی ہی تو بیع فاسد ہی پس اگر بائع نے اُسی مجلس مین اُسکو آگاہ کیا تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ کافی مین لکھا ہی اگر کوئی کپڑا دس[۱۰] درم کو خریدا پھر اُسکو دہ یازدہ[۱] کی کمی سے بیچ ڈالا تو راس المال کے ہر درم کے گیارہ جزء کیے جاوینگے پس سب ایک سو دس[۱۱۰] جزء ہون گے پھر اُس مین سے گیارہ کا ایک جزء کم کیا جاویگا اور وہ دس[۱۰] درم ہوئے اور اسی طور پر یہ حکم سب صورتون مین جاری کیا جاتا ہی مثلاً اگر وہ دوازدہ[۱] کی کمی سے بیچا تو ہر درم کے بارہ حصہ کیے جاوینگے پس کل ایکسو بیس[۱۲۰] حصہ ہوئے اور ثمن سے بیس[۲۰] ساقط ہو جاوینگے کذا فی المحیط

پندرھوان باب استحقاق کے بیان مین۔

بیع کا حقدار پیدا ہونے سے پہلا عقد حقدار کی اجازت پر موقوف رہتا ہی اور ظاہر الروایت کے موافق اُسکا ٹوٹ جانا اور فسخ ہو جانا واجب نہین ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس باب مین اختلاف ہی کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہی اور صحیح یہ ہی کہ جبتک بائع سے ثمن واپس نہ کرے فسخ نہین ہوتی ہی حتی کہ اگر مستحق نے قاضی سے حکم پانیکے بعد یا قبضہ کے بعد پہلے اس سے کہ مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرے بیع کی اجازت دی تو صحیح ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع ایک شی ہو جیسے ایک کپڑا اور ایک غلام اور قبضہ سے پہلے یا بعد کو اُسکے ٹکڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مشتری کو باقی مین خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر مبیع دو چیزین ہین جیسے دو غلام یا دو کپڑے اور دونون کے قبضہ سے پہلے ایک کا کوئی حقدار نکلا یا ایک کے قبضہ کے بعد دوسرے کا حقدار پیدا ہوا تو مشتری کو دوسری مین خیار حاصل ہوگا اور اگر دونون کے قبضہ کے بعد کوئی حقدار نکلا تو اُسکو دوسری مین خیار نہوگا اگرچہ صفقہ جدا ہو گیا اور اگر مبیع کیلی یا وزنی چیز ہو اور قبضہ سے پہلے اُسمین

---

[۱] قولہ دہ دوازدہ یعنے بارہ کی چیز دس[۱۰] کو گھٹی کے ساتھ ۱۲

بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو باقی مین خیار ہوگا اور قبضہ سے بعد اُسکے بعض کے حقدار ہونے مین امام اعظم رحمہ سے
دو روایتین[1] آئی ہین یہ محیط مین لکھا ہی کسیکے پاس تین قفیز گیہون ہین کہ اُسنے ایک قفیز ایک کے ہاتھ پھر دوسرا دوسرے
کے ہاتھ پھر تیسرا تیسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سبکو تینون قفیز ناپ دین پھر سب مین سے ایک قفیز کا کوئی حقدار پیدا ہوا
تو وہ تیسرا قفیز لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر مبیع یا مغصوب کا بکنے یا غصب ہونیکے وقت سے کوئی حقدار نکلا تو
مشتری اپنا ثمن واپس کرلے اور غاصب بری ہو گیا اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا یا غصب کرکے اُسکا قمیص
سلایا یا گیہون خرید کر پسائے یا بکری خرید کر اُسکو بھونا پھر اُسکا کوئی حقدار نکلا تو مشتری ثمن واپس نہین
کرسکتا ہی اور غاصب بری نہوگا بلکہ مالک اُس سے ضمان (حلال کرکے ۱۲) لے سکتا ہی اور اگر نہ سلایا یا نہ بھونا تو مشتری واپس
کرسکتا ہی اور غاصب بری ہوگا اور اگر مستحق دلیل لایا کہ اسکا سر میرا ہی اور دوسرا دلیل لایا کہ اسکا گوشت میرا ہی
اور تیسرا کہ اسکی کھال میری ہی تو بھی بائع سے ثمن نہین لے سکتا ہی اسیطرح اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو نہ سلایا اور
ایک شخص اس بات پر دلیل لایا کہ آستینین میری ہین اور دوسرا اس بات پر کہ کلیان میری ہین اور تیسرا اس بات پر کہ باقی
میرا ہی تو بھی مشتری بائع سے ثمن واپس نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اگر قبضہ سے پہلے مبیع کا حقدار نکلا اور بائع اور
مشتری دونون نے دعوی کیا کہ بائع نے اسکو مستحق سے خرید الو قبضہ کرلیا پھر مشتری کے ہاتھ بیچا ہی تو ان دونون کے
گواہ مقبول ہونگے اور اگر بائع نے گواہ نہ پائے تو قاضی دونونکے درمیان بیع توڑ دیگا اور بائع مشتری کو ثمن
واپس کردیگا پھر اگر بائع نے گواہ پائے تو قاضی کا توڑا ہوا پھر نہ ٹوٹیگا ہان اگر استحقاق مبیع پر قبضہ کرنیکے بعد ہو تو
اُسکو توڑ دیگا اور مبیع مشتری اخیر کے ذمہ پڑیگی اور اگر بدون حکم قاضی کے دونون نے بیع توڑ دی تھی بایطور کہ مشتری
نے اُس سے ثمن مانگا اور اُسنے دیدیا تو اُنکا توڑنا کسی حال مین مرتفع نہوگا اور اگر مشتری نے بدون بائع کی
رضامندی کے بیع توڑی تو نہ ٹوٹیگی تاوقتیکہ قاضی نہ توڑے یہ حاوی مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے
ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے یا بعد بائع نے ثمن مشتری کو ہبہ کیا پھر غلام کا کوئی حقدار
نکلا تو مشتری کو بائع سے ثمن لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر غلام کے مستحق نے قبل اسکے کہ غلام دلانیکا اُسکے
واسطے حکم دیا جاوے بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع اور ہبہ دونون جائز ہین اگر ہبہ ثمن پر
قبضہ کرنے سے پہلے ہو تو بائع اُسکے غلام کے مالک کو ضمان دے اور قبضہ کرنیکے بعد ہبہ جائز نہین ہی پس مشتری
کو ادا کریگا اور وہ غلام کے مثل مالک کا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر اُسکو بکر کو ہبہ
کردیا پھر بکر نے خالد کے ہاتھ بیچا پھر خالد کے پاس اُسکا حقدار پیدا ہوا تو زید اپنا ثمن عمرو سے نہین لے سکتا ہی جبتک
خالد اپنا ثمن بکر سے نہ لیوے اور جب اُسنے لے لیا تو وہ بھی لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - زید نے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا
پھر بکر کو ہبہ یا صدقہ مین دیا پھر خالد نے آکر بکر کے (خالد ۱۲) ہاتھ سے اپنا (زید ۱۲) استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو زید اپنے بائع سے ثمن واپس
کرسکتا ہی اور اگر زید نے عمرو سے خریدا اور بکر کے ہاتھ بیچ کر سپرد کردیا پھر بکر کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو امام اعظم رحمہ کے

[1] قولہ دو روایتین یعنی ایک روایت کے موافق باقی واپس کرنیمین مختار ہی اور دوسری روایت مین نہین بلکہ اسکے حصہ ثمن مین لینا واجب ہی ۱۲

نزدیک دوسرے مشتری کے ثمن واپس کرنے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ خریدی ہوئی باندی مشتری کے پاس بچہ جنی جو مشتری کا نہ تھا پھر اُس باندی کا گواہوں سے کوئی حقدار نکلا تو استحقاق میں اسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا اور اگر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی فلان شخص کی ہی تو بچہ اُسکے تابع نہوگا اور اگر حقدار کیواسطے اصل شی کا حکم دیا گیا اور زوائد کا حال نہ معلوم[ل] ہوا تو زوائد قاضی کے حکم میں داخل نہوگی اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ غائب ہو تو بھی یہ زوائد قاضی کے زیر حکم نہ داخل ہونگی یہ کافی میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجکو خرید لے کہ میں غلام[۲] ہوں اور اُسنے خرید لیا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اسطرح غائب ہو کہ پہچانا جا سکتا ہی تو اس غلام کے ذمہ کچھ نہوگا اور اگر بائع اسطرح غائب ہو کہ نہیں پہچانا جا سکتا ہی مثلاً اُسکا ٹھکانا[۳] نہ معلوم ہو تو مشتری اپنا مال ثمن اُس شخص سے لیگا کہ جسنے اُس سے کہا کہ تو مجکو خرید لے کہ میں غلام ہوں پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اُسنے مشتری کو واپس دیا ہی اُس شخص سے لے کہ جسنے اُسکو بیچا تھا یہ بحر الرائق میں لکھا ہی کسی شخص نے ایک دار میں اپنے حق مجہول کا دعویٰ کیا یعنی کسی قدر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر سو درم پر صلح کی اور انکو مدعی نے لے لیا پھر دار کے ٹکڑے کا کوئی حقدار نکلا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر اُسنے پورے دار کا دعویٰ کیا تھا اور سو درم پر صلح ہوئی تو اب صلح کا اُوٹے جانا ضروری ہی اور اگر مدعی نے اسپر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہونگے مگر اس صورت میں کہ یہ دعویٰ کرے کہ مدعا علیہ نے میرے حق کا اقرار کیا ہی تو دعویٰ صحیح اور گواہ قبول کیے جاوینگے یہ کافی میں لکھا ہی۔ اور اگر اُس شخص نے کسی مقدار معلومہ کا دعویٰ کیا مثلاً چوتھائی وغیرہ تو جبتک مدعا علیہ کے پاس اسقدر رہی تب تک مدعی سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہی اور اگر اس سے کم رہجاوے تو بحساب استحقاق کے واپس کریگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اُسنے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اصلی حرہ یا فلان شخص کی ملک یا آزاد کی ہوئی یا مدبرہ یا اُسکی ام ولد ہی اور فلان شخص نے اُسکی تصدیق کی یا مشتری سے قسم لی اور اُسنے انکار کیا تو بائع سے اپنا ثمن نہیں لے سکتا ہی اور اگر فلان شخص اس بات پر گواہ لایا کہ مستحق کی ملک ہی تو مقبول نہونگے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہی گواہ لایا تو مقبول ہونگے اور اگر مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہی اور وہ دعویٰ بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ فلان شخص کی ملک ہی اور بیع واقع ہونے سے پہلے اُسنے اُسکو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور ثمن بائع سے واپس لیگا یہ کافی میں لکھا ہی۔ کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے

[ل] قولہ نہ معلوم یعنے قاضی کو حکم دینے کے وقت یہ ظاہر نہوا کہ یہاں مبیع کے ساتھ کچھ زوائد بھی پیدا ہوے ہیں تو قاضی کے حکم میں فقط اصل چیز داخل ہی اور زوائد داخل نہیں ہیں ۱۲ [۲] قولہ میں غلام ہوں مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا یہ غلام خرید لے بکر نے اس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے یا غلام ہے اُسنے اقرار کیا کہ میں غلام ہوں مجھے خرید لے ۱۲ [۳] یعنے ٹھکانا نا معلوم ہی ۱۲

نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعوی کیا کہ مین حرہ ہون پس تیسرے نے بایع اُسکے کہنے پر واپس کردیا اور اُسنے قبول کرلیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اُسنے قبول نہ کیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر وہ باندی آزاد ہونیکا دعوی کرتی تھی تو پہلے کو نہ قبول کرنا جائز ہی اور اگر دعوی کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہی پس اگر بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرمانبرداری[۱] سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعوے کے ہی اور اگر اس وقت فرمانبردار نہ تھی پھر دعوی کیا کہ وہ حرہ ہی تو پہلے بائع کو قبول نہ کرنا جائز نہین ہی کسینے ایک باندی خریدی اور وہ بیع کے وقت حاضر نہ تھی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور اُسنے بندہ ہونیکا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسکو بیچا اور وہ اُسوقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اُسپر قبضہ کیا پھر اُسنے کہا کہ مین آزاد ہون تو قاضی اسکا قول قبول کریگا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے اپنا ثمن واپس کرلین پس اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے بندہ ہونیکا اقرار کیا ہی اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اسکے اقرار کے کوئی دلیل نہین ہی تو دوسرا مشتری پہلے مشتری سے اپنا ثمن لے لیگا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی کے پاس ایک غلام تھا کہ اُسنے ایک شخص کے ہاتھ اُسکا آدھا فروخت کیا اور سپرد نہ کیا حتی کہ دوسرے کے ہاتھ اُسکا آدھا فروخت کرکے آدھا اُسکے سپرد کردیا پھر ایک شخص گواہون سے آدھے غلام کا حقدار ثابت ہوا تو اُسکا استحقاق دونون بیع مین سے ہوگا اور اگر پہلے مشتری نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہین کیا تو استحقاق صرف دوسرے کی طرف رجوع ہوگا اور اگر دونون نے قبضہ کرلیا ہو تو استحقاق دونون مین سے ہوگا کسی نے دو غلام ایک شخص سے ایک ہزار درم کو خریدے اور دونو پر قبضہ کیا پھر ایک غلام کے آدھے کا کوئی حقدار نکلا تو دوسرا غلام مشتری کے ذمہ اپنے حصۂ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اس غلام کے آدھے مین امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے آدھا اُسکے ہاتھ بیچا اور آدھا اُسکے پاس ودیعت رکھا یا آدھا بیچا پھر آدھا بعوض مردار یا خون کے فروخت کیا تو مشتری اُس حقدار کا مخاصم نہوگا اور اگر آدھا ایک کے ہاتھ بیچا اور آدھا دوسرے کے پاس ودیعت رکھا تو بکے ہوے کا آدھا بھی قضاءً دلایا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ کوئی زمین خریدی اور اسمین عمارت بنائی اور اُسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو جو کچھ اُسنے اُسکی عمارت مین صرف کیا ہی اسکو بائع سے واپس لینے کی کوئی روایت نہین آئی ہی اور بعضون نے کہا کہ واپس نہ لیگا اور شمس الاسلام اوزجندی سے پوچھا کہ کسی نے ایک باندی خریدی پھر کھلا کہ وہ حرہ ہی اور بائع مرچکا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ کوئی اُسکا وارث و وصی ہی مگر اس مردہ بائع کا بائع موجود تھا تو اُنھون نے فرمایا کہ قاضی اس میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے کہ مشتری اس سے ثمن واپس کرلے پھر وہ میت کی طرف سے اُسکے بائع سے ثمن واپس کریگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیگئی اور مشتری نے بائع سے اپنا ثمن لے لیا پھر کسی وجہ سے وہ مبیع مشتری کے پاس پہونچی تو

[۱] قولہ فرمانبرداری یعنے لونڈی کی طرح مطیع بیع رہی ۱۲

اُسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ بائع کے سپرد کرے اور اگر اُسنے خریدنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ یہ بائع کی ملک ہے اور باقی مسئلہ یہی ہو تو اُسکو حکم دیا جاوے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ مین لی اور ثمن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اُسکا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا ثمن بائع سے لے اور بائع نے کہا کہ تجھکو معلوم ہی کہ یہ گواہ جھوٹے ہین اور باندی میری ہی تھی مشتری نے کہا کہ ہان مین گواہی دیتا ہون کہ وہ باندی تیری تھی اور گواہ جھوٹے ہین تو اس سے مشتری کا ثمن واپس لینے کا حق باطل نہوگا ہان اگر یہ باندی کبھی مشتری کے ہاتھ آوے تو اس کو حکم دیا جاوے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کیا پھر اس سے دار الحرب کے لوگون نے خرید لی پھر اُن سے اس شخص نے خرید لی پھر گواہون سے اُسکا کوئی حقدار نکلا اور قاضی نے اُسکے دیدینے کا حکم کیا تو مشتری اپنے پہلے بائع سے ثمن واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کوئی باندی خریدی اور کسی شخص نے اُس سے درک کی ضمانت کر لی اور اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اور سب نے قبضہ کر لیا پھر وہ استحقاق مین لے لیگئی تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اپنے بائع سے واپس کرے جبتک قاضی اُسپر حکم نہ کرے اور یہی حال کفیل کا ہی تاوقتیکہ قاضی اُسپر حکم نہ کرے پہلا مشتری اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا اگر کسی نے ان مین سے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام بائع کا ہی بعد ازانکہ قاضی نے مستحق کے واسطے حکم دیدیا تھا تو اُسکے گواہ قبول نہونگے اور اگر غلام کا کوئی بجاے باندی کے حقدار نکلا ولیکن خود اُسنے اُسپر گواہ پیش کیے کہ مین اصلی آزاد ہون یا یہ کہ مین فلان شخص کا غلام تھا پھر اُسنے مجھے آزاد کر دیا یا کسی شخص نے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام مدبر ہے اور اُن مین سے کسی امر کا قاضی نے حکم دیدیا تو ہر ایک اپنے بائع سے قاضی کے حکم سے پہلے واپس لے سکتا ہی اور اسیطرح پہلے مشتری کو اختیار ہی کہ کفیل سے قبل بائع کے رجوع کے واپس کرے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو سے ایک باندی خریدی پھر بکر نے اُسکا دعوی کیا اُس سے بھی زید نے خرید لی پھر اُسکا کوئی حقدار نکلا اور وہ مشتری کے پاس اسکا بچہ جنی تھی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونون ثمن ہر دو بائع سے واپس لے اور دوسرے شخص سے خریدنے کے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد اگر وہ بچہ جنی تو دوسرے بائع سے اس بچہ کی قیمت جو اُسنے مستحق کو ادا کی ہی واپس لے اگر اُسوقت سے چھ مہینہ سے کم مدت مین جنی تو دونون بائع مین سے کسی سے نہین لے سکتا ہی اور بھی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر خریدی ہوئی زمین مین استحقاق ثابت ہو تو بائع مشتری کو عمارت بنا لے اور درخت لگانے اور کھیتی ان سب کی ضمان دیگا اور کھیتی کی ضمانت کی صورت یہ ہی کہ دیکھا جاے کہ اُسکی کیا قیمت ہی وہ بائع ادا کریگا یہ محیط مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکے آدھے کا ایک حقدار نکلا پھر مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو مستحق سے لیا ہی اور اُسکا کوئی وقت نہ بتلایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مشتری بائع سے کچھ ثمن نہین واپس کر سکتا ہی اور یہ صورت ایسی ہی کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا پھر اُسکا دوسرے نے دعوی کیا پھر اُس سے بھی مشتری نے خرید لیا پس بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو مدعی سے نصف کے

استحقاق کے بعد خریدا ہی تو گواہ قبول ہون گے اور وہ بائع سے آدھا ثمن واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک صاف زمین خریدی اور اُس مین عمارت بنائی پھر وہ زمین استحقاق مین نکل گئی اور قاضی نے مشتری کو عمارت گرانے کا حکم کیا اُسنے گرا کر تلف کر دی تو عمارت کی قیمت بائع پر نہ چاہیئے یہ تلف کرنا اسنے خود اختیار کیا ہی اور اگر اُسنے تلف نہ کی ولیکن بارش سے اس مین فساد آیا یا کسی نے اسکو توڑ دیا تو عمارت بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے درمیان جو فرق ہو وہ بائع کو دینا پڑیگا اور بائع اگر چاہے تو اس ٹوٹی ہوئی کو اُس حال مین لے لیوے اور اُسکی بنی ہوئی کی قیمت ادا کرے اور ٹوٹنے سے اُس مین جو نقصان آیا ہی اسکے ہر طرح کا نقصان اُس قیمت سے کم کرے پس اگر اُسنے یہ اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہی کہ اگر چاہے ایسا کرے ورنہ نہ کرے اور اسی طرح جو فساد کسی کے جرم سے آجائے اُس مین مشتری اور بائع دونوں کو خیار ہوگا پس ان صورتون مین اگر کسی پر متفق ہون گے تو وہ اُن کے درمیان جاری کی جاویگی اور اگر اختلاف کیا تو وہ مشتری کے قبضہ مین چھوڑ دیجاویگی اور بائع ٹوٹی ہوئی اور بنی ہوئی کے درمیان کی زیادتی ادا کریگا اور اگر نقصان بدون کسی کے جرم کے آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی ہی کہ مشتری کو اُسکے روکنے اور زیادتی لینے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک دار خریدا اور اُسمین عمارت بنا کر غائب ہو گیا پھر بائع نے دوسرے شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کیا اور دوسرے نے پہلے کی عمارت توڑ کر اُسمین عمارت بنائی پھر پہلا آیا اور اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری ثانی نے اپنی عمارت اپنی ملک کی چیزون سے بنائی ہی تو پہلے مشتری کو اُسکی بنائی ہوئی عمارت کے حصہ کی ضمان دے اور ٹوٹن پہلے مشتری کا ہوگا اگر قائم ہو اور اگر مشتری ثانی نے اُسکو تلف کر دیا تو اُسکی قیمت پہلے مشتری کو ادا کرے اور اگر دوسرے مشتری نے اپنی عمارت پہلے مشتری کی عمارت توڑ کر اُسی کی چیزون سے بنائی ہی تو پہلے مشتری کو اُسکی عمارت کا حصہ ادا کرے اور پہلے مشتری کو اختیار ہی کہ اس عمارت کو روک لے اور دوسرا مشتری اُسکو دفع نہین کر سکتا ہی پس اگر دوسرے مشتری نے عمارت مین کچھ زیادتی کی تو پہلا مشتری دوسرے کو زیادتی کی قیمت بدون کاریگرون کی اُجرت کے دیدیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور وہ اُس سے بچہ جنی پھر اُسکو آزاد کر کے اُس سے نکاح کیا پھر وہ اُس سے دوسرا بچہ جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری پر صرف ایک عقر چاہیئے ہی اور ایسے ہی اگر بعد آزاد کرنے کے اُس سے نکاح نہ کیا بلکہ زنا کیا عیاذاً باللہ پھر وہ اُس سے اولاد جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری مستحق کو صرف ایک عقر ادا کریگا اور یہ آزاد کرنا نہ کرنے مین شمار ہوگا اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور مشتری ان کی قیمت ادا کرے گا اور بائع سے اُن اولاد کی قیمت جو آزاد کرنے سے پہلے پیدا ہوئی لیگا اور جو بعد آزادی کے پیدا ہوئی اُن کی قیمت نہ لیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک باندی کسی سے خریدی پھر ملک مطلق[1] کے ساتھ اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیگئی اور قاضی نے وہ باندی مستحق کو دینے کا حکم دیا اور مشتری نے بائع سے

[1] قولہ ملک مطلق یعنے مدعی نے صرف اپنی ملک کے گواہ قائم کیے اور سبب کی تفصیل نہین بیان کی ۱۲

ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیئے کہ یہ باندی میری ملک مین میری باندی سے پیدا ہوئی ہی اور قاضی کا فیصلہ مستحق کے واسطے ناحق ہوا ہی اور تجھکو مجھسے ثمن واپس لینے کا حق نہین ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے بشرطیکہ اُسنے مستحق کے سامنے قائم کیئے ہون اور ہمارے بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مستحق کے سامنے ہونے کی شرط نہ لگانی چاہیئے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی کا فتویٰ نقل کیا گیا ظہیریہ مین لکھا ہی ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی کہ دونون نے اُسکو کسی سے خریدا تھا اور ایک نے اُس کو اُم ولد بنایا اور دوسرے کو اُسکی آدھی قیمت اور آدھا عقر ادا کردیا پھر اُس سے دوسرا بچہ پیدا ہوا پھر اُسکا کوئی شخص مستحق پیدا ہوا اور قاضی نے ام ولد بنانے والے پر حکم کیا کہ باندی اور دونون بچون کی قیمت اور عقر اُسکو ادا کرے تو اُم ولد بنانے والا اپنے شریک سے جو اُسنے دیا ہی لیگا پھر دونون اپنا ثمن بائع سے لینگے پھر اُم ولد بنانے والا بائع سے دونون بچون کی آدھی قیمت بقدر حصۂ خرید کے لیگا اور باقی آدھی قیمت نہ لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے ایک ساکھو کا لٹھا جو راستہ مین پڑا تھا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور مشتری اور ساکھو کے لٹھے کے درمیان مانع سے تخلیہ کردیا اور مشتری نے اُسکو اپنی جگہ سے نہین ہلایا تو اُسپر قابض شمار ہوگا پس اگر اُسکو کسی نے جلادیا تو مشتری کا مال گیا پس اگر بگواہ اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جلادینے والے سے ضمان لے یا بائع سے بشرطیکہ اسی نے اُسکو اس جگہ ڈالا ہو اور مشتری سے ضمان لینے کی اُسکو کوئی راہ نہین ہی بشرطیکہ مشتری نے اُس کو اس جگہ سے نہ ہلایا ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک گدھے کو اپنا استحقاق ثابت کرکے کسی کے پاس سے بخارا مین لے لیا اور اس شخص نے سجل قاضی بخارا کا لے لیا اور اُسکا بائع سمرقند مین تھا پس قاضی سمرقند کے پاس آکر قاضی بخارا کا سجل دکھلا کر بائع سے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا پس بائع نے بیع کا اقرار کیا ولیکن استحقاق اور قاضی کے سجل ہونے سے انکار کیا پھر اُس شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ سجل قاضی بخارا کا سجل ہی تو قاضی سمرقند کو اس پر عمل کرنا جائز نہین ہی۔ اور نہ اُس شخص کے لیے ثمن واپس کرلینے کا حکم دینا جائز ہی تاوقتیکہ گواہ یہ گواہی نہ دین کہ قاضی بخارا نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو گدھا اُسنے اس بائع سے خریدا تھا اُسکو مستحق کو دیدے اور اس کے پاس سے دلوا[1] دیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پس اگر بائع نے اس طرح دفع کرنا چاہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملک مین پیدا ہوا ہی اور اسپر گواہ لایا پس اگر حقدار کے سامنے ہو تو گواہ مقبول ہون گے اور گدھے کا حاضر ہونا شرط ہی اور امام ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گدھے کا ہونا شرط نہین ہی اور ایسے ہی غلام کی آزادی کے دعوےٰ کرنے مین اگر مشتری بائع سے ثمن واپس کرنا چاہے تو غلام کی حاضری شرط نہین ہی اور مستحق علیہ کا حاضر ہونا گدھے کے باب مین شرط نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہی

سولھوان باب ثمن مین زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کے بیان مین۔ جوز یادتی کہ بیع

[1] قولہ دلوا دیا یعنے اس حکم کی تعمیل بھی کرادی ۱۲

سے پیدا ہوتی ہی جیسے بچہ اور عقر اور ارش اور پھل اور دودھ اور صوف وغیرہ وہ بھی مبیع ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ پس اگر یہ زیادتیان قبضہ سے پہلے پیدا ہون تو اُن کے لیے ثمن مین سے حصّہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد پیدا ہون تو تبعًا مبیع ہون گی اور ثمن مین سے اُنکا کچھ حصّہ نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے وہ زیادتی کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہی بائع نے تلف کردی تو ثمن مین سے اُسکا حصّہ ساقط ہوجاوے گا اور ثمن کو مبیع کے عقد کے روز کی قیمت اور اُسکے بچہ کے تلف کردینے کے دن کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مشتری کو خیار نہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ اُسکو خیار ہوگا اور اگر اس زیادتی کو کسی اجنبی نے تلف کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ مبیع کے ساتھ ملاکر مبیع قرار دیجاوے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ ثمن اور مبیع مین دونون کی موجودگی مین زیادتی کرنا جائز ہی خواہ یہ زیادتی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور اصل عقد کے ساتھ ملادیجاوے گی اور اگر مشتری زیادتی کرنے کے بعد نادم ہوا تو انکار کے وقت اُسپر جبر کیا جاویگا اور عیب وغیرہ سے واپسی مین یہ زیادتی معتبر ہوگی گویا اُسنے مع اُس زیادتی کے فروخت کیا ہی اور اگر ثمن مین زیادہ کیا تو دوسرے کا اُسی مجلس مین قبول کرنا ضرور ہی حتی کہ اگر قبول نہ کیا اور جُدا ہوگئے تو باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور زیادتی اُسی صورت مین صحیح ہی کہ جب مبیع محل عقد ہو پس اگر مشتری نے اُسکو اُجرت پر دیا یا رہن کیا یا ذبح کیا یا سلایا یا اُسکی تلوار بنائی یا غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اُسکا ارش لیا تو زیادتی صحیح ہوگی ولیکن اگر اُسنے مرتہن یا مستاجر کے ہاتھ فروخت کیا یا ذبح کرنے یا سلانے کے بعد فروخت کردیا تو صحیح نہین ہی اور اگر آزاد کردیا یا مکاتب یا مدبر کیا یا اُم ولد بنا یا یا وہ مرگیا یا قتل کیا یا ہبہ کیا یا بیع کیا یا پیسا یا بھنا یا یا شراب بنائی یا شراب خریدنے والا مسلمان ہوا تو زیادتی صحیح نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر آٹا تھا کہ اُسکی روٹی پکائی یا گوشت کا قلیہ یا کباب بنائے پھر ثمن مین زیادتی کی تو صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر شراب کے سرکہ ہوجانے کے بعد زیادہ کیا تو بلا خلاف زیادتی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام ایک ہزار کو خریدا پھر دوسرے کے ہاتھ سو دینار کو بیچا پھر دوسرے نے پچاس دینار اور زیادہ کیے اور بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو ثمن اور زیادتی واپس کرے اور اگر مشتری ثانی نے کوئی اسباب جو پچاس دینار کا ہوتا تھا بڑھایا پھر وہ مشتری اول کے قبضہ سے پہلے تلف ہوگیا تو تہائی غلام کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُسنے دو تہائی غلام بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو پُورا غلام واپس کرسکتا ہی اور اگر اُن دونون نے ایک تہائی مین اقالہ کرلیا پھر دو تہائی قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو کچھ نہین واپس کرسکتا یہ کافی مین لکھا ہی۔ پھر جس صورت مین مشتری کی طرف سے زیادتی صحیح ہی وہان اجنبی کی طرف سے بھی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اجنبی نے زیادتی کی پس اگر مشتری کے حکم سے زیادتی کی تو مشتری پر دینی واجب ہی اور اجنبی پر واجب نہوگی اور اگر اُسکے بلا حکم زیادتی کی تو موقوف رہے گی پس اگر مشتری

[illegible] ۱۲

۴

نے اجازت دی تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو باطل ہو جاوے گی اور اگر زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ضامن ہوا یا اپنے ذاتی مال کی طرف نسبت کی تو زیادتی اُسکو (اجنبی پر) لازم آوے گی پس اگر مشتری کے حکم سے تھی تو اُس سے واپس لیگا ورنہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ زیادتی متولدہ زیادتی مشروطہ مین بیع کی مزاحم[1] نہین ہوتی ہے جبتک بیع قائم رہے یہانتک کہ زیادتی مشروطہ بیع پر زیادتی ہوتی ہے نہ ولد پر اور ثمن پہلے بیع اور زیادتی مشروطہ پر تقسیم ہوگا پھر جو ثمن بیع کے پرتہ مین پڑے وہ اُسپر اور بچہ پر تقسیم ہوگا اور اصل بیع کی قیمت عقد کے روز کی معتبر ہوگی اور زیادتی مشروطہ کی قیمت زیادتی کے دن کی اور بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی معتبر ہوگی۔ کسی نے ایک باندی خریدی ایک ہزار درم کو کہ جس کی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر قبضہ سے پہلے وہ ایک بچہ جنی کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہی پھر بائع نے مشتری کے لیئے ایک غلام بڑھا دیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہی پھر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر مشتری نے اُن سب پر قبضہ کیا اور ایک ہزار درم ادا کر دیے پھر بچہ مین کوئی عیب پایا تو اُس کو تہائی ہزار مین واپس کرے اور اگر اُس باندی مین کوئی عیب پایا تو اُسکو ایک چھٹے حصہ ہزار مین پھیر دے گا اور اگر زیادتی مین کچھ عیب پایا تو آدھے ہزار مین واپس دیگا اور اسی طرح اگر باندی نہین جنی لیکن عقد کے وقت اُسکی آنکھ مین سفیدی تھی پھر وہ جاتی رہی پھر بائع کے پاس کسی غلام نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی پس اُس غلام کو اُسکے مالک نے بسبب جرم[2] کے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام دیا جو ایک ہزار کا ہوتا تھا تو یہ صورت اور پہلی صورت برابر ہی پس جب مشتری اُنپر قبضہ کریگا تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت پر جو زیادہ کرنے کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑیگا وہ اُسکی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور دیے ہوئے غلام کی قیمت پر جو مشتری کے قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پس اگر اُن مین سے کسی مین عیب پا دیگا تو اُسکے حصہ کے عوض واپس کریگا اور اگر باندی کی دونون آنکھین بیع کے وقت صحیح ہون اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اُسکی آنکھ مین صدمہ پہونچایا پھر اُس مین سپیدی آگئی پس اُس غلام کو اُسکے مالک نے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درم کا ہوتا تھا پھر ان سب پر مشتری نے قبضہ کر لیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑیگا اُسپر اور اُس غلام پر جو واپس کیا گیا ہی برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مرجاوے پھر بائع نے مشتری کو بیع مین ایک گھوڑا بڑھا دیا کہ جو ایک ہزار درم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی کی

[1] قولہ مزاحم یعنی مثلاً زید نے گھوڑی خریدی اور بائع نے ایک گدھی زیادہ کر دی پھر گھوڑی سے بچہ پیدا ہوا تو گدھی کچھ بچہ پر زیادتی نہوگی بلکہ فقط گھوڑی کے ساتھ ہوگی چنانچہ تفصیل سے ظاہر ہے ۱۲ [2] یعنی جو غلام کہ آنکھ پھوڑنے کے جرم مین بائع نے دے دیا ۱۲م

قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ بسبب اُسکے قبضہ سے پہلے مرجانے کے ساقط کیا جاویگا اور حصہ ولد و غلام واپس کیئے ہوئے کا اسیر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو زیادتی کے دن تھی اور ولد اور واپس کیئے ہوئے غلام کی وہ قیمت لیجاوے گی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو اُن میں سے اپنے قبضہ میں نہ لیا یہان تک کہ زیادتی تلف ہوگئی تو بعوض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیئے ہوئے غلام کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑدے اور یہ خیار سوا اُس خیار کے ہے جو اُسکو بسبب باندی کے قبضہ سے پہلے مرجانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہوا غلام قبضہ سے پہلے مرگیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو باندیان ایک ہزار کو خریدین اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مرگئی پھر بائع نے ایک غلام بڑھا دیا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر اُسپر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن دونون باندیون پر آدھا آدھا تقسیم کیا جاویگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑا وہ اُسپر اور اُسکے بیٹے پر تین ٹکڑے کرکے تقسیم ہوگا بسبب اسکے کہ بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی اعتبار کیجاوے گی اور اُسکی ماں کی قیمت بیع کے دن کی اور اُسکا حصہ بسبب مرجانے کے ساقط ہوگا اور تہائی ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قیمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دو پانچوان حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچوان حصہ ملایا جاویگا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہے اُسپر اور دو پانچویں زیادتی پر چھ حصہ کرکے باعتبار دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو پانچوین زیادتی کی قیمت چار سو ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو ہر چار سو کو ایک سہم گردانا جائیگا پس دو پانچوین زیادتی کا ایک سہم ہوا اور بچہ کے پانچ سہم ہوئے پھر زندہ باندی کا ثمن اُسپر اور غلام کے تین پانچوین پر آٹھ حصہ کرکے بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہے اور تین پانچوین زیادتی کی قیمت چھ سو ہیں پس ہر دو سو کا ایک سہم گردانا گیا پس باندی کے پانچ سہم ہوے اور تین پانچوین زیادتی کے تین سہم ہوے اور یہ سب آٹھ سہم ہوے پس ظاہر ہوا کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مرگیا تو اُسکے مقابل کچھ نہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن میں ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اُس کی تابع ہے اور بسبب اسکے کہ قبضہ سے پہلے بیع متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اُس کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو بسبب اُس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس[1] اسکا ثمن اُس پر اور تہائی غلام پر تقسیم ہوتا کیونکہ وہ غلام بچہ اور زندہ باندی کے درمیان تین حصہ کیا گیا کہ دو ثلث اُسکے تابع اور ایک ثلث بچہ کے بقدر اُن کی قیمت کے چار ٹکڑے کرکے ایک چوتھائی ثلث زیادتی میں اور تین چوتھائی بچہ کے ثمن میں ملایا جاتا اگر زندہ کا ثمن اُسپر اور غلام کی دو تہائی پر پانچ ٹکڑے کیا جاتا تو تین پانچوان زندہ کے

[1] ہو معنی قولہ وثلث الثمن للولد وہکذا فی النسخ الموجودۃ ولعل الصحیح ثلثی الثمن یعنی دو تہائی ثمن ۱۲م

ثمن مین اور دو پانچوان دو تہائی زیادتی مین ملایا جاتا یہ کافی مین لکھا ہے کسی نے دو غلام ایک ہزار مین خریدے کہ ایک کی قیمت ایک ہزار ہے اور دوسرے کی پانچ سو پھر پہلے کی قیمت ایک ہزار ہو گئی پھر مشتری نے کچھ زیادتی کی تو زیادتی اُن دونون پر عقد کے روز کی قیمت کے حساب سے تین حصہ کیجاویگی اور اگر دونون مین سے ایک غلام زیادتی کے دن ہلاک ہو جاوے تو بقدر موجود کے زیادتی صحیح ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے منتقی مین ہے کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ مین ایک ہزار درم کو خریدے اور دونون نے باہم قبضہ کیا یا نہ کیا پھر مشتری نے ایک سو درم ایک معین غلام کے ثمن مین بڑھا دیے یا کہا کہ دونون مین سے ایک کے ثمن مین زیادہ کرتا ہون اور معین نہ کیا تو زیادتی جائز نہین ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ معلوم ہو اور کسی معین مین بڑھا دے تو جائز ہے اور اس صورت مین غیر معین کے ثمن مین بڑھانا بھی جائز ہے اور کسی ثمن کی طرف اس زیادتی کی نسبت کرنے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اسی کتاب مین دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر دو غلام ایک صفقہ مین ایک ہزار درم کو خریدے پھر مشتری نے ایک معین غلام کے ثمن مین زیادہ کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز ہو اور ثمن دونون غلامون پر تقسیم کیا جاوے پھر زیادتی اُس غلام معین کے حصہ مین ملائی جاوے اور اسی طرح اگر ایک غیر معین کے ثمن مین ایک باندی بڑھا دی تو جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا کہ جسکے ثمن کی طرف چاہے ملا دے اور ایسے ہی اگر کوئی اسباب بڑھایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھا دی پھر پہلی باندی استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری باقی باندی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے بعض ثمن کا کم کر دینا صحیح ہے اور یہ اصل عقد کے ساتھ ہمارے نزدیک ملایا جاتا ہے خواہ کم کرنے کے وقت مبیع مقابلہ کا محل باقی رہی ہو یا نہ رہی ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر قبضہ سے پہلے بعض ثمن مشتری کو ہبہ کیا یا اُسکو بری کیا تو یہ کم کر دینے مین شمار ہے پس اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہو پھر کہے کہ مین نے تجھکو بعض ثمن ہبہ کیا یا بعض ثمن تیرے ذمہ سے کم کر دیا تو صحیح ہے اور بائع پر واجب ہے کہ اُسکے مثل مشتری کو واپس کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو بعض ثمن سے بری کیا تو یہ صحیح نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ پورا ثمن گھٹا دیا یا ہبہ کیا یا اس سے بری کیا پس اگر یہ قبضہ سے پہلے ہو تو سب صحیح ہے ولیکن اصل عقد کے ساتھ لاحق نہوگا اور اگر ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو کم کر دینا اور ہبہ کر دینا صحیح ہے اور بری کر دینا صحیح نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اقالہ کے بعد ثمن سے بری کرنا جائز ہے اور بعد اقالہ کے مبیع مشتری کے پاس امانت ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام بیع فاسد کے طور پر بیچا پھر بائع نے اسکو قیمت سے بری کیا بعد اس کے کہ دونون قبضہ کر چکے تھے پھر غلام مر گیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہے اور اگر کہا کہ مین نے تجھکو غلام سے بری کیا تو وہ

سلہ قولہ محل یعنی کم کرنے کی صورت مین مبیع کا باقی ہونا شرط نہین کیونکہ یہ نفی ہے تو وجود موضوع ضرور نہین بخلاف زیادتی کے کہ وہ ایجاب ہے تو موضوع کا وجود ہونا ضرور ہے ۱۲ سلہ قولہ ضامن ہے کیونکہ برارت بعد قبضہ کے باطل ہے تو مبیع اپنی قیمت کے عوض اسکی ضمانت مین رہی ۱۲

بری ہو جاوے گا یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔

سترھوان باب۔ باپ و وصی اور قاضی کے نابالغ لڑکے کا مال بیچنے اور اُسکے لیئے خریدنے کے بیان مین۔ باپ کو اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچنا اور اپنے واسطے اس سے خریدنا استحساناً جائز ہی اور تمام حقوق لڑکے کو حاصل ہون گے اور باپ اُسکے قائم مقام ہوگا اور اسی واسطے اگر لڑکا بالغ ہوگیا تو اپنے باپ سے ثمن کے مطالبہ کا مالک ہوتا ہی اور اگر باپ نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر لڑکا بالغ ہوا تو خود مطالبہ نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور مشائخ کا اختلاف ہی کہ اس عقد کے تمام ہونے کے واسطے ایجاب و قبول شرط ہی یا نہین اور صحیح یہ ہی کہ شرط نہین ہی یہان تک کہ اگر باپ نے کہا کہ مین نے یہ چیز اپنے لڑکے فلان کے ہاتھ فروخت کی یا خریدی تو بیع تمام ہو جاوے گی اور یہ شرط ہی کہ کہے کہ مین نے یہ چیز اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچی اور خریدی اور باپ کی طرف سے یہ بیع بعوض مثل قیمت کے اور بعوض اسقدر قیمت کے کہ لوگ اپنے انداز مین اُس مین ٹوٹا اُٹھاتے ہین جائز ہی اور جب باپ نہ موجود ہو تو باپ کا باپ یعنی دادا بجائے اُسکے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے اپنے لڑکے کی زمین یا عقار (مال غیر منقول ۱۲) مثل قیمت پر فروخت کیا پس اگر اُس شخص کا حال لوگون مین اچھا مشہور ہو یا مستور (پوشیدہ ۱۲) ہو تو جائز ہی اور اگر مفسد مشہور ہو تو جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر اُس کا مال منقول بیچا اور وہ مفسد ہے تو ایک روایت مین ناجائز ہی مگر اُس صورت مین جائز ہوگا کہ اُس مین نابالغ کی بہتری ہو اور یہی اصح ہے اور بالغ لڑکے کی طرف سے جبکہ وہ مجنون ہو اور اُسکا جنون طویل ہو تو باپ کا بیچنا جائز ہی اور اگر طویل نہو تو جائز نہین ہی اور جنون طویل اُسکو کہتے ہین کہ جو ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور اگر اس سے کم ہو تو طویل نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر باپ یا وصی نے نابالغ کا کوئی مال غیر منقول فروخت کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ اگر قاضی کے نزدیک اُس بیع کا توڑ دینا نابالغ کے حق مین بہتر ہو تو اُسکو توڑ سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر باپ نے نابالغ کے ہاتھ کوئی چیز اُسکے مثل ثمن پر بیچی اور قاضی نے اجازت دیدی تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اسیطرح اگر بالغ نے کوئی وصی گردانا پھر اُسنے اجازت دی تو نافذ ہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے دو نابالغ لڑکے ہون کہ اُسنے ایک کے مال کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور جب دونون بالغ ہو جاوین گے تو صحیح مذہب کے موافق عہدہ[1] انھین دونون پر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ باپ نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچا تو فقط بیع سے وہ قابض نہو جاوے گا حتی کہ اگر اس سے پہلے تلف ہو جاوے کہ باپ اُسپر حقیقۃً قابض ہو سکتا ہے تو باپ کا مال تلف ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور جو ثمن کہ والد کے ذمہ اپنے واسطے اپنے لڑکے کا مال خریدنے سے لازم آیا ہے وہ اُس سے بری نہوگا جبتک کہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک وکیل نہ قائم کرے کہ وہ باپ سے اپنے قبضہ مین لے کر پھر اُسکو واپس کردے تاکہ بیٹے کی طرف سے اُسکے پاس ودیعت رہے اور اگر باپ نے کوئی گھر اپنے

[1] قولہ عہدہ یعنے بیع کے حقوق مین ثمن بائع کو اور بیع مشتری کو پہونچنے اور ان کو مسلم بنے کے ذمہ داریہی ہونگے ۱۲

بیٹے کے ہاتھ بیچا اور باپ اُس مین رہا کرتا ہی تو بیٹا قابض نہوگا جتےکہ باپ اُسکو خالی کرے اور یہ شرط ہے کہ قاضی کے امین کو سپرد کردے کذا فی محیط السرخسی - پھر اگر باپ وہان سے چلے جانے کے بعد اگر اُس مکان مین رہا یا اُس مین اپنا اسباب رکھا یا اپنے بال بچون کو اُس مین بسایا حالانکہ وہ بالدار آدمی ہے تو بمنزلۂ غاصب کے شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے کوئی کپڑا یا خادم خریدا اور اپنے مال سے اُسکا ثمن ادا کیا تو اپنے لڑکے سے نہین لے سکتا ہی مگر اس صورت مین کہ اس بات پر گواہ کرے کہ مین نے اسکو اپنے لڑکے کے واسطے خریدا ہی اور اگر اُسنے ثمن ادا نہ کیا یہان تک کہ مرگیا تو ثمن اُسکے ترکہ سے دلایا جاویگا پھر باقی وارث اس ثمن کو اس لڑکے سے نہین لے سکتے ہین بشرطیکہ میت نے اس بات پر گواہ نہ کیے ہون کہ مین نے اسکو اس لڑکے کے واسطے خریدا ہی اور اگر نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی پھر ثمن کا ضامن ہوگیا پھر ثمن کو ادا کردیا تو قیاس چاہتا ہی کہ لڑکے سے لے لیوے اور استحساناً نہین لے سکتا ہی اور اگر ثمن ادا کرنے کے وقت یہ کہا کہ مین اسکو ادا کرتا ہون تاکہ اپنے لڑکے سے لے لون تو اس سے لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر لڑکے کے واسطے کھانا یا کپڑا خریدا تو اُسکا ثمن لے سکتا ہی اگرچہ گواہ نہ کیے ہون کیونکہ یہ اُسپر واجب تھا بخلاف گھر یا عقار خریدنے کے کہ وہ واجب نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - باپ نے اگر لڑکے کا مال فروخت کیا اور پورا ثمن لینے سے پہلے سپرد کردیا تو ثمن پورا لینے کے واسطے مبیع کو واپس کرکے روک سکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - کسی عورت نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی زمین اپنے مال سے اس شرط پر خریدی کہ اس سے ثمن واپس نہ لیگی تو استحساناً جائز ہی اور وہ عورت اپنی ذات کیواسطے مشتری ہوگی پھر وہ زمین اُسکی طرف سے اُسکے نابالغ لڑکے کو بطور صلہ رحم کے ہبہ ہوجاوے گی اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ وہ زمین اس لڑکے کو نہ دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - ایک گھر ایک مرد اور اُسکی عورت مین مشترک تھا اور ان دونون سے ایک لڑکا تھا پھر عورت نے کہا کہ مین نے یہ گھر تجھ سے اپنے لڑکے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور باپ نے کہا کہ مین نے اُسکو بیچا تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر وہ دار باپ اور ایک اجنبی کے درمیان مشترک ہو اور عورت نے دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون سے یہ گھر اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور دونون نے کہا کہ ہمنے بیچا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور ہشام رح نے ذکر کیا ہی کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا غلام اپنے واسطے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر وہ غلام اس سے پہلے کہ باپ اُسکو کام مین لاوے یا اُسپر قبضہ کرے یا اُسکو کسی کام کا حکم دے مرگیا تو نابالغ کا مال گیا اور اگر اپنا غلام اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے بیچا پھر باپ نے اُسکو آزاد کردیا تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر باپ نے لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا پھر لڑکا بالغ ہوا تو لڑکے کی طرف سے عہدہ باپ پر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر باپ نے کوئی شخص وکیل کیا کہ میرا غلام میرے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہی بشرطیکہ وہ لڑکا چھوٹا ہو کہ اپنے نفس کو تعبیر نہ کرسکتا ہو مگر اس صورت مین جائز ہوگا کہ اُس عقد کو وکیل سے اُس کا

کرے اور صحیح یہ ہے کہ حقوق عقد کے وکیل کو ثابت ہون گے اور اس بات مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ باپ کا
تصرف اپنے واسطے ہوگا یا نابالغ کے واسطے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تصرف نابالغ کی طرف سے نائب ہو کر ہوگا
اور عقد بیع کے حقوق بیٹے کی جانب سے باپ پر ہون گے اور جو حقوق باپ کی جانب سے ہین وہ وکیل پر
ہون گے اور اسی طرح سے اگر دو بیٹون مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو
جائز نہین ہے اور اگر دو شخصون کو وکیل کیا اور انھون نے باہم بیع کی تو جائز ہے۔ باپ نے ایک شخص کو وکیل
کیا کہ میرے بیٹے کا غلام فروخت کرے اور اس وکیل نے باپ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے
نوادر ابن سماعہ مین ہے کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کا غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اپنے مرض مین کہا
کہ مین نے فلان شخص سے ثمن وصول پایا پھر اسی مرض مین مر گیا تو اُسکا اقرار جائز نہین ہے اور اگر اُس نے مرض
مین کہا کہ فلان شخص سے درم سو وصول پائے اور وہ ضائع ہو گئے تو تصدیق کیا جاویگا اور اگر اُسنے کہا کہ
مین نے قبضہ کر کے اُنکو تلف کر دیا تو سچا نہ جانا جاویگا اور مشتری اُن درمون سے بری نہوگا اور مشتری کو یہ بھی
اختیار نہوگا کہ جب لڑکے کے واسطے اُس سے ثمن لیا جاوے تو وہ باپ یا اُسکے ثمن سے وصول[۱۹] کرے
یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر باپ نے صغیر کا کوئی ذو رحم لڑکے کے مال سے خرید کیا تو یہ بیع باپ پر نافذ ہوگی نہ لڑکے پر
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر بیوقوف لڑکے کے واسطے کوئی باندی خریدی کہ وہ نکاح کے ساتھ
اُسکو اپنے تصرف مین لایا تو قیاساً وہ باندی باپ پر لازم ہوگی اور استحسان مین یہ بیع بیوقوف لڑکے پر
جائز ہوگی اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر اپنے بالغ بیوقوف لڑکے کے واسطے اسکے مال سے ایسا
شخص خریدا جو اُسکی طرف سے آزاد ہو جاوے گا تو یہ بیع اُسپر نافذ نہوگی بلکہ باپ پر نافذ ہوگی پھر اگر یہ خریدا ہوا
شخص باپ کا قریب ہو تو اس کی طرف سے آزاد ہو جاویگا اور اگر اجنبی ہو جیسے نابالغ یا بیوقوف کی مان یا
بھائی یا بہن تو اُسکی طرف سے آزاد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر باپ نے بیٹے کی ملک فروخت کی اور بیٹے نے
کہا کہ مین فروخت ہونے کے وقت (یعنی باپ کی[۱۲]) بالغ تھا میری بلا اجازت فروخت کی ہے اور باپ نے کہا کہ تو نابالغ تھا تو بیٹے
کا قول معتبر ہوگا اگر ایک عورت مر گئی اور اُسنے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی پھر نابالغ کے باپ نے ترکہ مین
سے کوئی چیز تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کی تو نابالغ کے حصہ مین صحیح ہوگی بشرطیکہ یہ بیع اسکی مثل قیمت پر ہو
یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اُس مین یتیم کی
بہتری ہو اور عقار کے سوا چیزون مین شمس الائمہ نے بہتری کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنا مال جو پندرہ درم کا ہو
وہ دس درم مین دیوے اور یتیم کا مال جو دس درم کا ہوتا ہے اپنے واسطے پندرہ درم مین لے اور عقار مین بہتری بعضون
کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے واسطے دوگنی قیمت مین خریدے اور یتیم کے ہاتھ آدھی قیمت مین بیچے یہ فتاوی قاضیخان مین

[۱۹] قولہ وصول کرے یعنی متوفی باپ کے اس اقرار پر کہ مین نے قبضہ کر کے تلف کر ڈالے ہین مشتری کو اختیار نہین ہے

[۱] قولہ (ا) ترکہ سے وصول کرے ۱۲ م

لکھا ہی پھر جب وصی کی بیع اپنے واسطے جائز ہوئی جیسا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے تو کیا وصی صرف مین نے خریدا یا مین نے بیچا کہیگا جیسا کہ باپ کہتا ہی یا دونون جزو[1] کہنا چاہیئے اور اسکو امام محمد رح نے کسی کتاب مین ذکر نہین کیا ہی اور ناطفی نے اپنے واقعات مین لکھا ہی کہ اسکو دونون جزو کہنا چاہیئے بخلاف باپ کے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر وصی نے یتیم کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ اسکی مثل قیمت پر فروخت کیا تو جائز ہی اور بعضون نے کہا کہ اسکا تصرف صرف ان تین شرطون مین سے ایک شرط پائی جانے کے ساتھ جائز ہی یا تو دوگنی قیمت پر فروخت کرے یا نابالغ کو اسکے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرضہ ہو جو بدون اُسکے فروخت کرنے کے ادا نہو سکے اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر وصی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ یتیم کے مال مین سے کوئی چیز خریدے اور اُسنے اپنے مؤکل کے واسطے خریدی تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایسے لڑکے نے کہ جسکو خرید فروخت کی اجازت دی گئی ہی اپنا مال وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو اُسکا فروخت کرنا خود وصی کے فروخت کرنیکے مانند ہی اور اگر ایسے لڑکے نے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہی اجنبی کے ہاتھ کھلے[2] ہوئے خسارہ کے ساتھ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جس کے بیچنے مین اُسکی بہتری ہی فروخت کیا ولیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اُسکا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشایخ نے فرمایا ہی کہ بیع جائز ہی اور اگر اُسنے ثمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہی تو یتیم کو اُسکی ضمان دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر اُس نے دونون کو تجارت کی اجازت دی تاکہ دونون خرید فروخت کرین تو بھی جائز نہین اور اسی طرح اگر دونون کے غلامون کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی تو بھی جائز نہین ہی اور اگر باپ ولی ہو تو دونون بیٹون یا اُنکے دونون غلامون کے اجازت دینے سے ایسی بیع درست ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ قاضی نے اگر اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اُسکا مال خود خریدا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے مال مین سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہی اگرچہ اسی قاضی نے اُسکو وصی بنایا ہو یہ فتاوے کبری مین لکھا ہی۔ ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی۔ وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان جسکی قیمت پچاس دینار تھی بیس مین خریدا پھر جب قرض پورا لے لیا تو بیع کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے اُدھار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھکر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے اُدھار پر نہین فروخت ہوتا ہی تو بیع جائز نہو گی اور اگر ایسا نہو ولیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد پر بگر جاوے گا یا اُس سے ثمن وصول نہو گا تو بھی جائز نہین ہی اور اگر ان دونون باتون کا خوف نہو تو بیع جائز ہو گی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے

[1] قولہ دونون جزیعنے مین نے خریدا اور بیچا ۱۲م [2] یعنی اتنی کمی کو کوئی انداز کرنے والا اندازہ نہ کرے ۱۲

سے مالدار ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ پہلے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہون تو اُسکا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا عقار یا اسباب جائز ہی خواہ ورثہ حاضر ہون یا غائب ہون خواہ میت پر قرض ہو یا نہو ولیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے دامون پر کہ جتنا ٹوٹا لوگ اندازہ مین اُٹھاتے ہین فروخت کرسکتا ہے اور شمس الائمہ نے شرح ادب القاضی مین فرمایا کہ یہ فتوی سلف کا ہی اور متاخرین کے نزدیک عقار کی بیع ان تینون شرطون مین سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہوگی یا یہ کہ مشتری اُسکی دوچند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اُس کے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدون اُسکے بیچے کے ادا نہو سکے پس اگر سب وارث نابالغ ہون اور حاضر ہون اور میت پر قرض نہو تو وصی کو ترکہ مین بالکل تصرف کرنے کا اختیار نہین ہو ولیکن میت کے قرضے وصول کرکے وارثون کو دیدے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو گھیرے تو اُس پر اجماع ہی کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کریگا اور اگر ایسا نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے اور اگر ترکہ پر قرض[له] نہو لیکن میت نے چند وصیتین کی ہون پس اگر وہ وصیت تہائی یا اُس سے کم مین ہو تو وصی اسکو جاری کردے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثون کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو ترکہ مین سے وصیت جاری کرنے کے واسطے بیچنا چاہا تو اسپر اجماع ہی کہ بقدر وصیت کے فروخت کرے اور وصیت سے زائد مین ویسا ہی اختلاف[له] ہے جو مذکور ہوا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ وارث اپنی خاص ملک سے قرضہ یا وصیت کو نہ ادا کردین اور اگر اُنھون نے ایسا کیا تو وصی کو ترکہ بیچنے کا اختیار بالکل نہ رہیگا اور اگر وارث غائب ہون جسکی میعاد امام محمدؒ سے تین دن روایت کی گئی ہی پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہو تو وصی مال منقول بیچ سکتا ہی اور عقار نہین بیچ سکتا ہی اور اگر عقار کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو مشائخ کا اُس مین اختلاف ہے اور اصح یہ ہی کہ وہ اُسکی بیع کا مالک نہوگا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو اسباب مین حکم یہ کہ اسکو بقدر دین کے اور اُس سے زائد بالکل فروخت کرسکتا ہی اور عقار کے باب مین وہی اختلاف ہی جو ہمنے ذکر کیا اور اگر وارثون مین بعض نابالغ اور بعضے بالغ ہون پس اگر بالغ غائب ہون اور ترکہ پر قرضہ اور وصیت نہو تو وصی مال منقول کو بیچ سکتا ہی اور عقار مین سے نابالغون کا حصہ فروخت کرسکتا ہی اور بالغون کے حصہ مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور ایسی صورت مین اگر ترکہ کو قرضہ گھیرے ہوے ہو تو عقار اور منقول دونون کو بیچ سکتا ہی اور اگر گھیرے ہوئے نہو تو بالاجماع عقار اور مال منقولہ مین سے بقدر قرضہ کے بیچ سکتا ہی اور اس سے زیادہ کی بیع مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور اگر بالغ وارث حاضر ہون پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہو تو بالاجماع نابالغون کا حصہ عقار و منقول سے

[له] قولہ قرض نہو یعنے میت قرضدار نہین مر کیونکہ اگر قرضدار ہو تو ترکہ سے قرضہ ادا کرنا بالاجماع مقدم ہے ۱۲ [له] امام کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہین ۱۲

فروخت کرسکتا ہی اور بالغون کے حصہ کی بیع مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو پس اگر وہ قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو وہ کل کو بیع سکتا ہی اور اگر گھیرے ہوئے نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور زیادہ مین اختلاف ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور جو حکم ہم نے باپ کے وصی کا ذکر کیا وہی باپ کے وصی کے وصی کا اور دادا یعنی باپ کے باپ کے وصی کا اور اُسکے وصی کے وصی کا اور قاضی کے وصی کا اور اُسکے وصی کے وصی کا بھی حکم ہی پس قاضی کا وصی بھی بمنزلہ باپ کے وصی کے ہی مگر صرف ایک صورت مین فرق ہی اور وہ یہ ہی کہ قاضی نے اگر کسی کو کسی قسم کا وصی کیا تو یہ وصی اُسی خاص قسم کا ہوگا اور باپ نے اگر کسی کو ایک نوع کا وصی کیا تو وہ ہر طرح کا وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر وصی نے یتیم کا کوئی غلام یتیم کے لئے ایک ہزار درم کو فروخت کیا کہ قیمت اُسکی بھی ہزار درم ہی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مدت خیار کے اندر غلام کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی تو وصی کو بیع کا نافذ کرنا جائز نہین ہی اور یہی قول امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی عورت نے اپنے شوہر کا اسباب اُسکے مرنے کے بعد فروخت کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ اُسکی طرف سے وصیہ ہی اور اسکے شوہر کے چھوٹی چھوٹی نابالغ اولاد ہین پھر ایک مدت کے بعد اُس عورت نے کہا کہ مین وصیہ نہ تھی تو امام ابو بکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ مشتری کے حق مین اُس عورت کی تصدیق نہ کیجاویگی اور نابالغون کے بالغ ہونے تک اُس بیع مین توقف ہوگا پس اگر اُنھون نے بالغ ہونیکے بعد اُس عورت کی تصدیق کی کہ یہ وصیہ تھی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر تکذیب کی تو باطل ہوجاویگی پس اگر مشتری نے اُس سے خریدی ہوئی زمین مین کھاد دیکر اسکو درست کیا ہو تو عورت سے کچھ واپس نہ کرسکیگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ عورت نے بیع کرنے کے بعد یہ دعوی کیا ہو کہ مین وصیہ نہ تھی اور اگر کسی لڑکے نے یہ دعوی کیا کہ اُس عورت نے فروخت کیا حالانکہ وصیہ نہ تھی تو لڑکے کا دعوی قابل سماعت ہوگا بشرطیکہ اُس لڑکے کو تجارت یا خصومت مین ایسے شخص کی طرف سے کہ جو والی خصومت ہی جیسے قاضی یا وصی وغیرہ اجازت دی گئی ہو پس اگر وہ زمین کے واپس لینے سے عاجز ہو تو اُس عورت سے اس چیز کی جو اُس نے فروخت کی تھی قیمت کی ضمان لے گا بنابر اس روایت کے کہ بائع عقار کو بیع کردینے اور سپرد کردینے سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ لڑکے یا بیوقوف کا باپ یا باپ کا باپ یا وصی موجود ہے اور قاضی نے اس لڑکے یا بیوقوف کو تجارت کی اجازت دی اور باپ نے انکار کیا تو اُس کی اجازت جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت باپ یا وصی کی ولایت سے مؤخر ہے کذا فی القنیہ۔

اٹھارھوان باب بیع سلم کے بیان مین اور اس مین چھ فصلین ہین فصل اول اُسکی تفسیر اور رکن اور شرائط اور حکم کے بیان مین

بیع سلم ایک ایسا عقد ہی کہ اُس سے ثمن مین بالفعل ملک ثابت ہوتی ہے اور مثمن مین کسی مدت پر ملک ثابت ہوتی ہے اور رکن بیع سلم کا یہ ہی کہ دوسرے سے کہے کہ مین نے تجھکو دس درم ایک کر گیہون کے عوض سلم مین دیے یا سلف مین دیے اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیے اور حسنؒ کی روایت کے موافق

بیع سلم لفظ بیع کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ بیع سلم کی شرطین دو طرح کی ہین ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہی اور دوسری بدل کی طرف رجوع کرتی ہی جو شرط کہ نفس عقد کیطرف رجوع کرتی ہی وہ ایک ہی اور وہ یہ ہے کہ دونون عقد کرنے والون کو یا ایک کو اس عقد مین شرط خیار نہو بخلاف مستحق کے خیار کے کہ اس سے بیع سلم باطل نہین ہوتی ہے حتی کہ راس المال کا اگر کوئی شخص مستحق پیدا ہو حالانکہ دونون عقد کرنے والے قبضہ کرکے جدا ہو چکے ہون۔ پھر مستحق اجازت دے تو بیع سلم صحیح ہی اور اگر خیار شرط والے نے بدنی جدائی سے پہلے اپنا خیار باطل کر دیا اور راس المال مسلم الیہ[۱] کے پاس قائم ہی تو وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جاوے گا اور اگر راس المال تلف ہو گیا یا اُسنے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع جائز نہو جاوے گا یہ بدائع مین لکھا ہی اور جو شرطین کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہین وہ سولہ[۱۶] ہین اُن مین سے چھ[۶] راس المال مین اور دس[۱۰] مسلم فیہ مین ہین پس راس المال کی شرطون مین ایک[۱] یہ ہی کہ راس المال کی جنس بیان کرے کہ وہ درم ہین یا دینار ہین یا ناپنے کی چیزون مین سے مثل گیہون یا جو کے ہی اور دوسری یہ کہ اُسکی نوع[۲] بیان کرے کہ یہ درم غطریفی ہین یا عدالی یا دینار محمودی ہین یا ہروی ہین اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ اس شہر مین نقود مختلف رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جنس کا ذکر کرنا کافی ہی اور تیسری صفت کا بیان کرنا چاہیئے کہ وہ جید ہی یا ردی ہے یا درمیانی ہی کذا فی النہایہ اور چوتھی راس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیئے ایسی چیزون مین کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہی جیسے کیلی اور وزنی اور عددی چیزین اگرچہ اُسکی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اُسکی مقدار کا پہچاننا شرط نہین ہے پس اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دراہم ایک کر گیہون کے عوض تجھکو سلم مین دیے اور درہمون کا وزن نہ معلوم ہوا یا اُسنے کہا کہ مین نے یہ گیہون تجھکو اتنے من زعفران کے عوض سلم مین دیے اور گیہون کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہین ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہی کذا فی الکافی۔ اور اگر راس المال ایسی چیزون مین سے ہو کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہین ہوتا ہی اُن مین مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہین ہی اور بالاجماع اشارہ پر اکتفا کیا جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر دو مختلف چیزون مین بیع سلم ٹھہرائی اور راس المال کیلی یا وزنی چیزون مین سے ہی تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق جبتک دونون مین سے ہر ایک کا حصہ راس المال مین سے نہ بیان کرے سلم جائز نہوگی اور اگر راس المال کیلی اور وزنی چیز کے سوا ہو تو اس تفصیل کی حاجت نہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان سب مین جائز ہی کذا فی الحاوی۔ اگر دو جنسین سلم مین دین اور ایک کی مقدار نہ بیان کی تو دونون کی سلم صحیح نہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور پانچوین شرط درم اور دینارون کا منتقد[۱] ہونا چاہیے

سلہ واضح ہو کہ اگر دس درم زید نے ایک کر گیہون کے عوض عمرو کو دیے تو زید رب السلم ہے اور عمرو مسلم الیہ ہے اور گیہون مسلم فیہ ہین اور دس درم راس المال ہین اور اسکو یاد رکھنا چاہیئے ۱۲ سلہ مثلاً چہرہ دار یا چھوٹی گولی یا جیسوری یا مرشد آبادی یا انگریزی ہے ۱۲ منہ سلہ مثلاً درم اور دینار ۱۲

اور یہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک مقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ جائز ہونے کی شرط ہی یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اور چھٹی یہ کہ راس المال مجلس سلم مین قبضہ مین آنا چاہیے خواہ وہ رأس المال دین ہو یا عین اور یہ عامہ علما کے نزدیک استحسانا شرط ہی خواہ اول مجلس مین قبضہ کیا یا آخر مین کیونکہ مجلس کی سب ساعتون کا حکم ایک ہی اور ایسے ہی اگر ابھی قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کھڑے ہو کر چلنے لگے پھر بدنی جدائی سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور نوادر مین لکھا ہی کہ اگر دونون نے عقد سلم کیا اور ایک میل یا زیادہ چلے اور ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہوا پھر راس المال پر قبضہ کر کے دونون جدا ہو گئے تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دونون یا ایک سو گیا پس اگر وہ دونون بیٹھے تھے تو یہ جدائی مین شمار نہین ہی کیونکہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہی۔ اور اگر دونون لیٹے تھے تو یہ جدائی مین شمار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نوازل مین لکھا ہی کہ کسی نے دس درم دس قفیز گیہون کے عوض سلم مین دیے اور درم اُسکے پاس نہ تھے پھر وہ اپنے گھر مین داخل ہوا تاکہ درم لاوے پس اگر ایسی جگہہ گیا ہی کہ اُس کو مسلم الیہ دیکھتا تھا تو سلم باطل نہو گی اور اگر اُسکی آنکھ سے پوشیدہ ہوا تو باطل ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک شخص پانی مین گھسا اور اُس مین غوطہ لگایا پس اگر پانی ایسا صاف تھا کہ بعد غوطہ کے نظر آتا تھا تو جدائی ثابت نہو گی اور اگر گندلا تھا کہ بعد غوطہ کے نظر نہ آیا تو جدائی ثابت ہو جاوے گی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اگر مسلم الیہ نے راس المال پر مجلس مین قبضہ کرنے سے انکار کیا تو حاکم اُسپر جبر کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جو شرطین کہ مسلم فیہ مین ہوتی ہین اُن مین سے ایک یہ ہی کہ مسلم فیہ کی جنس مثلاً گیہون یا جو بیان کرنا چاہیئے اور دوسری اُسکی قسم کہ مثلاً خشکی کے گیہون یا پہاڑی مین بیان کرنا چاہیئے تیسری گیہون کی صفت کہ جید ہین یا ردی یا درمیانی بیان کرنا چاہیئے یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے گیہون کے سلم مین بیان کیا کہ گندم نیکو یا نیک یا سرہ یعنے کھرے تو جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ عتابیہ مین لکھا ہی۔ اور چوتھی یہ کہ مسلم فیہ کی مقدار پیمانہ یا وزن یا عدد یا گز سے معلوم ہو یہ بدائع مین لکھا ہی اور یہ چاہیئے کہ اُسکی قدر ایسی مقدار سے معلوم ہو کہ جس مقدار کی لوگون کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہو اور اگر اُسکی مقدار کسی معین پیمانہ سے معلوم کی جاوے جیسے کہا کہ اس خاص برتن کے پیمانہ یا اُس پتھر کے وزن سے لونگا تو جائز نہین ہی بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس برتن مین کس قدر سماتا ہی یا اس پتھر کا کیا وزن ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی گزون سے بکنے کی چیزون مین چاہیئے کہ اُسکی مقدار ایسے گزون سے بیان کی جاوے کہ جسکا لوگون کے پاس سے گم ہونے کا خوف نہو پس اگر کوئی معین لکڑی کو بتلایا کہ جس کی ناپ نہین معلوم ہی یا اپنے ہاتھ کی ناپ یا فلان شخص کے ہاتھ کی ناپ بتلائی تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کا پیمانہ یا اُسکا گز عام لوگون کے گز اور پیمانہ سے مغایر ہو تو اُسکے حساب سے بیع سلم صحیح نہین ہی اور اگر اُسکا گز یا پیمانہ عام لوگون کے موافق ہو تو اُس کی قید لگانا لغو ہو گی اور سلم جائز ہو گی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور یہ ضرور ہی کہ پیمانہ ایسا نہو کہ جو پچک جاتا ہو یا کشادہ ہو جاتا ہو جیسے پیالے اور اگر زنبیل یا تھیلی کے مانند ہو تو سلم جائز نہو گی مگر صرف پانی کی مشک مین لسبب تامل کے

جائز ہے ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت کیا گیا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور پانچوین شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ میعادی اور میعاد معلوم ہو حتے کہ فی الحال کی سلم جائز نہین ہی اور ادنی میعاد کہ بدون اُسکے سلم جائز نہین ہی امام محمد رح کی تقدیر پر ایک مہینہ ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور رب السلم کے مرنے سے میعاد باطل نہین ہوتی ہی اور مسلم الیہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہی حتی کہ سلم اُسکے ترکہ سے فی الحال لی جاوے گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور چھٹی یہ کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے میعاد آنے تک موجود ہونا چاہیئے حتی کہ اگر عقد کے وقت نہو اور میعاد کے وقت موجود ہو یا اُسکا عکس ہو یا عقد کے وقت اور میعاد کے وقت موجود ہو اور درمیان مین موجود نہو تو جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور موجود ہونے کے معنے یہ ہین کہ بازار مین آتی رہے اور موجود نہونے کے یہ معنی ہین کہ بازار مین نہ آتی ہو اگرچہ گھرون مین پائی جاوے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر ایسی چیز مین سلم کی کہ جو میعاد تک پائی جاتی ہی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ بازار سے جاتی رہی تو سلم اپنے حال پر رہے گی اور رب السلم کو اختیار ہی کہ چاہے سلم کو توڑ دے ورنہ اُسکے پائے جانے کا انتظار کرے یہ نیا بیع مین لکھا ہی۔ ساتوین شرط یہ ہی کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے معین ہوتی ہی یہانتک کہ درم و دینار مین سلم صحیح نہین ہی اور بترون مین روایت صرف کے قیاس پر جائز نہین ہی اور کتابت الشرکت کے قیاس پر جائز ہی۔ یہ نہایہ مین لکھا ہی آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ ان چار جنسون سے ہونا چاہیئے کیلی یا وزنی یا عددی کہ جو باہم قریب برابر کے ہین یا گزون سے ناپنے کی چیز ہو یہ محیط مین لکھا ہی پس حیوان اور اسکی سری پایون مین سلم جائز نہین ہی ایسے ہی غلام اور باندیون مین بھی اس سبب سے کہ اُن کی عقل اور اخلاق جدا جدا ہوتے ہین جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ نوین شرط یہ ہی کہ جن چیزون مین باربرداری وغیرہ ہوتی ہی جیسے گیہون اُن کے ادا کرنے کا مکان بیان کرنا چاہیئے کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہی نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ شرط نہین ہی ولیکن اگر دونون شرط کرلین تو صحیح ہوگی اور اگر شرط نہ کرین تو جس جگہ عقد ہوا ہی وہی سپرد کرنے کی جگہ ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے یہ شرط کی کہ سلم کو فلان شہر مین سپرد کرے تو مسلم الیہ جس مقام پر اس شہر مین سے چاہے ادا کر سکتا ہے اور رب السلم کو اختیار نہوگا کہ اُس کو دوسری جگہ سپرد کرنے کے واسطے تکلیف دے کذا فی المحیط۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب وہ شہر بڑا نہو اور اگر بڑا ہو کہ اُسکے دونون کنارون مین ایک فرسخ کا فاصلہ ہو تو جبتک اس کا کوئی کنارہ بیان نہ کرے جائز نہین ہی اسواسطے کہ اُسکی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جن چیزون مین باربرداری وغیرہ نہین ہی جیسے مشک وکافور اُن مین ادا کرنے کا مکان معین کرنا بالاجماع شرط نہین ہے اور کتاب البیوع و جامع صغیر کی روایت کے موافق جہان عقد ہوا ہی وہی ادا کرنے کے واسطے معین ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ صاحبین کا قول ہی یہ محیط سرخسی مین اور عنایہ مین لکھا ہی۔ اور اجارات مین لکھا ہی

ف قولہ پیالے یعنی وہ پیمانہ مثل پیالون کے ہو جو کھنچے و کشادہ نہین ہوتے ہین بلکہ ایک حال پر رہتے ہین ۱۲ م

کہ وہ مکان معین نہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ جہان چاہے ادا کرنے اور یہی اصح ہی یہ کافی اور ہدایہ مین لکھا ہی۔ پس اگر کوئی مکان معین کیا تو بعضون نے کہا ہی کہ متعین نہوگا کیونکہ ایسی چیز کے لیجانے مین کچھ باربرداری نہین ہی اور نہ جگہ کے بدلنے سے اُسکی مالیت بدلتی ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ متعین ہوگا اور یہی اصح ہی یہ عنایہ مین لکھا ہی اور اگر سمندر یا پہاڑ کی چوٹی پر ایسی چیزون مین کہ جن مین باربرداری اور مشقت ہی بیع سلم کی تو جونسا مکان وہان سے قریب ہوگا اُس مکان مین ادا کریگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور دسوین شرط یہ ہی کہ دونون بدلون کو کوئی وصف علت ربو کا شامل نہو اور وہ قدر[1] و جنس ہی اور یہ ہر جگہ جاری ہی مگر ثمنون مین نہین جاری ہی کہ اُن کا سلم وزنی چیزون مین لوگون کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ بیع سلم کا حکم یہ ہی کہ رب السلم کو مسلم فیہ مین ایک مدت پر ملکیت ثابت ہوتی ہی اور مسلم الیہ کو راس المال معین اور موصوف مین فی الحال ملکیت ثابت ہوتی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور جب بیع سلم صحیح ہوگئی اور مسلم الیہ نے مسلم فیہ کو حاضر کیا تو رب السلم کو اُسمین خیار نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اپنی شرط کے برخلاف پاوے تو اِس صورت مین مسلم الیہ پر جبر کیا جاویگا کہ جس چیز پر عقد ہوا ہی اُسکو حاضر کرے یہ نہایہ مین لکھا ہی

دوسری فصل

اُن چیزون کے بیان مین جن مین سلم جائز اور جنمین جائز نہین ہے۔ اگر کوئی ہروی کپڑا ہروی کپڑے کی سلم مین دیا تو جائز نہین ہی اور اگر ایک قفیز گیہون کو ایک قفیز جو کی سلم مین دیا تو بھی جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کیلی چیز کو وزنی چیز کی سلم مین دیا تو جائز ہی بشرطیکہ وزنی چیز مسلم فیہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اسطرح کہ اُسکا وصف بیان کر دینے سے مبیع متعین ہو جاوے اور اگر ایسا نہو تو جائز نہین ہی حتی کہ اگر گیہونکو سونے یا چاندی کی سلم مین دیا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور عقد باطل ہوگا اور یہی اصح ہی اور وزنی چیز کو کیلی چیز کی سلم مین دینا جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور وزنی کو وزنی کی سلم مین دینا جبکہ دونون عقد مین متعین ہو جاتے ہون جیسے لوہا اور زعفران تو جائز نہین ہی اور اگر درم و دینار کو وزنی کی سلم مین دیا تو جائز ہی اور اگر گلائی ہوئی چاندی یا سونے کا تبر یا ڈھلا ہوا سونا چاندی زعفران کی سلم مین دیا تو امام ابویوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اگر پیسونکو وزنی چیز کی سلم مین دیا تو جائز ہی مگر جب پیسون کو اُسی جنس مین دیا تو جائز نہین ہی اگر پیتل کے برتن وزنی چیز کی سلم مین دیے پس اگر یہ برتن وزن سے بکتے ہون تو جائز نہین ہی اور اگر گنتی سے بکتے ہون تو جائز ہی لیکن اگر برتنون کو اپنی جنس کے ساتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم مین دینا جائز نہین ہی اور اگر کیلی یا وزنی چیز نہو اور دونون کی قسم مختلف ہو تو ایسی ایک چیز کو دو کے عوض ہاتھون ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اُدھار فروخت کرنے کا بھی کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ وہ مسلم فیہ وصف بیان کر دینے سے ایسی ہو جاوے کہ مثلی چیزون کے ساتھ

---

[1] قولہ قدر یعنی راس المال و مسلم فیہ مین متحد قدر و جنس نہ۔ علت نہو یا یہ بات نہو جس سے اُدھار جائز نہو اور اسکی مثال شروع مسئلہ فصل دوم مین آتی ہی ۱۲

تجاوے اور اگر ایسی نہو تو جائز نہین ہے حتی کہ اگر ایک ہروی کپڑا ایک جوہر یا موتی کے سلم مین دیا تو جائز نہین ہے اور یہی حکم ہمارے نزدیک حیوانات مین ہے اور اگر غیر کیلی یا وزنی چیزین ایک قسم کی ہون تو ہمارے علما کے قول پر دو چیزون کو ایک کے عوض ہاتھون ہاتھ دینا روا ہے اور اُس مین اُدھار بہتر نہین ہے حتی کہ اگر دو کپڑے ہروی ایک ہروی کی سلم مین دیے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کیلی چیز کو کیلی اور وزنی چیز کی سلم مین دیا یا کسی چیز کو اُسکی جنس اور غیر جنس کی سلم مین دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تمام کا عقد باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک وزنی کے حصہ اور غیر جنس کے حصہ مین صحیح ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی چیز کو ایک نوع کی کیلی اور وزنی چیز کی سلم مین دیا اس شرط پر کہ بعض کی مدت کسی وقت ہو اور بعض کی مدت دوسرے وقت ہو تو روا ہے اور دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کرنیکی احتیاج نہین ہے اور اگر رب السلم نے قبضہ نہین کیا یہانتک کہ مسلم فیہ جاتی رہی اور اُسکا مثل معدوم ہوگیا تو ہمارے تینون امامون کے نزدیک سلم باطل نہوگی ولیکن رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے مثل موجود ہونے تک انتظار کرکے اُسکو لے ورنہ اپنا راس المال لے لیوے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر درمون کو زعفران کی سلم مین دیا تو جائز ہے اور پیسون کو لوہے اور رصاص کے مانند چیزون کی سلم مین دینا روا ہے۔ اور اگر پیسون[سلہ] کو پیتل کی سلم مین دیا تو جائز نہین ہے اور پیسون سے مراد رائج پیسے ہین اگر غیر رائج ہون تو اُنکو لوہے اور رانگہ کی سلم مین دینا جائز نہین ہے اور اگر تیر وغیرہ کی پوریان یا تلوار کو لوہے کی سلم مین دیوے تو جائز نہین ہے اور اگر تلوار کو پیتل کی سلم مین دیا تو جائز ہے بشرطیکہ تلوار گنتی سے بکتی ہو اور اگر وزن سے بکتی ہو تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور گیہون کو میعادی درہمون کی سلم مین دینا ہمارے نزدیک جائز نہین ہے اور جب اُسکا سلم صحیح نہین ہوا تو عیسی بن ابان نے فرمایا کہ عقد بالکل باطل ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کیلی چیزین بحساب وزن کے سلم قرار دی تو اسمین دو روایتین ہین اور جائز ہونے پر اعتماد ہے اور اسیطرح اگر وزنی چیزین بحساب پیمانہ کے سلم قرار دی تو بھی یہی اختلاف ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اگر دودھ کے موجود ہونے کے وقت اُسمین بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور یہی حکم سرکہ اور شیرۂ انگور کا ہے پھر شمس الائمہ نے فرمایا کہ دودھ مین وقت کی قید لگانا اُنکے شہرون کے موافق ہے اسلیے کہ اُنکے یہان کبھی کبھی دودھ کا بازار مین آنا موقوف ہوجاتا ہے اور ہمارے ملکون مین موقوف نہین ہوتا تو ہر وقت جائز ہے اور یہی حال سرکہ کا ہے مگر شیرۂ انگور ہر وقت نہین پایا جاتا پس اُسکی سلم مین وقت[سلہ] کی شرط کرنی چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور گھی کی سلم مین پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے مگر امام محمد رح سے

سلہ یہ اُسوقت ہے کہ پیتل کے پیسے ہون اور اس ملک مین پیسون کو تانبے کی سلم مین دینا جائز نہین ہے خواہ پیتل کے ہون یا تانبے کے ہون ۱۲ م سلہ قولہ وقت یعنے جس وقت مین شیرہ موجود ہو اُس وقت جائز ہے ورنہ نہین ۱۲ منہ

ایک روایت مین آیا ہی کہ وزن سے نہین جائز ہی اور ایسے ہی ہر چیز جو رطل سے تولی جاتی ہی اسکا پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے گیہونکی سلم مین اُنکے موجود ہونے سے پہلے بیع قرار دی تو ہمارے نزدیک صحیح نہین ہی اور اسی سے نکلتا ہی کہ اگر کسی خاص مقام مین گیہون مین سلم قرار دی پس اگر اسکے جاتے رہنے کا گمان نہو تو سلم جائز ہو گی اور اسیطرح اگر کسی بڑے شہر مثل سمرقند و بخارا کے اناج مین سلم قرار دی تو بھی یہی حکم ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ شہر کے اناج مین جائز نہین ولایت کے اناج مین جائز ہی اور صحیح یہ ہی کہ جس جگہ کا اناج بیان کیا گیا اگر غالباً اُسکا اناج معدوم نہووے تو وہ سلم جائز ہوگی خواہ وہ کوئی ولایت ہو یا بڑا شہر ہو اور اگر اُسکا اناج معدوم ہونیکا خوف ہو جیسے کوئی خاص زمین یا گانوَن تو اُسکی سلم جائز نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر قریہ کی طرف نسبت کرنا صرف صفت[1] بیان کرنے کیواسطے ہو جیسے بخارا کی خشمرنی تو صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر ہرات[12 نگر ہن] کے گیہوؤن مین سلم قرار دی تو جائز نہین ہی اور اگر ہرات کے کپڑون مین سلم قرار دی پس اگر سلم کی پوری شرطین بیان کین تو جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ بغداد کا مروی کپڑا مرو کے مروی کی سلم مین دینا جائز ہی اور ایسے ہی مروی بغداد کو مروی اھواز اور مروی واسط کی سلم مین دینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ہرات کی روئی ہراتی کپڑے کی سلم مین دی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر[2] بالونکو بالونکے موزے یا صوف کے نمدے کی سلم مین دیا یا خز کو خز کے کپڑے کی سلم مین دیا پس اگر وہ ٹوٹ کر بال نہو جائے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی اور[3] اگر سوت کو سوت کے کپڑے کی سلم مین دیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جو گنتی کی چیزین ایسی ہون کہ اُن کے عدد ون مین فرق ہو جیسے انار اور خربوزہ وغیرہ تو اُنکی سلم گنتی سے جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور جو گنتی کی چیزین باہم قریب ہون اُن مین جائز ہی حتی کہ اخروٹ اور انڈے مین گنتی سے اور پیمانہ اور وزن سے بھی جائز ہی اور زیادات مین لکھا ہی کہ اخروٹ اور انڈے کی سلم مین جبکہ مرغی یا بط[4] کا انڈا بیان کر دیا تو جائز ہی اگرچہ جید اور ردی نہ بیان کیا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جن عددی چیزون کے اعداد جدا جدا قیمت سے بکتے ہون یعنے ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہو وہ عددی متفاوت کہلاتی ہین اور جنکے ہر ایک عدد کی قیمت یکسان ہو وہ عددی متقارب ہین یعنے باہم برابر ہین اور بھی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر بط کے انڈون کو مرغی کے انڈے کی سلم مین دیا یا نعامہ[5] کے انڈون کو مرغی کے انڈون کی سلم مین دیا تو جائز ہی اور اگر مرغی کے انڈون کو ان دو نوعون مین سے کسی کے انڈون کی سلم مین پس اگر ایسے وقت مین دیا کہ ان دونون کے انڈے ملتے ہین تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کاغذ مین گنتی کی راہ سے سلم ٹھہرائی تو جائز ہی اور اگر وزن سے ٹھہرائی تو مین نے فتاوے مین دیکھا ہی کہ یہ بھی جائز ہی یہ مضمرات مین

---

[1] قولہ صفت یعنے جہان کا عمدہ گیہون مثلاً مشہور ہو ۱۲ [2] قولہ بالون الخ عربی اصل مین شعر لکھا ہی اور ظاہر غلط الکاتب ہی ۱۲ [3] قولہ نہین ہی جیسے گلیم وغیرہ ہوتا ہی ۱۲ [4] لبط [5] یا لنعامہ ۱۲

لکھا ہی اور بیہون مین گنتی سے سلم ٹھہرانا ظاہر الروایت مین جائز ہی کذا فی الینابیع اور یہی صحیح ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی بیگنون کی سلم گنتی سے صحیح ہی اور یہی حال سیب وغیرہ کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور حسن رحمہ اللہ تعالی نے روایت کی ہی کہ پیاز[۱] اور لہسن کی سلم پیمانہ اور گنتی سے جائز ہی کیونکہ وہ عددی متقارب ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور امام نے فرمایا کہ شیشہ کی سلم مین بہتری نہین ہی مگر اس صورت مین کہ ٹوٹا ہوا ہو پس اسکا وزن معلوم شرط کیا جاوے اور یہی حال زجاج[۲] کا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی تتمیہ مین لکھا ہی کہ اگر سونے اور چاندی کے برتن مین سلم قرار دی اور راس المال مین سونا ٹھہرایا تو سلم جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور جو برتن شیشہ سے بنائے جاتے ہین اُنکی سلم بھی جائز نہین ہی کیونکہ وہ عددی متفاوت ہین تانبہ[۳] کی سلم جائز ہی جبکہ اُسکی کوئی قسم معلوم بیان کر دیجاوے اور مٹی کے پختہ برتنونکی بیع سلم اگر اُسکی کوئی ایسی نوع بیان کیجاوے جو لوگونکو معلوم ہی تو جائز ہی اور کوزون کا بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کچی ور پکی اینٹون کی بیع سلم روا ہی جبکہ اُسکا پیمانہ معلوم بیان کر دیا جاوے اور پیمانہ معلوم ہونیکی یہ صورت ہی کہ اُسکا طول اور عرض و عمق عام لوگون کے استعمالی گز سے بیان کر دیا جاوے اور اگر اُس شہر کے لوگون نے اینٹونکا ایک ہی پیمانہ کیا ہو تو بیان کرنیکی حاجت نہین ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور ایسے ہی کپڑون کی بیع سلم مین اُنکا طول و عرض معلوم گز سے بیان کرنے کے بعد جائز ہی خواہ کپڑا روئی کا ہو یا ریشم کا اور سوت کے کپڑے مین وزن ذکر کرنا ضرور نہین ہی اور حریر مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ ذکر وزن شرط ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر وزن بیان کیا اور گز نہ بیان کیے تو بیع سلم جائز نہوگی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ اگر حریر مین وزن شرط کیا اور گز دن کی شرط نہ کی تو بیع کا جائز ہونا اُسوقت ہی کہ جب ہر گز کا ثمن نہ بیان کیا ہو اور اگر ہر گز کا ثمن بیان کر دیا تو جائز ہی اور اگر خز کے کپڑے مین سلم ٹھہرائی پس اگر طول و عرض اور رقعہ[۴] بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو جائز ہی اور اگر وزن بیان کیا اور طول و عرض و رقعہ نہ بیان کیا تو جائز نہین ہی اور ایک روایت آئی ہی کہ اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو بھی جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر چند گز ونکی مطلقاً شرط کی تو دونونکا لحاظ کر کے درمیانی گز سے دیا جاوے گا اور واضح ہو کہ بعض مشائخ نے کہا کہ درمیانی گز سے دینے سے یہ مراد ہی کہ گز سے درمیانی طور پر ناپا جاویگا کہ نہ بہت کھینچا جاوے اور نہ ڈھیلا کیا جاوے اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے یہ کہا کہ گز سے مراد یہی گز ہی اور وہ بازار ونمین چھوٹا بڑا اور درمیانی ہوتا ہی پس مراد درمیانی گز ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ جب بیع سلم مین گز مطلقاً چھوڑ دیا تو ان دونون[۵] معنی کا

[۱] یہ شاید ان کے ملک مین ہو اور ہمارے ملک مین گنتی سے جائز نہین ہے اور بیگنون کا بھی یہی حال ہے ۱۲ [۲] زجاج آبگینہ و اسکا جوہر معروف ہے ۱۲ [۳] تانبہ تو ا اور اسکی قسم ہمارے دیار مین معروف ہونا مشکل ہی [۴] رقعہ سے مراد اُسکا مرتبہ ہے ۱۲ [۵] قولہ دونون معنی یعنی بازارون کے درمیانی گز سے درمیانی طور پر ناپا جاوے ۱۲

لحاظ کیا جاوے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ انجیر کی سلم مین اگر اُسکا پیمانہ معلوم ہو اور پیمانہ اُسکا وہ جوالق ہی جس مین انجیر بھرے جاتے ہین تو جائز ہے ورنہ بہتر نہین ہی اور مشائخ نے اُس کے باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ وہ ہر حال مین کیلی ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون مین وزن سے بکنے کا عرف ہو تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ سے بکنے کا عرف ہو تو کیلی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ سُناروں اور کانون کی مٹی مین بیع سلم جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی بچھونے اور چٹائی اور بوریون کی بیع سلم مین اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور جوالق اور موزے اور چادرون کی اگر صفت معلوم ہو اور طول و عرض و رقعہ معلوم ہو تو جائز ہی اور پوستینون مین جائز نہین ہی کیونکہ اُنمین باہم تفاوت ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اونٹ اور گائے اور بکری کے چمڑے کی بیع سلم مین بہتری نہین یعنے ناروا ہی اور اگر اُنمین سے کسیکی کوئی قسم معلوم بیان کر دی تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور مبسوط مین ہی کہ چمڑے کی سلم جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ جب اُسکی کوئی ایسی قسم ہو کہ جسکا طول و عرض اور جید ہونا معلوم ہو تو کپڑے کے مانند جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر چمڑا وزن سے بکتا ہو تو اُسکی سلم مین وزن اسطرح ذکر کرنیسے کہ جس سے لین دین مین جھگڑا اُٹھو جائے ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور سری اور پایون مین نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوشت مین سلم صحیح نہین ہی اور صاحبین رح نے کہا کہ جائز ہی بشرطیکہ اُسکی جنس اور نوع اور سن اور جگہ بلکہ صفت اور مقدار بیان کر دیجاوے مثلاً بکری خصی دو دانت والی کے پہلو اور ران مین سے فربہ سو رطل اور ہڈی کے گودہ مین دو روایتین آئی ہین اور اصح یہ ہی کہ ناجائز ہی اور حقائق اور عیون مین لکھا ہی کہ فتوے صاحبین رح کے قول پر ہی اور جب حاکم نے اسکے جواز کا حکم دیا تو بالاتفاق صحیح ہو جائیگا اور چکنی اور چربی کی سلم سب کے نزدیک صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور مچھلی کی سلم مین یا تازہ مچھلی ہوگی یا خشک نمک دار اور سلم یا گنتی سے ہوگی یا وزن سے پس اگر اُسنے گنتی سے سلم ٹھہرائی تو جائز نہین خواہ مچھلی تر ہو یا خشک اور اگر وزن سے ٹھہرائی پس اگر مچھلی خشک ہی تو جائز ہی اور اگر تر ہو پس اگر عقد سلم اُس مچھلی کے موجود ہونے کے زمانہ مین واقع ہوا اور میعاد تک موجود رہے کہ درمیان مین جاتی نہ رہے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر چھوٹی مچھلیون مین پیمانہ یا وزن سے سلم ٹھہرائی تو صحیح یہ ہی کہ جائز ہے کذا فی الینابیع اور بڑی مچھلیون مین امام اعظم رح سے دو روایتین ہین پس ظاہر الروایت مین جائز ہے اور یہی صاحبین رح کا قول ہی اور اصل مین لکھا ہی کہ پرندون مین سے کسی مین سلم ٹھہرانا بہتر نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور جن پرندون مین تفاوت نہین ہوتا جیسے گنجشک تو بھی بعض نے کہا کہ جائز نہین ہی اور یہی اصح ہی اور پرندون کے گوشت مین بھی جائز نہین ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اُن پرندون کے حق مین ہی

ل جوالق معرب گوالی یعنی گون و کھارا وغیرہ جس مین انجیر فروخت ہوتے ہین ۱۲

جو جمع کر کے انڈے بچون کے واسطے نہین رکھے جاتے ہین ورنہ جو ایسے ہون انکی نسبت بعض مشائخ نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور بعضون نے کہا کہ بالاتفاق جائز ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک روئی مین سلم نہ وزن سے جائز ہی اور نہ گنتی سے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وزن سے جائز ہی اور مشائخ نے فتوی کیواسطے قول ابو یوسف کا اختیار کیا ہی لیکن قبضہ کے وقت احتیاط کرنا واجب ہی کہ اُسی جنس سے لے جو اُسنے بیان کی ہی تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آوے یہ محیط مین لکھا ہی اور روٹی کو گیہون یا آٹے کی سلم مین دینا جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ تہذیب مین لکھا ہے اور آٹے کی سلم پیمانہ اور وزن سے جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور جواہر اور موتیون کی سلم مین بہتری نہین ہی اور چھوٹے چھوٹے موتی جو وزن سے بیچے جاتے ہین اور دواؤن مین ڈالے جاتے ہین اُن کی سلم وزن سے جائز ہی اور گچ اور چونے کی سلم مین پیمانہ معلوم کے حساب سے کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اسکا کیلی ہونا معلوم ہی اور ہر وقت سپرد کیا جا سکتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ تیل کی اگر کوئی قسم معلوم شرط کر دی تو اسکی سلم مین کچھ خوف نہین ہی اور خوشبودار اور غیر خوشبودار کا حکم یکسان ہی یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور صوف کے وزن سے بیع سلم کر نیمین خوف نہین ہی اور اگر بغیر وزن کے کچھ ڈھیر یونکی شرط کی تو جائز نہین ہی اگر کسی نے خاص بکری کے صوف کی سلم کی تو جائز نہین ہی اور یہی حکم بکریونکے دودھ اور گھی کا ہی اور جو گھی یا زیتون کا تیل یا گیہون کہ اس سال[1] پیدا ہون اُنکی سلم مین بہتری نہین ہی تلوار کے پھل کی سلم مین کچھ خوف نہین ہی بشرطیکہ اُسکا طول وعرض وصفت معلوم ہو اور صوف[2] کو بالونکی سلم مین دینا جائز نہین ہی کیونکہ ان دونون مین علت ربوا کی یعنی وزن مشترک ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ بال وزن سے بکتے ہون اور اگر وزن سے نہ بکتے ہون تو ادھار حرام نہین ہی مترجم کہتا ہی یعنے سلم جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور دو ذمیونکا شراب مین بیع سلم کرنا جائز ہی اور سور مین جائز نہین ہی پس اگر دونون مین سے ایک مسلمان ہوا تو بیع سلم باطل ہو جاویگی اور مسلمان اور نصرانی تمام احکام سلم مین سوائے شراب کے برابر ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ روئی اور کتان اور ابریشم اور تانبا اور پیتل اور لوہا اور رانگ اور سیسہ اور کانسہ ان چیزونکی بیع سلم مین خوف نہین ہی اور یہ چیزین مثلی ہین اور حنا اور وسمہ اور خشک خوشبودار چیزین جو کیلی ہون انھین چیزونکے مانند ہین اور تر خوشبودار چیزین اور ساگ اور ایندھن مثلی نہین ہین تو اُن مین سلم جائز نہو گی اور چین کا بنانا اگر اُس پیشہ والونکو اسطرح معلوم ہو کہ اُس مین فرق نہ پڑے تو اسکی بیع سلم مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی[3] صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر شہتیرون کی کوئی قسم معلوم

[1] یعنے امسال کے گیہون ۱۲ [2] قولہ صوف اقول اس طرح بالونکو صوف کی سلم مین دینا بھی جائز نہین ہے اور اگر بال وصوف کو کمل ونمدہ کی سلم مین دے تو دیکھا جاوے کہ اگر وہ کمل یا نمدہ ایسا ہی کہ کھل کر بال ہو جاوین گے جیسے اکثر نمدہ ہوا کرتے ہین تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی ۱۲

بیان کردی اور اُسکا طول و رموٹائی اور میعاد اور وہ مکان کہ جسمین ادا کیے جاوین بیان کرکے بیع سلم کی تو جائز ہے اور یہی حکم ساکھو اور عیدان اور لکڑی اور نرکل کا ہی اور نرکل مین موٹائی بیان کرنیکی صورت یہ ہی کہ بالشت یا گز[۱] وغیرہ کے انداز سے جس سے اُسکا گٹھا باندھا جاتا ہی بیان کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور رطبہ کی سلم مین بہتری نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور سوت مثلی چیزون مین ہی اسکو شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا ہی اور طحاوی نے ذکر کیا ہی کہ جو وزنی چیز ہی وہ مثلی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور طشت اور قمقمہ اور موزون اور ایسی چیزونکی بیع سلم مین کچھ خوف نہین ہی بشرطیکہ اُنکی شناخت ہوسکے ورنہ بہتری نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور کٹ کی بیع سلم مین وزن کے حساب سے کچھ خوف نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر پانی مین وزن کے حساب سے بیع سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتلا دئے تو جائز ہی اور جب پانی مین جائز ہی تو برف مین بھی جائز ہو گی کذا فے فتاوی قاضی خان

تیسری فصل

اُن احکام کے بیان مین جو راس المال و مسلم فیہ پر قبضہ کرنیسے متعلق ہین مسلم الیہ کو جائز نہین ہی کہ راس المال سے رب السلم کو بری کردے اور اگر اُسنے بری کیا اور رب السلم نے برائت قبول کرلی تو عقد سلم باطل ہو جاویگا اور اگر قبول نہ کی تو باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور یہ جائز نہین ہی کہ راس المال کے عوض کوئی چیز اُسکے غیر جنس کی لیوے اور اگر اُسی جنس سے اُس سے جید یا اُس سے ردی دیا اور مسلم الیہ نے ردی کو اختیار کرلیا تو جائز ہی اور اگر اُسکے حق سے جید دیا تو اُسکے لینے پر مجبور کیا جاویگا اور امام زفر نے فرمایا کہ مجبور نہ کیا جاویگا اور اپنی رضامندی سے لیگا اور یہی مختار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور مسلم فیہ کے عوض کوئی چیز بدلنا جائز نہین ہی اور اگر مسلم الیہ نے بجاے ردی کے جید دیا تو ہمارے نزدیک رب السلم پر اُسکے قبول کرنے کیواسطے جبر کیا جاویگا اور اگر بجاے جید کے ردی دیا تو جبر نہ کیا جاویگا اور اگر سلم مین جید کپڑا ٹھہرا تھا اور وہ ردی لایا اور کہا کہ تو اُسکو لے اور مین ایک درم تجھکو واپس دونگا تو اس قسم کے آٹھ مسئلے نکلتے ہین چار مسئلہ گزونکی چیزونمین اور چار کیلی اور وزنی چیزونمین پس گزوان کی چیزون کے یہ ہین کہ اگر سلم مین ایک کپڑا ٹھہرا تھا پھر مسلم الیہ اُس سے وصف مین بڑھکر یا گز مین بڑھکر لایا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مجھکو ایک درم بڑھادے تو جائز ہی اور یہ درم کی زیادتی بمقابلہ زیادتی خوبی یا گز کے ہوگی اور اگر ردی کپڑا لایا یا وہ ایک گز کم تھا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مین تجھکو ایک درم واپس دونگا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اُس نے ردی دیکر یہ نہ کہا کہ مین تجھکو ایک درم واپس دونگا اور رب السلم نے قبول کرلیا تو جائز ہی اور یہ وصف سے بری کرنے مین شمار ہوگا اور اگر سلم کیلی یا وزنی چیزونمین ہو مثلاً دس قفیز گیہونکے عوض دس درم دیے تھے اور

[۱] قولہ گز یعنے ناپ مین مشروط سے زیادہ تھا اور کمی کی صورتمین گویا اُسنے مقصود علیہ کو تبدیل کیا حالانکہ وہ بھی اُدھار ہی اور اگر بدون اسکے رب السلم نے قبول کیا تو گویا چشم پوشی کرکے مشروط سے گھٹا ہوا قبول کرلیا یا وصف ساقط کردیا اور کیلی و وزنی مین کھرے کے مقابلہ مین کچھ قیمت نہین ہوسکتی ہان اگر عین مال مین زیادتی یا کمی ہو تو زیادتی و کمی جائز ہی اور کپڑے مین ناپ اگرچہ صفت ہی لیکن زیادتی مین اعتبار کرنا استحسان ہی اور امام ابو یوسف کا قول آسان ہی اور یہان یہی عرف ہی ۱۲

وہ جید گیہون لایا اور کہاکہ اسکو لے اور ایک درم بڑھادے تو جائز نہین ہی اور اگر گیارہ قفیز لایا اور کہاکہ اسکو لے
اور ایک درم بڑھادے یا نو قفیز لاکر دین اور کہاکہ ایک درم واپس کردونگا اور اُسنے قبول کرلیا تو جائز ہی اور
اگر دس قفیز روسی گیہون لایا اور کہاکہ تو اسکو قبول کرلے اور مین ایک درم واپس دونگا تو جائز نہین ہی اور
امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ سب صورتون مین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ راس المال کے
عوض کوئی شے رہن کرنا یا کسی پر حوالہ کرنا یا اُسکا کفیل کردینا صحیح ہی پس اگر رب السلم اور مسلم الیہ راس المال
پر قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہوگئے تو عقد باطل ہوجاویگا اگرچہ جس شخص نے کفالت کی ہی یا جسپر اُترا یا ہی مجلس مین
موجود ہوا اور اگر دونون عقد کرنیوالے مجلس مین موجود ہون تو کفیل کا یا اُس شخص کا جسپر حوالہ کیا ہے جدا ہوجانا
مضر نہین ہی اور اگر راس المال کے عوض کچھ رہن کرلیا اور دونون جدا ہوگئے حالانکہ رہن قائم ہی تو عقد ٹوٹ
جاویگا اور اگر رہن اسی مجلس مین تلف ہوگیا تو عقد سلم اپنی صحت پر رہیگا اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا اور
وہ تلف ہوگیا تو رب السلم کو اپنا پورا حق مل گیا اور اگر رہن تلف نہوا ولیکن مسلم الیہ مرگیا اور اسپر بہت سے
قرض ہین تو رب السلم اس رہن کا زیادہ حقدار ہی ولیکن یہ رہن اُسکو نہ دیا جاویگا بلکہ اُسکے قرضہ کی جنس مین بیچا
جاویگا تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مسلم الیہ رب السلم کے پاس آیا اور
اُسکے اور مسلم فیہ کے درمیان سے روک اُٹھادی تو وہ مانند اور قرضونکے اسپر بھی قابض شمار ہوگا یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہی اور مسلم فیہ کا کسی پر اُترانا جائز ہی اور ایسے ہی کفالت کرنا بھی جائز ہی ولیکن اُترانے کی
صورت مین مسلم الیہ بری ہوجاویگا اور کفیل[1] کرنیکی صورت مین بری نہوگا اور رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے
تو مسلم الیہ سے مطالبہ کرے یا کفیل سے مطالبہ کرے اور رب السلم کو کفیل سے بدل کرنا جائز نہین ہی اور کفیل کو
جائز ہی کہ جو اُسنے رب السلم کو ادا کیا ہی اُسکے بدلے مین مسلم الیہ سے لے لیوے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر مسلم فیہ
کا کوئی کفیل تھا پھر اُسنے سلم کو مسلم الیہ سے اقتضا کے طور پر پورا لے لیا پھر اُسکو بیچکر اُسمین نفع اُٹھایا تو یہ
اُسکے لیے حلال ہی بشرطیکہ رب السلم کو اُسکے مثل ادا کردے اور ایسی صورت مین کچھ اختلاف نہین ہی کیونکہ جب
مسلم فیہ پر اُسکی ملکیت بسبب اسکے کہ اُسنے طعام سلم کو ادا کردیا ہی مقرر ہوگئی صرف خلاف اس صورت مین ہی کہ اگر
رب السلم کو طعام سلم ادا کرنیوالا خود مسلم الیہ ہو تو کفیل سے جو اُسنے کفیل کو دیا ہی اُسکے مثل واپس لیگا پھر اسی کتاب
مین لکھا ہی کہ کفیل نے جو نفع اُٹھایا وہ اُسکو حلال ہی اور یہ قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہے اور
امام محمد نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین دیانۃ دوست رکھتا ہون کہ یہ نفع
مسلم الیہ کو واپس کردے اور قضاءً مین اُسپر جبر نہین کرتا اور کتاب الکفالت مین لکھا ہی کہ امام رحمہ اللہ تعالی نے
فرمایا کہ زیادتی صدقہ کردے اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ سلم کو کفیل نے اقتضا[2] کے طور پر لیا ہو اور اگر رسول
بنکر لیا ہو بایں طور کہ مسلم الیہ نے طعام سلم اُسکے سپرد کیا ہو تاکہ اُسکو رب السلم کے پاس پہونچا دیوے اور اُس نے

[1] قولہ کفیل یعنے اگر مسلم الیہ نے مال سلم کیواسطے کفیل کردیا تو بری نہوگا ۱۲ [2] اقتضا وصول حق کے طور پر لینا ہی ۱۲

اُس مین تصرف کیا اور نفع اُٹھایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفع اُسکو حلال نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میرا حق جو تجھپر چاہیئے ہی اُسکو اپنے تھیلون مین ناپ یا کہا کہ اُسکو ناپ کر اپنے گھر مین جُدا رکھدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو رب السلم قابض نہ شمار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک کر گیہون مین بیع سلم ٹھہرائی تھی اور لیتے وقت رب السلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ میرے تھیلون مین اسکو ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور رب السلم اُسوقت غائب تھا تو یہ قبضہ نہین ہی حتی کہ اگر وہ تلف ہوجاوے تو مسلم الیہ کا مال تلف ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم اُسوقت حاضر ہو تو بالاتفاق قابض ہوگا خواہ تھیلے اُسکے ہون یا مسلم الیہ کے ہون یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم نے اپنے تھیلے مسلم الیہ کو دیے اور اُس مین اناج تھا اور کہا کہ جو میرا تجھپر چاہیئے ہی وہ ان تھیلون مین ناپ کر بھر دے پھر اُسنے ایسا ہی کیا اور رب السلم اُس وقت غائب تھا تو مشائخ کا اس مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ قابض شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسنے رب السلم کے حکم سے اُسکو پسایا تو رب السلم قابض نہ ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم نے آٹا لے لیا تو اُسکو حرام ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم نے حکم دیا کہ اسکو دریا مین پھینکدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو مسلم الیہ کا مال گیا یہ عنایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رب السلم نے مسلم الیہ کے غلام یا اُسکے بیٹے کو سلم پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر رب السلم نے مسلم الیہ کو راس المال دینے کے واسطے کوئی وکیل کیا تو وکالت صحیح ہی پس اگر وکیل نے اُس حال مین دیدیا کہ وہ دونون[1] مجلس مین موجود تھے تو صحیح ہی اور اگر وکیل مجلس سے دیدینے سے پہلے چلا گیا اور وہ دونون ابھی مجلس مین موجود ہین تو سلم باطل نہوگی اور اگر وکیل کے دیدینے سے پہلے رب السلم یا مسلم الیہ مجلس سے چلا گیا تو سلم باطل ہوجاوے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو راس المال پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کیا ہو تو بھی یہی صورتین ہین۔ زید نے عمرو کو کچھ درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر عمرو نے بکر سے گیہون اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک کر ہین اور رب السلم کو ادا کردیے تو رب السلم اُس مین کھانے یا بیچنے وغیرہ کا تصرف مباح ہونے کے واسطے دو دفعہ پیمانہ کرنے کا محتاج ہی ایک دفعہ مسلم الیہ کی طرف سے اور ایک دفعہ اپنی طرف سے اور اگر مسلم الیہ نے ناپ لیا ہو تو رب السلم کو اُسکا ناپنا کافی[2] نہین ہی اگرچہ یہ اُسکے ناپ لینے کے وقت حاضر ہو اور اسی طرح اگر مسلم[3] نے رب السلم کو اُسپر قبضہ کرلینے کا حکم کیا اور اُسنے قبضہ کیا تو بھی دو دفعہ ناپنے کا محتاج ہی پہلے مسلم الیہ کی طرف سے اُسکا نائب ہوکر پیمانہ کرے پھر اپنے واسطے پیمانہ کرے اور ایک ہی پیمانہ کافی نہین ہی اور اسی طرح اگر مسلم الیہ نے کچھ درم رب السلم کو اپنے واسطے بشرط پیمانہ گیہون خریدنے کو دیے اور اُسنے

---

[1] قولہ وہ دونون یعنی رب السلم و مسلم الیہ ۱۲ [2] قولہ کافی نہین ہے یعنے اپنا تصرف مباح ہونے کے لیئے صرف مسلم الیہ کا ناپنا کافی نہین ہے۔ تا وقتیکہ خود بھی ناپ نہ لے ۱۲ [3] قولہ بشرطیکہ مسلم الیہ نے خود اُس کو نہ ناپا ہو بلکہ اناج فروخت کرنے والے کے کہنے پر اعتبار کرلیا ہو ۱۲

خریدکر قبضہ کرکے ناپ لیئے پھر ان کو اپنے حق کے عوض لے لیا تو اُسپر دوبارہ پیمانہ کرنا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر مسلم الیہ نے اندازہ سے گیہون خریدے یا اپنی زمین سے پائے یا میراث یا ہبہ یا وصیت مین پائے اور ان کو رب السلم کو ادا کردیا اور اُسکے سامنے ناپ دیا تو رب السلم کو یکبار پیمانہ کرنا کافی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اور اگر اُسنے کچھ اناج پیمانہ سے قرض لیا اور رب السلم کے سپرد کردیا تو دوبارہ پیمانہ کرنے کی حاجت نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور جو حکم کیلی چیزون مین معلوم ہوا وہی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر راس المال عین ہو کہ اسکو مسلم الیہ نے ایسا پایا کہ اُسکا کوئی مستحق ہی یا عیب دار پایا پس اگر مستحق نے اجازت نہ دی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم باطل ہوجاوے گی خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر مستحق نے اجازت دیدی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم جائز ہوگی خواہ رأس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہوگئے ہون یا نہ ہوے ہون اور پھر مستحق کو راس المال کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ رب السلم سے اُسکا مثل لے لیوے اگر وہ مثلی ہو یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر راس المال درم اور دینار مین سے ہوا اور اُسپر قبضہ کرلیا پس اگر اُسمین کچھ عیب پایا تو یا اُسکو استحقاق[۱] پائیگا یا ستوق پائیگا یا زیوف پائیگا اور یا مجلس مین ایسا پائیگا یا بعد جدا ہونے کے پس اگر اُسنے مجلس کے اندر ایسا پایا کہ اُسکا کوئی حقدار ہی پس اگر مستحق نے اجازت دیدی تو سلم جائز ہوگی بشرطیکہ رأس المال قائم ہو یہ جامع مین صریح مذکور ہی اور اگر اجازت نہ دی تو اُسقدر کا قبضہ ٹوٹ جاویگا اور ایسا ہوجاویگا گویا اُسنے قبضہ ہی نہین کیا پس اگر اُسنے اُسی مجلس مین اسکے مثل پر قبضہ کرلیا تو جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی محیط السرخسی اور اگر انکو ستوق پایا پس اگر مجلس عقد مین پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو سلم جائز نہوگی[۴] اور انکو واپس کرکے بجاے اُنکے اسی مجلس مین کھرے درم لے لیئے تو جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر اُن کو زیوف[۲] یا نبہرہ پایا اور مجلس عقد مین ہی ایسا ہوا پس اگر مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہی اور اگر واپس کرکے اسی مجلس مین بدل لیئے تو جائز ہی اور اگر بدل لینے سے پہلے جدا ہوگیئے تو سلم باطل ہوجاوے گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اُن درمون مین سے کچھ درم ایسے پائے جنکا کوئی مستحق ہی اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق[۳] نے اجازت دیدی اور ہنوز رأس المال موجود ہے تو سلم جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُسکے سلم باطل ہوجاوے گی اور اگر کچھ درم اُن مین سے ستوق پائے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُسکے سلم باطل ہوجاوے گی خواہ یہ تھوڑے ہون یا بہت ہون خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کردیا ہو خواہ بجاے اُن کے بدل لیئے ہون یا نہ بدلے ہون اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری سلم جائز نہوجاوے گی کذا فی المحیط۔ اور اگر اُن مین سے کچھ درم زیوف پائے اور یہ جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُس نے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کیا تو بالاجماع اگر اُسنے واپسی کی مجلس مین نہ بدلے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے سلم باطل ہوجاوے گی اور اگر واپسی کی

[۱] یعنے کسی دوسرے کی حقیقت مین ۱۲ [۲] زیوف کو بیت المال کھوٹا شمار کرتا ہے نہ تاجر نبہرہ کو تاجر بھی رد کرتے ہین ۱۲
[۳] مستحق یعنے اصلی مالک وہ ثابت ہوا ۱۲ [۴] کیونکہ ستوق حقیقۃً درم نہین ہین ۱۲

مجلس مین بجاے اُنکے بدل لیے تو روایت استحسان کے موافق اگر واپس کیے ہوے تھوڑے ہون تو باطل نہوگی اور اسی کو ہمارے علما نے لیا ہے اور اگر بہت ہون تو امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہوجاوے گی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً باطل نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پھر روایات ظاہرہ مشہورہ مین بالاتفاق امام اعظمؒ سے مروی ہی کہ جو نصف سے زیادہ ہی اور نصف کے باب مین دو روایتین[۱] آئی ہین اور ایک روایت مین آیا ہی کہ تہائی بہت ہی اور یہی روایت اصح ہی اور احوط ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور حاوی مین لکھا ہی کہ نصیر رحمہ اللہ روایت کرتے ہین کہ شیبہ ادؒ فرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جدا ہونے کے درہمون کو زیوف پاوے (اور درہم ۱۲) تو چاہیئے کہ بدل کو پہلے لے لے پھر زیوف کو واپس کرے اور فقیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہی (واجب نہین ۱۲) پس اگر اُس نے زیوف کو واپس کیا اور پھر جدا ہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو بھی ہمارے علما کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ یہ زیوف نصف سے کم ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ راس المال کے برابر رب السلم کا قرضہ ہو تو اُسکی دو صورتین ہین یا یہ قرضہ بسبب عقد[۲] کے لازم آیا ہی یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہی پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اُسکی بھی دو صورتین ہین یا یہ عقد اس عقد سلم سے پہلے ہی یا اسکے بعد ہی پس اگر عقد سلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس درم مین بیچا تھا اور درہمون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُسکو دس درم سلم کے گیہوؤن مین دینے کے واسطے عقد کیا پس اگر دونون اپنا اپنا قرضہ برابر کرین یا بدلا کر لینے پر راضی ہوجاوین تو بدلا ہوجاوے گا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہوگا اور یہ استحسان ہی اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد سلم سے پیچھے ہے تو بدلا نہین ہوسکتا ہی اگرچہ دونون باہم بدلا کرنا چاہین اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہی مثلاً مسلم الیہ نے بطور غصب یا قرض لیا تو وہ قرضہ بدلا ہوجاویگا خواہ وہ دونون اُسکو بدلا کرین یا نہ کرین بشرطیکہ وہ پھرا قرضہ (عقد غصب و غیرہ ۱۲) اس عقد سے پیچھے ہوا ور یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون قرضہ برابر ہون اور اگر زیادتی ہو اور ایک نقصان پر راضی ہو تو دوسرا انکار کرے تو دیکھا جاویگا اور اگر زیادتی والا انکار کرتا ہے تو بدلا نہوگا اور اگر کمی والا انکار کرتا ہے تو بدلا ہوجاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ امام محمدؒ نے زیادات مین لکھا ہی کہ کسی نے دوسرے کو بیع سلم مین سو درم ایک کُر درمیانی گیہون کے عوض ایک میعاد معلوم تک کے واسطے دیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کُر درمیانی گیہوون کے جو مثل مسلم فیہ کے ہین فروخت کیا اُس کُر پر قبضہ کر لیا اور غلام اُسکے سپرد نہ کیا یہانتک کہ بسبب غلام کے مرنے کے یا خیار شرط کے یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم کے قبضہ سے پہلے غلام کی واپسی کی وجہ سے یا قبضہ کے بعد قاضی کے حکم سے واپسی کی وجہ سے عقد بیع ہر طرح سے سب لوگون کے حق مین ٹوٹ گیا تو رب السلم پر واجب ہوگا کہ وہ کُر جو اُسنے غلام کا ثمن لیا ہی وہ غلام کی بیع فسخ ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ کو واپس کرے پس اگر غلام بیچنے والے نے یعنے رب السلم نے کہا کہ مین وہ کُر رہنے

---

[۱] دو روایتین یعنے ایک مین نصف بہت ہی اور دوم مین نہین ۱۲ [۲] عقد یعنی مسلم الیہ نے کوئی معاملہ دیگر ٹھہرایا جس معاوضہ مین اُسکو اتنا روپیہ دینا چاہیئے یا قبضہ سے یعنی مسلم الیہ نے غصب و غیرہ کے طور پر اتنا روپیہ لے لیا تعلق اسپر قرضہ ہوا ۱۲

دیتا ہون اور اُسکا مثل پھیرونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر رب السلم نے وہ کر جو غلام کا ثمن ہے واپس نہ کیا یہانتک کہ بیع سلم کی میعاد آگئی تو وہ کر مسلم فیہ کا قصاص ہو جاویگا خواہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور ایسے ہی اگر دونون مین غلام کی عقد بیع عقد سلم سے پہلے واقع ہوئی ولیکن وہ کر جو ثمن ہے بعد عقد سلم کے قبضہ مین آیا پھر انھین سببون سے جو ہم نے ذکر کیے عقد بیع دونون مین فسخ ہو گیا تو بیع سلم کی مدت آجانے کے وقت وہ کر جو غلام کا ثمن ہے مسلم فیہ کا بدلا ہو جاویگا اور اگر غلام کے خریدار نے کہ جو مسلم الیہ ہے اس غلام کو قبضہ کے بعد باہمی رضامندی سے واپس کیا یا اقالہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو وہ گیہون جو ثمن ہے دونون صورتون مین سلم کا بدلا نہوگا خواہ وہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور اگر عقد سلم سے پہلے عقد بیع واقع ہوا اور اُسنے گیہون پر قبضہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو وہ کر جو غلام کا ثمن ہے سلم کا بدلا نہوگا اگرچہ دونون بدلا کرین یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر رب السلم پر کوئی ایسا قرضہ ہو کہ جو بسبب قبضہ مضمون کے ضمانت مین ہو گیا ہے جیسے کہ مسلم الیہ کی کوئی چیز بعد سلم کے غصب کر لی تو ایسا قرضہ بدلا ہو جاویگا اگر عقد سلم سے پہلے غصب کی اور وہ اُسکے پاس موجود ہے یہانتک کہ سلم کی میعاد آگئی پس بدلا کرنے سے بدلا ہو جائیگا خواہ دونون حاضر[1] ہون یا نہون بشرطیکہ وہ مسلم فیہ کے مانند ہو اور اگر عقد سلم سے پہلے یا بعد ایک کر رب السلم کے پاس ودیعت ہو پھر مسلم الیہ نے اسکو بدلا کرنا چاہا تو بدلا نہ ہوگا مگر اس صورت مین کہ کر دونون کے سامنے موجود ہو یا رب السلم اُسپر دوبارہ[2] قبضہ کرے اور اگر سلم کی میعاد آنے سے پہلے بعد عقد کے ایک کر غصب کیا پھر میعاد آگئی تو بدلا ہو جاویگا اور اگر عقد سلم سے پہلے غصب واقع ہوا تو بدلا کرنے سے بدلا ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب مسلم فیہ کے مانند ہو اگر اُس سے جید یا کمتر ہوگا تو جید کی صورت مین بدلا نہوگا لیکن اگر مسلم الیہ راضی ہو جاوے تو بدلا ہو جاویگا اور گھٹیا کی صورت مین بھی رب السلم کی رضامندی سے بدلا ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ زید نے عمرو کو سو درم ایک کر کی سلم مین دیے پھر عمرو نے زید سے ایک کر اُسکے مانند بعوض دو سو درم کے میعادی اُدھار پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پس اگر کر اُسکے پاس ہے اور رب السلم نے چاہا کہ مسلم فیہ کے عوض اُسپر قبضہ کرے تو جائز نہین ہے اور اگر اُسنے قبضہ کر لیا اور اُسکو پیسا یا تو اُسکو اُسکے مانند دینا واجب ہوگا اور یہ واجب سلم کا بدلا نہو جاویگا اگرچہ دونون اُسپر راضی ہو جاوین پس اگر مسلم الیہ نے ضمان[3] لے لی پھر مسلم فیہ کے عوض اُسکو ادا کیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے نہ پیسا یا ولیکن اُس مین اُسکے پاس عیب آگیا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے اُسکو لے یا اُسکی ضمان لے پس اگر اُسکا مثل ضمان مین لیا تو بدلا[4] نہوگا اور اگر لیکر پھر ادا کر دیا تو جائز ہے اور اگر اُس کر کا بعینہ لینا اختیار کیا اور واپس نہ لیا پھر اُسکو بدلا کیا تو جائز ہے بشرطیکہ دونون اُسپر راضی ہو جاوین اور اگر بدلا کرنے سے پہلے دونون نے صلح کی پہلے اس سے کہ مسلم الیہ کسی چیز کو اختیار کرے تو امام محمد رح نے کتاب مین اُسکو ذکر نہین کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اُسنے بدلا نہ کیا اور مسلم الیہ نے وہ عیب[5] دار کر لے لیا پھر رب السلم نے اُس کر

سلہ[1] حاضر مراد یہ کہ دونون کی موجودگی ایک مجلس مین ہو یا نہو اور آگاہی بھی ضرور نہین ۱۲ سلہ[2] دوبارہ یعنی واپس جا کر یا امانت کے قابض ہونے پر تا درمو ۱۲ سلہ[3] ضمان یعنی اپنے مال غصب کے مثل تاوان لیا ۱۲ سلہ[4] یعنی بھی گیہون ۱۲ سلہ[5] یعنی اختیار کیا تو صرف اختیار سے بدلا نہوگا

غصب کر لیا اور راضی ہوا تو یہ بدلا ہو جاویگا اور مسلم الیہ کی رضامندی نہ دیکھی جاویگی اور اگر مسلم الیہ سے وہ کر کسی اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم الیہ نے رب السلم کو غاصب پر اترا دیا کہ اس سے لیکر سلم مین قبضہ کرے تو یہ جائز نہین اور حوالہ کرنا باطل ہے پس اگر وہ اجنبی کے پاس عیب دار ہوا اور رب السلم اس[له] کے لیے راضی ہے تو جائز ہو گا اور ایسے ہی اگر وہ کر کسی اجنبی کے پاس ودیعت ہوا اور رب السلم اس سے راضی ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہے ولیکن فرق یہ ہے کہ غصب کی صورت مین اگر وہ کر قبضہ سے پہلے تلف ہو جاوے تو حوالہ باطل نہو گا اور ودیعت کی صورت مین باطل ہو جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے دوسرے سے تر چھوارے کی ایک قفیز مین سلم ٹھہرائی اور اسکی میعاد اسکے پائے جانے کے وقت مین مقرر کی تا کہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر مسلم الیہ نے بجائے اسکے ایک قفیز خشک چھوارہ ادا کیے یا یہ صورت ہوئی کہ اسنے ایک قفیز خشک چھوارہ مین بیع سلم ٹھہرائی اور اسنے بجائے اسکے ایک قفیز تر چھوارہ ادا کیے اور رب السلم نے اس سے چشم پوشی کی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر مسلم فیہ تر چھوارہ ہون اور بجائے اسکے خشک ادا کرے تو ہر حال مین ناجائز ہے اور یہ ایسا ہے کہ گویا اسنے تین چوتھائی خشک چھوارے مین سلم ٹھہرائی پھر اسکا ایک قفیز پورا لے لیا اور اگر ایک قفیز خشک چھوارہ مین سلم ٹھہرائی اور اسنے ایک قفیز تر چھوارے ادا کیے تو صاحبین رح کے نزدیک اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسنے اپنا پورا حق لینے کے طور پر قبضہ کیا بایطور کہ مسلم الیہ نے رب السلم سے کہا کہ اسکو اپنے حق مین یا اپنے حق کے ادا ہونیکے واسطے یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے لے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسری یہ کہ بطور صلح یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو بایں طور کہ مسلم الیہ نے کہا کہ اسکو اپنے حق کی صلح مین یا اپنے حق سے ادا ہونے کی صلح مین لے اس شرط پر کہ جو تیرا میری طرف ہے مین اس سے بری ہون تو پہلی صورت باطل ہے اور دوسری صورت صلح کی لحاظ کیجاویگی اور غور کیا جاویگا کہ یہ تر چھوارہ خشک ہو کر کسقدر کم ہونگے پس اگر یہ معلوم ہو گیا تو اسی بنا پر حکم دیا جاویگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو اکثر اوقات جسقدر سے کم نہین ہوتا اسکی بنا پر حکم دیا جاوے گا پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہو جاوینگے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہونگے اور تین چوتھائی باقی رہ جاوینگے تو پھر لحاظ کیا جاویگا کہ اگر تر چھوارے کی ایک قفیز کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوارے کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو صلح جائز ہوگی اور اگر اسکی قیمت زیادہ ہوگی تو صلح باطل ہوگی کسی نے ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور بجائے اسکے ایک قفیز بھونے ہوئے گیہون دیے تو بالاجماع جائز نہین ہے اور ایسے ہی ایک قفیز گدر چھوارہ سبز یا زرد مین انکے موجود ہونے کے وقت مین سلم ٹھہرائی اور مسلم الیہ نے بجائے اسکے مطبوخ بسر کا قفیز دیا یا ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اسنے مطبوخ گیہون کا ایک قفیز دیا یا آٹے کا ایک قفیز دیا تو جائز نہین ہے اور اگر ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اسنے ایسے گیہون کا ایک قفیز دیا جو پانی مین پڑکر پھول گئے تھے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہے

له اس سے یعنی اسکے قبضہ پانے پر راضی ہو ۱۲ ؎۲ ملاحظہ ہو کہ صلح مین حق سے کمی ضرور ہے پس جب یہان پائی جاوے تو صحیح ہے ورنہ نہین ۱۲

اور اگر کسی نے زیتون مین سلم ٹھہرائی اور بجاے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہین ہے اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اس سے کم ہے جتنا کہ اسقدر زیتون مین نکلتا ہے کذا فی المحیط

چوتھی فصل - رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف[1] واقع ہونے کے بیان مین - اگر مسلم فیہ کی جنس مین دونون اختلاف کرین مثلاً رب السلم کہے کہ مین نے تجھکو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے ہین اور مسلم الیہ کہے کہ ایک کر جَو کی سلم مین دیے ہین پس اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول یہ ہے کہ پہلے مسلم الیہ سے قسم لیجاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے رب السلم سے لیجاویگی یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دریافت کریگا کہ تم دونون کیا چاہتے ہو پس اگر دونون نے یا ایک نے کہا کہ ہم عقد کو فسخ کرنا چاہتے ہین تو قاضی فسخ کردیگا اور اگر اُنھون نے فسخ کرنا نہ چاہا تو دونون کو اپنے حال پر چھوڑ دیگا اس اُمید پر کہ کوئی دوسرے کی تصدیق کرے کذا فی الذخیرہ - اور دونون مین سے جو شخص انکار کرے اُسی پر مدعی کے دعوے کا قاضی حکم کر دیگا کذا فی شرح الطحاوی - اور دونون مین سے جو شخص گواہ قائم کرے اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوے ہین تو امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا پس رب السلم پر بیس درم کا حکم دیا جاویگا اور مسلم الیہ پر ایک کر گیہون اور ایک کر جَو کا حکم دیا جاویگا اور اگر دونون مجلس سے جدا ہو چکے اور رب السلم نے صرف دس درم ادا کر دیے ہین تو رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر صورت مین رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون اختلاف کرین تو اسکا اور مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کرنے کا ایک حکم ہے اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کرین اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہون تو قیاس مین دونون سے قسم لیجاوے گی اور استحساناً قسم نہ لی جاوے گی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہین پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاوے گا خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول پر قاضی رب السلم کے گواہون پر ایک ہی عقد کا حکم دیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیگا اور یہی قیاس ہے اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر کسی نے دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے ردی گیہون شرط کیے تھے اور رب السلم نے کہا کہ تو نے کوئی شرط نہین کی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اسکا اُلٹا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک قول رب السلم کا لیا جاوے اور صاحبینؒ کے نزدیک مسلم الیہ کا یہ ہدایہ مین لکھا ہے - اور اگر راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز تھی جو معین کرنے سے

[1] قولہ کم ہو یعنی تاکہ صلح کے طور پر کمی سے جواز ہو کیونکہ مبادلہ مین زیادتی ضرور ہے فافہم ۱۲

[2] اختلاف واضح ہو کہ اختلاف کے بہت وجوہ ہین ایک مسلم فیہ مین خواہ جنس مین یا مقدار مین یا صفت مین اور دوم راس المال وسوم میعاد وغیرہ پس مسائل مین غور کرنا چاہیے ۱۲

متعین نہین[۱] ہوتی ہے پس اگر دونون نے اُسکی جنس مین اختلاف کیا مثلاً رب السلم نے کہا کہ مین نے تجھکو ایک کر گیہون کی سلم مین دس درم دیے ہین اور مسلم الیہ نے کہا کہ نہین بلکہ ایک دینار دیا ہے اور دونون کے پاس گواہ نہین تو قیاساً دونون باہم قسم نہ کھائین گے اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون قسم کھائینگے پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون[۲] کا حکم دیا جاویگا اور رب السلم پر ایک دینار اور دس درم کا اور مسلم الیہ پر دو کر گیہون کا بشرطیکہ دونون مجلس سے جدا نہوے ہون اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کا قول کتاب مین مذکور نہین ہے ولیکن ابن سماعہ نے اپنے نوادر مین دونون سے روایت کی ہے کہ قاضی دو عقدونکا حکم دیگا اور کرخی نے روایت کی ہے کہ مسلم الیہ کی دلیل کے موافق صرف ایک عقد کا حکم دیگا اور یہی صحیح ہے اور اگر راس المال کی مقدار یا اُسکی صفت مین اختلاف واقع ہوا تو اُسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا مسلم فیہ کی صفت اور مقدار مین اختلاف ہونے کا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اگر مسلم فیہ کی جنس یا مقدار یا صفت مین یا راس المال کی جنس یا مقدار یا صفت مین دونون اختلاف کرین اور دونون گواہ پیش کرین تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبتک ممکن ہوگا ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور جب ناممکن ہوگا تو دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور جب متعذر ہوگا تو ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر مسلم فیہ اور راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز ہے کہ جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہے پس اگر مسلم فیہ اور راس المال کی جنس مین اختلاف کیا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو قیاساً و استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور اگر کسی نے گواہ دیے تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے پس اگر وہ دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوے تو تینون امامون مین کچھ اختلاف نہین ہے کہ قاضی دو عقد کا حکم دیگا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا اور کسی کے پاس گواہ نہین تو دونون سے قسم لیجاوے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی دو عقدون کا حکم دیگا بشرطیکہ مجلس سے دونون جدا نہوے ہون اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیگا اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا تو قسم کھانے کے حق مین قیاساً و استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور دلیل پیش کرنے کی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ مسلم فیہ یا راس المال کی صفت مین

---

۱ نہین الخ مانند درم و دینار وغیرہ ۱۲ ۲ قولہ دو عقدون یعنی گویا دس درم معوض ایک کر گیہون کے دیے اور ایک دینار بعوض دوسرے ایک کر کے دیا ہے اور دونون فریق گواہون نے اپنے اپنے معاملہ کی گواہی دی ولیکن اس مین اشکال یہ ہے کہ دونون فقط ایک ہی عقد کا دعویٰ کرتے ہین لہذا کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت مین ایک فریق کو ترجیح دی اور وہ مسلم الیہ ہے کیونکہ وہی گیہون ادا کرنے والا ہے ۱۲ ۳ قولہ امام محمد یعنی ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ہر گواہی سے جو ثابت ہو وہ علیحدہ عقد ہے لیکن اگر ایسی صورت واقع ہو کہ وہان دو عقد نہین بن سکتے ہین تو مجبوری ایک عقد کا حکم ہوگا برعکس قول شیخین ۱۲ ۴ مثلاً قدم و دینار ۱۲ ۵ جنس مین اتفاق ہے ۱۲

اختلاف کرنیکا تھا پس جو حکم وہان معلوم ہوا ہے وہی یہان ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر رأس المال معین ہو مثلاً کوئی اسباب ہو پس اگر دونون نے مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کیا تو قیاساً دونون سے قسم نہ لیجاوے گی اور مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا ولیکن استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی پھر باقی صورتون کا حکم مثل مسئلہ مذکورہ یعنی اختلاف جنس مسلم فیہ یا اسکی قدر یا صفت یا رأس المال[۵۱] کی ایسی ہی اختلاف کے ہے اور اگر دونون مین سے کوئی گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بالاجماع ایک عقد[۵۲] کا حکم دیا جاوے گا اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون نے اختلاف کیا تو بالاجماع سب کے نزدیک قسم کھانے اور دلیل پیش کرنیکا ویسا ہی حکم ہے جیسا پہلی صورت مین گزرا اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی یعنی گواہ ۱۲ تو قیاساً دونون قسم کھائین گے اور استحساناً نہ کھائینگے اور ہم قیاس کو لیتے ہین اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اسی پر فیصلہ کیا جاوے گا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بالاجماع سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر رأس المال کی جنس مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً دونون سے قسم نہ لی جاوے گی اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور یہ کرخی کی روایت ہے اور یہی اصح ہے اگر رأس المال کی مقدار مین اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہ کھائین گے ولیکن استحساناً دونون قسم کھاوینگے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر رأس المال کی صفت مین اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم نہ کھاوینگے اور قول رب السلم کا معتبر ہوگا اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر مسلم فیہ اور رأس المال دونون مین اختلاف[۵۴] کیا پس اگر رأس المال اور مسلم فیہ دونون کی جنس مین اختلاف کیا اور کسی نے گواہ نہ دیے تو قیاساً و استحساناً دونون قسم کھاوینگے اگر ایک نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو دو عقدون کا

۵۱ قولہ رأس المال یعنی رأس المال کی جنس مین اختلاف کیا ایک نے کہا کہ درم تھے اور دوسرے نے کہا کہ دینار تھے یا جنس مین اتفاق ہے کہ وہ درم تھے لیکن مقدار مین اختلاف کیا کہ وہ سو درم یا دو سو درم تھے یا صفت مین کہ سو درم دودھیا تھے یا سیاہ تھے اسیطرح مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف ہوا کہ گیہون ٹھہرے یا چنے تھے یا گیہون پر اتفاق ہے ولیکن مقدار ایک نے پانچ من اور دوسرے نے سات من کہے یا صفت مین مثلاً پانچ من کھرے سپید تھے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ پانچ من سرخ تھے ۱۲ ۵۲ قولہ ایک عقد الخ یہ بیان نہ کیا کہ کس کے گواہون پر اور ظاہر ہے کہ مسلم الیہ کے گواہ مرجح ہون گے ۱۲ منہ ۵۳ قولہ ایک عقد یعنی مسلم الیہ کے گواہ قبول ہونگے ۱۲ ۵۴ قولہ اختلاف کیا اور یہ اختلاف بھی تین حال سے خالی نہین یا تو دونون کی جنس مین ہوگا مثلاً رأس المال درم تھے یا دینار تھا اور مسلم فیہ گیہون تھے یا چنے تھے اور یا دونون کی مقدار مین مثلاً سو درم یا دو سو درم تھے اور دس من گیہون یا سات من تھے اور یا دونون کی صفت مین اختلاف ہو یا رأس المال کی جنس مین ہو اور مسلم فیہ کے عقد مین ہو پس مسائل پر غور کرکے سمجھنا چاہیے ۱۲

حکم دیا جاویگا اور اگر دونون کی مقدار مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً و استحساناً دونون قسم کھاوینگے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو مقبول ہوگی اور اگر دونون نے گواہ دیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور ہر ایک کی دلیل زیادتی[1] کے ثابت کرنے مین مقبول ہوگی اور اگر رأس المال اور مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم کھائینگے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اُسپر فیصلہ ہوگا اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور زیادتی دعوی کے اثبات مین ہر ایک[2] کی دلیل مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے- اگر دونون نے ادا کرنے کی جگہ مین اختلاف کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مسلم الیہ کا قول لیا جاویگا اور دونون قسم نہ کھاوینگے اور صاحبین رح نے کہا کہ دونون قسم کھاوینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اختلاف اسکے برعکس ہے اور پہلی روایت اصح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے- اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ کوئی شخص دلیل نہ پیش کرے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اُسکی دلیل پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو طالب کی دلیل پر فیصلہ کیا جاویگا اور ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر سلم کی میعاد[3] مین دونون نے اختلاف کیا تو اُس مین اختلاف کرنے سے باہم قسم کھانا اور باہم واپس کرنا لازم نہین آتا ہے اور یہ ہمارے تینون امامون کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے- پس اگر اصل میعاد مین اختلاف کیا اور رب السلم میعاد ہونے کا مدعی تھا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور اگر مسلم الیہ اُسکا مدعی تھا اور رب السلم منکر تھا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالے کے نزدیک استحساناً عقد صحیح رہیگا اور صاحبین رح کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور عقد فاسد ہو جاویگا کذا فی الحاوی- اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب کسی نے دلیل نہ پیش کی ہو اور اگر کسی نے پیش کی تو اُسکی دلیل مقبول ہوگی اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو مدعی میعاد کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے- اور اگر میعاد مقرر ہونے پر دونون نے اتفاق کیا ولیکن اُسکی مقدار مین اختلاف کیا تو رب السلم کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے- اور قول کا معتبر ہونا اُس وقت ہے کہ جب کوئی شخص گواہ پیش نہ کرے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاوے گا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیئے تو مطلوب کے گواہ لیے جاوینگے اور بالاجماع دو عقدون کا حکم نہ دیا جاوے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور اگر دونون نے اتفاق کیا کہ مدت ایک مہینہ تھی ولیکن اُسکے گزر جانے مین اختلاف کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا کذا فی التہذیب اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے

---

[1] قولہ زیادتی الخ مثلاً رأس المال کی مقدار ایک نے سو درم اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم بتلائی اور ہر ایک نے گواہ دیے تو دونون کا قول حجت ہے یہ حکم ہوگا کہ ایکسو پچاس[5] درم پر عقد ہوا اور مسلم فیہ مین مسلم الیہ نے کہا کہ دس من گیہون تھے اور رب السلم نے کہا کہ پندرہ من ٹھہرے اور ہر ایک نے گواہ دیے تو قبول ہو کر پندرہ من قرار پاوینگے پس دونون فریق گواہون سے یون لیا گیا کہ بعوض ڈیڑھ سو درم کے پندرہ من گیہون پر سلم ٹھہری ہے ۱۲ [2] قولہ ہر ایک کی مثلاً مالک سلم کے گواہون پر گیہون کھرے سپید وغیرہ صفات قبول ہونگے اور مسلم الیہ کے گواہون پر درم کھرے دو دہصا وغیرہ صفات ثابت ہونگے ۱۲ [3] قولہ میعاد یعنے میعاد ہے یا نہین ہے ۱۲

گواہ پیش کیے تو مطلوب کا بینہ لیجاوے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مدت کی مقدار اور اُسکے گزرنے دونون مین اختلاف کیا تو مقدار مین رب السلم کا قول لیا جاوے گا اور گذرنے مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو اس زیادتی کے ثابت کرنے کے واسطے کہ مدت ابھی نہین گذری ہے مسلم الیہ کے گواہ معتبر ہون گے کذا فی شرح الطحاوی۔

قال[۱] فی الحاشیۃ کذا فی جمیع النسخ الحاضرۃ والظاہر ان یقال اثبات زیادۃ الاجل وانہ لم یمض انتہی قال المترجم لا وجہ لظہورہ بل الظاہر ہو ما فی النسخ الحاضرۃ فالمعنی ان البینۃ فی المقدار بینۃ رب السلم ایضاً ولکن عدم المضی زیادۃ علی مقدار الاجل فیقبل فیہما بینۃ المسلم الیہ فہم المحشی وہم فافہم۔ اور اگر رأس المال پر مجلس مین قبضہ کرنے مین دونون مین اختلاف ہوا اور رب السلم گواہ لایا کہ رأس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہوگئے اور مسلم الیہ گواہ لایا کہ جدا ہونے سے پہلے راس المال پر قبضہ ہوگیا ہے پس اگر راس المال مسلم الیہ کے ہاتھ مین ہو تو اُسکی دلیل لیجاویگی اور سلم جائز ہوگی کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ درم معینہ رب السلم کے ہاتھ مین ہین اور مسلم الیہ کہے کہ مین نے اُسکو قبضہ کے بعد ودیعت دیے ہین یا اُسنے غصب کر لیے ہین اور قبضہ ہونے پر گواہ قائم ہوچکے ہون تو اُسی کا قول معتبر ہوگا اور درم ادا کرنے کا حکم دیا جاویگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو رب السلم کے گواہ مقبول نہون گے اور مسلم الیہ کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر کسی نے بینہ پیش نہ کی پس اگر وہ درم مطلوب[مسلم الیہ] کے ہاتھ مین ہین اور طالب[رب السلم] اُسپر غصب یا ودیعت کا دعوی نہین کرتا ہے صرف رأس المال پر قبضہ نہ کرنے کا دعوی کرتا ہے تو دونون مین سے کسی پر قسم نہ آوے گی اور اگر طالب نے مجلس مین قبضہ کرنے سے انکار کرنے کے بعد غصب یا ودیعت کا دعوی کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ درم رب السلم کے پاس ہون اور مطلوب نے قبضہ کا دعوی کیا اور طالب[رب السلم] نے یہ غصب کر لینے یا ودیعت رکھنے کا اسکے بعد دعوی نہ کیا تو دونون مین سے کسی پر قسم نہ آویگی اور اگر مجلس مین راس المال پر قبضہ کرنے کے دعوے کے بعد مطلوب نے غصب یا ودیعت کا دعوی کیا اور طالب نے انکار کیا تو مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ قسم لیکر مطلوب کا قول معتبر ہوگا پس اُس سے قسم لیجاوے گی اور سلم جائز ہوگی اور رأس المال کو رب السلم سے لیگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب طالب نے یہ قول کہ تو نے قبضہ نہین کیا ہی جدا کرکے اس طرح کہا ہو کہ مین نے تجھکو سلم مین دیے پھر خاموش رہ کر کہا مگر تو نے قبضہ نہین کیا یا یون کہا کہ مین نے تجھکو سلم مین دیے اور تو نے قبضہ نہ کیا تو یہی حکم ہوگا اور اگر اُسنے ملا کر کہا کہ تو نے قبضہ نہین کیا اور مطلوب کہتا ہے کہ مین نے قبضہ کیا تو اس مسئلہ مین طالب کا قول مقبول ہونا واجب ہے اور مطلوب کا قول معتبر نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد مسلم الیہ آدھا راس المال لیکر آیا اور کہا کہ مین نے اسکو زیوف پایا ہے پس اگر رب السلم نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ رب السلم کو واپس کردے اور اگر اُسکی تکذیب کی

---

[۱] قولہ قال الخ محشی نے شرح طحاوی کی عبارت پر اپنی فہم کے موافق اعتراض کیا تھا اور مترجم نے جواب دیکر ظاہر کیا کہ شرح طحاوی کا مسئلہ اپنی عبارت سے بالکل درست ہے اور محشی کی سمجھ کا قصور ہے ۱۲ منہ [۲] یعنی قبضہ ہوا تھا یا نہین ۱۲

اور مسلم الیہ نے دعوی کیا کہ یہ تیرے درمون مین سے ہی پس اگر مسلم الیہ نے اس سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ مین نے جید درمون پر قبضہ کیا ہی یا اپنے حق پر قبضہ کیا ہی یا راس المال پر قبضہ کیا ہے یا کہا کہ مین نے درم پورے پائے ہین تو ان چار صورتون مین اُسکا دعوی نہ سُنا جاویگا اور رب السلم سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر یہ اقرار کیا تھا کہ مین نے درہمون پر قبضہ کیا تو قیاس چاہتا ہی کہ رب السلم کا قول معتبر ہو اور استحساناً مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اُسنے کہا تھا کہ مین نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا کذا فی الذخیرہ - اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ مین نے درمون پر قبضہ کر لیا ہی پھر دعوی کیا کہ وہ ستوق[1] ہین تو مقبول نہوگا اور اگر قبضہ کرکے کچھ اقرار نہ کیا پھر ستوق ہونے کا دعوی کیا تو اُسکا قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کچھ رأس المال نبہرہ نکلا یا اُسکو کسی حقدار نے لے لیا پھر دونون نے اختلاف کیا اور رب السلم نے کہا کہ وہ تہائی مال تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ آدھا تھا تو قسم لیکر رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر ستوق یا رصاص نکلا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی - اور اگر کپڑے کی سلم مین جید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ جید ہی اور رب السلم نے انکار کیا تو قاضی اُس پیشہ کے دو آدمیون کو دکھلائے گا اور اس مین زیادہ احتیاط ہی اور ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہی پس اگر اُسنے کہا کہ جید ہی تو اُسپر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھکو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے تھے مگر مین نے اُنپر قبضہ نہ کیا پس اگر اُسنے اپنا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا اپنے کلام مین ملا کر کہا ہی تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جاویگا اور اگر جدا کرکے کہا ہی با این طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جاوے گا اور استحساناً سچا نہ سمجھا جاوے گا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم لے کر طالب کا قول معتبر ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُسنے کہا تو نے مجھکو سلم مین دیے اور اگر اُسنے کہا کہ تو نے مجھکو دیدیے یا کہا کہ تو نے مجھکو نقد دیے ولیکن مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ خواہ وہ ملا کر کہے یا جدا کرکے کہے سچا نہ سمجھا جاوے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ملا کر کہا تو تصدیق کیجاویگی اور اگر جدا کرکے کہا تو نہین یہ محیط مین لکھا ہی اگر رب السلم نے کہا کہ تو نے مجھسے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلان محلہ مین ادا کرون گا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ مین ادا کرونگا تو رب السلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر عقد سلم مین یہ شرط ہو کہ فلان جگہ اسکو ادا کرونگا پھر مسلم الیہ کہے کہ تو اُسکو مجھ سے فلان جگہ لے لے جو اس جگہ کے سوا ہے اور اُس جگہ تک کا مجھ سے کرایہ لے اور رب السلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہی ولیکن کرایہ لینا جائز نہین ہی اور جو کرایہ لیا ہو اسکا واپس کرنا واجب ہی اور اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کردے تاکہ اُسی جگہ جو شرط کی گئی ہی ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اُسکے پاس تلف ہو گئی تو اُسکو کچھ نہ ملے گا یہ مبسوط مین لکھا ہی

[1] قولہ ستوق کیونکہ یہ درحقیقت درم نہین ہین اور نبہرہ کھوٹے اور رصاص رانگ کے درم پر چاندی کا ملمع ۱۲ منہ

اور اگر یہ شرط کی کہ مسلم فیہ کو پہلے فلان محلہ میں ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر مین ادا کرے تو عامۂ مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہی اور فقیہ ابوبکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً سلم جائز ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اسکو پہلے میرے گھر مین ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہے کہ جائز ہو اور استحساناً جائز ہی اور حاکم شہید رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ یہ قیاس اور استحسان اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے اپنا گھر بتلایا ہو اور مسلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلہ مین ہی اور اگر اُسنے بیان کر دیا یا مسلم الیہ اُسکو جانتا ہو تو قیاساً اور استحساناً جائز ہی[ل] یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ رب السلم نے سلم کی میعاد آجانے کے بعد مسلم الیہ سے سوا اس شہر کے جس مین ادا کرنے کی شرط ٹھہری تھی دوسرے شہر مین ملاقات کی تو اُسکو اختیار ہی کہ اس سے مسلم فیہ کا مطالبہ کرے بشرطیکہ مسلم فیہ کی قیمت اس شہر مین اتنی ہی ہو جتنی اُس شہر مین ہی کہ جہان ادا کرنے کی شرط ٹھہری ہی یا اُس سے کم ہو اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیون نے یہ فتوی دیا کہ اسکو دوسرے شہر مین مطالبہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور یہ حکم مجھکو پسند ہی مگر ایسی جگہ جہان ضرورت[ع] واقع ہو تو مطالبہ کرسکتا ہی مثلاً مسلم الیہ کسی دوسرے شہر مین جا رہا تو رب السلم اپنا پورا حق لینے سے عاجز ہو جاوے گا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔

پانچوین فصل

بیع سلم مین اقالہ و صلح اور خیار عیب کے بیان مین۔ جاننا چاہیئے کہ سلم مین اقالہ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر تمام مسلم فیہ مین اقالہ کر لیا تو جائز ہی خواہ بعد میعاد آجانے کے اقالہ کیا ہو یا اس سے پہلے اور خواہ راس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو پھر جب اقالہ جائز ٹھہرا پس اگر راس المال ایسا ہے کہ جو معین کرنے سے متعین ہوتا ہی اور وہ موجود بھی ہی تو مسلم الیہ پر واجب ہی کہ اس کو بعینہ رب السلم کو واپس کرے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر وہ ایسا ہے کہ اُسکا مثل موجود ہی تو اُسکو مثل واپس کرنا چاہیئے اور اگر مثل نہو تو اُسکی قیمت واپس کرنا چاہیئے اور اگر راس المال ایسا ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتا ہی تو اُس پر مثل واپس کرنا واجب ہی خواہ وہ تلف ہو گیا ہو یا موجود ہو اور اسی طرح اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کر لیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہے تو اقالہ جائز ہی اور رب السلم پر واجب ہی کہ جس پر اُس نے قبضہ کیا ہی اسکو بعینہ واپس کرے اور اگر دونون نے بعض مسلم فیہ مین اقالہ کیا پس اگر بعد میعاد آجانے کے تھا تو بقدر بعض کے اقالہ جائز ہوگا بشرطیکہ جسقدر باقی ہی وہ معلوم ہی جیسے کہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اور باقی کی سلم کی میعاد عامۂ علما کے نزدیک اپنے وقت پر ہوگی اور اگر میعاد آنے سے پہلے اُسنے اقالہ کیا پس اگر اقالہ مین باقی کا فی الحال لینا شرط نہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور باقی کا ادا کرنا اپنی میعاد پر ہوگا اور اگر اُس نے باقی کا فی الحال لینا شرط کیا تو شرط صحیح نہین اور اقالہ صحیح ہی اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا قیاس ہی کیونکہ اقالہ ان کے نزدیک فسخ ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر اقالہ کرنے کے بعد رب السلم

ل قولہ جائز ہی پھر وہان سے دوسری جگہ پہونچانے کی شرط اب بھی باطل ہی ۱۲ ع[٥] قولہ اجناع آگے تو خواہ دوسرے شہر مین اسکو مطالبہ کا استحقاق ہی لیکن یہ اس صورت مین ہی کہ وہان باربرداری نہ پڑتی ہو مثلاً سلم مین مشک زعفران وغیرہ ہو ورنہ نہین ۱۲

نے راس المال سے کوئی چیز بدلنا چاہی تو استحساناً جائز نہین ہی اور اسی کو تینون امامون نے اختیار کیا ہی اور فقہا کا اسپر اجماع ہی کہ بیع سلم کے اقالہ مین راس المال پر اُسی مجلس اقالہ مین قبضہ کر لینا اقالہ کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی ایک کُر گیہون کی سلم مین دی اور مسلم الیہ نے اُسپر قبضہ کیا پھر دونون نے اقالہ کیا پھر وہ مسلم الیہ کے پاس مرگئی تو اقالہ صحیح ہی اور اُسکو باندی کی وہ قیمت جو اُسپر قبضہ کرنے کے دن تھی ادا کرنی واجب ہی اور اگر باندی کے مرجانے کے بعد اقالہ کیا تو بھی جائز ہی اور اُسپر باندی کی قیمت واجب ہوگی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ اگر رب السلم نے مسلم فیہ کو قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ سے راس المال سے زیادہ پر یا بعوض راس المال کے خرید کیا تو کیا یہ بیع سلم کا اقالہ ہوگا تو اُنھون نے فرمایا کہ خریدنا صحیح نہین ہی اور نہ اقالہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ رب السلم نے مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ہاتھ بعوض راس المال کے یا اس سے زیادہ پر فروخت کیا تو صحیح نہین ہی اور نہ اقالہ ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر سلم مین دونون نے اقالہ کیا پھر راس المال مین اختلاف کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہی پھر دونون نے سلم کا اقالہ کیا پھر راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا تو دونون قسم کھاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کُر گیہون مین سلم ٹھہرائی پھر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مین نے تجھکو آدھی سلم سے بری کیا اور مسلم الیہ نے قبول کر لیا تو اُسپر واجب ہی کہ آدھا راس المال واپس کرے کیونکہ یہ کہنا آدھی سلم کا اقالہ ہے۔ ایسا ہی فرمایا ہی ابو نصر محمد بن اسلام اور فقیہ ابو بکر اسکاف نے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ رب السلم نے اگر مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ سلم کا اقالہ[1] ہی اور اُسکو راس المال واپس کرنا لازم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر دونون نے سلم کو فسخ کیا اور راس المال کوئی اسباب تھا کہ اُسکو رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین ہی اور اسی کتاب مین لکھا ہی کہ اگر کسی نصرانی نے شراب مین بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک[2] مسلمان ہوگیا تو یہ مثل اقالہ کے ہی یہان تک کہ بعد فسخ کے راس المال کے عوض بدل لینا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن رستم مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے کو مثلاً زید نے عمرو کو دس درم ایک کُر گیہون کی سلم مین دیے اور عمرو کا اور بھی زید پر ایک کُر بوعدہ ایک سال کے آتا ہی پس زید نے عمرو سے بیع سلم کا اس شرط پر اقالہ کیا کہ قرض کا کُر فی الحال ادا کر دے تو اقالہ جائز ہی اور قرض اپنے وقت[3] پر ملیگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر مسلم فیہ گیہون تھے اور راس المال سو درم تھے پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ رب السلم کو دو سو درم یا ڈیڑھ سو درم واپس کرے تو صلح باطل ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے بیع سلم مین سو درم راس المال پر صلح کی تو جائز ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ راس المال مین سے پچاس درم پر صلح کی تو بھی جائز ہی اسلیے کہ باب سلم مین راس المال پر صلح کرنا اقالہ ہوتا ہی پھر اسکے بعد

[1] قولہ اقالہ ہی کیونکہ ہبہ باطل ہی تو لا محالہ فسخ ہوکر یہی حکم ہوگا ۱۲ [2] قولہ ایک یعنی رب السلم یا مسلم الیہ کوئی مسلمان ہو ۱۲ [3] یعنی میعاد پر ۱۲

مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ جب اُسنے کہا کہ مین نے تجھ سے راس المال سے پچاس درم پر بیع سلم سے صلح کی تو یہ پوری سلم کا اقالہ ہوگا یا آدھی سلم کا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ راس المال سے دونسو درم پر صلح کی تو جائز نہین ہی اور مراد یہ ہی کہ زیادتی جائز نہوگی ولیکن بقدر راس المال کے اقالہ صحیح ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین اشارہ کیا کہ اس صورت مین بالکل اقالہ باطل ہوجاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے کسی شخص سے کچھ اناج مین بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک نے اس سے اپنے راس المال پر صلح کر لی (یعنی پورا اقالہ سلم) تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک صلح موقوف رہیگی پس اگر دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہوجاوے گی اور راس المال مین سے جو قبضہ مین آیا وہ دونون مین مشترک ہوگا اور جس قدر اناج بیع سلم کا باقی رہا وہ بھی دونون مین مشترک ہوگا اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی تو صلح باطل ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جو صلح کرنیوالا ہی اُسکے اور مسلم الیہ کے درمیان صلح جائز ہی اور اسی طرح اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل ہو اور دونون رب السلم مین سے کسی ایک نے اپنے راس المال پر کفیل سے صلح کر لی تو کفیل سے صلح کرنا اصیل سے صلح کرنے کے مانند ہی اور وہی اختلاف ہی جو ہم نے بیان کیا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور یہ اختلاف اس صورت مین ہی کہ جب دونون نے دس درم مشترک کسی شخص کو ایک کُر اناج کی سلم مین دیے ہون اور اگر دس درم مشترک نہون بلکہ دونون نے دس درم پر سلم ٹھہرائی پھر ایک نے پانچ درم اگر دیے تو یہ صورت امام محمد رح نے نہین ذکر فرمائی اور بعض (مثلاً) مشائخ نے شرح بیوع مین ذکر کیا ہی کہ ایسی صلح بالاجماع صلح کرنے والے کے حصہ مین جائز ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے ذکر نہین کیا بلکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے کتاب الاصل کی صلح مین یہ صورت ذکر کی ہی اور اس مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا وہی قول ذکر کیا ہی جو پہلی صورت مین ہی اور اگر دونون رب السلم مین سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے سلم کا اقالہ کیا تو یہ صورت بھی کسی کتاب مین مذکور نہین ہی اور اسمین بھی مشائخ کا ویسا ہی اختلاف ہی جیسا پہلی صورت مین ہم نے ذکر کیا ہی کذا فی المحیط۔ اگر کسی نے سلم ٹھہرائی اور اُسکا کوئی کفیل لے لیا پھر کفیل نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی خواہ کفالت اُسکے حکم سے ہو یا بدون اُسکے حکم کے ہو پس اگر اُسنے اجازت دی تو صلح جائز ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بیع سلم اپنے حال پر باقی رہے گی اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ہے اور اگر اجنبی نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہی اور یہ حکم اختلافی اُس صورت مین ہی کہ جب راس المال از جنس نقود یعنے درم و دینار مین سے ہو کہ جو معین نہین ہوتے ہین اور اگر غلام یا کپڑے وغیرہ کے مانند معین ہو تو صلح بالاتفاق مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کفیل نے اقالہ کیا اور رب السلم نے قبول کیا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی پس بعضون نے کہا کہ اقالہ اور صلح یکسان ہین اور بعضون نے کہا کہ بالاجماع مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر رب السلم نے سلم کے گیہون قبضہ مین لیے اور وہ اُس کے پاس

عیب دار ہوگئے پھر اُسمین کوئی پُرانا عیب پایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر مسلم الیہ گیہون کو نئے عیب کے ساتھ قبول کرے تو بیع سلم پھر عود کریگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عیب دار کو قبول کرنے سے انکار کرے تو رب السلم مثل اُن گیہون کے جو اُسنے قبضہ مین لیے ہین واپس کرے گا اور جیسے اُسنے سلم مین شرط کیے ہین ویسے لیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ واپس لینے سے انکار کرے تو رب السلم راس المال مین سے بقدر نقصان کے واپس لیگا یہ کافی مین لکھا ہے اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کردے اور اگر اُسمین دوسرا عیب پایا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو زیادتی عیب پر راضی ہوکر قبول کرے اور رب السلم کو بے عیب مسلم فیہ سپرد کرے اور اگر قبول سے انکار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب السلم کا عقد واپسی و نقصان عیب لینے کا حق باطل ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عیب کی زیادتی رب السلم کے پاس آسمانی آفت یا رب السلم کے فعل سے ہو اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو اور رب السلم اُس سے نقصان کی قیمت لے لے تو اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور زیادتی عیب کے ساتھ مسلم الیہ کو اسکا قبول کرنا نہین لازم ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے ہشام نے اپنی نوادر مین لکھا ہے کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ کسی نے ایک کپڑا بیع سلم کے طور پر دس درم دیکر لیا اور اُسکو قطع کرایا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو اُنھون نے فرمایا کہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہے[1] اور بھی ہشام نے لکھا ہے کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کو دو درم بیع سلم مین دیے ایک درم گیہون مین اور دوسرا جوار مین پھر مسلم الیہ نے ایک درم ستوق پایا تو امام رح نے فرمایا کہ اگر دونون ایک ساتھ دیے ہون تو آدھے گیہون اور آدھی جوار کی بیع فاسد ہوگی اور اگر علیحدہ دیے ہون پس اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مسلم الیہ کے گواہ لیئے جاوین گے اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو دونون قسم کھائینگے اور پوری سلم فاسد ہو جاوے گی اور ابراہیم بن رستم نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درم پانچ قفیز گیہون کی سلم مین علیحدہ اور پانچ درم پانچ قفیز جو کی سلم مین علیحدہ دیے پھر دونون کے جُدا ہونے کے بعد اُسنے ایک درم ستوق پایا اور رب السلم نے کہا کہ وہ گیہون کے درم مین ہے اور مسلم الیہ نے کہا کہ جو کے درم مین ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے باہم تصدیق کی کہ ہم نہین جانتے ہین کہ کس مین سے ہے تو مسلم الیہ ایک درم اور واپس کرے اور گیہون اور جو دونون مین سے پانچوان حصہ کم ہو جاویگا اور بشر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون کی سلم دس درم مین ٹھہرائی اور ایک کر جو کی سلم پانچ درم مین ٹھہرائی اور دس درم گیہون والے دیے پھر جو والے پانچ درم ادا کیے پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد اُس نے ایک درم ستوق پایا اور مسلم الیہ نے کہا کہ یہ درم گیہون کے درمون مین سے ہے اور رب السلم نے کہا کہ جو کے درمون مین سے ہے تو امام نے فرمایا کہ اگر مسلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کر چکا ہے تو رب السلم کا قول معتبر گا ورنہ اُسی کا قول

[1] قولہ نہین الخ پس یہان فقط قطع کرانے سے یہ حکم دیدیا اگرچہ سلایا نہو لہذا یہ نوادر کی روایت ہے ۱۲

لیا جاویگا اور اگر دونون نے سچ کہدیا کہ ہم نہین جانتے کہ کس مین سے ہی تو امام نے فرمایا کہ آدھا درم گیہون مین اور آدھا جو مین رکھا جاویگا پس بیسوان[۱] حصہ گیہون مین سے اور دسوان حصہ جو مین سے کم ہوجاوے گا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ اُسنے پندرہ درم ایک ہی صفقہ مین ادا کئے ہون تو گیہون کے دسوین حصہ کی دو تہائی[۲] اور جو کے پانچوین حصہ کی ایک تہائی کم ہوجاوے گی کذافی المحیط

چھٹی فصل

بیع سلم مین وکیل کرنے کے بیان مین - اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کرکے کچھ درم اسواسطے دیئے کہ ایک کُر گیہون کی سلم مین دیوے اور اُسنے دہ درم بیع سلم کی شرطون کے ساتھ دیدیے تو جائز ہے یہ شرح تکملہ مین لکھا ہی - اور میعاد پر مسلم فیہ سپرد کرنے کا مطالبہ وکیل ہی کریگا اور وہی راس المال سپرد کریگا پھر اگر وکیل نے موکل کے درم ادا کیے ہین تو مسلم فیہ کو لیکر موکل کو دیگا اور اگر اسنے اپنے درم ادا کئے ہین اور موکل نے اُسکو کچھ نہین دیا ہی تو بقدر اپنے درم کے موکل سے لیگا کذافی الذخیرہ - اور وکیل کو اختیار ہی کہ مسلم پر قبضہ کرلے اور قبضہ کرکے موکل کو نہ دے یہانتک کہ اُس سے اپنے پورے درم حاصل کرلے اور اگر مسلم فیہ اُسکے قبضہ مین تلف ہوجاوے پس اگر اُسکا تلف ہونا موکل کو دینے سے روک لینے سے پہلے[۳] ہو تو امانت مین تلف ہوگی اور اگر بعد روک لینے کے تلف ہوئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن کے تلف ہونے کے مانند تلف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قرضہ ساقط ہوجاوے گا خواہ رہن کی قیمت ہو یا زیادہ ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ یہ قول امام اعظم کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - پس اگر اُسنے راس المال کو موکل کے مال سے دیا اور مسلم الیہ سے کفیل یا کچھ رہن لیا تو جائز ہے پس اگر میعاد آنے کے وقت وکیل نے تاخیر کی یا مسلم الیہ کو سلم سے بری کردیا یا اُسکو ہبہ کردیا تو جائز ہے اور وکیل اپنے موکل کو ضمان دیگا اور اسیطرح اگر اُسنے کسی غنی یا غیر غنی پر حوالہ لیا اور پہلے کو اُسنے بری کردیا تو خاصۃً وکیل پر جائز ہی اور اپنے موکل کو مسلم فیہ کی ضمان دے گا اور اگر اُسنے مسلم فیہ کو اپنی شرط سے گھٹ کرلیا تو جائز ہی اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مثل شرط کے اُس سے ضمان لے اور اگر وکیل نے سلم کو باہم ترک کردیا تو جائز ہی اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک اپنے موکل کے واسطے سلم کا ضامن ہوگا کذافی الحاوی - اگر سلم کا اقالہ کرلیا (فسخ کردیا ۱۲) تو جائز ہی اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک سلم کا تصرف موکل کو ضمان مین دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر وکیل نے عقد سلم ٹھہرایا

۱؎ قولہ بیسوان حصہ اصل عربی کے نسخ موجودہ مین یون لکھا ہی فینتقض عشر الحنطۃ ونصف عشر الشعیر انتہی یعنی گیہون کے دسوین حصہ اور جو کے بیسوین حصہ کی بیع ٹوٹ جائیگی - مترجم کے نزدیک یہ غلطی کاتب ہی اور صحیح یہ کہ بیسوان حصہ گیہون کی اور دسوان حصہ جو سے کم ہوگا کیونکہ گیہون کی سلم مین دس درم سے نصف درم کم ہوا تو بیسوان حصہ ہوا اور یہ بالکل ظاہر ہے ۱۲ منہ

۲؎ قولہ دو تہائی اسواسطے کہ پندرہ درم مین سے ایک درم ساقط ہوا تو وہ گیہون و جو کے درمون مین سے نصف نصف نہین بلکہ بحساب مقدار کے رکھا جائے گا اور مقدار مین جو کے پانچ درم سے گیہون کے دس درم دو چند ہین تو اُس درم کے دو حصہ گیہون مین اور ایک حصہ جو مین آیا پس گیہون کے دسوین حصہ مین سے دو تہائی ساقط ہوا اور جو کے پانچوین مین سے تہائی ساقط ہوا فافہم ۱۲ ۳؎ قولہ روک لینے یعنی پہلے تو مسلم فیہ اسکے پاس امانت تھی اور جب اُسنے اپنے درمونکے لیے روک لی تو رہن کی ضمانت ہوگئی ۱۲ ۴؎ اترائی قبول کی ۱۲

پھر موکل[سلہ] کو اُسنے راس المال ادا کرنے کا حکم دیا اور وکیل چلا گیا تو سلم باطل ہو جاویگی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو راس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قبضہ سے پہلے خود چلا گیا تو سلم باطل ہو جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر سلم کے وکیل نے مخالفت کی اور اُس چیز کے سوا کہ جس مین موکل نے بیع سلم کرنیکو کہا تھا دوسری چیز مین سلم ٹھہرائی تو موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درمون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو مسلم الیہ سے ضمان لے پس اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو بیع سلم وکیل کے ساتھ صحیح رہیگی اور اگر مسلم الیہ سے ضمان لی پس اگر ایسی حالت مین ضمان لی کہ وکیل اور مسلم الیہ دونون مجلس عقد مین موجود ہین اور وکیل نے دوسرے درم ادا کر دیے تو سلم جائز رہیگی اور اگر ایسے حال مین ضمان لی کہ دونون مجلس سے جدا ہو گئے ہین تو سلم باطل ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو دس درم اسواسطے دیے کہ انکو اناج کی سلم مین دیوے پھر وکیل نے ایک شخص کو دیکر بیع ٹھہرائی پس اگر اُسنے بیع کی نسبت موکل کے درمون کی طرف کی ہو تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر اُسنے اپنے درمونکی طرف نسبت کی ہو تو اپنے واسطے بیع کرنیوالا ہوگا اور اگر مطلق دس درم پر بیع ٹھہرائی پھر موکل کیواسطے اُنکی نیت کی تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر اپنے واسطے نیت کی تو اپنے واسطے ہوگی اور اگر اُسکی کچھ نیت ہی نہوئی اور اُسنے اپنے درم ادا کیے تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر موکل کے درم ادا کیے تو موکل کے لیے ہوگی یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جبتک وہ عقد کیوقت موکل کی نیت نہ کرے تب تک عقد اُسی کیواسطے ہوگا اور اگر دونون نے نیت مین جھگڑا کیا اور موکل نے کہا کہ تو نے میری نیت کی ہے اور وکیل نے کہا کہ مین نے اپنی نیت کی ہے تو بالاتفاق سلم کا اناج اُس شخص کو ملیگا جسکے درم اُسنے ادا کیے ہین یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کسیکو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے کچھ درم اناج کی بیع سلم مین لیوے[سلہ] پھر وکیل نے وہ درم لیکر موکل کو دیدیے تو سلم کا اناج وکیل کے ذمہ رہیگا اور وکیل کے یہ درم موکل پر قرض ہونگے اور اگر اُسکے وکیل نے اناج مین بیع سلم ٹھہرائی پھر موکل نے اناج پر قبضہ کیا یا مسلم الیہ کے ساتھ عقد سلم کو فسخ کر دیا تو استحساناً جائز ہے اور مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ سلم کا اناج موکل کو دینے سے انکار کرے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہے۔ اگر دو شخصون کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکے لیے بیع سلم ٹھہرا دے پھر ایک نے بیع ٹھہرائی تو جائز نہین ہے اور اگر دونون نے ٹھہرائی پھر ایک نے ترک کر دی تو جائز نہین ہے اور یہ بالاجماع ہے یہ حاوی مین لکھا ہے ایک شخص کو دو شخصون نے وکیل کیا اور ہر ایک نے چاہا کہ میرے دس درم اناج کی سلم مین علیحدہ دیوے اور اُسنے دونون کی سلم ایک ہی عقد مین ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر اُسنے دونونکے درم ملا دیے پھر سلم ٹھہرائی تو یہ سلم اُسکے[سلہ] واسطے ہوگی اور ملا دینے کے سبب سے دونونکے مال کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور اگر

[سلہ] قولہ پھر موکل آہ ہو قولہ ثم امر الموکل بادار راس المال وذہب الوکیل آہ اور مترجم کے نزدیک معنے یہ کہ پھر موکل کو راس المال ادا کر دینے کا حکم دیکر خود وکیل چلا گیا فافہم یعنے موکل کے ادا کر دینے سے پہلے چلا گیا اور مسلم الیہ نے ہنوز قبضہ بھی نہین کیا ہے ۱۲ منہ [سلہ] یعنے اناج والے نے جو مسلم الیہ سے بیع سلم کے لیے اپنی طرف سے وکیل کیا جیسے دلال ہوتے ہین ۱۲ منہ [سلہ] یعنے وکیل کے ۱۲

اس ایک وکیل نے دونون مین سے ہر ایک موکل کے درم ایک شخص کو علیحدہ دئے پھر اُس سے کچھ اناج وصول کیا اور دونون موکلون مین سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا حق ہی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل کا قول لیا جاویگا اور اگر مسلم الیہ نے آکر وکیل کی تکذیب کی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اگر ایک وکیل کو کسی نے بعوض درمونکے اپنا کپڑا بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے اُس کپڑے کو بعوض اناج کے کسی میعاد تک بیع سلم مین دیا تو یہ بیع اُسکی سلہ ذات کیواسطے ہوگی اور اگر موکل نے اُسکو فروخت کرنیکا حکم دیا اور ثمن نہ بیان کیا ہو اور اُسنے اناج کی سلم مین کسی مدت تک بیع کیا ہو تو امام اعظم کے نزدیک بیع موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے وکیل کو یہ حکم دیا کہ میرے درم کسی شخص کو سلم مین دیوے پھر اُسنے دوسرے کو سلم مین دیدیے تو جائز نہین ہی یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے بیع سلم کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے عقد سلم مین کوئی ایسی شرط لگائی کہ جس سے عقد فاسد ہوگیا تو وکیل ضامن نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو ہواسطے وکیل کیا کہ دس درم طعام کی سلم مین دیوے تو ہمارے نزدیک استحساناً طعام سے مراد گیہون اور اُسکا آٹا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب درم بہت ہون اور تھوڑے ہون تو یہ قول مطلق روٹیونکی طرف رجوع کریگا اور آٹے کے باب مین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین وہ بمنزلہ گیہون کے ہی اور دوسری روایت مین بمنزلہ روٹی کے ہی اور ایسا ہی قیاس سلہ خرید کے وکیل مین ثابت ہی پس اگر اُسکو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے درم طعام کی سلم مین دیوے اور اُسنے جو وغیرہ کی سلم مین دیدیے تو اُسنے مخالفت کی اور موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درہمون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو اُنکو مسلم الیہ سے لیوے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کسی ذمی کو عقد سلم کیواسطے وکیل کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہی یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی وکیل سلم نے اگر بیع مین کھلا ہوا لوٹا سلہ اُٹھا لیا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر وکیل نے کسیکو ہواسطے وکیل کیا کہ مسلم فیہ مسلم الیہ سے لیکر قبضہ کرے اور اُسنے قبضہ کیا تو مسلم الیہ بری ہوجاویگا پس اگر وکیل کا وکیل یا اُسکا غلام یا اُسکا بیٹا ہو جو اُسکی پرورش مین ہی یا اُسکا اجیر ہو تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا اور اگر کوئی اجنبی ہو تو پہلا وکیل طعام سلم کا ضامن ہوگا اگر اُسکے وکیل کے پاس تلف ہوجاوے اور اگر اُس تک پہونچ جاوے تو وہ اور اُسکا وکیل ضمان سے بری ہوجاوینگے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور وکیل سلم کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو وکیل کرے مگر جب موکل یہ کہدے کہ جو تو چاہے سلہ وہ کہ یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی۔ وکیل سلم نے اگر اپنے کو یا اپنے مفاوض کو یا اپنے غلام کو مسلم الیہ بنایا تو جائز نہین ہی اور اگر ایسے شریک کو جو اُسکے ساتھ شرکت عنان رکھتا ہی مسلم الیہ بنایا تو جائز ہی بشرطیکہ مسلم فیہ اُن دونون کی تجارت مین نہو اور اگر اپنے بیٹے یا اپنی زوجہ یا ماں باپ مین سے کسی کو بنایا تو امام اعظم

سلہ یعنے وکیل ۱۲ سلہ قولہ قیاس یعنے اگر خرید کے واسطے وکیل کیا تو سلم کی طرح اسمین بھی یہی حکم ہی ۱۲
سلہ جتنا کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہین کرتا ۱۲ منہ سلہ قولہ چاہے یعنے اس معاملہ مین اپنی رائے سے عمل کرنا ۱۲ منہ

کے نزدیک نہین جائز ہی اور اسمین صاحبین نے خلاف کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر کہا کہ جو کچھ میرا تجھپر چاہیے ہی وہ ایک کر گیہونکی سلم مین دیدے پس اگر اُسنے کسی شخص کو معین کیا تو بالاجماع وکالت صحیح ہی اور اگر معین نہ کیا تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہی اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ بحالت صحیح نہین ہی یہ بنا بیع مین ہی اگر وکیل نے بیع سلم ٹھہرانے مین درم اُس چیز کی سلم مین دیدیے جسکا موکل نے حکم کیا تھا اور مسلم الیہ کے اس اقرار پر کہ مین نے درم پورے پالیے ہین گواہ نہین کیے پھر مسلم الیہ زیوف درم واپس کر نیکولایا اور کہا کہ یہی اُنھین درمونمین پائے ہین تو اُسکی تصدیق کی جاویگی اور اگر وکیل نے مسلم الیہ کے اس اقرار پر گواہ کر لیے ہون تو پھر اُسکے دعوے کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ مین نے جید درم پورے حاصل کر لیے یا اپنا پورا حق لے لیا یا راس المال پورا لے لیا تو پھر اُسکا یہ دعوی کرنا کہ وہ درم زیوف ہین اُسکے اقرار کو توڑتا ہی پس اُسکی سماعت نہوگی اور اُسکے گواہ بھی مقبول نہونگے اور نہ مدعا علیہ پر قسم آویگی اور اگر اُسنے پورے درم پالینے کا اقرار کیا ہو تو درم کا لفظ زیوف اور جید دونونکو شامل ہی پس اُسکا دعوی[۱] اُسکے اقرار کو نہ توڑیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر قطن مین سلم ٹھہرائی تو اُسمین درم[۲] نہ دیا جاویگا جیسا بیع مین ہی اور اسیپر ہمارے زمانے کے مشائخ متفق ہین بشرؒ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو ایک کر گیہونکی سلم مین ایک غلام دیا پھر مسلم الیہ نے وہ غلام کسیکے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام مین کوئی عیب پاکر مسلم الیہ کو بغیر حکم قاضی کے واپس کیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے بیع سلم کا اقالہ چاہا پس اگر رب السلم نے کہا کہ میرا غلام مجھے واپس دے اور مین نے تجکو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مین نے تجکو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مجھ سے سلم کا اقالہ کرلے تو یہ سلم باطل ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھسے سلم کا اقالہ کرلے اور غلام کا ذکر نہ کیا یا کہا کہ تجکو سلم سے بری کر دے اور اپنا راس المال لے اور غلام کا ذکر نہ کیا تو سلم ٹوٹ جاویگی اور اُس کو راس المال مین غلام کی قیمت ملیگی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کپڑے کے جسکا وصف بیان کرکے اپنے ذمہ رکھا ہی فروخت کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ کپڑے کے ادا کرنے مین میعاد ہو اور دوسری یہ کہ نہو تو دوسری صورت جائز نہین ہی اور پہلی صورت جائز ہی پس اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو عقد باطل نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی اور اگر رب السلم نے راس المال مین کچھ بڑھایا تو فی الحال ادا کرنا جائز ہے اور میعادی جائز نہین ہی پس اگر اُسکو مجلس مین ادا کردیا تو صحیح ہی اور اگر زیادتی پر قبضہ ہونیسے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بقدر زیادتی کے سلم باطل ہو جاویگی اور مسلم الیہ نے کچھ زیادہ کیا تو دیکھا جاوے گا کہ اگر راس المال معین ہے اور وہ موجود ہے تو فی الحال و رمیعاد پر دونون طرح جائز ہی اور اگر راس المال غیر معین ہی پس اگر مسلم الیہ نے معین چیز مثلاً سوتی[۱۲] زیادہ کی تو فی الحال و رمیعاد پر دونون طرح جائز ہے اور اگر درم یا دینار زیادہ کیے تو مجلس مین زیادتی پر قبضہ ہو جانا شرط ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

۱؎ یعنے زیوف ہونے کا دعوی ۱۲ ۲؎ قولہ درام ناکارہ بنولے ملی ہوئی قسم ہے ۱۲

اُنیسوان باب قرض او رقرض لینے اور کوئی چیز بنوانے کے بیان مین۔ جو چیزین مثلی ہین اُنکا قرض جائز ہی جیسے کیلی اور وزنی اور عددی متقارب مانند انڈے وغیرہ کے اور جو چیزین مثلی نہین ہین جیسے حیوان اور کپڑے اور عددی متفاوت اُن مین قرض جائز نہین ہی اور قرض فاسد مین اگر مقروض چیز پر قبضہ کیا تو اُسکا مالک ہو گیا جیساکہ بیع فاسد مین قبضہ کی ہوئی چیز کا مالک ہوتا ہی ولیکن قرض فاسد مین جس چیز پر قبضہ کیا ہی خاص اُسی کو واپس کرے اور قرض جائز مین اگر قرض مقبوض قرض لینے والے کے پاس موجود ہو تو وہی واپس کرنیکے واسطے معین نہوگا بلکہ اُسکو اختیار رہیگا کہ چاہے اُسکو واپس کرے یا اُسکا مثل واپس کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ پھر جس جگہ قرض جائز نہین ہوا تو اُس قرضہ سے نفع اُٹھانا بھی جائز نہین ہی ولیکن اُسکا فروخت کرنا جائز ہی کذا فی العمادیہ اور روٹی کا وزن کے حساب سے نہ گنتی کے حساب سے قرض لینا امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ کافی[1] وغیرہ مین لکھا ہی۔ نوادر ہشام مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ گیہون اور آٹے کا وزن سے قرض لینا اور ایسے ہی خشک چھوارے کا اسطرح قرض لینا ضروری[2] نہین اور نہ اُسمین بہتری ہی اگرچہ ایسی جگہ واقع ہو جہان یہ چیزین وزن کی جاتی ہین[3] یہ محیط مین لکھا ہی۔ اصل مین مذکور ہی کہ اگر آٹا تول کر قرض لیا تو اُسکو وزن سے نہ واپس کرے ولیکن دونون قیمت پر صلح[4] کر لین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت مین آیا ہی کہ اُسکا وزن سے قرض لینا استحساناً جائز ہی جبکہ لوگون مین اُسکا وزنی ہونا رائج ہوجاوے اور اسی پر فتویٰ ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ ایندھن اور لکڑی اور قصب اور تر خوشبو دار چیزین اور ساگ کا قرض لینا جائز نہین ہی لیکن حنا اور وسمہ اور خشک خوشبو دار چیزین کہ جو پیمانہ سے بکتی ہین اُنکے قرض لینے مین کچھ خوف نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور کاغذ کا گنتی سے قرض لینا جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اخروٹ کا پیمانہ سے قرض لینا اور بیگنون[5] کا گنتی سے قرض لینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور فتاوی عتابیہ مین ابن سلام سے نقل کیا ہی کہ کچی اور پکی اینٹون کا گنتی سے قرض لینا جائز ہی بشرطیکہ اُنمین تفاوت نہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور گوشت کا قرض لینا جائز ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور گوشت کا وزن سے قرض لینا جائز ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ اور ہمارے شہرون مین خمیر[6] کو وزن سے قرض لینا جائز اور یہی مختار ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور زعفران کو وزن سے قرض لینا جائز ہی اور پیمانہ سے جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور برف کو وزن سے قرض لینا جائز ہی اور اگر گرمیون مین قرض لیا اور جاڑون مین ادا کیا تو اُسکے عہدہ[7] سے نکل گیا اور برف اُن چیزون نہین ہی کہ جنکے عوض قیمت لیجاتی ہی اور اگر برف والے نے

[1] قاضی خان وظہیریہ ۱۲ [2] یعنی ضرورت کی وجہ سے جائز ہونا ان مین نہین ہی ۱۲ م [3] رواج مین ۱۲ [4] قولہ قیمت یعنے بعد صلح کے چاہے قیمت جسقدر دین ۱۲ [5] قولہ بیگنون اقول ہمارے دیار مین یہ حکم مشکل ہی علاوہ برین اسمین سود جاری ہی اور ہر پھل کی علیحدہ قیمت ہی ۱۲ [6] یعنے بسبب عرف کے بنابرین مترجم کے دیار مین خمیر اور آٹے کا قرض لینا بھی وزن سے روا ہونا چاہیے ۱۲ [7] قولہ عہدہ یعنے ذمہ دار پاک ہوگیا اگرچہ بے موسم اسکو ادا کیا ۱۲

کہا کہ مین اس سال تجھ سے نہ لونگا تو ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ مین اس مقام پر سوائے اسکے کوئی حیلہ نہین جانتا کہ جس شخص پر برف آتا ہی وہ اُسکے برابر برف تول کر برف والے کے کھتے مین پھینکدے تاکہ قرض سے بری ہو جاوے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک چھٹکارہ انھین ہی کہ یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ جسقدر اُسپر قرض ہی اُتنے لینے پر قاضی اُسکو مجبور کرے جیسا اس صورت مین کہ کسی نے دوسرے سے گیہون قرض لیے پھر اُسکا بھاؤ بدل جانے کے بعد اُنکے مثل گیہون اُسکو دیے تو قرض خواہ کو اُنکے قبول کرنے پر قاضی مجبور کریگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور سونے اور چاندی کو وزن سے قرض لینا جائز ہی۔ اور عدد سے قرض لینا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ اگر ایسے درم ہون کہ جنمین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہی اور انکو کسی شخص نے گنتی سے قرض لیا اور وہ لوگون مین بھی گنتی سے رائج ہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر لوگون مین فقط وزن سے رائج ہین تو صرف وزن سے اُنکا قرض لینا جائز ہوگا اور اگر ایسے درم ہون جنمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہی تو انکا قرض لینا فقط وزن سے جائز ہی اگرچہ لوگون کا معمول ہوگیا ہو کہ اُنکے ساتھ گنتی سے فروخت کرتے ہون اور اگر درمون مین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو اُنکا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جس سرگین کا فروخت کرنا جائز ہی اُسکا قرض لینا بھی جائز ہی **قال المترجم** یعنی گوبر وغیرہ مین سے کھاد کا بیچنا جائز ہی تو اُسکا قرض لینا بھی جائز ہی اور واقعات حسامیہ مین لکھا ہی کہ سرگین کے تلف کرنے والے پر اُسکی قیمت واجب ہوتی ہی اور وہ ایسی چیز نہین ہی کہ جسکا مقابل قیمت ہوتی ہی تو اس روایت کے موافق اُسکا قرض لینا جائز نہوگا اور تجرید مین لکھا ہی کہ اگر میعادی قرض دیا یا بعد قرض کے مدت مقرر کی تو مدت باطل ہوگی اور مال فی الحال دینا واجب ہی بخلاف اس صورت کے کہ کسی نے اپنے مال مین سے فلان شخص کو ایک مہینہ کیواسطے قرض دینے کی وصیت[1] کی کذا فی التاتارخانیہ۔ اور قرض کے تلف کر دینے کے بعد مدت مقرر کرنے یا اُس سے پہلے مدت مقرر کرنے مین کچھ فرق نہین ہی یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور قرض کی میعاد لازم ہو جانے مین یہ حیلہ ہی کہ قرض لینے والا قرضدار کا قرض کسی پر اُترا دے پھر قرض لینے والا اُس شخص سے کہ جسپر اُترایا ہی مدت مقرر کرے پس میعاد لازم آویگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ امام محمدؒ نے کتاب الصرف مین فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرلے مکروہ جانتے تھے اور کرخیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب نفع قرض لینے مین شرط کیا گیا ہو مثلاً غلہ[2] کے درم اسواسطے دے کہ اُسکو صحیح درم ادا کردے تو مکروہ ہی اور اگر یہ شرط عقد نہو اور قرض لینے والا قرض سے جید ادا کرے تو اسمین کچھ خوف نہین ہی اور ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درم یا دینار اسواسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اُسکا کوئی اسباب گران ثمن مین خریدے تو مکروہ ہی اور اگر یہ شرط نہو اور قرض لینے کے بعد اُسنے گران ثمن مین خرید لیا تو کرخی کے قول پر کچھ خوف نہوگا اور خصاف نے اپنی کتاب مین لکھا ہی کہ مین اسکو اچھا نہین جانتا ہون اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ حرام ہی اور امام محمدؒ نے کتاب الصرف مین لکھا کہ سلف کے لوگ اسکو مکروہ جانتے تھے ولیکن خصافؒ نے کراہت کو ذکر نہین کیا صرف

[1] وصیت یعنی اس وصیت کو نافذ کرنا چاہیے اور قرض مین مدت اصل نہین ہی ۱۲ [2] یعنے ٹوٹن سے ملے ہوئے ۱۲

یہ کہا کہ مین یہ اسکے لیے اچھا نہین جانتا ہون پس یہ کراہت سے قریب ہی ولیکن کراہت سے کم ہی اور امام محمدؒ نے اسمین کچھ خوف نہین جانا کیونکہ انھون نے کتاب الصرف مین فرمایا ہی کہ اگر قرض لینے والے نے قرضخواہ کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور امام محمدؒ نے اسکی تفصیل نہین فرمائی پس یہ اس بات کی دلیل ہی کہ انھون نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کہا کہ جو امام محمدؒ نے سلف کا قول نقل کیا ہی وہ اس صورت پر محمول ہی کہ جب قرض لینے مین کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلاخلاف مکروہ ہی اور جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہی کہ جب قرض دینے مین ہدیہ کی شرط نہو اور یہ بلاخلاف مکروہ نہین ہی اور قرض مین بیع کی صورت جو مکروہ لکھی گئی اُسوقت ہی کہ جب قرضہ بیع سے پہلے ہو اور اگر بیع قرضہ سے پہلے ہو اور اُسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سود ینار کا معاملہ کرے اور عمرو نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا کہ جسکی قیمت بیس دینار ہین چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اُسکو ساٹھ دینار قرض دیے یہانتک کہ قرضخواہ کے سود ینار زید پر قرض ہو گئے اور زید کو حقیقت مین اسی دینار حاصل ہوئے ہین تو اس صورت کو خصاف نے ذکر کیا کہ جائز ہی اور محمد بن سلمہ امام بلخ کا یہی مذہب ہے اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سلمہ کے پاس بہت اسباب تھا جب کوئی شخص اُن سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اُسکے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اُسکی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اُسکو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشائخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہی جو نفع حاصل کراتا ہی[1] اور مشائخ مین سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض اور بیع دونون ایک مجلس مین واقع ہون تو مکروہ ہی اور اگر دونون کی مجلس مختلف ہو تو کچھ خوف نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی خصاف اور محمد بن سلمہ دونون کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی اور قرضدار کا ہدیہ لینے مین کچھ خوف نہین[2] ہی اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہی تو افضل یہ ہی کہ اُسکا ہدیہ قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہین دیتا بلکہ قرابت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہی تو اُس سے پرہیز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرضدار سخاوت اور کرم مین مشہور ہو تو بھی پرہیز نہ کرنا چاہیے کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر انمین سے کوئی بات نہو تو یہ صورت مشکل ہی پس چاہیے کہ اُس سے پرہیز کرے جبتک کہ یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اُسنے بسبب قرضہ کے ہدیہ نہین بھیجا ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جسپر قرض ہی اُسکی دعوت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہے اور افضل یہ ہی کہ اُسکی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کرے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہی یا اُسکو اشتباہ پیدا ہو جاوے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ جو امام محمدؒ نے ذکر کیا وہ ایسی صورت پر محمول کیا جاویگا کہ اگر قرضدار قبل قرض لینے کے اُسکی دعوت کیا کرتا تھا تو بعد قرض کے بھی اُسکی دعوت قبول کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ پہلے اُسکی دعوت نہین کرتا تھا یا پہلے ہر بیس دن مین اُسکی دعوت کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے ہر دس دن مین اُسکی

[1] پیدا کرائے یعنے قرض کے ذریعہ سے کچھ نفع کھینچے اور یہ صحابہ رضؓ سے صریح منقول ہی ۱۲ [2] قول خوف نہین الخ اس مین اشارہ ہی کہ یہ محل خوف ہی تو بہتر نہین ہی ۱۲

دعوت کرنے لگا یا دعوت کے کھانے طرح طرح کے بڑھا دیے تو اس دعوت کا قبول کرنا حلال نہین ہی اور وہ کھانا جنبیت[1] ہوگا اگر قرض کا بدلا رائج ہونا قرض مین شرط نہ کیا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی دوسرے پر کچھ درم قرض تھے اور اُسنے قرضدار کے درمون پر قابو پایا تو اُسکو اُن درمونکے لے لینے کا اختیار ہی بشرطیکہ اُسکے درم جید نہون اور قرض میعادی نہو اگر اُسکے دینارون پر قابو پایا تو ظاہر الروایت مین نہین لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی قرضدار نے اگر قرض کو جیسا اُسپر چاہیے تھا اُس سے جید ادا کیا تو قرضخواہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاوے گا جیسا کہ گھٹیا ہو تو شکی صورت مین جبر نہ کیا جاوے اور اگر اُسنے خود قبول کر لیا تو جائز ہے چنانچہ اگر قرضدار نے اُسکی جنس کے برخلاف دیا اور اُسنے قبول کر لیا تو جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر قرض میعادی تھا اور قرضدار نے میعاد آنے سے پہلے ادا کیا تو قرضخواہ قبول کرنے پر مجبور کیا جاویگا اور اگر قرضدار نے جتنا اُسپر تھا اُس سے زیادہ وزن مین ادا کیا پس اگر اُسقدر زیادتی ہو جو دوبارہ وزن کرنے مین آجاتی ہی تو جائز ہی اور اسپر اجماع ہی کہ سو درم مین ایک دانگ ایسا ہی کہ جو دوبارہ وزن مین زیادہ ہو جاتا ہی اور اگر وہ ایسی زیادتی ہوئی کہ دونون وزن مین نہین آتی ہی مثلاً ایک درم یا دو درم ہو تو بہت ہی اور جائز نہین ہی اور آدھے درم مین اختلاف ہے ابو نصر دبوسی رح نے فرمایا کہ سو درم مین آدھا درم زائد ہی پس اُسکے مالک کو واپس کیا جاوے اور اگر قرضدار کو زیادتی کی خبر نہو تو زیادتی کثیرہ اُسکو واپس کیجاویگی اور اگر اُسکو خبر ہو اور اُسنے اپنے اختیار سے دی ہو تو زیادتی کے قبضہ کرنیوالے کو حلال نہین ہی اگر یہ دیے ہوئے درم شکستہ ہون یا ثابت ہون کہ جنکو ٹکڑے کرنا ضرر نہین کرتا ہی تو یہ زیادتی جائز نہوگی بشرطیکہ دینے والے اور لینے والے کو خبر ہو کذا فی فتاوی قاضیخان۔ اور اگر یہ درم ثابت ہون اور شکستہ کرنا ان کو مضر ہو پس اگر یہ زیادتی اسقدر ہو کہ بدون توڑنے کے اُسکا جدا کرنا ممکن ہی مثلاً اُن درمونمین ایک درم کم مقدار کا ہو اور اُسی قدر زیادتی بھی ہو تو زیادتی جائز نہین ہی اور اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ بدون توڑنیکے اُسکا جدا کرنا ممکن نہو تو بطریق ہبہ کے جائز ہی اور اگر کوفہ مین اس شرط سے قرض دیا کہ اُسکو بصرے مین ادا کرے تو جائز نہین ہی کذا فی المحیط اور سفتجہ[2] مکروہ ہی لیکن اگر مطلقاً قرض دیا اور بدون شرط کے قرضدار نے دوسرے شہر مین ادا کیا تو جائز ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو مجکو ہزار درم اس شرط پر قرض دے کہ مین تجکو اپنی یہ زمین عاریت دونگا کہ تو اسمین کھیتی کرنا جبتک کہ تیرے درم میرے پاس رہین پس قرضخواہ نے کھیتی لی تو کوئی چیز صدقہ نہ کریگا اور مین اُسکے لیے یہ حاصل مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے پیسے یا عدالی قرض لیے پھر وہ کاسد ہوگئے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسپر اُنکے مثل کا سدا دا کرنا واجب ہین اور اُنکی قیمت کی ضمان نہ دیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُنپر قبضہ کرنے کے دن جو اُنکی قیمت تھی ادا کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ انکے رائج ہونے کے آخر دن جو ان کی قیمت تھی وہ ادا کرے اور اسی پر فتوی ہے

---

[1] یعنے اُس کھانے کو کھانا ۱۲ [2] یہ لفظ معرب ہی اور مراد یہ کہ قرض اس شرط سے دیا کہ اُسکو قرضدار دوسرے شہر مین پھر پورا ادا کرے گا ۱۲

کذا فی فتاوی قاضیخان - اور ہمارے زمانے کے بعض مشائخ نے امام ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا ہی اور ہمارے زمانے مین اُنھین کا قول قریب الصواب ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے دوسرے شخص کو بخارا مین بخاری درم قرض دیے پھر قرضدار سے ایسے شہر مین ملا کہ جہان وہ شخص ایسے درمو نپر قادر نہ تھا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہی کہ اُسکو مسافت انداز سے آنے جانے کی مہلت دے اور اُسکی طرف سے کوئی کفیل لے کر اپنی مضبوطی کر لے ورنہ اُنکی قیمت لے لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُس سے ایسے شہر مین ملا کہ جس مین یہ درم چلتے ہین ولیکن پائے نہین جاتے ہین تو وہ اُسکو بقدر مسافت کے آنے جانے کی مہلت دیگا اور اگر ایسا شہر ہو کہ جس مین یہ درم نہین چلتے ہین تو اُنکی قیمت لے لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب قرض دی پھر قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر قرضدار مسلمان ہوا تو امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت مین ساقط ہونا آیا ہی اور دوسری روایت مین یہ ہی کہ اسپر شراب کی قیمت واجب ہی اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہی یہ بحر الرائق کے متفرقات مین لکھا ہی - کسی نے وزنی یا کیلی چیز قرض لی پھر بازار مین اُس چیز کا آنا موقوف ہو گیا تو قرضخواہ کو مہلت دینے پر مجبور کیا جائیگا یہانتک کہ کھیتی[۱] پک جائے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی کسی شخص کے دوسرے شخص کے جید درم قرض تھے اور اُسنے اُس سے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ لے لیے اور اُنپر راضی ہو گیا تو جائز ہی پس اگر اُسنے اُنکو صرف کیا تو مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ زیوف یا نبہرہ کا قرض لینا مکروہ ہی اور قرضدار پر اُنکے مثل واجب ہونگے پس اگر اُنکا رواج جاتا رہے تو اُسپر اُنکی قیمت واجب ہوگی کسی نے دوسرے سے کچھ طعام ایسے شہر مین قرض لیا کہ جہان وہ طعام ارزان ہی پھر قرضخواہ اُس سے دوسرے شہر مین ملا کہ جہان یہ طعام گران ہی پھر قرضخواہ نے اُس سے اپنا حق مانگا اور اُسکو پکڑا تو اُسکو پکڑ رکھنے کا اختیار نہوگا اور قرضدار کو حکم دیا جائیگا کہ قرضخواہ کی مضبوطی کر دے اور اُسکا طعام قرض اُسی شہر مین جہان اُسنے قرض لیا ہی ادا کرے یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم قرض دیے اور قرضدار نے اُنپر قبضہ کر لیا پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ اُن درمونکو کہ جو میرے تجھپر ہین بعوض دینارون کے بیع صرف کر لے پس اگر اُسنے کسی شخص کو مثلاً زید کو معین کیا اور کہا کہ اُسکے ساتھ بیع صرف کر لے اور اُسنے بیع صرف کر لی تو بالاجماع جائز ہی ف یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور صاحبین رح سب کے نزدیک بالاتفاق یہی قرضخواہ جائز ہی اور اگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ بیع قرض دینے والے پر جائز نہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جائز ہوگی پھر اگر قرضخواہ نے قرضدار سے دینار لینا چاہے اور قرضدار نے اختیار سے اُسکو دیدیے تو بالاجماع جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص پر دوسرے کے ایک ہزار درم قرض تھے پھر اُنھین سے سو درم پر کسی مدت کے وعدہ پر اُس سے صلح کر لی تو یہ کم کر دینا صحیح ہے اور سو فی الحال دینا چاہین اور قرضدار قرض سے

---

[۱] کھیتی یعنے یہ اناج جو پیمانہ وغیرہ سے بکتا ہی وہ بازار مین آنے لگے اور یہی کھیتی پکنے سے مراد ہے ۱۲

انکار کرتا تھا تو یہ سو درم میعاد پر ملینگے۔ کسی نے دوسرے کو ایک کر گیہون قرض دیے پھر قرضدار نے اُس سے یہ قرضہ بعوض درمون کے خریدا تو جائز ہی خواہ یہ قرضہ اسکے پاس موجود ہو یا نہو کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور جب خریدنا جائز ٹھہرا پس اگر اُسنے درم اُسی مجلس مین ادا کردیے تو خرید صحیح ہوگئی اور اگر اُسی مجلس مین ادا نہ کیے تو باطل ہوجاویگی اور یہ صورت اُسکے برخلاف ہی کہ جب قرضدار کا بھی ایک کر گیہون قرضخواہ پر آتا تھا پھر ہر ایک نے جو اُسپر آتا تھا بعوض اُسکے جو اُسکا دوسرے پر آتا ہی خریدا تو جائز ہی اگرچہ دونون جدا ہوجاوین پھر اگر مشتری نے وہ درم مجلس مین ادا کردیے بعد اسکے اُس کر مین کوئی عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہین کرسکتا ولیکن ثمن مین سے نقصان عیب واپس لیگا اور اگر قرض مقبوضہ کو اُسنے تلف کردیا ہو تو کل کے نزدیک یہی حکم ہوگا جو ہمنے بیان کیا اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیز سوا درم اور پیسون کے اگر قرض ہو تو یہی حکم ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر اُس کر کو جو اُسپر قرض ہی اُسی کے مثل کر کے عوض خریدا تو جائز ہی بشرطیکہ نقد ہو اور اگر قرض ہو تو جائز نہین ہی مگر جبکہ اسی مجلس مین قبضہ کرلے پس اگر اُسنے قرضہ کے کر مین کچھ عیب پایا تو نقصان عیب واپس نہین لے سکتا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک کر طعام قرض لیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر قرضدار نے یہ کر بعینہ اپنے قرضخواہ سے خریدا تو بیع باطل ہی اور یہ نقض[2] اقراض کو متضمن نہین ہی ولیکن اگر قرضدار نے یہ کر بعینہ قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کردیا تو صحیح ہی یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی کسی نے دوسرے کو سو درم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ کھرے ہین اور اُسنے قبضہ کرلیا پھر قرضدار نے قرضخواہ سے دس دینار کے عوض خریدے تو خرید صحیح ہی اور بعد صحت کے اگر دونون بدون بدل پر قبضہ ہونے کے مجلس سے جدا ہوجاوین تو بیع صرف باطل ہوجاویگی اور اگر جدا ہونے سے پہلے دیناروں پر اُسنے یعنی دینار[12] قبضہ کرلیا تو بیع صرف صحیح ہوگی پس اگر قرضدار نے قرض کے درم زیوف یا نبہرہ پائے تو واپس نہین کرسکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی اگر ستوق یا رصاص پائے تو اُن کو قرض خواہ کو واپس کرے بعد اُسکے اگر وہ دونون مجلس سے جدا نہوے اور کھرے سو درم اُسنے مجلس مین لے لیے اور دینار ادا کرچکا ہی تو بیع صحیح رہیگی اور اگر جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوجاوے گی اور قرضدار کو اختیار ہوگا کہ اپنے دینار واپس کرلے کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضدار پر بجاے درم کے دینار یا پیسے قرض تھے اور اُسنے بعوض درمون کے خریدے پھر اُن کو زیوف یا نبہرہ یا ستوق پایا تو دینار مین سب صورتون مین وہی حکم ہی جو مذکور ہوا ہی اور ایسے ہی پیسون کو اگر زیوف یا نبہرہ پایا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر پیسون کو ستوق پایا اور درمون پر قبضہ کے بعد دونون جدا ہوچکے ہین تو عقد جائز رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ خلاصہ مین لکھا ہی کہ قبضہ سے پہلے قرض مین تصرف کرنا صحیح یہ ہی کہ جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ غلام تاجر اور مکاتب اور لڑکے اور بیوقوف کا قرض[3] دینا جائز نہین ہی اور اگر کسی نے لڑکے یا بیوقوف کو قرض دیا اور اُسنے تلف کردیا تو اُسپر ضمان نہوگی اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہی اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالی

---

[1] یعنے گواہ نہ تھے تو صلح مذکور ہین الخ ۱۲ ام [2] قولہ نقض اقراض یعنے جب قرضدار نے اسکو خریدا حالانکہ یہ بائع ہی تو کیا معاملہ قرض ٹوٹ گیا پس جواب دیا کہ فقط بیع باطل ہی اور معاملہ قرض کا توڑنا لازم نہ آویگا ۱۲ [3] یعنے یہ لوگ قرض نہین دے سکتے ہین ۱۲

کے نزدیک جو اُسنے تلف کیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی اور اگر ایسے غلام کو قرض دیا کہ جسکو اُسکے
مالک نے تصرف کرنے سے باز رکھا ہی اور اُسنے تلف کردیا تو اُس سے مواخذہ[۱] نہ کرے یہانتک کہ وہ آزاد
ہوجاوے اور اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو ہمنے بیان کیا اگرچہ صاف مذکور نہین ہے اور امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فی الحال مواخذہ کیا جاوے گا جیسا ودیعت مین ہوتا ہے۔
اور اگر قرض دینے والے نے اپنا بعینہ مال اُن[۲] مین سے کسی کے پاس پایا تو وہ اُسکا زیادہ حقدار[۳] ہی یہ بیتوں مین
لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے واسطے فلان شخص سے دس درم قرض لے اور اُسنے قرض لیکر قبضہ کرلیا
اور کہا کہ مینے وہ درہم حکم دینے والے کو دیدیے تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا اور موکل پر اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی
اور اگر کسی نے اپنے ایلچی کو اپنا خط دیکر کسی کے پاس بھیجا کہ تو مجھے اسقدر درم بھیجدے کہ وہ تیرے مجھپر قرض ہونگے
اور اُسنے اسی کے ہاتھ بھیجدیے جس نے خط پہونچایا تھا تو ابو سلیمان نے ابو یوسف سے روایت کی کہ یہ حکم دینے
والے کا مال نہوگا جبتک اُسکے پاس نہ پہونچے[۴] اور اگر کسی نے اپنا ایلچی دوسرے کے پاس بھیجا اور کہا کہ مجکو دس
درم قرض بھیجدے اُسنے کہا کہ اچھا اور اُسکے ایلچی کے ہاتھ بھیجدیے تو اگر اُس شخص نے اقرار کیا کہ میرے ایلچی نے اُنپر قبضہ
کیا ہی تو اُنکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر کسی کو اسواسطے بھیجا کہ فلان شخص سے ہزار درم
قرض لے اور اُس شخص نے اُسکو قرض دیے اور وہ اُسکے پاس ضائع ہوگئے پس اگر ایلچی نے یہ کہا تھا کہ فلان بھیجنے والے
کے واسطے قرض دے تو یہ درم بھیجنے[۵] والے کے ضائع ہوئے اور اُسی کو ضمان دینی پڑیگی اور اگر ایلچی نے یہ کہا
کہ تو مجکو قرض دے فلان بھیجنے والے کے واسطے اور اُسنے دیے اور وہ اُسکے پاس ضائع ہوئے تو ایلچی کے ذمہ
پڑینگے اور حاصل یہ ہی کہ قرض دینے مین وکیل کرنا جائز ہی اور قرض لینے مین جائز نہین ہی اور قرض لینے مین
ایلچی بھیجنا حکم دینے والے کے واسطے جائز ہی اور اگر قرض لینے کے وکیل نے ایلچیون کے مانند کلام زبان سے
نکالا تو یہ قرض حکم دینے والے کے ذمے ہوجائیگا اور اگر وکیل کی طرح کلام کیا باین طور کہ اپنی ذات کی طرف نسبت
کی تو وہ اپنی ذات کیواسطے قرض لینے والا ہوگا اور جو کچھ اُسنے قرض لیا وہ اُسیکا ہوگا اور اُسکو اختیار ہی
کہ اپنے موکل کو نہ دے اور اگر موکل نے کوئی چیز اسکو اسواسطے دی تھی کہ اسکو رہن کردے تو وکیل اپنے قرضہ
کے عوض رہن کرنیوالا ہوگا اور اُس رہن کا ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - کسی نے دس درم قرض
مانگے اور اپنے غلام کو بھیجا کہ اُسکو قرضخواہ سے لے آوے پھر قرضخواہ نے کہا کہ مینے وہ درم اُس غلام کو
دیدیے اور غلام نے اُسکا اقرار کیا اور کہا کہ مینے اپنے مالک کو دیدیے اور مالک نے غلام کے دس درم پر
قبضہ کرنے سے انکار کیا تو اُسکے مالک کا قول معتبر ہوگا اور اُسپر کچھ نہ آئیگا اور نہ قرض دینے والا غلام سے

[۱] یعنے نہین کرسکتا ہی ۱۲ [۲] غلام مجور مکاتب طفل ۱۲ [۳] یعنے دیگر قرضخواہون کے سوا اُسی کو ملیگا ۱۲ [۴] قولہ نہ پہونچے
یعنے اسکے قبضہ مین نہ آوے تب تک اسپر قرضہ ثابت نہوگا اور دونون شکلون مین فرق یہ ہی کہ اول مین پہونچانیوالا مزدور ہی اور
دوم مین پیغام پہونچانے والا ایلچی ہے ۱۲ م [۵] یعنے بھیجنے والے ۱۲

لے سکتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرض لیے اور اُسکو حکم دیا کہ میری زمین مین بو دے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک مین پہونچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کچھ درم قرض لیے اور قرض دینے والا اُن[12 یعنی] کو لایا پھر قرض لینے والے نے کہا کہ ان کو دریا مین پھینکدے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرض لینے والے پر کچھ نہ آئیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر اس شرط پر قرض دیا کہ فلان شخص کفیل ہو تو جائز ہی خواہ فلان حاضر ہو یا غائب ہو کفالت کرے یا نہ کرے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے کسی نے اقرار کرکے کہا کہ مین نے فلان شخص سے ہزار درم[سلہ] زیوف یا نبہرہ قرض لیکر خرچ کیے اور قرض دینے والے نے دعوی کیا کہ وہ کھرے تھے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اگر اُسنے زیوف یا نبہرہ اپنے کلام مین ملا کر کہا اور اگر توڑ کر کہا تو اُسکا قول معتبر نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی کسی نے ایک کر معین گیہون خریدے پھر بائع سے کہا کہ مجھے ایک قفیز گیہون یا یہ قفیز قرض دے اور اُس کر کے ساتھ جو مین نے تجھ سے خریدا ہی ملا دے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور خرید کو قرض پر یا قرض کو خرید پر ڈالدیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ دونو کا قابض ہو جائیگا اور ایسا ہی امام محمد سے مروی ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی جس شی کا قرض لینا جائز ہی اُسکا عاریت لینا بھی[12 یعنی مشتری] قرض ہی اور جس شی کا قرض لینا جائز نہین ہی اُسکا عاریت لینا عاریت ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی پر کسی شخص کے ایک ہزار درم قرض ہین پھر اُسنے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ انکی بیع صرف کرکے اپنا حق انھین سے لے لے اُسنے اُنکو لیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے[قرضخواہ کے 12] اُس سے پہلے کہ انکی بیع صرف کرے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر اُسنے بیع صرف کرکے درم پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہو گئے تو بھی مطلوب کا مال گیا اور اگر اُسنے اپنا حق اُنھین سے لے لیا پھر ضائع ہو گئے تو اس طالب کا مال گیا اور اگر مطلوب نے طالب[قرضدار 12] کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ انکو اپنے حق کی ادا کیواسطے لے اور اُسنے لے لیے تو اُسکی ضمانت مین ہو گئے اور اگر کہا کہ انکو اپنے حق کیواسطے بیچ لے اور اُسنے اپنے حق کے برابر درمون پر انکو بیچ کر درمونکو لے لیا تو بیع کے بعد قبضہ[سلہ] کے ساتھ اپنے حق کا قابض ہو جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر قرض دینے والے نے یہ چاہا کہ قرضدار سے اپنا بعینہ کر لے لیوے تو اُسکو اختیار نہین ہی اور قرضدار کو اختیار ہی کہ اسکے سوا دوسرا دیوے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی۔ بیس آدمی کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے قرض لیکر سب نے کہا کہ ہم مین سے اس ایک شخص کو ادا کر دے اور اُسنے دیدیا تو قرضخواہ اُس شخص سے مطالبہ نہین کر سکتا ہے مگر اُسی قدر کہ جتنا اُسکا حصہ ہی اور اس مسئلہ سے ایک دوسرے مسئلہ کی روایت نکل آئی کہ قرض لینے والے کو قرضہ پر قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہی اگرچہ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ بنوا کر لینا ہر ایسی چیزون مین جن مین لوگونکا تعامل جاری ہی جیسے ٹوپی اور موزہ اور تانبے و پیتل کے برتن وغیرہ استحساناً جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی پھر جن چیزون مین لوگونکا تعامل جاری ہی اُن مین بنوا کر لینا صرف اُسوقت جائز ہی

سلہ یعنے اگر پھینکدیوے ۱۲ سلہ زیوف و نبہرہ کھوٹے درم ہین او مقدار منہ کچھ سکہ ۱۲ سلہ قولہ قبضہ قبضہ سے پہلے حق وصول پانیوالا نہوگا ۱۲

کہ جب اُسکا وصف اس طرح بیان کردیا جاوے کہ جس سے اچھی طرح پہچان ہوجاوے اور جن چیزون مین لوگون کا تعامل نہین ہی مثلاً کسی جولاہے سے ایک کپڑے کو کہا کہ اپنے سوت سے طیلہ کرلا تو جائز نہین ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اور بنوانے کی صورت یہ ہی کہ مثلاً موزے والے سے کہے کہ اتنے درم کے عوض میرے واسطے تو ایک موزہ اپنے چمڑے سے بنا لا کہ جو میرے پاؤن کے موافق ہو اور اُسکو اپنا پاؤن دکھلا دیا یا کسی سنار سے کہا کہ اتنے درم کے عوض میرے واسطے ایک انگوٹھی اپنی چاندی سے بنا لا اور اُسکا وزن اور صفت بیان کردے اور اسیطرح اگر کسی سقہ سے کہا کہ مجکو ایک پیسہ مین ایک بار پانی پلادے یا پچھنے لگانے والے سے کہا کہ اُجرت پر پچھنے لگادے تو یہ بھی لوگون کے تعامل کی وجہ سے جائز ہی اگرچہ پینے کی مقدار یا پچھنے لگانے کی تعداد معلوم نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہی۔ استصناع یعنی بنوا کر لینا پہلے اجارہ ہوتا ہی اور آخر مین سپرد کرنے سے ایک ساعت پہلے بیع ہوجاتا ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور کاریگر کو اختیار[1] نہوگا بلکہ وہ بنانے پر مجبور کیا جاویگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہی کہ اسکو اختیار ہوگا کذا فی الکافی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور بنوانے والا مختار ہے اگر چاہے تو اُسکو لے ورنہ چھوڑ دے اور کاریگر کو خیار نہین ہی اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اصح یہ ہی کہ جسپر عقد قرار پایا وہ وہی چیز ہی جسکا بنوانا ٹھہرا ہی اور اسیواسطے اگر کاریگر اُسکو پوری تیار سے لے آیا کہ وہ اُسکی کاریگری سے نہ تھی یا اُسی کی بنائی ہوئی مگر عقد سے پہلے کی تھی تو جائز ہی کذا فی الکافی۔ اور بدون اختیار کرلینے کے متعین نہین ہوجاتی ہی حتی کہ اگر کاریگر نے بنوانے والے کے دکھلانے سے پہلے اُسکو فروخت کردیا تو جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر میعاد[2] لگادی اُن چیزون مین جن مین لوگون کا تعامل ہی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلم ہوجاویگی حتی کہ بدون شرائط سلم کے جائز نہین ہی اور اسمین خیار ثابت نہوگا اور صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ استصناع رہیگا اور مدت کا ذکر جلدی بنانے کے واسطے ہوگا اور اگر ان چیزون مین مدت لگائی جن مین لوگونکا تعامل نہین ہی تو بالاجماع سلم ہوجاویگی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اور یہ مدت کا اختلاف اُس صورت مین ہی کہ جب مدت کا ذکر مہلت دینے کے طور پر ہو مثلاً ایک مہینہ یا اسکے مانند مہلت دی اور اگر جلدی کے طور پر ذکر کیا مثلاً کہا کہ اس شرط پر بنواتا ہون کہ تو کل یا پرسون فارغ ہوجاوے تو بالاجماع سلم نہوجاویگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس چیز مین دونون نے اختلاف کیا اور بنوانے والے نے کہا کہ تو نے ویسی نہین بنائی جیسی مین نے کہی تھی اور کاریگر نے کہا نہین بلکہ مین نے ویسی ہی بنائی ہی تو مشائخ نے کہا کہ کسی پر قسم نہین آتی ہی اور اگر کاریگر نے کسی پر دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز بنوائی تھی اور مدعاعلیہ نے انکار کیا تو قسم نہ دلائی جاویگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے

---

[1] قولہ اختیار یعنے چاہے بناوے یا نہ بناوے جیسے آیندہ مسئلہ مین کہا کہ کاریگر کو اختیار نہین ہی ۱۲ [2] قولہ میعاد لگادی مثلاً کہا کہ مجھے سو انگوٹھیان چاندی کی ہر ایک بوزن یک تولہ سفید چاندی سے اس پیمانہ پر ایک مہینہ کی مدت پر بنا دے ۱۲

بیسوان باب۔ ایسی بیوع کے بیان مین جو مکروہ ہین اور ایسے لفظون کے بیان مین جو فاسد ہین جاننا چاہیے کہ وہ عریہ[1] جسکے باب مین اجازت آئی ہی وہ عطیہ ہوتا ہی نہ بیع اور اسکی تعریف یہ ہی کہ کوئی شخص اپنے باغ مین سے ایک درخت کے خرما کسی شخص کو ہبہ کرے پھر ہر روز اُس شخص کا اُسکے باغ مین آنا بسبب اسکے کہ اُسکے اہل و عیال باغ مین ہین اُسپر گران گزرے اور اُسکو یہ بھی اچھا نہ معلوم ہو کہ [موہوب لہ ۱۲] [واہب ۱۲] اپنے وعدہ مین خلاف کرے اور [واہب ۱۲] ہبہ سے رجوع کرے پس وہ شخص بجائے درخت کے پھل کے ٹوٹے ہوے چھوارے اندازے سے اُسکو دیتا ہی تاکہ اُسکا ضرر اسپر سے دفع ہو جاوے اور خلاف وعدہ بھی نہو اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور وہ عینہ جسکے باب مین شرعی ممانعت آئی ہی اُسکی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ اُسکی صورت یہ ہی کہ ایک حاجتمند آدمی دوسرے کے پاس جاے اور اُس سے مثلاً دس درم قرض مانگے اور قرض دینے والا قرض دینے مین رغبت نہ کرے اور بڑھتی مین طمع کی وجہ سے یہ کہے کہ قرض دینے مین تو مجھکو آسانی نہین ہی ولیکن مین یہ کپڑا اگر تو چاہے تو تیرے ہاتھ بارہ درم کو بیچتا ہون اور بازار مین اسکی قیمت دس درم ہی تو اُسکو بازار مین دس درم مین بیچ لینا اور قرض لینے والا اسپر راضی ہو جاوے پس قرض دینے والا بارہ درم مین اُسکے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض لینے والا اُسکو بازار مین دس درم پر فروخت کرے اور اس تجارت سے اس کپڑے کے مالک کو دو درم کا نفع حاصل ہوا اور اُس سے قرضدار کو دس درم حاصل ہون اور بعض مشائخ نے اُسکے یہ معنی بیان کیے کہ وہ دونون تیسرا شخص درمیان مین ڈالین پس قرض دینے والا اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ بارہ درم مین بیچکر اُسکے سپرد کر دے پھر قرض لینے والا تیسرے کے ہاتھ دس درم مین بیچکر اُسکے سپرد کر دے پھر تیسرا اُس کپڑے کو کپڑے والے کے ہاتھ دس درم مین فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دے دس درم اُس سے لے اور وہ درم قرض مانگنے والے کو دیدے پس قرض مانگنے والے کو دس درم ملینگے اور کپڑے کے مالک کے اُسپر بارہ درم قرض ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت[2] ہی کہ عینہ جائز ہی اور اُسپر عمل کرنیوالے کو اجر ملیگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور وہ بیع کہ جسکو ہمارے زمانے کے لوگون نے سود لینے کا حیلہ نکال کر جاری کر کے [ثواب ۱۲] اُسکا نام بیع الوفا رکھا ہی وہ فی الحقیقت رہن ہوتی ہی اور وہ مبیع مشتری کے پاس ایسی ہوتی ہی جیسے مرتہن کے پاس مرہون ہوتی ہی کہ نہ وہ اُسکا مالک ہوتا ہی اور نہ اُسکے مالک کی بلا اجازت اس سے نفع اُٹھا سکتا ہے اور جو اُسکا پھل اُسنے کھایا یا اُسکا درخت تلف کیا تو اُسکا وہ ضامن ہوگا اور اگر اُسکے پاس وہ سب تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جاویگا بشرطیکہ اُسمین قرضہ کی وفا ہو اور اُسمین اگر کچھ زیادتی ہو جاوے اور وہ اُسکے بدون فعل کے تلف ہو تو زیادتی کی ضمان اُسپر نہ آویگی اور جب اُسکا بائع قرضہ ادا کر دیوے تو اُسکو

---

[1] قولہ عریہ الخ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی۔ دوسری حدیث مین وارد ہی کہ جب تم لوگ بیع عینہ کرو گے تو تمپر ذلت آویگی اور کفار تمپر غالب آجاوینگے ۱۲ [2] قولہ روایت ہی یعنے ضعیف خلاف ظاہر الروایہ اور یہ بھی نہین صاف کھلتا کہ عینہ کے کیا معنی لیے ہین ۱۲

واپس لے سکتا ہے اور ہمارے نزدیک اسمین اور رہن مین کسی حکم مین فرق نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اور اسی پر سید ابو شجاع سمرقندی کا فتوی ہے اور قاضی علی سغدی نے بخارا مین اسی پر فتوی دیا ہے اور بہت سے ائمہ کا یہی فتوی ہے کذافی المحیط۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ شئی معین بعوض اُس قرض کے جو تیرا مجھپر آتا ہے فروخت کی اس شرط پر کہ جب مین قرض ادا کر دون تو یہ شئی میری ہے یا بائع یون کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ جب مین تجکو ثمن دیدون تب تو یہ شئی مجکو واپس کر دے کذافی بحر الرائق۔ اور صحیح یہ ہے کہ جو عقد اُن دونون مین بندھا اگر وہ لفظ بیع کے ساتھ ہو تو رہن نہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُن دونون نے بیع مین کوئی فسخ کی شرط ذکر کی ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایسی شرط نہین ذکر کی بلکہ بیع بشرط الوفا یا لفظ بیع جائز زبان سے بولے حالانکہ اُنکے نزدیک ایسی بیع سے مراد وہی بیع غیر لازم ہے تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر بیع مین کوئی شرط نہین کی پھر شرط کو وعدہ کے طور پر ذکر کیا تو بیع جائز ہوگی اور وعدہ وفا کرنا لازم[1] ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور نسفیہ مین ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ تعالی سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنا گھر ثمن معلوم کے عوض دوسرے کے ہاتھ بیع الوفا پر فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر بائع نے مشتری سے اس گھر کو اجارہ پر بشرائط صحت اجارہ لیکر قبضہ کیا اور مدت گزر گئی تو کیا اُسپر اجرت دینا لازم ہے تو شیخ رحمۃ اللہ تعالی نے فرمایا کہ لازم[2] نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے کسی نے اپنا انگور کا باغ بیع الوفا پر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی پر اُسکو بیچکر سپرد کر دیا اور غائب ہوگیا تو پہلے بائع کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری سے جھگڑا کرکے اپنا باغ واپس کرلے اور اسیطرح اگر پہلا بائع اور دونون مشتری مرگئے اور ہر ایک کے وارث موجود ہین تو پہلے بائع کے وارثون کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری کے وارثون کے ہاتھ سے اُسکو چھڑالین اور دوسرے مشتری کے وارث وہ ثمن جو دوسرے مشتری نے ادا کیا ہے اُسکے بائع کے ترکہ مین سے اُسکے وارثون کے قبضہ سے لے سکتے ہین اور پہلے مشتری کے وارث اُسکو بائع کے وارثون سے (یعنے پہلا مشتری ۱۲) لیکر اپنے مورث کے قرضہ کے عوض روک سکتے ہین یہانتک کہ بائع کے وارث اُسکا قرضہ ادا کرین یہ جواہر خلاطی مین لکھا ہے فتاوی ابو الفضل مین ہے کہ ایک انگور کا باغ ایک مرد اور ایک عورت کے قبضہ مین ہے اور عورت نے اپنا حصہ مرد کے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ جب وہ عورت ثمن ادا کرے تو مرد اُسکا حصہ اُسکو واپس کر دے پھر مرد نے اپنا حصہ فروخت کیا پس عورت کو اسمین شفعہ پہونچتا ہے یا نہین تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیع بیع معاملہ یعنے بیع الوفا ہو تو اسمین عورت کا شفعہ[3] ہوگا خواہ اس عورت کا حصہ اُسکے قبضہ مین ہو یا مرد کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ بیع الوفا و بیع المعاملہ ایک ہی ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ تلجیہ وہ عقد ہے کہ جو کسی امر کی ضرورت سے باندھا جاوے پس اُسکا مشتری بیع کا مالک نہین ہوتا بلکہ ایسا ہے کہ گویا اُسکو دلگیئی[4] ہے اور اسکی تین صورتین ہین ایک یہ ہے

---

[1] قولہ لازم ہے لیکن اگر نہ وفا کرے تو یہان جبر نہین ہو سکتا ۱۲ [2] قولہ لازم نہین یعنی بیع الوفا باطل ہے اگرچہ بلفظ بیع ہو ۱۲
[3] قولہ شفعہ یعنے بیع الوفا ان کے نزدیک باطل ہے اگرچہ بلفظ بیع ہو ۱۲ [4] قولہ دلگیئی یعنے جیسے کسی کے ہاتھ مین ۲

کہ تلجیہ نفس بیع مین ہو مثلاً بائع کسی شخص سے کہے کہ مین ظاہر کرونگا کہ مین نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کردیا اور فی الحقیقت وہ بیع نہوگی اور اس بات پر گواہ کرلیے پھر ظاہر مین فروخت کیا تو بیع باطل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تلجیہ بدل[1] مین ہو مثلاً پوشیدہ دونون اس بات پر متفق ہوجاوین کہ ثمن ایک ہزار ہے اور ظاہر مین دو ہزار کو بیچین تو ثمن وہی ہے جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی مین گویا اُنھون نے ٹھٹھول کیا اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر مین مذکور ہوا اور تیسری صورت یہ ہے کہ پوشیدہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ ثمن ایک ہزار درم ہے اور ظاہر مین سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عقد باطل ہوجاوے اور استحساناً سو دینار پر صحیح ہے یہ حاوی مین لکھا ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ بیع التلجیہ موقوف رہتی ہے اگر دونون نے اُسکی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر دونون نے اُسکو رد کیا تو باطل ہوجاویگی یہ تہذیب مین لکھا ہے۔ اور اگر دونون اس بات پر متفق ہوئے کہ ایسی بیع کا اقرار کرین کہ جو نہین[2] واقع ہوئی اور دونون نے اسکا اقرار کیا تو باطل ہے اور دونون کی اجازت سے جائز ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہے۔ ایک نے تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہے اور منکر پر قسم آویگی یہ تہذیب مین لکھا ہے زنار نصاری کے ہاتھ بیچنا اور ٹوپی مجوس کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہین ہے اور ایسے کعب کا جسمین چاندی لگی ہوئی ہے ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم نہو کہ وہ اپنے پہننے کے واسطے خریدتا ہے مکروہ ہے اور امرد غلام کا ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار[3] اور اللہ تعالی کا عاصی ہے مکروہ ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص راستہ مین بیٹھکر خرید فروخت کرتا ہے اور راستہ کی چوڑائی کے سبب سے لوگونکو اسکا بیٹھنا مضر نہین ہے تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر لوگون کو مضر ہو تو مختار یہ ہے کہ اُس سے کچھ نہ خرید اجاوے کیونکہ جب وہ کوئی خریدار نہ پاویگا تو چلا جاویگا پس اُس سے خریدنا گویا گناہ پر مدد کرنا ہوگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہے کہ اُس سے پوچھے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے پس مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسے شہر اور زمانہ مین ہو کہ جن بازارونمین اکثر حلال بکتا ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین ہے اور ظاہری حال پر کام کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازارون مین اکثر حرام چیز بکتی ہے یا وہ بائع ایسا ہے کہ حرام و حلال بیچتا ہے تو مشتری احتیاط کرے اور اُس سے دریافت کرلے ایک شخص مر گیا اور اُسکی کمائی حرام ہے تو وارثونکو چاہیے کہ شناخت کراوین پس اگر اُس مال کے مالکونکو پہچانتے ہین تو اُنکو واپس کردین اور اگر نہ پہچانین تو اُس مال کو صدقہ کردین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اُسکا عیب جانتا ہے تو اُسپر بیان کرنا واجب ہے پس اگر اُسنے بیان نہ کیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہوجائیگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہین لیتے ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے کسی نے کوئی چیز بعوض چھوٹے دس[4]

---

[1] قولہ بدل یعنی ثمن یا مبیع ۱۲ [2] قولہ نہین واقع الخ یعنے تلجیہ کی صورتون مین سے کوئی صورت نہ تھی بلکہ عقد کا کلام ہی نہین ہوا ۱۲ [3] یعنے اغلام کرنے والا ۱۲

درم کے خریدی اور دس درم اُسکو دیدیے اور ان مین بعض بُرے تھے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہین کہ اُسکو لیکر اپنی حاجت مین صرف کرے مشائخ بلخ سے ایسی مٹی کی بیع کا حکم پوچھا گیا کہ جو کھائی جاتی ہی تو فرمایا کہ ہمکو اسکا بیچنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہی جبکہ اُس سے سوے کھانے کے کوئی نفع نہو کیونکہ وہ مضر اور قاتل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اُس سے شراب بناتا ہی امام اعظم رح کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہی اور بیع جائز ہی اور انگور کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں ایسا ہی اختلاف ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے ایک بکری ایسے کافر کے ہاتھ فروخت کی کہ جو اُسکو گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہی یا اُسکے سر پر مارتا ہی یہانتک کہ وہ مرجاتی ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی بیع مین کچھ ڈر نہین ہی کسی نے دوسرے سے بعوض ثمن مثل کے کوئی چیز ٹھہرائی پھر دوسرے شخص نے جو اُسکا خریدنا نہین چاہتا ہی ثمن مین کچھ بڑھا دیا اور یہ کام اُسنے اسواسطے کیا کہ مشتری رغبت کر کے ثمن بڑھاوے تو یہ مکروہ ہی اور یہی نجش ہی کہ جو شرع مین منع ہی اور اگر ایسا ہو کہ جس شخص نے چکایا یا وہ اُس چیز کی قیمت سے کم پر خریدنا چاہتا ہی تو دوسرے کو اُس شئے کی پوری قیمت تک بڑھانے مین کچھ خوف نہین ہی تاکہ مشتری رغبت کر کے اُسکی پوری قیمت تک بڑھاوے اور اُس شخص کو ثمن اجر ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنا مال اپنی ضرورت کے واسطے فروخت کرے اور وہ مال اپنی قیمت سے کم پر اُس سے طلب کیا گیا پھر کسی نے اُسکی پوری قیمت تک بڑھا دیا تو اس مین کچھ خوف نہین ہی اور یہ اچھا ہی بُرا نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اس طرح فروخت کرنا کہ وہ کون شخص بڑھاتا ہی اور کون شخص اسپر زیادہ کرتا ہی ایسی بیع مین کچھ خوف نہین ہی اور یہ بیع مفلسون کی اور ایسے شخصون کی ہی جنکا مال کاسد[۱] ہو جاوے اور کسی کے چکانے پر چکانا مکروہ ہی اور زیادہ کرنے مین اور دوسرے[۲] پر چکانے مین فرق ہی کہ مال کا مالک جب اپنا اسباب فروخت کرنے کے واسطے آواز دیتا تھا اور اُس سے کسی شخص نے کسی مول پر طلب کیا اور وہ آواز دینے سے رُک رہا اور اس شخص کے ثمن کی طرف اُسنے میل کیا تو غیر شخص کو یہ جائز نہین ہی کہ اسپر بڑھاوے اور یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہی اور اگر مال والا آواز دینے سے نہ رُکا تو دوسرے کو بڑھا دینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اسی کو بیع مین زیادتی کرنا کہتے ہین اور یہ دوسرے کے چکانے پر چکانا نہین ہی اور اگر اسباب بیچنے پر آواز دینے والا دلال ہو اور اُس سے کسی شخص نے کسیقدر روپیونکو طلب کیا پھر دلال نے کہا کہ مین مالک سے دریافت کرلون تو اُس حالت مین دوسرے کو جائز ہی کہ وہ ثمن پر بڑھاوے پس اگر دلال نے مالک کو خبر کی اور اُسنے کہا کہ اتنے کو بیچکر ثمن لے لے تو اسکے بعد پھر کسی کو بڑھانا جائز نہین ہی اور اگر کسی نے بڑھایا تو یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا[۳] ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ گانون[۴] والے کے واسطے اُسکا مال شہر والے کو فروخت کرنا مکروہ ہی اور یہ

۱؎ قولہ کاسد یعنی بیوپار کھوٹا ہو جاوے ۱۲ ۲؎ قولہ دوسرے پر الخ یعنے دوسرے کے چکانے پر چکانا نہین جو منع ہی ۱۲
۳؎ جو حرام ہے ۱۲ ۴؎ ہو کرہ بیع الحاضر للبادی وہو ممنوع فی الحدیث ۱۲

کراہت اُس وقت ہی کہ جب شہر مین قحط ہو اور کافی مین اُسکی صورت یہ بیان کی ہی کہ گانون والا اہل شہر کے ہاتھ بھاری دامون کے لالچ سے فروخت کرے اور یہ مکروہ ہی اور اگر ایسا نہو تو کچھ ڈر نہین ہی انتہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر جو کافی مین لکھی ہی۔ قولہ کرہ بیع الحاضر للبادی کے ترجمہ مترجم کے موافق نہین ہی اور بعض محققین نے اسکے یہ معنی بیان کیے ہین کہ گانون والا اناج لیکر شہر مین آوے اور شہر والا اُسکی طرف سے وکیل ہو کر اسکا اناج فروخت کرے اور نرخ گران کردے اور مجتبیٰ مین لکھا ہی کہ یہی تفسیر اصح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جمعہ کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ[1] ہی اور معتبر وہ اذان ہی کہ جو زوال کے بعد ہو یہ کافی مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اُسکو فروخت کرکے نفع اُٹھایا تو بیع صدقہ کردے اور اگر بائع نے ثمن کے عوض کوئی چیز خریدی اور اُسمین نفع اُٹھایا تو اُسکو نفع جائز ہے کیونکہ باندی معین ہی اور عقد بیع اُس سے متعلق ہوا تو خبث اُسکے نفع مین بھی اثر کریگا اور درم اور دینار متعین نہین ہوتے ہین پس دوسرا عقد اُنکی ذات سے متعلق نہوگا تو خبث بھی نفع مین اثر نہ کریگا اور یہ تقریر بنا بر اُس روایت کے ہی جس مین آیا ہی کہ درم ودینار متعین نہین ہوتے ہین کذا فی العنایۃ اور غیر معین مین خبث کا نہ اثر کرنا ایسے خبث مین ہی کہ جو بسبب فساد ملک کے ہو اور جو خبث بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہی جیسے غصب کی چیز یا امانت مین خیانت کرنا تو ایسا خبث امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونون[2] مین اثر کرتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے پر ایک ہزار درم کا دعوی کیا اور اُسنے ادا کردیے اور قابض نے اسمین تصرف کرکے نفع اُٹھایا پھر دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اُسکو نفع حلال ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درم اس شرط پر قرض لیے کہ قرضخواہ کو ہر مہینہ دس درم ادا کریگا اور اُنپر قبضہ کر لیا اور اسمین نفع اُٹھایا تو اُسکو نفع حلال ہی اور نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گیہون فروخت کیے پھر بائع نے اُنکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُنپر قبضہ کرکے تلف کر دیا تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کردے اور اگر چاہے تو دوسرے مشتری کا دامنگیر ہو پس اگر اُسنے دامنگیر ہو کر اُنکے مثل گیہون کے لیے اور راس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہی پھر مین نے کہا کہ امام یوسف رح کہتے ہین کہ زیادتی صدقہ کردے پس امام محمد رح نے انکار کیا اور کہا کہ زیادتی صرف اس صورت مین صدقہ کریگا کہ جب اُنکی قیمت[3] مین درم لیے ہون اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ کسی نے ایک غلام خریدکر اُسپر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس مر گیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ مین نے اس غلام کو اس مشتری سے پہلے خریدا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اُس غلام کی قیمت کی ضمان لے اور ثمن سے زیادہ قیمت کو صدقہ کردے اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے کو حکم[4] دیا کہ میرے واسطے ایک مال

---

[1] قولہ مکروہ ہی یعنی گناہ ہوگا اگرچہ بیع جائز ہوجاویگی ۱۲ [2] درم ودینار ۱۲ [3] قولہ قیمت یعنے فروخت کے دام روپیہ ہوں تو مکروہ ہی ۱۲ [4] قولہ حکم یعنے صاف نہین کہا کہ کیا حکم ہی ۱۲

ہزار درم کو خریدے اور اُسنے اُس شہر کے نقد پر خرید لیا پھر حکم دینے والے نے اُسکو کھرے درم دیے اور مشتری نے اس مال کے ثمن مین غلہ کے درم دیے تو امام ابو یوسف رحمۃ نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور اُس نے مامور کے حق مین زیادتی حلال کی تو اُسکو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میرے دل مین اس سے کچھ خدشہ ہی اور کچھ حکم نہ دیا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُسکو بعوض غلام کے بیچ ڈالا پھر دوسرے غلام کو بعوض اسباب کے بیچ ڈالا پھر اسباب کو بعوض درمون کے بیچ ڈالا پس امام کے قول پر جو اُسنے غلام کی قیمت مین ضمانت دی ہی اُس سے جسقدر زیادتی ہی اُسکو صدقہ کر دے اور ایسے ہی اگر ہزار درم غصب کیے اور اُنکے عوض ایک غلام خرید اور اُسکو دو ہزار کو بیچا اور دو ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اُسکو اُس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ[1] کر دے اور قاضی ابو یوسف نے دونون مسئلون مین فرمایا کہ زیادتی اُسکو حلال ہی اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اُسکو بعوض ایک باندی کے فروخت کیا تو اُسکو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہی اگرچہ پہلی باندی سے وطی کرنی جائز نہ تھی اور قاضی ابو یوسف رحمۃ نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اُسنے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اُسکو پڑی اس سے جسقدر زیادہ ہی اُسکو صدقہ کر دے اور بیع فاسد مین وہ امام اعظم رح کے موافق ہین اور کہتے ہین کہ اگر بیع فاسد پر خریدی ہوئی چیز کو بعوض اسباب کے فروخت کیا پھر اسباب کو اُس قیمت سے جو اُسنے بیع فاسد کی بیع کی ضمان مین دی ہی زیادہ پر فروخت کیا تو زیادتی کو صدقہ کر دے اور بیع فاسد کو غصب سے بڑھکر شمار کرتے ہین یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا کہ جسکو بائع نے کسی شخص کو کرایہ پر دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین اجارہ تمام ہونے تک خاموش ہون تو یہ جائز ہی اور اجرت بائع کو ملیگی اور وہ اُسکو صدقہ کر دے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک مرغی بعوض پانچ معین انڈونکے خریدی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ مرغی نے پانچ انڈے دیے تو مشتری اُس مرغی اور انڈونکو لیوے اور کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے انڈون کو تلف کر دیا اور اُس مرغی کی قیمت بھی دس انڈے ہوتے ہین تو مشتری اس مرغی کو بعوض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لیلیوے اور اگر مرغی کو بعوض پانچ غیر معین انڈون کے خریدا تھا پھر قبضہ سے پہلے مرغی نے پانچ انڈے دیے تو زیادتی کو صدقہ کر دے اور اگر اُن انڈونکو بائع نے تلف کر دیا تو مرغی کو بعوض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لے لیوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک خرما کا درخت ایک مد[2] تر چھوارہ غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُسپر چھوارے پھلے تو ثمن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ چھوارونکی قیمت پر تقسیم کیا جاویگا اور تازہ چھوارونمین سے جسقدر ثمن کے حصہ مین پہونچین اُسکو دیدیگا اور زیادتی کو صدقہ کر دیگا اور اگر درخت کو تر چھوارہ معین کے عوض خریدا تو یہ جائز ہی اور کچھ صدقہ نہ کرے یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہی۔ بشر رحمۃ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر کسی نصرانی کے ہاتھ ایک درم بعوض

[1] قولہ صدقہ کیونکہ غصب مین درم بھی متعین ہو جاتے ہین ۱۲ [2] مد ایک پیمانہ ہے ۱۲

دو درم کے فروخت کیا پھر اسلام لایا تو امام نے فرمایا کہ اگر اُسکے مالک کو پہچانتا ہو تو زیادتی اُسکو واپس کر دے اور اگر نہیں پہچانتا ہو تو صدقہ کر دے کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خرید کر اُسپر قبضہ کیا اور اسکو بیچ ڈالا پھر قاضی نے حکم دیا کہ بائع اول کو اُسکی قیمت ادا کرے اور اُسنے ادا کر دی اور بائع اول نے اُسکو ثمن سے بری کر دیا اور دوسرے ثمن میں اُس قیمت سے جو اُسنے ادا کی ہو کچھ زیادتی ہو تو امام اعظم رح اور ابو یوسف کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کرے اور یہ زیادتی لفظ پر قیاس کر کے صرف مسکینوں کو حلال ہو اور کبھی فرمایا کہ زیادتی اس مشتری کو حلال ہو گی اگرچہ یہ فقیر ہو کیونکہ اُسنے گناہ سے اسکو حاصل کیا ہو اور مساکین کے حق میں یہ لفظ سے زیادہ حلال ہو اور اگر اُس نے زیادتی صدقہ نہ کی یہانتک کہ اُسنے ثمن کے ساتھ کئی بار بیع کی اور ہر ایک میں نفع اُٹھایا تو امام نے فرمایا کہ ان سب کا نفع صدقہ کرے اور اگر ایسے شخص نے کوئی مال غصب کیا یا ودیعت میں تصرف کیا یا مضاربت میں مالک کی مخالفت کی اور نفع اٹھایا تو امام اعظم کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کرے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ نفع اسکو حلال ہے اور اگر اُسنے بعوض غیر غصب کے بیع ٹھہرائی اور پھر غصب کے درم ادا کیے یا بعوض غصب کے بیع ٹھہرائی اور غیر غصب دا کیے تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسا ہی حکم ہو اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا ایسی صورت میں صدقہ نہ کریگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ کسی نے ایک باندی ایک ہزار درم کو خریدی پھر وہ بائع کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور اُن دونوں میں ثمن پر بہت زیادتی ہو تو یہ زیادتی اسکو حلال ہو اور اگر باندی اور اُسکا بچہ دونوں بائع کے پاس لڑکر مر گئے اور مشتری نے بائع سے قیمت لینا اختیار کیا اور ثمن دیدیا تو قیمت پر جسقدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ کرے اور اگر فقط لڑکا مارڈالا گیا تو اُسکی قیمت میں جسقدر اُسکے حصہ ثمن پر زیادتی ہو اُسکو صدقہ کریگا اس جہت سے کہ زیادتی اُسکی ضمان[1] میں نہیں واقع ہوئی ہو یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے کسی غلام نے اُسکو مارڈالا پھر بائع نے اُسکو[2] اُسکے عوض دیدیا اور مشتری نے لے لیا اور اُسکی قیمت میں اُس کے ثمن پر زیادتی ہو تو زیادتی کا صدقہ کرنا مشتری پر واجب نہیں ہو اور اگر مشتری نے اس غلام کو اس زیادتی سے جو اسمیں موجود ہو زیادہ فروخت کیا تو وہ زیادتی کو صدقہ کرے اور اُس زیادتی سے تجاوز[3] نہ کرے جو اسمیں موجود تھی۔ اور اگر اُس غلام کو بعوض اسباب کے بیچا تو کچھ صدقہ نہ کرے اگرچہ اسمیں زیادتی ہو پھر اگر اس اسباب کو بعوض درم یا دینار کے بیچا اور اُسمیں زیادتی ہو تو اس جرمانہ کے غلام کی وہ قیمت جو قبضہ کے دن تھی دیکھی جاویگی پس اگر اس سے اسمیں کچھ زیادتی نہ ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر اُسکی قیمت میں زیادتی ہو تو اُس زیادتی کو اور اس نفع کو جو اسکے قبضہ میں ہوا ہو دیکھا جاوے پھر جو زیادہ ہو اُسکو صدقہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہو حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہوں جو

---

[1] قولہ ضمان حالانکہ نفع ہی حلال ہوتا ہے جو بضمان ہو ۱۲ [2] یعنے قاتل ۱۲ [3] قولہ تجاوز یعنے صدقہ اس حد سے زیادہ نہ بڑھاوے ۱۲

پچاس درم کا مال تھا غصب کرا یا پھر اُسکو سو درم پر فروخت کیا پھر گیہون کے مالک کو انکا مثل ادا کیا تو زیادتی کو صدقہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو اس مین نفع حلال تھا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی پھر وہ بائع کے پاس مار ڈالا گیا اور مشتری نے اسکی قیمت لینا اختیار کیا اور اُسمین سے ایک ہزار درم صدقہ نہ کیے یہانتک کہ ایک ہزار ضائع ہو گئے تو باقی سے کچھ صدقہ نہ کرے گا اور اگر ضائع نہوے یہانتک کہ اُسنے اُس سے کچھ ایسی چیز خریدی جسمین نفع اُٹھایا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار درم اور اُسکا حصہ نفع صدقہ کر دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہزار کا نفع صدقہ نہ کرے پس اگر ایک ہزار درم مین تصرف کرنے کے بعد وہ تلف ہو گئے تو اُسپر ایک ہزار درم کا صدقہ کرنا واجب ہی اور اگر مشتری نے قاتل سے ایک غلام لیکر قیمت لینے سے صلح کر لی اور غلام کو آزاد کر دیا تو اسپر کسی چیز کا صدقہ کرنا لازم نہین آتا ہی اور اگر اُسنے اسکو مال لیکر یا کتابت پر آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہی مگر ایک صورت مین کہ جب غلام قبضہ کے دن راس المال سے زیادہ قیمت کا ہو اور یہ غلام جسنے اسکو آزاد کیا ہی اسکے مثل قیمت یا زیادہ کا ہو تو قیمت مین جو راس المال پر زیادتی ہی اسکو صدقہ کر دے یہ محیط مین لکھا ہی۔

فصل احتکار کے بیان مین

احتکار مکروہ ہی اور اُسکی یہ صورت ہی کہ شہر مین سے اناج خرید لے اور اُسکو فروخت کرنے سے روکے اور یہ کل لوگونکے حق مین مضر ہو یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر شہر مین خریدا اور اُسکو روکا اور وہ شہر والونکو مضر نہین تو کچھ ڈر نہین کذا فی التاتارخانیہ اور اگر شہر سے قریب جگہ سے خریدا اور اُسکو شہر مین لاکر روک رکھا اور یہ اہل شہر کو مضر ہی تو یہ مکروہ ہی اور یہ قول امام محمد رح کا ہی اور امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت مین یہی آیا ہی اور یہی مختار ہی کذا فی الغیاثیہ اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور جامع الجوامع مین ہی کہ اگر جلب[۱] دور سے خرید لایا اور اُسکو روکا تو منع نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شہر مین اناج خریدا اور اُسکو دوسرے شہر مین لے گیا اور وہان اُسکو روکا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اپنی زمین جوتی اور اُسکا اناج رکھ چھوڑا تو بھی مکروہ نہین ہی کذا فی الحاوی لیکن افضل یہ ہی کہ جو اُسکی حاجت سے زائد ہو وہ لوگونکی شدت حاجت کے وقت فروخت کر دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر مدت تھوڑی ہو تو احتکار نہین ہوتا اور اگر مدت زیادہ ہو گئی تو احتکار ہوتا ہی اور ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ زیادہ مدت کی مقدار ایک مہینہ ہی اور اگر اُس سے کم ہو تو تھوڑی ہی اور اناج کو گرانی کے انتظار مین اور قحط کے انتظار مین روکنا دونون مین فرق ہی اور دوسرے کا وبال پہلے سے بڑھکر ہی اور حاصل یہ ہی کہ اناج کی تجارت اچھی نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ ہر چیز کہ جسکے روکنے مین عام لوگونکو ضرر ہو احتکار ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ احتکار صرف انھین چیزون مین ہوتا ہی جنسے آدمیون و چوپایونکی روزی ہی یہ حاوی مین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر حاکم وقت کو یہ خوف ہو کہ شہر کے لوگ مر جاوینگے تو اُسکو چاہیے کہ احتکار کرنیوالے پر جبر کرے اور احتکار کرنیوالے سے کہے کہ جتنے لوگ بیچتے ہین

---

[۱] جلب کشیدن یعنی دور سے بھر لانا ۱۲ م

اُتنے کو مع اُسقدر زیادتی کے[۱] جسکا ٹوٹا لوگ اُٹھاتے ہین فروخت کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور بالاجماع نرخ مقرر نہ کرے مگر اس صورت مین کہ اناج والے تحمیل[۲] کرتے ہون اور قیمت سے تجاوز کر جاتے ہون اور قاضی مسلمانون کا حق نگاہ رکھنے سے عاجز ہو جاوے اور یہی چارہ ہو کہ نرخ مقرر کر دیا جاوے تو اہل راے کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے مین خوف نہین ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی دیا گیا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی پس اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر انمین سے کسی نے بعوض اُس ثمن کے جو امام نے مقرر کیا ہی فروخت کیا تو بیع جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر محتکر حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اُسکو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل وعیال کے کھانے پینے سے زائد ہی اُسکو فروخت کر دے اور احتکار سے اسکو منع کرے پس اگر وہ باز رہا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اسکو اپنی عادت پر اصرار ہی تو قاضی اسکو سمجھاوے و ڈراوے گا پھر اگر وہ سہ بارہ اُسکے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکو قید کرے اور اپنی راے کے موافق تعزیر کرے اور قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر امام وقت کو اہل شہر کے مر جانیکا خوف ہو تو محتکرین سے اناج لیکر حاجتمندون مین تقسیم کرے پھر جب وہ لوگ پاوینگے تو اُسکا مثل واپس کرینگے اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور مضمرات مین لکھا ہی کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہی کہ محتکر کی بلا رضامندی اُسکا اناج فروخت کر دے تو بعض نے کہا کہ اسمین خلاف ہی اور بعضون نے کہا کہ بالاتفاق فروخت کر دے اور ملتقط مین ہی کہ اگر لوگونکے مر جانیکا خوف ہو تو باہر سے لانے والونکو بھی حاکم وقت وہی حکم کرے جیسا اُسنے محتکر کو[۳] حکم کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور تلقی یعنی شہر مین قافلہ آنے سے پہلے شہر سے نکلکر قافلہ والونسے ملکر انسے خرید لینا اگر اہل شہر کو مضر ہو تو مکروہ ہی اور اگر مضر نہو تو مکروہ نہین ہی بشرطیکہ قافلہ والونکو شہر کا بھاؤ ملتبس نہو اور یہ شخص اُنکو فریب دے کہ شہر مین یہ بھاؤ ہی اور وہ لوگ اُسکی تصدیق کر لین اور اگر اُسنے شہر کا بھاؤ اُنپر ملتبس کر دیا تو مکروہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اعرابی مثلاً کوفہ مین آئے اور وہان سے اپنے کھانیکا اناج خرید کر لیجانا چاہا اور یہ اہل کوفہ کو مضر ہی تو اُنکو منع کیا جائیگا جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع کیا جاتا ہی اور اگر سلطان نے نان بائیونسے کہا کہ دس سیر ایک درم مین بیچو اور اس سے کم نہ کرو پھر کسی نے ایک باورچی سے دس سیر روٹی ایک درم مین لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دونگا تو بادشاہ مجھکو ماریگا تو مشتری کو اسکا کھانا جائز نہین ہی کیونکہ یہ زبردستی لینے مین داخل ہی اور حیلہ یہ ہی کہ مشتری نان بائی سے کہے کہ میرے ہاتھ تو روٹیان جیسا تو چاہتا ہی فروخت کر دے تو بیع صحیح ہوگی اور کھانا حلال ہوگا اور اگر بادشاہی حکم کے موافق مشتری نے دس سیر خریدین پھر نان بائی نے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی تو جائز ہی اور مشتری کو اُسکا کھانا حلال ہی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی اور یہ مکروہ ہی کہ پیتل مین کوئی دوا ڈال کر اُسکو

---

[۱] یعنی ایسی زیادتی کہ بڑھتی سے بڑھتی اندازہ کرنے والا اُسقدر تخمینے کو انداز کرے ۱۲ [۲] تحمیل زبردستی بار ڈالنا کہ لاچار ہو کر خریدین ۱۲ [۳] یعنی محتکر کی طرف سے ۱۲

سپید[۱] کرے اور اُسکو چاندی کے حساب سے بیچے اور ایسی ہی درمون کو ٹکسال کے سوا دوسری جگہ ڈھالنا اگرچہ کھرے ہون مکروہ ہی اور اگر چاندی کو اپنے لوگون کے واسطے ڈھالا اور اُس مین تانبا[۲] ڈال دیا تو کچھ خوف نہین ہی اور بزاز کو جائز ہی کہ کپڑے کو چھڑک کر نرم کرلے جیسا کہ باندی بیچنے والے کو جائز ہی کہ اسکا منھ دھو کر سنگار کر دے اور جید کو ردی کے ساتھ ملتبس کر دینا مکروہ ہی اور ایسے ہی گوشت مین زعفران دینا مکروہ ہی اور ایسے میل کی چیز جسکا میل ظاہر ہو جیسے مٹی ملے ہوئے گیہون بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی اور اگر ان کو پیسا یا تو بدون بیان کے بیچنا جائز نہین ہی اور یہ مکروہ ہی کہ نان بائی یا قصاب وغیرہ کے پاس کچھ درم اسواسطے رکھے کہ اُس سے جو چاہیگا سو لیگا ولیکن اُسکے پاس ودیعت رکھے اور اُس سے جسقدر چاہے بعوض معین داموں کے ان درمون مین سے لیوے اور اگر انکو بطور بیع کے دیا تھا تو ضمان[۳] لے اور بائع کو چاہیے کہ اپنا اسباب بیچنے کے واسطے قسم نہ کھایا کرے اور ابو بکر بلخی سے روایت ہی کہ فقاعی[۴] فقاع کھولتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہی تو گنہگار ہوتا ہی اور ایسے ہی چوکیدار چوکیداری کے وقت لا الٰہ الا اللہ کہنے مین گنہگار ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر کوئی لڑکا پیسا یا روٹی لیکر دوکاندار کے پاس آیا اور اُس سے کوئی ایسی چیز مانگی جو گھر کے کام مین آتی ہی جیسے نمک یا اشنان وغیرہ تو اُسکے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر اخروٹ یا پستہ وغیرہ ایسی چیز مانگی جو عادۃً لڑکے اپنے واسطے خریدا کرتے ہین تو نہ فروخت کرے ایک لڑکا خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مین بالغ ہون پھر اسکے بعد کہا کہ مین بالغ نہین ہون پس اگر بالغ ہونے کی خبر دینے کے وقت بالغ ہونیکا احتمال رکھتا تھا بایں طور کہ اسکا سن بارہ برس یا اس سے زیادہ کا تھا تو اُسکا انکار معتبر نہوگا اور اگر اُسکا سن اس سے کم تھا تو بالغ ہونیکی خبر دینا صحیح نہ تھا پس اُسکا انکار صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے ہاتھ مین ایک کپڑا تھا اُسنے کہا کہ مجکو فلان شخص نے اُسکے بیچنے کا وکیل کیا ہی اور مین دس سے کم نہ دونگا پھر اُس سے ایک شخص نے نو درم کو طلب[۵] کیا پس اگر مشتری کے دلمین یہ تھا کہ یہ بات اُسنے اپنے مال کے رواج دینے کو کہی تھی تو اُسکو خریدنا جائز ہی اور اگر یہ بات اُسکے دلمین نہین آئی تو اُس سے خریدنا جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر بجنسہ مٹی کا بیل یا گھوڑا بچون کے بہلانیکو خریدا تو صحیح نہین ہی اور نہ اُسکی کچھ قیمت ہی اور نہ اُسکا تلف کرنیوالا ضامن ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کچھ مال حرام حاصل کیا اور اُس سے کوئی چیز خریدی پس اگر پہلے یہ درم بائع کو دیدیے پھر انکے عوض وہ چیز خریدی تو اُسکو حلال نہین ہی صدقہ کر دے اور اگر درم دینے سے پہلے خریدی پھر درم دیے تو بھی کرخی رح اور ابو بکر رح کے نزدیک ایسا ہی ہی اور اسمین ابو نصر رح کا خلاف ہی اور اگر یہ درم دینے سے پہلے خریدی اور دوسرے درم دیے یا مطلقاً خریدی اور یہ درم دیے یا دوسرے درم سے خریدی اور یہ

---

[۱] قولہ سپید کرے یعنی کیمیا ئی ترکیب سے جوڑ او غیرہ چاندی و سونا بنانا مکروہ ہے ۱۲ [۲] یعنی زیور مین میل کر دیا ۱۲ [۳] قولہ ضمان یعنے اگر تلف ہون اور تحقیق مسئلہ عین الہدایہ مین ہی ۱۲ [۴] فقاعی فالودہ فروش یعنے صراحی کھولتے وقت ۱۲ [۵] قولہ طلب کیا اور وہ راضی ہو گیا ۱۲

درم دیے تو ابو نصرؒ نے فرمایا کہ حلال ہی اور اُسپر صدقہ کردینا واجب نہین ہی اور اس زمانہ مین فتوی کرخیؒ کے قول پر ہی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہے کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسکے شہتیرون مین درم پائے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور جو بائع نے نہ لیے تو صدقہ کردے اور یہ اصوب ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر خانہ کعبہ کا پردہ بعض مجاورون سے خریدا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر اُسکو دوسرے شہر مین لے گیا تو اُسپر واجب ہی کہ فقیرون پر صدقہ کردے مسجد کا بوریا اگر پُرانا ہو جاوے تو جائز ہی کہ اُسکو بیچکر اُسکے دامو نمین کچھ بڑھا کر دوسرا خرید لیا جاوے ایک شخص اپنے دوست کے باغ مین گیا اور اُسمین سے کچھ انگور کھاے اور اُس دوست نے انگور بیچ ڈالے تھے اور اُسکو نہین معلوم تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر گناہ نہوگا اور چاہیے کہ مشتری سے معاف کرالے یا اُسکو ضمان دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور ہمکو اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کہ کوئی شخص بازار مین میوہ خریدنے کو جاے اور اُسمین سے کچھ ایسی چیز اُٹھا کر کھا جاے جسکی کچھ قیمت ہی جبتک کہ اُس سے اجازت نہ حاصل کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ بیع اور ہبہ وغیرہ مین چھوٹے کو بڑے سے یا دو چھوٹون کو اُسکے ناتے کے محرم قرابت والے سے جدا کردینا مکروہ ہی اور حکماً بیع جائز ہوگی اور اگر ایک اُسکا ہو اور دوسرا اُسکے نابالغ لڑکے یا غلام یا مکاتب کا ہو تو مکروہ نہین ہی اور اگر دونون اُسکے ہون اور ایک اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون اُسکی اولاد کے ہون تو جدا کرکے بیچ سکتا ہی اور اگر دونون مین سے اُسکا کچھ حصہ ہو تو مین مکروہ نہین جانتا ہون کہ ایک مین کا حصہ بدون دوسرے کے فروخت کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر دونون مین قرابت نہ ہو جیسے دو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی تو انکا جدا کرنا مکروہ نہین ہی یا انمین محرمیت بوجہ رضاعت[سلہ] یا صہریت کے ہو تو بھی تفریق مکروہ نہین ہی زوجہ اور شوہر مین جدائی بیع وغیرہ سے مکروہ نہین ہی اور اسکو اختیار ہی کہ ایک عیب کی وجہ سے واپس کردے یا کسی جرم[سلہ] اور قرض مین دیدے اور اگر ایک کو ام ولد یا مدبر بنایا تو دوسرے کا بیچنا مکروہ نہین ہے اور اگر ایک کو مکاتب بنایا تو کچھ ڈر نہین ہے اگر کسی نے کہا کہ اگر مین تجکو خریدون تو تو آزاد ہے پھر دونون مین سے ایک کو اُسی کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر دو مملوک مین[سلہ] ایک اُسکا ہو اور دوسرا اُسکی زوجہ یا مکاتب یا غلام تاجر قرضدار کا ہو تو تفریق مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اُسکے مضارب کا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی کہ جو مضارب کے پاس ہی اُسکو فروخت کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر ایک باندی کو اپنی شرط خیار پر خریدا پھر اُسکا بچہ خریدا تو دونونکو جدا بیچنا مکروہ ہی اور اگر باندی کو شرط خیار

سلہ قولہ رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے و صہریت یعنے دامادی کے رشتہ سے ۱۲ سلہ قولہ جرم مثلاً ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور حکم ہوا کہ قاتل کو دے یا اسکا فدیہ دے یا قرضخواہ کے ادائے قرض مین دے ۱۲ سلہ یعنے واپس کرنے سے تفریق لازم نہ آوے گی ۱۲

خریدا اور اُسکا بچہ خریدنے والے کے پاس ہے تو بالاتفاق باندی کو واپس کرسکتا ہی یہ نہر الفائق
مین لکھا ہی۔ کوئی حربی دو بھائیون کو دار الحرب سے لایا تو اُسکو اختیا ہی کہ دونونکو جدا بیچے اور اگر
اُسنے دونون کو کسی ذمی سے خریدا تو تفریق جائز نہین ہی اُسپر جبر کیا جائیگا کہ دونونکو ایک ساتھ بیچے
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دونون کا مالک کافر ہو تو تفریق مکروہ نہین ہی خواہ وہ مالک آزاد ہو یا مکاتب
یا ایسا غلام جسکو تجارت کی اجازت ہی خواہ اُسپر قرض ہو یا نہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ مملوک دونون مسلمان ہون
یا دونون کافر ہون یا ایک مسلمان ہو اگر کوئی حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا اور اسکے ساتھ دو غلام ہین
دونون چھوٹے یا ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہی یا اُسنے دار الاسلام مین ایسے دو غلام اپنے ساتھی سے جو اُسکے
ساتھ امان لیکر آیا ہی خریدے پھر ایک کے بیچنے کا ارادہ کیا تو مسلمان آدمی کو اُسکے خریدنے مین کچھ
ڈر نہین ہی اور اگر اُسنے دونون کو کسی مسلمان سے دار الاسلام مین یا کسی حربی سے جو امان لیکر اُسکی
ولایت کے سوا دوسری ولایت سے آیا ہو خریدا ہو تو مسلمان کو ایک کا خریدنا مکروہ ہی یہ بدائع مین لکھا ہی
اگر کسی کی ملک مین تین غلام ہون کہ ایک چھوٹا ہو تو دونون بڑون مین سے
ایک کا بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر صغیر کے ساتھ اسکے دو قریب جمع ہون پس اگر وہ
دونون قرابت مین برابر ہون پس اگر دونون جہت مین مختلف ہون جیسے مان باپ اور پھوپھی خالہ تو
ان سب کو اکٹھا ہی فروخت کرے خواہ وہ سب مسلمان ہون یا سب کافر ہون اور یہی حکم باپ کی طرف سے بہن یا مان
کی طرف سے بہن کا ہی اور اگر وہ دونون قرابت اور جہت مین برابر ہون جیسے دو بھائی حقیقی اور ایک مان باپ کی طرف سے
دو بہنین تو استحساناً ایک کا بیچنا جائز ہی اور اگر دونون مین سے ایک زیادہ قریب ہو مثلاً تین بہنین[1] جدا جہت سے یا مان
اور پھوپھی یا خالہ ہو تو دور[2] کے قرابت والے کے بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور ایسے ہی اگر اُسکی دادی اور پھوپھی اور
خالہ جمع ہون تو پھوپھی اور خالہ کے بیچنے مین ڈر نہین ہی دار الحرب مین دو کافرون نے ایک باندی کے بچہ کا
جو دونون مین مشترک تھی دعوی کیا پھر وہ سب قید ہو کے مملوک ہو گئے تو کوئی[3] دونون باپونمین سے فروخت نکیا جاویگا
ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی ہے اُسنے کہا کہ یہ میری بیٹی ہی تو تفریق مکروہ ہی اگرچہ نسب ثابت
نہین ہوا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جسطرح آزاد[4] کو تفریق سے بیچنا مکروہ ہی ویسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کو بھی مکروہ ہی
یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر مالک کافر ہو تو تفریق مکروہ نہین ہی یہ عنابیہ مین لکھا ہی۔

[1] یعنے ایک تو ایک مان باپ سے حقیقی اور دوسری فقط باپ کی طرف سے اور تیسری فقط
مانکی طرف سے ۱۲ [2] یعنی جیسے یہان سوائے مان اور سوائے حقیقی بہن کے ہین ۱۲ [3] یعنے دونون
کا فراس بچہ کے مدعی ہونے سے دونون اسکے باپ قرار دیے جائینگے ۱۲ [4] قولہ آزاد
یعنے جیسے آزاد کو جائز نہین کہ صغیر کو اسکے شفیق قرابتی سے جدا کرے اسی طرح دوسرے
تاجرون کو بھی روا نہین ۱۲

مختصر فہرست کتب فقہ فارسی و اردو

ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست ہر قسم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلا قیمت روانہ ہوگی۔ المشتہر

مینیجر نولکشور پریس حسینہ بکڈپو لکھنو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
فقہ فارسی (اہل سنّت)		اور متعدد فصلیں ہیں جن میں تمام ضروری مسائل بیان کئے ہیں۔ اور آخری باب میں مناقب امام ابو حنیفہ رح کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔	عہ۱ر
حج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور۔ اس میں احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔	عہ ر	**عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ** اس میں دودھ پلانے کے مسئلے۔ رضیع اور مرضعہ کے بابتہ احکام بالتفصیل درج ہیں	۱ر
تبیان فی احکام شرب الدخان حقہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔	۱ر	**مسلک المتقین**۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے	عہ ر
نام حق منظوم۔ اس میں نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ از مولانا شرف الدین بخاری۔	۶ پائی	**قدوری**۔ مترجمہ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔	۸ر
مائۃ مسائل۔ اس میں سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہیں	۶ر	**شرح فارسی مختصر وقایہ** مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبد الرحمن جامی	عہ۴ر
شرح وقایہ فارسی یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی میں ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ ملتقی الابحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبد الحق صاحب سرہندی	عہ ر	**کنز الدقایق**۔ فارسی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترجمہ فارسی۔	۱۳ر
فتاواے برہنہ۔ اس میں ۳۶۔ ابواب		**مالابدمنہ**۔ جملہ ضروری مسائل نماز روزہ	

نام کتاب	قیمت
حج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی معہ وصیت نامہ	لعہ/
شرح مختصر وقایہ کورمیری - یہ شرح داخل درس ہے مسائل مختصر وقایہ کو خوب حل کیا ہے - از مولانا جلال الدین کورمیری	عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان - درحلت وحرمت جانوران نہایت ضروری رسالہ ہے -	ا/
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان اسلام -	۶ پائی
نادر المعراج - شب معراج کا مختلف آیات واحادیث سے ثبوت اور اُس کی فضیلت آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور مشاہدۂ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر ولایتون مین یہ کتاب بہت مروّج ہے از مولانا شیخ الاسلام اکبر آبادی عہد شاہجہانی مین تصنیف ہوئی	سے/
مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی -	عہ/
ایضاً - جلد اوّل	۱۰/
" جلد دوم	۸/
مزیل الغواشی - شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب رامپوری	عمار/

نام کتاب	قیمت
ملتقی الابحر	عہ/

فقہ اُردو و مذہب (اہل سُنّت)

نام کتاب	قیمت
غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو درمختار کامل چار جلد - یہ وہی نادر کتاب فتاوی ہے جسمین کل معاملات شرعی وعرفی کا فیصلہ کردیا گیا ہے بیع شریٰ - حوالہ - شہادت وکالت دعوے اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل بیان واحکام درج ہین کاغذ سفید	علعہ
کشف الحاجۃ - ترجمہ مالابدمنہ از مولوی نورالدین بن محمد اشرف چاٹگامی	۰۴/
رسالہ خلاصۃ المسائل - معاملات و عبادت کے ضروری مسئلے -	۶/
مرأۃ الصلوٰۃ اُردو - وضو اور نماز کے مسائل مین نہایت جامع کتاب ہے از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی ہندوی یہ کتاب جدید الطبع ہے -	۶/
ہزار مسئلہ - اس مین سات رسالے شامل ہین - جن مین سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے ضروری ہے از مولوی عبداللہ	۲/